

مؤسس

قاضی القضاۃ تاج الشریعہ شیخ الاسلام والمسلمین جگر گوشہ مفسر اعظم ہند جانشین مفتی اعظم نبیرہ حجۃ الاسلام وارث علوم اعلیٰ حضرت

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 2019ء

جنوری، فروری، مارچ، مئی
جون، جولائی، ستمبر، دسمبر

خصوصی شمارہ: حضور تاج الشریعہ

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan. WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ / جنوری ۲۰۱۹ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

JANUARY - 2019

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتئ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی وسرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت، عکس حجۃ الاسلام، ثانی مفتئ اعظم، نور دیدۂ مفسر اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ

حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی **محمد اختر رضا** خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہٗ

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر اعلیٰ
مولانا عسجد رضا خاں قادری

مدیر
مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی

جمادی الاولیٰ، جمادی الآخر ۱۴۴۰ھ مطابق فروری ۲۰۱۹ء

شمارہ نمبر ۱	Issue 1
جلد نمبر ۴	Vol. 4

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

فی شمارہ ۲۵ روپیے
سالانہ ۳۰۰ روپیے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپیے
دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

قانونی انتباہ:
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت:
اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر ”برائے سنی دنیا“ ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲، سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.co.in
www.hazrat.org

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
اداریہ			
●	دیئے زخم تونے صنم کیسے کیسے	مولانا عبدالرحیم نشترؔ فاروقی	۵
اسلامیات			
●	حسن سراپائے رسول کائنات	مفتی ارشد نعیمی	۱۳
●	مومن کوستانا پہاڑ سے بھی زیادہ بڑا گناہ	حافظ محمد ہاشم قادری	۱۵
●	ایک حق شناس عورت کے احساسات	معلمہ جامعۃ الزہرا	۲۰
تحقیقات			
●	عورت کو صرف ایک ہی شوہر رکھنے کا حکم کیوں	امتیاز القادری	۲۲
نقدونظر			
●	کچی محبتیں پروان کیوں چڑھ رہی ہیں؟	مولانا صادق رضا مصباحی	۲۴
تعزیرات قلم			
●	حفظ الایمان کی عبارت تاویلات کی روشنی میں	مفتی مقصود عالم	۲۸
اسلاف واخلاف			
●	علامہ قاضی سید عبدالقدوس قادری بنگلور	ڈاکٹر ساحل شہسرامی	۳۲
ازھریات			
●	وصال تاج الشریعہ اور علمائے بنگلہ دیش	محمد راحت خان	۳۷
سیرت رسول			
●	سیرت نگاری کا ایک نیا جہاں	مولانا رحمت اللہ صدیقی	۳۹
بزم اولیاء			
●	سرکار غوث اعظم کا بچپن	مولانا رحمت اللہ صدیقی	۵۰
منظومات			
●	ذکر ھو کی امانت ہیں غوث الوریٰ	مولانا سید اولاد رسول قدسی	۵۶
●	چومتے ہیں اولیاء تلوا ہمارے غوث کا	مولانا سلمان رضا فریدی	۵۶
خیروخبر			
●	انگلینڈ میں صدسالہ عرس رضوی	نوری مشن	۵۷
●	اسلامی مرکز میں تاج الشریعہ کمپیوٹر سینٹر کا افتتاح	اسلامی مرکز	۵۷

اداریہ

از: محمد عبدالرحیم نشترؔ فاروقی *

دیئے زخم تو نے صنم کیسے کیسے

سن ۲۰۱۸ء نے ہندوستانی تاریخ کے دامن پر ایسے ایسے بدنما داغ لگائے ہیں جو صدیوں دھونے کے بعد بھی زائل نہیں ہونے والے، اس میں ایسے ایسے ہوش ربا حادثات و واقعات رونما ہوئے جو سماجی تانے بانے کو بکھیرنے اور گھریلو امن وسکون کو غارت کرنے کے علاوہ کچھ نہیں دینے والے۔

معاشرے کے امن وسکون کو قائم ودائم اور پاکیزہ بنائے رکھنے کے لئے لازم ہے کہ ہر فرد اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پوری دیانت داری کے ساتھ نبھائے، ایک دوسرے کے تعلق سے وفادار رہے، اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں رہتے ہوئے اپنے فرائض انجام دے، جب تک معاشرے کا ہر فرد اپنی اپنی ذمہ داریاں اپنے دائرۂ اختیار میں رہ کر ادا کرتا رہے گا، حسب مراتب ایک دوسرے کا ادب واحترام کرتا رہے گا، عزت نفس کا پاس ولحاظ رکھے گا، دیانت داری کے ساتھ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کرتا رہے گا، معاشرہ اور سماج امن وسکون کا گہوارہ بنا رہے گا اور جیسے ہی معاشرے کا کوئی فرد اپنے دائرۂ عمل سے تجاوز کرے گا، اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی برتے گا، کسی کے واجب حقوق غصب کرے گا، کسی کی تذلیل وتحقیر کرے گا ویسے ہی معاشرے کا امن وسکون غارت ہونے لگے گا، معاشرے کی پاکیزگی رخصت ہونے لگے گی اور رفتہ رفتہ سماجی شیرازہ بکھرنے لگے گا۔

اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ معاشرے کا ہر فرد ہر حال میں اپنی ذمہ داریاں پوری دیانت داری کے ساتھ ادا کرے، اگر کوئی حاکم ہے تو ہر حال میں اپنے محکوم کی عزت نفس کا خیال رکھے، اگر کوئی محکوم ہے تو اپنے حاکم کا ادب واحترام کرتے ہوئے اپنے فرائض ادا کرے، اگر کوئی مالک ہے تو اپنے ملازم کے حقوق کی ادائیگی پوری دیانت داری کے ساتھ کرے، اگر کوئی ملازم ہے تو اپنے مالک کی طرف سے عائد ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے، اگر کوئی ماں باپ ہے تو اپنی اولاد کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھے، اگر کوئی اولاد ہے تو فراخ دلی کے ساتھ اپنے ماں باپ کی فرماں داری کرے، کوئی شوہر ہے تو پوری دیانت داری کے ساتھ اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی کرے اور اگر کوئی بیوی ہے تو پوری وفاداری کے ساتھ اپنے شوہر کے حقوق ادا کرے، طرفین میں ہر ایک کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ باہمی رشتوں کے تقدس کو پامال ہونے سے بچائے رکھے۔

معاشرے کے ہر فرد کو اس کی ذمہ داریوں کے تعلق سے پابند بنانے اور اس میں کوتاہی کرنے پر اس سے مواخذہ کرنے کے لئے ہر معاشرے میں عدل وانصاف کا ایک نظام قائم ہوتا ہے جو ہر فرد سے اس کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کو یقینی بناتا ہے اور کوتاہیوں کی صورت میں اسے سزا دیتا ہے، اگر یہی نظام عدل وانصاف کوتاہیوں اور مجرمانہ حرکتوں کو جواز کا پیرہن پہنانے لگے تو معاشرے کا شیرازہ بکھرنے میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔

ایک بارگی تین طلاقیں نافذ نہیں ہوں گی

مورخہ ـــــ کو سپریم کورٹ نے تین طلاق پر ایک غیر آئینی فیصلہ دیا، واضح ہو کہ تین طلاق شریعت کا حصہ ہے، تین طلاق کا ثبوت حدیث شریف میں موجود ہے، سپریم کورٹ کو اس معاملے میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے تھی، لیکن مسلم پرسنل لا کو نظر انداز کر کے یہ فیصلہ دیا گیا کہ ایک بار تین طلاق غیر قانونی ہے، یہ فیصلہ بنیادی اور مذہبی آزادی کو متأثر کرنے

والا ہے۔

سپریم کورٹ حکم پر حکومت تین طلاق کے خلاف ایک بل لائی جس کہا گیا ہے کہ (۱) ایک مجلس کی تین طلاقیں خواہ وہ کسی بھی طور پر دی جائیں، کالعدم ہیں (۲) تین طلاق دینے والے کو مجرمانہ سزا دی جائے گی (۳) تین طلاق دینا ناقابل سماعت اور غیر ضمانتی جرم ہوگا۔

حکومت نے اس بل میں طلاق ثلاثہ کو مجرمانہ عمل قرار دیتے ہوئے اس کی سخت سزا مقرر کر کے مسلم مردوں کو نشانہ بنانے کی اپنی بدنیتی صاف ظاہر کردی ہے، اب مسلم مرد ایک دیوانی معاہدہ توڑنے کا مجرم ہوگا جبکہ نکاح کوئی مجرمانہ عمل نہیں ہے، اس بل کا دوسرا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس میں ایسا کہیں ذکر نہیں ہے کہ صرف مطلقہ ہی اپنے شوہر کے خلاف شکایت درج کرا سکتی ہے، بلکہ کوئی بھی یہ شکایت درج کرا سکتا ہے کہ فلاں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور شکایت درج کرلی جائے گی پھر شوہر گرفتار کرلیا جائے گا، صرف کورٹ سے ہی اسے ضمانت مل پائے گی، اب یہ کورٹ کی مرضی پہ منحصر ہے کہ اسے ضمانت دے یا جیل ہی میں رکھے، قانون کا یہ پہلو کئی پریشان کن مسائل کا پیش خیمہ ہے، مثلاً کوئی بھی شخص اپنی ذاتی پرخاش کے سبب شوہر کے خلاف جھوٹی شکایت درج کرا کے اسے جیل بھجوا دے گا۔

سب سے اہم سوال یہ ہے کہ جب طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تو پھر شوہر کو جیل کیوں بھیجا جا رہا ہے؟ یعنی جرم ہوا ہی نہیں پھر بھی سامنے والا مجرم اور سزا کا مستحق؟ جب شوہر جیل میں ہوگا تو پھر مطلقہ کو نان ونفقہ کون دے گا اور کہاں سے دے گا؟ جب شوہر کو تین سال کے لئے جیل بھیج دیا جائے گا تو بیوی لازمی طور پر سڑک پر آجائے گی، یعنی شوہر جیل میں، بیوی سڑک پر، مطلب پوری فیملی تباہی کے دہانے پر! تین سال تک عورت آخر کہاں رہے گی؟ اس کی کفالت کی ذمہ داری کون لے گا؟ کیا یہی مسلم عورتوں کے ساتھ انصاف ہے کہ اس کے لئے واپسی کے سارے دروازے بھی بند کردیئے جائیں؟

ہم جنس پرستی جرم نہیں

۶؍ستمبر ۲۰۱۸ء کو سپریم کورٹ نے ۱۵۸؍سالہ قدیم تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۷۷؍ کو غیر آئینی قرار دے کر یہ فیصلہ دیا تھا کہ مرد مرد کا یا عورت عورت کا باہم جنسی تعلقات قائم کرنا جرم نہیں ہے، یعنی دو مرد یا دو عورتیں بھی آپس میں جنسی تعلق قائم کرسکتی ہیں یا شادی کرسکتی ہیں۔

سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بینچ نے ہم جنس پرستی کے خلاف ڈیڑھ سو سال پرانے قانون کو جمعرات کو متفقہ طور پر کالعدم قرار دیتے ہوئے فیصلہ سنایا کہ دو بالغ افراد کے درمیان، چاہے وہ ہم جنس پرست ہی کیوں نہ ہوں، باہمی رضا مندی سے قائم کیے جانے والا جنسی تعلق غیر آئینی قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۷۷؍ کو ہم جنس پرستی کے خلاف برطانوی حکومت کے دوران ۱۸۶۱ء میں قانونی شکل دیا گیا تھا جس میں ''خلاف فطرت اختلاط'' کو ممنوع قرار دیتے ہوئے اس کے مرتکب پر ۱۰؍سال تک قید کی سزا رکھی گئی تھی۔

ہندوستان کی ہم جنس پرست تنظیمیں اس قانون کے خلاف ۱۹۹۰ء سے عدالتی جنگ لڑ رہی تھیں، اس سے قبل دہلی ہائی کورٹ نے ۲۰۰۹ء میں ملک میں ہم جنس پرستی کو جائز قرار دے دیا تھا جس کے خلاف بعض مذہبی رہنماؤں نے سپریم کورٹ سے رجوع کیا تھا، سپریم کورٹ نے ۲۰۱۴ء میں دہلی ہائی کورٹ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے مذکورہ قانون دوبارہ بحال کردیا تھا جس کے خلاف ہم جنس پرست تنظیموں کے نمائندوں نے اپیلیں دائر کی تھیں۔

جمعرات کو اپنے فیصلے میں سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ سیکشن ۳۷۷؍ ہندوستان کی ہم جنس پرست کمیونٹی کو ہراساں کرنے کے لیے بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا تھا، فیصلے میں کہا گیا کہ کسی شخص کے جنسی رجحان کی بنیاد پر اس کے ساتھ امتیازی برتاؤ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے جس کی ریاستی سطح پر اجازت نہیں دی جاسکتی۔

کورٹ نے مزید کہا کہ فرد کے انتخاب کا احترام آزادی کی روح ہے، ہم جنس پرست برادری کو ملک کے دیگر شہریوں کی طرح آئین کے تحت برابر کا حق حاصل ہے، دفعہ ۳۷۷ر کی شقوں کے تحت مرد اور مرد یا عورت اور عورت کے درمیان سیکس کو جرم قرار دیا گیا تھا جو کہ فرد کی آزادی اظہار کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے، سپریم کورٹ نے مزید اپنے فیصلے میں کہا کہ کوئی بھی معاشرہ اکثریت کی اخلاقیات سے نہیں چلتا، ایک آئینی معاشرہ تشکیل دینے کا بنیادی مقصد اس معاشرے کو ایک ’’روشن خیال‘‘ معاشرے میں تبدیل کرنا ہے۔

خبروں کے مطابق دنیا میں ایسے بہت سارے لوگ ہیں جنھیں جنسی تعلقات کے وقت تشدد کے بغیر ان کے ہوس کو تسکین نہیں ملتی، بعض جنسی اعضا کو سگریٹ سے داغنے میں تلذذ حاصل کرتے ہیں، بعض کو سوئی یا چھری کی نوک چبھونے میں مزہ آتا ہے تو کیا جنسی آزادی اور روشن خیالی کے نام پر انھیں تشدد کی اجازت دے دی جائے گی؟

اب مذکورہ قانون کے خاتمے کے بعد ہندوستان میں ہم جنس پرستوں کے خلاف باہم رضامندی سے جنسی تعلق قائم کرنے پر کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جا سکے گی، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارا معاشرہ غیر فطری جنسی ہوس کاریوں میں ڈوبتا چلا جائے گا اور رفتہ رفتہ شادی کا تصور ہی ہمارے معاشرے سے رخصت ہو جائے گا، کیوں کہ جنس مخالف کی کشش ہی ایک دوسرے کو شادی کے لئے آمادہ کرتی ہے اگر فطری اصولوں اور تقاضوں سے بغاوت کرتے ہوئے مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے ہی اپنی جنسی تسکین کا سامان کرنے لگیں گے تو نہ شادیاں ہوں گی، نہ اولاد ہوگی، نہ خاندان وجود پذیر ہوگا اور نہ معاشرے کا تصور رہ جائے گا، پھر انسانی جذبات واحساسات سے عاری ایک ایسا معاشرہ نمودار ہوگا جس پر انسانیت خون کے آنسو رو رہی گی اور حیوانیت ننگی ناچ رہی ہوگی۔

ہم جنس پرستی کے سلسلے میں شائع ہونے والی ایک حالیہ رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ جنوبی صومالیہ اور نائیجیریا کی ۱۲ر ریاستوں میں ہم جنس پرستوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، ماضی میں افغانستان میں طالبان کے دور حکومت اور ۲۰۰۱ء میں صدام حسین نے عراق میں ایک حکم کے ذریعے ہم جنس پرستوں کے لئے سزائے موت تجویز کی تھی، سوڈان میں اگر کوئی فرد تین مرتبہ اس فعل کا مرتکب پایا جائے تو اسے یا تو سنگسار کیا جاتا ہے یا پھر عمر قید کی سزا دی جاتی ہے، بہر کیف سوڈان میں پہلی یا دوسری مرتبہ ہم جنسی کے فعل پر زیادہ سے زیادہ پانچ سال قید اور ۱۰۰ر کوڑوں کی سزا تجویز کی جاتی ہے، ایران دنیا کا وہ واحد ملک ہے جس نے اپنے شہریوں کو ہم جنس پرستی کے ارتکاب پر سب سے زیادہ سزائیں دی ہیں، انقلاب کے بعد ایرانی حکومت نے چار ہزار ہم جنس پرستوں کو موت کی سزا سنائی ہے۔

۱۹۷۸ء میں انٹرنیشنل لیزبین، گے، بائی سیکسوئل، ٹرانس اور انٹر سیکس ایسوسی ایشن نامی تنظیم متعارف ہوئی، دنیا کے ممالک کی سات سو تنظیموں نے اس کی رکنیت حاصل کی، ۱۹ر ویں صدی کے آخر تک تمام مغرب میں ہم جنس پرستوں کے حقوق تسلیم کرنے کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئی تھیں، امریکہ میں ۲۰۰۳ء میں ہم جنس پرستی کو قانونی قرار دے دیا گیا تھا تاہم امریکہ نے ہم جنس پرست مردوں پر اس بات کی پابندی عائد کر رکھی ہے کہ وہ اپنا خون بطور عطیہ نہیں دے سکتے کیونکہ ان میں ایڈز لاحق ہونے کے خطرات موجود ہوتے ہیں، برطانیہ اور بیشتر یورپی ممالک میں بھی ہم جنس پرست افراد اپنا خون عطیہ نہیں کر سکتے، افریقہ کے ۳۸ر ممالک میں ایسے قوانین موجود ہیں جو ہم جنس پرستی کو ایک جرم تصور کرتے ہیں جب کہ بعض ممالک میں اس کی سزا موت ہے اور بعض ملکوں میں سزائے قیدی دی جاتی ہے۔

ایشیا میں ۲۳ر ممالک ایسے ہیں جہاں ہم جنس پرستی کو ایک جرم سمجھا جاتا ہے، ان ممالک میں سے ۴ر ایسے ہیں جہاں اس جرم کی سزا موت ہے، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن جس نے ہم جنس پرستی کو پہلے ایک ذہنی خلل اور عارضہ قرار دے رکھا تھا،

اداریہ

۱۹۷۷ء میں اپنا یہ موقف بدل لیا، بہر حال اسلام، عیسائیت اور یہودیت نے لواطت کی شدید مخالفت کی ہے اور اسے ایک ایسا گناہ قرار دیا ہے جو قدرت کے فطری نظام اور اصولوں کے خلاف ہے۔[ہم جنس پرستی سے متعلق جملہ معلومات اور حقائق اقوام متحدہ کی مختلف دستاویزات سے حاصل کئے گئے ہیں]

شادی شدہ مرد و عورت کا کسی اور سے جنسی تعلق جرم نہیں

دراصل ۲۷ر ستمبر ۲۰۱۸ء کو سپریم کورٹ نے ۱۵۷ رسالہ قدیم تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۹۷ر کو غیر آئینی قرار دے دیا، کورٹ کے اس فیصلے کے بعد اب کوئی بھی مرد کسی کی بھی بیوی کے ساتھ اس کی مرضی سے جسمانی تعلق قائم کرسکتا ہے یا کوئی بھی شادی شدہ عورت کسی بھی مرد یا کسی کے بھی شوہر کے ساتھ اس کی مرضی سے جسمانی تعلق قائم کرسکتی ہے، اس کے لئے نہ شوہر اپنی بیوی کے خلاف کارروائی کرسکتا ہے نہ بیوی اپنے شوہر کے خلاف! اور نہ عورت کا شوہر اس مرد کے خلاف کوئی کارروائی کرسکتا ہے۔

دفعہ ۴۹۷ر کیا ہے؟

تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۹۷ر یہ ہے کہ اگر کوئی بھی (شخص) کسی ایسی عورت سے جنسی تعلقات قائم کرتا ہے، جس کے بارے میں اسے معلوم ہو کہ وہ کسی اور کی بیوی ہے، یا اس کا یہ خیال ہو کہ وہ کسی اور کی بیوی ہے، اور اس (جنسی) عمل میں اس کے شوہر کی مرضی یا معاونت شامل نہ ہو، اور اگر یہ عمل ریپ کے زمرے میں نہ آتا ہو، تو پھر وہ شخص ایڈلٹری (غیر ازدواجی تعلقات) کے جرم کا مرتکب ہے اور اسے یا تو زیادہ سے زیادہ پانچ سال قید یا جرمانے یا دونوں کی سزا سنائی جاسکتی ہے، لیکن عورت کسی جرم کی مرتکب نہیں ہوگی۔

اس کے مطابق اگر کوئی مرد کسی کی بیوی کے ساتھ اس کی مرضی سے جسمانی تعلقات قائم کرتا ہے تو اس عورت کا شوہر ایڈلٹری کے معاملے میں صرف اس مرد کے خلاف کیس کرسکتا ہے، اپنی بیوی کے خلاف کوئی بھی کارروائی نہیں کرسکتا نہ ہی اس مرد کی بیوی اس عورت کے خلاف کوئی کیس کرسکتی ہے، حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس عورت کو بھی یہ حق ملتا کہ اس عورت کے خلاف کیس کرے جس نے اس کے شوہر کے ساتھ جسمانی تعلقات قائم کئے، اس دفعہ میں ایک اور خاص بات یہ بھی ہے کہ ایڈلٹری کے معاملے میں شامل مرد کے خلاف صرف اس عورت کا شوہر ہی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

ہوا کچھ یوں کہ کیرالہ کے رہنے والے جوسف شن نامی شخص نے سپریم کورٹ میں یہ مقدمہ دائر کیا کہ جب دو لوگوں نے مل کر ایک جرم کیا تو سزا دونوں کو ملنی چاہئے، نہ کہ صرف ایک کو؟ جبکہ دفعہ ۴۹۷ر جنسی تعصب کی بنا پر صرف مرد کو سزا دیتا ہے، یہ بات عقل و دانش سے پرے ہے کہ جب دو لوگ ایک جرم میں برابر کے شریک ہیں تو سزا بھی دونوں کو ملنی چاہئے، صرف ایک کو کیوں؟

سپریم کورٹ نے بجائے دونوں کو سزا دینے یا کوئی اور حل تلاش کرنے کے، اس قانون کو ہی کالعدم قرار دے دیا اور مرد و عورت کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا کہ جو جس سے چاہے، جب چاہے اپنی ہوس کی بھوک مٹائے، کوئی کچھ کہنے والا نہیں بلکہ کسی کو کچھ کہنے کا حق ہی نہیں، وہ زمانہ لد گیا جب لوگ ''ستی ساوتری'' جیسی دقیانوسی باتوں میں اپنا وقت ضائع کرتے تھے، کیوں کہ شوہر کے دوسری عورتوں کے ساتھ یا بیوی کے دوسرے مردوں کے ساتھ جسمانی تعلقات ''سپریم کورٹ کی مہربانی'' سے اب جرم نہیں کہلائیں گے، بیوی جب چاہے شوہر کی مرضی کے بغیر کسی بھی مرد سے جنسی تعلق قائم کرسکتی ہے، اسی طرح شوہر جس وقت چاہے کسی بھی عورت کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرسکتا ہے۔

فیصلے کی بنیاد کیا ہے؟

سپریم کورٹ نے شادی شدہ افراد کے غیر ازدواجی جنسی تعلق کو جرم ماننے والی آئین کی دفعہ ۴۹۷ر کو بنیادی انسانی حقوق کے خلاف قرار دیتے ہوئے کہا کہ ''انیسویں صدی کا یہ قانون شوہر کو مالک اور بیوی کو اس کی جائیداد قرار دیتا ہے، یہ ایک من مانا قانون ہے جو عورت کے وقار کو مجروح کرتا ہے،

ایڈلٹری سے متعلق یہ قانون دقیانوسی اور آئین کی دفعہ ۱۴/اور ۲۱/کے بھی خلاف ہے جوزندگی،آزادی اور مساوات کے حق کی ضمانت دیتے ہیں، چین، جاپان اور برازیل جیسے ممالک میں ایڈلٹری جرم نہیں ہے اور یہ مکمل طور پر ایک ذاتی معاملہ ہے،شادی کے بعد مرد اورعورت اپنی ''جنسی خودمختاری'' ایک دوسرے کے پاس گروی نہیں رکھ دیتے۔''

اس سلسلے میں دلیل یہ دی گئی کہ مذکورہ قوانین ہندوستان کی ان قدیم روایات پر مبنی ہیں جن کے تحت عورت مرد کے تابع تھی،آج آزادی کا دور ہے،عورت شادی کے بعد شوہر کی غلام نہیں بن جاتی، بلکہ وہ شادی کے باوجود کسی بھی مرد کے ساتھ جنسی تعلقات رکھنے کا مکمل حق رکھتی ہے،خواہ اس کا شوہر اس کے لئے راضی ہو یا نہ ہو،اسی طرح مرد بھی بیوی ہونے کے باوجود کسی بھی دوسری عورت کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں یہ بھی کہا کہ غیر ازدواجی جنسی تعلق، طلاق کی بنیاد تو بن سکتا ہے،لیکن اسے جرم نہیں قرار دیا جا سکتا،البتہ اگر ایسے کسی بھی تعلق کی بنیاد پر کوئی شخص خودکشی کرتا ہے تو اس عمل کو خودکشی کے لیے اکسانے والا قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس فیصلے میں خواتین کے حقوق کے تحفظ کی جو بات کہی گئی ہے وہ قطعاً درست نہیں کیوں کہ اگر شادی شدہ مرد و عورت کا کسی اور کے ساتھ باہمی رضامندی سے جنسی تعلق قائم کرنا اس کا آئینی حق ہے تو کسی کا اپنے آئینی حق کا استعمال کرنا اس کے رشتۂ ازدواج کو ختم کرنے کی بنیاد کیسے بن سکتا ہے؟

اس فیصلے کے ممکنہ نتائج

سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ اخلاقی قدروں اور مشرقی روایات کے سراسر خلاف ہے اور ہندوستان کو مغربی کلچر کے رنگ میں رنگنے کی ایک مذموم کوشش ہے،جب غیر شادی شدہ مرد و عورت کے باہمی جنسی تعلقات بھی ہر مذہب وملت میں ناجائز و حرام ہیں تو شادی شدہ مرد و عورت کو یہ کیسے اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ باہمی رضامندی سے جنسی تعلقات قائم کر کے دوسروں کی ازدواجی زندگیاں برباد کریں۔

اس اخلاق سوز عمل کو قانونی شکل دینے کی کوشش اخلاقی دیوالیہ پن،سماجی بحران کو دعوت دینے اور خاندانی نظام کے تانے بانے کو بکھیرنے کے مترادف ہے،کون ایسا غیرت مند شوہر ہوگا جو اپنی بیوی کو کسی غیر مرد کے ساتھ جنسی تعلقات رکھنے کے باوجود بھی اسے اپنی ''بیوی'' بنائے رکھنا چاہے گا؟اور کون ایسی وفاشعار بیوی ہوگی جو اپنے شوہر کو کسی غیر عورت کے ساتھ جنسی تعلقات رکھنے کے بعد بھی اسے اپنے ''شوہر'' کے طور پر قبول کرتی رہے گی؟

ذرا تصور کیجئے ایسے معاشرے کا جہاں بیوی رہتے ہوئے مرد کسی دوسری عورت سے جنسی تعلقات رکھے گا اور شوہر رہتے ہوئے عورت کسی غیر مرد سے جنسی تعلقات رکھے گی، کیا آپ ایسے معاشرے میں یہ دعوی کر سکتے ہیں کہ ہونے والا بچہ آپ کا ہے؟اور اگر نہیں تو کیا وہ مرد اس بچے کو اپنائے گا؟ دونوں طرف سے ٹھکرائے جانے کے بعد عورت اس بچے کا کیا کرے گی؟ اگر بیوی کی اس گری ہوئی حرکت کی وجہ سے شوہر خودکشی کر لیتا ہے تو اس خودکشی کے لئے اکسانے کی مجرم بیوی ہوگی یا اس کے ساتھ جنسی تعلق رکھنے والا مرد؟اگر شوہر کی اس بدعملی کی وجہ سے بیوی خودکشی کر لیتی ہے تو خودکشی کے لئے اکسانے کا مجرم شوہر ہوگا یا اس کے ساتھ جنسی تعلق والی عورت؟اور اگر شوہر کی بدعملی پر بیوی کی سخت وسست اور پشیمانی کے سبب بدعمل شوہر ہی خودکشی کر لے تو اس صورت میں خودکشی کے لئے اکسانے کی مجرم بیوی قرار پائے گی یا وہ عورت جو اس کے ساتھ جنسی تعلق رکھتی ہے؟ مغربی ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی قانونی طور پر ایسے ناجائز بچوں کی کثیر تعداد ہو جائے گی جن کے لئے بغیر ڈی این اے ٹیسٹ کے اپنے باپ کا نام بتانا مشکل ہوگا۔

اب آپ تصور کر سکتے ہیں کہ انسانی معاشرے میں جب اس قدر لاقانونیت کو قانونی درجہ مل جائے تو معاشرہ کس تباہی کا شکار ہوگا یہ بتانے کی ضرورت نہیں،سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ

اداریہ

ہندوستانی تہذیب وثقافت اور کسی بھی پاکیزہ معاشرے کی روح کے خلاف ہے، اس کے بھیانک نتائج بھگتنے پڑیں گے، اس کے بعد جہاں بے حیائی اور عریانیت میں اضافہ ہوگا، وہیں روزانہ گھر گھر میں جھگڑے ہوں گے، طلاق کے واقعات کی کثرت ہوگی اور خاندان کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا، اسے دیکھ کر تو حیوانیت بھی شرمانے لگے گی، جانوروں کے اندر بھی اتنی غیرت ہوتی ہے کہ وہ اپنی مادہ کو کسی غیر کے ساتھ دیکھنا گوارا نہیں کرتے اور ہم ہو کر اس اخلاقی ناسور کو ''آزادی اور ترقی'' کا نام پر اپنے پاکیزہ معاشرے کو جہنم زار بنانے کوشش کر رہے ہیں۔

ہندوستانی معاشرہ ایسے کسی بھی رجحان کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا جو خاندانی نظام اور سماجی اقدار کے لئے زہر قاتل ہو، سپریم کورٹ کو ہندوستانی معاشرے کے تناظر میں کسی قانون کو دیکھنا چاہیے نہ کہ مغربی معاشرے کے تناظر میں؟ جنسی ضرورت کو پاکیزگی اور عزت واحترام کے ساتھ پورا کرنے کے لئے ہی ہر مذہب وملت اور ہر زمانے میں شادی اور نکاح کا نظام قائم رہا ہے، اگر انسان بھی شرم وحیا اور سماجی قدروں کو بالائے طاق رکھ کر اپنی جنسی ضرورت جب چاہے، جس سے چاہے اور جہاں چاہے پوری کرنے لگے تو انسانوں اور جانوروں میں فرق کیا رہ جائے گا؟

آخر ہم کہاں جا رہے ہیں، ہمارا ملک کہاں جا رہا ہے؟ یہاں ایک طرف تو ہم جنس پرستی، لِوان ریلیشن شپ اور شادی شدہ مرد وعورت کے غیر ازدواجی جنسی تعلقات کو قانونی جواز فراہم کیا جا رہا ہے، وہیں دوسری طرف ایک سے زیادہ نکاح کو عورت پر ظلم وزیادتی قرار دیتے ہوئے اس پر پابندی کی بات کی جا رہی ہے، اگر بیوی کی موجودگی میں دوسری عورت سے جنسی تعلقات قائم کرنا سپریم کورٹ کی نظر میں درست ہے تو پھر عزت واحترام کے ساتھ کسی دوسری عورت کو بیوی کا درجہ دینا ظلم کیسے ہو گیا؟ یہ عقل وخرد کا کیسا مضحکہ خیز پیمانہ ہے؟

ہندوستانی اقدار اور مشرقی تہذیب وثقافت کی ایک تابناک اور باوقار روایت رہی ہے، جہاں قدروں کی بڑی اہمیت ہے، جہاں شادی ایک پاکیزہ اور تقدس مآب رشتہ تصور کیا جاتا ہے اور اس کے جملہ تقاضے برضا ورغبت پورے کئے جاتے ہیں، جہاں عورتیں آج بھی حیا اور پاک دامنی کو اپنے لئے معراج حیات سمجھتی ہیں۔

کس قدر افسوس ناک مقام ہے کہ عالمی سطح پر ہم ایک مضبوط اور خود کفیل طاقت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنا باوقار مشرقی کلچر چھوڑ کر مغربی تہذیب وتمدن کی تقلید کو اپنے لئے باعث افتخار تصور کر رہے ہیں حتیٰ کہ ہمارا پورا ملکی سسٹم بھی مغربی کلچر کا غلام بنتا جا رہا ہے، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، پڑھنے لکھنے میں ہم انھیں کی تقلید کرتے ہیں، ہماری ترقی اور آزادی کا مفہوم بھی بدل چکا ہے اب ترقی اور آزادی وہ ہے جسے مغربی اقوام ترقی اور آزادی سمجھتی ہیں، حد تو یہ ہمارا جوڈیشیل سسٹم بھی انھیں کے دام تزویر کا شکار ہے، یہاں فیصلے بھی انھیں کی روش کو سامنے رکھ کر کئے جاتے ہیں، حالانکہ آئے دن ان کی اس نام نہاد ترقی اور آزادی کے نام پر قدرت وفطرت کی بغاوت اور جنسی آوارگی کے سبب ان کے بھیانک انجام کی خبریں ہمیں خبردار کرتی ہیں لیکن ہم پر ان کی اندھی تقلید کا ایسا خمار سوار ہے کہ ان کے عبرت ناک انجام بھی دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔

لِوان ریلیشن شپ

ہندوستان میں غیر شادی شدہ بالغ مرد وعورت کے باہم رضامندی سے جنسی تعلقات کو کئی سال پہلے ہی سپریم کورٹ ''لِو ان ریلیشن شپ'' کے خوبصورت نام سے قانونی جامہ پہنا چکا ہے، جس کا سہارا لے کر آج ہماری نئی نسل تباہ وبرباد ہو رہی ہے، اعلیٰ تعلیم کے نام پر بڑے شہروں کا رخ کرنے والے لڑکے اور لڑکیوں کی ایک کثیر تعداد اس خوبصورت جال میں پھنس کر اپنے جنسی ہوس کی تسکین میں لگی ہوئی ہے، نتیجے کے طور پر وقت سے پہلے ماں باپ بن کر زہر یا خودکشی کے ذریعہ موت کو گلے لگا لینے کی خبریں روزانہ اخبارات کی زینت بن رہی ہیں اور ماں باپ کے سپنے چور چور ہو رہے ہیں۔

نکاح کی ضرورت واہمیت

اسلام نے نکاح کو بڑی اہمیت دی ہے، اس نے نکاح کے متعلق جوفکر اعتدال اور نظریۂ توازن پیش کیا ہے وہ نہایت ہی جامع اور بے نظیر ہے، اسلام کی نظر میں نکاح محض انسانی خواہشات کی تکمیل اور فطری جذبات کی تسکین کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک مہذب انسانی معاشرے کی تشکیل کے لئے فطری ضرورت ہے، اس لیے اسلام میں انسان کو اپنی اس فطری ضرورت کو جائز اور مہذب طریقے کے ساتھ پورا کرنے کا حکم ہے، اسلام نے نکاح کو انسانی بقاء وتحفظ کے لیے لازم قرار دیا ہے، اسلام نے تو نکاح کو احساسِ بندگی اور شعورِ زندگی کے لیے ''عبادت'' سے تعبیر کیا ہے، معلم کائنات ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''النکاح من سنّتی۔ یعنی نکاح کرنا میری سنت ہے۔''

بلکہ نبی کریم ﷺ نے نکاح کو آدھا ایمان بھی قرار دیا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: ''اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ اِسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ۔ یعنی جو کوئی نکاح کرتا ہے وہ اپنا آدھا ایمان مکمل کر لیتا ہے اور باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرتا رہے۔''

نکاح تمام انبیائے کرام کی بھی سنت ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ''وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً۔ یعنی (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے یقیناً رسول بھیجے اور انہیں بیویوں اور اولاد سے بھی نوازا۔'' [الرعد ۳۸]

مذکورہ آیت کریمہ سے ظاہر ہوا کہ انبیائے کرام بھی صاحب اہل وعیال اور بیوی بچوں والے رہے ہیں، ایک مقام پر نبی کریم ﷺ نے اسے یوں بیان فرمایا ہے: ''رسولوں کی چار سنتیں ہیں: (۱) شرم وحیا کا خیال (۲) مسواک کا اہتمام (۳) عطر کا استعمال (۴) نکاح کا التزام۔''

نکاح انسان کی صلاح وفلاح کے لئے کس قدر اہمیت کا حامل ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے واضح ہوتا ہے: ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی ذمہ داریاں کو اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ نکاح نگاہ کو نیچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے (یعنی نظر کو بھٹکنے سے اور جذبات کو بے لگام ہونے سے بچاتا ہے) اور جو نکاح کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اسے چاہئے کہ شہوت کا زور ختم کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً روزے رکھے۔''

یہاں تک کہ بعض صحابۂ کرام نے عبادت وریاضت میں یکسوئی ودلچسپی کے پیشِ نظر حضور ﷺ سے اپنی قوت شہوت کو ختم کر دینے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ایسا کرنے سخت منع فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا: ''وَاللهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَه وَلٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ یعنی اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کی ناراضگی سے بچنے والا ہوں لیکن میرا حال یہ ہے کہ میں کبھی نفل روزے رکھتا ہوں اور کبھی بغیر روزوں کے رہتا ہوں، راتوں میں نماز پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں تو جو میرے اس طریقے سے منہ موڑے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

انسان کو اپنے مقصد تخلیق اللہ کی عبادت میں خشوع وخضوع پیدا کرنے، بحسن وخوبی بندوں کے حقوق ادا کرنے اور اپنے متضاد جبلی اوصاف کو صحیح رخ پر لانے کے لیے نکاح ایک نہایت ہی مؤثر ذریعہ اور کارآمد طریقہ ہے، اللہ نے نکاح میں انسانوں کے لیے بے شمار دینی ودنیاوی فائدے پوشیدہ رکھے ہیں، نفسیاتی واخلاقی، خاندانی ومعاشرتی فوائد جیسی ان گنت خوبیوں کا دوسرا نام نکاح ہے، انسان کو نکاح کے ذریعہ جنسی سکون کے ساتھ ساتھ قلبی وذہنی آسودگی بھی حاصل ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ''هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا۔ یعنی وہی اللہ ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنا دیا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔'' [اعراف ۱۸۹]

آیت مذکورہ سے اسلام کی نظر میں عورت کی اہمیت

اداریہ

اداریہ

کا اندازہ ہوتا ہے کہ عورت مرد کے حق میں ایک انمول تحفہ ہے ،وہ مرد کے لئے باعث سکون واطمینان ہے لہٰذا جو مرد عورت کی قدر کرتا ہے وہ کامیاب اور پرسکون زندگی گزارتا ہے، جو انسان اس فطری ضرورت سے منہ موڑنے کی کوشش کرتا ہے اسے خطرناک نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نکاح کے بغیر سارا نظام عالم درہم برہم ہوجاتا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ چند استثنائی صورتوں اور چند افراد کے علاوہ دنیا میں ہمیشہ، ہر زمانے میں اور ہر مذہب میں نکاح کی اہمیت وضرورت کو تسلیم کیا گیا ہے، زمانۂ قدیم سے دنیا کے ہر مذہب وملت میں نکاح کے مروّجہ رسم ورواج کے بغیر مرد وعورت کے باہمی جنسی تعلقات برے اوراخلاق سے گرے ہوئے سمجھے جاتے رہے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ہر مذہب وملت میں نکاح کے طور طریقے اور رسم و رواج جداگانہ رہے ہیں لیکن نکاح کی اہمیت اور اس کے تقدس پر سب متفق ہیں، نکاح مرد وعورت میں انس ومحبت، پاکدامنی اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنتا ہے، جسمانی اور نفسیاتی تندرستی کا وسیلہ بنتا ہے، اجتماعی ماحول کو سالم وسازگار بنانے میں مددگار ہوتا ہے، نسل انسانی کو آگے بڑھانے زوجین کے حصول لذت کا سبب بھی بنتا ہے۔

نوع انسانی کے لیے شادی ایک فطری ضرورت ہے جس کے ذریعہ تخلیق انسانی کا ایک لامتناہی سلسلہ وجود میں آتا ہے، شادی کے حدود وقیود اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے زندگی گزارنے کی صورت میں انسانی معاشرے پر کئی پاکیزہ اثرات وثمرات مرتب ہوتے ہیں، شادی ایک مضبوط معاشرتی اکائی کی حیثیت رکھتی ہے، مرد وعورت کے نکاح کے ذریعہ ہی ایک خاندان وجود پذیر ہوتا ہے، نسل انسانی کی بقاء، بچوں کی تربیت اور قومی تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی کا تعلق مستحکم و پائیدار ہو، اسی لئے اسلام نے زن وشوہر کے تعلق کو ٹوٹنے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اور حتی الامکان صلح صفائی، تحمل اور عفو ودرگزر کا حکم دیا ہے۔

■ ■ ■

دل شیدا

از حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

تلاطم ہے یہ کیسا آنسوؤں کا دیدۂ تر میں
یہ کیسی موجیں آئی ہیں تمنا کے سمندر میں
ہجوم شوق کیسا انتظار کوئے دلبر میں
دل شیدا سماتا کیوں نہیں اب پہلو و بر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں
مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
یہ بحثیں ہو رہی ہیں میرے دل میں پہلو و بر میں
کہ دیکھیں کون پہنچے آگے آگے شہر دلبر میں
مدینے تک پہنچ جاتا کہاں طاقت تھی یہ پر میں
یہ سرور کا کرم ہے ہے جو بلبل باغ سرور میں
مدینے کی وہ مرگ جانفزا گر ہے مقدر میں
امر ہو جائیں گے مر کے دیار روح پرور میں
جو تو اے طائر جاں کام لیتا کچھ بھی ہمت سے
نظر بن کر پہنچ جاتے تجلی گاہ سرور میں
اجالے میں گے ہوتے تجلی گاہ سرور کے
نظر سے چھپکے ہم رہتے تجلی گاہ سرور میں
نہ رکھا مجھ کو طیبہ کی قفس میں اس ستم گر نے
ستم کیسا ہوا بلبل پہ یہ قید ستم گر میں
ستم سے اپنے مٹ جاؤ گے تم خود اے ستمگارو
سنو ہم کہہ رہے ہیں بے خطر دورِ ستم گر میں
گذر گاہوں میں ان کی میں بچھاتا دیدہ و دل کہ
قدم سے نقش بنتے ہیں میرے دل میں دیدۂ تر میں
بناتے جلوئہ گاہ ناز میرے دیدہ و دل کو
کبھی رہتے وہ اس گھر میں کبھی رہتے وہ اس گھر میں
مدینے سے رہیں خود دور اس کو رو کنے والے
مدینے میں خود اختؔر ہے مدینہ چشم اختر میں

■ ■ ■

از: محمد ارشد نعیمی قادری لنکرالوی *

حسن سراپائے رسول کائنات ﷺ

اسلامیات

اس بزم کائنات میں وہ مبارک ذات پاک جس میں حسن صورت وحسن سیرت کے جمیع محامد ومحاسن بدرجہ اتم سمو دئے گئے جن کو انبیاء ورسل ملک وانس مرکز دائرہ ایمان محیط کرہ فعلیت و امکان سطح خطوط استقامت استوی سطوح کرامت مخزن اجناس عالیہ معدن خصائص کاملہ مکمل انواع سافلہ مزلی نفوس فاضلہ مقدمہ قیاس معرفت ممہد قواعد محبت برہان وحدت مطلقہ حقیقت حقائق کلیہ جامع لطائف ذہنیہ مجمع انوار خارجیہ اوسط طرفین امکان ووجوب موجب ربط طالب و مطلوب معلم دبستان تقریر مدرس مدرسہ تجرید خزینہ اسرار الہیہ گنجنہ اسرار قدسیہ سردفتر دیوان ازل خاتمہ صحفہ ملل ہادی سبیل رشاد استیعاب قواعد سداد قلزم درر مقاصد معدن جواہر عقائد تقریر قصص انبیاء تحریر معارف اصفیاء منبع شریعت وحکم مجمع بحرین حدوث و قدم تبین اشارات قرآن غایت بیان فرقان بحر جواہر درایت طغرائے منشور رسالت سراج شعب ایمان برزخ وجوب امکان نافذ نقد تنزیل ناسخ توریت و انجیل نور النور سراپا طہور مخبر زبور قاموس محیط ایقان بلاغ مبین احسان کاتب قدرت کے قلم ایجاد کے اول شاہکار نادر روزگار دیوان حشر کے صدر نشین سرور انبیاء ومرسلین اللہ کے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب جناب محمد رسول ﷺ کے مبارک القابات سے یاد کرتے ہیں اگر تمام ظاہری و باطنی محاسن کو ایک وجود میں مجتمع کر دیا جائے اور شخصی حسن وجمال کے تمام مظاہر جو جہان آب وگل میں ہر سو منتشر دکھائی دیتے ہیں ایک پیکر میں اس طرح یکجا دکھائی دیں کہ اس سے بہتر ترکیب وتشکیل ناممکن ہو تو وہ حسن وجمال کا پیکر اتم حضور احمد مصطفی محمد مجتبی ﷺ کے وجود میں ڈھلتا نظر آتا ہے یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اجلی من القمر ہے کہ عالم انسانیت میں شفیع المذنبین انیس المسلمین ختم المرسلین ﷺ بحیثیت عبد کامل ظاہری وباطنی حسن وجمال کے اس مرتبہ کمال پر فائز ہیں جہاں سے ہر حسین کو خیرات حسن مل رہی ہے حسن وجمال کے سب نقش ونگار آپ ﷺ کی صورت اقدس ومقدس میں اس خوبی سے مجتمع کر دئے گئے کہ ازل تا ابد اس خاک دان گیتی میں ایسی مثال ملنا ممکن نہیں ہے گویا عالم بشریت میں آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات جامع کمالات بن کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی آپ ﷺ ہی وہ شاہکار قرار پائے جسے دیکھ کر قلب ونظر پکار اٹھتے ہیں۔ ؎

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

خدائے لم یزل ولم یزال نے یقینا اپنے محبوب ﷺ کو بے مثل اور تمام عیوب ونقائص سے مبرا تخلیق کیا آپ ﷺ کا وجود کمال درجہ حسین ومتناسب اور لدکشی ورعنائی کا حامل اور حسن وخوبی کا خزینہ تھا آپ کے اعضائے مبارکہ کی ساخت اس قدر مثالی اور حسن مناسبت کی آئینہ دار تھی کہ اسے دیکھ کر ایک حسن مجسم پیکر انسانی میں ڈھلتا دکھائی دیتا تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے حسین سراپا کی مدح میں ہر وقت رطب السان رہتے تھے ان کی بیان کردہ روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ حسن ساخت کے اعتبار سے آپ ﷺ کے جسد طہور اطہر و مطاہر طاہر ومطہور کی خوبصورتی اور رعنائی وزیبائی اپنی مثال آپ تھی۔

آپ ﷺ سرتا قدم حسن مجسم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری حسن جسد اطہر کے کس کس مقام پر کمال حسن کی کن کن بلندیوں کو چھورہا ہے انس وملک جن وفلک آپ کے سراپائے حسن کو دیکھ کر بے خود اور مبہوت ہو کر رہ جاتے اور آپ ﷺ کے حسن سراپا کے بیان میں عجز اور کم مائیگی کا اعتراف کرتے حق تو یہ ہے کہ ذات نبوی ﷺ کا حسن سرمدی اظہار و بیان سے ماورا تھا اور اہل عرب زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کے اپنے تمام تر دعوؤں کے باوجود اسے کما حقہ بیان کرنے سے عاجز و کاسر تھے بلکہ آپ کے نورانی جمال فصاحت کمال کے سامنے ان کا حال یہ تھا کہ

تیرے آگے یوہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جان منھ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

جمال یوسفی کہ عالم اس پر شیدا ہوا اور نظیر و ثانی اس کا آپ سے پہلے ناپیدا ہوا پھر بھی جمال یوسفی کو حسن رسول ﷺ کا اک شمہ تصور کیا جانا ہی حقیقت ہوگا، ماہ و خورشید و زہرہ و مشتری میں آپ ﷺ کا نور درخشاں اور زمین و آسمان و عرش و کرسی اسی کے پرتو سے روشن و تاباں آپ ﷺ کے سراپا طہور سے چمن دنیا تازہ و سیراب ہے اور آپ کے نوری وجود سے گلشن جنت سرسبز و شاداب ہے پروانہ آپ ﷺ کی جھلک شمع میں پاتا ہے کہ دل و جان سے آپ ﷺ پر نثار ہے اور مرغ چمن آپ کے سراپا نور کا رنگ گل میں دیکھتا ہے اور اس کی معطر خوشبو سے آپنے دل کو نور کرتا ہے ہر چند آپ ﷺ کے سراپا طہور وجود نور کا عکس ہر رنگ میں جلوہ گر ہے مگر حقیقت و ماہیت ادراک عقول سے برتر و وراء ہے صانع با کمال ولم یزال نے آپ ﷺ کے سراپا کو اپنے دیکھنے کے لئے بنایا اور اپنی محبوبیت کے لئے پسند فرمایا عقول بشریہ کی کیا تاب جو آپ کے وجود و نور کا ادراک کرے آپ کے سراپا طہور کا ہمسر دیکھا نہ سنا سرفرازان عالم آپ ﷺ کی سرکار میں فرق ارادت زمین انکسار پر رکھتے ہیں اور سرشاران بادہ نخوت اپنی سرکشی اور خود سری سے توبہ کرتے ہیں سچ ہے کہ چشم فلک کو آج تک آپ کے سراپا طہور کا مثل نظر نہ آیا اور آہوئے حرم نے چین وختن تک ڈھونڈ ھا کہیں آپ کی نظیر نہیں پایا شمع اگر اس روئے زیبا کو دیکھ لے روشنی اس کی کافور ہو جائے سروران عالم آپ ﷺ کے قدوم پاک آنکھوں سے لگاتے ہیں اور ارباب بصیرت خاک پائے کحل الجواہر بناتے ہیں بنائے دین آپ کے سراپا طہور سے قائم و استوار اور طاؤس و طناز باد خرام نازنین اشکبار الحاصل یہ کہ مقام اس قامت سراپا عظمت کا اس سے برتر واعلی ہے کہ ہمسر اس کا پایا جاوے اور مرتبہ آپ ﷺ کے سراپا نور کا اس سے بہت بالا ہے کہ پرتو اس کا خاک پر افتادہ نظر آئے کہاں فقیر سراپا تقصیر اس لائق کہ اس جناب کے محامد و محاسن ورد زبان لائے جبکہ ان کی شان ارفع واعلی بالا و اولی میں خود قرآن شاہد و عدل ہو کر ورفعنا لک ذکرک کے تمغے وطغرے پیش کرتا ہے بھلا پھر انس و جن کب اس نور النور سراپا طہور کے محاسن و فضائل مزکور و مسطور کر سکے۔

اے رضا خود صاحب قرآن ہے مداح حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی ﷺ

■ ■ ■

ص ۲۱ رکا بقیہ ....

میری پیاری پیاری بہنو! مقابلہ بازی کی اس دوڑ سے نکل کر اپنی حقیقی زندگی کے ایسے لطیف لمحات کے اثاثہ کو محفوظ کر لیجیے اور اپنی حیات کو خوشیوں کی آماجگاہ بنا لیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کافی دیر ہو جائے اور زندگی کو مسرت و شادمانی سے ہمکنار کرنے والے لمحات آپ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے روٹھ جائیں، اللہ رب العزت اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے مسلم خواتین کو عقل سلیم عطا فرمائے اور احکام شرع پر عمل کرنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

■ ■ ■

مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کر دیں

■ ■ ■

اسلامیات

از: حافظ محمد ہاشم قادری*

مومن کو ستانا پہاڑ سے بھی بڑا گناہ

مسلم معاشرے میں آج انگنت برائیاں سرایت کر گئی ہیں، ایک دو ہوں تو گنایا جائے، دو چار دس ہوں تو اس کا رونا رویا جائے، دین سے دوری اور سماجی برائیاں شباب پر ہیں، اللہ خیر فرمائے، آمین، اہل علم خاص کر علما کی ذمہ داری بنتی ہے کہ برائیوں کے سد باب کے لیے اپنی قوت کے مطابق کوشش جاری رکھیں، دنیا میں اسلام کے ماننے والے کتنے ہیں؟ یہ بات اہم نہیں ہے بلکہ اہم بات یہ ہوگی مذہب کے ماننے والے لوگ، کیا اپنی مذہبی کتاب قرآن مجید کے بتائے ہوئے راستے پر چل رہے ہیں؟ کیا یہ اپنے نبی ﷺ کی تعلیمات کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں؟ مذہب چاہے کوئی بھی ہو، اس کے ماننے والوں میں بنیادی کردار ''انسانیت'' ہونا چاہیے۔ اگر آدمی انسان نہیں بنتا ہے تو معاشرہ جنگل میں تبدیل جاتا ہے، اگر لوگ من مانی کرنے لگیں گے تو بے شمار دشواریاں پیدا ہو جائیں گی، عبادت گاہیں تو موجود رہیں گی، روحانیت غائب ہو جائے گی، عبادت گاہوں اور اس کے اطراف کا امن و سکون برباد ہو جائے گا۔

قرآن کریم میں انسانیت کی خدمت پر بہت زور دیا گیا ہے، انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے، مظلوموں کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، قرآن کریم نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ یعنی نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ و ظلم و زیادتی کے کاموں میں کسی کا تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ کی سزا بہت سخت ہے۔ [القرآن، سورہ مائدہ ۵، آیت ۳]

نبی رحمت ﷺ کا ظلم و زیادتی کے خلاف معاہدہ

آقا ﷺ نے مظلوموں کی مدد کے لیے معاہدہ فرمایا، عرب میں لوگوں کی جان و مال، عزت محفوظ نہ تھی، ظالموں کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہیں تھا، ظلم ہوتا ہوا دیکھتے رہتے اور مظلوم کی مدد نہیں کرتے، اسے روکنے والا کوئی نہ تھا، ظلم کا بازار گرم تھا، اسے روکنے اور ٹھنڈا کرنے کے لیے کوئی آگے نہیں بڑھتا تھا، حرم شریف مکہ جیسے شہر کی حالت بھی اچھی نہیں تھی، اس صورت حال سے آپ کو بہت تکلیف، قلق اور صدمہ رہتا تھا، اس لیے اسے رحمت عالم ﷺ نے بدلنا چاہا، آپ نے بعض دردمندوں کو مشورہ کے لیے عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع کیا اور فیصلہ کیا کہ ظلم و زیادتی کو ہر قیمت پر روکا جائے، چاہے اس کے لیے جو بھی قربانی دینی پڑے، دی جائے گی لیکن مظلوموں پر ظلم روکا جائے گا، کسی بھی شخص خواہ (دوسرے مذہب کا ہی ہو) چاہے وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا باہر سے آیا ہوا ہو، ظلم نہیں ہونے دیا جائے گا اور مظلوموں کی مدد کی جائے گی، آپ ﷺ اس Agreement میں شریک تھے، یہ معاہدہ آپ کی ظاہری بعثت سے پہلے ہوا تھا، لیکن بعثت کے بعد بھی آپ اس معاہدہ کی تعریف کرتے ہوئے خوش ہوتے آپ نے فرمایا: میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اس معاہدہ میں شریک ہوا، آپ نے فرمایا اس معاہدہ کے عوض مجھے سرخ اونٹ (عرب کی سب سے قیمتی اور بڑی دولت) مل جائیں تو بھی پسند نہیں، اگر اسلام کے آنے کے بعد بھی مجھے اس کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔ [ابن سعد، طبقات، ج ۱، ص ۱۲۹، ابن ہشام، سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۱۴۴ سے ۱۴۵]

آپ ﷺ نے اس کی تعلیم دی کہ جو شخص بھی ہماری ہمدردی اور مدد کا محتاج ہو اس کی مدد کرنی چاہیے، قرآن کریم اور احادیث کے ذخیرہ میں بہت سی احادیث پاک موجود ہیں،

اسلامیات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم اور ہمدردی تو اس شخص سے نکال دی جاتی ہے جو بدبخت ہے۔ [مسند احمد، ج ۲ رص ۳۰۱]

آقا ﷺ نے فرمایا تم میں بہترین شخص وہ ہے جس سے خیر کی توقع کی جائے اور جس کے شر سے لوگ محفوظ رہیں اور تم میں بدترین شخص وہ ہے جس سے خیر کی توقع نہ کی جائے اور جس کے شر سے لوگ محفوظ نہ رہیں۔ [مسند احمد، ج ۲ رص ۳۶۸]

مومن کوستانا اور توبہ نہ کرنا سخت عذاب ہے

مومن کو ستانے پر قرآن مجید میں سخت عذاب کی وعید (سزا دینے کا وعدہ Warning) آئی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب اور جلنے کا عذاب ہے۔ [القرآن، سورۃ البروج ۸۵، آیت ۱۰]

آج مسلم سماج میں کمزوروں کو طرح طرح سے ستانا ایک عام بات ہوگئی ہے، اس خرابی، برائی، کمی کو رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت کے پہلے دور کیا افسوس آج اس طرف توجہ نہیں دی جا رہی ہے، اگر کمزوروں میں کوئی کم نصیب شخص بے چارہ امام ہو تو پھر کیا کہنے اس کو ستانے کے ساتھ ساتھ اس کی عزت کو ملیا میٹ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی، بہت سے واقعات ایسے ہیں جو تحریر میں لانے کے لائق ہیں، بقرعید سے پہلے جمعہ ۱۷ راگست ۲۰۱۸ء کو مدھیہ پردیش کے ایک گاؤں چاندکھڑی، ضلع اندور کی مسجد میں بیچارے امام صاحب نے جمعہ کے خطبہ میں ''غیبت'' کے موضوع پر بیان فرمایا، صف اوّل کے کسی مسلمان بھائی کو وہ بیان پسند نہیں آیا، بس پھر کیا تھا، مصلیان کرام نے امام صاحب، ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور بیوی کو زبردست بارش میں گھر سے باہر نکال دیا اور ظلم کی حد پار کرتے ہوئے بے چارے امام کو گاؤں میں بھی نہیں رکنے دیا، اسی بے بسی میں امام صاحب بس اسٹینڈ جا کر گھر جانے پر مجبور ہوگئے، دو دن بقرعید کے باقی تھے، عیدتک رکنے کی مہلت بھی نہیں دی ظالموں نے، امام صاحب میرٹھ، یوپی کے رہنے والے تھے، امام صاحب کی اہلیہ گود میں بچی کو لئے باپردہ کھڑی ہیں اور ۲ رچھوٹی چھوٹی بچیاں بارش میں بھیگتی ہوئی زاروقطار رو رہی ہیں، انتہائی شرم اور حیرت کی بات ہے کہ گاؤں کے سارے لوگ تماشہ دیکھ رہے ہیں کسی کے اندر ایمانی حرارت نہیں جاگی کہ امام صاحب کی مدد کرے، اس کا ویڈیو سوشل میڈیا پر بہت وائرل ہوا۔

واضح ہو کہ مذکورہ امام صاحب کے ساتھ یہ نازیبا اور انتہائی شرمناک سلوک کرنے والے کوئی اور نہیں بلکہ مسجد کے نمازی اور محلے کے مسلمان ہی ہیں، یہ امریکہ، اسرائیل یا کسی باطل حکومت یا اور لوگوں کا کام نہیں ہے۔ انسانیت سے گرا ہو، اس طرح کا کمینہ پن مسلمان کہے جانے والے دبنگوں نے کیا، چور کی داڑھی میں تنکا، وہ قرآن وحدیث اور اللہ ورسول کی بات کو ہضم نہ کر سکے [نزلہ برعضوئے ضعیف] اپنی طاقت کا کا مظاہرہ کمزور امام پر کر کے دکھایا، ایک سکنڈ کے لیے سوچیں کیا غیبت کے احکام نازل فرمانے والا رب ذوالجلال والاکرام! بھی امام صاحب کی طرح بے بس لاچار و مجبور ہے کیا؟ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ہزار بار توبہ) ہرگز ہرگز نہیں! وہ تو قادر مطلق ہے اور پکڑ کی طاقت رکھتا ہے، قرآن کریم میں خدائے قہار و جبار کا اعلان ہے: اللہ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [القرآن، سورۃ البقرہ ۲ رآیت ۲۸۴، ترجمہ کنزالایمان]

اللہ ضرور ظالموں کی پکڑ فرمائے گا دل سے دعا ہے اللہ ظالموں کی جلد خبر لے اور عبرت ناک انجام سے دوچار کرے تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ اپنے نفس کا جائزہ لیں اور خود احتسابی کرتے ہوئے اپنے گریبان میں جھانکیں، امریکہ، اسرائیل، آر ایس ایس، بی جے پی کو برا کہہ کر وقت برباد نہ کریں، اللہ کی طرف توبہ سے رجوع کریں اور امام ومؤذن کی عزت وتوقیر کریں، ان ظالموں کا کیا حال ہے معلوم نہیں، اللہ

ضرور ان کی پکڑ فرمائے گا ان شاء اللہ، امام صاحب کو دوسری جگہ مل گئی الحمدللہ! امام و مؤذن کو ستانے والوں کے کئی عبرت ناک واقعات ہیں جو قابل ذکر ہیں، مقالہ طویل ہونے کا خوف ہے، ۲؍ واقعات مطالعہ فرمائیں: ہمارے شہر جمشید پور کی ایک بڑی مسجد کے ایک ذمہ دار بیچارے مؤذن پر لعن وطعن جاری رکھنا اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے، مؤذن صاحب چھٹی پر گھر گئے اور آنجناب نے فون کر دیا، اب آپ واپس نہ آئیں ہم نے دوسرا مؤذن رکھ لیا ہے، بیچارے مؤذن صاحب واپس آئے، اپنا سارا سامان لے کر جانے لگے تو لوگوں سے مصافحہ کیا مگر اس گھمنڈی نے مصافحہ بھی نہیں کیا بلکہ ایک طنزیہ، زہریلی مسکراہٹ سے اپنی خباثت کا اظہار بھی کیا، کہتے ہیں خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی لیکن ضرب ایسی لگتی ہے کہ بڑے بڑے فرعونوں کی فرعونیت غرق ہو جاتی ہے، اس کے تیسرے دن ہی آنجناب کے بیٹے جو کی ایک گورمنٹ کی نوکری میں تھے، نوکری سے سسپنڈ کر دیئے گئے اور جیل یاترا بھی کرنے چلے گئے، اب آنجناب کو ہوش آیا اور مؤذن کو ستانے کا احساس ہوا، تیر کمان سے نکل چکا تھا لیکن مؤذن صاحب نے اپنی شرافت کا مظاہرہ فرمایا اور ان کی معافی طلبی پر معاف فرما دیا۔

دوسرا واقعہ بھی بڑا عبرت ناک ہے جس کی پوری تفصیل کے لیے ناچیز کا مضمون ”مظلوم امام، بے حس عوام! احساس زیاں جاتا رہا“ نیٹ پر ضرور مطالعہ فرمائیں ۳۸؍ سالہ تجربہ کار امام! حضرت حافظ وقاری امام الدین صاحب عمر ۵۵؍ سال، انتہائی شریف، کم سخن پابند صوم وصلاۃ، مگن پور، ضلع رام گڑھ، جھارکھنڈ میں ۴؍ سال سے امامت فرما رہے تھے، اپنے وطن چھٹی پر گئے اور دوسرے دن کمیٹی کے ذمہ دار نے فون کر دیا کہ دوسرا امام رکھ لیا ہے، آپ کو آنے کی ضرورت نہیں وہ بے چارے ہکا بکا رہ گئے اور صبر کا دامن تھام لیا، پھر کیا ہوا ان کا صبر اس ظالم کے لیے ایسا قہر بنا کہ جائے عبرت ہے، اللہ پکڑ کی قوت رکھتا ہے اور ظالموں کو نہیں بخشتا۔

ظالم اور مظلوم

ظلم ہر حال میں ظلم ہے اور ظالم خواہ کوئی بھی ہو، اسے اپنے کئے کا حساب بہر حال چکانا پڑے گا اور مظلوم کو کسی بھی صورت میں انصاف مل کر رہے گا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اللہ کسی (کی) بری بات کا آواز بلند (ظاہراً) کہنا پسند نہیں فرماتا سوائے اس کے جس پر ظلم ہوا (ظالم کا ظلم کا آشکار کرنے کے لئے) اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

[القرآن، سورۂ نساء ۴؍ آیت، ۱۴۷]

اس آیت کریمہ میں ظالم اور مظلوم دونوں کو احساس دلایا جا رہا ہے، ظالم یہ نہ سوچے کہ اس کے مظالم کا کسی کو علم ہی نہیں اور دنیا کی کوئی عدالت اسے سزا دے نہیں سکتی، یا دنیا کی کوئی طاقت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی، اللہ تعالیٰ ظالم کے کرتوتوں سے واقف ہے اور ظالم کی پکڑ کی قوت بھی رکھتا ہے، اللہ کی عدالت سے اسے سزا مل کر رہے گی اور مظلوم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر کوئی دوسرا تمہاری دادرسی نہیں کرتا تو صبر کرو اللہ تعالیٰ تیرا فریاد رس ہے، تیری مظلومیت اور بے کسی کا اسے خوب علم ہے اور وہ ضرور پکڑ فرمانے والا ہے۔

کعبہ کی عزت سے زیادہ مومن کی عزت

مومن کی عظمت وشان کا ذکر قرآن واحادیث میں موجود ہے، مومن کو ستانا گناہ عظیم ہے، مسلمان کو ستانے والے کو اللہ رسوا فرماتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث اہل ایمان کے لیے کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے، بلند آواز سے پکارا اور فرمایا: ”یَا مَعشَرَ مَن اَسلَمَ بِلِسَانِہٖ وَلَم یُفضِ لاِیمَانُ اِلٰی قَلبِہٖ لَا تُئوذُوا... الی آخرہ۔ یعنی اے اسلام لانے والے زبانی لوگوں کی جماعت! جن کے دلوں تک ایمان کما حقہ نہیں پہنچا ہے! مسلمانوں کو تکلیف مت دو، ان کو عار مت دلاؤ اور ان کے عیب نہ تلاش کرو، اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب ڈھونڈتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا عیب نکالتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب نکالتا ہے، اسے رسوا وذلیل کر دیتا ہے، اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر کے اندر ہو، راوی (نافع) کہتے ہیں: ایک دن ابن عمر رضی

اسلامیات

اللہ عنہما نے خانہ کعبہ کی طرف دیکھ کر کہا: کعبہ! تم کتنی عظمت والے ہو! اور تمہاری حرمت (عزت) کتنی عظیم ہے، لیکن اللہ کی نظر میں مومن (کامل) کی حرمت تجھ سے زیادہ عظیم ہے۔
[ترمذی: حدیث، ۲۰۲۳]

مومن کی عزت اور اس کو باقی رکھنا اپنے کو جہنم سے محفوظ رکھنا ہے، حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے مومن بھائی کو بے عزتی سے بچایا (عزت کو بچایا رسوانہ کیا) خدائے پاک اس کے چہرہ کو قیامت کے دن جہنم سے بچائے گا۔ [مکارم اخلاق خرائطی ج، ۲/ص ۱۸۴]

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سود کے بہتر دروازے ہیں، ادنیٰ دروازہ ماں سے زنا کے برابر ہے اور سب سے بڑا سود یہ ہے کہ اپنے مومن بھائی کی عزت کے پیچھے پڑ جائے۔
[مطالب عالیہ ج، ۳/ص ۲ مجمع الزوائد، ج ۸/ص ۹۲]

مومن کی حرمت کعبہ سے زیادہ بہت پیاری حدیث مطالعہ فرمائیں اور اپنے ایمان میں جلا پیدا فرمائیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو کعبہ شریف کا طواف کرتے دیکھا، آپ فرما رہے تھے: اے کعبہ! تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے، تو کس قدر عظیم ہے، تیرا احترام کتنا عظیم ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اللہ کے یہاں مومن کی حرمت، تیری حرمت سے بڑھ کر ہے، یعنی اس کے مال اور جان اور یہ کہ اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں۔
[سنن ابن ماجہ ۳۹۳۲]

ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مومن کی عزت کی حفاظت کی جائے، اس کو کسی وجہ سے رسوانہ کیا جائے جس سے اس کی اہانت و رسوائی ہو، افسوس صد افسوس! کہ آج کا مسلمان اللہ و رسول کے فرامین کو بالکل بھول بیٹھا ہے اور اللہ کے ڈر سے آزاد ہو گیا ہے، زمانہ الٹ گیا، قیامت کی نشانیاں ہیں، توبہ استغفراللہ! مسلمان ہی مومنوں کے امام کو ذلیل کرنے میں عار اور شرم محسوس نہیں کرتے، اللہ کے خوف سے بالکل آزاد ہو گئے ہیں، اگر امام نے بدیانتی پر بیان کر دیا تو پھر کیا تھا، لاٹ صاحب کو برا لگ گیا اور بعد نماز جمعہ ہی مسجد کے اندر معافی منگوائی جو امام حافظ و قاری حاجی اور متقی پرہیز گار ہے، ۳۳/ سال سے فی سبیل اللہ (Free) خدمات انجام دے رہا ہے، امام معافی مانگ کر مسجد کے اندر زار و قطار رو رہا ہے، مقتدیوں کو ہمت نہیں ہوئی کہ ایسے لوگوں کو روکیں، چپ چاپ دیکھتے رہے، امام رو رو کر دعا مانگتا رہا، اے اللہ! اس قوم کو ہدایت دے، کسی کا دل نہیں پسیجا، اللہ ہی خیر فرمائے، اللہ ہدایت دے، جس مومن کی عزت کعبہ سے بڑھ کر ہے، آج ہمارا مسلم سماج اپنے ہی مومن امام کی عزت کو کس بے دردی سے پامال کر رہا ہے اور کوئی روکنے اور بولنے والا نہیں، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان کا محاسبہ کرنا چاہیے۔

حدیث پاک میں ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
مَن رَاٰی مِنکُم مُنکَرًا فَلیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِن لَم یَستَطِع فَلِبِسَانِهٖ فَاِن لَم یَستَطِع فَبِقَلبِهٖ وَذَالِكَ اَضعَفُ الاِیمَان۔ یعنی تم میں سے جو شخص خلاف شریعت کام دیکھے تو اپنے ہاتھوں سے اسے روک دے اس کی اصلاح کرے اور اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کا رد کرے اور اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ [مسلم شریف، ۶۹:۱، رقم ۴۹]

اس حدیث مبارکہ میں ایمان کے درجات کو بڑے ہی احسن پیرائے میں بیان کیا ہے، اس قوم کا کیا ہوگا جو اماموں پر ظلم روا رکھتی ہے اللہ خیر فرمائے آمین۔

خدا بچائے دوست کے تعصب سے

دوست کا لفظ اپنے اندر بہت معنویت و گہرائی رکھتا ہے، دوست اچھے بھی ہوتے ہیں، برے بھی ہوتے ہیں، جان بچانے والے بھی ہوتے ہیں اور کہیں لے جا کر مروانے والے بھی ہوتے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم فرماتے ہیں کہ دوست اور دشمن تین طرح کے ہوتے ہیں: جو تمہارا دشمن ہے

اس کا دوست بھی تمہارا دشمن ہے اور وہ تمہارے دوست کا بھی دشمن ہے، اللہ رب العزت نے بھی اپنے نیک بندوں کو دوست بنایا اور انھیں امتحان سے گزار کر انعامات کی بارش فرمائی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے اپنا دوست بنایا ''خلیل اللہ''، یعنی اللہ کا دوست، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے، حضرت موسیٰ ''کلیم اللہ'' کے لقب سے معروف تھے۔
[سیرۃ النبی ﷺ ج ۴ ص ۴۲۲]

منافقت آج کل عام بیماری ہے، اللہ ہم سب کو بچائے اس موذی گناہ سے، کیونکہ اللہ نے منافق کی سزا کا اعلان یوں فرمایا: بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کے لیے ہر گز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔
[القرآن، سورۂ نساء ۴/ آیت ۱۴۵]

جو لوگ منافقت اور سازشیں اور تخریبیں کرتے ہیں، وہ احکم الحاکمین رب ذوالجلال کے اس فرمان پر غور فرمائیں: یعنی سرگوشی محض شیطان ہی کی طرف سے ہوتی ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو پریشان کرے وہ (شیطان) ان (مومنوں) کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔ [القرآن، سورۂ مجادلہ ۵۸/ آیت ۱۰]

ہم تمام مسلمان ایک ہیں، ایک ہی رہنا چاہیے، ہم مسلمان ایک دوسرے کی سلامتی کے ضامن ہیں، تمام مسلمانوں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے، ہم تمام لوگ مسلمانوں کی عزت کو بچائیں، سرسبز و شاداب رکھیں، اپنی صفوں میں چھپے ہوئے انتشار پسندوں سے چوکنا رہنا ہوگا، اسی پس منظر میں ایک شاعر نے کیا خوبصورت پیغام دیا ہے۔

کھلے دشمن کا استقبال ہمیں منظور ہے لیکن
خدا محفوظ رکھے دوست کے ذہنی تعصب سے

اور منوّر رانا بھی بہت خوبصورت بات کہہ رہے ہیں۔

کہیں سچ بولنے سے شعریت مجروح ہوتی ہے
تکلف بر طرف قاتل کو قاتل کہہ دیا جائے

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کچھ اس طرح فرماتے ہیں۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لاالٰہ الا اللہ

اللہ ہم تمام مسلمانوں کو مسلمانوں کی حرمت و اہمیت کو سمجھنے اور ان کی عزت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

■ ■ ■

ص ۲۷ کا بقیہ...

بادت پر روتے ہیں۔۔۔۔بلکتے ہیں۔۔۔۔آنسو بہاتے ہیں۔۔۔یہودی مصنوعات کا بائی کاٹ کرتے ہیں۔۔۔۔لیکن یہودی مفادات کے تئیں حرمین کے دسترخوان یہودی مشروبات/ اسرائیلی مصنوعات سے لدے پھندے ہوتے ہیں۔۔۔۔

[7] عربوں کے عیش کدے آباد ہیں۔۔۔۔شاہ سلمان نواز رہے ہیں۔۔۔۔قمار خانے آباد۔۔۔۔اب فلم خانے بھی آباد۔۔۔۔حسن کی شاہراہ آباد۔۔۔۔شباب آزاد۔۔۔۔امریکہ راضی۔۔۔۔اسرائیل خوش۔۔۔۔برطانیہ بھی مسرور۔۔۔تمام ملت کفر راضی۔۔۔۔پھر کیوں فلسطینی بچوں کا قتل وخوں یاد ہو؟۔۔۔۔۔شام و عراق ولیبیا کی تباہی سے کیا غرض ہو؟۔۔۔افغانستانی کم سن بچوں کی شہادت سے کیا لینا دینا؟۔۔۔۔۔

ہاں! ریاض کی شبیں آباد ہیں۔۔۔۔جدہ کی محفلیں شاد ہیں۔۔۔۔عربوں کی رنگیں راتیں عروج پر ہیں۔۔۔۔۔ویسی ہی جیسی۔۔۔۔بغداد پر تاتاری حملے کے وقت شاہان بغداد کے محلات عیش ونشاط کی نذر تھے۔۔۔۔۔۔لیکن پھر۔۔۔۔خونین انقلاب آیا۔۔۔۔پھر سب تہ و بالا اور زیر و زبر۔۔۔۔قدرت کا فیصلہ ہونا ہے۔۔۔۔ریالوں اور ڈالروں کے اثرات جب معدوم ہوں گے۔۔۔۔۔تو مغربی تہذیب کے تار و پود فدایان مغرب کے ساتھ بکھریں گے۔۔۔۔۔

اگر افغانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

تعیش کا انجام قریب ہے۔۔۔۔۔حرمین کے تقدس کی پامالی کا نتیجہ اور اسرائیل و امریکہ دوستی کا انجام بڑی تبدیلی کا موجب ہوگا۔

■ ■ ■

اسلامیات

بزم نسواں

از: معلمہ جامعۃ الزہرا*

ایک حق شناس عورت کے احساسات

کسی بھی مرد وعورت کے لئے اس کی ''ازدواجی زندگی'' رب اکبر کا ایک عظیم انعام ہے جس میں سکون وراحت، محبت ورأفت اور کامیابیوں اور کامرانیوں کے خوشنما رنگ بھرنے کی ذمہ داری دونوں پر ہی عائد ہوتی ہے، لیکن اس میں عورت کا رول زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے، اگر عورت سمجھ داری سے کام لے تو بڑے سے بڑا شرکش شوہر بھی ایک دن موم ہو ہی جاتا ہے، چنانچہ اس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے کہ ایک لڑکی اپنی ماں سے اپنے شوہر کی سخت مزاجی، شرکشی اور اس کے ظلم وستم کی شکایت کرتے ہوئے اس کا حل پوچھتی ہے۔

ماں نے کہا! بیٹا کوئی مشکل امر نہیں، بس تمہیں کسی طرح شیر کا ایک بال حاصل کرنا ہوگا، بقیہ تدبیریں میں بعد میں بتاؤں گی، لڑکی بولتی ہے، امی گرچہ یہ کام مشکل لگتا ہے لیکن میں اپنے سخت گیر شوہر سے نجات پانے کے لئے ضرور کوشش کروں گی، دوسرے دن لڑکی مناسب مقدار میں گوشت لے کر جنگل جاتی ہے اور شیر کی گزرگاہ کے پاس وہ گوشت ڈال دیتی ہے اور چھپ کر دیکھنے لگتی ہے، کچھ دنوں تک ایسا کرنے کے بعد لڑکی شیر کے لئے گوشت ڈال کر چھپنے کے بجائے دور سے دیکھنے لگی، لڑکی روزانہ گوشت ڈال کر دور سے اسے دیکھتی رہی، کچھ دنوں کے بعد تھوڑا قریب ہو کر دیکھنے لگی، اب شیر بھی یہ جان چکا تھا کہ یہی لڑکی اسے کھانے کے لئے گوشت پیش کرتی ہے، اب شیر اسے غرّا کر دیکھنے کے بجائے نرمی سے دیکھنے لگا تھا، اس سے لڑکی کا ڈر قدرے کم ہوا، اب وہ گوشت ڈال کر شیر کے سامنے ہی مناسب دوری بنا کر کھڑی ہونے لگی، اب شیر گوشت کھاتے ہوئے اسے اپنائیت بھری نظروں سے دیکھا کرتا، اب شیر وقت مقررہ سے پہلے ہی وہاں پہنچ کر اس لڑکی کا انتظار کیا کرتا اور جیسے ہی اسے لڑکی نظر آتی وہ خوش ہو جایا کرتا، ایک دن لڑکی ڈرتے ڈرتے گوشت دور سے پھینکنے کے بجائے اس کے بالکل قریب جا کر ڈالا، لڑکی مارے خوف وہراس کے پسینے سے شرابور ہوگئی، لیکن شیر بدستور اسے محبت پاش نظروں دیکھتا رہا اور گوشت کھاتا رہا، اس دن کے بعد سے لڑکی کا رہا سہا ڈر بھی ختم ہوگیا، اب وہ گوشت ڈال کر شیر کے پاس ہی کھڑی ہونے لگی، لیکن اسے چھونے کی ہمت نہیں کرپاتی، رفتہ رفتہ یہ ڈر بھی ختم ہو گیا اور اب لڑکی گوشت ڈال کر شیر کی پیٹھ سہلانے لگی، شیر اطمینان وسکون کے ساتھ گوشت کھاتا، لڑکی کو تشکر وامتنان بھری نظروں سے دیکھتا اور کچھ دیر یونہی اس کے ساتھ رہ کر چلا جاتا، ایک دن موقع مناسب موقع دیکھ کر لڑکی شیر کے دو چار بال اکھاڑ لیتی ہے اور خوشی سے جھومتی ہوئی ماں کے پاس پہنچ جاتی ہے۔

ماں نے جب یہ سنا تو اسے یکبارگی اپنے کانوں پر یقین نہیں ہوا، کیا کہہ رہی ہو بیٹا؟ کیا تو سچ کہہ رہی ہے؟ کیا یہ واقعی شیر کے بال ہیں؟ آخر یہ کارنامہ تو نے کیسے انجام دے دیا؟ لڑکی نے خوشی سے اتراتے ہوتے تفصیل سے اپنی ماں کو بتایا کہ کس طرح اس نے رفتہ رفتہ شیر کے دل میں اپنے لئے جگہ بنائی اور آخرش یہ بال حاصل کرہی لئے۔

ماں ایک گہری سانس لیتی ہے اور لڑکی کو عجیب سی نظروں سے دیکھتی ہوئی کچھ سوچنے لگتی ہے، لڑکی سمجھ نہیں پاتی اور بولتی ہے ماں! کیا ہوا تم خوش ہونے بجائے مجھے عجیب سی نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو؟ کیا سوچ رہی ہو؟ ماں بولتی ہے، بیٹا! میں یہ سوچ رہی ہوں کہ کیا تمہارا شوہر اس شیر سے بھی زیادہ خونخوار ہے؟ اس سے بھی زیادہ ڈراؤنا ہے؟ اس سے بھی زیادہ سخت مزاج ہے؟ ارے بیٹا! تم نے تو ایک خونخوار جنگلی

جانور کو بھی موم کرلیا پھر تمہارا شوہر تو ایک انسان ہے، اگر تم چاہتیں تو اپنی چاہت ومحبت سے اسے کب کا موم کر چکی ہوتیں، لیکن تم نے اسے رام کرنے کی ترکیب سوچنے کے بجائے اس کا شکوہ گلہ کرنا بہتر سمجھا، اسے اپنا گرویدہ بنانے کے بجائے اس سے چھٹکارے کی ترکیب سوچی، بیٹا تم نے دیکھ لیا کہ محبت کے سامنے تو ایک خونخوار جانور بھی اپنی خصلت بدل لیتا ہے، تمہارا شوہر تو پھر بھی انسان ہے، جس محبت واپنائیت کا مظاہرہ تم نے اس شیر کے لئے کیا اگر اپنے شوہر کے لئے کیا ہوتا تو آج تو اپنے گھر میں خوش وخرم ہوتیں اور اپنے شوہر کے دل پر حکومت کر رہی ہوتیں، لڑکی کو ساری حقیقت سمجھ میں آچکی تھی اور وہ ایک نئے جوش و جذبے کے ساتھ اپنے شوہر کے یہاں روانہ ہوگئی۔

اس لڑکی کے نظریات بدل چکے تھے، اب جو باتیں اسے پہلے ناگوار گزرتی تھیں، اب وہی باتیں اچھی لگنے لگی تھیں، اب وہ کہتی ہے:

مجھے اچھا لگتا ہے مرد سے مقابلہ نہ کرنا اور اس سے ایک درجہ کمزور رہنا، مجھے اچھا لگتا ہے جب کہیں باہر جاتے ہوئے وہ مجھ سے کہتا ہے "رکو! میں تمہیں لے جاتا ہوں یا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

مجھے اچھا لگتا ہے جب وہ مجھ سے ایک قدم آگے چلتا ہے، غیر محفوظ اور خطرناک راستے پر اس کے پیچھے پیچھے اس کے چھوڑے ہوئے قدموں کے نشان پر چلتے ہوئے احساس ہوتا ہے، اس نے میرے خیال سے قدرے ہموار راستے کا انتخاب کیا۔

مجھے اچھا لگتا ہے جب گہرائی سے اوپر چڑھتے اور اونچائی سے ڈھلان کی طرف جاتے ہوئے وہ مڑ مڑ کر مجھے چڑھنے اور اترنے میں مدد دینے کے لئے بار بار اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے۔

مجھے اچھا لگتا ہے جب کسی سفر پر جاتے اور واپس آتے ہوئے سامان کا سارا بوجھ وہ اپنے دونوں کاندھوں اور سر پر بنا درخواست کئے خود ہی بڑھ کر اٹھالیتا ہے اور اکثر وزنی چیزوں کو دوسری جگہ منتقل کرتے وقت اس کا یہ کہنا کہ "تم چھوڑ دو یہ میرا کام ہے۔"

مجھے اچھا لگتا ہے جب وہ میری وجہ سے شدید موسم میں سواری کا انتظار کرنے کے لیے نسبتاً سایہ دار اور محفوظ مقام کا انتخاب کرتا ہے۔

مجھے اچھا لگتا ہے جب وہ مجھے ضرورت کی ہر چیز گھر پر ہی مہیا کر دیتا ہے تا کہ مجھے گھر کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ باہر جانے کی دقت نہ اٹھانی پڑے اور لوگوں کے نامناسب رویوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

مجھے بہت اچھا لگتا ہے جب رات کی خنکی میں میرے ساتھ آسمان پر تارے گنتے ہوئے وہ مجھے ٹھنڈ لگ جانے کے ڈر سے اپنا کوٹ اتار کر میرے شانوں پر ڈال دیتا ہے۔

مجھے اچھا لگتا ہے جب وہ مجھے میرے سارے غم آنسوؤں میں بہانے کے لیے اپنا مضبوط کاندھا پیش کرتا ہے اور ہر قدم پر اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلاتا ہے۔

مجھے اچھا لگتا ہے جب وہ بدترین حالات میں مجھے اپنی متاعِ حیات مان کر تحفظ دینے کے لیے میرے آگے ڈھال کی طرح کھڑا ہوجاتا ہے اور کہتا ہے "ڈرو مت میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔"

مجھے اچھا لگتا ہے جب وہ مجھے غیر نظروں سے محفوظ رہنے کے لئے نصیحت کرتا ہے اور اپنا حق جتاتے ہوئے کہتا ہے کہ "تم صرف میری ہو۔"

لیکن افسوس ہم میں سے اکثر لڑکیاں ان تمام خوشگوار احساسات کو محض مرد سے برابری کرنے کی وجہ سے کھو دیتی ہیں، شاید سفید گھوڑے پر سوار شہزادوں نے آنا اسی لئے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ہم نے خود کو مصنوعات کی طرح انتخاب کے لیے بازاروں میں پیش کر دیا ہے اور جب مرد یہ مان لیتا ہے کہ عورت اس سے کم نہیں، تب وہ اس کی مدد کے لیے ہاتھ بڑھانا چھوڑ دیتا ہے، اس طرح خوبصورت لمحات ایک ایک کر کے زندگی سے رخصت ہوتے چلے جاتے ہیں اور پھر زندگی بے رنگ اور بدمزہ ہوکر اپنا توازن کھو دیتی ہے۔

بقیہ ص ۱۴؍ پر

مترجم: امتیاز القادری*

عورت کو صرف ایک ہی شوہر رکھنے کا حکم کیوں

سائنسی تناظر میں قرآنی معجزات کی ایک جھلک، عورت کے بدن میں موجود مرد کے ڈی این اے کا خلاصہ

تحقیقات

یہ سوال عرصۂ دراز سے موضوع بحث بنا ہوا ہے کہ جس طرح مسلم مرد ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے اسی طرح عورت ایک سے زیادہ شوہر کیوں نہیں رکھ سکتی؟ آئیے ایک ماہر جنین یہودی (جو اپنے مذہب کا عالم بھی تھا) کی تحقیقات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، یہودی کھلے طور پر یہ اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: ''روئے زمین پر مسلم خاتون سے زیادہ پاک باز اور صاف ستھری خاتون کسی بھی اور مذہب کی نہیں۔''

پورا واقعہ یوں ہے کہ البرٹ آینسٹائن انسٹی ٹیوٹ سے منسلک ایک ماہرِ جنین یہودی پیشوا روبرٹ غیلہم نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا جس کا سبب بنا قرآن میں مذکور مطلقہ کی عدت کا حکم، اس کے اسرار و رموز سے واقفیت اور عدت کے لئے تین مہینے کی تحدید کے پیچھے کار فرما حکمت سے شناسائی، اللہ کا فرمان ہے: ''والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء۔ یعنی مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔'' [البقرة۲۲۸]

اس آیت کریمہ نے ایک جدید حیرت انگیز علم ڈی این اے کے انکشاف کی راہ ہموار کی، جس سے یہ پتا چلا کہ ایک مرد کی منی میں موجود پروٹین دوسرے مرد کے بالمقابل ۶۲ ٪ فیصد مختلف ہوا کرتی ہے، چونکہ عورت کا جسم ایک کمپیوٹر کی مانند ہے، جب کوئی مرد اس سے ہم بستری کرتا ہے تو عورت کا جسم مرد کی تمام بیکٹر یا زجذب و محفوظ کر لیتا ہے، اس لئے طلاق کے فوراً بعد اگر عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کر لے یا بیک وقت کئی مردوں سے جسمانی تعلقات استوار کر لے تو اس کے بدن میں کئی طرح کے ڈی این اے جمع ہو جاتے ہیں جو بعد میں خطرناک وائرس کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور جسم کے اندر جان لیوا امراض پیدا ہونے کا سبب بنتے ہیں۔

سائنس نے پتا لگایا کہ طلاق کے بعد ایک حیض گزرنے کے سبب عورت کے جسم سے ۳۲ ٪ سے ۳۵ ٪ فیصد تک مادۂ منویہ کی پروٹین ختم ہو جاتی ہے، دوسرا حیض آنے پر ۶۷ ٪ سے ۷۲ ٪ تک مرد کا ڈی این اے زائل ہو جاتا ہے اور تیسرا حیض آنے پر ۹۹.۹ ٪ فیصد اسکا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس طرح عورت کا رحم سابقہ ڈی این اے سے پاک ہو جاتا ہے اور بغیر کسی سائڈ افیکٹ کے نیا ڈی این اے قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

ایک طوائف کئی مردوں سے تعلقات بناتی ہے، جس کے سبب اس کے رحم میں مختلف مردوں کی منی چلی جاتی ہے اور اس کے جسم میں مختلف قسم کے ڈی این اے جمع ہو جاتے ہیں اور جس کے نتیجے میں وہ مہلک امراض کا شکار بن جاتی ہے۔

رہی بات متوفی عنہا کی عدت کی تو اس کی عدت طلاق شدہ عورت سے زیادہ اس لئے ہے کہ غم و حزن کے بنا پر سابقہ ڈی این اے کے اخراج کی رفتار سست ہوتی ہے اور اسے خارج ہونے کے لئے پہلے سے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے، اسی کی رعایت کرتے ہوئے ایسی عورتوں کے لئے چار مہینے دس دن کی عدت رکھی گئی ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے: ''والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر، وعشرا۔ یعنی اور تم میں سے جس کی وفات ہو جائے اور اپنی بیویاں چھوڑے تو چاہئے کہ وہ چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رکھیں۔'' [البقرة۲۳٤:]

اس حقیقت سے راہ پا کر ایک ماہر ڈاکٹر نے امریکہ کے دو مختلف محلے میں تحقیق کی، ایک محلہ جہاں افریقن نژاد مسلم رہتے ہیں، وہاں کی تمام عورتوں کے جنین میں صرف ایک شوہر

ہی کا ڈی این اے پایا گیا جبکہ دوسرا محلہ، جہاں اصل امریکن آزاد عورتیں رہتی ہیں، ان کے جنین میں ایک سے زائد دو تین مردوں تک کے ڈی این اے پائے گئے۔

جب ڈاکٹر نے خود اپنی بیوی کا ڈی این اے ٹیسٹ کیا تو چونکا دینے والی حقیقت سامنے آئی کہ اس کی بیوی کے جسم میں تین الگ الگ مردوں کے ڈی این اے پائے گئے جس کا مطلب یہ تھا کہ اس کی بیوی اسے دھوکہ دے رہی تھی اور یہ کہ اس کے تین بچوں میں سے صرف ایک ہی بچہ اس کا اپنا ہے، اس کے بعد ڈاکٹر پوری طرح قائل ہو گیا کہ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جو عورتوں کی حفاظت اور سماج کی ہم آہنگی کی ضمانت دیتا ہے اور اس بات کی بھی کہ مسلم عورتیں دنیا کی سب سے صاف ستھری پاک دامن و پاک باز ہوتی ہیں۔

[نوٹ: یہ ایک عربی مضمون کا ترجمہ و تلخیص ہے۔] ■ ■ ■

ص ۱۳ رکا بقیہ..................................

مرتضی حسن دربھنگوی کے نزدیک مولوی اشرفعلی تھانوی کا کافر ہونا متحقق ہے اور ایک ثابت شدہ امر ہے بلکہ مولوی حسین احمد مدنی بھی کافر قرار پاجاتا ہے۔

مولوی مرتضی حسن دربھنگوی لفظ ایسا کی تاویل اس قدر اور اتنا سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں جو لفظ ایسا ہے وہ اتنا اور اس قدر کے معنی میں مستعمل ہے اور مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی کے یہاں یہ کلمہ کفر ہے تو اس روشنی میں بھی اشرفعلی تھانوی کا کافر ہونا متحقق ہوجاتا ہے بلکہ مرتضی حسن دربھنگوی بھی خارج از اسلام ہوجاتا ہے، حسام الحرمین نے دونوں قول کو یکجا کر لیا اور تکفیر کا حکم برقرار رکھا جو علمائے دیوبند کے مختلف فیہ تاویلات کی روشنی میں ایک محققانہ طرز عمل ہے، تاویلات کے دونوں پہلوؤں سے کفر ثابت ہے بلکہ اتنا صریح ہے کہ تاویلات کی گنجائش کو ہی ختم کر دیتا ہے۔

حفظ الایمان کی عبارت پر نظر ثانی کی وکالت کرنے والے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ لیں اور شک و تردد کے بھول بھولیوں سے باہر نکلیں اور کفر پہ اسلامی غلاف اڑھا کر پیش کرنے کی سعی ناتمام نہ کریں بلکہ یقین کی روشنی میں آ کر اپنے ایمان و عقیدے کو تحفظ بخشیں، عوام الناس کو مغالطے میں ڈالنے والا شیطانی کام انجام نہ دیں۔ مولوی منظور سنبھلی و حسین احمد ٹانڈوی: حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے، بلکہ وہ یہاں بدوں تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔ [فتح بریلی کا دلکش نظارہ/۳۲]

حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ [حوالہ مذکور/۳۴]

اگر بالفرض عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی اسرار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں جب تو ہمارے نزدیک بھی موجب کفر ہے۔ [حوالہ مذکورہ/۳۵]

یہ کتابچہ "فتح بریلی کا دلکش نظارہ" بریلی شریف کے اس عظیم الشان تاریخی مناظرہ کی دیوبندی روداد ہے جو سلطان العلوم امام المناظرین، محدث اعظم، استاذ الاساتذہ علامہ محمد سردار احمد صاحب معاون تاسیس جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف و فیصل آباد اور مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان لکھنؤ کے درمیان حفظ الایمان کی عبارت پر ہوا تھا۔

سیدی محدث اعظم حضرت علامہ محمد سردار احمد صاحب قبلہ قدس سرہ کا فرمانا تھا کہ عبارت میں لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہے، مولوی منظور سنبھلی نے کہا کہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ لفظ ایسا اتنا کے معنی میں ہے اور یہ کہ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں تو وہ ہمارے نزدیک بھی کفر ہے، ثابت ہوا کہ مولوی منظور سنبھلی کے نزدیک بھی عبارت میں جو لفظ ایسا ہے اس کو تشبیہ کے معنی میں استعمال کرنا کفر ہے، اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی نے تاویلاً تشبیہ کا معنی مراد لیا ہے، اس صورت میں منظور سنبھلی کے نزدیک حسین احمد مدنی کا کافر ہوجانا متحقق ہوجاتا ہے بلکہ اشرفعلی تھانوی کا دونوں تاویلات منفردہ کی روشنی میں کافر ہوجانا یقینی ہے، کوئی تاویل کفر کے حدود سے باہر نہیں لے جاسکتا ہے، جس سے حسام الحرمین کی صداقت و حقانیت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے، وہابیہ کے وکیل محض ذرا غور کر لیں اور عقل کے ناخن کو سنبھال لیں، ورنہ ایمان کا خاتمہ ہوجائے گا۔

■ ■ ■

تحقیقات

از: مولانا صادق رضا مصباحی*

کچی محبتیں پروان کیوں چڑھ رہی ہیں؟

نئی عمر کے لڑکے ولڑکیوں کی دوستیوں، محبتوں اور جنسی بے راہ رویوں پر مٹھی بھر حروف

تقدونظر

کولکاتا، دہلی، مدراس، بنگلور، گڑگاؤں، ممبئی، جے پور، حیدر آباد، کوچی اور لکھنو (انڈیا میں اس وقت انہی دس بڑے شہروں میں میٹروٹرینیں چلتی ہیں) کی میٹروٹرینوں میں سفر کرتے ہیں، انہیں بخوبی اندازہ ہے کہ ان ٹرینوں میں بھیڑ بھاڑ کے اوقات ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار لڑکے اور لڑکیوں کے لیے کس قدر فرحت بخش اور مسرت انگیز ''مواقع'' ساتھ لاتے ہیں، ٹرینوں کے کونے کھدرے میں کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہونے اور مس کرنے میں جو حظ وہ اٹھاتے ہیں، اس کی تعبیر تو وہی کر سکتے ہیں، اسی طرح کی حظ اندوزی کا واقعہ ۳۰/اپریل کو کولکاتا میٹروٹرین کے ہم دم ریلوے اسٹیشن پر پیش آیا جو بعد میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے لیے زحمت بلکہ ہزیمت اور ذلت کا سبب بن گیا، یہ دونوں ٹرین کے ایک کونے میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر کھڑے تھے، ایک بزرگ اس پر معترض ہوئے اور پھر مسافروں نے دونوں کی جم کر پٹائی کردی، آپ کسی بھی صاحبِ اخلاق اور معلمِ اخلاق سے دریافت کریں وہ میٹروٹرینوں میں ہونے والی ان حرکات کو ہرگز صحیح نہیں ٹھہرائے گا۔ ظاہر ہے جو حرکت غلط ہے اسے جواز کیسے فراہم کیا جا سکتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا صرف معترض ہونے سے کام چل جائے گا؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ وعظ ونصیحت کی ہزاروں ہزار تقریروں اور کتابوں کے انبار کے باوجود یہ جنسی بے راہ روی کا طوفان تھمنے کا نام کیوں نہیں لے رہا ہے، بلکہ مشاہدہ تو یہ ہے کہ اس میں آئے دن اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، تو آخر اس کا علاج کیا ہے اور اس پر بندھ کیسے باندھا جا سکتا ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کے ایک نہیں درجنوں پہلو ایسے ہیں جن پر ہمارے بڑوں نے ابھی تک کسی بھی سنجیدہ گفتگو کو رواج نہیں دیا بلکہ وہ شاید اسے تضیع اوقات کے خانے میں ڈال کر ''احساس ذمے داری'' میں سرشار ہو جاتے ہیں اور ان موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے کتراتے ہیں، حالاں کہ یہ بہت حساس موضوعات ہیں، انہی میں سے ایک لڑکے اور لڑکی کی کچی پکی محبت اور ان کے جسمانی رشتے کا معاملہ ہے۔ اس محبت کو پروان چڑھانے میں بالی ووڈ کی فلموں نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ہمارے برصغیر میں جس طرح سے محبتیں پروان چڑھتی رہی ہیں اور چڑھتی ہیں اور اندازہ ہے کہ چڑھتی رہیں گی ان میں ہمارے اردو کے شعرا، دانشوروں اور فلم کے مکالمات لکھنے والوں کا ''کارنامہ'' سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اس طرح کی محبتیں برصغیر کے علاوہ اور کہیں نہیں پائی جاتیں، اس کی وجہ دانشوروں اور شاعروں اور فلم رائٹروں کی نفسیات ہے۔ آپ یہ کہہ کر خود کو تسلی دے سکتے ہیں کہ برصغیر کی مٹی میں ہی محبت رچی بسی ہے اس لیے اگر محبتیں پروان چڑھتی ہیں تو حرج کیا ہے؟ جواب بالکل درست ہے مگر ان محبتوں کی وجہ سے جو معاشرہ پروان چڑھ رہا ہے اس نے سماج کے تانے بانے بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ یہ محبتیں صرف بڑے شہروں میں نہیں پلتیں بڑھتیں، چھوٹے شہر بھی ان سے کسی بھی طور پر پیچھے نہیں ہیں بس فرق یہ ہے کہ بڑے شہر میں ذرا کھل کر ہوتا ہے اور چھوٹا شہروں میں ذرا دب کر۔

ہم نے اپنے بچوں، ماتحتوں اور شاگردوں کی کبھی بھی اس نہج پر تربیت نہیں کی بلکہ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کچی محبتوں کو فروغ حاصل ہو رہا ہے بقیہ ص ۵۸/ پر

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

فکرِ حجازی سے مغرب کی اسیری تک

سعودیہ عربیہ میں پیر پھیلاتے قمار خانے کے جرثومے

عام آدمی بھی یہ سمجھتا ہے کہ تاش کھیلنا (Baloot Championship) اور جوا کھیلنا بُرا ہے... یہ فعل اچھا نہیں... کارِ ثواب نہیں... اِسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا... اِسے اسلامی قدروں کے منافی سمجھا جاتا ہے... اس میں ملوث شخص آئیڈیل نہیں ہوتا... اِس کو انجام دینے والا عقیدتوں کا محور نہیں ہوتا.. محبتوں کا رشتہ ایسوں سے نہیں رکھا جاتا... بلکہ مہذب آدمی اِس میں مبتلا شخص سے نفرت کرتا ہے... اِسلامی فکر کا حامل ایسے کام سے بچتا بچاتا ہے... ائمہ اِس فعل سے بچنے کی تعلیم دیتے ہیں... ہمارے امام اِس برائی سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں... علما ایسے فعل سے مسلمانوں کو روکتے ہیں... اسلامی نظامِ حکومت کا یہ حصہ نہیں... اسلامی تعلیمات اِسے ممنوع قرار دیتی ہیں...

حیرت انگیز سانحہ

6 اپریل 2018ء کی سہ پہر تھی... سوشل میڈیا پر یہ خبر وائرل ہوئی... کہ اسلامی مرکز... عقیدتوں کے محور حجازِ مقدس/ سعودی عرب میں... تاش/ قمار خانہ کا افتتاح ہوا... افتتاح بھی ایک امام نے کیا... جو محلے کی مسجد کا امام نہیں... حرم محترم کے سابق امام... مجھے یقین کہ افتتاح کے وقت ان کا مقصد حکمرانِ مملکتِ سعودیہ کی رضا ہوگا... اگر اللہ کی رضا ہوتا تو شاید وہ تاش کے پتوں کی بجائے افغان و شام کے بہتے خونِ مسلم کی فکر کرتے.. لیکن یہاں تو جوئے کے مراکز کو استحکام عطا کرنا تھا.. حجازی تہذیب کا ایک باب بند کرنا تھا..... مغربی تہذیب میں گُم ہونا تھا... معاً ذہن ٹرمپ کے اُس دورے کی طرف گیا... جب حجاز کی مقدس زمین پر قیمتی تحائف سے ٹرمپ کا استقبال حکمرانِ مملکتِ سعودیہ نے کیا... پھر ٹرمپ کے جہاز نے اسرائیل کو پرواز کی... اور پھر اُس کے بعد عرب میں ایک نیا انقلاب آیا.. جدیدیت کے نئے عہد کا آغاز ہوا.. جس نے مغربیت کی یاد تازہ کر دی... اور حجازی تہذیب کو تہ و بالا کرنے کی عملی جراٴت کی...

نسبتوں کی زمیں

حجاز ہماری تہذیب کی علامت ہے... ہماری روحوں کا رشتہ اس پاک زمیں سے جُڑا ہوا ہے... کیوں کہ وہاں کعبۃ اللہ ہے... روضۂ رسول ﷺ ہے... خاتم الانبیاء ﷺ کا شہرِ مبارک ہے... جائے نزول ہے... ولادت گاہِ نبوی ہے... خطۂ حرم ہے... شعائر اللہ ہیں... اللہ کی نشانیاں ہیں... اسلام کا مسکن ہے... خیر و برکات کا محور ہے... منبع نور ہے... حج کے مقدس مقامات ہیں... ملتِ ابراہیمی کی عقیدتوں کی آماج گاہ ہے... قبلۂ مومن ہے... جادۂ مستقیم ہے... محورِ فکر و نظر ہے... مرکزِ طاعتِ جبیں ہے... لیکن اِس وجہِ عظمت زمیں پر ایسے اقتدار کے حامل بستے ہیں، جنھیں وادیِ حجاز کے جلوے نہیں بھاتے... جنھیں کلیسا و دیر سے انسیت ہے... حرم میں ہیں اور حرم سے بیر ہے... کعبہ کے متولی ہیں لیکن اُن کا دل سُوئے مغرب جھکتا ہے... اُن کی نگاہوں میں دانشِ فرنگ کے سُراب بسے ہیں... اِسی لیے کبھی ٹرمپ کے ہاتھ بکتے ہیں... کبھی برطانیہ کی زُلفوں کے اسیر ہوتے ہیں... کبھی اسرائیل سے رشتۂ غلامی نبھاتے ہیں... پھر اِس غلامی کا یہ حق ادا کرتے ہیں کہ... فلسطین کی تباہی پر چُپ سادھتے ہیں... یمن کی تباہی کو آگے آتے ہیں... شام کی بربادی پر توثیق کرتے ہیں... لیبیا کی تاراجی میں خاموش حمایتی ہوتے... لبنان کی تاراجی پر چپی سادھتے... عراق کی تباہی کو جدہ میں

تقدونظر

امریکی فوج بساتے... حرم میں ہیں، لیکن حرم سے بیگانہ... اسیرِ فکرِ مغرب... لیکن جو اسیرِ حرم ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف

ہاں! عربوں کی تباہی کی وجہ یہی ہے... ؎

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
در بدریوں ہی خوار پھرتے ہیں

مغرب کے جلوے

وہ درِ محبوب ﷺ سے پھرے... ایسے کہ اسلام کے ایک ایک اُصول سے دور ہوئے جاتے ہیں... اب وہاں مغرب کی پرچھائیاں ہیں... ہم ہندوستان میں حجاز کی تمنا کرتے ہیں... سوئے حرم کی آس لگاتے ہیں... وہ حرم میں شبِ فرانس وصبحِ لندن کے متمنی ہیں... اِسی لیے اب قمار و جوئے کے اڈے برے نہ رہے... بلکہ تمدنِ جدید کی طلب میں در بدر خوار پھرتے پھرتے... سینما کی کھلی چھوٹ دے دی گئی... جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے... شاید آخرت کا تصور رُخصت ہوا... ہاں! اب وہاں شباب بھی کلبوں ہوٹلوں آفسوں میں بے پردہ ہو چکا ہے... اب وہاں جدیدیت کی رَو میں عریاں ملبوسات کے شوروم دعوتِ نظارہ دے رہے ہیں... اب وہاں حسن بھی بے لگام ہوا چاہتا ہے... معاذ اللہ! اپنی تہذیب کے نشاں اپنے ہی ہاتھوں مٹائے جا رہے ہیں...

جلوۂ حجاز سے عداوت

کہنے کو حجازی ہیں... لیکن روح مغرب کی اسیر... اِسی لیے جسے محفوظ کرنا تھا... وہ ایک ایک کر کے مٹا دیے گئے... جبل ابوقبیس کے نشاں متاثر ہیں... متبرک مقامات مٹائے جا رہے... جنت المعلیٰ میں اصحابِ رسول ﷺ کے نشاں معدوم ہیں... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ کا گنبد کب کا شہید کیا جا چکا... مکہ معظّمہ کے کئی آثار کھرچ ڈالے گئے... مدینہ منورہ کے آثار چن چن کر مٹائے جا رہے... جنت البقیع میں کتبے ہٹا دیے گئے... گنبد شہید کیے گئے... اہلِ بیت کے نشاں مٹا دیے... صحابہ کی قبروں کو بے دردی سے شہید کیا... طائف میں آثار مٹائے... ابوا میں والدۂ رسول ﷺ کی قبر شہید کی... بنوسعد میں نبوی بچپن کے نقوشِ ارضی یک لخت مٹا دیے گئے... اپنے آثار کے متلاشی اپنے نقوش سے محروم کر دیے گئے... اپنی تہذیب کو یوں بے نشاں ہوتے دیکھا گیا... شورش کاشمیری نے مشاہدہ لکھا تھا کہ:

"سعودی حکومت نے عہدِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار، صحابۂ کرام کے مظاہر اور اہلِ بیت کے شواہد اس طرح مٹا دیے ہیں کہ جو چیزیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر محفوظ کرنی چاہیے تھیں وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر محو کر دی گئی ہیں۔ کہیں کوئی کتبہ یا نشان نہیں۔" [شب جائے کہ من بودم، مطبوعات چٹان لاہور، ص ۲۲]

زوال کی ڈگر

حکومتوں کا معاملہ نشیب و فراز اور عروج و زوال کا رہا ہے... حجازی تہذیب کو تہ و بالا کرنے والے شاید زوال کے تصور سے آشنا نہیں... یاد رکھیں! مغرب کی اسیری کو ایک دن زوال آنا ہے... حجازی فضا میں مغربی آمیزش کرنے والے کب تک تاش و جوئے اور مراکزِ تعیش کو تقویت دیں گے!... آخر ان کے آرٹ وکلچر کے مغربی عزائم کی عمر کتنی ہے؟... ایک دن شام آنی ہے!... عثمانیوں کا دور سمٹ گیا... حالاں کہ ان کی رُوح حجازی تھی... جن کی رُوح مغربی ہے اُن سعودیوں کا دور سمٹ جائے تو کیا تعجب!... یہ زوال ہی تو ہے کہ زوال پذیر تہذیب کے قمار خانے میں پناہ لی جا رہی ہے... شاید امام حرم شیخ عادل کلبانی (سابق) نے اپنی جائے پناہ زوال کی وادیِ فرنگ میں تلاش کر لی... جبھی قرآن کی وادی میں قمار خانے بسائے جا رہے... اس کا افتتاح کر کے اپنی ذہنی تبدیلی کا ایڈریس فراہم کر رہے ہیں... افسوس کہ ایک طرف مسلم مملکتوں کی آبرو لُٹ رہی... اُن کے لہو سے ہولی کھیلی جا رہی... جن ملکوں نے انسانیت کو رُسوا کیا... تشدد کی بِنا رکھی... انھیں کی بگڑی تہذیب سے حجازیوں کی اخلاقی تباہی کا ساماں مہیا کیا جا رہا ہے... یہ سب کچھ آج کی بات نہیں... کل

جو بیج بوئے گئے تھے، اسی کے نتائج آج رونما ہو رہے ہے... اسلام کے دُشمنوں سے یاری کی داستاں ایک صدی پُرانی ہے... عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تھا... انھیں زوال آیا... اسی عہد میں صہیونیوں نے سعودیوں کو لا بسایا.. حکومت دی.. تخت و تاج دیا... بدلے میں وفاداری لی... سعودی حکومت کے آغاز میں ہی ۱۹۲۵ء میں برطانوی مسٹر فلپبی کے آلِ سعود کے مشیر ہونے میں بھی انگریز کے خفیہ اغراض ومقاصد تھے۔

[مسئلۂ حجاز، صفحہ ۳۰]

بہر کیف حال کے جرائم اسلام کے مرکز سے منفی شبیہ پیش کر رہے... یہی زوال کی دستک ہے... یہی اسلام دُشمنوں سے عہدِ وفاداری کا تازہ ثبوت ہے... جس کا انجام اچھا نہیں ہوگا.. لیکن ان کا زوال نئے عہد کا پیش خیمہ ثابت ہوگا... اور خونِ صد ہزار انجم سے سحر پیدا ہوگی...

امریکہ واسرائیل کی ثقافتی کامیابی

عرب سے اسلامی تہذیب کے خاتمے کی تازہ مہم

منظر نامہ

اس وقت عجب کش مکش کا عالم ھے---ایک طرف مسلمانوں کی بربادیوں کا فسانہ ہے---تباہیوں کی داستاں ہے---زخم ہی زخم---کیسے کیسے؟

نظائر

[1] عراق پر امریکی حملہ ہوا---سعودی کی مقدس زمین سے اسلام دشمن امریکی فوج نے عراقی مسلمانوں پر بموں کی بارش کی---پھر---اندرونی طور پر شیعہ قوتوں نے کھوکھلا کیا---یوں صدام کا دور رخصت ہوا---بچے یتیم، عورتیں بیوہ، بوڑھے بے سہارا ہوئے---اور ترقی رخصت---تنزلی عائد ہوئی---

[2] افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی، لاکھوں مسلمان برباد ہوئے---ہر روز نئے زخم نئے حملے---حالیہ کم سن حفاظ کی شہادت---اس پر سعودی سمیت مسلم مملکتوں کی مجرمانہ خاموشی---زخم مسلم پر نمک پاشی ہے---

[3] شام کی تباہی، یمن کی بربادی، لیبیا کی تاراجی، مصر کی افراتفری، لبنان کی بدامنی---سبھی اسرائیل کے مفاد میں ہے---اس پر حرمین سے کسی آواز کا نہ اٹھنا---اسرائیل وامریکی مفادات کا حصہ معلوم ہوتا ہے---

[4] ہندوستان میں مسلم مفادات پر ضرب کاری---شریعت پر حملے---پھر کم سن بچی پر تشدد، زیادتی اور پھر شہادت وخوں ریزی اور اس پر مسلم حکمرانوں کی خاموشی کرب و درد میں اضافہ کا سبب ہے۔

خونِ مسلم پر ابلیسی رقص

مسلم حکمرانوں نے مسلمانوں کو کیا دیا---یہ سوال اہم ہے---شام وعرب مملکتوں کے لٹتے سہاگ پر---اور---بچیوں کی لٹتی عصمتوں پر---عرب حکمرانوں نے کیسے کیسے انعامات دیے جس سے حیرت بھی محوِ حیرت ہے---

[1] عورتوں کو اسلامی پردے سے سرِ محفل لا بٹھایا---اب حرمین کی زمین پر شباب کو آزادی ملی ہے---دفاتر، مالس، عوامی مقامات پر پردہ شرمندہ ہوگا---اصلاح ہو رہی ہے!---

[2] خواتین کی میراتھن میں شرکت کروا کر سڑکوں پر انھیں مغربی تہذیب کا لبادہ زیب کرا دیا گیا---یہی اسلام کی خدمت ہے؟؟؟

[3] 18 اپریل سے امریکی فلمیں عربوں کی تہذیب پر آخری ضرب بن کر اپنے سحر دکھائیں گی---اور حرمین کی بھاری بھرکم کمائی کا عالمِ اسلام کو انعام!!

[4] اسرائیلی مفادات کے لئے حرمین کے بادشاہ ٹرمپ کے سائے میں اصلاحات کا سلسلہ دراز کر رکھے ہیں---

[5] وہ لمحہ بھی آسمان حرمین نے دیکھا---جب دو رکعت کے عربی امام تاش کے پتوں سے نفسِ گرم کی تسکین کر رہے تھے---قمار خانے عربوں کے لئے وجہِ تسکین بن رہے تھے---اور تہذیبِ مشرق کا گلا گھٹ رہا تھا---

[6] ہم ہندوستان میں فلسطینی بچوں کی بقیہ ص ۱۹ ر پر

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی *

حفظ الایمان کی عبارت تاویلات کی روشنی میں

تعزیرات قلم

حفظ الایمان صفحہ ۸ ر کی عبارت ہے کہ:

’’پھر یہ کہ آپ (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے بعض غیب مراد ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔‘‘

[حفظ الایمان ص ۸]

جب مواخذہ شروع ہوا تو دوسرے ایڈیشن میں تبدیلی کردی گئی اور عبارت کو اس طرح کردیا:

’’پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول صحیح ہو تو۔۔۔ الخ‘‘ [حفظ الایمان، ص ۱۰ ر مطبوعہ مکتبۂ نعیمیہ دیوبند یوپی نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند]

اور رسالہ ماہنامہ الفرقان بریلی مطابق رجب ۱۳۵۴ میں اس ترمیم کا عام اعلان کرادیا گیا۔

توضیح: ان تغیر و تبدل کی قطعی حاجت نہ تھی۔ صرف توبہ اور تجدید ایمان کرلیتے اور توبہ کا اعلان کردیتے تو اختلاف کی بنیاد ہی مٹ جاتی۔

لیکن ایسا نہ کیا گیا۔ بلکہ ردوبدل کا سلسلہ جاری رہا، ردوبدل کے باوجود نزاعی عبارت جس پر حکم کفر عائد ہوا تھا وہ عبارت من وعن اپنی جگہ برقرار رہی۔ جب ہنگامہ آرائی کا طوفان اس سے بھی نہ تھما تو معین صاحب نامی کے ذریعہ حیدرہ بادی لوگوں کی اپیل پر رسالہ "تغیر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان" لکھا، اس میں پھر تغیر کیا جو مندرجہ ذیل ہے:

"لہذا قبولاً للمشورہ اس لفظ کو اگر کے بعد سے عالم الغیب کہا جاوے تک۔۔ اس طرح بدلتا ہوں۔۔ اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو اس طرح پڑھا جاوے۔۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔۔۔۔۔۔ اشرف علی تھانوی ۱۸ صفر ۱۳۴۲ وقت الضحی فقط۔‘‘ [فتاویٰ امدادیہ ج ۶ پر یہ عبارت موجود ہے]

مقام غور یہ ہے کہ اگر حفظ الایمان کی یہ عبارت کفریہ نہ تھی تو بار بار تغیر و تبدل کی حاجت کیوں ہوئی؟ اور کتر و بیونت کے مراحل سے کیوں گزرنا پڑا۔ مواخذہ کے بعد انہیں بھی یقین ہوگیا کہ عبارت گستاخانہ اور کفریہ ہے، اس لئے بار بار تبدیلی لانے کی زحمت اٹھانی پڑی، مگر اس سے کیا فائدہ؟ جب عبارت کا گستاخانہ اور کفریہ ہونا متحقق اور روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا تو غیر مشروط توبہ کرنا لازم تھی مگر توبہ کی توفیق نہ ملی اور بغیر توبہ کے دنیا سے رخت سفر باندھ لیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شقاوت ازلی لے کر ہی ماں کے شکم سے دنیا میں آیا تھا اور الشقی من شقی فی بطن امہ کا مصداق تھا۔

جب ایمان سلب ہوتا ہے تو اس سے قبل شعور صداقت و حقانیت کا مادہ مفقود ہوجاتا ہے جس کا منظر سامنے ہے، اس لئے کتر و بیونت اور تغیر و تبدل کی صعوبتیں اٹھائی گئیں مگر معلوم ہونا چاہئے کہ اس سے ثابت شدہ کفر زائل نہیں ہوتا ہے۔

جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں، اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت کی نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہوجاتا ہے۔ [لطائف رشیدیہ/ ۲۲ مصنفہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی]

اس حکم کی روشنی میں مذکورہ بالا عبارت کو حق و انصاف کی نظر سے دیکھیں تو شبہات کی کالی گھٹائیں چھٹ جائیں گی اور فکر و

نظر کا مطلع صاف ہوجائے گا۔

جن الفاظ میں ابہام گستاخی و بے ادبی کا ہوتا تھا ان کو بھی باعث ایذا جناب رسالت مآب علیہ السلام ذکر کیا اور آخر میں فرمایا کہ بس ان کلمات کفر بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہیئے اگر مقدور ہو، اور اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہیئے۔ کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ [الشھاب الثاقب/ ٥٠ مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی)]

اس میں فراڈ کئی ہیں ایک کی نشاندھی کراتا چلوں کہ بقول مولوی حسین احمد معاملہ ایسا ہی تھا تو اس مقام پر صریح کلمات کفر کا اطلاق کیا جو ابہام کے مافوق ہے تو تو بہ کیوں نہیں کی، جس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ بھی ایک فراڈ ہے سچ کسی نے کہا ایک جھوٹ چھپانے کے لئے ستر جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔

جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کو برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔

[المھند/ ٣٦ مصنفہ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی]

ان عبارات کو دیکھ لیں تو حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی، اس کے بعد مجدد اعظم، فقیہ اعظم، مفسر اعظم، محدث اعظم، محقق اعظم، مدبر اعظم، مفکر اعظم، جملہ علم و عمل کا نیر اعظم، بحر عشق و عرفان کا غواص، امام اہل سنت، پیر طریقت، رہبر شریعت، حضور سیدی وسندی امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مقام و مرتبہ کا ادراک ناقصہ ہوگا اور حسام الحرمین کی صداقت کا گلاب شگفتہ نظر آئے گا۔

آنکھیں کھول، سمت صداقت دیکھ، دیوبند کا قلم وہی نہیں بول رہا ہے جو حسام الحرمین میں ہے، ایک عبارت اور دکھاتا ہوں تاکہ حفظ الایمان کی عبارت کی حقیقت کھل کر سمجھ میں آجائے، مولوی اشرفعلی تھانوی نے لکھا:

(١) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے (علم غیب رسول) یا بلا اعتقاد صراحۃ یا اشارۃ یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں، وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

[بسط البنان/ ١٤ مصنفہ اشرفعلی تھانوی دیوبندی]

اس عبارت پہ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ جو اس طرح کا عقیدہ رکھنے والا ہے یا عقیدہ ایسا تو نہیں ہے لیکن ایک ایسے لفظ کا اطلاق اپنی تحریر میں کرتا ہے جس کی دلالت صراحۃ یا اشارۃ معنی تنقیص پر ہوتی ہے تو مولوی اشرفعلی تھانوی کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں اس لفظ کا استعمال کرنے والا نصوص قطعیہ کا منکر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا گستاخ ھے ایسے لوگوں کو ہم کافر سمجھتے ہیں اور یہی شیخ المحدثین، رئیس المفسرین، استاد الفقہاء، سراج العلماء سلطان التفکر والتدبر، امام المتکلمین سید الاصولیین، وقت کا رازی و غزالی مجدد زمن، محقق جہاں، راسخ العلم والآدب، مالک شعر و سخن عارف باللہ اعلی حضرت محقق علی الاطلاق الشاہ حضور امام احمد رضا خان قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے حسام الحرمین رقم میں فرمایا ہے تو وہ غلط کیسے ہو گیا جو مقام غور ہے، مولوی اشرفعلی تھانوی کی درج ذیل عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں:

(٢) پھر یہ کہ آپ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

[حفظ الایمان/ ٨ مصنفہ اشرفعلی تھانوی)]

اس عبارت کو مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں پڑھیں، تو کہنا پڑے گا کہ مولوی اشرفعلی تھانوی نے اپنے قلم سے ہی اس بات کا اقرار کرلیا ہے کہ اس کی یہ عبارت کفریہ ہے اس سے نصوص قطعیہ کا انکار و تکذیب لازم آتا ہے حضور سرور کائنات، فخر موجودات، اشرف المخلوقات، خازن الارض والسموٰات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی مرتبت کی توہین و تنقیص واجب ہوتی ہے اور ایسا شخص خارج از اسلام ہے حسام الحرمین پہ انگلیاں اٹھانے والے دیکھیں کہ جن کی یہ وکالت کر رہے ہیں اور کفر کو ایمان

ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں جس کی حمایت میں زمین و آسماں کو ایک کر دیا رہے ہیں، وہی اس عبارت کے کفریہ ہونے کا اعتراف کر رہے ہیں اب اسے کیا کہو گے، ایک بات اور سماعت کے حوالے کردوں کہ وکلا محض تاویل تاویل کا شور وغوغا بھی خوب مچاتے ہیں اور پروفیسر پاکستانی کے قول تعبیری وتشریحی فرق ہے، اس کو سچ ثابت کرنے کی ایک سعی بے جا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نفس علم غیب یا مطلق علم غیب مراد لیا جاتا تو دائرۂ کفر سے عبارت خارج قرار پاتی اور تکفیر کی نوبت نہ آتی۔

حیرت ہے ان حامیین زمن پر کہ محرر اپنی تحریر میں تغیر کرتا رہا اور اپنی عبارت کی کوئی تاویل نہیں کیا چونکہ اصطلاح مطلق یا اصطلاح نفس کا اضافہ ایسا کے بعد ہی ہوتا تو بھی کفریہ معنی ہی دیتا اور حکم کفر اپنی جگہ برقرار رہتا، لفظ ایسا بول کر مطلق و نفس مراد لینا کسی طور درست نہیں، اگر درست ہے تو حامیین دلائل واضحہ سے اس کا اثبات کریں۔

ان شاء اللہ عنقریب اس پر بھی کلام کروں گا، خود قائل نے اس عبارت کا کفریہ ہونا تسلیم کرلیا ہے اور فاعل کو کافر مان لیا ہے تو تاویل چہ معنی دارد؟ اس کے بعد تو توبہ لازم ہے جو اپنے شقاوت ازلیہ وابدیہ کی وجہ سے مولوی اشرفعلی تھانوی نے نہیں کی اور کفر پر موت کو گلے لگایا۔

اس حوالہ سے متحقق ہوجاتا ہے کہ یہ عبارت کفریہ ہے اور عبارت کا راقم اقراری کافر ہے اب جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرتا ہے اصول اسلام کی روشنی میں "من شك في كفره وعذابه فقد كفر" کے دائرے میں آتا ہے، یہی مولوی اشرفعلی تھانوی نے بھی کہا ہے اور وہی حسام الحرمین میں ہے، گویا حسام الحرمین کی حقانیت و صداقت کی شہادت مولوی اشرفعلی تھانوی کا قلم دے رہا ہے، حق سر چڑھ کر بولتا ہے، ماشهدت به الأعداء۔

(۱) مولوی حسین احمد دیوبندی رقم طراز ہے" غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں (تھانوی) نے دو شقیں فرمائی ہیں، ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ جو علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا وہ سب میں موجود ہے، بلکہ اس معنی کو سب میں موجود مانتے ہیں۔

[الشہاب الثاقب/۱۰۶ مصنفہ حسین احمد مدنی دیوبندی]

اس عبارت پر غور کریں کہ جو علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا، وہ سب میں موجود ہے اس مقام پر دونوں کے علم غیب کا برابر و یکساں ہونا ثابت و متحقق ہے، علمائے دیوبند بھی اس بات کے قائل ہیں کہ جو کسی مخلوق کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے برابر کہے یا ایسے لفظ کا حمل کرے جس سے برابری ثابت ہو تو اس کا فاعل کافر ہوتا ہے، جیسا کہ اشد العذاب میں ہے:

(۲) خان بریلوی فرماتے ہیں کہ (تھانوی صاحب) چوپائے ومجانین کے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے برابر کہتے ہیں، لہٰذا وہ کافر ہیں، تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے مرتد ہے ملعون ہے، ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے، یہ عقائد بے شک کفریہ ہیں۔

(اشد العذاب/۱۱ مصنفہ مرتضی حسین دربھنگوی ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند)

(۳) عزیز الرحمن مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند رقم طراز ہے:

ان سيدنا و شفيعنا محمد صلى الله عليه وسلم اعلم الخلق و افضلهم جميعا فمن سوى بين علمه صلى الله عليه وسلم و علم الصبى و المجنون او علم احد من الخلائق فهو كافر ملعون لعنة الله عليه۔

[امداد الفتاوی ج/۶/۳۲۷]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلم الخلق اور افضل الخلق ہیں، کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو بچہ اور مجنون کے علم یا مخلوقات میں سے کسی کے علم کے برابر سمجھے تو وہ شخص کافر و ملعون ہے۔

ان حوالجات سے حسام الحرمین کی صداقت و حقانیت آفتاب عالم تاب درخشندہ وتاباں نظر آتا ہے جس پر کلام کی کوئی

گنجائش نہیں ہے، خود اہل دیوبند کی کتاب سے اس کی تصدیق ہوجاتی ہے، اب کی وکالت وہی کرسکتا ہے جس کو ایمان وعقائد کی کوئی پرواہ نہیں۔

(۴) مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۳۴۹ میں ایک رسالہ الامداد رقم کیا جس میں اس بات کا اثبات کیا کہ بلا شبہ وحوش و طیور کو علم غیب حاصل ہے اور قرآن کریم سے یہ ثابت ہے۔ [فتاویٰ امدادیہ ج/۶۱]

اس عبارت سے ایک بات اور بھی ثابت ہوجاتی ہے کہ علم غیب انسان کیا جانور کو بھی حاصل ہے، مولوی اشرف علی نے علم غیب کو جانوروں کے لئے بھی ثابت مانا، اب ایک عبارت دیابنہ کی مزید پیش خدمت ہے:

(۵) مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ "یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔ [فتاویٰ رشیدیہ ج/۲/۱۰]

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے، اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ابہام شرک سے خالی نہیں۔ [فتاویٰ رشیدیہ ج/۳۷/۳]

اس عبارت کی روشنی میں جائزہ لیں تو واضح ہوجاتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی مولوی رشید احمد گنگوہی کے بقول کافر و مشرک ہے، اس قدر واضح عبارت کے باوجود جو لوگ حسام الحرمین کی صداقت وحقانیت پر انگشت نمائی کرتے ہیں تو یقین ہوجاتا ہے کہ معترض کا یا تو دماغ خراب ہے یا پھر آنکھوں کی بینائی مفقود ہے انہیں اپنا علاج کرانا چاہئے۔

مولوی اشرف علی تھانوی کی ایک اور عبارت مطالعہ کی میز پر رکھتا ہوں "اس کے عطائے الٰہی ہونے میں نزاع ہے اور نہ عنوانات کے اطلاق کے جواز میں ہے (البتہ) غیر خدا کے لئے عالم الغیب کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ [امداد الفتاوی ج/۶۲/۶]

مولوی اشرف علی تھانوی اور علمائے دیوبند کی عبارت کس قدر مخدوش ہے دیکھ سکتے ہیں، اوّل علم غیب لکھا، جب مواخذہ ہوا تو عبارت میں اس طرح تغیر وتبدل کیا کہ عالم غیب کی جگہ عالم الغیب کا اطلاق کیا اور اب اسی اطلاق کو ناروا کہہ رہا ہے، تو اس کے کس فعل کا اعتبار کیا جائے، کہیں کفریہ کلمہ کہا جاتا ہے اور کہیں اس کا حمل کردیا جاتا ہے، اس سے متحقق و ثابت ہوا کہ حسام الحرمین اپنی جگہ درست وصحیح ہے اور یہی میرا مطلوب ہے۔

مولوی مرتضی حسن دربھنگوی: واضح ہو کہ (حفظ الایمان میں) ایسا کا لفظ فقط مانند ومثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنا کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہے۔ [توضیح البیان فی حفظ الایمان/۸ مطبع قاسمی دیوبند]

عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر اور اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی (توضیح البیان) قائل کے کہنے کا مطلب واضح ہے کہ اگر لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہوتا تو اس سے تنقیص کا لزوم متحقق ہوجاتا اور تکفیر لازم ہوجاتی، چونکہ لفظ ایسا کا دوسرا معنی بھی ہے اور وہ اس قدر اور اتنا ہے اس لئے کفر ثابت نہیں ہوتا ہے، اس بات کا تعین تو ہوگیا کہ اگر تشبیہ کا معنی لیا جائے تو کفر ثابت ہوگا۔

مولوی حسین احمد صدر دار العلوم دیوبند: حضرت مولانا (تھانوی) عبارت میں ایسا فرما رہے ہیں، لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہے، اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اور چیزوں کے برابر کردیا، اس سے بھی اگر قطع نظر کریں، تو لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔ [الشہاب الثاقب/۱۰۲]

مولوی حسین مدنی کی وضاحت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہے، اگر لفظ ایسا، اتنا یا اس قدر کے معنی میں مستعمل ہوتا تو عبارت قابل گرفت ہوتی اور کفر لازم آتا، چونکہ لفظ ایسا تشبیہ کے معنی میں مستعمل ہے اتنا اور اس قدر کے معنی میں نہیں ہے اس لئے اس کے استعمال میں کوئی قباحت شرعی نہیں۔

تبصرہ: دونوں تاویل قارئین کرام کے سامنے موجود ہے غور فرما کر فیصلہ کریں، مولوی حسین احمد مدنی نے کہا کہ لفظ ایسا تشبیہ کے معنی میں مستعمل ہے، اس تاویل سے بقیہ ص ۲۳ پر

تعزیرات قلم

از: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی علیگ*

علامہ قاضی سید عبد القدوس قادری بنگلوری

اپنی تصنیف مرآۃ الحرمین کے تناظر میں

اسلاف و اخلاف

شہزادۂ غوث اعظم قطب عصر سر قاضی حضرت مفتی سید عبد القدوس قادری علیہ الرحمہ ایک نادرۂ روزگار شخصیت تھے۔ بنگلور کی سرزمین ایک عرصے تک آپ کے قدموں کی برکت سے سرفراز رہی اور آج بھی آپ کے فیض کا دریا رواں دواں ہے۔ آپ کا علم وفضل، زہد وتقویٰ، تفقہ اور علمی رسوخ اہل علم کے درمیان مسلّم ہے۔ آپ کی کئی ایسی خصوصیات ہیں جو آپ کو علما و مشائخ کے درمیان ممتاز کرتی ہیں۔ آپ صرف درسگاہی عالم ہی نہیں بلکہ سماجی معمار بھی تھے۔ قوم وملت کے ہر دکھ درد کا آپ نے مداوا کیا اور ہر آڑے وقت میں کام آئے۔ قحط، زلزلہ، آفات سماوی کے وقت آپ کو سراپا اضطراب دیکھا گیا۔ نہ دن کو چین، نہ رات کو سکون۔ اسی طرح ایک دینی پیشوا ہونے کی حیثیت سے ملت کے عقیدے اور اعمال کی نگہداشت وحفاظت اور اُن میں در آنے والی خرابیوں کا سد باب آپ کا فرضِ منصبی تھا جس کے لئے آپ اللہ ورسول اور عامۂ اہل سنت کے سامنے ذمہ دار اور جواب دِہ تھے اور الحمد للہ! آپ نے اِس منصبی ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ دینی قائد میں اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے مضبوط تعلق اور اخلاص وایثار کا ہونا ضروری ہے۔ آپ میں یہ اوصاف اعلیٰ درجہ کے موجود تھے۔ تعلق باللہ کا عالم یہ تھا کہ آپ کو بزرگوں نے قطب عصر کی حیثیت سے جانا اور پہچانا۔ اخلاص وایثار کا انداز یہ تھا کہ ہر کام میں رضائے الٰہی کا حصول پیش نظر ہوتا تھا اور جذبۂ ایثار ایسا پایا تھا کہ کسی قسم کی مادی منفعت اور آرام کے حصول کے بغیر زندگی کا ہر لمحہ دین وملت کے نام وقف تھا۔ آپ کی تدریسی، تصنیفی، تعمیری اور رفاہی خدمات اس کا روشن ثبوت ہیں۔ آپ کی زندگی کے ابواب زمانے کی تہوں میں پوشیدہ ہیں۔ انہیں منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل ان کے تابندہ نقوش سے اپنی زندگی کی آراستگی کا سامان کر سکے۔

شہزادۂ غوث اعظم حضرت قاضی سید عبد القدوس قادری قدس سرہٗ کی زندگی کا آغاز ۱۲۴۱ھ کی کسی صبح کو ہوتا ہے اور ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ بیاسی سال کی عمر میں اسلام کا یہ روشن اور تابندہ ستارہ روپوش ہو جاتا ہے اور اپنے پیچھے یادوں اور علمی و دینی آثار کی کہکشاں چھوڑ جاتا ہے۔ ہزاروں قیمتی کتابوں پر مشتمل آپ کا گراں قدر کتب خانہ، جامع العلوم، مدرسہ قدوسیہ، عیدگاہ قادریہ عبد القدوس، قبرستان عبد القدوس اور دسیوں کتابیں آپ کی دینی، علمی اور ملّی یادگاریں ہیں جو رہتی دنیا تک آپ کی تقدس مآب اور ملت نواز زندگی کی یاد دلاتی رہیں گی۔

اس مختصر مقالہ میں آپ کی حیات مبارکہ کا تعارف مقصود نہیں بلکہ آپ کی تصنیف ''مرآۃ الحرمین الاحضا مع فضائل مسجد اقصیٰ'' کا اجمالی تعارف پیش نظر ہے اور بس۔

حضرت قاضی عبد القدوس قادری علیہ الرحمہ نے تصنیف کا آغاز کس سن میں کیا، اس کا تعین تو نہ ہو سکا لیکن آپ سے درجن سے زائد کتابیں یادگار ہیں۔ ان میں درج ذیل کتابوں کے نام ملتے ہیں:

۱— تذکرۃ النعمان: حضرت امام اعظم کی شان میں منظوم رسالہ جس میں دس ہزار سے زائد اردو اشعار ہیں۔

۲— تحقیق المذاہب فی تقلید الائمۃ والمناقب۔ رد غیر مقلدین/ اہل حدیث میں شاندار مدلل کتاب۔

۳— مرآۃ الحرمین الاحضا مع فضائل مسجد اقصیٰ۔ یہ ایک حج گائیڈ ہے جس میں حرمین طیبین اور مسجد اقصیٰ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس کا تعارف ابھی آتا ہے۔

۴— شرح تحفہ محمد یہ فی رد فرقہ مرتدیہ۔ غیر مقلدوں وہابیوں کے رد پر مشتمل یہ کتاب حضرت مولانا اشرف علی گلشن آبادی کی کتاب ”تحفۂ محمدیہ“ کی شرح ہے۔اس کا تعارف ابھی آتا ہے۔

۵— خطب مترجمہ منظومہ ۵۰۴ :رصفحات پر پھیلے ہوئے آپ کے ۹۵ رعربی خطبات اوران کے منظوم اردو ترجمہ کا مجموعہ۔

۶— ترجمہ مدارج النبوۃ للشیخ المحقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

۷— تنبیہ الغفول فی اثبات اسلام آباء الرسول۔ [تنبیہ الضلول للسیوطی کا اردو ترجمہ]

۸— احکام قدسی [فقہ حنفی کے مطابق مسائل نماز پر مشتمل ایک رسالہ]

۹— آداب قدسی [آداب نماز کے بیان پر مشتمل ایک رسالہ]

۱۰— عقائد قدسی۔موضوع نام سے ظاہر ہے۔

۱۱— غایۃ تحقیق الکلام فی جواز تقبیل الاقدام۔قدمبوسی کے جواز پر ایک فقہی رسالہ۔ یہ مطبوعہ رسالہ خدابخش لائبریری، پٹنہ میں موجود ہے لیکن حضرت کے اسم گرامی کے ساتھ ”بنگلوری“ تحریر نہیں ہے۔لیکن اسلوب سے یہی ظاہر ہے کہ یہ آپ ہی کی تصنیف ہے۔اندراج نمبر AC49258:

مرآۃ الحرمین الاحضا مع فضائل مسجد اقصیٰ

حضرت قدسی کی یہ کتاب رہنمائے حج وزیارت ہے جو اٹھائیس مستند اسلامی کتابوں کے مطالعہ کے بعد تیار کی گئی ہے اس کی خصوصیت یہ ہے اس میں حرمین طیبین مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے ساتھ ساتھ قبلۂ اول بیت المقدس کا تعارف اوراس کے آداب بھی بیان ہوئے ہیں۔اس کتاب کا دوسرا تاریخی نام ”اعلام مساجد ثلاثہ“[۱۲۸۶ھ] ہے۔پوری کتاب ایک مقدمہ، تین قسم اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔اس کتاب کی تصنیف میں درج ذیل مستند کتابوں سے خاص طور پر مدد لی گئی ہے:

۱— ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، احمد بن محمد خطیب قسطلانی [م ۹۲۳ھ] ۲—شرح صحیح مسلم، امام حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی [م ۶۷۶ھ]، ۳— شرح مشکوٰۃ المصابیح [فارسی]، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ۴— ہدایہ، امام مرغینانی، ۵— فتح القدیر شرح ہدایہ، شیخ کمال الدین امام ابن ہمام، ۶— شرح وقایہ مع حاشیہ چلپی، ۷— الدر المختار علی تنویر الابصار، علامہ علاء الدین الحصفکی [م ۱۰۸۸ھ]، ۸— حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، ۹— رد المحتار علی الدر المختار، علامہ سید محمد ابن عابدین شامی، ۱۰— فتاویٰ عالمگیری، ۱۱— مناسک، ملا علی قاری، ۱۲— وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ، علامہ نورالدین سمہودی مدنی، ۱۳— جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ۱۴— اعلام العلماء الاعلام فی احوال مسجد الحرم [تاریخ مکہ]، ۱۵— فتوح الحرمین، علامہ عبدالرحمن جامی، ۱۶— انس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل، شہاب الدین ابومحمد دین محمد، ۱۷— اتحاف الاحضا بفضائل مسجد الاقصیٰ، امام عبدالرحمن جلال الدین سیوطی، ۱۸— معارج النبوۃ، شیخ معین الدین ہروی، ۱۹— مدارج النبوۃ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

حضرت مصنف کتاب کے آغاز میں لکھتے ہیں:

”شاہ عبدالقدّوس ابن سیّد محمد جلال شاہ قادری غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ یہ عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر بہ توفیق باری عزّ اسمہ سن بارہ سو پچاسی ہجری ۱۲۸۵ھ میں حج کے ارادے سے چلا۔جہاز میں یاران ہمدم ورفیقان راسخ قدم نے التماس کیا کہ مسائل حج اور آداب زیارت اور ذکر بیت المقدّس اپنے محاورے کی بول چال ہندی قیل وقال میں لکھنا چاہیئے۔تا نا واقفوں کو ہدایت اور حاجیوں کو اعانت ہو۔

لہٰذا یہ عاجز نے لکھنا شروع کیا۔الحمد للہ کہ بندر جدّہ کو پہنچا، رسالہ بتوفیق ایزدی تمام ہوا۔رسالہ کا نام ”مرآت الحرمین الاحضا معہ فضائل مسجد اقصیٰ“ رکھا کہ جس کی تاریخ ”اعلام مساجد ثلاثہ [۱۲۸۶ھ] ہے“۔[مرآت الحرمین الاحضا، ص ۲، مطبع آئینہ، جامع مسجد لشکر گاہ بنگلور، ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء]

اس کتاب کے مقدمہ میں سولہ بحثیں ہیں۔ان میں حج کی تعریف، اس کی فرضیت، فرضیت کے شرائط، سفر حج کے کے مستحبات، فرضیت حج کے منکر کا حکم، حج کی سعادت کسے حاصل

ہوتی ہے؟ ادائیگی حج میں تاخیر کا وبال، امت محمدیہ سے پہلے کس پر حج فرض تھا؟ کعبہ معظّمہ کے تعمیری مراحل، تعمیر ابراہیمی، حضور ﷺ کے زمانے میں اور آپ کے عصر مبارک کے بعد خانۂ کعبہ کی تعمیر جدید، حج کب فرض ہوا؟ حضور کا طریقۂ حج، فضائل حج وعمرہ کی احادیث مبارکہ، حاجی کے فضائل، اس مقدمہ کے نمایاں گوشے ہیں۔

مصنف نے پہلی قسم میں مکہ معظّمہ کے احوال ان نو ابواب میں بیان کئے ہیں:

۱- کعبہ معظّمہ جانے کے آداب، ۲- فرائض حج، ۳- عمرہ، ۴- احرام، ۵- طواف، ۶- ادائیگی حج، ۷- حدود حرم شریف، ۸- مکہ معظّمہ میں اقامت، ۹- حج بدل۔ ان ابواب کے ضمن میں بہت ساری ذیلی بحثیں بھی ہیں۔

دوسری قسم مدینہ منورہ کے احوال پر مشتمل ہے جس میں درج ذیل تیرہ ابواب ہیں:

۱- مدینہ منورہ کے اسمائے گرامی، ۲- فضائل مدینہ طیبہ، مدینہ منورہ میں کس نے سب سے پہلے سکونت اختیار کی؟، ۴- ہجرت نبوی، ۵- تعمیر مسجد نبوی کی کیفیت اور تعمیری تفصیلات، ۶- حضور اقدس ﷺ کے بعد مسجد نبوی میں تعمیری اضافے، ۷- مسجد نبوی، روضۂ نبوی اور منبر شریف کے فضائل، ۸- مسجد قُبا اور مدینہ طیّبہ کی دوسری مساجد، ۹- مدینہ طیّبہ کے کنویں، ۱۰- مدینہ طیّبہ کے متبرک مقامات، ۱۱- جنت البقیع، ۱۲- جبلِ اُحد اور شہدائے جنگ اُحد، ۱۳- زیارت دربار شہنشاہ کونین سرور دارین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے آداب اور حیات انبیائے کرام علیہم السلام کی بحث۔

اس کتاب کی تیسری قسم بیت المقدس کے حالات بیان کرتی ہے جس میں بارہ ابواب ہیں:

۱- مسجد اقصیٰ کے اسمائے گرامی، ۲- بیت المقدس کی تعمیر داؤدی وسلیمانی، ۳- قبۃ الصخرۃ کا وصف، ۴- بیت المقدس کی نماز کی کیفیت، ۵- صخرہ سے پانی نکلنا، ۶- قبۂ معراج، ۷- بیت المقدس کی دیوار، ۸- بیت المقدس کے تاریخی اور متبرک مقامات، عین سلوان، بیر ایوب، جبل قاسیون وغیرہ، ۹- بیت المقدس کی فتح فاروقی، ۱۰- بیت المقدس کی زیارت کرنے والے حضرات انبیاء وصحابہ وتابعین وغیرہم، ۱۱- بیت المقدس کی زیارت ابراہیمی، ۱۲- ملک شام کی فضیلت۔

اخیر میں ''فائدہ'' کے عنوان سے ایک اضافہ ہے جس میں مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ کے سفر کی منزلیں درج ہیں، پھر خاتمۃ الکتاب ہے۔ خاتمۃ الکتاب میں حضرت مصنف تحریر فرماتے ہیں:

''بفضل رب العالمین وبہ طفیل خاتم المرسلین وشفیع المذنبین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ رسالہ متبرّکہ اختتام کو پہنچا، ہر احوال اس کا انجام کو پہنچا۔ اگرچہ یہ رسالہ بندر جدّہ میں تمام ہوا [لیکن] جس وقت حرمین الشریفین زادہما شرفاً وتعظیماً کو پہنچا، ہر ایک اماکن متبرّکہ کو بخوبی ناپ کر تحقیق سے لکھا اور بیت القدّس کے احوال کو ''اتحاف الاحضار'' اور ''انس الجلیل'' سے نقل کیا اور وہاں کے ہر ایک اماکن عالیہ کا عرض وطول نہ ملا، کیوں کہ وہاں جانے کا اتفاق نہ ہوا، ورنہ ہر ایک اماکن کا حال مثل حرمین الشریفین کے لکھا جاتا، لاکن [لیکن] اشکال اس کے قیاساً لکھ دیا اور یہ بندہ جب تک مکّہ زادہ اللہ شرفاً وتعظیماً میں رہا، مسودہ کو درست کرتا رہا۔ بعد مراجعت کے راہ میں مبیضہ شروع کیا۔ جب سن ایک ہزار دوسو چھیاسی ہجری [۱۲۸۶ھ] مقدسہ ماہ ربیع الاوّل تاریخ پانزدہم میں قریب السقوطرہ کے پہنچا، مبیضہ بھی بعون الملک الوہاب تمام ہوا۔ اب ناظرین سے اُمیّد اس بات کی ہے کہ اس محرّر سطور کو دُعائے خیر سے یاد کریں۔ علی الخصوص ان اماکن ثلاثہ میں پہونچیں، دُعائے خیر سے مشرف فرماویں، کیوں کہ دُعا کو اثر عظیم ہے۔ رباعی از محرر سطور

ازفضل خدا بحسن وخوبی   تاریخ کہا ہے اس کی قدسی

اللّٰھم ارزقنا حج بیتك المنیف وزیارۃ قبر نبیك الشریف واختتم بالایمان بجاہ نبیك رسول الانس والجان اٰمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین

اسلاف و اخلاف

برحمتك يا ارحم الراحمين۔"[مرآت الحرمین الاحضا، ص ۱۹۷ – ۱۹۸، مطبع آئینہ، جامع مسجد لشکر گاہ بنگلور، ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء]

اس کتاب کے اخیر میں حکیم سید محی الدین عبرت صاحب کی تقریظ درج ہے جو بہت ہی مسجع عبارت میں لکھی گئی ہے۔

اس رباعی پر اس تقریظ کا اختتام ہے۔

طبع گردید این کتاب نفیس — ہاتفم سال انطباعش را

اس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب تصنیف کے نوسال بعد ۱۲۹۱ھ میں طبع ہوئی۔

حج وزیارت کے موضوع پر اردو زبان میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور آج بھی لکھی جارہی ہیں۔حرمین طیبین کے تعمیری اضافوں اور سفری سہولتوں کے بدلتے زاویے کے پیش نظر زائرین حرم کے لئے مصنّفین کی ہدایات بھی ترقی پذیر رہیں لیکن مناسک حج اور حاضری بارگاہ عرش جاہ کے آداب تو وہی ہیں،البتہ پیش کش کا انداز مختلف ہے۔میری نگاہ سے اس موضوع پر جو کتابیں گزریں،ان میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کی "انوار البشارة فی مسائل الحج والزیارة"،علامہ سید سلیمان اشرف اصدق رضوی علیہ الرحمہ کی "الحج" اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی قادری رضوی کی کتاب "بہار شریعت" کا چھٹا حصہ بہت کارآمد،قیمتی اور مفید کتابیں ہیں،ان تمام کتابوں کے درمیان حضرت قاضی سید عبد القدوس قادری علیہ الرحمہ کی "مرآة الحرمین" کو چند امتیازی خصوصیات حاصل ہیں:

۱– اس کتاب کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ ہندوستان میں رائج قدیم وجدید اردو کتابوں میں عموماً حرمین شریفین کے آداب زیارت اور مسائل حج وزیارت بیان ہوئے ہیں اور عام مسلمانوں کے لئے وہی کافی ہیں۔لیکن اس کتاب میں قبلۂ اول بیت المقدس کے حالات اور آداب زیارت بھی بیان ہوئے ہیں۔

۲– دوسری خصوصیت یہ کہ اس کتاب میں متبرک مقامات کی بہت تفصیلی قلمی تصویریں،خاکے اور نقشے دیے گئے ہیں اور مناسک حج کو نقشوں اور خاکوں کے ذریعہ سمجھا گیا ہے جس کی بدولت اس کتاب نے حرم ثلاثہ کے البم کی صورت اختیار کر لی ہے۔

۳– اس کتاب کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ہر جگہ معمولات اہل سنت کو ترجیحی انداز میں واضح رکھا گیا ہے اور بہت سی متعلقہ نادر معلومات فراہم کی گئی ہیں جو عام کتابوں میں دستیاب نہیں،مثلاً مدینہ طیبہ اور مسجد اقصیٰ کے اسمائے گرامی، تینوں حرم کا تاریخی پس منظر اور وہاں کی تعمیرات کا عہد بہ عہد جائزہ جو دیگر کتابوں میں عموماً دستیاب نہیں ہوتا۔

مجموعی طور سے یہ کتاب اپنے عہد تک کے زائرین حرم کے لئے بے حد معلوماتی اور ایمان افروز رہنما ہے۔۱۲۸۲ھ میں مکمل ہونے والی اس تصنیف پر ایک سو باون سال بیت چکے ہیں اور ڈیڑھ سو سال کے اس طویل عرصے میں دنیا بالخصوص مشرق وسطیٰ نے بے شمار انقلابات روزگار کا سامنا کیا ہے۔ سلطنت عثمانیہ کا سقوط،دو عظیم عالمی جنگیں،اقوام متحدہ کا قیام، ۱۹۲۵ء میں حرمین طیبین پر آل سعود کا تسلط اور حرمین طیبین کے بے شمار آثار متبرکہ کی پامالی،۱۹۴۸ء میں اسرائیل کا قیام اور پھر سعودی توسیعاتی مشن کے تناظر میں حرمین طیبین کی حدود کا کیا سے کیا ہو جانا،ان تمام تغیرات اور سفری سہولتوں نے زائرین حرم کے بہت سے مسائل کم کئے ہیں اور بہت سے جدید مسائل کا اضافہ کیا ہے۔

اس سیاسی اور سماجی تبدیلی کے پیش نظر اس کتاب کی اہمیت اور حیثیت مزید دستاویزی اور تاریخی ہو جاتی ہے۔کیونکہ اس میں بہت سے ان آثار متبرکہ کی تفصیل محفوظ ہے جنہیں نجدی اور سعودی تسلط اور اسرائیلی جارحیت نے میٹ دیا ہے۔یہ ایک تاریخی المیہ ہے کہ امت مسلمہ نے جن اسلامی آثار متبرکہ کو بارہ سو سال سے بہت کاوش،کوشش،محنت،محبت اور سلیقے سے بچا بچا کر،سجا سجا کر ہم تک پہنچایا تھا،انہیں یہودی اور سعودی تسلط نے یک لخت القت کر دیا۔

ہر قوم اپنے مذہب اور رجال کے آثار سنبھال سنبھال کر رکھتی ہے۔کیونکہ یہ اُن کا سرمایۂ افتخار بھی ہے،آئینۂ ماضی بھی اور مستقبل کی رہنمائی کے لئے روشن کہکشاں بھی۔اسی لئے وہ

اسی مد میں کروڑوں اربوں کا سرمایہ صَرف کرتی ہے۔دنیا میں موجود آثار قدیمہ اور ممالک وبلاد میں پھیلے ہوئے میوزیم کے سلسلے اس کے بہترین شاہد ہیں۔لیکن سعودی اور یہودی تسلط نے بہت بے دردی سے ان آثار کو تباہ کیا ہے جو اپنے دامن میں عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی مقدس یادگاریں،تاریخیں اور قدسی لمحات کے سنہرے نقوش سمیٹے ہوئے تھے۔سرسید کی کرسی،بوٹس،اورقلم ودوات،ڈیسک بطور یادگار محفوظ کئے جاسکتے ہیں تو سرکار رسالت مآب اوران کے جاں نثاروں کی یادگاریں کیوں اس بے توجہی بلکہ بے دردی کی مستحق سمجھی جائیں۔فیاللاسف!

■ ■ ■

ص ۳۸ رکا بقیہ ....

مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی،آپ دبئی میں بھی کافی وقت تک مقیم رہے ہیں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شیخ عیسی مانع حمیری سے علمی وتحقیقی ملاقات کے آپ مشاہد ہیں اس کے متعلق آپ نے اپنا مشاہدہ بھی بیان کیا اور پروفیسر طاہر القادری کا رد بھی کیا اوراس کے ادارہ کو منہاج الشیطان بتایا۔اس کے بعد ناچیز فقیر قادری کی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے متعلق تفصیلی تقریر ہوئی جس کو علما ومشائخ نے پسند کیا اور ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

حضرت علامہ محمد اسمعیل نعمانی، پرنسپل الامین باریہ کامل مدرسہ، چاٹگام،حضرت علامہ قاضی محمد صادق الرحمن ہاشمی صاحب سجادہ الامین ہاشمیہ دربار شریف، چاٹگام،حضرت علامہ محمد شفیع العالم نظامی، شیخ التفسیر غوثیہ معینیہ مدرسہ، ہاٹ ہزاری،حضرت مولانا ابوناصر محمد طیب علی،مدیر معین ماہ نامہ ترجمانِ اہل سنت، چاٹگام،حضرت مولانا محمد نظام الدین رضوی، ناظم اعلی الامین باریہ درس نظامی مدرسہ، چاٹگام،حضرت مولانا قاری محمد جابر احمد صاحب مدرس الامین باریہ درس نظامی مدرسہ، چاٹگام،حضرت مولانا عبدالمجید صاحب، مدرس الامین باریہ درس نظامی مدرسہ چاٹگام،حضرت مولانا عزیز الحق حسینی صاحب مدرس مدرسہ عزیزیہ حسینیہ، چاٹگام،حضرت مولانا محمد نظام الدین رضوی صاحب ناظم اعلی الامین باریہ درس نظامی مدرسہ، چاٹگام وغیرہ کے علاوہ بنگلہ دیش کے دیگر مشہور معروف علما، یہاں کے مدارس کے طلبہ وعوام نے کثیر تعداد میں شرکت کی ہال کی دونوں منزلیں سامعین سے بھری ہوئی تھیں۔

ناچیز کی تحریک پر حضرت مولانا محمد نظام الدین رضوی دامت برکاتہم نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک کتاب تحریر فرمائی۔حضرت مولانا مفتی قاضی سید محمد شاہد الرحمن صاحب دام ظلہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف ہجرت رسول کا بنگلہ زبان میں ترجمہ فرمایا۔ان دونوں کتابوں کا اسی عظیم الشان کانفرنس میں اجرا عمل میں آیا۔ اس کے بعد صلا و سلام اور دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی‘‘۔

یہ صرف ایک کانفرنس کی تفصیلی روداد تھی یہاں مسلسل حضرت کی حیات وخدمات کے متعلق پروگراموں اور کانفرنسوں کا دور چل رہا ہے حضرت کی دیگر تصنیفات کو بنگلہ زبان میں منتقل کرنے کا سلسلہ بھی جاری ساری ہے، صد سالہ عرسِ رضوی کی تیاریاں بھی مختلف زاویوں سے زوروشور سے چل رہی ہیں، اس سال صد سالہ عرس رضوی میں تقریباً ڈیڑھ سو علمائے کرام کا وفد بریلی شریف جائے گا اس کے متعلق بھی مشورے اور دیگر ضروری کوششیں شروع ہوچکی ہیں، بریلی شریف میں عرس چہلم ہونے کے بعد شہزادہ حضور تاج الشریعہ کے مسلسل کئی پروگرام بنگلہ دیش میں ہونا ہیں اس کے متعلق بھی رابطہ شروع کیا جاچکا ہے۔اللہ تعالیٰ تمام علمائے اہل سنت کی دینی خدمات کو قبول فرمائے۔

مسلک اعلیٰ حضرت سلامت رہے
ایک پہچان دینِ نبی کے لیے
مسلکِ اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لیے

■ ■ ■

اسلاف و اخلاف

از: محمد راحت خان قادری *

وصالِ تاج الشریعہ اور علمائے بنگلہ دیش

گوشۂ تاج الشریعہ

شیخ الحدیث: الامین باریہ کامل مدرسہ، چاٹگام بنگلہ دیش

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری علیہ الرحمہ نے عالمی و روحانی پیمانے پر علمی و روحانی اور دینی خدمات انجام دی ہیں جس کے اثرات آج بھی پورے عالم میں محسوس کیے جاسکتے ہیں آپ کے وِصالِ پُر ملال سے صرف ایک گھر یا خاندان یا ایک شہر یا ایک ملک ہی متاثر نہیں ہوا بلکہ پورے عالمِ سنیت میں غم و اندوہ کی ایک لہر دوڑ گئی، علما مشائخ کی آنکھیں اشک بار ہوئیں، مساجد کے ائمہ اور مدارس کے مدرسین وطلبہ کے اوپر غم کے آثار نمایاں ہوئے، مدارس میں تعطیل کے اعلانات کر کے آپ کے لیے قرآن خوانی و ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا وصال سے لے کر اب تک ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے علاوہ پوری دنیا میں تعزیتی محافل ومجالس اور دیگر طریقوں سے ایصالِ ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔

بنگلہ دیش کے علما ومشائخ اور عوام کا تعلق خانوادۂ رضویہ سے تقریبا ایک صدی پر محیط ہے جس کا تفصیلی تذکرہ ''امام احمد رضا اور علمائے بنگلہ دیش'' میں پڑھا جاسکتا ہے یہ کتاب ایک دو ہفتہ میں ''سنجری پبلی کیشن'' چاٹگام بنگلہ دیش سے شائع ہو رہی ہے۔حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے بھی یہاں کے علما ومشائخ اور عوام کے نہایت ہی مضبوط تعلقات ہیں۔علما وعوام کی ایک خاصی تعداد کا تعلق آپ کے مریدین میں سے ہے، ہندو پاک کی طرح یہاں بھی آپ کے وصال کی خبر سن کر مدارسِ اسلامیہ، مساجد، تنظیموں اور خانقاہوں میں ایصال ثواب کی محافل کا ایک سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

بنگلہ دیش کی جن مشہور خانقاہوں، اداروں، تنظیموں اور مدارس کے ذریعہ ایصال ثواب کی محافل کا انعقاد کیا گیا ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

[۱] جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ، چاٹگام [۲] مدرسہ قادریہ طیبیہ عالیہ، ڈھاکہ [۳] الامین باریہ درس نظامی مدرسہ، چاٹگام [۴] الامین باریہ کامل ماڈل مدرسہ، چاٹگام [۵] مدرسہ طیبیہ اسلامیہ سنیہ، چاٹگام [٦] مدرسہ غوثیہ عزیزیہ، ہاٹ ہزاری [۷] مدرسہ منظر اسلام، پابنہ [۸] خانقاہ عالیہ قادریہ سریکوٹیہ چاٹگام [۹] خانقاہ رضویہ نوریہ، چاٹگام [۱۰] خانقاہ رضویہ سبحانیہ، بھیرپ کشورگنج [۱۱] اسلامک ریسرچ سینٹر، دیناج پور [۱۲] اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن، بنگلہ دیش [۱۳] غوث الاعظم و اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر، ڈھاکہ [۱۴] اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر، پٹیہ، چاٹگام۔

۲/اگست بروز جمعرات ۲۰۱۸ء کو حضرت مولانا محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ کی صدارت میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے اعتراف اور آپ ایصال ثواب کے لیے ایک مجلس منعقد کی گئی جس میں حضرت کی حیات و خدمات کا تذکرہ کر کے یہ ناچیز فقیر قادری بھی شریک رہا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کے اعتراف میں ''تاج الشریعہ کانفرنس'' کے نام سے ہونے والی ایک عظیم کانفرنس کی وہ تفصیلی رپورٹ یہاں پیش کی جاتی ہے جو میرے سفرنامۂ بنگلہ دیش کا حصہ ہے:

''13 اگست 2018 کو حضرت مولانا مفتی قاضی سید محمد شاہد الرحمن صاحب دام ظلہ نے تاج الشریعہ کانفرنس بنگلہ دیش کے مرکزی شہر روس البلاد چاٹگام میں منعقد فرمائی۔ یہ کانفرنس یہاں کے مشہور معروف مسلم ہال میں منعقد ہوئی۔ اسی مسلم ہال میں 1965 اور 1968 میں منعقدہ کانفرنسوں میں حکیم الامت

حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی، غزالی زماں حضرت سید احمد سعید کاظمی اور حضرت علامہ شفیع اوکاڑوی وغیرہ نے بھی خطاب فرمایا تھا۔

تاج الشریعہ کانفرنس میں مہمان اعلی کی حیثیت سے استاذ العلما حضرت علامہ مفتی عبید الحق نعیمی شیخ الحدیث جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ چاٹگام اور مہمان خصوصی حضرت مفتی سید وصی الرحمن صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ چاٹگام اور حضرت علامہ قاضی محمد معین الدین اشرفی، شیخ الحدیث سجانیہ عالیہ مدرسہ چاٹگام وغیرہ مدعو تھے جب کہ مقرر خصوصی کی حیثیت سے ناچیز فقیر قادری کا خطاب ہونا تھا۔

تقریباً ساڑھے تین بجے حضرت مولانا محمد نظام الدین رضوی صاحب کے ساتھ ہم الامین بار یہ مدرسہ سے کانفرنس میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے سب سے پہلے ہم اندر قلعہ میں کتب مارکیٹ پہنچے وہاں کتب خانوں میں کتابوں کا جائزہ لیا اور چہل قدمی کرتے ہوئے جناب محمد ابوطیب چودھری کے قائم کردہ اشاعتی ادارہ سنجری پبلی کیشن پہنچ گیے۔ وہاں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے تقریبا ساڑھے چار بجے ہم لوگ ایک وسیع گیٹ پر تھے جہاں کچھ لوگ آنے والوں کا والہانہ استقبال کر رہے تھے ہم لوگوں کا بھی استقبال کیا گیا اور خصوصی راستہ سے ہمیں اسٹیج پر لے جایا گیا جہاں علما و مشائخ کی ایک جماعت پہلے سے موجود تھی اور کوئی شاعر اپنے عمدہ ترنم میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا مندرجہ ذیل کلام پڑھ کر محفل میں سماں باندھے ہوئے تھے۔

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں
جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کردیں
زمیں کو آسماں کردیں ثریا کو ثری کردیں
فضا میں اڑنے والے یوں نہ اترائیں ندا کردیں
وہ جب چاہیں جسے چاہیں اسے فرماں روا کردیں

اس کے کچھ ہی دیر بعد وہیں پر نماز عصر ادا کی گئی بعد عصر حضرت مولانا حافظ محمد اشرف الزمان القادری محدث جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی دینی و مسلکی خدمات پر ایک عمدہ خطاب فرمایا، جس کے بعد ایک نعت شریف پڑھی گئی اور پھر تمام حضرات نماز مغرب کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے، مغرب کی امامت حضرت مولانا حافظ محمد اشرف الزمان القادری محدث جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ نے فرمائی، نماز مغرب سے فارغ ہو کر پھر پھر ایک مرتبہ نعت شریف کا دور چلا اور اس کے بعد حضرت علامہ قاضی محمد معین الدین اشرفی، شیخ الحدیث سجانیہ عالیہ مدرسہ چاٹگام، نے خطاب فرمایا جس میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے مجاہدانہ کردار کو بنگلہ زبان میں بیان کیا اور آپ کے بعد حضرت مولانا مفتی سید وصی الرحمن صاحب، پرنسپل جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ چاٹگام، نے خطاب فرمایا۔

استاذ العلما حضرت علامہ مفتی عبید الحق نعیمی شیخ الحدیث جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ چاٹگام، [بنگلہ دیش کا سب سے بڑا تعلیمی ادارہ جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ جو یہاں مرکزی حیثیت کا حامل ہے [جس کے تمام شعبوں میں تقریبا (8000) آٹھ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں اس ادارے میں سب سے پہلے صدر المدرسین کے عہدہ پر جن کو مقرر کیا گیا ان کو بریلی شریف سے لایا گیا تھا یعنی حضرت علامہ مفتی وقار الدین رضوی قدس سرہ ان کے بعد دوسرے صدر المدرسین حضرت علامہ نصر اللہ خان افغانی قدس سرہ بھی منظر اسلام ہی کے فارغ التحصیل تھے] نے خطاب فرمایا آپ حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ کے تلمیذ رشید ہیں آپ نے اپنی تقریر میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے اپنی تین علمی و یادگاری ملاقاتوں کا تفصیلی تذکرہ فرمایا آپ اردو میں بھی عمدہ تقریر فرماتے ہیں آپ کی تقریر اردو اور بنگلہ زبان میں مشتمل تھی۔

آپ کے بعد کنز الایمان کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کرنے والے حضرت مولانا عبد المنان صاحب، نے خطاب فرمایا جس میں آپ نے حضور تاج الشریعہ کی حیات کے بقیہ ص ۳۶ پر

[دوسری اور آخری قسط]

از: مولانا رحمت اللہ صدیقی*

سیرت نگاری کا اک نیا جہاں

ان کے آثار محفوظ نہ رہیں تو پھر کون سی چیز محفوظ کی جائے گی، سعودی حکومت نے شرک کو منہدم کیا لیکن ساتھ ہی عشق کو بھی مسمار کر دیا ہے، وہ شرک و عشق میں امتیاز نہیں کر سکی حالانکہ یہ چیزیں عقیدہ نہیں تاریخ ہیں جس قوم نے سب سے پہلے دنیا کو تاریخ دی اور جس کے مآخذ کلامِ الٰہی نے محفوظ کیے ہیں۔ وہ آج اپنی تاریخ مٹانے پر تلی ہو یہ ایک المیہ ہے۔"

[شب جائے کہ من بودم، ص ۷۰]

دوسری مثال:

تین سو تیرہ نے جن میں صرف دو گھڑ سوار تھے، قریش کی ایک ہزار فوج کو جس میں ایک سو سوار تھے تین تیرہ کر دیا۔ قریش کے نامور رؤساء میں ننانوے فی صد لقمۂ اجل ہو گئے۔ ابوجہل، معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہما دو نوعمر بھائیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹ کے حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ عتبہ جو رؤسائے مکہ میں پہلے نمبر پر قریش کے لشکر کا سالار تھا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ سب کچھ اس جنگ ہی کی فتوحات تھیں اور وہ شہداء جنہیں حضور ﷺ نے خود دفنایا تھا، ان کی قبریں آج "وارثانِ سنّت" کے ہاتھوں پامال ہو چکی ہیں۔ تاریخ کے وہ عظیم الشان آثار محو ہوتے جا رہے ہیں جنہیں عتبہ و ابوجہل نہ مٹا سکے، انہیں ہم اپنے ہاتھوں محو کر رہے ہیں۔

میں ضعیف الاعتقاد نہیں اور نہ ان لوگوں میں ہوں جو اللہ والوں کی قبریں معابد بنا لیتے اور ان کی پوجا شروع کر دیتے ہیں۔ بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے جانکنی کی ساعتوں میں اپنی امّت کے لیے دُعا کی تھی کہ اے اللہ اس امّت کو گمراہی سے بچانا، جو پچھلی امّتوں کا شیوہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنے ہادیوں کی قبروں کو معابد بنا لیا تھا لیکن میرے سامنے شہداء بدر کے معابد نہیں تھے۔ خود شہدائے بدر تھے، کیا سارا اسلام ان قبروں سے بے اعتنائی میں رہ گیا ہے۔ [شب جائے کہ من بودم، ص ۱۲۵]

مثال سوم:

وقتاً فوقتاً کئی حکمران مسجد نبوی ﷺ کے رنگ و روغن اور تعمیر و نہاد میں تبدیلیاں کرتے رہے ہیں۔ مثلاً سلطان عبد الحمید نے پہلی دیواریں ڈھا کر نئی دیواریں بنوائیں اور ریاض الجنّت کے ستونوں پر سونے اور چاندی کے محلول سے آیات لکھوائیں، اسمائے باری تعالیٰ اور منتخب احادیث کندہ کرائیں۔ بعض مقامات پر تسمیہ لکھا گیا، قصیدۂ بردہ رقم کرایا لیکن موجودہ سعودی حکومت نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ اور قرآنِ پاک کی آیات کے سوا ہر چیز مٹا دی ہے، بعض ستونوں پر سیاہی پھری ہوئی اور بعض کے حروف کھود کر ان میں پلستر بھر دیا ہے۔ مرمت کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ عہد بعد کے حک و اضافہ کا علم ہوتا ہے ورنہ حکومت نے کسی جگہ کوئی نشان یا علامت نہیں چھوڑی، کوئی تحریر نہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ حصہ کس زمانہ میں اور کب بنا تھا یا اس کا معمار و مجوز کون تھا۔ ایسی ہر چیزیں بدعت ہو گئی ہیں حتیٰ کہ روضۂ اقدس پر غلاف چڑھانا بھی بدعت ہے لیکن مسجد کے فرش پر قالین بچھانا بدعت نہیں، ادب یا آرائش ہے۔

مثال چہارم:

جنّت البقیع میں کوئی عرب نہیں آتا، اصل عرب قبروں میں سو رہے ہیں اور وہی صحیح عرب تھے جن کے لیے قرآن اُترا تھا۔ اب وہاں ہم سے عجمی جاتے ہیں اور ایک ایسے منظر سے واسطہ پڑتا ہے کہ دل بیٹھ جاتا ہے۔ ان عربوں کا طرہ کیا ہے،

یہی کہ ان کے خطہ میں کعبۃ اللہ اور مدینۃ النبی ﷺ واقع ہیں۔ ان کے دامن میں جبلِ نور، جبلِ رحمت، جبلِ صفا اور جبلِ اُحد ہیں، ان کے راستے رسول اللہ ﷺ کے قدموں سے مستنیر ہیں، ان کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کو خطاب کیا، آخری نبی ﷺ ان میں سے مبعوث فرمایا، نوے فی صد تاریخ اسلام ان کی آغوش میں استراحت کر رہی ہے لیکن ان یادگاروں کے محفوظ کرنے سے انہیں شرع روکتی ہے مگر ان کے اپنے وجود لفظی ومعنوی سے ماوریٰ ہیں، انہیں ذرّہ برابر احساس نہیں کہ اس مٹی میں کون سو رہے ہیں، رسولِ مقبول ﷺ کے لختِ پارے ہیں، ان کی نورِ نظر اور اس نورِ نظر کے چشم وچراغ ہیں، چچا ہیں، چچا کے بیٹے ہیں، امّت کی مائیں ہیں، جنّت کی شہزادیاں ہیں، امام ہیں، ذوالنورین ہیں، شہداء ہیں، اولیا ہیں، فقہاء ہیں، علماء ہیں، حکماء ہیں، حلیمہ سعدیہ ہیں لیکن عرب ہیں کہ قبریں ڈھائے اور محل بنائے جا رہے ہیں۔

مجھ پر کپکپی طاری ہوئی، بیدِ لرزاں کی طرح کانپنے لگا، دل یوں ہو گیا جس طرح کنوئیں میں خالی ڈول تھر تھراتا ہے۔

[شب جائے کہ من بودم، ص ۱۶۲۔۱۶۳]

مثال پنجم:

شیعہ؟ مڑ کے دیکھا تو مدینہ یونیورسٹی کا ایک طالب علم کہہ رہا تھا: موحد! سپاہی نے کہا: طیب! رُح رُح اور چلا گیا، وہ طالب علم غالباً مطیع الرسول تھا جو مدینہ یونیورسٹی کے پاکستانی طلبہ کی طرف سے دعوت دینے ڈھونڈتا ڈھونڈتا یہاں آ گیا اور مجھے اس حالت میں پا کر خود آبدیدہ تھا۔ میں نے اس سے کہا اِن عربوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ان مزارات کی بے حرمتی کا نام ان کے نزدیک قرآن وسنّت ہے؟ کیا انہیں روحوں کے اس سفینے کی عظمت کا اندازہ نہیں؟

اُس نے کہا جذبات ہر مسلمان کے یہی ہیں اور جو مسلمان عقیدتوں کے آبگینے لے کر باہر سے آتا ہے اس کو ایسی ہی ٹھیس لگتی ہے لیکن آلِ سعود کی فرماں روائی سے پہلے بدعت، گمراہی اور شرک انتہا کو پہنچ چکے تھے۔

میں نے مطیع الرسول کی بات کاٹتے ہوئے کہا، منطق کے ڈھیر الگ کیجیے سوال اتنا ہے کہ اُس بدعت اور اِس شدت میں کیا رشتہ ہے، گمراہی کو روکنے کی آڑ میں بے حرمتی جائز ہے؟ کیا عشق کا نام عربوں کی لغت میں شرک ہے؟ یا ان کے ہاں سرے سے یہ لفظ ہی موجود نہیں، ان کے دل ابھی تک بنواُمیہ ہیں۔

میں عربی سے واقف ہوتا تو کوہِ صفا اور جبلِ اُحد پر کھڑے ہو کر پکارتا: اے محمد ﷺ کے ہم وطنو! تم نے جنّت البقیع میں ہَل پھروا کر ہمارے دل کے شیشے توڑ دیئے ہیں اور اب ان میں کوئی صدا باقی نہیں رہ گئی ہے۔ [شب جائے کہ من بودم، ص ۱۷۲]

مثال ششم:

غیر ملکی طاقتوں نے عربوں کو جس طرح خوار وزبوں کیا ہر کسی کو معلوم ہے، اب عربوں کی شکلیں مسلمان ہیں، عقلیں گمراہ ہو چکی ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ مسلمان ملکوں کے نظامہائے حکومت میں عموماً اُن اقلیتوں کے افراد کلیدی عہدوں پر فائز ہیں، جنہیں مسلمانوں کے سوادِ اعظم سے کوئی تعلق یا رابطہ نہیں، وہ اپنے مخصوص عقائد رکھتے اور عملاً اسلام سے کنارہ کش ہیں اور جو مسلمان ہیں وہ مغرب کے زیرِ اثر تجدّد پسند ہیں۔ جہاں اشتراکی، دروزی، نصیری، قبطی اور حلولی ہیں، وہاں اس سے مختلف نتائج پیدا نہیں ہو سکتے جواب پیدا ہو رہے ہیں بلکہ ان کا وجود ہی ان نتائج کے لیے ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ اس قوم سے وہ لوگ کیوں کر اُٹھے جو پوری انسانیت کا ماضی ہیں اور اب اس کی مٹی اتنی بانجھ کیوں ہو گئی ہے کہ صدیوں سے ان کے ویرانہ میں کوئی رونق نہیں، کوئی ایسا چہرہ نہیں ابھرتا جو انہیں اور اس کائنات کو دگرگوں کر دے، کتنا شاندار زمانہ چھوڑ کر یہ قوم کس زمانہ میں آ گئی ہے کہ اس کی شجاعت کا درخت سوکھ کر ٹھنٹھ ہو گیا ہے۔

[شب جائے کہ من بودم، ص ۱۹۹]

مثال ہفتم:

میں صبح ہونے سے دو تین گھنٹے پہلے روضہ اقدس سے نکل

سیرتِ رسول

کے ہوٹل جارہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی: شورش صاحب! شورش صاحب! مڑ کے دیکھا تو ادھیڑ عمر کے ایک بزرگ چلے آرہے ہیں، میں رُک گیا، انہوں نے کہا:

یہ پاس ہی میرا مکان ہے، میرے ساتھ ایک پیالی چائے پی لیں۔ اس وقت ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اس وقت اگر چائے پی تو پھر نیند نہیں آئے گی، ابھی تھوڑی سی دیر میں فجر کی اذان ہوگی اور مجھے دوبارہ آنا ہے۔ انہوں نے اصرار کیا اور کہا میرا مکان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مکان کا حصہ ہے، چلیے مجھے خوشی ہوگی، ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ نے جس عشق اور ہمت کا ثبوت دیا ہے میرے دل میں اس کی بڑی قدر ہے۔ میں ان کے ساتھ ہو گیا اور وہ مجھے اپنے ساتھ مکان میں لے گئے، بالکل باب النساء کے سامنے پاکستان ہاؤس کے ساتھ ہی ان کا مکان ہے۔ فوراً ہی بجلی کے چولہے پر چائے تیار کی، ان کے پاس بے شمار ریکارڈز، ٹیپ ریکارڈز اور گراموفون پڑے تھے، ان میں بیسیوں قاریوں کی آوازیں محفوظ ہیں۔ کہنے لگے:

یہ چائے تو محض بہانہ تھا، آپ کو ایک چیز دینا ہے، سمجھتا ہوں کہ آپ اس کے مستحق ہیں۔ جن دنوں آپ ختم نبوت میں قید تھے اور آپ نے جان کی بازی لگائی تھی، ان دنوں آپ کے لیے یہاں بے شمار دُعائیں کی گئیں اور میں نے تب ہی یہ چیز آپ کے لیے رکھ دی تھی۔

اپنے عشق کا ماجرا بیان کرتے ہوئے کہا: میرے بیٹے مجھے اخراجات کے لیے چار پانچ سو روپے ماہانہ بھیج دیتے تھے لیکن اللہ نے مجھے ایسی نوکری دے دی ہے کہ اس سے بڑی عزت کی نوکری ہی نہیں، میں نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگے:

میں حضور ﷺ کے روضہ میں جھاڑو دیتا ہوں، یہ عزت کب ملتی ہے جب تک وہ منظوری نہ دیں۔

اس کے بعد آبدیدہ ہو گئے بولے عرصہ ہوتا ہے میں گنبدِ خضریٰ پر کپڑا پھیر رہا تھا تو پلستر کی ایک ٹکڑی الگ ہو گئی، جانے کتنی صدیوں سے اس کو روضۂ اقدس پر سائبانی کا شرف حاصل تھا۔ میں نے اس ٹکڑی کو خوشبوؤں میں بسا کے رکھا ہے، یہ ایک انچ کا ٹکڑا آپ کی نذر ہے۔ خوشبو میں بسا کر چاندی کی ڈبی میں رکھ چھوڑیں، عشق کی بات ہے آخری وقت اولاد سے کہہ دیجیے گا کہ کفن میں ساتھ رکھ دے، میں نے شکریہ ادا کیا اور اس نعمت غیر مترقبہ کو لے کر یوں محسوس کیا گویا ایک ذرّہ ناچیز کو کائنات مل گئی۔ [شب جائے کہ من بودم، ص ۲۰۱۔۲۰۲]

شورش کاشمیری صاحب کی کتاب ''شب جائے کہ من بودم'' ان کا سفر نامہ حجاز ہے، یہ حرمین شریفین کا برائے عمرہ ان کا پہلا سفر تھا، انہوں نے عقیدتوں کی کائنات کے ساتھ حرم کی سرزمین پر قدم رکھا تھا، لیکن مملکتِ سعودیہ کی آثار دشمنی اور تبرکات بیزاری کو دیکھ کر ان کی عقیدتیں قدم قدم پر اشکِ خوں بہاتی رہیں۔ کہیں کہیں ضبط کی سرحدیں بھی ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ کہنے کو تو کتاب سفرنامۂ حجاز ہے لیکن درحقیقت آثار وتبرکات کی تباہی اور بے حرمتی کا دلوں کو اشک آلود کر دینے والا مرثیہ ہے۔ شورش صاحب اس باب میں تنہا نہیں ہیں بلکہ جو بھی زائر حرم کی سرزمین پر قدم رکھتا ہے اس کا قریب قریب یہی حال ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی اشک ریزی کا حکومت پہ کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت کے سینے میں دل نہیں پتھر کا ٹکڑا ہے۔ حکومت گنبدِ خضریٰ کو بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھتی اگر مسلمانوں کے احتجاج کا خوف نہ ہوتا تو حکومت اپنی بدنیتی کو کب کا عملی جامہ پہنا چکی ہوتی۔

یہاں اتنی ساری مثالوں کی قطعی ضرورت نہ تھی، یہ عمل عقیدت کے زیر اثر ہوا ہے۔ مثال ہفتم موضوع سے میل نہیں کھاتی، یہ مثال آقائے کریم ﷺ سے عقیدتوں کا بے تابانہ اظہار ہے۔ اس کے مطالعہ سے ایک سنجیدہ قاری کی عقیدتوں کو تحریک ملے گی، اہلِ دل آقائے کریم ﷺ سے ہر نام و نسبت کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔

ان کے ہر نام و نسبت پہ نامی دُرود
ان کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

سیرت رسول

ان کے مولیٰ کی ان پر کروڑوں دُرود
ان کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

اردو زبان میں سیرت کے عنوان پہ جو کتابیں دستیاب ہیں، ان میں اکثریت ان مصنفین کی ہے جن کے فکر ونظر کا قبلہ درست نہیں ہے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے ایک قاری اول نظر میں یہ محسوس کرتا ہے کہ مصنفین کا مقصود سیرت نگاری نہیں بلکہ سیرت نگاری کے پردے میں اپنے فکر وخیال کی ترویج ہے، چونکہ سیرت سرورِ دوجہاں ﷺ انسانی زندگی کا ترجیحی حصہ ہے۔ سیرتِ سرورِ دوجہاں ﷺ سے ہٹ کر مقصود زندگی کا حصول دشوار ہی نہیں بلکہ دشوار تر ہے۔ جب ایک قاری سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کی نظر ایمان سوز اور عقیدت بیزار تحریروں پہ پڑتی ہے تو تھوڑی دیر کے لیے اس پہ سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ اگر معمولی پڑھا لکھا آدمی ہے تو دھیرے دھیرے ان تحریروں سے مانوس ہونے لگتا ہے، اس طرح اس کے ایمان وعقیدے کی شفافیت گرد آلود ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنا ایمان وعقیدہ تباہ کر لیتا ہے۔ قدسی صاحب کی وہ نظم جس کے بعض مصرعوں پہ جناب شمیم طارق صاحب کو شکوہ ہے، ذیل میں ملاحظہ کریں۔

وہ مقدس مکاں
مصطفیٰ جانِ رحمت کی جس جا ولادت ہوئی
نام جس کا ہے تاریخ میں مولدِ مصطفیٰ
بہتا ہے جس جگہ
فضل ورحمت کا دھارا
جہاں پہلے حرمین والے
عقیدت سے کرتے تھے میلاد کی محفلیں
پیش کرتے تھے آقا کے در پر
دُرود اور سلاموں کا تحفہ
مگر حیف صد حیف نجدی کی تخریب کاری
مقدس مکاں کو کیا منہدم ظالموں نے
یہ ویران یونہی رہا سالہا سال تک
بدل ڈالا نجدی نے اب مکتبہ میں
زیارت کی اس کی
نہیں ہے اجازت کسی کو
خدا ایسے ظالم کو غارت کرے
اور ان کی حکومت کا ہو غرق بیڑا
خدا بھیج دے پھر
صحیح العقیدہ مسلمان کی اک جماعت
بنے پاسباں ونگہباں جو حرمین کے تا ابد [سیرتِ سرورِ دوجہاں، ص ۶۳:]

ہم نے پوری نظم پیش کر دی ہے تا کہ ایک قاری کو سمجھنے میں کسی طرح کی دشواری کا سامنا نہ ہو۔ قدسی صاحب کی اس نظم کے دو مصرعوں خدا ایسے ظالم کو غارت کرے اور ان کی حکومت کا ہو غرق بیڑا، سے جناب شمیم طارق صاحب کے ذوقِ لطیف کو چوٹ لگی اور وہ قدسی صاحب کے خلاف اٹھنے سے اپنے قلم کو نہ روک سکے حالانکہ انہوں نے اگر سیرت کی ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہوتا جن میں دریدہ دہنی کا کھل کر مظاہرہ کیا گیا ہے تو وہ اپنے فیصلے پر ضرور نظرِ ثانی کرتے۔ چونکہ آقائے کریم ﷺ سے جو شئے مس ہو جاتی ہے اس کا احترام ایمانیات میں شامل ہے، جب کوئی فرد اس شئے کی عظمتوں سے الجھتا ہے جس کو آقائے کریم ﷺ سے نسبت ہوتی ہے تو عشق سراپا احتجاج بن جاتا ہے اور ایک عاشق ضبط کی ساری سرحدوں کو توڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

طیبہ نہ سہی افضل مکّہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

دشتِ گرد و پیش طیبہ کا ادب
مکّہ سا تھا یا سوا پھر تجھ کو کیا

انبیائے کرام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں، ان سے گناہ کا تصور بھی ایمان کے منافی ہے، یہ شریعت کا اٹل قانون ہے، منصب نبوت و رسالت ازلی اور ابدی ہوتا ہے، عبادت و ریاضت کی بنیاد پر کوئی نبی ورسول نہیں ہوسکتا۔ نبی کا دنیا میں کوئی استاذ بھی نہیں ہوتا، قدرت انہیں افرادِ انسانی کے

احسانات سے بھی بے نیاز رکھتی ہے۔ ان کی تعلیم وتربیت خود رب کی جانب سے ہوتی ہے، وہ زندگی کے کسی موڑ پر لمحہ بھر کے لیے بے خبر نہیں ہوتے۔ دین وشریعت کا ہر اصول ان پہ واضح ہوتا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک مدتِ کار ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پالنے میں اپنی نبوت کا اعلان فرمایا جبکہ آقائے کریم ﷺ نے اپنے نبوت ورسالت کا اعلان اس وقت فرمایا جب آپ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی۔ ایسی صورت میں کسی نبی ورسول کے لیے یہ کہنا کہ انہیں چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی یہ سراسر اسلامی اخلاقیات واصول کے منافی ہے۔ نبی لمحہ بھر کے لیے بھی منصبِ نبوت سے الگ نہیں ہوتا چونکہ اس کا ہر فعل پابندِ قدرت ہوتا ہے۔اس کی ذات ہر وقت رحمتِ الٰہی کی آغوش میں رہتی ہے۔انہیں کبھی کبھی سخت ترین کٹھنائیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔اس سے یہ سمجھنا کہ رحمتِ الٰہی ان سے روٹھ گئی ہے جہالت ونادانی ہے۔ نبی قانون داں بھی ہوتا اور قانون ساز بھی۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ وہ قانونِ دین، اصولِ دین اور تہذیب وتمدن سے یکسر بے خبر تھے، یہ آپ کی بارگاہ میں جرأت بھی ہے اور جہالت کی بدترین مثال بھی، ایسی تحریریں پڑھ کر دینی غیرت وحمیت کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور ردعمل کے طور پر جب تعقباتی سلسلہ شروع ہوتا ہے تو بعض زیادہ سیکولر افراد اسے شدت سے تعبیر کرتے ہیں۔اس اندازِ فکر سے ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ جو لوگ ایسی تحریرات کو شدت کا نام دیتے ہیں، انھیں قرآنی مزاج سے واقفیت نہیں ہے۔انسانی شدت جہاں ختم ہوتی ہے وہاں سے قرآنی شدت کی ابتدا ہوتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں ایسی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ہم قرآنی مزاج پر بعد میں گفتگو کریں گے۔

ذیل میں چند کتب سیرت کے مصنفین کی ایمان سوز اور عقیدہ بیزار تحریریں ملاحظہ کریں، مولوی عبدالشکور کاکوروی لکھتے ہیں:

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم علاوہ صادق اور امین ہونے کے نہایت نرم دل، خلقِ خدا پر شفقت کرنے والے اور شیریں کلام تھے۔جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا، لیکن باوجود ان محاسن عقلیہ کے محاسنِ شرعیہ سے آپ بالکل بے خبر تھے۔ محاسن شرعیہ کی اصل الاصول یعنی ایمان باللہ کی حقیقت بھی آپ نہ جانتے تھے۔قال اللہ تعالیٰ ووجدك ضآلاً فهدىٰ اور پایا اس پروردگار نے آپ کو راہ سے بے خبر پس ہدایت کی اس نے آپ کو۔وَقَالَ مَا كُنتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتَابِ وَلَا الایمان۔نہیں جانتے تھے آپ کہ کیا چیز ہے کتابِ خدا اور نہ جانتے تھے کہ ایمان باللہ کیا چیز ہے؟ وَقَالَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ۔ نہیں جانتے تھے اس کو آپ اور نہ آپ کی قوم کے لوگ۔ اخلاقی محاسن کے تین جزو: تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن ان تینوں سے آپ قطعاً واصلاً بے خبر تھے۔ جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتابِ الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے اور محاسن سے آپ کو کیونکر آگاہی ہوسکتی تھی۔'' [سیرت الحبیب الشفیع من الکتاب العزیز الرفیع، ص ۲۲ / اخبار النجم، پرچہ نمبر ۵، جلد نمبر ۱۰، ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ]

مولوی حکیم محمد صادق سیال کوٹی لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے قرض لیا، اس سے معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت قرض لینا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض وہ لیتا ہے جو مفلس ہو، غنی اور دولت مند کو قرض لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، حضور نے بوجہ مال نہ ہونے کے قرض لیا۔

اس حدیث میں جہاں حضور کی بہت سی صفتوں، خوبیوں، شانوں اور نبوت کے نشانوں کا پتہ چلتا ہے، وہاں یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ ایک تو حضور نے بوجہ روپیہ پیسہ نہ ہونے کے قرض لیا۔ پھر یہودی کے تقاضا کرنے پر فرمایا: مَا عِنْدِیْ مَآ اَعْطَیْتُكَ۔ نہیں ہے میرے پاس کچھ کہ دوں تجھ کو۔ معلوم ہوا کہ حضور فوق الاسباب طور سے حاجت روا، مشکل کشا، داتا، گنج بخش، مال اور رزق تقسیم کرنے والے نہیں ہیں۔کیوں کہ خود فرماتے: نہیں ہے میرے پاس کچھ کہ دوں تجھ کو۔(اے میرے قرض خواہ)

اللہ تعالیٰ نے حضور سے اقرار کرایا ہے۔ اور دنیا کو سنوایا ہے کہ کہہ دیجیے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں۔ جب

سیرت رسول

خزانے نہیں ہیں تو بانٹنا اور تقسیم کرنا خزانوں کا کیسے ہوا؟ اور خزانے مال، دولت، سونا، چاندی، رزق، اولاد، عزت، خلافت، حکومت، فراخی، صحت، شفا وغیرہ کے ہیں۔ یہ خزانے کسی کے پاس نہیں ہیں۔ نہ ان پر کسی کو اختیار اور تصرف حاصل ہے۔ پھر کتنا ظلم ہے کہ بچہ پیدا ہوا، تو نام رکھنا بہاول بخش، پیر بخش، جیلانی بخش اور حضرت علی ہجویری کو (جن کے پاس سوائے نعمتِ فقر کے کچھ نہیں) کہنا۔ داتا، داتا گنج بخش اور رحمت عالم کے متعلق کہنا: دیتے، دلاتے سب کو وہی ہیں۔ رزق حضور تقسیم کرتے ہیں۔

☆ کیا سارا رزق حضور نے امریکہ کو ہی تقسیم کر دیا ہے اور اپنی اُمت کو کہا ہے کہ تم کشکولِ گدائی لے کر امریکہ سے ہر سال گندم مانگا کرو۔ مسلمانو! کیسے تھوتھے عقیدے ہیں تمہارے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے درختوں کو بلایا۔ وہ خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جب فرمایا: واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔ وہ واپس چلے گئے۔ یہ حضور کا معجزہ ہے، کیا تم بھی حضور کے معجزے کی نقل کرتے ہوئے درختوں کو بلاؤ گے؟

الحاصل تم حضور کے کسی معجزے پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہو، اور نہ معجزے اُمت کے عمل کرنے کے لیے ہوتے ہیں، لیکن کیا وجہ ہے کہ بدر کے کافر اور مشرک مُردوں کے معجزے کو دلیل بنا کر تم اپنے مُردوں کو سنانے لگے ہو؟

بدر کے مُردوں کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزے کے سنایا، یعنی اللہ نے سنوا دیا، کیا کسی غیر نبی یعنی کسی صحابی نے بھی کسی مردے کو سنایا، یا کہا کہ مردے سنتے ہیں؟

سچی بات اور سچا عقیدہ یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ قرآن کہتا ہے: وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ○ (پ ۲۲، ۱۵) ''اور نہیں ہے تو سنانے والا ان شخصوں کو کہ بیچ قبروں کے ہیں۔'' اب قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ اہلِ قبور نہیں سنتے، مُردے نہیں سنتے۔ [جمالِ مصطفیٰ، ص ۳۴۲، ۲۷۰، ۲۷۱ مکتبہ مسلم، جمعیت منزل، بربرشاہ، سری نگر، کشمیر، سن اشاعت ۱۹۹۲ء]

مذکورہ اقتباسات میں جس عقیدت سوز ذہنیت کا مظاہرہ کیا گیا ہے اگر اس کے رَد میں شواہد اکٹھا کیے جائیں تو مجلدات تیار ہو سکتی ہیں، لیکن یہاں اتنا وقت بھی نہیں ہے اور موقع بھی، مگر ہم مذہبی، علمی اور انصاف پسند دنیا سے اتنا ضرور پوچھنا چاہیں گے کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس طرح کے الفاظ کا استعمال کرنا کہ محاسنِ اخلاق کے تین جز ہیں تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور سیاستِ مدن اور آپ ان تینوں سے قطعاً و اصلاً بے خبر تھے۔ آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتابِ الٰہی کیا ہے؟ خدا کیا ہے اور ایمان کس چیز کا نام ہے؟... آپ مفلس تھے۔ اگر مفلس نہ ہوتے تو دوسروں سے قرض کیوں لیتے؟ حضور کو حاجت روا، مشکل کشا کہنا درست نہیں، مُردے سنتے نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ادب اور عقیدت اسی کا نام ہے تو بے ادبی اور عداوت کس چیز کا نام ہے۔ جبکہ قرآن و احادیث میں مُردوں کے سننے کے حوالے سے بکثرت شواہد موجود ہیں۔ یہ بہت ہی مشہور و معروف حدیث ہے اور عام مسلمانوں کے عمل میں بھی ہے۔ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم قبرستان جاؤ تو اہلِ قبر کو یوں سلام کرو: السلام علیکم یا اھل القبور۔ اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو۔ حدیث پاک ہے کہ سلام کرنا سنّت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔

انصاف پسند اور علم دوست دنیا پر یہ حقیقت خوب اچھی طرح روشن ہے کہ ربّ کریم اپنی مخلوقات میں آقائے کریم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت فرماتا ہے۔ محبت کا عالم یہ ہے کہ اگر اسے اپنے محبوب کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو کائنات کی کسی بھی شئے کو وجود نہ ملتا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

اپنے محبوب سے ربّ کائنات کی محبت کو عہدِ میثاق سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ رب نے اپنے محبوب کو قرآنِ حکیم میں کہیں بھی نام لے کر خطاب نہیں فرمایا۔ طٰہٰ، یٰسٓ، مزمّل، مدثّر یہ خطاب کے الفاظ ہیں۔ عزازیل کے مردود بارگاہِ الٰہی ہونے کا سبب کیا ہے؟ یہی کہ اس نے اللہ کے محبوب کی تعظیم سے انکار کیا۔

بندے جرم کرتے ہیں، رب چشم پوشی فرماتا ہے۔ لیکن جو اس کے محبوب کی بارگاہ میں جرأت و جسارت کرتا ہے اسے رب کسی بھی صورت میں معاف نہیں فرماتا۔ قرآن حکیم میں اس کی بکثرت نظیریں موجود ہیں۔ ولید ابن مغیرہ نے حضور سید عالم ﷺ کو مجنون کہا، ربّ کائنات نے بروقت اس کا محاسبہ فرمایا اور ایسا محاسبہ کہ اسے پڑھ کر ایک عام انسان کا پورا وجود کانپ اُٹھتا ہے۔ قرآن حکیم کا اندازِ خطاب ذیل میں پیش ہے:

"نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ
رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲﴾ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ﴿۳﴾
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ
﴿۵﴾ بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ
ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۪ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۷﴾ فَلَا
تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾
وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیْمٍ
﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ
زَنِیْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِیْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى
عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ
عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

قلم اور اس کے لکھے کی قسم! تم اپنے رب کے فضل سے مجنوں نہیں اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے اور بے شک تمہاری خو، بو (خلق) بڑی شان کی ہے، تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لو گے۔ اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون مجنوں ہے۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے، جو اس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔ تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا، وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل، بہت طعنے دینے والا، بہت اِدھر اُدھر لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا گنہگار، درشت خو، اس سب پر طرّہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا، اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے، جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتیں کہتا کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں، قریب ہے کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔" [سورۂ قلم، پارہ ۲۹، ترجمہ کنز الایمان]

آیت کریمہ کی مختصر تفسیر ذیل میں ملاحظہ کریں:

"اس سورت کا نام سورۂ نون و سورۂ قلم ہے۔ یہ سورۂ مکّہ ہے۔ اس میں دو رکوع، باون آیتیں، تین سو کلمے، ایک ہزار دو سو چھپن حرف ہیں۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم ذکر فرمائی۔ اس قلم سے مراد یا تو لکھنے والوں کے قلم ہیں، جن سے دینی دنیوی مصالح و فوائد وابستہ ہیں اور یا قلم اعلیٰ مراد ہے جو نوری قلم ہے اور اس کا طول فاصلہ زمین و آسمان کے برابر ہے۔ اس نے بحکم الٰہی لوحِ محفوظ پر قیامت تک ہونے والے تمام اُمور لکھ دیئے (۳) یعنی اعمالِ بنی آدم علیہ السلام کے نگہبان فرشتوں کے لکھے کی قسم۔ (۴) اس کا لطف و کرم تمہارے شاملِ حال ہے۔ اس نے تم پر انعام و احسان فرمائے۔ نبوت و حکمت عطا کی۔ فصاحت تامہ، عقل کامل، پاکیزہ خصائل، پسندیدہ اخلاق عطا کیے، مخلوق کے لیے جس قدر کمالات امکان میں ہیں سب علی وجہ الکمال عطا فرمائے۔ ہر عیب سے ذات عالی صفات کو پاک رکھا۔ اس میں کفار کے اس مقولہ کا رد ہے جو انھوں نے کہا تھا: یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ۔ (۵) تبلیغ رسالت و اظہارِ نبوت اور خلق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور کفّار کی ان بے ہودہ باتوں، افتراؤں اور طعنوں پر صبر کرنے کا (۶) حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے آقائے کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے۔ حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارمِ اخلاق و محاسن افعال کی تکمیل و تتمیم کے لیے مبعوث فرمایا۔ (۷) یعنی اہلِ مکہ بھی جب ان پر عذاب نازل ہوگا۔ (۸) دین کے معاملہ میں ان کی رعایت کرکے (۹) کہ جھوٹی اور باطل باتوں پر قسمیں

سیرت رسول

کھانے میں دلیر ہے۔ مراد اس سے یا ولید بن مغیرہ ہے یا اسود بن یغوث یا اخنس بن شریق آگے اس کی صفتوں کا بیان ہوتا ہے۔ (۱۰) تا کہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالے، بخیل نہ خود خرچ کرے نہ دوسرے کو نیک کاموں میں خرچ کرنے دے۔ (۱۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کے معنی یہ فرمایا ہے کہ بھلائی سے روکنے سے مقصود اسلام سے روکنا ہے۔ کیوں کہ ولید بن مغیرہ اپنے بیٹوں اور رشتے داروں سے کہتا تھا کہ اگر تم سے کوئی اسلام میں داخل ہوا تو میں اسے اپنے مال میں سے کچھ نہ دوں گا۔ (۱۲) فاجر، بدکار، بدمزاج، بدزبان (۱۴) یعنی بد گو اس سے افعالِ خبیثہ کا صدور کیا عجب، مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ محمد (ﷺ) نے میرے حق میں دس باتیں فرمائی ہیں، نو کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں لیکن دسویں بات اصل میں خطا ہونے کی، اس کا حال مجھے معلوم نہیں۔ یا تُو مجھے سچ سچ بتا دے ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس پر اس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مر جائے گا تو اس کا مال غیر لے جائیں گے۔ تو میں نے ایک چرواہے کو بلا لیا تُو اس سے ہے۔

فائدہ: ولید نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک جھوٹا کلمہ کہا تھا مجنون۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دس واقعی عیوب ظاہر فرما دیئے۔ اس سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت اور شانِ محبوبیت معلوم ہوتی ہے، (۱۵) یعنی قرآنِ مجید (۱۶) اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جھوٹ ہے اور اس کا یہ کہنا اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم نے اس کو مال اور اولاد دی۔ (۱۷) یعنی اس کا چہرہ بگاڑ دیں گے اور اس کی بد باطنی کی علامت اس کے چہرے پر نمودار کر دیں گے۔ تا کہ اس کے لیے سببِ عار ہو۔ آخرت میں تو یہ سب کچھ ہوگا ہی مگر دنیا میں بھی یہ خبر پوری ہو کر رہی اور اس کی ناک داغیلی ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ بدر میں اس کی ناک کٹ گئی۔ كَذَا قِيْلَ خَازِنٌ وَ مَدَارِكٌ وَ جَلَالَيْنِ وَاِعْتَرَاضُ عَلَيْهِ بِاَنَّ وَلِيْدًا كَانَ مِنَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ الَّذِيْنَ مَاتُوْا قَبْلَ بَدْرٍ۔

آقائے کریم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ الٰہی میں شان یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی ایسی بات کہی جس سے آپ کی جناب میں بے ادبی کا اظہار ہوتا ہو تو رب کائنات نے اس کا سخت نوٹس لیا ہے۔ بطور مثال آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خطاب فرماتے اور آپ کے اصحاب میں سے کسی کو کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو صحابہ عرض کرتے: رَاعِنَا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اے اللہ کے حبیب! آپ ہماری رعایت فرمائیں۔ یہودیوں اور نصرانیوں کے ہاں یہ لفظ چرواہے کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ جب یہود و نصاریٰ مجلس رسالت میں ہوتے، وہ بطور مذاق کہتے: رَاعِنَا یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہود و نصاریٰ کی یہ روش ربّ کائنات کو پسند نہ آئی۔ فوراً بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت جبریل امین حاضر ہوتے ہیں اور خدائے پاک کا پیغام سناتے ہیں کہ اے اللہ کے حبیب! آپ اپنے اصحاب سے فرما دیں کہ وہ راعنا کا استعمال نہ کریں بلکہ اُنْظُرْنَا استعمال کریں۔ قرآنِ حکیم سے ایسی اور بھی نظیریں پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ رب کی رحمت نے کبھی بھی اعدائے رسالت کو برداشت نہیں کیا۔ ابولہب رشتے میں آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا ہوتا تھا۔ جب آپ نے تبلیغ دین کے لیے اہلِ مکّہ کو کوہِ صفا کے قریب آنے کی دعوت دی تو اہلِ مکہ بڑی تعداد میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے سامنے اپنی شخصیت اور خدا کی وحدانیت کو پیش کیا۔ آپ کی دعوت پر لوگ برہم ہوئے اور مکہ کو واپس ہونے لگے۔ ابولہب نے آپ کے اس عمل پر بددُعا دی۔ ابولہب کی یہ حرکت ربّ کریم کو سخت ناگوار گذری اور اس کے رد میں قرآن حکیم کی پوری ایک سورت نازل کی، جس کا نام ہی سورۂ لہب ہے۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی اعدائے رسالت کی صف میں بہت نمایاں تھی۔ اس آیت میں اس کی بھی خبر لی گئی ہے۔

آقائے کریم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

صاحبزادے کا انتقال ہوا۔ اس حادثے سے کفارِ مکہ کو بڑی مسرّت ہوئی اور انھوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نسل ختم ہوگئی۔ اب ان کے بعد ان کا کوئی چرچا کرنے والا نہیں رہا۔ کفارِ مکہ کی باتوں سے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اپنے محبوب کو ملولِ خاطر دیکھ کر رحمتِ الٰہی جوش میں آگئی اور طائر سدرہ حضرت جبریل علیہ السلام کو سورۂ کوثر لے کر اپنے محبوب کی بارگاہ میں بھیجا۔ ذیل میں سورۂ لہب اور سورۂ کوثر کا ترجمہ اور دونوں سورت کی مختصر تفسیر ملاحظہ کریں۔

سورۂ کوثر: اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ② اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ③ ترجمہ: اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں ۲ تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو ۳ اور قربانی کرو ۴ بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے ۵ [سورۂ کوثر، ۳۳/پ ۳۰، کنز الایمان]

آیات کی تفسیر اور فضائل کثیرہ عنایت کرکے تمام خلق پر افضل کیا۔ حسنِ ظاہر بھی دیا، حسنِ باطن بھی، نسب عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوضِ کوثر بھی، مقامِ محمود بھی، کثرتِ اُمت بھی، اعدائے دین پر غلبہ بھی، کثرتِ فتوحات بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی نہایت نہیں (۳) جس نے تمہیں عزت وشرافت دی (۴) اس لیے اس کے نام پر بخلاف بت پرستوں کے جو بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ نماز سے نمازِ عید مراد ہے (۵) نہ آپ کیوں کہ آپ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ کی اولاد میں بھی کثرت ہوگی اور آپ کے متبعین سے دنیا بھر جائے گی۔ آپ کا ذکر منبروں پر بلند ہوگا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے عالم اور واعظ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے رہیں گے۔ بے نام ونشان اور ہر بھلائی سے محروم آپ کے دشمن ہیں۔

سورۂ لہب: تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ① مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ② سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ③ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤ ترجمہ: تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہی ہو گیا ۲ اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا ۳ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی جورو ۴ لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھاتی۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسّا ۵

[سورۂ لہب، ۶/۳، پ ۳۰، کنز الایمان]

شانِ نزول: جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر عرب کے لوگوں کو دعوت دی۔ ہر طرف سے لوگ آئے اور حضور نے ان سے اپنے صدق وامانت کی شہادتیں لینے کے بعد فرمایا کہ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ۔ اس پر ابولہب نے حضور سے کہا تھا کہ تم تباہ ہوجاؤ۔ کیا تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورت شریفہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا۔ (۲) ابولہب کا نام عبدالعزیٰ ہے۔ یہ عبدالمطلب کا بیٹا اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ بہت ہی گورا، خوب صورت آدمی تھا۔ اسی لیے اس کی کنیت ابولہب ہے اور اسی کنیت سے وہ مشہور تھا۔ دونوں ہاتھوں سے مراد اس کی ذات ہے۔ (۳) یعنی اس کی اولاد۔ مروی ہے کہ ابولہب نے جب پہلی آیت سنی تو کہنے لگا جو کچھ میرے بھتیجے کہتے ہیں اگر سچ ہے تو میں اپنی جان کے لیے، اپنے مال واولاد کو فدیہ کر دوں گا۔ اس آیت میں اس کا رد فرمایا گیا کہ یہ خیال غلط ہے۔ اس وقت کوئی چیز کام آنے والی نہیں۔ (۴) اُم جمیل بنت حرب بن اُمیہ ابوسفیان کی بہن جو رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہایت عناد وعداوت رکھتی تھی، اور باوجود یکہ بہت دولت منداور بڑے گھرانے کی تھی۔ لیکن سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت میں انتہا کو پہنچی تھی کہ خود اپنے سر پر کانٹوں کا گٹھا لاکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستے میں ڈالتی، تاکہ حضور کو، حضور کے اصحاب کو ایذا وتکلیف ہو۔ اور حضور کی ایذا رسانی اس کو اتنی پیاری تھی کہ وہ اس کام میں کسی دوسرے سے مدد لینا بھی گوارا نہ کرتی تھی۔ (۵) جس سے کانٹوں کا گٹھا

باندھتی تھی، ایک روز یہ بوجھ اُٹھا کرلا رہی تھی کہ تھک کر آرام لینے کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ ایک فرشتے نے بحکمِ الٰہی اس کے پیچھے سے اس گٹھے کو کھینچا۔ وہ گرا اور رسّی سے گلے میں پھانسی لگ گئی اور وہ مرگئی۔

قرآن حکیم کی مذکورہ آیات اور تفاسیر سے منشائے الٰہی کو سمجھنے میں کسی طرح کی دشواری نہیں ہوتی۔ اپنی مخلوقات میں رب کائنات اپنے محبوب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت فرماتا ہے۔ یہ زمین، آسمان، چاند، سورج اور ستارے بلکہ ساری کائنات محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی نتیجہ ہے۔ اگر ربّ کائنات کو اپنے محبوب کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو کائنات کی کوئی شئے وجود میں نہ آتی۔ اسی لیے رب کائنات اپنی ہر مخلوق سے اپنے محبوب کی محبت چاہتا ہے۔لیکن یہ بھی نظام قدرت ہے کہ پھول کانٹوں کے درمیان ہوتا ہے۔ آقائے کریم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات جامع کمالات ایک پھول کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اعدائے رسالت کی حیثیت کانٹوں کی ہے۔ جہاں آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے زمین پر پیدا ہوئے، وہیں ان سے عداوت رکھنے والے بھی۔ جن خوش نصیبوں نے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ٹوٹ کر محبت کی، نوازشاتِ الٰہی کی برسات میں وہ تاحیات نہاتے رہے اور جن لوگوں نے نفرت و عداوت کا مظاہرہ کیا، وہ غضبِ الٰہی کی آگ میں جل کر تباہ و برباد ہوگئے۔ قرآنِ حکیم اور احادیث میں دونوں کے احوال ملتے ہیں۔ جولوگ منکرین عظمت رسالت کی تردید وتوہین کرتے ہیں، ان کا یہ عمل سنتِ الٰہی وسنّتِ عشاقِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے۔

ولید ابن مغیرہ نے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مجنوں کہا۔ ابولہب نے آپ کے لیے بد دُعائیں کیں اور دوسرے کفارِ مکہ نے بھی اپنے بیان وزبان سے آپ کو اذیت دینے کی کوشش کی۔ ربّ کائنات نے سب پر اپنا شدید غضب فرمایا۔ ولید ابن مغیرہ نے مجنوں کا لفظ استعمال کیا۔ ابولہب نے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ ٹوٹ جائیں تیرے دونوں ہاتھ۔ مولوی عبدالشکور کاکوروی نے آپ کو اخلاقی محاسن سے بے خبر کہا اور مولوی محمد صادق سیال کوٹی نے آپ کو مفلس کے لفظ سے تعبیر کیا۔ مذکورہ منکرین عظمتِ رسالت کے الفاظ کا اگر غیر جانب دارانہ جائزہ لیا جائے تو بمقابلہ کفّارِ مکہ کے آج کے منکرین عظمتِ رسالت کے الفاظ زیادہ سخت ہیں۔

زمین کے جس حصے پر یا جس مکان میں آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، وہ مکان روئے زمین کے تمام مکانات سے یقیناً افضل و اعلیٰ ہے۔ وہ مکان اہلِ ایمان کے لیے کعبۂ عقیدت کی حیثیت رکھتا ہے۔ نجدی حکومت کے ذریعے اس مکان کے تباہ کیے جانے پر سید اولادِ رسول قدسی کا ردِعمل قرآنی مزاج کی ترجمانی ہے۔ قدسی کے اس عمل کی ہر جہت سے تحسین ہونی چاہیے۔

قرآنِ حکیم اللہ کی آخری کتاب اور آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے۔ عہدِ رسالت میں منکرین عظمت رسالت کی قرآن حکیم نے جس انداز میں مذمت کی ہے، اگر آج بھی قرآن حکیم کے نزول کا سلسلہ جاری ہوتا تو آج کے منکرین عظمت رسالت و اعدائے رسالت کی اسی انداز میں مذمت ہوتی۔ اگر سید اولادِ رسول قدسی کا اندازِ بیان انسانی روایات کے منافی ہے، تو قرآنی اندازِ بیان کے حوالے سے جناب شمیم طارق جیسے ناقدین زبان و ادب کا کیا فیصلہ ہوگا؟ قرآنِ حکیم پوری انسانی برادری کے لیے ہدایت و رہنمائی کا آخری ذریعہ ہے۔ جولوگ قرآنی مزاج کی پیروی کرتے ہیں، رب کی رحمتیں ان کے گھر کا طواف کرتی ہیں۔ قرآنِ حکیم کے بہت سارے بیانات انتہائی واضح وروشن ہیں۔ ان کی اپنی طبیعت کے مطابق تعبیر و تشریح کرنا جہالت و نادانی ہے اور غضبِ الٰہی کو دعوت دینا بھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرآن و احادیث کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔ آمین

مسلک کے لغوی معنی راستہ کے ہیں۔ یہ سلک سے بنا

ہے۔ راستہ اچھا بھی ہوتا ہے اور بُرا بھی۔ مذہبی شخصیات جہاں بھی مسلک کا ذکر کرتی ہیں اس سے مراد اچھا راستہ ہوتا ہے اور اچھے راستے ہی کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں۔ آقائے کریم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی صراطِ مستقیم ہے۔ اهدنا الصراط المستقيم کی علمائے تفسیر نے ایک یہ بھی تفسیر کی ہے۔ اس معنی میں سیرتِ سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر باب مسلک ہے۔ قبر میں ایک سوال آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے بھی پوچھا جائے گا اور یہی سوال فیصلہ کن سوال ہے اور اسی کا نام مسلک ہے۔ جو لوگ سیرتِ سرور دو جہاں کے باب میں مسلک کے ذکر اور مسلکی رنگ کے اظہار کو سیرت کے منافی سمجھتے ہیں انھیں مذہبی اور سیرت کے تقاضے اور اس کے مطالبات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

دین و شریعت میں شدت جائز ہے۔ شدت سے مراد دینی اُصولوں پہ سختی کے ساتھ عمل کرنا ہے۔ بعض لوگ صوفیا کو پیش کرتے ہیں کہ ان کا دربار سب کے لیے کھلا رہتا ہے۔ یہاں سب کو آنے کی اجازت ہے۔ چونکہ صوفیا کی نظر آنے والوں کے قلوب پہ بھی ہوتی ہے۔ اپنے مذہبی اُصولوں پہ عمل کے حوالے سے صوفیا ہمیشہ سخت رہے ہیں۔ آج کے حالات میں ان پہلوؤں پر سنجیدگی سے سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے۔

سیرتِ سرورِ دو جہاں کا تعلق عقیدہ اور عقیدت دونوں سے ہے اور دونوں کا رشتہ مسلک سے جڑا ہوا ہے۔ یہ سچ ہے کہ عقیدے کی بنیاد واقعات کی صداقت پر ہے، لیکن عقیدت کی سرحد بعد از خدا بزرگ تو ایں قصہ مختصر ہے۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی زندگی میں کچھ ایسا کام کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے تاریخ انھیں اپنے سینے میں محفوظ کر لیتی ہے اور دنیا انھیں اس کام کی بنیاد پر صدیوں ادب و احترام کے ساتھ یاد کرتی رہتی ہے۔ سید اولادِ رسول قدسی نے بھی سیرتِ سرورِ دو جہاں لکھ کر تاریخ میں اپنے لیے جگہ بنا لی ہے۔ انھیں اس تاریخی اور دستاویزی کام کی بنیاد پر علمی دنیا بہت دنوں تک یاد کرتی رہے گی، انہوں نے اس کام کے ذریعے نہ صرف اپنا قد بلند کیا ہے بلکہ پوری مذہبی و ادبی دنیا کو بھی وقار و اعتبار بخشا ہے۔

سیرتِ سرورِ دو جہاں سیرت نگاری کے باب ہی میں ایک خوش گوار اضافہ نہیں ہے بلکہ اردو زبان و ادب کے سرمائے میں بھی ایک تاریخی اضافہ ہے۔ اگر ادبی دنیا غیر جانب دار ہو کر اس کا مطالعہ کرتی ہے تو قدسی کو بھاری ایوارڈ کا مستحق قرار دیئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ویسے قدسی اپنی نعتیہ و غزلیہ شاعری کی بنیاد پر بھی قیمتی ایوارڈ کے مستحق ہیں۔ انہوں نے اپنی نعتیہ و غزلیہ شاعری کے ذریعے اردو زبان و ادب کو نئی نئی جہتوں سے آشنا کیا ہے۔ آج قدسی امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں رہ کر بھی اردو زبان و ادب کی نئی نئی بستیاں آباد کر رہے ہیں۔ قدسی کا شعری ادب اتنا مضبوط اور توانا ہے کہ اردو کا کوئی بھی غیر جانب دار مؤرخ انھیں نظر انداز کر کے آگے بڑھ نہیں سکتا۔ اگر قدسی جیسے فن کار کی ادبی دنیا حوصلہ افزائی نہیں کرتی ہے تو یہ ادبی دنیا کی بہت بڑی کم نصیبی ہوگی۔ گروہی و مسلکی عصبیت کا ناگ اہلِ فن کو مسلسل ڈستا آ رہا ہے۔ عصبیت کے ناگ کا سر کچلنے کے لیے انصاف پسندوں کو سنجیدہ ہونا پڑے گا۔ ہر فن کار کا اپنا مسلک ہوتا ہے لیکن فن کا کوئی مسلک نہیں ہوتا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کوئی بھی ادب عقیدے کے بغیر وجود میں نہیں آتا۔ اگر مسلکی افکار و نظریات کی بنیاد پر اہلِ فن کو یونہی نظر انداز کیا جاتا رہا تو اردو زبان و ادب کا دامن دن بدن سمٹتا چلا جائے گا۔ اس لیے منصب اقتدار پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو تنہائی میں اس پہلو پر سوچنا ہوگا۔ ہم ان کی ہدایت کے لیے دست بدعا ہیں اور سیرتِ سرورِ دو جہاں جلد اوّل کی اشاعت پر قدسی صاحب کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ ربِ کائنات انھیں اپنے حفظ و امان میں رکھے، انھیں مذہب و مسلک اور شعر و ادب کی زیادہ سے زیادہ خدمات کی توفیق بخشے آمین یا ربّ العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[نوٹ: اس مضمون کی پہلی قسط جون ۲۰۱۸ء میں شائع کی گئی تھی، بعد کے تقریباً سبھی شمارے "خصوصی نمبرات" کی شکل میں شائع ہوئے، اس لئے اس مضمون کی دوسری اور آخری قسط جنوری ۲۰۱۹ء میں شائع کی جا رہی ہے۔]

■ ■ ■

از: مولانا رحمت اللہ صدیقی*

سرکار غوث پاک کا بچپن

اسلاف و اخلاف

اللہ والوں کے وجود کی برکتوں سے دنیا قائم ہے، آسمان سے بارش ہوتی ہے اور زمین سبزہ اگاتی ہے، اگر اللہ والوں کے وجود مسعود سے زمین خالی ہو جائے تو اس کا قائم رہنا مشکل ہو جائے، قرآن حکیم ان کی عظمتوں کی گواہی دیتا ہے اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات ان کی حق گوئی، خدا دوستی اور غیر معمولی اختیارات و تصرفات کی نشاندہی کرتے ہیں، حدیث قدسی ہے:

"بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا ہے اور اتنا قریب ہوتا ہے کہ میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔"

یعنی اللہ والوں کے پورے وجود میں خدائی طاقت وقوت کی کارفرمائی ہوتی ہے، یہ سارا انعام و اکرام شریعت مصطفےٰ ﷺ پر عمل کے نتیجہ میں ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان قدسی صفات شخصیات کی زندگی کے ہر لحہ کو محفوظ کرنے کی کوششیں ہر دور میں ہوتی رہی ہیں اور جب بھی انسانی معاشرے میں بے یقینی، بد اعتقادی اور خدائی قانون سے بے توجہی کا آتش فشاں پھوٹتا ہے تو ان شہیدان عشق و عرفان کی آنکھوں سے ٹپکے ہوئے اشکوں سے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ایسی ہی پاکیزہ شخصیات میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ہوتا ہے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات پورے عالم اسلام میں بڑے عقیدت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ سارے مسالک و مشارب کے ماننے والے آپ کی یادوں کے چراغ سے اپنی حیات کے تاریک گوشوں کو روشن کیا کرتے ہیں۔ دنیا کے ہر خطے میں آپ کی عظمت و شان کے ترانے گائے جاتے ہیں اور آپ کے بے کراں فضل و کمال کا خطبہ پڑھا جاتا ہے، دوسرے اولیائے کرام کی عظمتوں کی جہاں حدیں ختم ہوتی ہیں وہاں سے آپ کی بے پناہ عظمتوں کی ابتدا ہوتی ہے، اس بات کی تائید خود حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان عالی شان سے ہوتی ہے، آپ فرماتے ہیں:

"الانس لهم مشائخ والجن لهم مشائخ و لملائكة لهم مشائخ وانا شيخ الكل لا تقيسوني بأحد ولا تقيسوا على احدا۔ یعنی انسانوں کے لئے مشائخ ہیں اور جنوں کے لئے مشائخ ہیں اور فرشتوں کے لئے مشائخ ہیں اور میں شیخ کل ہوں نہ کسی کے ساتھ مجھے قیاس کرو نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔"

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے کے دو جلیل القدر ولی حضرت سیدی ابوالسعود احمد بن ابوبکر حریمی اور حضرت سیدا بو عمرو عثمانی صریفینی قدس سرہما فرماتے ہیں:

"واللہ ما اظهر الله تعالى ولا يظهر الى الوجود مثل الشيخ محي الدين عبد القادر رضى الله تعالى عنه۔ یعنی خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی ولی ظاہر کیا، نہ ظاہر کرے مثل شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔"

سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"ما اوصل الله تعالى وليا الى مقام الا و كان الشيخ عبد القادر اعلاه ولا وهب الله المقرب حالاالا وكان الشيخ عبد القادر اجله و ما اتخذالله وليا كان او يكون الآوهو يتاادب معه الى يوم القيامة۔ یعنی اللہ رب

العزت نے جس ولی کو کسی مقام تک پہنچایا شیخ عبد القادر اس سے اعلی رہے اور جس مقرب کو کوئی حال عطا کیا شیخ عبد القادر اس سے بالا رہے اللہ تعالیٰ کے جتنے اولیا ہوئے اور جتنے ہوں گے قیامت تک سب عبد القادر کا ادب کرتے ہیں۔''

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں میرے آقا تیرا

بقسم کہتے ہیں شاہان صریفین و حریم
کہ ہوا ہے نہ ولی ہو کوئی ہمتا تیرا

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے کتب تواریخ میں کئی روایتیں ملتی ہیں، لیکن دو روایت پر اکثر علما و مورخین متفق ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ آپ یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ کو اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے اور دوسری روایت کے مطابق آپ یکم رمضان المبارک ۴۷۱ھ کو اپنے قدم پاک سے اس دار فانی کو زینت بخشی، لیکن زیادہ تر مؤرخین پہلی روایت کی طرف گئے ہیں، کسی صاحب دل نے آپ کے سن ولادت اور سن وصال پر مادۂ تاریخ نکالا ہے ''جاء فی عیش و توفی فی کمال'' ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور اکانوے سال کی عمر پائی، اس طرح آپ کا وصال حسرت آیات ۵۶۱ھ میں ہوا۔

جائے ولادت کے تعلق سے بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت جیلان کے قریب ''نیفا'' اور بعض نے لکھا ہے کہ قصبہ ''بیلق'' میں ہوئی۔ یہ جیل کے قصبات میں سے ایک ہے، جیل کو جیلان اور گیلان بھی کہتے ہیں۔ یہ ایران کے شمالی مغربی حصہ کا ایک صوبہ ہے، جو ساحل کیپسین پر واقع ہے، اس کے مغرب میں آذربائیجان، مشرق میں مازن دان، جنوب میں فروین اور شمال میں ایک دریا ہے جو اس علاقہ اور اس صوبے کے درمیان حد فاصل ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کا وطن موضع جیل لکھا ہے جع دریائے دجلہ کے کنارے واسط کی سمت بغداد سے ایک روز کے فاصلہ پر واقع ہے اور بعض کہتے ہیں وہ اس جیل کے رہنے والے تھے جو مدائن کے قریب واقع تھا۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد کا اسم گرامی ابو صالح موسیٰ جنگی دوست اور والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ام الخیر فاطمہ بنت عبد اللہ صومعی تھا۔ والد ماجد کی طرف سے شجرۂ نسب حضرت امام حسن اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ملتا ہے، والد گرامی کی طرف سے آپ کا شجرۂ نسب کچھ یوں ہے:

''شیخ عبد القادر جیلانی ابن ابی صالح موسیٰ بن عبد اللہ بن یحیی ازاہد بن محمد بن داؤد بن موسی بن عبد اللہ بن موسی الجون بن عبد اللہ المحض بن الحسن المثنیٰ بن ابی محمد الحسن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین۔''

والدہ ماجدہ کی طرف سے شجرۂ نسب یوں ہے:

''ام الخیر امۃ الجبار فاطبہ بنت عبد اللہ صومعی بن ابی الجمال بن محمد بن ابی محمد طاہر بن سید ابی العطا عبد اللہ بن سید ابی کمال عیسیٰ بن سید علاؤ الدین محمد الجواد بن امام علی رضا بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن زین العابد ین بن سیدنا امام حسین بن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔''

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی یعنی نجیب الطرفین سید ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں:

تو حسینی، حسنی کیوں نہ محی الدین ہو
اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

نبوی مینہ، علوی فصل، بتولی گلشن
حسنی پھول، حسینی ہے مہکنا تیرا

نبوی ظل، علوی برج، بتولی منزل
حسنی چاند حسینی ہے اجالا تیرا

نبوی خور، علوی کوہ، بتولی معدن
حسنی لعل، حسینی ہے تجلی تیر

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گلشن رسالت کے

ایسے شگفتہ پھول ہیں جس سے انسانیت کی مشام جاں آج بھی معطر ہو رہی ہے اور انشاء اللہ صبح قیامت تک معطر ہوتی رہے گی۔

آپ کے خاندان عالیشان میں وقت کی بڑی بڑی صاحب کشف کرامات شخصیات کا پتہ ملتا ہے۔آپ کے والد گرامی حضرت سیدنا ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے کے بہت بڑے صاحب دل اور اہل اللہ میں سے تھے۔ ابتدائی عمر ہی میں راہ سلوک کے مسافر ہو گئے تھے۔آپ کی چشمان مبارک ہر وقت جلوۂ حق کی جستجو میں سرگرداں رہتیں، شوق معرفت الٰہی آپ کو قریہ قریہ لئے پھرتا، آتش عشق کی تپش کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتی۔انہیں خصوصیات وصفات کی بنیاد پر آپ کی ذات عوام وخواص کے لئے مطلع انوار بنی ہوئی تھی، دنیوی دولت وثروت سے دامن خالی تھا لیکن دینی جلالت کا یہ عالم تھا کہ ''دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں'' اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ کی پشت مبارک سے اس ذات کو جلوہ گر ہونا تھا جس کے سر پر غوثیت کبریٰ کا تاج زریں رکھا جانے والا تھا۔جس کی ذات ستودہ صفات عالم انسانیت کے لئے جائے پناہ بننے والی تھی، حضرت سیدنا ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات کا ہر لمحہ شریعت وطریقت کے نور میں ڈوبا ہوا تھا، خشیت سے ہر وقت بید لرزاں کی طرح کانپتے رہتے، لذت ذکر الٰہی میں ہر لمحہ مست وبیخود رہتے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شمار بھی عارفات زمانہ اور زاہدات یگانہ میں ہوتا ہے، حصول رضائے مولیٰ میں ہر وقت مصروف رہا کرتیں طریقت ومعرفت کے باب میں آپ کا بہت اعلیٰ مقام تھا، اہل جیلان کو آپ سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی، آپ کے در دولت سے بے قرار نگاہوں کو سکون کی دولت میسر آتی، آپ کی حیات ہر گوشہ انسانی برادری کے لئے درس عبرت ونصیحت ہے، رب کائنات کی بارگاہ میں آپ کی محبوبیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک سال شہر جیلان سخت قحط سالی کا شکار رہا، بندگان خدا، دعا ومناجات کرتے کرتے تھک گئے پھر بھی رحمت الٰہی کو اپنی طرف مائل نہ کر سکے، جب بظاہر امید کی ساری راہیں مسدود ہو گئیں تو اہل جیلان کو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شکل میں امید کی ایک کرن نظر آئی، لوگوں کے ذہن میں یہ عقیدہ محفوظ تھا کہ جو رضائے الٰہی کے لئے اپنی ذات کو وقف کر دیتا ہے، رب کائنات زندگی کے ہر موڑ پر اس کا بھرم رکھتا ہے اور جب رب کی بارگاہ میں کبھی دست سوال دراز کرتے ہیں تو رحمت الٰہی مچل جایا کرتی ہے۔پھر انعامات ونوازشات کی بارش ہونے لگتی ہے۔

اہل جیلان نشۂ محبت میں سرشار ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانیوں کا ان سے ذکر کیا کہ شہر قحط سالی کی زد میں آ گیا ہے، فصلیں تباہ ہو رہی ہیں اور انسانی آبادی شدید اضطراب کا شکار ہے، ہم لوگ دعا ومناجات کے سارے طریقوں کو استعمال کر چکے ہیں لیکن دشواریوں کے دور ہونے کے بظاہر کوئی آثار نہیں دکھائی دیتے۔آپ کا قلب تجلیات الٰہی کا مسکن ہے، آپ کی پیشانی پر سجدوں کا نور مچل رہا ہے جو بارگاہ الٰہی میں آپ کی محبوبیت کا پتہ دیتا ہے۔اس لئے آپ دعا فرمائیں۔آپ کی دعاؤں سے ہماری مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے لوگوں نے اس انداز میں اپنی درخواست رکھی کہ ان کا دل مائل بکرم ہوئے بغیر نہ رہ سکا، فوراً ہاتھوں میں جھاڑو لیا اور اپنے آنگن میں پھیرنا شروع کر دیا، جب جھاڑو سے فارغ ہوئیں تو اپنے دونوں ہاتھ رب کائنات کی بارگاہ میں دراز کر دیا اور انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ اپنے خالق حقیقی سے عرض کرنے لگیں کہ اے خالق کائنات تیری ایک گنہگار بندی کے پاس تیرے یہ بندے امید لے کر حاضر ہوئے ہیں، یہ پریشان حال ہیں میں نے اپنے آنگن میں جھاڑو دے دیا ہے، اب تو اپنے کرم سے چھڑکاؤ کر دے۔ابھی یہ الفاظ پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ آسمان پر بادل نمودار ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے زوردار بارش شروع ہو گئی جو لوگ دعاؤں کے لئے حاضر ہوئے تھے بھیگتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا حضرت

سیدنا عبد اللہ صومعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں بہت بڑے صاحب دولت وثروت تھے وہیں آپ ولایت کی عظیم ترین منزل پر بھی فائز تھے، اپنے عہد کے اولیائے کبار میں آپ کی نمایاں حیثیت تھی، ہر وقت ذکر وفکر میں مصروف رہنا اور غربا ومساکین کی ہر طرح سے اعانت کرنا آپ کے محبوب ترین مشاغل تھے، آپ کے اہل عقیدت واہل ارادت کا سلسلہ دور دراز پھیلا ہوا تھا، دور دور سے لوگ دریائی وصحرائی سفر کی مشقتیں اٹھا کر آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے اور اپنے خالی دامن کو گوہر مراد سے بھر کر واپس جاتے۔ یہ بات حقیقت ہے کہ جو کام ایک ع م انسان صدیوں میں کرتا ہے کوئی صاحب دل اسی کام کو منٹوں میں کر دکھاتا ہے، اللہ کا ولی زمین پر بیٹھ کر لوح محفوظ کا مشاہدہ کیا کرتا ہے، حضور سیدنا عبد اللہ صومعی رضیاللہ تعالیٰ عنہ مشاہداتی راہوں کے مسافر تھے جو یان راہ طریقت کی آپ بہترین انداز میں رہنمائی فرماتے، آپ کی پیشانی سے انوار الٰہی کی کرن پھوٹتی رہتی، حضرت سیدنا ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہ سال تک آپ کی نگاہ تربیت میں رہے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا اپنے عہد کی عارفات، صالحات اور طاہرات میں شمار ہوتا تھا، ان کی حیات ہر ورق شریعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ دار تھا، ان کی آنکھوں نے کبھی کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا، ان کے کان غیر شرعی باتوں سے نا آشنا تھے، ان کے پاؤں کبھی شریعت کی حدود سے باہر نہیں ہوئے تھے، انھوں نے اپنے ہاتھوں سے کبھی کوئی غیر اصولی کام نہیں کیا تھا، ان کی ذات طہارت وپاکیزگی کی منہ بولتی تصویر تھی۔ آپ کے والد گرامی حضرت سید عبد اللہ صومعی رضی اللہ عنہ نے آپ کی تربیت پر خصوصی توجہ دی تھی۔ اپنے والد کے ہر نقش کو آپ نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔ آپ کے کردار کی خوشبو پورے معاشرے میں پھیلی رہا کرتی تھی، ذکر الٰہی اور نعت رسالت پناہی سے آپ کی زبان ہر وقت تر رہا کرتی تھی۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی عبد القادر ہے، کنیت ابو محمد، لقب محی الدین اور عرف عام میں آپ کو غوث اعظم کہا جاتا ہے اور اسی نام سے آپ مشہور ومعروف ہوئے۔ اکثر روایات میں آپ کی جائے ولادت علاقہ گیلان بتایا گیا ہے جو بلاد فارس میں ہے، عربی میں گیلان کے (گ) کو حذف کر کے جیلان لکھا جاتا ہے۔ اس طرح آپ کو گیلانی یا جیلانی جو کچھ کہا جائے درست ہے۔

روایتوں میں آیا ہے کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کی بشارت بہت پہلے اکابر اولیا نے دی تھی، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ امام الطائفہ حضور سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے دو سو سال پہلے گزرے ہیں ایک روز مراقبہ میں تھے، یکا یک آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا:

''قدمه علی رقبتی، قدمه علی رقبتی۔ یعنی ان کا قدم میری گردن پر ہے۔''

جب مراقبہ سے فارغ ہوئے تو ارادت مندوں نے پوچھا کہ حضور آپ نے ایسا ایسا فرمایا ہے، آخر اس کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے اشارۂ غیبی ہوا ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے آخیر میں ایک بہت بڑے بزرگ کی ولادت ہوگی، ان کا نام عبد القادر اور لقب محی الدین ہوگا، ایک روز وہ بحکم خداوندی فرمائیں گے:

''قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله۔ یعنی میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔''

حالت کشف میں ان کی عظمت ورفعت کو دیکھ کر میری زبان سے بھی یہ الفاظ جاری ہو گئے، حضور سیدنا شیخ ابو محمد بطائحی قدس سرہ کا قول ہے کہ امام عسکری رضی المولیٰ تعالیٰ نے اپنے وصال کے وقت اپنا جبۂ اقدس حضور سیدنا معروف کرخی قدس سرہ کے سپرد فرما کر وصیت کی کہ یہ میری امانت ہے محبوب سبحانی، غوث صمدانی شیخ عبد القادر جیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک پہنچا دینا جو پانچویں صدی کے اخیر میں پیدا ہوں گے، حضرت معروف کرخی قدس اللہ سرہ نے یہ جبہ امام الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہ تک پہنچایا، انہوں نے حضرت شیخ دینوری قدس

اللہ سرہ کے سپرد کیا، اس طرح یہ امانت منتقل ہوتے ہوتے ایک عارف وقت کے ہاتھوں ۴۹۷ھ میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ گئی۔

مناقب غوثیہ کے حوالے سے صاحب محبوب المعانی نے، ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت سے قبل آپ کے جداعلیٰ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا ذیل میں اس خواب کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

''حضرت علی مرتضیٰ، فاطمہ زہرہ، حسن مجتبیٰ اور حسین شہید کر بلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے پشت مبارک پر تشریف فرما ہیں اور ان کے درمیان دس مشعلیں روشن ہیں، نو ایک طرف اور ایک دوسری طرف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرت فاطمہ زہرہ اور حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان نو مشعل کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی نورانی شعاعیں اس ایک مشعل پر بکھیریں، چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا، جس کے سبب وہ اکیلا مشعل چودھویں شب کی طرح روشن وتابندہ ہو گیا اور اس روشنی کے بالمقابل تمام دنیا روشن وتابندہ ہو گئی۔ جب سرکار دوعالم ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو تھوڑی دیر کے بعد اللہ رب العزت کی طرف سے اس خواب کی تعبیر کے متعلق فرمان حق نازل ہوا:

اے (محمد ﷺ) آپ نے خواب میں جو مشعلیں دیکھی ہیں یہ سب حسنین کریمین کے فرزند ہیں، نو اس میں سے حضرت امام حسین کے ہیں، ان میں سے ہر ایک اپنے زمانے کا امام ہوگا اور جو ایک مشعل الگ تھا وہ امام حسن مجتبیٰ کا فرزند ہے جو پانچویں صدی ہجری میں عالم وجود میں آئے گا اور آپ کے دین کو زندہ کرے گا، اس کا نام سید عبدالقادر، لقب محی الدین، کنیت ابو محمد اور خطاب غوث اعظم ہوگا اور اس کی ولادت جیلان میں ہوگی اور اس سلسلۂ تصرف تا قیام قیامت دنیا پر جاری وساری رہے گا۔''

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ حضور سیدنا غوث اعظم کی بے پناہ عظمتوں کا اعتراف واظہار اس انداز میں فرماتے ہیں۔ ؎

حکم نافذ ہے ترا خامہ ترا، سیف تری
دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں
ہاں اصیل ایک نواسنج رہے گا تیرا

حضور غوث اعظم جب اپنے شہر کے مکتب سے فارغ ہوئے تو مزید حصول علم کا جذبہ آپ کے دل میں پیدا ہوا، اس زمانے میں بغداد کو علم وفن اور تہذیب وتمدن کے معاملے میں مرکزیت حاصل تھی، لیکن اس تعلق سے آپ کی کوئی معقول رہنمائی کرنے والا نہ تھا، ایک روز آپ تلاش رزق میں جنگل کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے آپ کے دل میں انقلاب برپا کر دیا واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے آپ خود فرماتے ہیں کہ:

''عرفہ کا دن تھا میں جنگل میں کی طرف گیا اور کشادر وزی کے لئے دم پکڑ کر کھیت جوتنے والے ایک بیل کے پیچھے ہو گیا، اس نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور کہنے لگا''

یا عبد القادر ما لھذا خلقت ولا بھذا امرت۔

یعنی اے عبدالقادر! تم اس لئے پیدا نہیں کئے گئے ہو اور نہ ہی تمہیں اس کا حکم ہوا ہے'' میں یہ آواز سن کر ڈر گیا اور اس کو چھوڑ کر واپس آ گیا، پھر میں اپنے بالا خانے پر چڑھ گیا تو میں نے حاجیوں کو دیکھا کہ عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں، میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے چھوڑ دیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں حصول علم کے لئے بغداد جاؤں اور تحصیل علم کروں، والدہ محترمہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں، میں نے

اسلاف واخلاف

اپنا مقصد بتا دیا، سن کر رونے لگیں، پھر اٹھ کر گئیں اور اسی دینا نکال کر لائیں اور مجھ سے کہا کہ یہ تمہارے والد کی میراث ہے، چالیس دینار تو تمہارے بڑے بھائی کے ہیں وہ انہوں نے نکال لیئے اور باقی چالیس دینار میرے جامہ میں بغل کے نیچے سی دیئے اور مجھ کو سفر کی اجازت دی اور مجھ سے عہد لیا کہ ہر حال میں سچ بولوں گا وہ مجھے رخصت کرنے کے لئے دروازے تک تشریف لائیں اور فرمایا اے فرزند جاؤ! خدا کے لئے میں تم سے تعلق منقطع کرتی ہوں اب قیامت تک میری، تمہاری ملاقات نہ ہو سکے گی۔"

حضور غوث اعظم کو مزید تحصیل علم کے لئے والدہ ماجدہ کی اجازت مل گئی، انھیں دنوں ایک قافلہ بغداد شریف کی طرف جانے والا تھا، آپ اسی قافلے کے ہمراہ ہو گئے، راستے میں قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا، لیکن آپ کی راست گوئی کے نتیجے میں سارے ڈاکوؤں نے اپنے اس برے فعل سے آپ دست حق پر توبہ کی اور آپ کے غلاموں میں شامل ہو گئے، یہ واقعہ بہت طویل ہے، تفصیل کے لئے آپ کی سیرت پر موجود کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں۔

حضور غوث اعظم کو قدرت نے بے پناہ صلاحیتوں سے اور خوبیوں سے نوازا تھا، اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اخلاص وعاجزی کا مظاہر کیا اور اپنے بڑوں کا ادب واحترام ملحوظ رکھا، کبھی غرور وتکبر کو اپنے پاس بھٹکنے بھی نہیں دیا۔

عام طور پر انسانی زندگی کے تین ادوار ہوتے ہیں، بچپن، جوانی اور بوڑھاپا اور تینوں ادوار کی خصوصیات جداگانہ ہوتی ہیں، بچہ جب تک لاشعور ہوتا ہے اس سے شرعی اصولوں پر عمل کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اسے جبراً کسی قانون کا پابند نہیں بنایا جا سکتا، لیکن حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا بچپن بھی شریعت کی پاسداری کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے، آپ کی ولادت رمضان المبارک میں ہوئی، رمضان المبارک میں جہاں عام طور پر مسلمان حالت روزہ میں ہوتے ہیں وہیں آپ بھی ماں کی گود میں روزے کا التزام فرمایا کرتے تھے، آپ نے بچپن میں بھی ایک روزے کی بھی قضا نہیں کی، آپ سے بچپن میں بھی کوئی غیر شرعی فعل سرزد نہیں ہوا، آپ شریعت کے سانچے میں ڈھلے ڈھلائیے پیدا ہوئے تھے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نیک نفسی، پاکیزہ خیالی اور عفت مآبی کا خطبہ ایام ولادت سے لے کر آج تک دنیا کے گوشے گوشے میں پڑھا جا رہا ہے اور انشاء اللہ صبح قیامت تک پڑھا جاتا رہے گا، آج بھی آپ کے فیضان کرم سے دلوں کی تطہیر ہو رہی ہے، ذہنوں کی تعمیر ہو رہی ہے، ویرانے آبادیوں میں تبدیل ہو رہے ہیں اور سینے فانوس محبت سے روشن ہو رہے ہیں۔ جس دل میں آپ جلوہ گر ہیں اور آپ کی پاکیزہ چاہت کا چراغ جل رہا ہے وہاں سطوت شاہی بھی خمیدہ سر ہے، آپ کے دیوانے اپنی ٹھوکروں میں تاج شاہی رکھا کرتے اور اشاروں میں نظام میکدہ بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور جو آپ سے اور آپ کی عقیدت کیشوں سے کجی رکھتا ہے ہر بزم میں رسوائیاں اس کے حصے میں آتی ہیں، رب کائنات ہمیں اور قیامت تک آنے والی ہماری نسلوں کو آپ کے نیازمندوں میں شامل رکھے اور آپ کی جلائے ہوئے چراغ عشق وعرفان کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق دے، آمین۔

الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا
مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا
بادلوں سے کہیں رکتی ہے کڑکتی بجلی
ڈھالیں چھنٹ جاتی ہیں اٹھتا ہے جو تیغا تیرا

ص ۵۶ / کا بقیہ ....

گوش بر آواز ہوجاتی تھی ساری کائنات
ہوتا تھا ایسا حسیں خطبہ ہمارے غوث کا
ان کی مدحت، دو جہاں میں سَر بلندی کا سبب
کیسا رفعت ساز ہے نغمہ ہمارے غوث کا
آ کے شامل ہوتے ہیں افلاک سے حور و مَلک
جب زمیں پر ہوتا ہے جلسہ ہمارے غوث کا
کون سمجھے، کون جانے اے فریدی اُن کا اوج
جب فلک ہے اولیں زینہ ہمارے غوث کا

منظومات

ذکر ہو کی امانت ہیں غوث الوریٰ

از: مولانا سید اولادِ رسول قدسیؔ، نیو یارک، امریکہ

مرکز خرق عادت ہیں غوث الوریٰ
دافع کرب خلقت ہیں غوث الوریٰ

سارے ولیوں کی گردن پہ ان کا قدم
منبع شان وعظمت ہیں غوث الوریٰ

اذن سے ان کے آتا ہے ہر ایک ماہ
روز و شب کی ضمانت ہیں غوث الوریٰ

برملا شیخ حماد یہ بول اٹھے
پیکر استقامت ہیں غوث الوریٰ

ایک ہی وقت میں پہنچے ستّر جگہ
یوں یداللّٰہی قوت ہیں غوث الوریٰ

علم پر ان کے خم ابن جوزی ہوئے
چرخ علم شریعت ہیں غوث الوریٰ

عہد طفلی میں رہزن کو تائب کیا
ایسے مہر ہدایت ہیں غوث الوریٰ

ہیں وہ طرفین سے اعلیٰ روشن نجیب
در بحر سیادت ہیں غوث الوریٰ

ہر سو آواز یکساں پہنچتی رہی
روح وعظ ونصیحت ہیں غوث الوریٰ

قم باذنی میں ہے رمز یہ مستتر
قرب رب کی حقیقت ہیں غوث الوریٰ

ان سے قائم ہے تنویر راہ سلوک
ذکر ہو کی امانت ہیں غوث الوریٰ

ہے لعاب شہ دین کا بین اثر
آبروئے فصاحت ہیں غوث الوریٰ

قدسیؔ سرکار آسی کا ہے قول حق
جامع ہر فضیلت ہیں غوث الوریٰ

بقیہ ص ۵۵ پر

چومتے ہیں اولیاء، تلوا ہمارے غوث کا

از: مولانا محمد سلمان رضا فریدیؔ صدیقی، مسقط عمان

چل رہا ہے آج بھی سِکّہ ہمارے غوث کا
رتبہ ہے اونچوں سے بھی اونچا ہمارے غوث کا

اُن کی سیرت میں ہے شانِ مصطفائی کی جھلک
مظہر نورِ نبی، جلوہ ہمارے غوث کا

با کرامت سَر سے لے کر پاؤں تک سارا وجود
جامۂ اوصاف ہے یکتا ہمارے غوث کا

اُن کے سَر ہے، عالم عرفاں کی سرداری کا تاج
چومتے ہیں اولیاء، تلوا ہمارے غوث کا

سُرمۂ اہلِ نظر ہے مٹی اُن کے پاؤں کی
جاں فزا، ہر ایک نقشِ پا ہمارے غوث کا

ہر قدم پر ہے کمالوں کی نئی اک کہکشاں
مخزنِ انوار ہے رستہ ہمارے غوث کا

ان کی ہستی وقت کے آفاق پر مثلِ ہلال
ہے اجالا ہر گھڑی تازہ ہمارے غوث کا

دیکھتے ہیں چشمِ حیرت سے اُسے شمش و قمر
اِس قدر پُرنُور ہے روضہ ہمارے غوث کا

ہر نشانِ زندگی ہے لا زوال و بے مثال
آج بھی کردار ہے زندہ ہمارے غوث کا

فکر وفن، علم وہنر میں بحرِ ناپیدا کنار
ہے نصابِ ارتقا، اسوہ ہمارے غوث کا

زندگی کا لمحہ لمحہ، مثلِ گل ہے عطر بیز
گلشنِ جاں خوشنما سارا ہمارے غوث کا

روحِ ملت کو عطا فرمائی ہے تازہ حیات
کارنامہ ہے بہت اعلیٰ ہمارے غوث کا

ہیں صحابی، تابعی کے بعد وہ سب سے عظیم
کون ہے امت میں ہم پایہ ہمارے غوث کا

انگلینڈ میں صد سالہ عرس رضوی

اِس وقت ساری دُنیا میں امامِ اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے صد سالہ عرسِ پاک کی ہمہ جہت تقریبات سج رہی ہیں، امام احمد رضا کی دینی، علمی، فقہی، اعتقادی، اصلاحی وسماجی خدمات، عشقِ رسول ﷺ، تجدیدی کارہائے نمایاں کوخراجِ عقیدت پیش کیا جارہا ہے۔ سرزمین انگلینڈ پر متعدد تقاریب بسلسلۂ عرس منعقد کی جارہی ہیں، اس سلسلے میں ۲۰/اکتوبر سنیچر دوپہر تین بجے مانچسٹر سنٹرل مسجد وکٹوریہ پارک میں عرسِ اعلیٰ حضرت منعقد ہوا، جس میں خصوصی طور پر علامہ قمرالزماں اعظمی، شیخ منور عتیق، علامہ قاری طیب نقشبندی، علامہ محمد ارشد مصباحی، مفتی زاہد حسین، مفتی ایوب اشرفی، شیخ اسرار راشد، شیخ شبیر سیالوی، مفتی یونس مصباحی، مولانا نوید جمیل، مولانا قمر الیاس، مولانا کلیم ازہری نے خطاب فرمایا اور اعلیٰ حضرت کی ہمہ جہت خدمات کو اُجاگر کیا، دیگر اہم شرکا میں پیر محمد عبداللہ عتیق، سید منور شاہ بخاری، پیر نیاز الحسن قادری، مفتی اسلم بندیالوی، امام عرفان چشتی، صاحبزادہ اسرار الحق محبوبی، مولانا نظام الدین مصباحی، مولانا محمد دین سیالوی، علامہ نصیر اللہ نقشبندی، علامہ ظفر فرشوی، مفتی فضل قیوم جیسے علما و مشائخ کے اسما قابل ذکر ہیں، عرس کی اس بابرکت تقریب کی تیاریاں کافی عرصے سے جاری تھیں، امید کی جاتی ہے کہ یہ محفلِ پاک کے اثرات فکر امام احمد رضا کی ترویج و اشاعت میں کارگر ثابت ہوں گے۔

۲۱/اکتوبر بروز اتوار ظہر تا مغرب عرسِ اعلیٰ حضرت کا اہتمام جامع مسجد انوار العلوم کیپ ہل سمیدک میں ہوا، جس میں خصوصی خطاب لسان العصر خطیب اعظم علامہ قمرالزماں اعظمی (سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن) نے فرمایا، جب کہ علامہ جمیل احمد ابوزہرہ رضوی و علامہ منور حسین نقشبندی صاحبان نے بھی حضور اعلیٰ حضرت کی خدمات کے مختلف گوشوں پر خطاب کیا، محفل کا آغاز شیخ محمود خطاب الازہری کی تلاوت و قاری علی محمد قادری کی نعت خوانی سے ہوا، قاری فخر الزمان و انتظامیہ کمیٹی جامع مسجد انوار العلوم سمیدک نے عرس پاک کی اس تقریب کے انعقاد میں خصوصی طور پر حصہ لیا۔

علاوہ ازیں پورے انگلینڈ میں عرس اعلیٰ حضرت کی ''صد سالہ تقریبات'' کا اہتمام مختلف تاریخوں اور وقتوں میں ہوا، جس میں کثیر تعداد میں علما و مشائخ، ائمہ و عمائدین ملت کی خصوصی طور پر شرکت کی اطلاع ہے، خطبا نے انگریزی و اردو میں حیات و خدماتِ رضا پر مدلل روشنی ڈالی۔ یہ اطلاعات ''نوری مشن'' مالیگاؤں، مہاراشٹرا کے توسط سے جاری ہوئیں۔

اسلامی مرکز میں تاج الشریعہ کمپیوٹر سینٹر کا افتتاح

ریاست کے مدارس میں کریں گے کمپیوٹر سینٹر کی شروعات

رانچی ۷/اکتوبر: مشرقی ہند کے مشہور تعلیمی ادارہ مدرسہ اسلامی مرکز ہند پیڑھی رانچی، جھارکھنڈ میں تاج الشریعہ کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کا افتتاح کیا گیا، جس کا افتتاح ادارہ شرعیہ جھارکھنڈ کے ناظم اعلیٰ مولانا قطب الدین رضوی اور اسلامی مرکز کے پرنسپل مفتی فیض اللہ مصباحی کے ہاتھوں ہوا۔

مدرسہ کے طلبا کو کمپیوٹر کی تعلیم کی اہمیت اور اس کی افادیت کی جانکاری دی گئی، پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا قطب الدین رضوی نے کہا کہ کمپیوٹر اس صدی کا حیرت میں ڈالنے والا کارنامہ ہے۔ جس کی ضرورت زندگی کے ہر موڑ پر پڑ رہی ہے علم دین کا سیکھنا سکھانا جہاں بے حد ضروری ہے وہیں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے علوم جدیدہ بھی کارآمد ہے۔

لہٰذا اس کی اہمیت اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے آج ۳/ کمپیوٹر سے اس سینٹر کی شروعات کی گئی ہے۔ مدرسہ کے نائب مہتمم قاری ایوب رضوی نے کہا کہ اب ضرورت آگئی ہے کے مدارس میں کمپیوٹر سینٹر شروع کئے جائیں۔ پرنسپل مفتی فیض اللہ مصباحی نے کہا کہ کمپیوٹر ایک جادوئی مشین ہے جس کے فروغ سے ملک کو ترقی ملے گی، حاجی سمیع اللہ خان صاحب نے کہا کہ ہماری کوشش یہ ہے کہ ہر حافظ قرآن اور عالم دین کمپیوٹر سے آشنا ہوجائے، مسٹر عالم اشرفی نے مدارس کو ملک کا ورثہ بتاتے

ہوئے مدرسوں کو ملک کی آزادی کا مرکز قرار دیا۔مدرسہ کے طلبہ وطالبات نے کمپیوٹر کی تعلیم شروع ہونے سے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کمپیوٹر میں بہتر کرنے کی بات کہی۔

اس کمپیوٹر سینٹر میں ڈی سی اے، بی سی سی، CCC، ٹیلی، اولیول کورس، اے لیول کورس، وغیرہ کا آغاز تین کمپیوٹر سے کیا گیا۔مولانا قطب الدین رضوی نے کہا کہ کمپیوٹر پڑھانے کے لئے ۳؍ٹیچر بحال کئے گئے ہیں،روزانہ اسمارٹ کلاس ۲؍گھنٹے کا ہوگا، طالب علموں کو شفٹ وائز پڑھایا جائے گا،مولانا نے کہا کہ بہت جلد ۶ —۷؍کمپیوٹر اور لگائے جائیں گے۔

اس موقع پر مولانا نظام الدین مصباحی، قاری شمشیر، مولانا نور عالم، مولانا کلیم الدین، حافظ جاوید، مولانا نسیم الدین، شمشیر، ماسٹر مختار، مظہر علی صدیقی، ماسٹر عبدالواحد، مولانا ضمیر الدین، مولانا عبدالقیوم، رضوان احمد، محمد افسر، سمیت مدرسہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ موجود تھے۔

■ ■ ■

حمدِ باری تعالیٰ

از قلم مولانا شہنواز عالم رضوی، کلکتہ

بخش دے میری خطا ربِ قدیر
بس یہی ہے التجا ربِ قدیر

سیدھے رستے پر چلا ربِ قدیر
اور گناہوں سے بچا ربِ قدیر

جتنے مسلم دہر میں بیمار ہیں
ان کو تو دے دے شفا ربِ قدیر

قوم مسلم کی سبھی شہزادیاں
ہوں کنیزِ فاطمہ ربِ قدیر

زیست میں دربار تیرا دیکھ لوں
حج کعبہ کو بلا ربِ قدیر

سرورِ کونین کی دہلیز پر
میری آجائے قضا ربِ قدیر

بہر آقا کر لے عالم کی قبول
ہر عبادت، ہر دعا ربِ قدیر

ص ۲۴؍کا بقیہ..........

اور سوشل میڈیا نے اسے جم کر بڑھاوا دیا ہے۔ بلاشبہ جنسی عمل اور اس کے دواعی پر کھل کر گفتگو کرنا کسی بھی شریف اور اچھے انسان کے لیے آسان کام نہیں مگر ہوشیار مائیں اپنی بچیوں کی اس معاملے میں ذہنی تربیت ضرور کر سکتی ہیں اور بخوبی کر سکتی ہیں۔ان کچی محبتوں کی وجہ سے جو بوجھ ہمارے معاشرے پر ہے اس نے پورے معاشرے کی کمر دوہری کر دی ہے۔اس میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے کہ محبت بڑی پاکیزہ اور مقدس احساس کا نام ہے مگر یہ محبت، محبت بھی تو ہو، یہاں تو ہوس کو محبت کا نام دے دیا گیا ہے اور لفظ محبت کا جنازہ نکال دیا گیا ہے۔

اس طرح کے موضوعات پر ورک شاپ اور مذاکرات ہوں اور کالج کی لڑکیوں اور لڑکوں کو بطور خاص مدعو کر کے ان کی ذہنی تربیت کی جائے تو اس کے بہتر نتائج برآمد ہوسکتے ہیں مگر یہ کام حساس افراد ہی کر سکتے ہیں۔صرف حرام، حرام، حرام کی رٹ لگانے سے آج تک نہ کچھ ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے، اس کے لیے عملی تدابیر بھی اختیار کرنی ہوں گی۔جن لوگوں کے پاس بولنے کا فن ہے وہ بس بولے ہی جا رہے ہیں اور جن کے پاس لکھنے کا ہنر ہے وہ اپنے ہنر کا مظاہرہ کرنے کو ہی اپنی سب سے بڑی ذمے داری سمجھتے ہیں،عملی کام کرنے والے بہت کم ہیں،ہمیں بولنے اور لکھنے سے زیادہ زمین پر اترنے اور عملی کام کرنے کی ضرورت ہے بصورت دیگر برائیوں کا گراف کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی جائے گا۔کم از کم میں اپنے حق میں خدا سے یہی بھیک مانگتا ہوں کہ خدائے پاک اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھے بولنے اور لکھنے سے زیادہ عملی کام کرنے، پردے کے پار جھانکنے، حقائق تک پہنچنے اور اپنے معاشرے کے حقیقی مسائل کا تصفیہ کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔آپ بس آمین کہہ دیں۔

■ ■ ■

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

Rs. 25/-

جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ / فروری ۲۰۱۹ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

FEBRUARY - 2019

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی وسر پرست روحانی

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت، عکس حجۃ الاسلام، ثانی مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ
حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی **محمد اختر رضا** خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہ

مرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر اعلیٰ
مولانا عسجد رضا خاں قادری

مدیر
مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی

جمادی الاوّل، جمادی الآخر ۱۴۴۰ھ مطابق فروری ۲۰۱۹ء

فی شمارہ ۲۵ روپے	تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا	شمارہ نمبر ۱ Issue 1
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے		جلد نمبر ۴ Vol. 4
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے	دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

قانونی انتباہ:
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زرِ سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت:
اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سُنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر ''برائے سنی دنیا'' ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.co.in
www.hazrat.org

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سُنی دُنیا
۸۲ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں ضرور لکھیں، آپ کے گراں قدر تاثرات رسالے کی زینت بنیں گے

محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

امام غزالی! حیات وخدمات پر ایک طائرانہ نظر

اداریہ

امام غزالی تاریخ کا وہ درخشاں ستارہ ہیں جس کی کرنیں چوتھی صدی کے وسط میں دنیائے اسلام میں نمودار ہوئیں، آپ نے اپنے فکر انگیز نظریات کے سبب مسلم دنیا پر وہ گہرے نقوش چھوڑے ہیں جو آج بھی اسلامی فلسفۂ علم وحکمت، تصوف وروحانیت، معاشرتی اقدار اور اخلاقیات کی اصلاح کے لیے اساسی حیثیت رکھتے ہیں، امام غزالی نے اپنے دور میں موجود علمی مکاتب کے لئے اسلام کی جامعیت کو دنیا کے سامنے پیش کیا، آپ کی علمی اور اصلاحی سرگرمیوں کا زمانہ پانچویں صدی ہجری کا ہے، اس دور میں علم وفن کی روشنی ہر طرف اور ہر فرد کو منور کر رہی تھی۔

آپ کی ولادت با سعادت ۴۵۰ھ ہجری میں خراسان کے ایک چھوٹے سے شہر طوس میں ہوئی، آپ کا نام محمد اور کنیت ابو حامد تھی جبکہ لقب زین العابدین تھا، آپ کے والد سوت کا کاروبار کیا کرتے تھے، اسی مناسبت سے آپ اور اہل خانہ ''غزالی'' کہلائے، غزالی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی سوت کاتنے والے کے ہیں، آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: محمد بن محمد بن احمد۔

امام غزالی کے والد محترم پڑھ لکھ نہیں سکے تھے، جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے آپ اور آپ کے چھوٹے بھائی امام احمد غزالی کو اپنے ایک دوست کے سپرد کر دیا اور کہا کہ مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں لکھنے پڑھنے سے محروم رہ گیا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ یہ دونوں تعلیم حاصل کریں تاکہ اس کا کفارہ ادا ہو جائے اور اپنی زندگی کی ساری جمع پونجی اس دوست کے سپرد کر دی، شومئ قسمت کہ والد کے وصال کے چند دنوں بعد ہی تعلیم کے لیے سرمایہ ختم ہو گیا، اس لیے مجبوراً دونوں بھائی ایک مدرسہ میں داخل ہو گئے۔

امام غزالی نے اپنی ابتدائی تعلیم ایک مقامی استاد احمد بن محمد ازکانی سے حاصل کی پھر جرجان کی طرف روانہ ہوئے، کچھ عرصہ بعد جرجان سے پھر واطن واپس آئے، جب وطن واپس آ رہے تھے تو راستے میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے آپ کی زندگی کی کایا پلٹ دی، جس قافلہ کے ساتھ آپ سفر کر رہے تھے اس پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور سب کے ساتھ ساتھ آپ کا بھی ساز وسامان چھین لیا یہاں تک کہ آپ کے ضروری کاغذات بھی چھین لئے، آپ نے ڈاکوؤں کے سردار سے کہا کہ مجھے ساز وسامان کی ضرورت نہیں مگر میرے کاغذات مجھے واپس کر دو، وہی میرا سرمایہ ہے، اس علم کو حاصل کرنے کے لئے میں نے جنگلوں کی خاک چھانی اور اتنا طویل سفر اختیار کیا، ڈاکوؤں کا سردار ہنستے ہوئے طنزیہ لہجے میں بولا تو پھر تم نے کیا خاک سیکھا؟ جب یہ کاغذ نہ رہے تو تم کورے رہ گئے، یہ کہہ کر اس نے انہیں وہ کاغذات واپس کر دیئے، اس بات کا امام غزالی پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ طوس پہنچ کر وہ تمام کاغذات آپ نے از خود ضائع کر دیئے، آپ تین سال تک وطن میں رہے، اس دوران آپ اپنے پڑھے ہوئے علوم کو صرف دہرانے میں مصروف رہے۔

اس زمانے میں نیشا پور علوم وفنون کا مرکز ہوا کرتا تھا، جب آپ نے مزید علمی تشنگی محسوس کی تو نیشا پور کا رخ کر لیا، وہاں اس دور کے سب سے بڑے عالم دین امام الحرمین ابو المعالی جوینی کے حلقۂ درس میں شریک ہو گئے جو مدرسہ نظامیہ نیشا پور کے صدر مدرس تھے، یہاں آپ کو علوم مروّجہ کی تحصیل وتکمیل کا موقع ملا، فقہ شافعی، علم کلام، مقدمات اور فلسفہ میں مہارت تامہ حاصل کی، استاد نے اس ہیرے کو پہچان لیا اور درس کا کام آپ کے سپرد کر دیا، امام الحرمین کے وصال کے وقت تک آپ تمام مختلف علوم وفنون میں ماہر ہو چکے تھے، خصوصاً ادبیات، فقہ، اصول، حدیث اور کلام وغیرہ میں کافی دسترس حاصل کر چکے تھے اور ان کی شہرت تمام بلاد اسلامیہ میں پھیل چکی تھی، تصنیف وتالیف کا

کام بھی شروع ہو چکا تھا، ۲۸ رسال کی عمر میں آپ مختلف علوم و فنون میں ماہر ہو چکے تھے۔

استاذ محترم کے وصال کے بعد آپ نے نیشا پور سے مکہ کا رخ کیا جہاں نظام الملک طوسی وزیر اعظم سلطان ملک شاہ سلجوقی کا قیام تھا، نظام الملک طوسی امام غزالی کے علم وفضل کا شہرہ سن چکا تھا، اس نے تعظیم وتکریم کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور بڑی خاطر ومدارت کی، نظام الملک کے دور میں ایران نے علم وفضل میں کافی ترقی کی، مختلف علوم وفنون پر کتابیں لکھی گئیں، جب کسی کے علم وفضل کا امتحان لینا ہوتا تو مناظرہ کرا دیا جاتا، چنانچہ نظام الملک نے آپ کے امتحان کے لئے علمی مباحثے اور مناظرے کرائے اور آپ ہر مناظرے میں غالب رہے، ایک دفعہ مشہور شاعر عمر خیام سے بھی امام غزالی کا فلسفہ کے مسائل پر مباحثہ ہوا جس میں عمر خیام لاجواب ہو گیا اور کسی ضرورت کا عذر کر کے محفل سے غائب ہو گیا، یہ آپ کی بہت بڑی کامیابی تھی۔

تجدیدی واصلاحی کارنامے

اس زمانے میں مدرسہ نظامیہ بغداد کو اسلامی علوم وفنون کی سب سے بڑی یونیورسٹی کی حیثیت حاصل تھی، نظام الملک نے اس کی مسند صدارت کے لئے امام غزالی کو منتخب کیا، یہ عہدہ اس شخص کو ملا کرتا تھا جو اس دور کا سب سے بڑا عالم ہوا کرتا تھا، جب آپ اس عہدے پر فائز ہوئے تو آپ کی عمر صرف ۳۴ رسال تھی، اس عمر میں یہ اعزاز کسی اور کو حاصل نہیں ہوا تھا، جب آپ نے مدرسہ نظامیہ کی مسند صدارت سنبھالی تو تھوڑے ہی عرصے میں اپنے فضل وکمال سے بادشاہ وقت اور ارباب سلطنت کو اتنا گرویدہ کر لیا کہ وہ سلطنت کے اہم امور بغیر آپ سے مشورہ کئے سرانجام نہیں دیتے تھے۔

امام غزالی کے حلقۂ درس میں شاگردوں کی تعداد تین سو سے زائد تھی، مزید شہر کے جو معزز افراد اس میں شریک ہوتے تھے ان کی تعداد اس پر مستزاد تھی، آپ چار سال تک اس عہدے پر فائز رہے، آپ اپنے دور کے بہت بڑے مفکر، فلسفی، ماہر فقہ اور ماہر تعلیم تھے، آپ اتنی عظیم شخصیت کے مالک تھے کہ دنیا آج تک آپ کے علم وفضل کا لوہا مانتی ہے، آپ کے خیالات و نظریات آج بھی طالبان علوم وفنون کے دلوں کو گرما رہے ہیں۔

آپ نے تعلیمی میدان میں کئی نفع بخش اصلاحات کیں، آپ کے نزدیک تعلیم کا مقصد صرف معلومات فراہم کرنا نہیں تھا، بلکہ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ تعلیم کے ذریعہ ایک طالب علم روحانی اقدار سے روشناس ہو سکتا ہے اور خداوند قدوس کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے، آپ نے مذہبی اور غیر مذہبی مضامین میں امتیاز پیدا کیا، تمام علوم کو دو حصوں میں تقسیم کئے، پہلا حصہ جو فرض عین کے نام سے مشہور ہے جو ہر مسلمان کے لئے لازمی ہے اور دوسرا حصہ فرض کفایہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جس کا حصول کچھ ہی لازم وضروری ہے، آپ نے نصاب تعلیم کی بھی اصلاح کی، آپ نے ہر مضمون کے لئے کتابوں کی نوعیت اور ضخامت بھی مقرر کی، منطق اور فلسفہ کو نصاب تعلیم میں داخل کیا، جدید علم کلام کی بنیاد رکھی، فلسفہ کی اصلاح کی، تعلیم کے لئے بہترین لائحہ عمل پیش کیا، آپ نے نظام تعلیم میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کیں، طلبا اور اساتذہ دونوں کے لئے ایسے مفید اور کارآمد اصول مقرر کئے جن پر عمل پیرا ہو کر آج بھی قابل اور مثالی اساتذہ پیدا کئے جا سکتے ہیں۔

امام غزالی نے مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی کا بنظر غائر جائزہ لیا اور اس میں بہتری لانے کے لئے کئی مؤثر اقدامات کئے، علم وحکمت کی اصلاح کی، سیاست واخلاق میں صحیح رہنمائی کی اور سب سے بڑی بات ہے کہ ان کی اصلاحات کو عوام وخواص نے بھی شرف قبولیت بخشا، اخلاقی تعلیم پر زور دیا، صنعت وحرفت کی تعلیم کی طرف لوگوں کو توجہ مبذول کرائی اور علوم مقننہ کو درس و تدریس کا خاص جزو بنایا۔

آپ نے باطل نظریات کا طلسم توڑا، اور ان موضوعات پر ماہرانہ انداز میں قلم اٹھایا، معاشرتی تبدیلی کی راہ ہموار کی، اس سلسلے میں کئی تجدیدی کام انجام دیئے، ایک تو فلسفہ اور باطنیت کے نظریات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اس محاذ پر آپ کا مقابلہ متکلمین سے تھا جو ہر بات کو عقل کی آنکھ سے دیکھتے تھے، دوسرے باطنیہ

تھے جن کا دعویٰ تھا کہ ان کے پاس خاص علوم اسرار ہیں جو انہوں نے علم حقائق کی صورت میں حاصل کئے ہیں، تیسرے فلاسفہ تھے جو منطق واستدلال کے پیروکار تھے، چوتھا تصوف کا پورا نظام تھا جس نے آپ کو متأثر کیا، یہی وہ ذریعہ تھا جس سے ظاہر و باطن کی اصلاح ممکن تھی، ایسے میں وقت کا تقاضا تھا کہ میدان میں آکر اہل فلسفہ اور عقلیات کے ماہرین کا مقابلہ کیا جائے کیونکہ ان کی سوچ علما اور صوفیا پر غالب آچکی تھی، لہٰذا آپ خلوت کی زندگی چھوڑکر اس کام کے لیے کمربستہ ہوگئے، دوسرے آپ نے معاشرے کا اخلاقی واسلامی جائزہ لے کر اس پر تنقید کی، اس کی اصلاح کی عملی تدبیر کی، اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں انہوں نے معاشرتی اصلاح کی بات کی ہے، اصلاح معاشرہ کے لیے ضروری تھا کہ علمی ودینی حلقوں میں پھیلی کمزوریوں اور بالعموم معاشرتی خرابیوں کو اجاگر کیا جائے، اس کے لیے آپ نے نہ صرف اس زمانے کا جائزہ لیا بلکہ دقیق نظری کے ساتھ پوری اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا اور اس کا نچوڑ بھی پیش کیا۔

سب سے پہلے آپ نے علما کی تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ کچھ علما درباری بن کر بادشاہوں کی جی حضوری کر رہے ہیں اور اپنا سارا زور لایعنی بحثوں میں صرف کرتے ہیں، اس رجحان نے علما کو کلیات سے نکال کر فروعیات میں لگا دیا جو ان کے علم کے محدود ہونے کا سبب بنا، علم کا حصول اپنے مطلب اور بادشاہوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہونے لگا، شاہان وقت اپنی دل لگی کے لیے اس قسم کے مشاغل جاری رکھے ہوئے تھے کہ علما کے درمیان مباحثہ کراؤ تا کہ ان کے طرز گفتگو، شعلہ بیانی، دلائل پیش کرنے کا انداز اور منطق کا استعمال دیکھ کر محفوظ ہوا جا سکے، چنانچہ علما تحصیل علم کے مقصد کو پس پشت ڈال کر ان مجادلوں میں لگ گئے اور یوں یہ ساری بحث وتمحیص کسی معاشرتی اصلاح کا ذریعہ نہ بن کر عوام کو لڑانے کا سبب بن گئی۔

امام غزالی معاشرتی خرابیوں کے ذمہ داران سلاطین وقت کو قرار دیتے ہیں جن کا طرز حکومت بدترین معاشرت اور حرام معیشت پر مشتمل تھا، بادشاہوں تک پہنچنے والے مال میں حلال کا حصہ نہ کے برابر ہوتا تھا، لے دے کر جزیہ کا مال تھا جو حلال تھا مگر وہ بھی ظالمانہ طریقوں سے وصول کیا جاتا تھا۔

امام غزالی نے اس سلسلے میں محض تحریر وتصنیف پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ جب بھی کسی بادشاہوں سے ملنے کا اتفاق ہوا، آپ نے بالک دہل ان کے اس عمل پر تنقید بھی کی، شاہ سلجوقی کا بیٹا سلطان سنجر جو پورے خراسان کا فرمانروا تھا، اس سے ملاقات کے وقت آپ نے اسے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: افسوس ہے کہ مسلمانوں کی گردنیں مصیبت اور تکلیف سے ٹوٹی جاتی ہیں اور تیرے گھوڑوں کی گردنیں طوقیان زرّیں کے بار سے۔

۴۸۸ھ میں بغداد چھوڑ کر تلاش حق میں نکل پڑے اور مختلف ممالک کے دورے کئے، جب طبیعت میں کچھ سیرابی محسوس ہوئی تو اشعری نے جس فلسفۂ مذہب کی ابتدا کی تھی آپ نے اسے انجام تک پہنچایا، آپ کی کتاب ''المنقذ من الضلال'' آپ کے تجربات کی آئینہ دار ہے۔

اسی زمانہ میں رونما ہوئے سیاسی انقلابات نے آپ کے ذہن وفکر کو کافی متأثر کیا جس کے سبب دو سال تک آپ شام میں گوشہ نشین رہے پھر حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول کے لئے روانہ ہوئے اور آخری وقت تک طوس میں ہی گوشہ نشین رہے۔

امام غزالی کی شخصیت فضائل وکمالات کا سرچشمہ تھی، آپ نے عالم اسلام پر اپنی فکر کے گہرے نقوش چھوڑے اور علمی حلقوں میں ایسی دینی وفکری حریت پیدا کی جس سے اسلامی دنیا آج بھی فیض یاب ہو رہی ہے۔

اہل فلسفہ پر ایسی تنقید کی کہ طویل عرصہ تک اس کا جواب دینے والا نہ مل سکا جو ان فلسفیوں کو اپنی بقا کے لیے نئی بنیاد فراہم کرتا، ہمیں امام غزالی کے جاری کردہ علم وفن کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہونا چاہئے اور اس سے علم وفکر کے ایسے لعل وگہر دریافت کرنا چاہئے جو نظریاتی محاذ پر اسلامی فلسفہ کے غلبہ اور معاشرتی نظام کی اصلاح کا ذریعہ بن سکے۔

تصنیفات وتالیفات

امام غزالی بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں، آپ کی بیشتر

تصانیف فقہ، کلام، منطق، اخلاق اور تصوف پر مشتمل ہیں، آپ کی تصنیفات میں شہرۂ آفاق کتاب احیاء العلوم ہے جسے چہار دانگ عالم میں یکساں مقبولیت حاصل ہوئی، اس کتاب سے جہاں اسلامی دنیا نے کافی استفادہ کیا، وہیں یورپ نے بھی اس کتاب سے خاصہ فائدہ اٹھایا، اس کتاب کا اصل نسخہ ''کتب خانہ برلن'' میں موجود ہے، زبان فارسی میں ''کیمیائے سعادت'' آپ کی ایک بلند پایہ معرکۃ الآرا تصنیف ہے، مزید چند کتابوں کے اسما درج ذیل ہیں:

میزان العمل، وسط بسیط، بدعت الہدایت، منہاج العابدین، مقاصد الفلاسفہ، تہافۃ الفلاسفہ، فتاوی الغزالی، الواسط فی المذہب، کتاب تہذیب الاصول، المستسفی فی علم الاصول، اسس القیاس، زاد آخرت، نصیحت نامہ، پندنامہ، معیار العلم، محک نظر، نصیحۃ الملوک، فضائل الانام من رسائل حجۃ الاسلام (خطوط کا مجموعہ)

امام غزالی نے سلطان سنجر کو لکھے اپنے ایک خط میں یہ بتایا تھا کہ آپ کی تصانیف تقریباً دو سو ہیں جبکہ تحقیق یہ ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد ۴۰۰ر سے زیادہ ہے، مغربی اسکالرز نے تحقیقات کر کے طے کیا ہے کہ مذکورہ کتابیں آپ کی تصانیف ہیں، ان میں عربی اور فارسی زبانوں میں لکھی گئی تصانیف ہیں، آخر میں ایک مصری اسکالر نے بھی ایک فہرست ترتیب دی جس میں ۴۵۷ر کتابوں کا ذکر ہے۔

جب نظام الملک اور ملک شاہ کو باطنی فدائیوں نے قتل کیا تو انہوں نے باطنیہ، اسماعیلیہ اور امامیہ مذاہب کے خلاف متعدد کتابیں لکھیں، جب علوم ظاہری سے آپ کی تشفی نہ ہوئی تو تصوف کی طرف مائل ہوئے اور فلسفہ کو الٰہیات کے تابع کیا اور لوگوں کے دلوں میں خوف خدا راسخ کرنے کی سعی بلیغ فرمائی۔

وصال پر ملال

حضرت امام غزالی کی وفات کا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ وصال کے دن آپ روزانہ کی طرح بالکل ہشاش بشاش تھے، اہل صبح اٹھے، وضو کیا، نماز فجر پڑھی اور اپنا کفن منگوایا، اس کو چوما اور آنکھوں سے لگا کر کہا: آقا کا حکم سر آنکھوں پر، اس کے بعد قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئے، لیٹتے ہی فوراً آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، آپ کا وصال دنیائے اسلام کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ تھا، تمام اسلامی ممالک میں صف ماتم بچھ گئی، شعرا نے عربی اور فارسی میں بے شمار مرثیے لکھے، ان میں ابو منطفہ الا بیوادی کے عربی مرثیے بہت مشہور ہیں۔ ■ ■ ■

ص ۱۴ر کا بقیہ..........

(۱۲) صحیح البخاری کتاب الجنائز، ر۱۳۹۳، ص۲۲٤ (۱۳) صحیح مسلم کتاب الإیمان، ر۳۰۰، ص٦۰ (۱۴) سنن الترمذی أبواب الطهارة، ر۱۱۳، ص۳۰ (۱۵) سنن الترمذی أبواب الدیّات، ر۱٤۲۱، ص٤٤۳ (۱٦) سنن الترمذی باب مَاجَاءَ فِی تَعْظِیمِ الْمُؤْمِنِ، ر۲۰۳۲، ص٤٦۸ (۱۷) معرفة الصحابة حنیفة الرقاشی: عمّ أبی حرّة، ر۲۳۰۲، ۲/۱٥٤ (۱۸) معرفة الصحابة حنیفة الرقاشی: عمّ أبی حرّة، ر۲۳۰۲، ۲/۱٥٤۔ ■ ■ ■

ص ۲۴ر کا بقیہ..........

تدریس کو ثانوی حیثیت دی گئی ہے، دنیا میں ہمیشہ ایسے لوگ کم پائے گئے ہیں جو دعوت وتبلیغ کے تمام شعبوں پر بیک وقت حاوی ہوں، ایک شخص تحریر میں بڑی مہارت رکھتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ تدریس اور تقریر میں بھی ماہر ہو، ایک شخص بہت اچھا مدرّس ہے لیکن تحریر وتقریر کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں، اسی طرح ایک شخص تقریر کے میدان میں اپنی مضبوط گرفت رکھتا ہے لیکن تحریر اور تدریس کے شعبے اس کی دسترس سے باہر ہیں۔ یعنی جن پر ہر فن مولا کی تعریف صادق آتی ہو ایسے لوگ ہمیشہ کمیاب رہے ہیں۔ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے، تب جا کر کوئی امام احمد رضا پیدا ہوتا ہے۔ ■ ■ ■

ص ۵۸ر کا بقیہ..........

رضوی کان پور اور حضرت مولانا قاری محمد صغیر الدین قادری صاحبان خطاب فرمائیں گے، نعت ومنقبت کے لئے ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ بلبل باغ رضا مولانا نعیم اختر رضوی، حافظ غلام محمد رضوی، حافظ سید توصیف رضا قادری، حافظ زبیر احمد اشرفی وغیرہم صاحبان کی موجودگی رہے گی، بعد نماز عصر نذر پیش کیا جائے گا، یہ اطلاع محمد توفیق رضا قادری محمد نگر گنگا گھاٹ نے دی ہے۔

رپورٹ: منجانب رضا اسلامک مشن گنگا گھاٹ اناؤ، یوپی

اداریہ

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

قبروں کے احکام! شریعت کی روشنی میں

مردے کو تکلیف دینا، زندوں کو تکلیف دینے کے برابر ہے

موت دراصل جسم سے روح کی مفارقت کے لمحاتی مرحلے کا نام ہے اور موت کے بعد کی دنیا برزخ کہلاتی ہے، برزخ کے معنی پردے کے ہیں۔ یعنی جسم ہمیں بہ صورتِ میت نظر آتا ہے مگر مردہ برزخ کے حال میں ہوتا ہے۔ عام لوگوں کی نگاہوں سے اس کا حال پوشیدہ ہوتا ہے۔

موت کے معنی یہ نہیں کہ انسان محض نیست و نابود ہو جاتا ہے، علامہ مناوی (م ۱۰۳۱ھ) کی التیسیر شرح جامع صغیر مطبوعہ الریاض ص ۳۰۳/۱ میں ہے: موت بالکل عدم نہیں اور شعور باقی ہے، یہاں تک کہ بعد دفن بھی، یہاں تک کہ اپنے زائر (زیارت کرنے والے) کو پہچانتا ہے۔

فتاویٰ عزیزی جلد دوم ص ۲۶۲ میں ہے: اموات کے پاس جو شخص جاتا ہے اور دعا کرتا ہے اور کلام کرتا ہے تو ان اموات کو یہ سب معلوم ہوتا ہے، اس واسطے کہ اُن کے حواس باقی رہتے ہیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (م ۷۴ھ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اُسے اپنی گردنوں پر اُٹھاتے ہیں، تو اگر (وفات شدہ) نیک ہوتا ہے، کہتا ہے، مجھے آگے بڑھاؤ، یعنی جلدی لے چلو اور اگر بد ہوتا ہے، تو کہتا ہے، ہائے خرابی اس کی! کہاں لئے جاتے ہو، ہر شئے اُس کی آواز سنتی ہے سوائے انسان کے اور اگر انسان سُنے تو بے ہوش ہو جائے۔ [بخاری، ص ۱۷۶/۱]

صحیح مسلم شریف، ص ۷۶/۱ میں ہے: حضرت عمرو بن العاس رضی اللہ عنہ (م ۴۳ھ) نے اپنے فرزند حضرت عبداللہ (م ۶۵ھ) سے حالتِ نزع میں فرمایا: جب مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ (جتنی دیر میں) ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو، یہاں تک کہ میں تم سے اُنس حاصل کروں اور جان لوں کہ میں اپنے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتوں کو) کیا جواب دیتا ہوں۔

حضرت شیخ محقق شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کو بیان کر کے لکھتے ہیں: جب مجھے دفن کرنا تو مجھ پر نرمی و سہولت سے یعنی ذرا ذرا (تھوڑی تھوڑی) کر کے مٹی ڈالنا، یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ مردے کو احساس ہوتا ہے اور جس چیز سے زندہ کو درد و تکلیف ہوتی ہے، اُس سے میت کو بھی ہوتی ہے۔ [اشعۃ اللمعات، ص ۱/۲۹۷]

المصنف امام عبدالرزاق (م ۲۱۱ھ)، مطبوعہ بیروت، ص ۷۴۳/۳ میں ہے: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ایک (مردہ) عورت کے سر میں زور سے کنگھی کی جارہی ہے تو فرمایا؛ کیوں اپنے مردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو، یعنی اسے کیوں تکلیف دیتے ہو؟

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ اس حوالے سے اپنی ایک کتاب اور اپنے فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں: علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان مردہ ہو یا زندہ، دونوں کی عزت برابر ہے، محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۱ھ) فتح القدیر میں فرماتے ہیں: اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت و حرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے۔

[ص ۱۰۲/۲]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔

فقہیات

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرہ کے رکن ہیں۔

اسے امام احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے بہ سند حسن ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے اذیت ہوتی ہے۔

[ص ۱۹۹/۱، الدرۃ الفاخرہ فی کشف علوم الآخرہ، امام غزالی، ص ۱۱۲]

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۳۲ھ) فرماتے ہیں: مسلمان مردے کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو، اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا، ردالمحتار اور دیگر معتمد کتب میں ہے، علما فرماتے ہیں: جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے، مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔

قبروں کا احترام! مسلمانوں کے لیے ضروری

ہمارے علمانے یہاں تک تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو، اس میں چلنا حرام ہے۔

[ردالمحتار مطبوعہ مصر، ص ۱/۲۲۹]

نیز فرماتے ہیں کہ مقبرے کی گھاس کاٹنا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے کیونکہ جب تک وہ تروتازہ رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، اس سے اموات کا دل بہلتا ہے اور اُن پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، ہاں خشک (سوکھی) گھاس کا کاٹنا جائز ہے، مگر وہاں سے تراش کردہ گھاس جانوروں کے پاس لے جائیں۔ جانوروں کو قبرستان میں گھاس چرنے کے لئے چھوڑنا منع ہے۔

[فتاویٰ ہندیہ، مطبوعہ پشاور، ص ۲/۱۶۷]

ابوداؤد (م ۲۷۵ھ) نسائی (م ۳۰۳ھ) اور طحطاوی وغیرہم نے بشیر بن خصاصیہ سے روایت کی اور لفظ امام حنفی کے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کم بختی تیری، اے جوتیوں والے، اپنی جوتیاں اُتار دے۔

[شرح معانی الآثار، مطبوعہ کراچی ص ۱/۳۴۲۔]

احادیث کے مطابق علمائے اسلام نے قبر پر چلنے، بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے سخت منع فرمایا ہے، علمانے واضح فرمایا ہے کہ قبرستان میں میت کے لئے قبر کھودنے یا میت کو دفن کرنے کے لئے جانا ہو اور قبروں کے درمیان خالی راستہ نہ ہو تو ایسی مجبوری میں نہایت احتیاط سے چلتے ہوئے کسی قبر پر پاؤں آجائے تو ضرورۃً ایسا کرنا جائز ہوگا، لیکن ایسی اہم ضرورت کے بغیر جائز نہیں ہوگا اور قبروں کو روندنا یا قبروں پر بیٹھنا سخت ناپسندیدہ ہے اور ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا، طریقۂ محمدیہ مطبوعہ دہلی ص ۲/۲۵۵ میں ہے: پاؤں کی آفتوں میں سے قبروں کا روندنا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بحمداللہ تعالیٰ، حکم مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہوگیا، جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اس پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا اور علمانے اس خیال سے کہ قبروں پر پاؤں نہ پڑیں تو قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اُس پر چلنے کو بھی حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبروں پر پاؤں نہ رکھیں، قبر کے پاس (قبر کو تکیہ بنا کر) نہ سوئیں، زیارت میں بھی آداب ملحوظ رکھیں، قبروں پر (اُگنے والی) تازہ گھاس نہ کاٹیں اور سوکھی گھاس کاٹیں بھی تو وہاں سے دور لے جا کر جانوروں کو ڈالیں، جانوروں کو قبرستان میں گھاس چرنے کے لئے نہ چھوڑیں اور واضح طور پر صاف فرمایا کہ زندہ و مُردہ مسلمان کی عزت برابر ہے اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے، مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور مُردوں کو تکلیف دینا حرام ہے تو اس سے اندازہ کرلیا جائے کہ قبرستان یا قبروں پر رہنے کا، مکان بنا کر اس میں چلنا پھرنا، بیٹھنا لیٹنا، بول و براز (پیشاب و پاخانہ) کرنا اور جماع کرنا یا قبروں کو مسمار کرکے اُن پر چلنے کا راستہ بنانا اور قبروں کو پاؤں سے روندنا کس قدر سنگین جرم ہوگا اور ایسا کرنے والے پر کتنا عذاب ہوگا؟

آج حال یہ ہوگیا ہے کہ ہم سے قبروں کا ادب و احترام بھی رخصت ہوگیا ہے، ان کی حفاظت تو بڑی بات ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق خیر عطا فرمائے، آمین۔

(**نوٹ:** اس مضمون میں مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کی کتاب ''قبر کے احکام وآداب'' سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ■ ■ ■

فقہیات

از: مفتی محمد اسلم رضا شیوانی*

اسلام اور انسانی حقوق

اسلامیات

اسلام ایک آفاقی مذہب اور فطرت انسانی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے، حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام سے جناب رسالت مآب ﷺ تک تمام ہی انبیائے کرام اسی دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے بھیجے گئے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس دین متین سے اپنی پسندیدگی کا اظہار قرآن کریم میں یوں فرماتا ہے:

''وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيناً۔ یعنی تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کیا۔''(١)

کہ اس کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں، لہٰذا سب کو چاہیے کہ دامن اسلام سے وابستہ ہو کر اپنے پروردگار کی رضا وخوشنودی پا کر اپنی آخرت کی خیر وبھلائی کا سامان کریں اور پھر اسی مبارک دین کی کامل واکمل اور خوبصورت تعلیمات کی روشنی میں رہنمائی حاصل کریں؛ کیونکہ یہ دین ہمیں انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی اور مُعاشرتی حقوق تک کے اصول وقوانین کو بیان کرتا ہے۔

رشتوں کا لحاظ رکھو

خالق کائنات کا شکر ہے کہ اُس نے مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے اُلفت ومحبت پیدا فرمائی اور انہیں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا حکم فرمایا، کروڑوں درود وسلام ہوں مصطفی جانِ رحمت ﷺ پر، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے اَحکام کو بحسن وخوبی لوگوں تک پہنچایا اور ساری اُمت کو محبت والفت، ہمدردی وبھائی چارگی، اتفاق واتحاد اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا قولاً وفعلاً حکم فرمایا، ربِ کائنات کا ارشاد ہے:

''وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر وقت تمھیں دیکھ رہا ہے۔''(٢)

جان بوجھ کر مسلمان کا قتل

اِسی طرح ہر مسلمان کی جان ومال، عزت وآبرو کی حرمت کے معاملہ میں بھی انتہائی احتیاط کا حکم ہے، اِس حوالے سے کسی بھی طرح کی زیادتی ناجائز وحرام ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَاباً عَظِيْماً۔ یعنی جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے، اُس کا بدلہ طویل مدت جہنم میں رہنا ہے، اور اُس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اُس کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(٣)

بھلائی کے کاموں میں باہم تعاون

تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ جب کسی ایک کا دوسرے پر کوئی حق آتا ہو تو اُسے حق دلانے میں اُس کی مدد کریں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ یعنی نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور برائی اور گناہ میں ایک دوسرے کا ساتھ مت دو۔''(٤)

نیکی کی تلقین اور برائی سے منع کرنا

نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے کے معاملے میں بھی اسلام نے تمام انسانوں کے حقوق کی رعایت فرمائی، کہ فرد وجماعت، رعایا اور حکام اِس معاملہ میں سب ہی سے خطاب ہے کہ ہر ایک اپنے منصب واختیار کے اعتبار سے نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے منع کرے اور یہ اُن سب پر لازم ہے، اللہ تعالیٰ مؤمنوں سے فرماتا ہے:

*مضمون نگار سعودیہ میں مقیم اہل سنت کے ایک فعال اہل قلم ہیں۔

"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ م يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ یعنی مسلمان مرد اور مسلمان خواتین ایک دوسرے کے مددگار ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔"(۵)

بدکاری کے پاس نہ جاؤ

دینِ اسلام نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانیت کی جان ومال، عزّت وآبرو کی حفاظت کے اصول وقوانین کو بھی بیان کیا ہے، ہم پر اپنے قول وعمل سے ان حقوق کی بجا آوری انتہائی ضروری ہے، اس معاملہ میں بھی کسی کے ساتھ زیادتی جائز نہیں، اسی ضمن میں اسلام نے زنا کو بھی حرام و گناہِ کبیرہ قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِيْلًا۔ یعنی بدکاری (زنا) کے قریب نہ جاؤ، یقیناً وہ بے حیائی اور بہت ہی بُرا راستہ ہے۔"(۶)

مظلوم کی حمایت میں ظالم سے لڑو

اللہ رب العزت نے مزید فرمایا:

"فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللهِ یعنی پھر اگر ایک شخص دوسرے پر زیادتی کرے تو اُس زیادتی والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔"(۷)

دو بھائیوں میں صلح کرادو

اِسی طرح مسلمان کے لازم حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ جب دو مسلمانوں میں کوئی اختلاف یا لڑائی جھگڑا ہو تو دیگر مسلمان اُن دونوں کے درمیان صلح کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں، رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ۔ یعنی مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کراؤ۔"(۸)

ناحق کسی مسلمان کا مال لے لینا

اِسی طرح دینِ اسلام ہمیں جن حقوق عامہ کا لحاظ رکھنے کا حکم فرماتا ہے اُن میں سے ایک اہم ترین چیز یہ بھی ہے کہ کسی کے محنت ومشقت سے کمائے ہوئے جائز مال ودولت میں ناجائز طور پر تصرف وزیادتی کرتے ہوئے دخل اندازی کی ہرگز اجازت نہیں، چنانچہ دھوکا دہی یا چوری ڈکیتی وغیرہ ناجائز طریقوں سے کسی کا مال ہڑپ کر لینا حرام حرام اور شدید حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:

"مَنِ اقْتَطَعَ مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ۔ یعنی جس نے ناحق کسی مسلمان کا مال لے لیا، اللہ تعالیٰ سے اِس حال میں ملے گا کہ وہ اُس پر غضب ناک ہوگا۔"(۹)

رشتوں کا انتخاب

اِسی طرح اسلام نے انسان کی جائز دلی رغبت اور پسند و ناپسند کے حق کی بھی رعایت کی ہے، جن میں سے ایک اہم ترین معاملہ شادی کا ہے، اسلام نے مرد وعورت میں سے ہر ایک کو یہ حق دیا ہے کہ جب والدین اُس کے لیے شریک حیات کا انتخاب کر رہے ہوں تو وہ ادب واحترام کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی پسند یا ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتا ہے، خصوصاً عورت کو کسی ایسے رشتے پر مجبور نہ کیا جائے جو خود اسے کسی معقول وجہ سے ناپسند ہو، اور یہ اس لیے ہے کہ دینِ اسلام امن، سکون واستقرار کو ہمارے گھروں اور ازدواجی زندگی میں بھی دیکھنا چاہتا ہے، لہٰذا رشتہ طے کرتے وقت لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے رِضامندی دائمی الفت ومحبت، سکون واطمینان پر مددگار ثابت ہوگی، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ سے روایت ہے:

"جَاءَتْ فَتَاةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللهِ!، إِنَّ أَبِيْ زَوَّجَنِيْ ابْنَ أَخِيْهِ يَرْفَعُ بِيْ خَسِيْسَتَهٗ، فَجَعَلَ الْأَمْرَ إِلَيْهَا، قَالَتْ: فَإِنِّيْ قَدْ أَجَزْتُ مَا صَنَعَ أَبِيْ، وَلٰكِنْ أَرَدْتُ أَنْ تَعْلَمَ النِّسَاءُ أَنْ لَيْسَ لِلْآبَاءِ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔ یعنی ایک لڑکی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ! میرے والد نے میری شادی اپنے بھتیجے سے کر دی، جو میرے ذریعہ اپنی فقیری

دور کرنا چاہتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں اُس لڑکی کو اختیار دے دیا، چاہے اِس نکاح کو برقرار رکھے یا ختم کردے، لڑکی نے کہا: میں اپنے والد کے کیے ہوئے رشتے کو برقرار رکھتی ہوں، لیکن میں صرف یہ چاہتی تھی کہ خواتین کو یہ علم ہوجائے کہ اِن کی شادی کے معاملے میں والد کو زبردستی کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔''(۱۰)

نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے تین مراتب ہیں: ایک یہ کہ اِس معاملے میں ہر اصلاح کرنے والا باعتبار عہدہ و منصب اپنا حکم نافذ کروائے، دوسرا یہ کہ اپنے قلم اور زبان سے لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے، اور تیسرا یہ کہ برائی کو اپنے دل میں بُرا جانے، اور خاموشی اختیار کرے اور یہ نیکی کی تلقین اور برائی سے روکنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ فطرتِ انسانی کا بالعموم اور جذبۂ ایمانی کا بالخصوص یہ تقاضا ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند ہو وہی اپنے پیاروں کے لیے بھی پسند کی جاتی ہے اور اس عمل کو حدیث مبارکہ میں ہمارے تکمیل ایمان کا باعث قرار دیا گیا، چنانچہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''لَا یُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔ یعنی تم میں سے کوئی اُس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''(۱۱)

مُردوں کو بُرا مت کہو

دینِ اسلام انسانی حقوق کی پاسداری کا اہتمام صرف انسان کی زندگی ہی میں نہیں کرتا، بلکہ بعد انتقال بھی اس کے ناموس اور عزّت واحترام کا لحاظ رکھتا ہے، لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ؛ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلٰی مَا قَدَّمُوْا یعنی مُردوں کو بُرا مت کہو؛ اس لیے کہ انہوں نے جو اعمال آگے بھیجے وہ خود اُن اعمال کی جزا کو پہنچ چکے۔''(۱۲)

خودکشی کرنے والا

اِنہی انسانی حقوق میں سے ایک اہم ترین حق انسان پر اپنی جان کا بھی ہے اور وہ یہ کہ انسان شریعت مطہرہ کے مطابق ایسی متوازن زندگی گزارے جو امن، استقرار اور اطمینان سے بھرپور ہو، یہاں تک کہ انسان کو خود اپنی جان پر زیادتی کرنے سے بھی منع فرمایا گیا، حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِیْدَةٍ فَحَدِیْدَتُهٗ فِيْ یَدِهٖ یَتَوَجَّأُ بِهَا فِيْ بَطْنِهٖ، فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا أَبَدًا، وَمَنْ شَرِبَ سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ، فَهُوَ یَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا أَبَدًا، وَمَنْ تَرَدّٰی مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ، فَهُوَ یَتَرَدّٰی فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا أَبَدًا۔ یعنی جس نے اپنے آپ کو کسی لوہے کے آلے سے قتل کیا، وہ اسی طرح لوہے کا آلہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو قتل کیا، وہ اِسی طرح جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ سزا پاتا رہے گا اور جس نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کیا، وہ اِسی طرح ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں گرتا رہے گا۔''(۱۳)

خواتین کے حقوق بھی مَردوں کی طرح ہیں

دینِ اسلام نے اگرچہ مرد کو عورت پر ایک درجہ فوقیت دی اور اسے گھر کا حاکم بنایا ہے، مگر اِس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت صرف ایک مظلوم ومسکین محکوم نوکرانی ہے، بلکہ دینِ اسلام نے جو حقوق خواتین کو دیے، ہرگز کبھی کسی اور دِین نے نہیں دیے، جہاں اُسے اِس بات کا پابند کیا کہ وہ ادب واحترام کے ساتھ شوہر کے حقوق ادا کرے، وہیں شوہر کو بھی اِس بات کا مکمل پابند کیا ہے کہ وہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہ کرے، اُسے اپنے گھر میں شریکِ حیات و پارٹنر کا درجہ ومقام دے، کیونکہ یہی وہ محترم شخصیت ہے کہ جو تمہارے بچوں کی ماں اور اُن کی پہلی تربیت گاہ ہے، لہٰذا حدیثِ پاک میں فرمایا:

''إِنَّ النِّسَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ۔ یعنی یقیناً خواتین کے حقوق بھی مَردوں ہی کی طرح ہیں۔''(۱۴)

اپنے جان ومال، دِین اور اہل وعیال کی حفاظت

صاحب حق پر یہ بھی لازم ہے کہ اپنے حق کی حفاظت کے لیے کوشاں رہے، حتّی الامکان اُسے ضائع نہ ہونے دے، حدیث پاک میں یوں فرمایا:

''مَنۡ قُتِلَ دُونَ مَالِه فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنۡ قُتِلَ دُونَ دِينِه فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنۡ قُتِلَ دُونَ دَمِه فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنۡ قُتِلَ دُونَ أَهۡلِه فَهُوَ شَهِيدٌ۔ یعنی جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے، جو اپنے دِین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔'' (۱۵)

مسلمانوں کو اِیذا مت دو

غیبت کرنا اور لوگوں کے عیوب تلاش کرنا بھی سخت ممنوع ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''يَا مَعۡشَرَ مَنۡ أَسۡلَمَ بِلِسَانِه وَلَمۡ يُفۡضِ الإِيمَانُ إِلىٰ قَلۡبِه! لاَ تُؤۡذُوا الۡمُسۡلِمِينَ، وَلاَ تُعَيِّرُوهُمۡ، وَلاَ تَتَّبِعُوا عَوۡرَاتِهِمۡ، فَإِنَّهٗ مَنۡ تَتَبَّعَ عَوۡرَةَ أَخِيهِ الۡمُسۡلِمِ تَتَبَّعَ اللهُ عَوۡرَتَه، وَمَنۡ تَتَبَّعَ اللهُ عَوۡرَتَهٗ يَفۡضَحۡهُ وَلَوۡ فِي جَوۡفِ رَحۡلِه۔ یعنی اے وہ لوگو جو زبان سے ایمان لائے لیکن اُن کے دلوں تک ایمان نہیں پہنچا! مسلمانوں کو ایذا مت دو، اُنہیں عیب نہ لگاؤ، اُن کے عیبوں کے پیچھے مت پڑو، جو اپنے مسلمان بھائی کے عیوب تلاش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے عیوب ظاہر فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کے عیوب ظاہر فرمائے اُسے ضرور ذلیل کرتا ہے، چاہے وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔'' (۱۶)

تمہارا خون، مال اور عزتیں ایک دوسرے کے لیے حرام ہیں

آقائے دو جہاں ﷺ نے اپنی تعلیمات میں اُن بنیادی اصولوں کی پاسداری پر بطور خاص زور دیا جن پر حقوقِ انسانی کی بنیاد ہے، آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

''إِنَّ دِمَاءَكُمۡ وَأَمۡوَالَكُمۡ وَأَعۡرَاضَكُمۡ عَلَيۡكُمۡ حَرَامٌ، كَحُرۡمَةِ يَوۡمِكُمۡ هذا، فِي شَهۡرِكُمۡ هذا، فِي بَلَدِكُمۡ هٰذَا۔ یعنی یقیناً تمہارا خون، مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لیے اِسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اِس مبارک دن یومِ عرفہ، تمہارے اِس مہینے ذی الحجہ، تمہارے اس شہر مکہ کی حرمت ہے۔'' (۱۷)

نیز ارشاد فرمایا:

''لَا يَحِلُّ مَالُ امۡرِءٍ إِلَّا بِطِيۡبِ نَفۡسِه مِنۡهُ۔ یعنی کسی کا مال اُس کی مرضی کے بغیر کسی دوسرے کے لیے ہرگز حلال نہیں۔'' (۱۸)

اے مولائے کریم! ہمیں قرآن کریم واحادیث مبارکہ میں مذکور اَحکام کی روشنی میں اپنے اور ہم سے متعلق لوگوں کے حقوق کو کماحقہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، خلقِ خدا کے لیے ہمارا سینہ کشادہ اور دل نرم فرما، الٰہی ہمارے اَخلاق اچھے اور ہمارے کام عمدہ کر دے، ہمارے اعمالِ حسنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، مسلمانوں کو اندرونی وبیرونی خطرات وسازشوں سے محفوظ فرما، ہر قسم کی دہشت گردی، فتنہ وفساد، خونریزی وقتل وغارت گری، لُوٹ مار اور تمام حادثات سے ہم سب کی حفاظت فرما، اِخلاص کے ساتھ ملک وقوم کی خدمت کی توفیق عطا فرما، ہمیں اپنی اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی اطاعت کی توفیق عطا فرما، ہم سے وہ کام لے جس میں تیری رِضا شامل حال ہو، تمام عالم اسلام کی خیر فرما، آمین یا ربّ العالمین و صلّی الله تعالىٰ علىٰ خير خلقِه ونورِ عرشِه، سيّدنا و نبيّنا وحبيبنا و قرّة أعيُننا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَك وسلَّم والحمد لله ربّ العالمين۔

حوالہ جات:

(۱) پ٦، المائدۃ:۳ (۲) پ٤، النساء:۱ (۳) پ٥، النساء:۹۳ (۴) پ٦، المآئدۃ:۲ (۵) پ۱۰، التوبۃ:۷۱ (٦) پ۱٥، الإسراء :۳۲ (۷) پ۲٦، الحجرات:۹ (۸) پ۲٦، الحجرات:۱۰ (۹) مسند الإمام أحمد، مسند عبد الله بن مسعود، ر٤٦، ۳۹۲، ۲/۹۲ (۱۰) مسند الإمام أحمد، مسند السيّدة عائشة، ر۲٥۰۹۷، ۹/٤٦۲ (۱۱) صحيح البخاري كتاب الإيمان، ر۱۳، ص٥

بقیہ ص ۸ پر

اسلامیات

از: محمد شعیب تنولی*

ماں سے بدسلوکی کا ایک بھیانک انجام

اگر آپ کے والدین حیات ہیں اور آپ نے کبھی ان کا دل دکھایا ہو تو پلیز ان سے معافی مانگ لیجئے اور ان کی فرماں برداری اور خوب خدمت کیجئے کیونکہ ماں باپ کی قدر و قیمت کا اندازہ ان کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ہوتا ہے! قریباً چار سال قبل کی بات ہے، میں ایک تقریب میں شمولیت کے لیے گاؤں گیا تو ایک لمبے عرصے کے بعد گلزار سے ملاقات ہوئی، وہ ہمارے گاؤں کے قریب ہی دوسرے گاؤں میں رہتا تھا اور میرا کلاس فیلو تھا، وہ دو سال مجھ سے پیچھے تھا، پڑھائی میں بہت پھسڈی تھا۔ کھیل کود اور آوارگی میں مگن رہتا تھا۔ اس لئے بار بار فیل ہوتا رہا اور آٹھویں میں تھا جب آخر کار رسی تڑا کر بھاگ گیا اور جا کر فوج میں سپاہی بھرتی ہو گیا۔ اس کی افتادِ طبع کے پیش نظر کوئی اور کام کرنا شاید اس کے بس کی بات بھی نہ تھی اور پھر پچیس تیس سال گزر گئے۔ ہمارا آمنا سامنا نہ ہوا۔ ایک بار سنا کہ گلزار نے فوج سے ریٹائرمنٹ لے لی ہے اور کویت چلا گیا ہے، حالانکہ اسکول کے زمانے میں بھی میری گلزار سے بے تکلفی نہیں رہی تھی پھر بھی فطری طور پر ایک طویل مدت کے بعد اسے دیکھ کر خوشی ہوئی۔

اس کے اطوار میں غرور اور تکبر کا انداز نمایاں تھا شاید اس لیے کہ وہ خاصا امیر ہو گیا تھا۔ اس نے گردن بلند کر کے بتایا کہ اس نے کویت سے بہت پیسہ کمایا ہے۔ وہ اپنے بڑے بیٹے کو بھی وہیں لے گیا تھا۔ اس نے تین حج کئے ہیں اور اب گاؤں میں اس نے شاندار مکان تعمیر کیا ہے، میں نے بال بچوں کا پوچھا تو وہ ایک دم افسردہ ہو گیا، اس کی گردن کا تناؤ کم ہو گیا اور چہرے پر حزن و ملال کی پرچھائیاں گہری ہو گئیں، وہ بولا: میرے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے لیکن اولاد کے حوالے سے میری تقدیر بہت بری ثابت ہوئی ہے۔ میرے استفسار پر اس نے بتایا: دو سال پہلے میں نے بڑے بیٹے کی شادی دھوم دھام سے کی، گیارہ لاکھ روپیہ خرچ کر دیا، پچاس ہزار تو صرف آتش بازی پر! لیکن،،،، اس نے بہت لمبی اور ٹھنڈی آہ بھری، لیکن دلہن بس ایک ہی رات میرے گھر میں رہی، دوسرے دن ولیمہ تھا۔ دور ونزدیک سب رشتہ دار اور ساری برادری جمع تھی، دلہن کے والدین بھی ولیمے میں آئے ہوئے تھے۔ رواج کے مطابق شام کو وہ دلہن کو اور میرے بیٹے کو ساتھ لے گئے اور دوسرے روز دلہن نے اعلان کر دیا کہ میں دوبارہ سسرال نہیں جاؤں گی، اس کا کہنا تھا کہ لڑکا بالکل بے کار ہے، اس میں مردانگی کا جوہر ہی نہیں ہے۔

گلزار نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا: ڈاکٹر صاحب یہ خبر ہمارے لئے قیامت سے کم نہ تھی، میرا سب کچھ لٹ گیا، میں برباد ہو گیا اور رشتے داروں اور برادری میں تقسیم کے لئے جو میں نے منوں مٹھائیاں تیار کرائی تھی، وہ میں نے نہر میں پھینکوادی، میں اور میرا بیٹا کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے تھے اور پھر میری بہو نے آنے سے انکار کر دیا۔

میرا عزم تھا کہ خواہ کچھ ہو جائے میری بہو کو لازماً میرے ہی گھر میں زندگی گزارنی چاہئے۔ وہ میرے بیٹے کی منکوحہ ہے، اب اس کا کسی دوسرے گھر میں جانا گویا میری موت کے برابر ہے، کیونکہ بہو جو بات کہہ رہی تھی، دراصل وہ بات نہیں تھی ڈاکٹر صاحب! گلزار نے زور دے کر کہا: حقیقت یہ تھی اور میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ میری بہو اچھے کردار کی مالک نہیں تھی، وہ محکمۂ پولیس میں ملازم تھی اور خاصی تجربہ کار تھی جبکہ میرا بیٹا سیدھا سادھا بھولا بھالا نوجوان تھا، اصل بات یہ تھی کہ وہ پچاس تولے ہضم کرنا چاہتے تھے، میرا سمدھی بھی آزاد خیال آدمی تھا،

*مضمون نگار کراچی پاکستان میں مقیم ایک بیدار فرد ہیں۔

اس کی شہرت اچھی نہ تھی۔

چنانچہ اس نے طلاق کا مقدمہ دائر کر دیا اور پھر میں نے بھی اسے خوب چکر دیئے، خوب ذلیل کیا، ڈیڑھ سال تک مقدمہ چلا اور جب وہ میرا سونا واپس کرنے پر آمادہ ہوا، اور ناک رگڑنے لگا تو میں نے طلاق دلوا دی، لیکن بھائی عبدالغنی! ہائے میری قسمت، ہائے میرا نصیب کہ اس کے بعد میں نے بیٹی کی شادی کی، وہ آپ کے گاؤں میں اکبر کے بیٹے کے ساتھ، میں نے اتنا جہیز دیا، اتنا جہیز دیا کہ اس کے علاقے میں کسی نے اپنی بیٹی کو نہیں دیا ہوگا، صوفہ سیٹ، بیڈ، ڈائننگ سیٹ، فریج، ٹی وی، اسٹیل کے برتن، پلاسٹک کے برتن، چینی کے برتن، میں نے اپنی سمدھن کو بھی سونے کا ایک سیٹ دیا، داماد کے سارے خاندان کو ولایتی قیمتی سوٹوں سے لاد دیا اور بارات کی اتنی تواضع کی کہ دھوم مچ گئی، داماد کو میں اپنے ساتھ کویت لے گیا، وہاں اسے بڑی اچھی نوکری دلا دی۔ لیکن ہائے میرا داماد بڑا ہی کمینہ اور احسان فراموش ثابت ہوا۔

اس نے معمولی سی رنجش پر پہلے میرے بیٹے کے ساتھ جھگڑا کیا، میں نے سمجھانے کی کوشش کی تو مجھ سے بدتمیزی کی، میرا گریبان پکڑ لیا اور پھر بدبخت نے کھڑے کھڑے میری بیٹی کو تین طلاقیں دے دیں اور پھر گلزار جذباتی ہو گیا، ڈاکٹر صاحب! یہ تقدیر کیا ہے؟ یہ اتنی ظالم اور بے رحم کیوں ہے؟ میں نے تین حج کئے ہوئے ہیں، پھر میرے ساتھ یہ ظلم کیوں ہوا؟ میں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا؟ میرے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہوا ہے؟

میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اسے دلاسہ دینے لگا، حوصلہ اور صبر کرنے کی تلقین کی اور موضوع بدلنے کی خاطر پوچھا: گلزار بھائی، آپ کے والد اور والدہ کس حال میں ہیں؟ آپ نے اُن کی خدمت تو خوب کی ہوگی؟ میرے اس سوال پر گلزار کا موڈ ایک دم بدل گیا، اس نے روتے روتے آنکھیں صاف کیں، سنبھل کر بیٹھ گیا اور غصے میں بولا: میرے ماں باپ مر کھپ گئے ہیں، انہوں نے میرے لئے کچھ نہیں کیا، بس بددعائیں دیتے رہے اور آج میں انہی کی بددعاؤں کی نحوست میں گھرا ہوا ہوں۔

میں گلزار کے اندازِ تکلم پر بھونچکا رہ گیا اور حیرت سے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا، آپ کو حیرت ہے کہ میں اپنے والدین کے خلاف اس طرح کی باتیں کیوں کر رہا ہوں، حقیقت ہے کہ انہوں نے میرے لئے کچھ نہیں کیا، انہوں نے میری تعلیم کے لئے کچھ نہیں کیا، ورنہ کیا میں بھی اتنی تعلیم حاصل نہیں کر سکتا تھا جتنی آپ نے کی ہے؟ آخر آپ کے ماں باپ نے بھی تو کوشش کی اور آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لی پھر میں نے اپنی زندگی کے لئے جو کچھ کیا، خود کیا، فوج میں نوکری کی، پھر کویت چلا گیا، بہت پیسہ کمایا، مکان بنایا، لیکن میرے ماں باپ مجھ سے راضی نہیں ہوئے، وہ میری بیوی سے بھی مسلسل لڑتے رہے اور مجھے بددعائیں دیتے رہے۔

گلزار کی تباہی نے مجھے بہت افسردہ اور پریشان کر دیا اور میں کمرے سے اٹھ کر باہر چلا گیا، بعد میں مجھے واقف حال لوگوں سے پتہ چلا کہ گلزار نے اپنے ماں باپ سے بہت ہی برا سلوک روا رکھا تھا، اس نے کویت جا کر بہت کمائی کی، لیکن والدین پر معمولی سا بھی خرچ نہیں کیا، اس کی بیوی بڑی ہی بداخلاق اور جھگڑالو عورت تھی اور اس نے ساس سسر کا جینا حرام کر دیا، حتیٰ کہ یہ اپنا الگ مکان بنا کر وہاں منتقل ہو گیا لیکن والدین کو اپنے پرانے اور کچے مکان میں ہی چھوڑ دیا، گلزار کے والدین کی کس مپرسی کا یہ عالم تھا کہ گرمیوں کی ایک دوپہر کو سخت دھوپ میں اس کی بوڑھی ماں کھلی چھت پر بنے ہوئے تنور میں روٹیاں پکا رہی تھی کہ اسے چکر آیا، جس سے وہ چھت سے نیچے گر گئی اور اس کا دم نکل گیا، یہ ظالم ان دنوں کویت میں تھا، اس نے ماں کے جنازے میں بھی شمولیت کرنے کی زحمت نہ کی، باپ بھی اس حادثے کے بعد کچھ عرصہ ہی زندہ رہا اور فوت ہو گیا، یہ بدنصیب اس کے جنازے میں بھی شامل نہ ہوا۔

گلزار کی بے حسی اور زن مریدی کا یہ عالم تھا، ایک چشم دید خاتون نے بتایا کہ ایک بار گلزار کویت سے حج کے لئے گیا اور وہاں سے پاکستان آیا، ماں کو پتہ چلا کہ بیٹا حج کر کے آیا ہے، تو بیٹے کی محبت نے جوش مارا اور وہ مارے اشتیاق کے اس سے

ملنے چلی گئی، گلزار نے ایک جاءنماز اٹھایا اور ماں کو پیش کیا، بیوی قریب ہی بیٹھی تھی، وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی اور اس نے جھپٹ کر وہ جاءنماز اپنی ساس کے ہاتھ سے چھین لیا اور بے شرمی سے بولی، میں تمہاری ماں کو مصلیٰ نہیں دے سکتی، ماں بے چاری آنسو بہاتی بیٹے کے گھر سے نامراد واپس آگئی، اس موقع پر گلزار کو اتنی بھی جرأت نہ ہوئی کہ وہ اپنی بیوی کو اس سفاکی پر ڈانٹتا اور ماں کو راضی کرتا، وہ بے غیرت خاموش بیٹھا رہا۔

ساری بات میری سمجھ میں آگئی، اس صورت حال میں گلزار پر اللہ کا غضب کیوں کر نہ ٹوٹتا، اس کے ہر کام میں بگاڑ کیوں کر نہ پیدا ہوتا اور ہر معاملے میں اسے ذِلت و رسوائی کا سامنا کیوں کر نہ کرنا پڑتا؟ لیکن شامت اعمال نے گلزار کا اب تک پیچھا نہیں چھوڑا، اس نے والدین کے ساتھ جس بے حسی اور شقاوتِ قلبی کا مظاہرہ کیا تھا، وہ اب تک اس کے وبال میں مبتلا ہے، چنانچہ اس نے دو سال قبل اپنے بڑے بیٹے کی دوبارہ شادی کی، لیکن چونکہ بیٹا جنسی اعتبار سے واقعتاً ناکارہ تھا، اس لئے گھر میں ایک عجیب وغریب، ناگفتہ بہ صورتِ حال پیدا ہوگئی، گلزار گزشتہ چند سالوں سے کویت کی ملازمت ترک کر کے مستقلاً گاؤں میں رہتا ہے، بیٹے کی شادی ہوئی تو وہ اپنی ناکامی کا اعتراف کر کے کویت چلا گیا، گھر میں جوان بہو تھی اور گلزار کسی اخلاقی ضابطے کا پابند نہ تھا، چنانچہ فضا اب ایسی بن گئی کہ گلزار کی اپنی بیوی سے تند و تیز جنگ شروع ہوگئی اور اب اس جنگ نے ایسے المیے کی صورت اختیار کر لی ہے کہ اسے دیکھ کر کوئی بھی چشم عبرت رکھنے والا کوئی فرد بھی کانپ اٹھتا ہے، میاں بیوی میں روز ہی لڑائی ہوتی ہے اور یہ لڑائی اتنی شدت اختیار کر جاتی ہے کہ گلزار بیوی کو چھڑی سے مارتا ہوا اور تعاقب کرتا ہوا باہر گلی میں آجاتا ہے۔

وہ بیوی جس نے اپنی ساس کے ہاتھ سے مصلیٰ چھین لیا تھا، اب بال کھولے، خستہ حال، چیخ و پکار کرتی ہوئی باہر گلی میں بھاگ رہی ہوتی ہے، وہ بہو کے حوالے سے گلزار پر کھلے بندوں الزام لگاتی ہے اور گلزار اس کی پٹائی کرتا ہوا اس کا پیچھا کر رہا ہوتا ہے، وہ بھی جنونیوں کی طرح چیختا ہے، لوگو! میری بیوی پاگل ہو گئی ہے، اس لئے میں اس کو مار رہا ہوں، آؤ تم بھی اسے مارو، تا کہ اس کا دماغ ٹھیک ہو جائے، اور یہ دردناک اور عبرت ناک سلسلہ کافی دنوں سے جاری ہے۔

گلزار کی زندگی کتوں سے بھی بدتر ہوگئی ہے، اس کی عزت خاک میں مل گئی ہے، کوئی اس سے بات نہیں کرتا، اس کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا، گلزار کی یہ حالت دیکھ کر مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد آتی ہے جو صحیح مسلم میں شامل ہے، جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی ہے:

”وہ آدمی ذلیل ہو، وہ خوار ہو، وہ رسوا ہو جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور ان کی خدمت کر کے اور انہیں خوش کر کے جنت حاصل نہ کرے۔“

ظاہر ہے جس شخص کے حق میں حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم بد دعا کریں، وہ گلزار کی طرح ذلیل و خوار نہ ہو تو اور کیا ہو؟ اللہ ہمارے سروں پر ماں باپ کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے اور ہمیں ان کی فرمانبرداری کرنے اور ان کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

■ ■ ■

مل جائے گی نشاط نہ جاؤ اِدھر اُدھر

لازم ہے احتیاط نہ جاؤ اِدھر اُدھر
بس ان سے ارتباط نہ جاؤ اِدھر اُدھر
کوشاں رہو حصول رضائے رسول میں
جتنی بھی ہے بساط نہ جاؤ اِدھر اُدھر
چلتے ہی جاؤ ان کے نقوش قدم پہ تم
سیدھی ہے یہ صراط نہ جاؤ اِدھر اُدھر
شرع مبیں کی روشنی ہو مقصد حیات
چھوڑ یہ انحطاط نہ جاؤ اِدھر اُدھر
یاد ان کو کرلو عالم درد والم میں تم
مل جائے گی نشاط نہ جاؤ اِدھر اُدھر
قدسی عطا کرے گی تمہیں کثرت درود
روحانی انبساط نہ جاؤ اِدھر اُدھر

اسلامیات

(از: مولانا رحمت اللہ صدیقی *

اسلام ایک خدائی مذہب

اسلامیات

دنیا میں بے شمار ادیان وملل پائے جاتے ہیں، ان میں اسلام سب سے پاکیزہ اور ستھرا دین ہے، یہی دین اللہ کا پسندیدہ دین ہے، قرآن و احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے، مذاہب عالم اور ادیانِ عالم میں اسلام کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے بتیس دانتوں کے درمیان ایک زبان اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان زبان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، دانت بعد میں آتے ہیں اور جب انسان ضعیف ہوجاتا ہے تو دھیرے دھیرے اس کے سارے دانت رخصت ہوجاتے ہیں، لیکن زبان اپنی جگہ محفوظ رہتی ہے، یعنی ماں کے پیٹ سے قبر کی آغوش تک زبان انسان کے ساتھ ہوتی ہے، ٹھیک اسی طرح دانتوں کے درمیان جو حیثیت زبان کی ہے مذاہب عالم کے درمیان وہی حیثیت مذہب اسلام کی ہے، اسلام سب سے پہلے آیا ہے اور سارے مذاہب بعد میں آئے ہیں، اسلام خدائی مذہب ہے اور دوسرے سارے دین انسان کے خود تراشیدہ ہیں، اسلام حق ہے اور سارے مذاہب باطل ہیں۔ دنیا کا ہر مذہب اور اس کا ماننے والا اسلام کو اپنے لیے خطرہ تصور کرتا ہے اور زمین کے نقشے سے اسے مٹا دینا چاہتا ہے۔ لیکن اسلام ہے کہ دن بہ دن پھیلتا جارہا ہے۔ کل بھی اسلام کو مٹانے کی کوششیں ہوئی تھیں، آج بھی ہورہی ہیں اور آئندہ کل بھی ہوں گی، مگر کل بھی اسلام سربلند تھا، آج بھی سربلند ہے اور آئندہ کل بھی سربلند رہے گا۔

اسلام ہمیشہ سے اپنے مخالفین کا یہ کہہ کر منہ چڑاتا رہا ہے کہ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اسلام ایک اٹل حقیقت ہے

اسلام کی جو صورت کل تھی وہی صورت آج بھی ہے، اسلام کا جو اُصول کل تھا وہی اُصول آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا، اسلام نے انسان کے لیے جو دستورِ حیات اور نظام زندگی کل پیش کیا تھا وہی دستورِ حیات اور نظام زندگی آج بھی ہے، اسلام وقت اور حالات کے تحت بدلتا نہیں ہے بلکہ وقت اور حالات کو اپنی فطرت کے سانچے میں ڈھالتا ہے۔ اسلام ایک اٹل حقیقت ہے۔ اس میں کسی کو کسی طرح کی تبدیلی کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ ایک خدائی ضابطہ ہے اور خدائی ضابطے کو دنیا کی کوئی طاقت چیلنج نہیں کرسکتی۔ اسلام جب تک دنیا میں ہے اخلاقی قدریں موجود ہیں اور اسلام جب دنیا سے رخصت ہوگا اخلاقی قدریں بھی رخصت ہوجائیں گی۔ اسلام ہے تو دنیا امن وشانتی کا گہوارہ بنی ہوئی ہے۔ اسلام جب رخصت ہوجائے گا پوری دنیا جہنم میں تبدیل ہوجائے گی۔ تعصب، تنگ نظری کی بنیاد پر انسان کچھ بھی کہہ سکتا ہے لیکن ہم نے جو باتیں کہی ہیں ایک سو ایک فی صد حقیقت ہیں۔

اسلام دنیا کی ایک عظیم سچائی ہے۔ اس عظیم سچائی کو دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی۔ اسلام کسی خارجی طاقت کی بنیاد پر نہیں زندہ ہے۔ اس کی زندگی میں ڈالر اور ریال کا بھی کوئی رول کبھی نہیں رہا بلکہ یہ اس لیے زندہ ہے کہ یہ خدائی پکار ہے، خدائی آواز ہے اور ایک ٹھوس صداقت ہے، صداقت وقتی طور پر دبتی تو ہے مٹتی نہیں ہے۔

بڑی بڑی طاقتیں مختلف شکلوں میں اس کو مٹانے کے لیے کھڑی ہوئیں، لیکن اس کو مٹانے والی طاقتیں خود مٹ گئیں، آج تاریخ میں ان طاقتوں کے کھنڈرات تو ملتے ہیں مگر ان کا کوئی اپنا وجود نہیں ملتا۔ اسلام ایک ایسی پتھر کی چٹان ہے کہ جو اس سے ٹکرانے کی کوشش کرتا ہے وہ خود پاش پاش ہوجاتا ہے،

* مضمون نگار مجلہ پیغام رضا ممبئی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

کبھی اسلام غربت کا بھی شکار ہوا ہے اور ایسی غربت کہ دنیا یہ محسوس کرنے لگی کہ اب اسلام اپنے قدموں پر دوبارہ کھڑا نہ ہو سکے گا، لیکن جن طاقتوں نے اسے غربت سے دوچار کیا تھا، انھیں طاقتوں کی کوکھ سے امید کی ایک نئی کرن نمودار ہوئی جو اسلام کی سربلندی کا سبب بن گئی۔ ڈاکٹر اقبال نے اس سمت یوں اشارہ کیا ہے ؂

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

حضرت شفیق جون پوری نے بھی اسلام کے زمانۂ غربت کی کچھ یوں ترجمانی کی ہے ؂

بجھی ہے شمع مسلم بارہا پھر جگمگائی ہے
یہ تارہ ٹوٹ جاتا ہے درخشانی نہیں جاتی
نکالیں سیکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا
مگر پھر بھی میرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

کسی اور شاعر نے اسلام کے نہ مٹنے کی حقیقت کا یوں اظہار کیا ہے ؂

اسلام تیری نبض نہ ڈوبے گی حشر تک
تیری رگوں میں خوں ہے رواں چار یار کا

اسلام اپنی صداقت کی بنیاد پر زندہ ہے

دنیا میں بے شمار مذاہب ہیں اور ہر مذہب کے پاس اپنی مشینری ہے جس سے مذہب کے فروغ کا کام لیا جاتا ہے۔ جو مذہب جتنا دولت مند ہے اس کی مشینری بھی اتنی ہی مضبوط ہے۔ آج گھر واپسی کے نام سے ہندوستان میں ایک تحریک بڑے زور و شور کے ساتھ چل رہی ہے، یہ تحریک روپے دے کر مذہب تبدیل کرا رہی ہے، جو لوگ غربت کی سطح سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں انھیں جینے کے لیے دو وقت کی روٹی چاہیے۔ وہ روپے لے کر وقتی طور پر اپنا ظاہری لباس، اپنا رنگ و روپ اور اپنی وضع قطع تبدیل کر لیتے ہیں اور بانیانِ تحریک اس وقتی تبدیلی کو اپنی کامیابی کا نام دے رہے ہیں۔ جبکہ انھیں یہ سوچنا چاہیے کہ مذہب پیسے کی بنیاد پر نہیں پھیلتا، مذہب طاقت کی بنیاد پر نہیں پھیلتا، اگر طاقت کی بنیاد پر، دولت کی بنیاد پر اور ڈالر و ریال کی بنیاد پر مذہب پھیلتا تو آج پوری دنیا کو عیسائی ہو جانا چاہیے، مذہب نہ دولت کی بنیاد پر پھیلتا ہے، نہ طاقت کی بنیاد پر اور نہ ہی اسلحے کی بنیاد پر پھیلتا ہے، مذہب اگر پھیلتا ہے تو صرف کردار کی بنیاد پر پھیلتا ہے۔ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان کے پاس دولت ہے، طاقت ہے، اسلحے ہیں اور ظاہری تمام مادّی ساز و سامان ہیں مگر ان کے پاس کردار نہیں ہے۔

دولت کی بنیاد پر وقتی طور پر سروں کو تو جھکایا جا سکتا ہے، دلوں کو نہیں جھکایا جا سکتا اور مذہب کا تعلق دل سے ہے، اسلام پھیل رہا ہے اور خوب پھیل رہا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اسلام انھیں ممالک میں سب سے زیادہ پھیل رہا ہے جو ممالک اسلام دشمنی میں سب سے آگے ہیں، اسلام کے پھیلنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کے پاس کردار ہے۔

ایک اُمّی نے عرب کا بول بالا کر دیا

اسلام کا آغاز و اظہار مکّہ مکرّمہ سے ہوا۔ پیغمبر اسلام ﷺ چالیس سال تک اہلِ مکہ کے سامنے اپنا کردار پیش کرتے رہے، آپ کی پاکیزگیِ کردار کو دیکھ کر اہلِ مکّہ آپ کو امین و صادق جیسے القاب سے پکارنے لگے۔ ایک روز حضور سید عالم ﷺ کوہِ صفا کی بلندی پر چڑھ گئے اور اہلِ مکہ کو آواز دی، اہلِ مکہ آپ کی آواز سن کر کوہِ صفا کے دامن میں جمع ہو گئے۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم مجھے کیسا سمجھتے ہو؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ امین و صادق ہیں، جب سب نے آپ کے شخصی فضل و کمال کو تسلیم کر لیا، پھر آپ نے ان پر اسلام پیش کیا، اہلِ مکہ پہ کفر کی دھول اتنی گہری ہو چکی تھی کہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوئے، لیکن آپ ان سے مایوس بھی نہیں ہوئے، آپ کا تبلیغی سفر جاری رہا، لوگ ڈھیرے ڈھیرے آپ کے قریب ہوتے رہے اور آپ کی دعوت کو قبول کرتے رہے۔

حضور سید عالم ﷺ کے پاس دولت نہیں تھی، ثروت نہیں تھی اور نہ جنگی ساز و سامان کا ذخیرہ تھا۔ آپ کے پاس تسخیر قلوب

کا جو سب سے قیمتی سامان تھا وہ آپ کا اعلیٰ وارفع کردار تھا اور ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے اپنے کردار کی تلوار سے پورے عرب کے کفر کو کاٹ کر رکھ دیا، آپ کی چند سالہ کوششوں نے اس قوم کو جس کا پیشہ رہزنی، قتل وغارت گری تھا، اسے پوری دنیا کا رہبر ومقتدا بنا دیا، پنڈت ہری چند اختر لکھتے ہیں ؎

ایک اُمّی نے عرب کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذرّوں کو ہم دوشِ ثریا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی خوشبو

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے اپنا جو کردار پیش فرمایا ہے اس کی کوئی دوسری نظیر اب تک سامنے نہ آسکی ہے اور قیامت تک نہ آسکے گی، آپ کے اخلاق وکردار کو دیکھ کر پتھر دل موم کی طرح پگھلنے لگتے تھے، آپ کے اوصاف میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ آپ اپنے سخت دشمن کو بھی بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ معاف فرما دیتے تھے۔ مکہ میں ایک ضعیفہ تھی۔ اس کا روز کا معمول تھا کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے گذرتے تو وہ اپنے گھر کا گرد وغبار آپ کے جسم مقدس پر ڈال دیتی، ایک روز ایسا ہوا کہ ضعیفہ گرد وغبار ڈالنے نہیں آئی، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ آج ضعیفہ نہیں آئی۔ ایک صحابی نے بتایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج اس کی طبیعت خراب ہوگئی ہے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ چلو چل کر اس کی عیادت کرتے ہیں۔ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ اس کے گھر پہنچ گئے۔ ضعیفہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کے ساتھ دیکھا تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ اس نے سوچا کہ آپ انتقام کے جذبے کے تحت یہاں آئے ہیں۔ وہ یوں آپ سے گویا ہوئی کہ یہ عرب کا شیوہ نہیں ہے کہ دشمن بیمار ہو جائے تو اس سے انتقام لیا جائے، آپ کو اگر انتقام لینا ہی تھا تو آپ اس وقت آتے جب میں صحت مند تھی، ضعیفہ کی باتیں سننے کے بعد آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھی ماں! میں انتقام کی غرض سے نہیں آیا ہوں بلکہ میں آپ کی مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوا ہوں، اتنا سننا تھا کہ ضعیفہ کا کفر ریزہ ریزہ ہو گیا اور وہ آپ کے قدموں پر گری اور کلمہ لا اِلٰہ الّا اللہ پڑھ کر اسلام کے دامن میں آ گئی، یہ تھی آپ کے کردار کی خوشبو، یہی کردار اسلام کے فروغ میں ہمیشہ کلیدی رول ادا کرتا رہا ہے، اسی طرح کی ایک اور مثال حضرت علامہ سید اولادِ رسول قدسی کی زبان سے ملاحظہ کریں:

"بڑھیا چلچلاتی دوپہر میں ریگ زاروں کے سینوں کو چیرتے ہوئے انجام کی پرواہ کئے بغیر کشاں کشاں چلی جا رہی تھی، حقیقت تو یہ تھی کہ اسے خود بھی پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے اور جنگل میں اس ضعیفی میں زندگی کے بقیہ لمحات کیسے گزارے گی، اس کے سر پر ایک ایسا جنون سوار تھا کہ وہ اپنی منزل سے بے خبر چلی جا رہی تھی، چلتے چلتے اس کے پیر میں سوجن آجاتی ہے، مزید چلنے کی تاب نہیں رہی، پھر بھی وہ اپنی منزل کی جانب بڑھتی جا رہی تھی، مشکلات وتکالیف کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ کسی طرح بھی مکہ کی سرحد تک پہنچ گئی، جس وقت وہ سرحد عبور کر رہی تھی اس وقت یکا یک اس کا سر بری طرح چکرایا اور وہ نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑی۔ تھوڑی دیر بعد معاً اس کی نگاہیں ایک شخص پر مرکوز ہو جاتی ہیں جو بدرِ منیر سے بھی زیادہ حسین وجمیل نظر آ رہا تھا، جس کے جسم اقدس کی خوشبو سے پوری فضا معطر ہوئی جا رہی تھی، اس کے حسن لازوال سے بڑھیا کی نگاہیں خیرہ ہو رہی تھیں اور اس کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے بڑھیا کو عجیب وغریب اور ناقابل بیان آسودگی مل رہی تھی۔ وہ شخص اس کی جانب بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا۔ بڑھیا مسلسل یہ سوچے جا رہی تھی کہ ہو نہ ہو یہ کوئی فرشتہ ہے، بھلا کوئی انسان بھی اتنا حسین وجمیل ہو سکتا ہے۔ اس کی معصومیت بتا رہی ہے کہ زمین کا نہیں بلکہ آسمان کا نوری مکین ہے۔ بڑھیا کا دل خوشیوں سے لبریز ہو چکا تھا اور وہ مسلسل سوچے جا رہی تھی کہ لات وہبل سے اس کی پریشانیاں دیکھی نہیں گئیں، اس لئے انہوں نے ایک حسین پیکر کو میرے لئے معین ومددگار بنا کر بھیج دیا ہے۔

اسلامیات

جوں ہی بڑھیا کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا وہ شخص اس کے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا: دادی اماں! آپ بہت شکستہ نظر آرہی ہیں، آپ کی راہوں میں وہ کون سی رکاوٹیں حائل ہوگئی ہیں جس کی بنیاد پر آپ کے چہرے پر درد وکرب کے آثار نظر آرہے ہیں؟ بلاتکلف مجھے بتائیے، میں آپ کی ہر ممکن مدد کرنے کو تیار ہوں۔

اس شخص کی رس گھولتی ہوئی آواز بڑھیا کے کانوں سے کیا ٹکرائی اس کے دل کی دنیا میں ایک عظیم تبدیلی رونما ہوگئی، اس کے شرک وکفر متزلزل ہوگئے، مگر معاً اس کے سامنے اس کی انا حائل ہوجاتی ہے اور اس کے ضمیر کو ملامت کرتے ہوئے جھنجھوڑتی ہے کہ اے لات وعزیٰ کی پرستار! تجھے اپنے دین کی حفاظت میں کسی بھی شخص کی مدد نہیں لینی چاہیے، یہ تیری غیرت دینی کے منافی ہے، جب تو ایک طویل مسافت بذات خود طے کر چکی ہے تو پھر تھوڑی دور کے لئے کسی کے تعاون کا رہین منت ہونا تیری خودداری کے لئے ایک بڑا چیلنج ہوگا، فوراً اس کے رویہ میں تبدیلی آتی ہے اور وہ بڑے ہی تیکھے انداز میں بولتی ہے کہ اے شخص! تو اپنی راہ لے، مجھے تیری مدد کی کوئی ضرورت نہیں، میرے لئے لات وعزیٰ سے بڑھ کر کون مددگار ہوسکتا ہے، مگر وہ شخص تھا کہ پیہم کہتا جارہا تھا کہ دادی اماں! اس عالم ضعیفی میں آپ کی پریشانیاں مجھ سے دیکھی نہیں جاتیں، مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی بوری کو اپنے سر پر رکھ لوں اور آپ جہاں فرمائیں گی میں وہاں تک پہنچا دوں گا۔ آپ مجھ سے غیریت کا مظاہرہ کیوں کر رہی ہیں، کیا آپ کو نہیں معلوم کہ نادار و ناتواں کی خدمت کرنے میں مجھے کس قدر لطف ملتا ہے۔ اس شخص نے یہ ساری باتیں اس قدر معصومیت سے کہہ ڈالیں کہ بڑھیا کا دل پسیج گیا اور کہنے لگی: ہاں میں تمہاری مدد لینے کو تیار ہوں، اتنا سنتے ہی اس شخص کے دل کی باچھیں کھل اٹھیں، اس کے چہرے پہ سرور وکیف کی قندیلیں روشن ہوگئیں، فوراً بڑھیا کی بھاری بھرکم بوری اپنے سر پر اٹھائی اور رواں دواں ہوگیا، راستہ بھر بڑھیا اپنی منزل کی نشان دہی کرتی رہی، بالآخر منزل آہی گئی، منزل کیا تھی ایک پر دہشت وگنجان بے آب وگیاہ صحرا تھا، بڑھیا نے بڑے انکسار آمیز لہجے میں کہا: بس یہیں میری بوری اتار دو، اب یہاں کسی کی آواز میرے کانوں سے نہیں ٹکرائے گی۔ جانے وہ اپنے تئیں کیا سے کیا بڑبڑائے جارہی تھی۔

اب وہ شخص بڑھیا سے کہنے لگا: اچھا! اب مجھے اجازت دیجئے، میں چلوں۔ بڑھیا نے کہا ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ تم اپنی محنتوں کا معاوضہ لئے بغیر چلے جاؤ، یہ رہا تمہاری کاوشوں کا ثمرہ۔ اس شخص نے کہا معاف کیجئے گا، میں اپنی محنتوں کا معاوضہ نہیں لیتا، میں نے کوئی محنت کی ہے اور نہ کوئی احسان کیا ہے، یہ تو میرا فرض تھا جسے میں نے نبھایا اور میں پہلے سے بتا چکا ہوں کہ مجھے بے کس وبے بس کی مدد کرنے میں بڑی خوشی میسر آتی ہے۔ اچھا تو میں اب چلتا ہوں، پھر بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے یاد کر لیجئے گا، بڑھیا اس حسین پیکر کی اخلاقی قدروں کو دیکھ کر بے پناہ متأثر ہوئی اور بے تابانہ انداز میں کہنے لگی کہ اتنی جلدی بھی کیا ہے، تھوڑی دیر اور بیٹھو، تمہاری باتیں سن کر ذہن ودماغ کو بڑا سکون ملتا ہے۔ اس شخص نے کہا میں کچھ دیر اور بیٹھتا، مگر میرے سر پر دوسری اہم ذمہ داریاں ہیں، اچھا میں اب چلتا ہوں۔ بڑھیا نے کہا بیٹے! لات وعزیٰ کی قسم! اب تم سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا، اگر تم اس قدر مصر ہو تو جاؤ، مگر اس سے پہلے ذرا تم اپنا نام بتاتے ہوئے جاؤ۔

اس شخص کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور کہا: دادی اماں! کاش آپ میرا نام نہ پوچھتیں تو کیا ہی بہتر ہوتا۔ بڑھیا نے کہا: آخر کیوں؟ اس میں کون سی قباحت ہے؟ ارے تمہاری آنکھوں میں آنسو! اگر تم کو میری کسی بات سے تکلیف ہوئی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں، مگر ذرا اپنا نام تو بتا دو۔ اس شخص نے کہا کہ اگر آپ اس قدر اصرار کر رہی ہیں تو جگر تھام کر سنئے۔ میں وہی "محمد" ہوں کہ جس کی خاطر آپ ڈھیر ساری

مصیبتوں سے دوچار ہوئیں، اس ضعیفی اور نقاہت کے عالم میں پریشانیوں کا بار اٹھایا، حتّٰی کہ اپنے وطن عزیز مکہ کو خیر باد کہا۔

اتنا سنتے ہی بڑھیا بے ساختہ پکار اٹھی: ارے تم ہی محمد ہو، تم اتنے اچھے ہو تو تمہارا دین کتنا اچھا ہوگا، اب تک ابوجہل وابولہب جیسے کمینوں نے تمہارے خلاف میرے اندر بدگمانیاں بھر دی تھیں، نہ جانے کیسی کیسی نازیبا باتیں کہی تھیں، مگر تم تو بالکل برعکس نکلے۔ اب میں اپنے کفر وشرک کی گردن مروڑ کر لات وعزیٰ کی پرستش سے تائب ہوتی ہوں، تمہاری غلامی کا طوق میں گلے میں ڈال کر بصد ناز پڑھتی ہوں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ“۔

اسلام ظلم وجبر کا قاتل ہے

حضور سید عالم ﷺ نے اپنے اخلاق وکردار کی روشنی میں اپنے اصحاب کی جو جماعت تشکیل دی تھی، اس جماعت سے بہتر جماعت روئے زمین پر سورج کی روشنی نے اب تک نہیں دیکھا ہے۔ یہ جماعت منہاجِ نبوت سے کبھی الگ نہیں ہوئی۔ حضور سید عالم ﷺ نے اپنا جو اخلاق وکردار دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اصحابِ مصطفیٰ ﷺ بھی دنیا کے سامنے اسی اخلاق وکردار کا عکس جمیل پیش کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت کم مدّت میں اسلام دنیا کے بیش تر حصوں میں پھیل گیا۔ پوری دنیا ظلم وجبر کے دو پاٹوں کے درمیان پس رہی تھی۔ اسلام دنیا کو ہر طرح کے ظلم وجبر سے نجات دلانے کے لیے آیا تھا۔ اسلام سے پہلے انسانی مساوات کا بھی کوئی تصور نہیں تھا۔ اسلام نے پہلی بار دنیا کے سامنے انسانی مساوات کا تصور پیش کیا۔ اسلام کے پاس جو فلسفۂ حیات ہے، موت وحیات کا جو پاکیزہ مفہوم ہے اور ایک خدا کا جو مقدس تصور ہے دنیا کے کسی مذہب کے پاس ایسا تصور نہیں ملتا اسلام کل بھی دنیا کی پہلی ضرورت تھی اور آج بھی پہلی ضرورت ہے اور قیامت تک اس کی یہ حیثیت برقرار رہے گی۔

اسلام کے فروغ میں دولت کا کبھی کوئی رول نہیں رہا

اسلام کی یہ ایک عظیم خصوصیت ہے کہ اسلام کے فروغ میں دولت کا رول رہا ہے مگر دولت کی جو اہمیت اس وقت سے لے کر آج تک دنیا والوں کی نظر میں ہے اسلام نے اس نظر سے دولت کو کبھی نہیں دیکھا۔ حضور سید عالم ﷺ کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ بنائے گئے۔ ان کا پیشہ تجارت تھا۔ مسندِ خلافت پر بیٹھنے کے بعد بھی وہ کپڑوں کا گٹھر اپنی پیٹھ پر رکھ کر بازار جاتے، مسلمانوں نے خلافت کے بعد آپ کے اس عمل کو پسند نہیں کیا، آپ نے مسلمانوں سے کہا کہ اگر میں تجارت چھوڑ دیتا ہوں تو میرے جو گھریلو اخراجات ہیں وہ کیسے پورے ہوں گے؟ پھر بیت المال سے آپ کا وظیفہ مقرر ہوا۔ لیکن آپ نے ضرورت سے زیادہ کبھی بیت المال سے وظیفہ نہیں لیا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال حضرت صدیق اکبر سے مختلف نہ تھا۔ مگر غربت میں کردار کی ایسی بلندی کہ قیصر وکسریٰ جیسی طاقتیں نام سے گھبراتی تھیں۔ اسلام کے فروغ میں ہمیشہ مبلغین کا اہم رول رہا ہے۔ جماعت صحابہ کا ہر فرد اسلام کا پرجوش داعی اور مبلغ تھا، صحابہ کے بعد مبلغین کی تعداد میں ہمیشہ کمی ہوتی رہی۔ ابتدائے اسلام میں ہر شخص اپنے منصب اور بساط کے مطابق تبلیغ کے فرائض انجام دیتا تھا بلکہ ان کی ذات خود سراپا تبلیغ تھی، لوگ انھیں دیکھ کر اسلام کے قریب ہوجاتے، لیکن آج تبلیغ کی ساری ذمے داری علما کے کاندھوں پر آگئی ہے، کل کے مبلغین اگر غریبی میں آسودگی کے مزے لوٹتے تھے تو آج کے مبلغین بھی کم وبیش انھیں احساسات کے حصار میں ہیں۔

آج اسلام کا فروغ اور اس کا تحفظ صرف مدارسِ اسلامیہ سے ہو رہا ہے، مدارسِ اسلامیہ کی بقا صرف اور صرف عوامی تعاون پر منحصر ہے۔ عرض ومعروض کا مقصد وحید یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ سے لے کر آج تک اسلام اگر اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں موجود ہے تو یہ انھیں بوریہ نشینوں اور دلق پوشوں کی خدمت ومحنت کی برکتیں ہیں، جنھیں آقائے کونین نے **الفقرُ فخری** کہہ کر سرمدی تمغائے سرور بخش دیا ہے۔ ہمیں اعتراف ہے دولت وامارت نے ضرورت پڑنے پر اسلام کی لرزتی اور لڑکھڑاتی دیوار کو سہارا ضرور دیا ہے، تاہم یہ انھیں ناداروں، ناتوانوں کا جنونِ عشق ہے جو اپنے دوشِ نازنین پر سرمایۂ حیات سجائے جنگل

جنگل، وادی وادی، پربت پربت اسلام کے وجودِ ناز کی ہر غم و الم سے بے نیاز ہو کر جلوہ نمائی کرتا رہا۔ خود حضور سید عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ اسلام غریبوں سے شروع ہوا ہے اور عن قریب غریبوں میں لوٹ جائے گا۔

اسلام غریبوں سے شروع ہوا ہے

اسلام کی پوری تاریخ اسی حدیث کے محور پر گھومتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ اسلام کے فروغ میں اہلِ ثروت کا رول برائے نام ملتا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی پاکباز شخصیات تاریخ میں خال خال نظر آتی ہیں، جب اسلامی صفوں کا قیام ہوتا ہے تو اہلِ ثروت پچھلی صفوں میں ہوتے ہیں۔ ان کا اسلامی چہرہ بھی بہت زیادہ صاف وشفاف نہیں ہوتا۔ ان کے سینوں میں دینی درد کو بمشکل جگہ ملتی ہے، اس لیے یہ کہنا کہ اسلام طاقت کی بنیاد پر پھیلا ہے، دولت کی بنیاد پر پھیلا ہے، تلوار کی بنیاد پر پھیلا ہے......... یہ اسلام پر ایک بھیانک الزام ہے، ارشادِ ربانی ہے: لا اکراہ فی الدین. دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ اہلِ مکہ نے صلح حدیبیہ کی شرطوں میں ایک شرط یہ بھی رکھی تھی کہ ہمارا کوئی آدمی آپ کے یہاں جائے گا تو آپ اسے واپس کردیں گے اور اگر آپ کا کوئی آدمی ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اسے واپس نہیں کریں گے۔ جماعت صحابہ میں سے بعض افراد اس شرط کو ماننے پر آمادہ نہیں تھے لیکن جب آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شرط میں چھپی ہوئی حکمتوں کا اظہار فرمایا تو صحابہ کی گردنیں خم ہوگئیں۔ اسلام نے جبری دعوت کی شدت سے مخالفت کی ہے۔ اہلِ مکہ نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے تھے وہ لائق معافی نہیں تھے مگر جب مسلمان مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو آقائے کریم ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرما دیا، اس طرح کے بے شمار شواہد ہیں جو تاریخ کی پیشانی پر ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔

اسلام کے فروغ میں علما پیش لفظ کی حیثیت رکھتے ہیں

اسلام کے فروغ میں علما، فقہا، محدثین اور صوفیا کی جماعتیں پیش لفظ کی حیثیت رکھتی ہیں، یہ جماعتیں ایسی ہیں کہ آلاتِ حرب وضرب کبھی ان کے ساتھ نہیں رہے، لشکر سازی میں بھی انھیں کبھی دل چسپی نہیں رہی، ان کے درباروں میں کبھی کوئی پہرے دار بھی نہیں دیکھا گیا محلوں کو کبھی انھوں نے رشک بھری نظروں سے نہیں دیکھا اور دولت وثروت کو کبھی انھوں نے مقصودِ زندگی نہیں بنایا، بوریہ نشینی ہمیشہ انھیں عزیز رہی، ان کے حجراتِ زندگی میں دنیا کو باریابی کی کبھی اجازت نہیں ملی، انھوں نے ہمیشہ زندگی برائے بندگی اور بندگی برائے تابندگی کا فلسفہ ہی دنیا کے سامنے پیش کیا، ایسی شخصیات کے زرّیں کارناموں سے تاریخ کے دفاتر بھرے ہوئے ہیں، دور جانے کی ضرورت نہیں خود ہندوستان میں ایسی شخصیات کی ایک طویل فہرست ہے، اگر انسان ان کے دینی، ملّی اور عملی کارناموں کو سمیٹنا چاہے تو درجنوں مجلدات تیار ہوجائیں، ذیل میں صرف ایک ذات بطور نمونہ پیش کی جاتی ہے۔

ہندوستان میں اسلام کے اوّلین داعی

ہندوستان میں جس ذات نے اسلام کو فروغ بخشا اسے سردار اولیا، سلطان اولیا، عطائے رسول، معین بے کساں، خواجۂ خواجگاں خواجہ غریب نواز کے نام سے دنیا جانتی ہے، آپ چالیس رفقا کی ایک جماعت کے ساتھ واردِ ہند ہوئے۔ آپ کی آمد کے وقت پورا ہندوستان کفر وشرک کی غلاظتوں میں ڈوبا ہوا تھا اور اجمیر کفر وشرک کا مرکز تھا۔ آپ کو بظاہر ایک بڑی طاقت کے مقابلے میں اُتارا گیا تھا۔ آپ کا حریف ہر طرح کی طاقت سے لیس تھا۔ زمین اس کی تھی، ماحول اس کا تھا، حکومت اس کی تھی فوج اس کی تھی۔ اس کے فوجی ہر طرح کے جنگی ساز وسامان سے لیس تھے، ذرائع حمل ونقل پر بھی اس کا کنٹرول تھا، رعایا اس کے خلاف نہیں جاسکتی تھی، ادھر غریب نواز کے ساتھ جو جماعت تھی وہ ہر طرح کے ظاہری ساز وسامان سے خالی تھی، ان کے پاس کھانے، پینے کا بھی ذخیرہ نہیں تھا، رہنے کے لیے کوئی محفوظ مکان بھی نہیں تھا۔ درخت کے سائے میں یہ جماعت پناہ لیے ہوئے تھی۔ تاریخ انسانی نے ایسی جنگ شاید کبھی نہ دیکھی ہوگی، لیکن حیرت اس بات پہ سر نوچتی ہے کہ یہ چالیس افراد پہ مشتمل جماعت ہر فکر سے بے نیاز ہے، پورا اجمیر آتش فشاں بنا ہوا ہے،

اسلامیات

حکومت پہ کپکپی طاری ہے، تمام طاقت وقوت کے باوجود حکومت سمجھوتے کی کوشش کر رہی ہے۔ آپ سے یہ اپیل کی جا رہی ہے کہ شہر چھوڑ دیں مگر آپ شہر چھوڑنے کے لیے کسی بھی حال میں تیار نہیں ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ فقیر حکومت کے لیے نہیں آیا ہے، اقتدار کے لیے نہیں آیا ہے۔ دولت کے لیے نہیں آیا ہے۔ فقیر کفر کی شاخوں کو جڑ سے اُکھیڑنے کے لیے آیا ہے۔

آپ جہاں بیٹھے تھے وہاں سے آپ کو اُٹھا دیا گیا۔ آپ آسانی کے ساتھ اُٹھ گئے۔ خوراک کی آمد ورفت آپ پر بند کر دی گئی۔ آپ کی پیشانی شکن آلود نہیں ہوئی۔ آپ پر پانی بند کر دیا گیا پھر بھی آپ کی زبان پہ کوئی حرفِ شکایت نہیں آیا۔ جب رفقا نے شدتِ پیاس کی شکایت کی تو آپ نے اپنے ایک خادم کو اپنا ایک چھوٹا سا کوزا دیا اور فرمایا کہ جا کر آنا ساگر سے کہنا کہ تمہیں معین الدین حسن نے بلایا ہے خادم آنا ساگر کے قریب گیا اور غریب نواز کا حکم سنایا، حکم سنتے ہی آنا ساگر کا سارا پانی اس چھوٹے سے کوزے میں سمٹ آیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ پورے اجمیر کا پانی کوزے میں سمٹ آیا تھا اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ پورے ہندوستان کا پانی آپ کے کوزے میں سمٹ آیا تھا۔ کوزے میں پانی کا سمٹنا تھا کہ حکومت محاصرے میں آ گئی۔ پورا شہر شدتِ پیاس سے تڑپنے لگا۔ مخلوقِ خدا کا ایک ہجوم آپ کی بارگاہ میں فریادی ہوا۔ پانی کا کوزہ اُلٹ دیا، پورا شہر حسب سابق پانی سے جل تھل ہو گیا، آپ کے عزم واستقلال کے سامنے حکومت قدم قدم پر شکست کھاتی رہی۔ پھر بھی حکومت ہوش کے ناخن نہیں لے رہی تھی۔ اب مخلوقِ خدا آپ کی سمت رجوع ہونے لگی۔ کفر وشرک کی دیواریں متزلزل ہونے لگیں۔ باطل خداؤں کا سحر ٹوٹنے لگا اور ایک وقت ایسا آیا کہ پورا شہر آپ کے قدموں میں سمٹ آیا۔ یہ کیسی جنگ تھی۔ تلواریں نہیں اٹھیں۔ کوئی سر جسم سے الگ نہیں ہوا۔ خون کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرا اور غریب نواز نے جنگ جیت لی۔ جو لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام کا فروغ دولت کی بنیاد پر ہوا ہے، طاقت کی بنیاد پر ہوا ہے اور تلواروں کے زور پر ہوا ہے۔ ان کے دعوے کے بطلان کے لیے یہی ایک تاریخ کافی ہے۔

حضور غریب نواز نے ہر محاذ پہ حکومت کو شکست دی، آخر حکومت کے شکست کے وجوہات کیا تھے؟ اور غریب نواز کی فتح مندیوں کے اسباب کیا تھے؟ حکومت کی شکست کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس کردار نہیں تھا۔ اور غریب نواز کی جیت کی بنیاد ان کا اعلیٰ اخلاق و کردار تھا، جیت کے بعد غریب نواز کو حکومت پہ قابض ہو جانا چاہیے تھا لیکن آپ نے حکومت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، آپ ہندوستان حکومت کے لیے نہیں آئے تھے، بلکہ آپ دلوں کو جیتنے کے لیے آئے تھے۔ کفر وشرک کو مٹانے کے لیے آئے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ آپ نے اپنے اخلاق وکردار کی تلوار سے نوّے لاکھ کفر وشرک کے سروں کو اس کے جسم سے الگ کر دیا اور انہیں ایمان ویقین کی روشنی عطا فرمائی، آپ نے اجمیر کی فتح کے بعد محلوں کو اپنی قیام گاہ نہیں بنایا بلکہ آپ تاحیات ایک جھوپڑی میں قیام پذیر رہے، آپ کی دعاؤں سے ہزاروں ہزار جھوپڑا باشی محلوں میں پہنچ گئے، یہی وہ کردار ہے جس کی بنیاد پر اسلام پھیلا، پھیل رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔

اسلام کی تبلیغ کے بنیادی ذرائع

دعوت وتبلیغ کے مختلف ذرائع ہیں۔ ان میں تحریر، تدریس اور تقریر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور یہ تینوں شعبے علما اور صوفیا سے متعلق ہیں، تحریر، تدریس اور تقریر میں سب سے کٹھن اور دشوار شعبہ تحریر کا ہے، برسوں کی محنت کے بعد ایک جامع تحریر سامنے آتی ہے۔ تفاسیر میں تفسیر زاہدی کی خاص اہمیت ہے۔ حضرت امام زاہد جو صاحب کشف وکرامات بھی تھے، انھیں تفسیر زاہدی کی تکمیل میں سولہ سال کا طویل عرصہ دینا پڑا۔ دنیا میں جتنی بھی جامع ترین کتابیں ہیں ان کی تاریخ بھی تفسیر زاہدی سے مختلف نہیں ہے۔ مدارس چاہے دینی ہو یا عصری علوم وفنون کے سر چشمے ہوتے ہیں۔ سارے علوم وفنون کا رشتہ مدارس ہی سے ملتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک اچھا مدرس ہی ایک اچھا محرر اور مقرر ہوتا ہے، اس کے باوجود درس و

بقیہ ص ۸ پر

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*

ایمان کی حلاوت

ملک شام کے شہر بصرہ میں تجارتی قافلے پے در پے اتر رہے ہیں، تمام سڑکیں گرد وغبار سے اٹی ہوئی ہیں، چاروں طرف لوگوں کا اژدہام ہی اژدھام ہے، پورا شہر دلہن کی طرح سجا ہوا ہے، مارکیٹ کا دل فریب حسن لوگوں کو اپنی جانب مائل کیے ہوئے ہے، ایسا لگتا ہے کہ آج پوری دنیا اسی شہر میں سمٹ آئی ہے، اب ہر سمت گونا گوں سامان اور مختلف اشیا سے دکانیں بھر چکی ہیں۔ گاہکوں کا امڈتا ہوا سیلاب پورے شہر کو اپنے حصار میں لیے ہوئے ہے۔

یوں تو ہر دکان پہ خریداروں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے مگر ایک نوجوان کے ارد گرد عجیب دلکش منظر نظر آرہا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ کوئی مقناطیس ہے کہ اپنی دکان کی طرف تمام گاہکوں کو کھینچتا چلا جارہا ہے۔ دیگر دکاندار بھی اس منظر کو دیکھ کر انتہائی متحیر ہوتے جارہے ہیں کہ ہمارے پاس بیش بہا سامان کی فروانی ہے پھر یہ کہ ہم نے آسمان پر چڑھتی ہوئی قیمت بھی نہیں لگائی ہے، اتنا بڑا فرق کیوں؟ اسی بات کو سوچ کر سارے تاجروں کا ذہن ماؤف ہو رہا ہے، سب کے سب یاس وحسرت میں سرد آہیں بھر رہے ہیں، اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار بھی نہیں کیوں کہ یہ تو قسمت کی بات ہے کہ کہیں خلا ہی خلا ہے اور کہیں ہجوم کثیر، کسی کے سر پہ ناامیدی کے سیاہ بادلوں کا پڑاؤ ہے تو کسی کے سر پر فتح وکامرانی کے حسین سہرے، اگرچہ تاجر اس کی معقول وجہ سے نابلد وناواقف تھے مگر نوجوان کی اعلیٰ پیشانی کی روشن لکیریں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ ”میں کوئی مقناطیس ہوں اور نہ کوئی سحر بلکہ یہ سب میری خندہ روی اور حسنِ اخلاق کے پھیلتے اثرات ہیں، بات بھی کچھ ایسی ہی تھی کہ کوئی بھی خریدار جب اس نوجوان کے پاس جاتا تو اس طرح پر کشش مسکراہٹ سے اس کا استقبال کرتا کہ آنے والا بغیر خریدے ہوئے واپس ہی نہیں ہوتا پھر یہ کہ وہ قیمت بھی لیتا تو انتہائی مناسب وموزوں، یہ وہ ادائیں تھیں جو اوروں میں بالکلیہ مفقود نظر آتی تھی یا پھر خال خال۔

اب دن کا سورج اپنی آتشیں کرنوں سے تھک کر شفق کی گود میں آرام کرنے کی غرض دنیا کی نگاہوں سے روپوش ہو چکا تھا، جوں ہی شام روشنی وتاریکی کا حسین سنگم بن کر کرۂ ارض پہ جلوہ بار ہوئی معاً ایک راہب ہراساں وپریشاں تلاش وجستجو کا پیکر یکایک اس نوجوان کے پاس آکر رک گیا، اسے عجیب وغریب نظروں سے گھورتا جارہا تھا، ایسا لگتا تھا جیسے یہی اس کے حصولِ مقصد کا باعث اور اس کے جہد مسلسل کا حسین مآل ہے، نوجوان کو اس راہب کی ادا پہ بڑا تعجب ہو رہا تھا، کچھ ہی وقفے کے بعد راہب لب کشا ہوا ”کیوں نوجوان! تم مکّہ سے تشریف لائے ہو؟“ نوجوان نے انتہائی متانت وسنجیدگی سے مگر تھوڑا سا جھجھکتے ہوئے جواب دیا جی ہاں! مگر ذرا یہ تو بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں کہ آپ کے اس ناگہاں سوال کے پیچھے کون سا مقصد پنہاں ہے کیوں کہ یہاں ہزاروں تاجر ہیں مگر یہ سوال صرف مجھ سے ہی کیوں؟ راہب نے نوجوان کے سوال کا کوئی جواب دیے بغیر فوراً دوسرا سوال جڑ دیا، ”اے نوجوان ذرا یہ بھی بتا کہ کیا مکّہ میں ”احمد“ نامی نبی آخر الزماں نے اپنی نبوت کا اعلان فرما دیا ہے۔“ نوجوان کی حیرت بڑھتی جارہی تھی کہ یہ شخص ہے کون اور مجھ سے بے محل سوال پہ سوال کیوں کرتا جارہا ہے، تجارتی منڈی میں ایسے سوالات کیا معنیٰ رکھتے ہیں۔ نوجوان کی سوچوں کے تسلسل کو بڑھتا دیکھ کر راہب نے فوراً کہا اچھا نوجوان! تمہیں میرے سوال پر حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری تجارت میں کسی قسم کا خلل ڈالوں مگر میری اتنی سی بات

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم ایک مستند اہل قلم ونقاد ہیں۔

یادرکھنا کہ میں آسمانی کتابوں کاتھوڑا ساعلم رکھتا ہوں۔

اسی علم کے پیشِ نظر مجھے معلوم ہوا ہے کہ کھجوروں کے جھرمٹ والے شہر مکّہ میں احمد نامی نبیِ آخرالزماں کا ظہور ہو چکا ہے مگر مجھے یہ نہیں معلوم کہ آیا انھوں نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا ہے یا نہیں۔ اگر وہ اپنی نبوت کا اعلان فرمادیں تو سن نوجوان بلا تأمل کچھ سوچے سمجھے بغیر ان پر ایمان لاکر صحابیت کے شرف سے سرفراز و بہرہ ور ہو جانا۔ یادرکھ وہ خداوندِ قدوس کے حبیب اور انتہائی محبوب برگزیدہ رسول ہیں، تمام آسمانی کتابیں صدیوں سے ان کی صداقت ونبوت کا کلمہ پڑھتی آرہی ہیں اور ہر نبی اپنے زمانے میں اپنی امتوں کو ان کی آمد کا مژدہ سناتا رہا اور ہر نبی ان ہی کا کلمہ پڑھتا رہا۔ تو اس سنہری اورزریں موقع کو ضائع ہونے نہ دینا ورنہ زندگی بھر تو کفر وضلالت کی تیرہ وتار وادی میں بھٹکتا ہی رہ جائے گا۔ اتنا کہہ کر راہب پلک جھپکتے ہی نوجوان کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ راہب تو چلا گیا مگر نوجوان کے دل ودماغ پر ایمان کی حلاوت کے انمٹ نقوش ثبت ونمایاں کر گیا۔ اب نوجوان کی طبعیت خرید وفروخت کی ہماہمی سے بالکلیہ اچاٹ ہو چکی تھی، فوراً دکان بندکی، بقیہ سامان کو سمیٹا اور مکہ کے لیے رخت سفر باندھا۔ بڑی تیزی سے اپنے گھوڑے کو بھگائے جارہا تھا۔ بار بار نگاہوں کے سامنے نبی آخرالزماں کی ان دیکھی صورت آتی اور مست وبے خود کر جاتی۔ شوق لقا سے سرشار نوجوان نے جوں ہی مکہ کی سرحد پر قدم رکھا تو یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ چاروں طرف نبی آخرالزماں کا چرچا چل رہا ہے، ہر زبان پہ انہیں کا نام ہے مگر نوعیت بدلی ہوئی تھی۔ بصرہ میں راہب نبی آخرالزماں کی تعریفیں کر رہا تھا مگر مکہ والے آپ کے خلاف زہر افشانی کر رہے تھے، آپ کی شان میں گستاخیاں کی جارہی تھیں۔

سوزبان ہزار باتیں! کوئی کہہ رہا تھا کہ محمد بن عبداللہ مجنوں ہے، کوئی کہہ رہا تھا ساحر، کوئی انہیں اختلاف وانتشار کی بنا گردانتا تھا۔ نوجوان کی حیرانی بڑھتی جارہی تھی، یہ کیسا معمہ ہے؟ ملکِ شام کے راہب کی زبان تھی کہ نبی آخرالزماں کی مدح وستائش میں تھکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی اور یہ مکہ والے ان کی شان میں کس قدر نازیبا الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔ بے شرمی ایسی کہ ان کی شان میں کیچڑیں اچھالنے سے ذرہ برابر بھی دریغ نہیں کرتے۔ اسی کشمکش وتذبذب کے عالم میں نوجوان جوں ہی آگے بڑھا تو ابوجہلی گروہ نے اس کا راستہ روکا، نوجوان نے مزید متحیر ہوکر کہا کیا بات ہے؟ تم لوگ میرے راستے میں کیوں حائل ہو رہے ہو میں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے، گروہ کے لوگوں نے کہا دراصل ہمارے مقصد میں کوئی کھوٹ نہیں ہے بلکہ معاملہ یوں ہے کہ مکہ میں محمد بن عبداللہ نے ایک نئے دین کی اشاعت شروع کر دی ہے اور وہ ان دیکھے خدا کی پرستش کی دعوت دیتا پھرتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ میں آخری نبی ہوں لہٰذا تم اس شخص کے پاس جاؤ گے اور نہ اس کی کوئی بات سنو گے۔ ہم تمہیں متنبہ کرنے کے لیے روکے ہوئے ہیں۔ تم ہمیں اپنا خیر خواہ سمجھو۔ نوجوان نے کہا خیر ملنے اور سننے سے کیا ہوتا ہے تو ابوجہلیوں نے کہا بھئی! چونکہ تم بڑی مدت کے بعد شام سے لوٹ رہے ہو تمہیں نہیں معلوم کہ یہ محمد بن وعبداللہ جس کا نام ہے اس کی باتوں میں ایسی دل کشی ہے کہ جو ایک بار اس سے ملتا ہے اور اس کی سحر انگیز باتیں سنتا ہے تو وہ شخص لات ومنات کی پرستش سے برگشتہ ہو کر اسی کا گرویدہ وشیدا بن جاتا ہے۔ اس لیے ہم نہیں چاہتے کہ تم اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر گمراہ ہو جاؤ۔ مکہ کے بہت سارے لوگ اپنے آبائی دین سے منحرف ہوکر صابی بن چکے ہیں، ایسے گمراہوں میں سرِفہرست قحافہ کا بیٹا ابوبکر ہے جو صابیوں کا سر کردہ بنا بیٹھا ہے اور یہ محمد کے دین کی ترویج میں کلیدی رول ادا کر رہا ہے۔ اس لیے ہم تمھیں پہلے ہی سے ہوشیار کر دے رہے ہیں کہ تمھارا دین محفوظ ومامون رہ سکے۔

جب اس نوجوان کو ابوبکر بن قحافہ کے ایمان لانے کی بات معلوم ہوئی تو اس کے دل میں ان سے ملنے کا اشتیاق بڑھا اور وہ فوراً سیدھے حضرت ابوبکر کی بارگاہ میں پہنچا۔ حضرت ابوبکر کی نظر جوں ہی اس نوجوان کے چہرے پہ پڑی تو آپ بے ساختہ بول اٹھے ارے طلحہ! تم شام سے کب واپس آئے دراصل اس نوجوان کا نام طلحہ بن عبداللہ تھا، حضرت طلحہ نے جواب دیا بس ابھی ابھی

مگر یہ بتائیے کہ مکہ میں یہ چہل پہل کیسی ہے اور شور وغوغا کیسا ہے؟ میں جوں ہی مکہ کی سرحد پہ پہنچا تو ایک گروہ نے میرا راستہ روکا اور محمد بن عبداللہ سے متعلق عجیب سی خبر سنائی کہ انھوں نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو ذرا تفصیل سے ان کی دعوت وتعلیم پر روشنی ڈالیے تاکہ میں بھی تو کچھ سنوں اور سمجھوں۔ حضرت ابو بکر نے اس قدر دلنشین انداز میں بانئ اسلام کی تعلیم سے روشناس کرایا کہ حضرت طلحہ کے دل کی دنیا یکسر بدل گئی اور انہیں تصدیق بالجنان کا انمول خزانہ مل گیا مگر انھوں نے مصلحت کے پیشِ نظر اقرار باللسان نہیں فرمایا، تھوڑی دیر گفتگو کے بعد حضرت طلحہ گھر لوٹ گئے۔ سفر کی تکان تھی ہی فوراً بستر پہ دراز ہو گئے مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، کروٹ پہ کروٹ بدلی، پہلو پہ پہلو بدلا کہ کسی طرح نیند کی پرسکون آغوش میں چلے جائیں مگر ساری کوششیں عبث ثابت ہوئیں۔ بار بار نبئ آخر الزماں کا نوری پیکر نگاہوں کے سامنے آجاتا اور شوقِ لقا انہیں مضطرب وبے قرار کر دیتا۔ اسی طرح چند دن بڑے اضطراب کے عالم میں گزرے مگر کب تک؟ ایک دن ظالموں کے ظلم وستم کی پرواہ کیے بغیر بلا تأمل سرکار ابد قرار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے بے بہا ایمان کی دولت وثروت سے مالا مال ہو گئے۔

ان دنوں اسلام لانا ایک جرمِ عظیم تصور کیا جاتا تھا، اگر کسی کے بارے میں کافروں کو معلوم ہو جاتا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے تو ظالم اس بے کس پر بہیمانہ انداز سے ٹوٹ پڑتے اور اسے جی بھر کر ظلم وتشدد کا شکار بناتے۔ حضرت طلحہ کے سر سے پہلے ہی والد کا سایہ اٹھ چکا تھا، وہ اپنے بھائی عثمان بن عبداللہ کی سرپرستی میں زندگی کے ایام گزار رہے تھے۔ ہزار نا قابل بیان جور وجفا کے باوجود بیشتر مسلمان اپنے اسلام کا اعلان برملا کرتے اور مظالم کی تیز آندھیوں میں ثابت قدم رہ کر اپنی حق پرستی کا بین ثبوت فراہم کرتے۔ انہیں قابلِ فخر شخصیتوں میں حضرت طلحہ کا نام نامی اسم گرامی درخشندہ وتابندہ تھا۔

حضرت طلحہ سرکار کی بارگاہ سے آئے اور اپنے گرد ونواح کا جائزہ لیا تو دیکھا ہر چہار جانب مکہ کے ظالموں کا دل بادل ہے، ہر سمت خونخوار تلواریں چمک رہی ہیں مگر اس کے باوجود آپ اپنے اسلام لانے کا فخریہ اعلان کرتے گزر رہے تھے کہ معاً آپ کے بھائی کی نگاہ آپ پر پڑی اور کیا دیکھا کہ طلحہ نشۂ توحید میں بے خود کلمہ کا ورد کرتے جا رہے ہیں۔ عثمان پہلے سے حضرت طلحہ کے سلسلے میں مشکوک تھا کیوں کہ وہ جب سے ملک شام سے لوٹے تھے اکثر وبیشتر کھوئے کھوئے سے نظر آ رہے تھے۔ اب تو اسے یقین کامل ہو گیا کہ واقعی اب تو طلحہ بھی بے دین ہو گیا ہے۔ اس کی دینی غیرت بھڑک اٹھی اور اسے طلحہ کا اسلام لانا قابلِ برداشت نہ رہا۔ اس کی بھنوئیں تن گئیں۔ وہ چراغ پا ہو گیا اور انتہائی غیظ وغضب کے عالم میں آگے بڑھا اور بڑی بے دردی کے ساتھ حضرت طلحہ کا گریبان پکڑ کر فحش گالیاں بکتے ہوئے گھر لے آیا، پھر کیا تھا ظالم نے ظلم کی کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ طبیعت سے خوب زد وکوب کیا یہاں تک کہ آپ لہولہان ہو گئے مگر اس کے باوجود ظالم بار بار کہے جا رہا تھا کہ کان کھول کر سن لے طلحہ! اگر تو عافیت چاہتا ہے تو اب بھی وقت ہے محمد کا دین چھوڑ دے ورنہ تیری بوٹی بوٹی الگ کر دوں گا۔ ظالم کو کیا پتہ تھا کہ جب کوئی ایمان کی حلاوت آگیں جام سے سرشار ہو جاتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے اسلام سے برگشتہ نہیں کر سکتی۔

حضرت طلحہ نے ہر ظلم کے جواب میں اپنی ثابت قدمی کا مظاہرہ کر کے بد باطن عثمان بن عبداللہ کے ناپاک عزائم کو چاروں شانے چت کر دیا۔ ظالم تو بے شرمی پر تلا ہوا تھا مگر سچ تو یہ ہے کہ اب اس کا ظلم ندامت سے پانی پانی ہو رہا تھا۔

کسی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ ظلم کی عمر زیادہ لمبی نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب پانی سر سے اونچا ہو گیا اور مظالم حد سے متجاوز ہو گئے تو محسن انسانیت نے بحکم خدا اپنے جاں نثاروں کو مدینہ کی جانب ہجرت کا مژدۂ جانفزا سنا دیا۔ ہجرت کی مسرت خیز خبر سن کر صحابۂ کرام میں نشاط وکیف کی لہر دوڑ گئی۔ سارے صحابہ نے رفتہ رفتہ اپنے ایمان کی بے نظیر دولت کی بقا کی خاطر اپنے وطن کو خیرباد کہا اور مدینے کی جانب بے سر وسامان کوچ

کر گئے، حضرت طلحہ نے بھی اس خوش بختی کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا، موقع ملتے ہی آپ بھی مدینہ پہنچ کر مہاجرین کی حسین صف میں شامل ہو گئے۔

اب تو مکہ کے ظالموں کو خاموش ہو جانا چاہیے تھا کیوں کہ ان کی نگاہوں میں خاروں کی طرح کھلنے والے جامِ توحید کے متوالے ان کے راستے سے الگ ہو گئے مگر افسوس کہ ظالموں کو یہ بھی گوارا نہیں ہوا کہ مظلوم مسلمان کم از کم غریب الوطنی کی زندگی آرام سے گزار سکیں، صحابۂ کرام کی ہجرت کے بعد کفارِ مکّہ کی جفائی سرگرمیاں بڑھ گئیں اور ان کی کوہ شکن سازشوں میں خاصا اضافہ ہو گیا۔ میٹنگ پہ میٹنگ ہونا شروع ہوئی، نت نئی ترکیبیں نکالی گئیں تاکہ مسلمانوں کو مدینہ ہی سے نہیں بلکہ صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے حتیٰ کہ مدینہ میں یہ بات ہوا کی طرح پھیل گئی کہ کفارِ مکّہ نے مدینہ پر چڑھائی کا ناپاک منصوبہ بنا لیا ہے اور ان کا جنگی قافلہ مکہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ جب سرکار ابد قرار کو یہ دل دہلانے والی بات معلوم ہوئی تو آپ نے جن دو جاں بازوں کو کفارِ مکّہ کی جنگی پوزیشن کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا، ان میں جہاں حضرت سعید بن زید تھے وہیں حضرت طلحہ بن عبد اللہ بھی تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں یہ کام نہایت سنگین اور صبر آزما تھا۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کفار مکہ کے اعتبار سے بالکل صفر تھی اور چاروں طرف ظلم و تشدد کی ننگی تلواریں منڈلا رہی تھیں۔ ایسے موقع پر کفارِ مکہ کا جنگی جائزہ لینا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا مگر قربان جائیے کہ سرکارِ کائنات ﷺ کے منتخب جاں نثاروں نے اس مہم کو بھی بڑی آسانی سے سر کر لیا اور پوری تفصیلات کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ سارے صحابہ تو انہیں خراجِ تحسین پیش کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ محسنِ انسانیت کی زبان سے بار بار دعائیہ کلمات نکل کر بابِ اجابت سے ٹکرا رہے تھے۔

پھر وہ دن بھی دنیا کی آنکھوں نے دیکھا کہ میدانِ بدر میں کفر و اسلام کی پہلی اور انوکھی جنگ معرضِ وجود میں آئی۔ جنگی نقشہ بڑا ہی عجیب و غریب تھا۔ دو متضاد صفیں، ایک طرف ہزاروں کی تعداد میں لشکرِ جرار اور دوسری طرف فقط تین سو تیرہ بھوکے پیاسے اور نہتے جاں نثارانِ اسلام۔ تاریخ اس امر سے چشم پوشی نہیں کر سکتی کہ مسلمانوں نے جذبۂ اسلام سے سرشار ایسے جوہر دکھائے کہ کفار مکہ کو تمام تر جنگی سہولتوں کے باوجود شکست و ریخت کا کڑوا گھونٹ پینا پڑا۔ خداوند قدوس کی نصرت و تائید رنگ لائی اور مسلمان شاداں و فرحاں فاتح و کامران بن کر مدینہ لوٹ گئے۔

ایسے نازک موقع پر بھی حضرت طلحہ کی محبت رسول اپنی مثال آپ تھی، معرکہ بدر کے آغاز سے اختتام تک حضرت طلحہ سرور کائنات ﷺ کی حفاظت میں کفارِ مکہ کے بالمقابل سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے ڈٹے رہے۔ خود وار پہ وار سہتے رہے لیکن اپنے آقا کے جسم اقدس پر ذرہ برابر بھی آنچ آنے نہیں دی، ہر چند کہ ظالموں کا اصل نشانہ سرکار کی ذات گرامی تھی۔

شرمناک شکست کے بعد بھی نابکار کفار مکہ کو چین نہ آیا، وہ سب کے سب اپنے بڑے بڑے سورما مقتولین کے انتقام کے جذبے میں پھر احد کے میدان میں ایک بھاری لشکر لے کر جاں نثارانِ اسلام کے سامنے صف آرا ہو گئے۔ مسلمانوں نے خوب جوانمردی کا مظاہرہ کیا مگر خدا کا کرنا اثنائے جنگ اچانک ایک افواہ صدائے بازگشت بنا کر پورے میدان میں پھیل گئی قُتِلَ قُتِلَ محمد یعنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دئے گئے۔ اتنا سننا تھا کہ بڑے بڑے بہادر صحابہ کرام کے قدم اکھڑ گئے، صفیں تتر بتر ہو گئیں، ہر طرف افراتفری شروع ہو گئی مگر اس انتہائی نازک موڑ پر بھی حضرت طلحہ سرکار کے تحفظ میں سینہ سپر رہے۔ ایک ہاتھ سے ظالموں کا وار روکتے اور دوسرے سے کافروں کو موت کے گھاٹ اتارتے۔ کفارِ مکہ بھی اس نوعمر سپاہی کی جواں مردی کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے رہے، یہ اسلام کا کیسا مجاہد ہے کہ اپنے آقا کے تحفظ میں خود زخموں سے چور ہو رہا ہے مگر اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر یہ آواز پھیلی کہ محسن انسانیت بالکل صحیح سالم ہیں، روایت کے مطابق رسول کائنات کو سب سے پہلے اس بھگدڑ کے ماحول میں حضرت علی نے دیکھا، یہ روح افزا خبر سنتے ہی مجاہدین اسلام الٹے قدم پلٹے اور کفارِ مکہ کے کشتوں کے پشتے لگا دئے۔

اب چاروں طرف ظالموں کی لاشوں کے ڈھیر ہی ڈھیر نظر آرہے تھے۔ کفارِ مکہ اب بھی چاہ یہ رہے تھے کہ کسی طرح موقع پاتے ہی بانیٔ اسلام کا کام تمام کر دیا جائے تا کہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری، مگر مدافعتی جنگ کے ماہر حضرت طلحہ نے کفارِ مکہ کے فاسد نظریہ کو فوراً تاڑ لیا اور سرورِ کونین ﷺ کو اپنے کندھے پہ اٹھا کر احد پہاڑی کے ایک نسبتاً محفوظ مقام پر لے گئے، حالانکہ اس وقت آپ کا پورا بدن زخموں سے چھلنی ہو چکا تھا مگر اس دیوانے کو اگر فکر تھی تو صرف یہی کہ سرورِ عالم کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ چنانچہ جب جنگ ختم ہوئی تو دیکھا گیا کہ حضرت طلحہ کے جسمِ پاک پر ستر کاری زخم لگے تھے، جب آپ پر پے در پے وار کیے جا رہے تھے تو آپ چیخ چیخ کر دیوانگی کے عالم میں یوں بول رہے تھے حَسَنٌ حَسَنٌ یعنی خوب ہوا خوب ہوا۔ حضرت طلحہ کی بے مثال شجاعت اور جوشِ ایمانی کو دیکھ کر زمین تو زمین آسمان والے بھی دادِ تحسین کی صدائیں بلند کر رہے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر انہیں صاحبِ احد کہہ کر پکارتے تھے۔

نبیِ کریم ﷺ حضرت طلحہ کے اس نمایاں کردار سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کو لقبِ خیر سے یاد فرمایا اور آپ کے جنتی ہونے کی جانفزا بشارت سنائی، دیوانے کی اس سے بڑی کامیابی کیا ہو سکتی ہے کہ خود آقا اسے جنتی ہونے کا مژدہ سنا رہے ہیں۔

آپ نے تقریباً تمام اسلامی جنگوں میں شرکت کا شرف حاصل کیا اور اپنی بے مثال شجاعت سے اسلام کو عروج و ارتقاء کی منزل پہ پہنچایا۔ صرف یہی نہیں کہ آپ ایک بے مثال جنگجو مردِ مجاہد تھے بلکہ آپ کا سینہ جذبۂ سخاوت کا بھی لازوال گنجینہ تھا، جب بھی اسلام کو دولت کی ضرورت پڑی آپ نے آگے بڑھ کر خوب حصہ لیا، چنانچہ احادیث و سیر کی کتابوں میں آپ کی سخاوت سے متعلق بے شمار واقعات بکھرے ہوئے ہیں جن کو سمیٹنے کے لیے ایک طویل دفتر چاہئے، ان شاء اللہ پھر کسی موقع سے اس پر روشنی ڈالی جائے گی، نبی کریم ﷺ نے ان کی شانِ فیاضی کو دیکھ کر ”فیاض“ جیسے معزز لقب سے بھی نوازا۔

اسلام کے اس بے مثال مجاہد نے ۳۶ھ میں جنگِ جمل کے موقع پر انتہائی بہادری و دلیری سے لڑتا ہوا جامِ شہادت نوش فرمایا، **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

حضرت طلحہ بن عبد اللہ اگرچہ دنیا کی نگاہوں سے بظاہر روپوش ہو گئے لیکن ان کی بہادری و جاں نثاری آج بھی تمام مسلمانوں کو کوہ شکن عزم و حوصلہ اور صبر و شکیب کی دعوتِ تبلیغ دے رہی ہے، لہٰذا ہم اس مردِ مجاہد کی زندگی کو اپنے لیے اعلیٰ نمونہ بنا کر اسلام کی خاطر سینہ سپر ہونے کا خود میں جذبہ پیدا کریں تا کہ اسلام کا چمنستان ہمیشہ شاداں و فرحاں رہے۔ ؎

حور و ملائک پیکرِ حیرت ہوں ہم کو دیکھ کر
آؤ مسلمانو وہ معیارِ بشر پیدا کریں (قدسی)

■ ■ ■

ص ۳۶ کا بقیہ...

ہوں کہ آپ کے تقوے کو کس ملک کا اور کس قسم کا گھن لگ گیا ہے؟ کم از کم تقویٰ تو بلند ہونا چاہیے؟

۸ ٹی وی، مووی کے فوائد و نقصانات کیا ہیں؟ ہو سکتا ہے آپ کو معلوم نہ ہوں مگر ایک نابینا بھی آپ کو اس کے نقصانات اچھی طرح گنوا سکتا ہے اور فوائد کی دھجیاں بکھیر سکتا ہے۔

۹ یہ ٹی وی پیر بتا سکتے ہیں کہ یورپ و امریکہ کے غیر انسانی حرکاتِ بد؛ عریانیت و فحاشیت کن ذرائع سے منٹوں میں ہندوستان وغیرہ ممالک میں کیسے اکسپورٹ و امپورٹ ہو جاتی ہیں؟

۱۰ اگر یہ جائز و مستحسن ہے تو آپ کے جگر کے ٹکڑے اس میں جاب کیوں نہیں کرتے، اس میں روزی روٹی کیوں نہیں تلاش کرتے؟ اگر اس میں جائز و ناجائز دونوں کام کرنے پڑتے ہیں تو پھر آپ اپنی اولاد کو جائز والے کام میں لگا دیتے؟ آخر ان پالتو مولویوں کے اچھے دن کب آئیں گے؟؟؟

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ سوفی صاحب کو ہدایت کا نور عطا فرمائے تا کہ وہ صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے واقعی ”صوفی صاحب“ بن جائیں اور سیدھے سادے مسلمانوں کا ایمان و اسلام محفوظ و مامون ہو جائے، اللہ ہم سب حق کہنے، حق سننے اور حق قبول کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

■ ■ ■

از: حافظ محمد ہاشم قادری*

اہل مدارس، مدرسین اور طلبہ

مہمانان رسول کے ساتھ مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران کے سلوک کا جائزہ لیتی ایک سبق آموز تحریر

مدارس اسلامیہ اور دینی تعلیم لازم وملزوم ہیں مدرسہ کا نام سنتے ہی ذہن ودماغ میں ایک خوشبوسی محسوس ہوتی ہے اور دل بھی خوشی محسوس کرتا ہے دینی تعلیم ہی ایک ایسی تعلیم ہے جو انسان کو انسان بناتی ہے، ہر زمانے اور ہر معاشرے میں تعلیم کا حصول ایک جزولاینفک ہے تعلیم کو ایک منفرد بنیادی مقام حاصل ہے، تعلیم کی اہمیت شاید مسلمانوں کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے؟ جس کی مذہبی کتاب کلام الٰہی قرآن کریم کی شروعات ہی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ یعنی پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ [القرآن، سورۂ علق 96، آیت 1]

باعتبار نزول قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت کریمہ یہی ہے اور سب سے پہلی نعمت بھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ اور اپنے بندوں پر انعام کی اور یہی وہ پہلی رحمت ہے جو ارحم الراحمین نے ہمیں (بندوں) دی تعلیم کی اہمیت وفرضیت کا اندازہ سورۂ رحمٰن کی ابتدائی آیات سے آپ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

سورت کا آغاز ’’الرحمٰن‘‘ سے کیا گیا، معاً بعد ہی اپنی بے شمار نعمتوں اور نوازشوں کا ذکر کیا گیا، ان میں سب سے پہلی نعمت ’’علم القرآن‘‘، یعنی تعلیم قرآن کو کہا۔ پھر انسان کی تخلیق و پیدائش کے ذکر کے بعد تعلیم القرآن کا دور آتا ہے، تعلیم کے بغیر انسان کی تخلیق (پیدائش) بے معنیٰ و بے مقصد ہے، رب العالمین نے غار حرا کے تیرہ وتاریک گوشوں میں سب سے پہلے علم کا درس دیا، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے جب علم کا درس حضرت جبرائیل امین سے حاصل کرلیا اور وحی الٰہی سے ربط ہوگیا، تو فرائض اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر واحیائے شریعت کی دعوت دینا شروع فرمایا، تعلیم کے بہت سے شعبے ہیں جس میں تعلیم قرآن وسنت کا شعبہ بہت اہم ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی اور مصطفےٰ ﷺ کے فرمان سے مربوط ہے۔

یہی سبب ہے کہ مغربی دنیا سے لے کر دوسرے مذاہب کے لوگ اسی میں لگے ہیں کہ مسلمانوں کو کیسے قرآن سے دور کیا جائے، چنانچہ بدنام زمانہ صہیونی صموئیل زویمر (Samuel zweimer) نے ۱۹۲۴ء میں عیسائی مبلغین کی ایک چوٹی کی کانفرنس میں اپنی رپورٹ پیش کر کے کہا تھا:

’’ہماری کامیابی کا راز اس بات میں پنہاں ہے کہ ہم مسلمانوں کو دین اسلام اور قرآن سے دور کردیں، تاکہ اس امت کا اللہ سے رشتہ ختم ہوجائے، اس طرح وہ ذرائع ووسائل بھی ختم ہوجائیں گے جن پر قوم اپنی زندگی میں بھروسہ کرتی ہیں۔‘‘

ایک مشہور یہودی مبلغ گلاڈ سٹون (Glad Stone) نے پارلیمنٹ آف برطانیہ میں قرآن کو ہاتھوں میں لے کر لہراتے ہوئے کہا تھا:

’’جب تک یہ کتاب (قرآن) اس روئے زمین پر باقی ہے ہم مسلمانوں کو سرنگوں نہیں کرسکتے۔‘‘

ڈاکٹر واٹسن (Watson) یوں زہر افشانی کرتا ہے:

’’ہماری نگاہیں دینی مدارس میں قرآنی تعلیمات کے نتائج پر ٹکی ہوئی ہیں، چنانچہ ہمیں سب سے بڑا خطرہ مدارس اسلامیہ سے ہے جہاں علوم قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے، اس لئے کہ قرآن اور اسلامی تاریخ یہ دو ایسے عظیم خطرے ہیں جن سے عیسائی لرزاں ہیں۔‘‘

مدارس اسلامیہ میں قرآن واحادیث طیبہ کے ساتھ جو علوم پڑھائے جاتے ہیں، یہی علوم دینی ودنیاوی اعتبار سے صحیح مسلمان پیدا کرتی ہیں۔ دشمنان اسلام اس راز سے واقف ہیں اسی وجہ کر آج چاروں طرف سے مدارس اسلامیہ پر یلغار ہے دشمن اس

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ جمشید پور، جھارکھنڈ کے امام وخطیب ہیں۔

راز کو جانتا ہے کہ جب تک یہ سیدھا سادہ بوریا پر بیٹھ کر پڑھنے پڑھانے والا مولوی اس معاشرے میں موجود ہے، مسلمانوں کے دلوں سے ایمان نکالا نہیں جاسکتا، لہٰذا دشمنان اسلام مدرسوں کے خلاف پوری تشہیری مہم چلائے ہوئے ہیں اور باقاعدہ اپنی پوری مشینری لگائے ہوئے ہیں مسلمانوں خاص کر اہل علم و دانش وعلمائے کرام کو اس پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے، مدارس اسلامیہ کی اہمیت پر ڈاکٹر اقبال کا یہ تأثر ملاحظہ فرمائیں، وہ یوں رقم طراز ہیں:

''ان مکتبوں اور مدرسوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہیں مدرسوں میں پڑھنے دو۔ اگر یہ ملا درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس (اسپین) میں مسلمانوں کی آٹھ ۸/سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دہلی کے لال قلعہ وغیرہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ ۸/ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔''

آج ہندوستان میں بھی آہستہ آہستہ حالات اسی کی طرف گامزن ہیں اللہ خیر فرمائے آمین، آج اگر مسلمانوں میں دین و ایمان کی روشنی، کچھ دینی مزاج اور اسلامی تعلیمات کی رمق ہی سہی باقی ہے وہ ان مدرسوں کی بدولت ہی قائم ہیں، ورنہ مغربی کلچر نے تمدن (شہری بود و باس)، آزادئ خیالات کے نام پر دین کا جس طرح جنازہ نکالا ہے اور دین کو جس طرح کنارے لگایا ہے اس کا مشاہدہ عائلی (خاندانی)، خانہ جنگی، کاروباری اور عوامی زندگی میں ہر انسان کر رہا ہے اور اگر اس پر کچھ کہا جاتا ہے تو دولت اور تعیش پرستی کے ماحول میں غریب دین کی آواز کون سنتا ہے؟

مدرسوں کی زبوں حالی ذمہ دار کون؟

مدارس اسلامیہ کے انحطاط، خرابیوں وکمزوریوں کے بہت سے اسباب ہیں جہاں سنٹرل حکومتوں سے لے کر صوبائی حکومتوں کی پالیسیاں ذمہ دار ہیں، وہیں مسلمان اور خاص کر وہ مہتمم اور مدرس جو کھانے کمانے کے لیے مدرسوں کو قائم کئے ہیں وہ بھی اس کے برابر کے ذمہ دار ہیں، مغربی بنگال میں کمیونسٹوں کی حکومت تین دہائی سے زیادہ رہی صرف اور صرف ۹/مدارس کا الحاق کیا اور جو مدارس اسلامیہ گورنمنٹ سے الحاق چل رہے تھے، ان کے ریٹائرڈ اساتذہ کی جگہوں کو خالی رکھا ایک سازش کے تحت مدرسوں کی کمر توڑ کر رکھ دی جس میں انٹرنیشنل لیبل کا مدرسہ ''عالیہ'' بھی شامل ہے یہی حال ابھی جموں وکشمیر کا ہے مدرسوں کی بات تو دور اردو اسکولوں کی تین ہزار سے زیادہ جگہ خالی ہیں لیکن ایک سازش کے تحت مسلمانوں کو جاہل بنایا جارہا ہے، کانگریسی حکومتوں نے کیا کم سازشیں کی کہ اب بی جے پی حکومت جس کو آر ایس ایس اپنی آئیڈیالوجی کے تحت چلا رہی ہے حکومتیں خواہ سنٹرل میں ہوں یا صوبائی یا یوپی میں یوگی کی ہو یا مودی کی سب کھلے عام مدرسوں کو دفن کرنے میں لگے ہیں ابھی ۲۰۱۸ء کے مدرسہ بورڈ کے رزلٹ کو دیکھیں ۳۰/فیصد سے زیادہ بچوں کو فیل کر دیا گیا ہندوستان کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ؎

وہی قاتل وہی شاہد وہی منصف ٹھہرے
اقربا میرے کریں قتل کا دعویٰ کس پر

روز بروز نت نئے قوانین لگا کر مدرسوں کے اسلامی تشخص (پہچان) کو ختم کرنے میں لگے ہیں، فہرست بہت لمبی ہے اہل علم سے مخفی نہیں ہے اور اس مقالہ میں سب کی نشاندہی ممکن نہیں سچ اور حق تو یہ ہے ان ظالموں سے زیادہ بڑے ظالم مدارس اسلامیہ کی دوکان چلانے والے پیٹ پرست مہتمم ہیں، تلخ نوائی معاف جہاں انہوں نے مدرسوں کے معیار کو گرا کر سب سے نیچے پوائنٹ پر لا دیا ہے وہیں انہیں کی دکانوں (مکتبہ نما مدرسوں) کی وجہ کر پرانے اور بڑے مدارس بھی بہت متاثر ہوئے اور ہو رہے ہیں جہاں ان کی آمدنی کم ہوئی ہے وہیں مدارس کی کثرت سے علم حاصل کرنے والے طلبائے کرام کا دھیان بھی بٹ گیا ہے، بچے گھوم گھوم کر پڑھنے کے عادی ہو گئے ہیں اور ایک طالب علم کئی

کئی جگہ بار بار دستار بندی لے کر اپنے زعم میں عالم فاضل اور نہ جانے کیا کیا بنا پھر رہا ہے اور جب کہیں پناہ نہیں ملتی تو پھر وہ بھی مدرسوں کی مارکیٹ میں ایک دوکان کا اضافہ کر کے نیا (دار العلوم، بحر العلوم وغیرہ وغیرہ) مدرسہ کھول کر بیٹھ جاتا ہے اور پھر اس کے وارے نیارے، یعنی لاٹری لگ جاتی ہے، نظر اٹھا کر دیکھئے اس کے کتنے مضر اثرات اچھے اور بڑے مدارس وعلوم دینیہ سیکھنے والوں پر ہو رہے ہیں۔ خون کے آنسو روئیں تو بھی کم ہے اس کا ذمہ دار مسلم معاشرہ ہے دوسرا نہیں، بہت سی خرابیاں ہیں، ایک ہو تو بتائی جائے، دو چار ہوں تو گنائی جائیں، خیر میں ایک اہم خرابی (ناسور) کی طرف چند سطریں تحریر کر رہا ہوں، کھاؤ، پکاؤ مہتمم حضرات سے معذرت کے ساتھ۔

مہمانِ رسول! کے ساتھ بندھوا مزدور سے بدتر سلوک

مدرسے کی بنیاد تعلیم حاصل کرنے والے مہمان رسول! طالب علم ہوتے ہیں طالب علم کی بے شمار فضیلتیں قرآن واحادیث میں موجود ہیں، تعلیم وتربیت کا عمل مہتم بالشان اور اخلاص ومحبت وصلاحیت ولیاقت کا متقاضی ہے، اسی لیے اس کی ذمہ داری اللہ جل شانہ کی طرف سے انبیائی کرام علیہم السلام پر ڈالی گئی اور علمائے کرام کو ورثۃ الانبیاء ہونے کا شرف حاصل ہوا، آج بھی کثیر تعداد میں نیک علما اس نیک عمل کو انجام دے رہے ہیں۔ جہاں اللہ نے علما کو وارث انبیاء کا جلیل القدر مقام عطا فرمایا، وہیں علوم دینیہ کے طالب علم کو عزت، مقام ورتبہ سے سرفراز فرمایا، جب طالب علم گھر سے اللہ کی رضا کی خاطر محض حصول علم کے لیے نکلتے ہیں تو فرشتے ان کے لیے اپنے مقدس پر بچھاتے ہیں، سمندر کی مچھلیاں ان کے لیے استغفار کرتی ہیں اور چیونٹیاں اپنے بلوں میں طالب علم کے لیے دعائیں کرتی ہیں، علماء اور علم سیکھنے والوں کی فضیلت قرآن میں جابجا آئی ہے، سورۂ آل عمران، پ ۳، آیت نمبر ۱۸ رمیں ارشاد خداوندی ہے:

”اور اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔“ [کنز الایمان]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ فرشتوں اور پھر اہل علم کا ذکر فرمایا، امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں علم کی فضیلت اور علما کی عظمت کا ذکر ہے، اگر علما سے زیادہ کوئی معزز ہوتا تو اس کا نام بھی فرشتوں کے ساتھ لیا جاتا، قرآن واحادیث میں علم اور علم دین سیکھنے والوں کی فضیلت واہمیت مسلم ہے کسی کو اس سے انکار کی کیا مجال، یہ ساری فضیلتیں (پیٹ بھرتو) مہتمم کو اس وقت خوب یاد رہتی ہیں جب مدرسہ کے لیے چندہ لینا رہتا ہے، دوسرے مدرسے کے بھاگے یا بھگائے طالب علم کی دستار کے وقت بھی یاد رہتی ہے، جب تین طالب علم کی دستار (پگڑی) کے لیے ۳۰ ر پگڑی کا چندہ کرنا ہوتا ہے تب خوب خوب طلبہ کی فضیلت بتائی جاتی ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس! جب ان کی تعلیم وتربیت اور ان کے رہنے، کھانے پینے کی بات ہوتی ہے انتظام کی بات ہوتی تو اسوقت کوئی فضیلت یاد نہیں رہتی ہے، نسیان کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ہر دن اُبلا چاول، آلو کا بھرتہ، اُبلا چاول، آلو کا بھرتہ، اُبلا چاول، آلو کا بھرتہ کبھی ۱۵ ر یا ۲۰ ر دنوں میں چٹکی بھر سبزی۔ طالب علم کے لیے گوشت بھی غذا ہے مہتمم کو معلوم ہی نہیں، اللہ کے فضل سے گیارہویں اور بارہویں شریف کی نیاز میں طالب علم کو گوشت سے ملاقات ہو جاتی ہے یا پھر مرے لوگوں کا تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی کے فاتحہ میں مل جاتا ہے، یہ ایک سچی اور ناقابل انکار حقیقت ہے جو مسلم قوم کے لیے المیہ ہے، ولیمہ کی دعوت تو امیروں کے لیے ہوتی ہے شاذ و نادر ہی کوئی اللہ کا نیک بندہ ولیمہ کی دعوت دے دیتا ہے اللہ اس کا بھلا کرے، حالات بہت ابتر ہیں کیا کیا لکھوں۔

زکوٰۃ خور مدارس، پیٹ بھرتو مہتمم ذمہ دار کون؟

علوم دینیہ کا طالب علم اساتذہ کے پاس قوم کی امانت ہے، ہونا یہ چاہیے تھا کہ امانتدار بچوں کو دین سکھائیں دین کا محافظ بنائیں نہ کہ اپنے رزق کا ذریعہ؟ قوم کی زکوٰۃ تو بلا حساب آرہی ہے، لیکن دینے والے بھی (انجانے میں) اس گھوٹالہ میں شامل ہیں، لوکل تعاون دینے والوں کو چاہیے کہ وہ دیکھ بھال کر بات چیت کر کے اپنی زکوٰۃ، صدقات، عطیات دیں ممبئی، چنئی باہر

احوال قوم وملت

والے تو آکر دیکھیں گے نہیں، لوکل تعاون دینے والوں پر ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ دیکھ بھال کریں مدرسے میں کتنے اسٹاف ہیں کتنے بچے ہیں ان کے رہنے کی جگہ دیکھیں کھانا جو روز ملتا ہے وہ دیکھیں تب آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی خون کے آنسو رونے لگیں گے، مدرس صرف ایک دو، پڑھائی ندارد، قرآن خوانی کا دھندا عروج پر، طالب علم کو فجر کی نماز میں نہیں جگایا جاتا، کوئی سختی نہیں کی جاتی، طالب علم بھاگ جائے گا، لیکن گھنٹہ بھر بعد قرآن خوانی کے لئے ڈنڈا لے کر جگایا جاتا ہے اس وقت سختی جائز ہوجاتی ہے کیونکہ روپئے آتے ہیں، نماز کے وقت رعایت یہ حال ہے جب کھانا جیسی اہم چیز کا یہ حال ہے تو رہنے سہنے کی باتیں کیا لکھوں، آپ پڑھیں گے تو رونگٹے کھڑے ہوجائیں گے، قوم کو جاگنا ہوگا، مسلم قوم مدرسے کے نام پر اپنے صدقات، زکوٰۃ و عطیات دے رہی ہے، اس کے ساتھ بھی ظلم عظیم ہے اس پہ توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے جو لوگ تعاون پیش کریں، وہ بات کرکے تعاون دیں کہ پڑھائی لکھائی کا صحیح نظم کریں اور بچوں کے کھانے پینے کا بھی حتی المقدور مناسب انتظام کریں ورنہ آئندہ میرا تعاون جاری نہیں رہ سکے گا یہ تنبیہ بہت ضروری ہے۔

زکوٰۃ خور، پیٹ بھر تو مہتمم کی شاہانہ زندگی کا راز

مہتمم جن کی نہ کوئی نوکری، نہ کوئی کاروبار، نہ جاگیریں پھر یہ کیسے اتنی فائیو اسٹار زندگی گزار رہے ہیں، ان کی تعیش والی زندگی دیکھیں بڑے بڑے کرکٹر، فٹبالر، دولت مند رئیس ہیچ ہیں، کہاں سے انہیں من وسلویٰ (خوان نعمت) اتر رہا ہے، ان کے بچے شہر کے نامور اسکول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں (اپنے بچوں کو پڑھاتے وقت علوم دینیہ کی فضیلت بھول جاتے ہیں) جن کے ذریعہ یہ تعیش، ٹھاٹھ، آسائش، شان وشوکت، مہنگی کار، خوب صورت لگژری مکان وغیرہ وغیرہ استعمال کر رہے ہیں، انھیں طالب علموں کو بندھوا مزدور سے زیادہ بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کئے ہوئے ہیں، اپنے گھر کے کام کاج کرانے میں ذرا برابر شرم وعار نہیں محسوس کرتے بلکہ خوف خدا بھی نہیں رکھتے کہ یہ مہمان رسول ہیں الامان والحفیظ توبہ استغفر اللہ توبہ استغفر اللہ

ایک عبرت ناک اور دلچسپ چھوٹا سا واقعہ ملاحظہ فرمائیں، سخت سردی کے موسم میں تیز بارش میں ایک دنیا دار ظالم استاذ نے تقریباً آٹھ ۸/سال کے طالب علم کو چائے لانے ہوٹل بھیج دیا، بیچارہ طالب علم مرتا کیا نہ کرتا، بغیر چھاتا بھیگ کر چائے لانے چلا گیا اور چائے لانے میں وہ پوری طرح بھیگ گیا، ٹھنڈ سے وہ کانپ رہا تھا، میں نے کہا جاؤ جلد کپڑے بدلو (ظالم) استاد کا حکم ہوا پہلے چائے تقسیم کرو، وہ پولی تھین سے کپ میں چائے ڈالنے لگا، اسی بیچ سردی کی تھرتھراہٹ کی وجہ سے چائے گر گئی، بس کیا تھا (ظالم) استاد اٹھا اور چھڑی سے لگا تڑ تڑانے، جب ظلم کی حد بڑھ گئی تو میں کھڑا ہوگیا اور کہا کہ اب ایک چھڑی بھی آپ نے ماری تو بہت برا ہوگا، آں جناب ہم سے الجھ پڑے، ہاتھا پائی کرنے لگے، سوچا یہ ۵۵/سال کا بڈھا، میں ۳۰/سال کا نوجوان، میرے سامنے کیسے آگیا (الحمدللہ! بچپن میں جو پہلوانی اکھاڑا میں سیکھا تھا وہ اس موقع پر کام آیا) لیا جھپٹا اور مارا دھوبی پاٹ اور آں جناب دھڑام، جناب نے مجھے پچھاڑنے کی کئی بار کوشش کی لیکن نامراد رہے، میں نے کہا: اگر اس بار آگے بڑھے تو اٹھا کر سیڑھیوں پر پٹخوں گا، کمر کی ہڈی ٹوٹ جائے گی، خیر کچھ لوگوں نے چھڑا دیئے، بات ختم ہوئی، اس طرح کی دیکھے سنے کئی عبرت آموز واقعات ہیں کتنوں کا ذکر کروں، ایسے مدارس میں تعاون کرنے والے عوام اور اہل ثروت حضرات کو بھی چاہئے کہ غور کریں جن مدارس میں پڑھائی اور خاص کر بچوں کے کھانے پینے کا نظام انتہائی گرا ہوا ہو، وہاں تعاون کرتے وقت یہ تنبیہ ضرور کریں کہ اگر سدھار نہیں ہوا تو آگے میرا تعاون بالکل بند ہوجائے گا۔

ان کی آمدنی بند کریں تا کہ آپ کے پیسوں سے جو یہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹ والی زندگی گزار رہے ہیں ان کو سمجھ میں آئے، اللّٰھم سب کو طالب علموں کی عزت، احترام واکرام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاص کر پیٹ بھر تو مہتمم حضرات کو بھی توفیق دے اور اپنا خوف عطا فرمائے آمین۔

■ ■ ■

احوال قوم وملت

از: ابو امثنّٰی قادری *

کہانی سید سڑاواں کے ایک وہابیت نواز صوفی کی

نقد و نظر

سید سڑاواں الہ آباد کے سوفی منش شیخ ابوسعید جو ایک دارالعلوم کے بانی و مہتمم ہیں، شعر شاعری سے لگاؤ ہے، ہاں علم و فضل کا معیار بہت گھٹیا ہے چونکہ وہ یونیورسیٹی پروڈکٹ ہیں اس لئے علم دین سے عدم واقفیت کی بنیاد پر ڈھیر سارے مذہبی جرائم کے مرتکب ہیں۔ جرم پہ مستزاد بلکہ ظلم یہ ہے کہ ان کے ہر گناہ اور ہر جرم پہ پردہ ڈالنے کے لیے زرخرید مولویوں کی ایک ٹولی موجود ہے جو بے جا تاویلات کے ذریعے لوگوں کو شکوک و شبہات کے جال میں پھنسائے رکھتی ہے، ان ضمیر فروشوں کی وجہ سے پیر صاحب کو بھی رجوع کی توفیق نہیں ملتی اور نہ سلف صالحین کی تحقیقات کی جانب التفات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، بزعم خویش پیر صاحب بھی خوش فہمی کے شکار ہیں اور یہ مولوی لوگ بھی ان کو خوش فہمی کا شکار بنا کر اپنا الو سیدھا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، مولویوں نے اس بیچارے پیر صاحب کو عظمت و رفعت کی اس بلندی پر بیٹھا دیا ہے کہ وہاں سے ساری دنیا کے متبحر عالم دین ؛ مفتیان شرع متین اور اہل زہد و اتقاء بھی انھیں بونے نظر آتے ہیں، موجودہ زمانے میں ان کے علاوہ کوئی صوفی نہیں، صوفیت کی صحیح تعبیر و تشریح اور عملی طور پہ صحیح رنگ و روپ یہاں کے علاوہ اور کہیں نہیں ملنے والا ہے، یہی وہ نشیلی دوائیں اور غذائیں ہیں جو پیر صاحب کے نس نس میں بھر دی گئیں ہیں۔

سجدہ کرانے والا پیر

سجدۂ تعظیمی سے متعلق فقہ و فتاویٰ کی جتنی معتبر کتابیں موجود ہیں، مثلاً فتاویٰ عالمگیری ؛ درمختار ؛ ردالمحتار ؛ ہدایہ ؛ بحرالرائق ؛ فتح القدیر اور عنایہ کفایہ وغیرہ ساری کتابوں میں سجدۂ تعظیمی کو حرام اور سجدۂ عبودیت کو کفر لکھا گیا ہے۔

مگر یہی وہ صوفی صاحب ہیں جو فراخ دلی ؛ کشادہ قلبی اور خوش دلی کے ساتھ سجدہ کراتے ہیں اور ایک دو منٹ نہیں بیس پچیس منٹ تک مرید حالت سجدہ میں رہتا ہے پیر صاحب تھک جاتے ہیں تو اٹھنا بیٹھنا کر لیتے ہیں لیکن مرید کی اذیت و ضرر کا انھیں ذرہ برابر بھی لحاظ و خیال نہیں ہوتا، اس کی شہادت ہزاروں لوگ دیں گے اور سوشل میڈیا دے گا، اس خلاف شرع اور ناجائز کام پر بجائے خفت و ندامت محسوس کرنے کے، غیر معقول و منقول تاویلیں اور غلط تعبیر و تشریح کی جاتی ہے۔

شعر و شاعری کا معیار

پیر صاحب چونکہ علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی کے پروردہ ہیں، بلفظ دیگر دنیاوی علوم کا حصول ہی ان کا مطمح نظر تھا، فارسی زبان قدرے بہتر ہے اور کسی قدر شعر و شاعری سے لگاؤ بھی ہے، مگر علم دین اس کی گہرائی و گیرائی ؛ احکام شرع کے حدود ؛ معیار شرع اور تشخصات و امتیازات سے کورے ہیں، لے دے کر تصوف کا مطالعہ ہی ہے جو علوم شرعیہ کے بغیر ناقص ہے، لیکن ''سوفی'' اسی میں صبح و شام کرتے ہیں، بے چارے کو معلوم ہی نہیں کہ محض شریعت سے دور طریقت اور محض دنیاوی علوم سے مزین شجر مسخرۂ شیطان ہوتا ہے، وہ اسے جیسے چاہتا ہے استعمال کرتا ہے، بالکل اسی صورت حال سے دو چار صوفی صاحب بھی ہیں، ذیل میں ان کی شعر و شاعری ملاحظہ فرمائیں اور سر پکڑ کے بیٹھ جائیں:

ان بتوں کی بھی پرستش کیجیے
یہ بھی نکلیں گے کسی دن کام کے

کفر و اسلام کی سرحد سے الگ دور کہیں
اک نئی دنیا محبت کی بسائے کوئی

یہ اور اس طرح کے ڈھیروں سارے اشعار ان کے گوشۂ تخیلات و تفکرات سے صفحۂ قرطاس پر نازل ہو چکے ہیں، اس پر

اپنے حلقۂ اثر سے داد وتحسین وصول کر چکے ہیں اور حلقۂ حق شناس وحق سپاس سے لعنت وملامت بھی۔

صوفی صاحب کے اشعار کی جب گرفت ہوئی تو ایک مولوی نے سعی لا حاصل کے طور پہ مذکورہ اشعار میں یکسانیت پیدا کر نے کے لئے سرکار آسی؛ بیدم وارثی؛ مولانا روم اور امیر خسرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اشعار جذب ووجد کو بطور استشہاد پیش کر کے اطمینان کی سانس لی کہ ہم نے گلڑ میں تیر مار دیا ہے اور پیر صاحب بھی پھولے نہیں سمارہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہے، پیر صاحب جس خوش فہمی کے مریض ہیں انہیں توسع فکری کے ساتھ کسی اور طبیب کو تلاش کرنا چاہیے کیونکہ ان کی گود کا طبیب خود ہی گوناں گوں امراض سے دوچار ہے بھلا وہ کیا علاج کر پاے گا؟

جس پیر کو ایمان وعقیدے کا معیار معلوم نہیں؛ شان الوہیت ورسالت کے آداب معلوم نہیں اور کفر وشرک؛ فسق وضلالت کی تمیز نہ آتی ہو، بھلا دن کے اجالے میں اس کو آنکھیں بند کر کے مولانا روم اور امیر خسرو علیہ الرحمہ کے صف میں شمار کرنے کا گناہ کون اپنے سر لے گا؟ جس کی روزی روٹی چل رہی ہے وہ بھی جانبر نہیں ہو پائے گا بلکہ رب کے حضور جواب دینا پڑے گا بلکہ پیر صاحب کے یہ دونوں اشعار مسعر کفر وضلالت ہیں، صرف توبہ واستغفار کا پانی ہی جان بچا پائے گا، تملق پسند مولویوں کی روزی روٹی تو چل سکتی ہے مگر آخرت کے عذاب سے کون بچاے گا؟

عقیدہ وایمان کی تباہی

یہی وہ پیر صاحب ہیں جو دیوبندیوں اور وہابیوں کی شادی بیاہ؛ نماز جنازہ بلکہ پنج وقتہ نماز بھی وہابیوں کے پیچھے پڑھ لیتے ہیں، دھاراوی بمبئی کے ایک حاجی عثمان صاحب ہیں جو ۲۰۱۱ء میں حج پہ جانے والے تھے، اس درمیان یہ پیر صاحب بھی بمبئی کسی غرض سے ٹپکے ہوئے تھے، یونہی ایک عام نشست میں کم از کم بیس سے پچیس لوگ رہے ہوں گے، حاجی عثمان صاحب نے پیر صاحب سے پوچھا کہ الحمد للہ اس سال میں حج پڑھنے جارہا ہوں تو مکہ اور مدینہ شریف میں نماز کیسے پڑھوں گا، سب تو نجدی وہابی ہیں؟ اس کے جواب میں جو پیر صاحب نے فرمایا ہے، اس کو پڑھئے؛ غور کیجئے اور کسی مفتی صاحب سے فتویٰ لیجئے، وہ جملہ یہ ہے" میں تو امام مدینہ اور امام حرم کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں" اللہ اکبر کبیرا، یہی ہے پیر صاحب کا اصلی چہرہ اور ان کی باطنی حقیقت۔

ابن تیمیہ کی غلامی

ایک قدم اور آگے بڑھئے اور کتابی حوالے سے پیر صاحب کو پہچانئے! یہ پیر ہے کہ پَیر؟ نہیں معلوم! ہاں اتنا بتا سکتا ہوں کہ یہ ابن تیمیہ کا مرید بے دام ہے، کون ابن تیمیہ؟؟؟ یہی خبیث ابن تیمیہ کہ جس نے کہا کہ:

۱ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تغیر وتبدیل ہوتی رہتی ہے۔

۲ اللہ تعالیٰ بالکل عرش کے برابر ہے نہ اس سے چھوٹا نہ بڑا۔

۳ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ہونے؛ اس کے لیے جہت ہونے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا قائل ہے۔

۴ حالت حیض ونفاس اور ناپاکی میں خانہ کعبہ کا طواف کرنا جائز ہے۔

۵ حالت حیض ونفاس میں اور جس طہر میں جماع کیا ہے اس میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

۶ تین طلاق دی گئی تو ایک ہی طلاق وقع ہوگی۔

۷ بیوی سے ہمبستری کے بعد بغیر غسل کیے نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔

۸ جہنم فنا ہو جائے گی۔

۹ انبیائے کرام گناہوں سے معصوم نہیں ہیں۔

۱۰ حضور علیہ السلام کو کوئی خاص مرتبہ نہیں۔

۱۱ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ نہ بنایا جائے۔

۱۲ حضور علیہ السلام کی زیارت کی نیت سے سفر جائز نہیں اور جو ایسا کرے، اس کے لیے نمازوں میں قصر نہیں اور وہ حضور علیہ السلام کی شفاعت سے محروم ہوگا۔

ابن تیمیہ کے عقائد ومعمولات کی یہ کچھ جھلکیاں ہیں جس کو علامہ تاج الدین سبکی اور علامہ ابن حجر نے بیان فرمایا ہے، باقی فقہ وفتاویٰ کی بہت ساری کتابوں میں اس خبیث کو گمراہ اور گمراہ

گر لکھا گیا ہے، تو پھر جو اس کو مانے گا؛ اس کے ساتھ چلے گا وہ بھی گمراہ اور گمراہ گر ہو گا، اس کا حشر بھی اسی کے ساتھ ہو گا۔

اتنے جید علماء کی تحقیقات وتاکیدات کے باوجود یہ سڑ واں کا پیر اس کی غلامی میں ہی اپنی کامیابی سمجھ بیٹھا ہے اور اپنے ساتھ ساتھ پروردہ مولویوں کی ہلاکت کا بھی سبب بنا ہوا ہے، یہ لعنتی اور چند ٹکوں کے مولوی خبیث ابن تیمیہ کے اقوال وافعال بد کی تاویل میں جٹا ہوا ہے، یہ کیسی حماقت ہے کہ دوسرے کو بچانے کے لئے خود ہی ہلاک ہو رہا ہے، ھواللہ الموفق۔

مسئلۂ اقامت

علمائے جمہور کا متفقہ فیصلہ ہے کہ امام ومقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب کہ مکبر حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کہے، فقہ وفتاویٰ کی ساری کتابوں میں بہت ہی صراحت کے ساتھ یہ مسئلہ موجود ہے، مگر معلوم نہیں کہ فتنوں کے بازیگر اہل سڑ اواں کا سلسلۂ فتنہ وفساد کہاں تک دراز ہو گا اور امت مسلمہ کو کن کن مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا؟ آئے دن نت نئے اختلافات نام نہاد صوفیت کی کوکھ سے ہی کیوں جنم لیتے ہیں؟ دو کشتیوں پہ ان کے پاؤں کیوں ہوتے ہیں؟

مکار صوفی کا سنتوں سے مذاق

یہی سوفی بوسعید صاحب ہیں جو ایک مرتبہ اپنے مرید کے گھر شیخ پورہ تحصیل کنڈہ ضلع پرتاب گڑھ دعوت ولیمہ میں گئے تھے سارے لوگوں کی موجودگی میں سوفی صاحب کھڑے کھڑے ایک نوالہ لے کر کھائے اور رفوچکر ہو گئے، جیسے گدھے کے سر سے سینگ غائب! کیا ایک پیر طریقت کی روش ایسی ہی ہوتی ہے اور یہی سنت پہ عمل ہے؟ یہی تقویٰ ہے؟ اسی کو چند ناعاقبت اندیش مولویوں نے پیر مغاں بنا دیا ہے۔

ٹی وی، مووی مخرب ایمان وعمل

قطع نظر اس سے کہ ٹی وی جائز ہے یا نہیں، مگر ٹی وی، مووی کے دلدادہ وشوقین ڈھائی اسلام (ڈبومیاں سید سڑ اواں) مصنوعی متقی پرہیزگار سے کچھ سوالات ہیں جن کا جواب ان کو ہر حال میں دینا چاہئے:

۱ ٹی وی، مووی کے ذریعہ آپ نے دین کا کتنا کام کیا؟ اس کے اثرات کس شکل میں مرتب ہوئے؟ دین کا کتنا نقصان اور خود آپ کا کتنا نقصان ہوا؟

۲ آپ کے برخلاف جن علما نے ٹی وی، مووی کے ذریعہ دین متین کی خدمت نہ کی؟ وہ کس گناہ کے مرتکب ٹھہرے؟ یا ان سے دین کا کیا نقصان ہوا؟ یا خدمت دین میں کون سی کمی واقع ہو گئی؟

۳ دینی کام آواز سے ہوتا ہے یا تصویروں سے؟ اگر تصویر سے ہو جائے تو ہر گھر؛ ہوٹل؛ شہر اور دیہات کی ہر گلی؛ نکڑ پہ آپ جیسے بزرگوں کا پوسٹر چسپاں کر دیا جائے؟

۴ طبیعت ونفسانیت کے دلدل میں الجھے ہوئے پیر دل وضمیر کی آواز سے یہ کہ سکیں گے کہ شہرت ونا موری اور ریا کاری کا جذبہ شر ان کے ذہن وفکر میں نہیں ہوتا؟

۵ یہی پیران نفسانیت وشیطانیت اپنی بہو بیٹیوں کو ٹی وی کے پردے پر لانے سے گریز کیوں کرتے ہیں؟ جب ٹی وی جائز تو بیٹی عالمہ مخدومہ خدمت دین سے محروم کیوں؟ اپنی بہو بیٹیوں کو ٹی وی کے پردوں پر لانے سے جو خطرات مانع ہیں، کیا وہی خطرات عام مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کے ساتھ نہیں ہیں؟ آپ جیسوں کا تھوبڑا دیکھ کر اگر کسی عورت کا دل آ جائے اور اسے سنبھال نہ سکے تو اس کا علاج آپ کے پاس کیا ہے؟ آپ کہیں گے یہ تو کوئی گناہ نہیں ہے، جب گناہ نہیں ہے تو اسی کی اجازت اپنی بیٹی کو کیوں نہیں دیتے؟ سمجھ میں آیا کہ کہیں نہ کہیں دال میں کالا ضرور ہے۔

۶ اگر پیران طبیعت کے ذہن وفکر میں شر کے پہلو کا خیال نازک ہو کہ میری بیٹی کو دیکھ کر مردوں کے خیالات غلط ہو سکتے ہیں، اس لیے ان کو نہیں لانا چاہیے تو سوال یہ ہے آپ کے مکھڑے کو دیکھ کر آپ کی مریدہ کا خیال غلط ہو جائے تو اس کا ذمہ دار کون ہو گا؟

۷ میں نے یہ مانا کہ ٹی وی، مووی کے جواز کے مسئلہ کو زبردستی اختلافی بنایا گیا ہے لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا بقیہ ص ۲۹ / پر

نقد ونظر

[پہلی قسط]

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

مرکز اہل سنت  اور سماجی خدمات

مرکز اہل سنت بریلی شریف کی تقریباً دوسو سالہ دینی اور سماجی خدمات پر روشنی ڈالنے سے قبل آیئے مرکز کے لغوی اور اصطلاحی معنی، اس کے اوصاف، اس کے دائرۂ کار اور اس کی ضرورت جیسی بنیادی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مرکز... لغوی تشریح

مرکز اسم مذکر اور اسم ظرف ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مصدر ''رِکزاً'' آتا ہے اس کا باب ''نصر ینصر'' اور ''ضرب یضرب'' آتا ہے یعنی ''رَکَزَ یرکُزُ'' یا ''رَکَزَ یَرکِزُ'' اس کا معنی کسی بھی نوکیلی چیز کو چاہے وہ نیزہ ہو یا اسی کی مانند کوئی اور چیز ہو کو زمین کا گاڑنا، اس معنی کے اعتبار سے ''مرکز'' کا معنی ہوا ''نیزہ وغیرہ گاڑنے کی جگہ'' یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اس کی وسعتوں اور اس کی پہنائیوں کی کوئی انتہا ہی نہیں، جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اس وقت سے لے کر اب تک نہ جانے کتنے دانشور آئے اور چلے گئے، سائنس داں آئے اور وہ بھی چلے گئے، ایک سے بڑھ کر ایک ماہر فن آیا اور وہ بھی یہاں سے رخصت ہو گیا مگر ان میں سے کسی نے بھی اس بات کا پتہ نہیں لگایا کہ زمین کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے؟ اور کہاں جا کر ختم ہوتی ہے؟ حالانکہ ایسی بات نہیں کہ اس کی ابتدا اور اس کی انتہا ہی نہ ہو، یہ حقیقت ہے کہ اس کی ابتدا بھی ہے اور اس کی انتہا بھی ہے، یہ اور بات ہے کہ انسانوں میں سے کوئی انسان ہزار کوششوں کے باوجود اب تک کوئی پتہ نہ لگا سکا، اور نہ کوئی پتہ لگا سکتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بے پناہ وسعتوں والی یہ زمین انسانوں کے دائرۂ اختیار میں ہے جہاں چاہے رہے اور جہاں چاہے مکان بنائے، زمین کے تمام حصوں پر انسان رہے اور مکان بنائے ایسا ممکن نہیں، ٹھیک اسی طرح انسان جہاں چاہے اپنے نیزے کو گاڑ سکتا ہے یہ تو اس کے بس میں ہے لیکن ہر جگہ گاڑے یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے۔

مرکز... اصطلاحی تشریح

علم ریاضی کے ماہرین نے اس لفظ ''مرکز'' کو جب اپنی اصطلاح میں لیا تو اسے عمومیت کے دائرہ سے نکال کر خصوصیت کے معنی میں لیا ہے اور یہ بات حقیقت ہے کہ لغوی معانی میں عمومیت پائی جاتی ہے اور اصلاحی معانی میں خصوصیت نمایاں ہوتی ہے، ماہرین ریاضی ''مرکز'' کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''المرکز... دائرہ کا وسطی نقطہ کہ جس سے دائرہ تک جتنے خط نکلیں باہم برابر ہوں۔''

مرکز کی یہ تعریف بالکل صحیح اور جامع مانع دونوں ہے، اس کے علاوہ مشاہدہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے، پڑھنے والے طلبا جب اپنی پرکار سے دائرہ بناتے ہیں تو جس نقطہ کو دائرہ کا محور قرار دیا جاتا ہے اسی کو ''مرکز'' کہا جاتا ہے اور یہ کہ اسی محور/مرکز سے جس قدر خطوط مستقیمہ دائرہ تک پہنچتے ہیں، یہ سارے خطوط باہم متساوی ہوا کرتے ہیں ان میں سے کوئی خط نہ چھوٹا ہوتا ہے اور نہ بڑا ہوتا ہے، بس یہی مرکز کا تعارف ہے اور اس کی حقیقت بھی یہی ہے، مرکز کی اس تعریف کے علاوہ کوئی اور تعریف سامنے نہیں آئی ہے اسی بنیاد پر کہا جاتا ہے: مرکز کی جو تعریف اوپر والی سطروں میں کی گئی ہے، وہ سب کو قابل قبول ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مرکز کے اوصاف

جب کوئی کسی ''نقطہ'' کو ''مرکز'' بناتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ''مرکز'' بنانے والے کو اس سے انسیت ہوتی ہے، پیار

رضویات

* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

ہوتا ہے کیونکہ اس نے اسی نقطہ کو ترجیحی بنیاد پر منتخب کیا ہے، اسی لئے وہ محبوب نظر ہوا کرتا ہے اور مرکز میں خود اتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ میں تنہا نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے ساتھ بہت زیادہ خطوط ہوا کرتے ہیں اور یہ خطوط اسی وقت خطوط کہے جانے کے لائق ہوتے ہیں جب تک ان خطوط کا رشتہ مرکز سے استوار ہوتا ہے اور جیسے ہی اس کا رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے تو وہ ''خط مستقیم'' نہیں بلکہ منحنی ہو جاتا ہے اور پھر یہ خط کسی کام کا نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے یہی وہ خط ہے جو اپنے مرکز سے ٹوٹ چکا ہے، مرکز بننا کوئی آسان کام نہیں ہوتا ہے بلکہ اس میں جذب و کشش اس معیار کی ہوتی ہے کہ ہر خط اسی مرکز کی جانب کھینچا چلا جاتا ہے اسے مرکز سے منحرف ہو کر چین نہیں ملتا ہے، مرکز میں وہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں جو خطوط مستقیمہ کی ضرورتیں ہوتی ہیں یا پھر اس کے تقاضے ہوا کرتے ہیں، انہیں مرکز کے علاوہ کہیں جانے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے بلکہ ان کی تمام ضرورتیں اسی مرکز سے پوری ہو جاتی ہیں، زمین بھی ایک ''کرۂ وسطی'' ہے کہ کرۂ ارضی تمام کروں کے بیچ و بیچ ہے، پروردگار عالم نے اس کرۂ ارضی کو بے شمار دولتوں سے مالا مال کیا ہے اور سب سے بڑی دولت یہ کہ اسی کرہ میں اس نے محبوب دلآرا کو جلوہ فرما کیا ہے، اسی کرہ کا وہ حصہ جسے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم ناز سے وابستگی حاصل ہے، وہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے، اسی سے انسان کی بنیادی ضرورتیں پوری ہوا کرتی ہیں، انسان کی بنیادی ضرورتوں میں درج ذیل چیزیں شامل ہیں۔

الف... رہنے کے لئے مکان۔

ب... کھانے اور پینے کے لئے ناج اور پانی۔

ج... پہننے کے لئے کپڑے وغیرہ۔

د... سانس لینے کے لئے ہوائیں۔

ان چار چیزوں کے علاوہ جس قدر بھی چیزیں ہیں، سب کی سب انسان کی بنیادی ضرورتوں کے ماسوا ہیں بلکہ یہ کہا جائے کہ انسان ان تمام چیزوں کو زینت کے طور پر استعمال کیا کرتا ہے جو بنیادی ضرورتوں کے علاوہ ہوا کرتا ہے۔

الف... رہنے کے لئے مکان

انسان اپنے رہنے کے لئے اگرچہ مکان خود بناتا ہے کہ یہ اس کی اپنی طبعی ضرورت ہے لیکن مکان بنانے کے لئے جن چیزوں کی حاجت ہوتی ہے، اس کی فراہمی تو اسی زمین سے ہوا کرتی ہے، مکان کے لئے جو سب سے ضروری چیز ہے، وہ زمین ہے کہ مکان زمین پر ہی بنتا ہے، نہ ہوا پر اس کی تعمیر ہوتی ہے اور پانی پر، معلوم ہوا مرکز بننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مرکز اپنے ماننے والوں کے لئے مکان بھی فراہم کرے، ایک مکان وہ ہوا کرتا ہے جس سے صرف ضرورت پوری ہوتی ہے، کبھی اس کی شکل خیمہ کی ہوتی ہے اور کبھی تمبو بنا کر مکان کا کام لیا جاتا ہے، دوسرا مکان وہ ہوا کرتا ہے جو کچا ہوتا ہے، اس قسم کے مکانوں میں مٹی کا زیادہ استعمال ہوتا ہے، تیسرا مکان وہ ہوتا ہے جو پکا اور پختہ ہوا کرتا ہے اور چوتھا مکان وہ ہوا کرتا ہے جو عالیشان بلڈنگ کی صورت میں نظر آتا ہے، غرض یہ کہ مکان کوئی بھی ہو اور کسی بھی شکل کا ہو ''مرکز'' یعنی زمین سے چھٹکارہ نہیں، اسی ارضی کرہ میں ایک وہ حصہ بھی ہے جو پوری کائنات کا ''مرکز'' ہے یعنی کعبہ مقدسہ! جس کی جانب منھ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے، انسان عبادت کرتا ہے، نمازیں پڑھتا ہے مگر اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھنا ہوا کرتا ہے مگر اس کی بنیادی شرط ''خانہ کعبہ'' کی جانب رخ کرنا ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہو سکتی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے زمین یعنی مرکز سے کسی کے لئے راہ فرار ممکن نہیں، زمین کی ضرورت زندگی میں بھی پڑتی ہے اور مرنے کے بعد بھی زمین ہی میں رہنا ہوتا ہے، اسے صرف زمین کی حیثیت سے نہ دیکھا جائے بلکہ کبھی اسے مرکز کی حیثیت سے بھی دیکھا جائے تب کہیں جا کر کسی ''مرکز'' کی حیثیت کا اندازہ ہوگا کہ مرکز کیا ہوتا ہے اور ایک انسان کے لئے وہ کس ضرورت تک کام آتا ہے؟

ب... کھانے پینے کا ساز و سامان

اللہ تعالیٰ نے جب پوری کائنات کے وسطی حصہ یعنی زمین

رضویات

کو مرکزی حیثیت عطا کردی تو اس میں اس زمین کے مکینوں کے لئے ان کی ضرورتوں کے مطابق سہولتیں بھی فراہم کردی ہے، انسانی کی بنیادی ضرورتوں میں کھانا اور پینا بھی شامل ہے، کوئی انسان بغیر کھائے پیئے کب تک زندہ رہ سکتا ہے؟ کھانے کے لئے اناج غلے اور دیگر چیزیں بھی اسی زمین سے پیدا کی جاتی ہیں، جس کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے اور سر سے پاؤں تک پسینے میں نہانا پڑتا ہے اس کے بعد ہی ہم کیا بلکہ کوئی بھی انسان اپنے لئے ناج اور غلہ کی فراہمی کرسکتا ہے، کوئی گھر بیٹھے چاہے مفت میں حاصل ہوجائے ایسا کچھ ممکن نہیں ہے، اسی طرح پینے کے لئے پانی بھی ہمیں اسی زمین سے ملتا ہے، اسی لئے زمین کی مرکزی حیثیت کو پہچاننا ضروری ہوجاتا ہے، مرکز بننے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسانی ضرورتوں اور اس کے تقاضوں کی بہ نسبت جن چیزوں کی شدید ضرورتیں ہوا کرتی ہیں اسے فراہم کردیئے جائیں اور زمین میں یہ ساری ضرورتیں پائی جاتی ہیں اسی لئے زمین کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

ج...پہننے کے کپڑے وغیرہ

اب وہ دور کہاں؟ جب کہ لوگ ننگے رہا کرتے تھے یا اپنی ستر عورت کے لئے پتوں کا استعمال کیا کرتے تھے، انسانی شعور بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھ گیا کہ زمانہ نے بھی کروٹیں لیں اور اس کے تقاضے بھی اس قدر وسیع ہوگئے کہ انسانی شعور کا دامن بھی تنگ پڑ گیا، نئے نئے لباس اور عمدہ قسم کے ملبوسات نے انسانوں کو اس قدر جھمیلوں میں ڈال دیا ہے کہ ان ضرورتوں کو پورا کرتے کرتے ہمارا شعور مضمحل سا ہوتا جارہا ہے، لباس کیسا بھی ہو، گھٹیا سے گھٹیا یا عمدہ سے عمدہ، کسی چھوٹے کا لباس ہو یا کسی بڑے کا، وزیر و امیر کا لباس ہو یا کسی بادشاہ وقت کا لباس ہو، چوکیدار کا لباس ہو یا کسی بڑے افسر کا لباس ہو، اس میں بھی زمین کا حصہ ہے، زمین سے الگ ہوکر لباس کا کوئی بھی تصور ہو، نہیں پایا جاتا ہے کہ ان لباسوں کو وہی تیار کرتا ہے جو زمین پر رہتا ہے اور کپڑوں کی بنائی میں جو دھاگے استعمال کئے جاتے ہیں انہیں کون تیار کرتا ہے؟ اسے بھی تو انسان ہی تیار کرتا ہے، یہ تمام چیزیں جنہیں میں نے بیان کی ہے کسی نہ کسی نوع سے ان کا رشتہ بھی اہل زمین سے جا ملتا ہے۔

د...ہواؤں کی ضرورت

اب رہی بات ہواؤں کی تو اس بارے میں کیا بتانا؟ ہر انسان اس بارے میں جانتا ہے ایک انسان کے لئے ہوا کس قدر ضروری امر ہے؟ کوئی بھی انسان ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ہے، ہوا بھی ایک انسان کے لئے ایک بنیادی چیز ہے اور ہوا بھی ہمیں اسی وقت ملا کرتی ہے جب ہم زمین سے قریب رہا کرتے ہیں، زمین کا کرہ اگرچہ زمین کے کرہ سے اوپر ہوا کرتا ہے اور اس کی حیز بھی اوپر ہی ہوا کرتی ہے لیکن وہ ہوا جو زمین سے متصل ہوا کرتی ہے وہ نہایت ہی صحت بخش ہوا کرتی ہے، اس میں آکسیجن پایا جاتا ہے اور یہی ہوا انسانی زندگی کے لئے مفید تر ہوا کرتی ہے، ہواؤں میں حیات افزا اور فرحت بخش کیفیات کیوں کر نمودار ہوا کرتی ہیں؟ اس میں بھی زمین اور اس کے پیڑ پودوں کا عمل دخل رہا کرتا ہے، اگر یہ پیڑ پودے نیست و نابود ہوجائیں یا یہ نیست و نابود کردیئے جائیں تو یقین مانئے! یہی ہوائیں انسانی حیات و اقدار کے لئے زہر ہلال بن جائیں گی اور کسی بھی انسان کا جینا دوبھر ہوجائے گا۔

ان تمام پہلوؤں کو جنہیں میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہیں، ان کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ غور کریں اور اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ کسی کا مرکز بننا کوئی آسان کام نہیں، اس کی بھی ذمہ داریاں ہوا کرتی ہیں اور سب کی ضرورتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے جو اداس ہوتا ہے ان کے غموں کا مداوا کرنا ہوتا ہے جو زخموں کی ٹیس سے اُح اُح کرتا ہے ان کا بھی علاج کرنا پڑتا ہے اور جو محبت سے ملتا ہے اس کے لئے اپنی بانہوں کو پھیلانا پڑتا ہے اور جو تیز نگاہوں سے دیکھتا ہے اسے بھی کرارا جواب دینا پڑتا ہے، تب کہیں جا کر کسی کو مرکزی حیثیت حاصل ہوا کرتی ہے، مرکز تو بہرحال مرکز ہوا کرتا ہے چاہے وہ مادیات کا مرکز ہو یا روحانیات کا مرکز ہو، علوم وفنون کا مرکز ہو یا فکر و شعور کا مرکز ہو، ہر قسم کے مراکز کی ذمہ داریاں ایک ہی قسم

رضویات

کے ہوا کرتی ہیں ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہے، یہ ایک حقیقت ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ یہ ذمہ داریاں مرکز کے دائرۂ اختیار کے تناسب سے متفاہم ہوا کرتی ہیں، مادی مرکز کا جو دائرۂ اختیار ہوتا ہے اس کی ذمہ داری اس کے دائرہ تک محدود ہوا کرتی ہیں اور روحانیت کا جو مرکز ہوا کرتا ہے اس کی ذمہ داریاں بھی اس کے دائرہ تک محدود ہوا کرتی ہیں، بعینہ علوم وفنون کے مرکز کی ذمہ داریاں بھی اس کے دائرہ کے اعتبار سے متعین ہوا کرتی ہیں۔

میرے مقالہ کا عنوان ہے مرکز اہل سنت! مرکز کیا ہوتا ہے؟ اور اس کی ذمہ داریاں کیا ہوا کرتی ہیں؟ انہیں بھی آپ خوب جانتے ہوں گے اس بات کا ہمیں یقین ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرکز اہل سنت کا دائرہ کیا ہے؟ اس دائرہ کے اعتبار سے مرکز اہل سنت کی کیا کیا ذمہ داریاں ہوسکتی ہیں؟ تو اس بات کو سمجھنے کے لئے ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ اہلسنت کیا ہے اور اس سے کیا مفہوم مراد لیا جاسکتا ہے؟ بس انہیں باتوں کی جانکاری کے لئے ہم اہل سنت کے مفہوم کی وضاحت کرنے جارہے ہیں۔

اہل سنت وجماعت

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ’’اہل سنت وجماعت‘‘ ایک اصطلاح ہے اس لئے اس مقام پر اس سے اصطلاحی معنی ہی مراد لیا جائے گا، نہ کہ لغوی معنی مراد لیا جائے گا، ازروئے لغت ’’اہل سنت وجماعت‘‘ کا مطلب ’’سنت وجماعت‘‘ والے ہے اور ظاہر سی بات یہاں سنت سے مراد وہ سنت لی جائے گی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نیز صحابۂ کرام کی سنت پاک ہے اور جماعت سے مراد جمہور صحابہ کرام لیا جائے گا، یہ وہی سنت ہے جس کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

’’علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین۔ یعنی تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ عنھم کی سنت کی اتباع لازم وضروری ہے۔‘‘

اور صحابہ کرام کے بارے میں آیا ہے:

’’اصحابي كالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے تم جس کسی کی اقتدا کروگے ہدایت پاجاؤگے۔‘‘

اور جہاں تک جماعت کی بات ہے تو اس کے بارے میں بھی حدیث پاک میں وارد ہے:

’’اتبعوا السواد الاعظم یعنی کہ سواد اعظم کی اتباع کرو۔‘‘

ان تینوں احادیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین کی سنتیں وہ ہیں جن کی پیروی کرنے سے کوئی بھی انسان نجات کی راہ پاسکتا ہے اور صحابہ کی جماعت وہ جماعت ہے جس کی اقتدا ہی باعث رحمت وبرکت ہے، اہل سنت وجماعت کی جو تشریحات کی گئیں، وہ ازروئے لغت ہے، اصطلاح میں ’’اہل سنت وجماعت سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں عرض ہے، اہل سنت وجماعت سے مراد وہ افراد عظیم لئے جاتے ہیں جو عقائد میں حضرت ابوالمنصور الماتریدی اور حضرت ابوالحسن الاشعری کے پیروکار ہیں کیونکہ عقائد میں یہی دونوں امام تسلیم کئے گئے ہیں، ان کے مقابلہ میں جن لوگوں نے بھی امامت کا دعوی کیا، وہ حضرات مسترد قرار دیئے گئے، اہل سنت وجماعت ایک ایسی اصطلاح ہے جو معتزلہ کے مقابلہ میں وجود میں آئی ہے، معتزلہ نے اپنے آپ کو ’’اہل حق‘‘ سے تعبیر کیا، یہ تعبیر بھی عجیب تعبیر ہے کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو ’’حق‘‘ تو کہا مگر اس بات کی انہوں نے وضاحت نہیں کی کہ ان کی حق سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے مراد وہ حق ہے جو ان کا خود ایجاد کردہ ہے یا وہ حق مراد ہے جس کا تصور کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پایا جاتا تھا یا خلفائے اربعہ یا صحابہ کے دور میں پایا جاتا تھا چونکہ جب انہوں حق نے کی تشریح نہیں کی ہے تو نتیجہ کے طور پر وہی حق مراد لیا جائے گا جو ان کا اپنا ایجاد کردہ ہے لہٰذا اس حق کے بارے میں قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس حق میں خیر وفلاح ہے یا نہیں ہے؟ کیونکہ خیر وفلاح اور بہبودی کا جذبہ اسی حق میں پایا جاتا ہے جو رسول کریم کی سنتوں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی سنتوں کے سہارے ہم تک پہنچتا ہے۔

پھر ایک ایسا بھی دور آیا کہ لوگ فکری آوارگی کے شکار ہو

گئے اور کسی بھی بڑے کی اتباع اور ان کی تقلید کو برا سمجھا جانے لگا، حالانکہ بڑوں کی اتباع اور تقلید کو ہر دور میں خیر و فلاح کا ضامن قرار دیا گیا ہے، یہ اتباع تو انسان کی فطرت میں شامل ہے اور صحیح معنی میں راستہ وہی ہوا کرتا ہے جس پر بہت سے لوگ چلا کرتے ہیں جس راہ پر کچھ لوگ چلیں اور بقیہ لوگ نہ چلیں اسے کون راستہ کہتا ہے؟ ہمیں تو بھائی وہ راستہ چاہئے جس پر نیک افراد لوگ چلتے ہوں سچے اور صدق و صفا والے چلتے ہوں، اسی لئے تو کلام مقدس میں ارشاد ہوا:

"اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ یعنی ہمیں سیدھی راہ چلا ان کی راہ جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کی راہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہ لوگوں کی راہ۔"

اہل سنت و جماعت ایک ایسی راہ ہے جو سیدھی راہ ہے اور ان لوگوں کی راہ ہے جن پر انعام کیا گیا ہے اور یہ راہ ان لوگوں سے کافی دور ہے جو غضب والے ہیں اس راہ میں کسی بدعتی اور گمراہ لوگوں کی گنجائش نہیں اور جو فرقہ باطلہ کی راہ ہے اسی میں فکری آوارگی پائی جاتی ہے اسی راہ میں میں سیدھی راہ گم ہے، صرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے، آگے چل کر اسی فکری آوارگی نے وہابیت، غیر مقلدیت کا روپ دھار لیا اور یہی فکری آوارگی اسلام اور مسلمین کیلئے فتنہ کی صورت میں نمایاں ہوئی، اسی تشویش ناک صورت میں اہل سنت و جماعت کے علما و مشائخ نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ لیا:

"چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہوگی اور جو اس کا انکار کرے گا وہ گمراہ گمراہ گر اور جہنمی ہوگا اور اہل سنت و جماعت انہیں چاروں اماموں اور ان کے پیروں کاروں تک محدود رہیں گے اور جو ان میں سے کسی ایک کی پیروی نہیں کرے گا، وہ اپنے آپ کو کچھ بھی کہیں، اہل حق کہیں یا اہل انصاف کہیں یا پھر اہل حدیث یا سلفی کہیں صحیح بات یہ ہے کہ وہ سب کچھ تو ہو سکتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی "اہل سنت و جماعت" نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان کے پاس انصاف ہوگا کہ اگر ان کے پاس انصاف و دیانت کا ادنیٰ سا شائبہ بھی ہوتا تو وہ سرکش گھوڑوں کی مانند نہ بدکتے، سواد اعظم ہونے کے لئے افراد کی کثرت ضروری نہیں، بلکہ اس کے لئے حق پر ہونا ضروری ہوتا ہے۔"

مرکز اہل سنت کون اور کیسے؟

مرکز کیا ہے؟ اور اس کا مفہوم کیا ہے؟ میں نے اس کی مکمل طور پر وضاحت کر دی ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ مرکز کی کیا کیا ذمہ داریاں ہوا کرتی ہیں؟ اور یہ بھی تشریح کر دی ہے اہل سنت و جماعت سے کیا مراد؟، ان تشریحات کی جانکاری دیئے جانے کے بعد آپ اس بات کو سمجھ گئے ہوں گے کہ "مرکز اہل سنت و جماعت کیا ہے؟ اس کی حقیقت اس کے اوصاف اور اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ کیا کوئی بھی اپنے آپ کو "مرکز اہل سنت و جماعت" کہنے سے "مرکز اہل سنت ہو جائے گا؟ نہیں اور ہر گز نہیں! چاہے "مرکز اہل سنت و جماعت" کہنے والا کوئی فرد ہو یا کوئی جماعت ہو، ادارہ ہو یا کوئی خانقاہ ہو، کوئی شخصیت ہو یا کوئی جامع صفات فردیت ہو، صرف زبانی طور پر کوئی کچھ کہنے سے کچھ بن جاتا تو مجنوں صرف ایک نہ ہوتا بلکہ ہزاروں کی تعداد میں پائے جاتے، حلوہ کھانا آسان ہوتا ہے لیکن اپنے جسم کے ایک ایک عضو کا پارہ گوشت بطور نذرانہ پیش کرنا مشکل ہوا کرتا ہے، میں نہیں کہتا کہ آپ کسی کو مرکز اہل سنت کہئے۔ میں کسی کو مرکز اہل سنت و جماعت کہنے سے مطلقاً منع نہیں کرتا کہئے اور ضرور کہئے مگر اس وقت کہئے جب اس کی ذمہ داریوں کو سمجھ لیں اور اس بات سے مکمل طور پر واقفیت حاصل کر لیں کہ ان ذمہ داریوں کو کس نے نبھایا؟ اور کس حد تک نبھایا؟

مرکز اہل سنت کی ذمہ داریاں

مرکز کے ساتھ "اہل سنت و جماعت" کا الحاق اس کے دائرہ کو متعین کر رہا ہے کہ اس کا دائرہ کہاں تک ہے؟ کون اس دائرہ میں داخل ہے اور کون اس کے دائرہ سے باہر ہے، جب اس اصطلاح کے پس منظر میں غور کرتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس دائرہ سے وہ لوگ باہر ہیں جو باطل فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں چاہے وہ ضروریات دین کا انکار کرتے ہوں

رضویات

یا ضروریات اہل سنت کا انکار کرتے ہوں ان میں سے جس نے ضروریات دین کا انکار کیا وہ تو کافر و مرتد ہے اور جنہوں نے ضروریات اہل سنت کا انکار کیا وہ اہل بدعت سے ہے، یہ دونوں کے دونوں اہل سنت سے خارج ہیں اور جو اس دائرہ میں داخل ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرتے ہیں، مرکز کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ باطل فرقوں سے تعلق رکھنے والوں کو اس کے دائرہ میں داخل نہ ہونے دے اور جو دائرہ کے اندر ہیں انہیں اس دائرہ سے باہر نہ جانے دے، میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں ہندوستان میں وہ ذات گرامی کون ہے؟ جنہوں نے کسی غیر کو آنے نہ دیا بلکہ انہیں دور اور بہت دور رکھا اور اس قدر دور رکھا کہ انہیں اس دائرہ کے قریب بھی آنے نہ دیا، ان کے اور اہل سنت کے درمیان ایک ایسی سد سکندری کھینچ دی کہ کس کی مجال جو اس کو پھلانگ سکے، ان کا قلم قلم نہ تھا بلکہ شمشیر براں، خنجر خوں خوار، سیف قاطع، کسی پر پڑتا تھا تو جسم و جاں اور ذہن و دماغ کو روندتا ہوا نہ جانے کہاں پہنچتا تھا، جس کے نتیجہ میں جسم بے جاں ہو جاتا تھا اور منھ بے زباں۔

کلک رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

شاعرانہ لب و لہجہ میں جو تیور پایا جاتا ہے، یہ تیور تو دشمن کے مقابلہ میں اپنایا جاتا ہے، یہ دائرہ اہل سنت و جماعت میں گھسنے والے اسلام و سنیت کے دشمنوں کے لئے ہے، اس میں جلال فاروقی پایا جاتا ہے اور حضرت علی کی شان شجاعت نمایاں ہوتی ہے، فرقہ باطلہ کے مقابلے میں اس طرح کا تیور دکھانا اس بات کو ثابت کررہا ہے کہ ’’اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی‘‘ نے ’’اہل سنت و جماعت‘‘ کی حفاظت و صیانت کے لئے کیا کچھ نہ کیا ہے، جس طرح یہ تیور شاعری کی زبان میں استعمال کیا گیا، اسی طرح کا تیور آپ کے رسالوں، کتابوں اور فتاویٰ رضویہ، اس کے علاوہ اور فتاویٰ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے، اس بارے میں اس سے اور زیادہ کیا کہا جاسکتا ہے، یہی وہ ذمہ داری ہے جسے ’’امام احمد رضا فاضل بریلوی‘‘ بحسن و خوبی انجام دی ہے اور جب ان سے مخاطب ہوتے ہیں جو اس دائرہ کے اندر براجمان ہیں چاہے وہ حنفی مسلک کے ماننے والے ہوں، چاہے وہ شافعی مسلک کے پیروکار ہوں یا مسلک مالکی پر چلنے والے یا کہ وہ امام احمد بن حنبل کے نقوش قدم کی اتباع کرنے والے ہوں تو ان کے لب و لہجہ میں بڑی نرمی حلاوت اور شیریں بیانی سی آجاتی ہے اور نہایت ہی محبت بھرے اسلوب میں انہیں مخاطب کرتے ہیں اور ان کی فہمائش میں اس قدر درد بھرا انداز بیاں اختیار کیا جاتا ہے کہ اس سے دل تو دل ہے پتھر بھی موم ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والے جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

حضرات! دیکھا آپ نے کہ امام اہل سنت نے کس طرح اہل سنت کے ماننے والوں کی حفاظت کی ہے، اہل سنت و جماعت سے باہر لوگوں کو اس طرح للکارا جس طرح کوئی میدان جنگ میں اپنے دشمنوں کو للکارتا ہے اور جو اپنے ہیں انہیں ان سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے، یہ مرکز کی ذمہ داری کا احساس بھی ہے اور اس کو نبھانے کا خوبصورت انداز بھی ہے، جہاں اس طرح کا ماحول ہوا کرتا ہے وہ مرکز بھی بنتا ہے اور مرکز کے تعلق سے جو ذمہ داری بنتی ہے اسے پورا بھی کرتا ہے، ایسی ہی شخصیت کو مرکز اہل سنت ہونا چاہئے، اب تک کی تحریر سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت کے علاوہ کوئی دوسری ذات ایسی نہیں ہے جو مرکزی ذمہ داریوں کو ادا کرسکے، اس لئے میں امام احمد رضا کو ہی ’’مرکز اہل سنت و جماعت‘‘ تصور کرتا ہوں، اصل میں آپ کی ذات ہی مرکز ہے چونکہ آپ بریلی شریف کے رہنے والے ہیں اس لئے مجازی طور پر بریلی شریف کو بھی ’’مرکز اہل سنت‘‘ کہا جاتا ہے، آپ کے وصال کو سو سال ہوچکے

ہیں باوجود اس کے اس کی مرکزی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مرکز کی ذمہ داری کو جس طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ادا کیا ہے، ٹھیک اسی انداز میں ان کے شہزادگان حضور حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم ہند نے ان ذمہ داریوں کو پورا کیا ہے، مفسر اعظم ہند نے بھی اس مشن کو جاری رکھا اور ریحان ملت نے بھی اس کو نبھانے کی پوری پوری کوشش فرمائی ہے، جہاں تک حضور تاج الشریعہ کی بات ہے ان کے بارے میں کیا کہنا؟ ان کا کردار و عمل اور ان کی سوچ اور فکری انداز تو ”مرکز اہل سنت بریلی شریف“ کے ارد گرد پہرا دیا کرتا تھا، اس بارے میں کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ ان کی حیات پاک کا یہ زاویہ چمکتے چاند و سورج کی مانند روشن و تابناک ہے اور لوگوں نے اسے اپنے ماتھے کی آنکھ سے دیکھ لیا ہے، حالانکہ انہیں جو دور ملا وہ دور مخالفتوں کا دور تھا، اندھیروں کا دور تھا اور فکری آوارگی کا دور تھا، سب نے اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ الگ بنالی تھا اور لوگ نہ جانے کتنی ٹکڑیوں میں بٹ چکے تھے اور اہلسنت و جماعت کا شیرازہ اس قدر بکھر چکا تھا کہ اس کا شمار کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

اس دور میں چھوٹے بھی اس قدر بڑے ہو چکے تھے اور ان کی عادتیں اس قدر بگڑ چکی تھیں کہ بڑے بھی ایسے چھوٹوں سے احتراز کرنے لگے تھے باوجود ان مخالفتوں کے حضور تاج الشریعہ نے اپنی خاموشی سے مرکزی حیثیت کے سنوارنے میں جٹے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے اور اس کا فضل عظیم ہے کہ مخالفتوں اور نئے نئے فتنوں کا طوفان بلاخیز اب تھم چکا ہے، ان مخالفتوں کے تھم جانے کے باوجود ہمیں اپنی نیند نہیں نکالنی چاہئے کہ نہ جانے یہ تھمے ہوئے فتنے کب بیدار ہو جائے یا پھر کوئی اور خطرناک صورت حال جنم لے لے، اس لئے ہم سب کو اس تعلق سے نہایت ہی چوکنا رہنا چاہئے اور ہر وقت کمر بستہ رہیں تو یہ اور بھی زیادہ اچھا ہے۔

سماج و معاشرہ اور اس کے مفاہیم

سماج ہو یا معاشرہ ہو! ان دونوں کے مفاہیم میں کافی وسعت اور کشادگی پائی جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سماج یا معاشرہ کسی ایک فرد سے نہیں بنتا ہے بلکہ یہ دونوں بہت سے افراد سے مل کر بنتے ہیں، سماج و معاشرہ میں شامل افراد کتنے ہوں؟ اس کی کوئی تعداد متعین نہیں، اس کی شروعات گھر کے اندر سے ہوتی ہے اور گھر کے باہر یہ دونوں بہت دور تک چلے جاتے ہیں، مگر اس بات پر ضرور توجہ دی جائے کہ سماج اور معاشرہ کسی نہ کسی دائرہ میں رہکر ہی تیار ہوئے کرتا ہے اور دائرہ سے باہر ہونے کی صورت میں فکری بے راہ روی آجاتی ہے ذہن کی آوارگی کھل کر سامنے آجاتی ہے، سماج میں کوئی اکائی نہیں ہوتی ہے یہ ٹوٹتا بھی ہے اور بنتا بھی ہے، بگڑتا بھی ہے اور سنورتا بھی ہے اس میں اچھائی بھی ہوتی ہے اور برائی بھی ہوا کرتی ہے، یہی وہ سماج ہے جس میں کوئی کسی سے جلتا بھی ہے اور کوئی کسی سے محبت بھی کرتا ہے، کوئی ظلم و جفا کی کہانی دہراتا ہے اور اسی سماج میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو شبنمی پھوار بن کر برستے بھی ہیں، باوجود اس کے، میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ سماج میں روکھے پن اور سوکھے پن جیسی کوئی کیفیت نہیں پائی جاتی ہے، اچھے اور برے ہونے میں یہ حکمت مضمر ہے کہ اس کے ذریعہ اچھوں کو بھی پرکھا جاتا ہے اور بروں کا بھی امتحان لیا جاتا ہے اور ٹھیک انہیں دونوں کے بیچ سے انصاف و دیانت کی ایک ہلکی سی لکیر نمودار ہوتی ہے جو اچھوں کو انعام دیتی ہے اور بروں کو اس کے کئے کی سزا دی جاتی ہے، اسی ہلکی سی لکیر کی سالمیت اور اس کے فروغ وارتقا کے لئے کوشش کرنا ”مرکز“ کا کام ہوا کرتا ہے، مرکز اہل سنت نے اس کام کو کہاں تک انجام دیا ہے اور اس نے کیا کیا کوششیں کی ہیں؟ اسی بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ذات گرامی اسی انصاف و دیانت کی علامت ہے انہوں نے ہر کسی کے ساتھ انصاف سے کام لیا ہے، نہ انہوں نے اپنوں کی بیجا حمایت کی ہے اور نہ ہی ظالموں کو اس کے ظلم سے زیادہ سزا دی ہے، ان کے یہاں نہ افراط ہے اور نہ تفریط ہے بلکہ ان کا قلم اعتدالی کیفیت کا ترجمان ہوا کرتا ہے، اس بات سے وہ بھی واقف ہیں جو ان کی ذات و شخصیت کے تعلق سے منفی

سوچ رکھتے ہیں اور وہ ارباب علم وفن جانتے ہیں جنہوں نے ان کے مے خانۂ محبت سے ارغوانی بادہ عرفاں سے جام ومینا پی پی کر مست ومدہوش ہے، ایسے بڑوں کی بارگاہ میں، میں کیا بیان کروں؟ مجھے آپ سے مخاطب ہونے کا سلیقہ نہیں آتا۔

مرکز اہل سنت اور سماجی عناصر

سماج کا دائرہ وسیع ہوا کرتا ہے اور کہاں تک وسیع ہوتا ہے اس بارے میں کوئی کچھ نہیں بتا سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے عناصر مادی کیفیت سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ مادی کیفیت سے ماورا ہوا کرتے ہیں، اس کے عناصر ارد گرد علاقوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور دور دراز شہروں اور ملکوں میں بھی، امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت بابرکت میں نہ جانے کہاں کہاں سے سوال آتے؟ اور کتنے کتنے دور سے آتے؟ اہل علم حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہیں جس نے جو پوچھا آپ نے اس کا جواب دیا زندگی کے جس شعبہ سے متعلق پوچھا آپ نے اس کا تسلی بخش جواب عنایت فرمادیا، کیا کوئی ایسا سوال ہے؟ جو آپ کی خدمت میں کہیں سے آیا ہو اور آپ نے اس کا جواب نہ دیا ہو، میرے خیال میں ایسا کوئی سوال ہی نہیں ہے، بس یہی تو مرکز کی علامت ونشانی ہے جو سب کی ضرورتوں کا پاس ولحاظ کرتا ہے اور سب کی تشنہ لبی کا مداوا کرتا ہے، فتاویٰ رضویہ کو اٹھا کر دیکھ لیجئے اس میں جس قدر بھی سوالات پائے جاتے ہیں ان میں سے ہر ایک سوال کا تعلق زندگی کے کسی نہ کسی شعبہ سے ضرور ہے، انہیں شعبہ حیات میں سے کچھ کا ذکر کیا جارہا ہے۔

الف...عقائد وایمانیات۔

ب...غسل ووضو اور طہارات کے مسائل۔

ج...عبادات میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے مسائل۔

د...نکاح، طلاق، مہر اور جہیز وغیرہ۔

ر...معاشرت اور آداب معاشرت۔

س...خرید وفروخت کے مسائل وجزئیات۔

ش...سود اور جائز معاملات کے بارے میں تصریحات کثیرہ۔

ص...اجارہ وعاریت اور وقف وہبہ کے مسائل۔

ع...وصیت ومیراث اور تقسیم ترکہ وغیرہ۔

یہ وہ شعبہ جات ہیں جو انسانی حیات ومعاشرت اور اس کی سماجی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، یہ وہ آئینہ حیات ہے جس میں افراد نسل انسانی کی زندگی اور ان کے مختلف شعبوں کی پوری جھلک دیکھی جاسکتی ہے ’’اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی‘‘ نے ان عنوانات کے تحت جو باتیں کہی ہیں اور جو حقائق وبصائر پیش کئے ہیں، اس قدر مفید معنی خیز اور صحت بخش ہیں کہ ان پر چل کر کوئی بھی انسان اپنے آپ کو سنوار سکتا ہے اور خود اپنی حیات اور دوسروں کی زندگی کو فرد وسماج معاشرہ اور شہر وملک کے لئے مفید نیز بین الاقوامی طور پر اپنے آپ کو امن وسکوں کا ترجمان بنا کر پیش کرسکتا ہے اور غیروں کی محفلوں میں جا کر صلح وآشتی کا پیغام دے سکتا ہے، مگر افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ سماجیات کے ماہرین نے جب کبھی سماج ومعاشرہ کی تشریح کی ہے یا اس کے تعارف میں تقریریں کی ہیں یا تحریروں کو پیش کیا ہے تو انہوں نے صرف فلاسفر کے نظریات اور تجربات کو پیش کیا ہے اور انہیں کے حوالے سے انہیں جو کہنا تھا کہا ہے حالانکہ انہوں نے وہی باتیں کہی ہیں جن کے بارے میں ہمارے علمائے کرام اور بزرگوں نے بہت پہلے وضاحت کردی ہے، نہ معلوم جدید علوم وفنون کے دلدادگان کے دلوں میں کیا کدورت ہوتی ہے؟ کہ چمکتے چاند اور دمکتے ستاروں کو دیکھتے ہیں ان سے استفادہ بھی کرتے ہیں اپنے ذہن ودماغ کو روشن وتابناک بھی کرتے ہیں مگر ان کا نام نہیں لیتے اور نہ ان کی حیثیت کو تسلیم کرتے ہیں، امام احمد فاضل بریلوی کے فتاوے، تحریرات میں سماجی عناصر جس واضح انداز میں پائے جاتے ہیں اگر ان پر غور کیا جائے اور ان کے مضمرات کی اک اک پرت کھول کر دیکھ لی جائے تو ارباب فکر سماج ومعاشرہ کے تعلق سے غیروں کی تحریرات کو پڑھنا چھوڑ دیں گے، کیا کیا جائے کہ عصبیت اور تنگ نظری نے کسی کو کہیں کا نہیں رکھا ہے اور امام احمد رضا جیسی عظیم شخصیت کا نام لینے سے کچھ اس طرح خوف کھاتے ہیں کہ کہیں ان کا نام لینے سے ان کا وقار داؤ پر نہ لگ جائے۔

........جاری

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

قطب مسولی!

ایک عہد آفریں شخصیت

یہ دنیا کی رنگینیاں، یہ چہل پہل، در و دیوار سے پھوٹتی مسکان، قہقہہ زار سماں، گلنار فضا، لالہ رُخ وادی، چمنستانِ افکار و انظار کا، ارغوانی رنگ و آہنگ، یہ سب کب کا کب مرجھا گیا ہوتا بلکہ فنا ہو گیا ہوتا، اگر اس کی تر و تازگی کے پیچھے کوئی مقناطیسی ہستی سہارا نہ بنی ہوتی، یہ اللہ والوں ہی کے قدوم میمنت لزوم کی برکتیں کہ چہار دانگ عالم میں ہریالی ہی ہریالی ہے، جب جب دنیا میں شرک کی حکمرانی ہوتی ہے، رب کی نافرمانیوں میں یہ دنیا ڈوبی ہے، طبیعت کی حکومت کا راج چلا ہے، تو ان بد اعمالیوں کے نتیجے میں کائنات کی حیاتِ تازہ پر پژمردگی چھائی ہے۔ کاروانِ زندگی لڑکھڑایا ہے اور بدشگونی کی کالی گھٹا نے ڈیرہ ڈالا ہے، تاہم نظامِ قدرت و فطرت کے انداز بھی کتنے نرالے اور البیلے ہیں کہ ایسی مایوس آگیں فضا میں پردۂ غیب سے کوئی مردِ غیب مردِ آہن بن کر نمودار ہوا ہے اور پھر بحران و طغیان کے چٹان کو چکنا چور، سماج کے مغرور رسم و رواج کو تتر بتر کر کے رکھ دیا ہے، اور پھر حق و صداقت کے صور نے رحمت و رافت کی وہ بانسری بجائی ہے کہ اُجڑی بکھری دنیا پھر نت نئے ساز و سامانِ حیات نئی کروٹ لینے لگی ہے۔ ان کی کی صدائے اخلاص و اخلاق میں کیا تاثیر و تاثر ہوتا تھا کہ نئے ماحول کے ساتھ نئی رنگا رنگی دیکھ کر ہر زبان پکار اُٹھتی تھی ع

الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

ان نورانی اور روحانی شہر یاروں کی ایک لمبی چمکتی دمکتی فہرست ہے، یزید کے لاؤ لشکر کے سامنے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے سرو سامانی کی درخشاں کرامت، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مخالفتوں کے طوفان میں فقہ کی تدوین، حضور غوثِ اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کی جہانِ روحانیت کی تشکیل جدید، خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفر کے قلعہ پر اذانِ سحر، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی شہنشاہِ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراہٹ، اس کے سوا اور آپ کیا کہیں گے کہ ع

یہ سب کیا ہیں فقط اِک نکتہ ایماں کی تفسیریں

انھیں یا کبازانِ اُمت کی قطار میں ایک شخصیت جو بہت دور سے اپنے شخصی عرفان کا پتہ بتاتی ہے اس عرفانی شخصیت کو دنیا قطب مسولی حضرت سید الشاہ محمد اسماعیل واسطی کے نام سے جانتی، کام سے پہچانتی اور پیغام سے مانتی ہے، مسولی کی زمین نے آپ کے قدم کو کیا چوما کہ آج شہر عقیدت اس گاؤں کے ذرّوں کے قدم چوم رہا ہے، اب سے تقریباً پونے چار سو سال پہلے یقیناً وہ ایک چھوٹا سا گاؤں رہا ہوگا مگر آپ کے فیضانِ قدم سے آج وہ اتنا بڑا ہو چکا ہے کہ بڑی بڑی خانقاہوں کا بڑا پن نظر حیرت سے اس کی بڑائی و برتری دیکھ رہی ہے۔

آج پورے ملک کا تارِ محبت مسولی کے سازِ کرامت سے جڑا نظر آتا ہے، ایک پکار ہے، ایک چہکار ہے، ایک للکار ہے مسولی کی جس کو جو جہاں سن رہا ہے سُن کے سُن ہو جا رہا ہے۔ کل تک جسے کوئی نہیں جانتا تھا یا بہت کم لوگ جانتے تھے، آج دلوں کے آفاق پر بیٹھ کر بریلی کی بانسری بجا رہا ہے، جسے دیکھیے وہ مسولی کا راستہ دکھا رہا ہے، جسے سنیے وہ مسولی کا راگ سُنا رہا ہے، ایسا کیوں ہے؟ آنے والی سطروں میں اس کا جواب بوئے گل کے برگِ گل میں نہاں رہنے کی طرح پنہاں ہے، تلاش کیجیے۔

آبائے کرام

آپ کے مورثِ اعلیٰ حضرت سید شاہ ابو الفرح واسطی علیہ الرحمہ ہیں، جو مدینہ منورہ میں رونق پذیر تھے، برکتوں سے مزین یہ ذات عباسی خلفا کے زمانے میں مدینہ منورہ کے گورنر کے ظلم

*مضمون نگار جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور ایک معتبر اہل قلم ہیں۔

اسلاف و اخلاف

وتشدد سے تنگ آکر شہر واسط میں قیام پذیر ہوگئے۔ واسط عراق کا ایک مشہور شہر ہے جو کہ کوفہ و بصرہ کے درمیان واقع ہے۔ اس شہر کو حجاج ابن یوسف ثقفی نے ۸۳ھ میں دریائے دجلہ کے کنارے پُر فضا مقام پر مروان بن عبدالملک کے دورِ سلطنت میں آباد کیا تھا) آپ ہی کی وہ مبارک وفیض بخش ذات ہے، جو آنے والے وقتوں میں ایسی منبع فیوض و برکات ثابت ہوئی کہ نسلاً بعد نسل برکات وسعادات کا سرچشمہ بنتی رہی، ہر قرن میں جس صدف نے ولایت کے گوہر نور عطا کیے، جس کی چمک دمک سے کرۂ ارض بقعۂ نور بن کر ہوش وخرد کی دنیا کو منور و مجلی کرتی رہی، کتنی بنجر زمیں میں لالہ کی فصل اُگی، کتنی زمیں شور کو آپ کے فیضان کرم نے سنبل وریحان عطا کیے، سوچیے تو سوچتے چلے جائیں۔

عارف باللہ حضرت سید شاہ میر محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ اسی گلشن کے مہکتے پھول اور اسی انگشتری پاک کا قیمتی نگینہ ہیں، جو فاتح بلگرام سے معروف ومتعارف ہیں۔ شہر واسط سے جن کی ہندوستان تشریف آوری شہنشاہِ ہندوستان شمس الدین التمش کے زمانے میں ہوئی۔ سلطان شمس الدین التمش جو قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کے مرید بامراد تھے، یہ وہی سلطان شمس الدین التمش ہیں جنھوں نے اپنے پیر ومرشد، سلطان الہند خواجہ غریب نواز کے خلیفۂ خاص حضرت قطب الدین بختیار کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی اور حضرت قطب صاحب کی شرط پر کہ میری نماز جنازہ وہ پڑھائے جس کی عصر کی سنّت نہ کبھی قضا ہو۔ نمازِ جنازہ پڑھا کر ثابت کر دیا تھا کہ میں وہ ہوں جس کی عصر کی سنّت کبھی قضا نہ ہوئی، اس راز کے رُخ سے ڈاکٹر محمد اقبال یوں پردہ سرکاتے اور افشائے احوال کرتے ہیں۔ جیسے سلطان کی روح اس وقت پکار رہی تھی۔ ؎

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں

عارفانِ حق کے ساتھ ساتھ شمس الدین المتش کی وابستگی و دل جوئی، فیاضی و نرم خوئی، موت وغم گساری مشہور زمانہ تھی، حضرت سید میر محمد صاحب الدعوت الصغریٰ سے انھوں نے وہی مخلصانہ، محبّانہ، خلوص گذارانہ برتاؤ رکھا۔ ہمیشہ اپنے قرب میں جگہ دی اور ان کی معیت وقربت کو اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھا۔ اس وقت حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا آفتابِ قطبیت نصف النہار پر جگمگ کر رہا تھا، ہر سو اُجالا اُنھیں کے نورِ معرفت کا پھیلا ہوا تھا۔ وہ اگر ہندوستان کا دل تھا تو حضرت خواجہ قطب الدین ہندوستانیوں کے دل کی دھڑکن تھے، ایسے میں حضرت سید میر محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ نے حضرت قطب صاحب کی شمع ولایت سے اپنی حیات کی لو ملالی، آپ مرید کیا ہوئے کہ اجازت وخلافت سے بھی نواز دیئے گئے۔ ع

قدر زرزر گر بداند قدر جوہر جوہری

حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی رقم طراز ہیں:

''حضرت سید محمد صغریٰ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ (م ۶۳۳) کے مرید تھے، ظاہری و باطنی فضائل کی جامعیت میں مجمع البحرین تھے، آپ کو دین مصطفوی کا کلمہ بلند کرنے، سنّتِ نبوی کو زندہ کرنے اور بدعت سیئہ کو مٹانے میں مکمل رسوخ حاصل تھا، سلطان شمس الدین التمش کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے باطنی احوال و کمالات کو نوکری کے لباس میں عوام کی نگاہوں سے چھپائے رکھتے تھے۔''

[مآثرالکرام، فارسی سے مترجماً، ص ۱۱]

اس نوری ٹکڑے کا ایک ایک لفظ بول رہا ہے کہ حضرت موصوف، آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری کے اوصاف سے متصف تھے اور میری نظر میں کمال بالائے کمال یہ ہے کہ اپنے تمام تر کمالات پر آپ نے نوکری کی چادر ڈال رکھی تھی، تاکہ ریا کا شائبہ تک نہ آنے پائے، یہ اس دور کے لوگ تھے جو سب کچھ کرنے کے باوجود کچھ بھی نہ کرنے والوں میں اپنے آپ کو شمار کرتے تھے اور یہ آج کا دور ہے کہ کچھ کرنے پر بہت کچھ کر لینے کا ڈھنڈورہ پیٹا جاتا ہے۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

خود فراموشی کی دُھن میں شاید وہ بھول جاتے ہیں کہ اس

طرح اخلاص کی روح مجروح ہوتی ہے اور اعمال کا ذخیرہ غارت واکارت ہوجاتا ہے، یہ ان حضرات کے خلوص کے نور میں شرابور میں رہنے ہی کی برکتیں تھیں کہ جہاں جاتے تھے زمین کو آسمان سے اونچا کر دیتے تھے اور جہاں ٹھہر جاتے تھے، در و دیوار کا نقشہ بدل دیتے تھے۔

اولادامجاد

فاتح بلگرام حضرت سید میر محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں مختلف افراد نے مختلف جگہوں کو اپنا مسکن بنایا، آپ کی اولاد کی چھٹی پشت میں سراج السالکین حضرت سید شاہ علاء الدین قدس سرہٗ کی اولاد جب بڑھی تو آپ نے قلعہ کے پچھّم جانب ایک میدان میں نیا مکان بنوایا، اور وہاں رہنے لگے، آپ کی وجہ سے اور لوگ بھی وہاں آ کر آباد ہوگئے، سید علاء الدین علیہ الرحمہ کے گیارہ صاحب زادے تھے، جن میں چھ فوت ہوگئے، پانچ صاحب زادوں کو لے کر آپ نئے مکان میں منتقل ہوئے تھے، پہلے وہ مکان پنچ بھیوں کا مشہور ہوا، پھر بعد میں اس خاندان کو لوگ پنچ بھیا کہنے لگے۔ [روضۃ الکرام جدید، ص ۱۶۶]

خاندان پنچ بھیا کے افراد بلگرام شریف، ضلع ہردوئی، مسولی شریف، ضلع بارہ بنکی اور مارہرہ شریف ضلع ایٹہ میں آباد ہیں، اس کی ایک شاخ مدینہ منورہ میں اخوان خمسہ (پنچ بھیا) کے نام سے اب تک مشہور و موجود ہے، حضرت فاتح بلگرام ہی کی سولھویں پشت سے ایک نادر الوجود ہستی کا ظہور ہوا، جو اپنے جمالِ ظاہری و کمالِ باطنی کی وجہ کر آنے والے عہد کا پیش لفظ بن گئی۔ انھیں کو دنیا سید عالی نسب قطب دوراں حضرت سید میر محمد اسماعیل واسطی بلگرامی کے نام سے جانتی اور چاہتوں کی ہر سوغات نچھاور کرتی ہے، فاتح بلگرام حضرت حضرت سید میر محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہ کی نسل پاک میں قطب مسولی حضرت سید شاہ محمد اسماعیل واسطی پہلے بزرگ ہیں جو اپنے وطن مالوف بلگرام شریف کو خیرباد کہہ کر مسولی شریف تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

قطب مسولی حیات و کمالات

آپ سادات بلگرام کی پنچ بھیا شاخ میں حضرت سید محمد ابراہیم کے صاحب زادے ہیں:

نام نامی۔۔۔محمد اسماعیل

لقب۔۔۔سید عالی نسب

عرف۔۔۔قطب مسولی، سرکار مسولی

سن ولادت۔۔۔۱۰۳۴ھ بمقام بلگرام شریف، تلاش بسیار کے بعد بھی تاریخ ولادت کا سراغ نہ لگ سکا۔

تحصیل علم

مذہب اسلام میں جس کو بھی بلندی ملی ہے اور آئندہ جس کو بھی ملے گا وہ علم قرآن و حدیث سے، آدمی جب نورِ علم سے اپنے آپ کو سنوار چکتا ہے اور اپنے علم کی ہدایت کی روشنی میں شاہراہِ حیات طے کرتا ہے، تو اس علم و عمل کے سنگم سے شخصی کمال اپنی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہے اور پھر حقیقت و معرفت کے دروازے اس پر کھلتے جاتے ہیں، اسرارِ الٰہیہ کے غنچے چٹکنے شروع ہوجاتے ہیں، یہ وہ مقام ہے جہاں انسان کا مقصد تخلیق اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ مسکرانے لگتا ہے، حضور سیدنا غوثِ اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مادرزاد ولی ہوتے ہوئے یہ اعتراف کرتے ہیں:

درست العلم حتی صرت قطباً
و نلت السعد من مولی الموالی

"میں نے علم حاصل کیا تو اتنا علم حاصل کیا کہ اپنے زمانے کا قطب ہوگیا، تمام مولاؤں کے مولی کی بارگاہ سے مجھے نیک بختیوں کے خزانے مل گئے۔"

یعنی میں علم کی بدولت منصب قطبیت پر فائز ہوا ہوں، مطلب صاف ظاہر ہے کہ میرے علم ہی نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے کہ میں غوثوں کا غوث ہوں، قطبوں کا قطب ہوں اور آج کا دور تو "پڑھے نہ لکھے، نام نور محمد فاضل کا دور ہے۔

جاہل پیروں نے پیری مریدی کو رُسوا کر رکھا ہے، کچھ علم نہیں اور دعویٰ ہے کہ ہم پہنچے ہوئے ہیں، نادان جب تو ارتقائے زندگی کی پہلی سیڑھی ہی پر قدم نہیں رکھا تو تو اوپر پہنچ گیا کیسے؟ پیری کا دعویٰ اور اتنا بڑا جھوٹ، اوپر پہنچنے کے لیے جب حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے مادرزاد ولی کو علم کی ضرورت

اسلاف و اخلاف

ہے تو تُوکس کھیت کی مولی ہے، ایسی ہی جھوٹی دعوے داری کی وجہ سے آج طریقت وتصوف کے چہرے پر غم گینی کے اثرات جھلک رہے ہیں۔

آئیے مسولی شریف قطب مسولی حضرت سید شاہ محمد اسماعیل علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آپ کا علمی پایہ کتنا بلند ہے۔ جب ہم ان کے علمی مقام ومرتبہ کو سمجھ لیں گے تو حضور غوثِ اعظم کے قول کی روشنی میں ان کے مقامِ قطبیت کو سمجھنے میں آسانی ہوجائے گی، اس خیال کو ہم پھر تازہ و دمیدہ کر لیں کہ رب تبارک وتعالیٰ اپنے جس بندے کو بندگی کی معراج عطا کرنا چاہتا ہے، اس کے سر پر پہلے علم کا زرّیں تاج سجا تا ہے تا کہ کمالات کی کسی بھی بلندی پر پہنچنے میں کہیں پر بھی کوئی رکاوٹ سینہ تان کر کھڑی نہ ہوجائے۔ اس لیے کہ علم ہی ہے جو روحانی سفر کے تمام موانعات کے قلعہ کو مسمار کرتا ہے، چوں کہ حضرت قطب مسولی، سید عالی نسب کو بھی بڑے بڑے عروج کو عبور کرنا تھا۔ پھر کیسے آپ کا دامن جواہرات علوم سے مرصّع نہ ہوتا۔

چنانچہ آپ نے ابتدائی تعلیم بلگرام شریف میں حاصل کی، پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے استاذ المحققین حضرت علامہ سید شاہ میر محمد طفیل اُترولوی علیہ الرحمہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور بالترتیب درسی کتابوں کی تکمیل فرمائی، بالترتیب کا مطلب یہ ہے کہ درجہ بدرجہ، منزل منزل آپ آگے بڑھتے اور بحر علوم وفنون کو عبور کرتے رہے اور جب آپ تمام علمی مراحل سے گزر چلے تو نحو، صَرف، فارسی ادب وغیرہ کے سوا، تفسیر، حدیث، اُصولِ تفسیر، اُصولِ حدیث، فقہ، اُصولِ فقہ، معانی وبیان، سیرت ولغت، ادب وفنونِ لطیفہ یعنی منقولات ومعقولات کی ساری مروّجہ شاخوں پر دسترس حاصل کر چکے تھے۔ وہ کون سا علم تھا جو آپ کے دامن میں نہ تھا، وہ کون سا فن تھا جس کا طرّہ آپ کے فرقِ اقدس پر مچلتا نہ ہو اور حکمت کی وہ کون سی شاخ تھی جو شاخِ طوبیٰ بن کر دعوتِ نظارہ نہ دیتی ہو۔

شمائل وفضائل

قطب مسولی علیہ الرحمہ والرضوان کی کتابِ حیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سنّت رسول اللہ ﷺ پر ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ آپ کی کوشش اور خواہش ہوتی کہ آقائے کونین ﷺ کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی سنّت چھوٹنے نہ پائے، آپ کے معمول میں تھا کہ نمازِ فجر کے بعد اوراد و وظائف میں مشغول رہتے اور جب سورج خوب طلوع ہوجاتا تو نمازِ اشراق ادا فرماتے، اس کے بعد خانقاہ میں تشریف لے جاتے، علما ومشائخ سے ملاقات کرتے اور حاجت مندوں کی فریاد سنتے، ان کی حاجت روائی فرماتے، اور مریدین ومتوسلین سے بھی ہم کلام ہوتے اور شریعت وطریقت کے رازہائے سربستہ کی وضاحت فرماتے، تمام زائرین، مریدین، معتقدین کی خوان پر نعمت پر انتہائی خندہ پیشانی سے بہ نفسِ نفیس پُر تکلف ضیافت فرماتے، یہ صرف ایک دن کی بات نہ تھی بلکہ جب بھی قریب یا دور کے مہمان پہنچتے تو خوش ہوتے اور مہمان نوازی میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے اور یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل آج تک باقی وجاری ہے۔ رات چاہے سردی کی ہو یا برسات کی، موسم چاہے نرم ہو یا گرم بالالتزام رات کے آخری تہائی حصّے میں حضرت قطب مسولی بیدار ہو جاتے، اپنے حجرۂ مبارکہ سے اولیاء مسجد تشریف لے جاتے اور بڑے ہی اہتمام سے تہجد کی نماز ادا فرماتے، اس کے بعد چشم گریاں اور دل بریاں کے جلو میں دعا ومناجات میں صبح صادق تک مصروف رہتے، پھر نمازِ فجر اسی انہاک سے ادا فرماتے، بعد نمازِ فجر دیگر اوراد و وظائف کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت با کرامت میں لگ جاتے، یہاں تک کہ جب سورج خوب طلوع ہوجاتا، تو نمازِ اشراق ادا فرمانے کے بعد حجرہ کی طرف تشریف لے جاتے، یہ وہ معمولات ہیں جن میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔ جب حضرت سرکار بانسہ آپ کے پیر ومرشد کا وصال ہوگیا تو اپنے مرشد برحق کے جانشین برحق ہوئے، آپ کی جانشینی کو تسلیم کرتے ہوئے سارے عوام وخواص نے بصد خلوص آپ کو اپنا مقتدا و پیشوا تسلیم کیا اور اپنی ہر ضرورت کا مرکز ومرجع مانا، یہ کمال علم وعمل اور اخلاص و اخلاق ہی کا نتیجہ تھا کہ سرکار بانسہ قدس سرہٗ کے تمام خلفا آپ ہی کی طرف رجوع کرتے، اگر کوئی شخص خلفاء میں سے کسی کے

حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا، تو وہ اسے قطب مسولی ہی کی بارگاہ میں بھیج کر مرید کراتے، چنانچہ علامہ زماں ملا قاری محمد نظام الدین رزاقی علیہ الرحمہ نے جو خود سرکار بانسہ کے خلیفہ ومجاز تھے، اپنے خاندان کے افراد اور دیگر طالبین کو خود مرید نہیں کرتے، بلکہ بیعت کے لیے تاجدارِ مسولی کی بارگاہ میں بھیج دیا کرتے، اس لیے کہ سارے خلفا کو معلوم تھا کہ حضور سرکار بانسہ کی نگاہِ عنایت سے جو مقام ومرتبہ تاجدارِ مسولی کو ملا ہے وہ کسی کو نہیں ملا، اس سے بڑھ کر مقامِ محبت کی بلندی اور کیا ہوگی کہ روزانہ گیارہ مرتبہ اپنے جدامجد، فاتح خیبر، شیر خدا، علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری کے شرف سے مشرف ہوکر فیوض وبرکات سے خود مالا مال ہوتے رہے، اور ایک جہان کو مالا مال کرتے رہے۔

حضرت مفتی محمد رضوان احمد شریفی گہربار ہیں:

”آپ نے اپنی تعلیم وتربیت اور ارشاد وتبلیغ سے بتکدۂ عناد و سرکشی میں ایمان و اسلام کا اُجالا پھیلایا، تاریک دلوں کو منور کیا، ویران دلوں کو آباد کیا۔ بہتوں کو معرفت کا جام پلا کر منصب ولایت پر فائز کیا۔ غم کے ماروں کو سکون و قرار بخشا۔“ [تاجدارِ مسولی، ص ۳۹]

کاروان حیات کی انہیں بارات کو لئے ہوئے آپ زندگی کا سفر طے فرماتے رہے۔ مقصد چراغ محبت جلانا، شمع الفت کی لو تیز کرنا، بجھے ہوئے دیئے میں روغن شریعت ڈالنا اور انہیں بجھنے سے بچا لینا، گرتوں کو سنبھالنا، اور سنبھلے ہووں کو ان کی منزل اصلی پر متمکن کرنا، بس یہی کل آپ کی حیات کی سوغات اور سفر زندگی کا زادِ سفر ہے جس کی حفاظت آپ ہمیشہ کرتے رہے۔

جلوۂ زیبا

حضرت قطب مسولی رضی اللہ عنہ کا چہرۂ انور بالکل گول مثل چاند کے دائرے کے تھا اور دیکھنے والے کو بقعۂ نور معلوم ہوتا تھا، چشمانِ مبارک خمیدہ، صورتاً نہایت حسین معلوم ہوتی تھیں اور بدرجۂ غایت خوبیوں سے معمور، شانِ رعنائی میں یکتا اور دلربائی میں بے مثل تھیں، آنکھ کی خوشنمائی کے لیے جس قدر اوصاف ہونے چاہئیں ان تمام صفات کا مجموعہ آپ کے چشمان مبارک میں بدرجۂ اتم موجود تھا، ان ظاہری خوبیوں کے علاوہ شرم وحیا جو مہذب اور محتاط آنکھوں کے لیے جوہر ہیں وہ بھی سرکار مسولی کی چشمان مبارک کا خاص حصّہ تھی۔ ناک پتلی اور کھڑی، بہت خوبصورت، پیشانی ہمیشہ خنداں، زلفیں سیاہ اور حسین بھری ہوئیں، ریش مبارک گھنی دلکش، پائے مبارک متوسط کھڑے صاف شفاف، نعلین شریف کے پائے اقدس سے جدا ہونے پر بھی غبار نہ دیکھا گیا، صاف سفید فرش پر بھی نشانِ قدم نہ پڑتا، قد زیبا درمیانہ تھا، لباس مبارک ہمیشہ صاف ستھرا اور سادہ ہوتا، اکثر و بیشتر سفید انگرکھا اور ڈھیلا پاجامہ زیب تن فرمایا کرتے، سر مبارک پر چہارترکی کلاہ (چار کونوں والی ٹوپی) ہوتی، امامت کے وقت سر اقدس پر عمامہ شریف سجا ہوا ہوتا تھا۔ آپ کے جسم اقدس سے ایسی خوشگوار نکہت اور خوشبو آتی تھی کہ اہلِ ارادت کے علاوہ غیر مریدین حضرات بھی محظوظ ہوجاتے اور آپ کی شانِ محبوبیت کا اقرار کرتے تھے۔ [سیّد عالی نسب، ص ۴۸]

وصال با کمال

اس دھرتی کے اوپر کچھ جینے والے ایسے بھی جیتے ہیں جن کا جینا بھی با کمال ہوتا اور وفات پانا بھی با کمال اور لوگ موت سے گھبراتے ہیں، مگر یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو موت کا استقبال کرتے ہیں، موت کو گلے لگاتے اور آنکھوں میں آنکھ ڈال کر مسکراتے ہیں، ان کی موت شربت دیدارِ محبوب کا حسین مژدہ ہوتی ہے، امام اہل سنّت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اس نکتے کی عکاسی یوں کرتے ہیں ؎

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

اور میرے مرشد برحق حضور سیّدی سرکار مفتیٔ اعظم ہند ارشاد فرماتے ہیں:

تیری آمد ہے موت آئی ہے
جانِ عیسیٰ تیری دہائی ہے

مر رہا تھا تم آئے جی اُٹھا
موت کیا آئی جان آئی ہے

اسلاف و اخلاف

اورحضرت آسی غازی پوری کا شعر تو شہرت کو بھی حیرت میں ڈالے ہوئے ہے ۔

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
آج کی رات ہے اس گل سے ملاقات کی رات

اورحضورتاج الشریعہ نے تو اسی مفہوم کو اپنی تازگی خیال سے ایک نئی بلندی دینے کی کوشش کی ہے ۔

آپ کی طلعت کو دیکھا جان دی
قبر میں پہنچا تو دیکھا آپ ہیں

حضرت سیّد عالی نسب، قطب مسولی الشاہ میر محمد اسماعیل واسطی علیہ الرحمہ بھی موت کی انہیں لذتوں سے شادکام ہیں، جب وہ وقت آ گیا تو موت کی شکل میں حیاتِ جاوداں اور حیاتِ پاک کا پیغام لے کر زندگی آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئی، وہ مردِ خدا مرنے سے پہلے موت سے ہمکنار موتو قبل ان تموتو کے سمندر میں غوطہ لگا کر حیاتِ ابدی کے ساحل پر بیٹھا ہوا تھا، ارجعی الٰی ربك راضية مرضیہ۔ خوشی خوشی اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی کی صدائے روح پرور کی گونج میں مسکراتا ہوا ۱۳؍ذی الحجہ ۱۱۶۴ھ بروز جمعہ، یا پیر فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی میرے مقبول بندوں میں شامل ہوکر میری جنّت میں داخل ہوجاؤ کے راستے سے سوئے دارِ بقا روانہ ہوا، اناللہ وانا الیہ راجعون، آپ کے تاریخ وصال پر حضرت حسان الہند، علامہ آزاد بلگرامی اپنے مآثر الکرام میں مادۂ تاریخ پر یہ شعر تحریر فرماتے ہیں ۔

آفتابے سحرے آگاہے
پیر روشن دل و صاحب تکمیل
گفت تاریخ وصالش ہاتف
زیب خلد آمد میر اسماعیل

۱۱۶۴ھ [سیّد عالی نسب، ص ۱۱۲، ۱۱۴]

جس وقت اس عاشق رسول کو غسل دیا گیا تو حاضرین کی آنکھیں یہ دیکھ کر جگمگا اُٹھیں کہ جبین نور پر برنگ سبز لکھا ہوا تھا: ان اکرمکم عنداللہ اتقٰی کم بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ والا ہے اور سینۂ فیض گنجینہ پر نگاہیں پڑتے ہیں، بے ساختہ زبانوں پر مرحبا ماشاء اللہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ کیونکہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ سینۂ مبارکہ پر بخط نور لکھی ہوئی تھی: ونھی النفس عن الھوٰی فان الجنۃ ھی الماوٰی۔ اور جس نے اپنے نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنّت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔ اور ان الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب یعنی موت ایک پل ہے جو دوست کو اپنے دوست سے ملاتی ہے۔ یہ غیبی تحریریں بزبانِ حال آپ کے عظیم المرتبت ولی ہونے کا اعلان کر رہی تھی، بقول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

■ ■ ■

ص ۵۶؍ کا بقیہ..

ہر گوشہ ایک دوسرے کا محتاج ہے اس کی قیل وقال کی حقیقت صرف حالت کی دریافت نہیں، گر کوئی سوال کرے تو صاف کہہ دینا کہ مستی بدہوشی کے عالم کو کہتے ہیں، ایک ہی لباس میں دوست ودشمن رب کے حضور کھڑے تھے، یہ تاریخی المیہ ہے کہ جب شکستہ جبیں کی لکیریں دیکھی گئیں تو ان کے چہرے پر فسق وفجور کی ردا پڑی ہوئی تھی گو یا اب دوست ودشمن کی پہچان مشکل تھی، حق تو ہے کہ اب دوستی کی بات ہوتی ہے تو ظالم مکر جاتے ہیں، اصلیت تو یہی ہے کہ دوست دشمن بن گئے ہیں جنہوں نے بلایا تھا، اپنے قول سے پھر گئے، سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے سرکشی اختیار کر لی ہے اور اللہ ورسول کو بھول گئے، کوفیوں کی سرکشی کی انتہا تھی، ان کا جرم بڑھتا گیا اب کربلا میں ظلم وستم زیادہ سے زیادہ ہوجائے تاکہ نوع انسانی کی تاریخ میں اس کی نظیر نہ مل سکے، اللہ تعالیٰ ایسی حالت میں اپنے بندوں کو چھوڑ رکھنے والا نہیں، وہ تو پاک کو ناپاک سے الگ کردے گا، کیا بدر واحد کے شہدائ کے متعلق رسالت مآب ﷺ کی حدیث پڑھی نہیں، یہ لوگ فاجر وفاسق ہیں ان کو دین سے کوئی واسطہ نہیں۔

........جاری

[پہلی قسط]

از: ڈاکٹر عبد المالک*

تاج الشریعہ کی شاعرانہ پیکرتراشی

غدر سے بہت پہلے علامہ رضا علی خاں قدس سرہ نے بنی نوع انسان کے مزاج، شعور، اخلاق، اخلاص اور نظریئے کو شرع کے مطابق کرنے کی کوشش کی، انہوں نے اسلامی شریعت و طریقت کو پیش کیا اور خالص دینی جذبے سے مسلمانوں کو آگاہ کیا، دینی ذوق کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری کا ذوق بھی خانوادۂ رضویہ کو ورثے میں ملا ہے، امام احمد رضا فاضل بریلوی نے نعت گوئی میں اسلامی روایت کو نمایاں کیا اور حقیقی علم و آگہی کا ثبوت فراہم کیا، بلکہ حب رسول کو ایک خاص نظریئے کے ساتھ پیش کیا جو آج بھی بے نظیر اور بے مثال جذبے کا مجموعہ ہے، حدائق بخشش تخلیقی رویہ کی تشکیل میں اک مخصوص نقش کا احساس پیدا ہوتا ہے، نعت رسول، نعتیہ غزل، نعتیہ رباعی، نعتیہ قطعہ اور مثنوی ردّ امثالیہ میں اسلام کے حقائق و معارف کو حقیقت پسندی پر محمول کیا ہے بلکہ نعت گوئی کی اہمیت، کنایت، رمزیت و استعاریت نے شعری فکر میں نئے امکانات کو نمایاں کیا ہے۔

خانوادۂ رضویہ کے اکابرین نے ہر دور میں دین وسنیت کی خدمت و اشاعت کا فریضہ نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا ہے، اس وقت ہم بات کر رہے ہیں حضور مفتی اعظم ہند کے چہیتے نواسے حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری کی جن کو دنیا ''تاج الشریعہ'' کے لقب سے جانتی اور پہچانتی ہے، علم و ادب نے طرۂ تاج الشریعہ کو امتیاز عطا کیا اور برصغیر میں تاج الشریعہ کے نام سے مشہور و معروف ہوئے، ۲۳ر نومبر ۱۹۴۳ء کو بریلی شریف میں اپنی آنکھیں کھولنے والے تاج الشریعہ دنیا کے کئی گوشوں کا سفر کیا اور مسلک اعلیٰ حضرت سے عوام کو متعارف کیا، آپ نے حقائق کے دائرے میں اپنی زندگی گزاری اور مبالغہ آمیز نظریات سے ہمہ وقت اجتناب کیا، دنیا کی کئی زبانوں میں تحریر و تقریر کے ذریعہ مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے، آپ نے بلا خوف ولومۃ لائم حق و ناحق کا محاسبہ کیا، قاضی القضاۃ کی حیثیت سے اسلامی پرچم کو ہمیشہ بلند کیا، بلاشبہ قادر مطلق کی عطا کردہ آپ کی صلاحیتیں ترقی کی اعلیٰ منازل کی طرف محو پرواز تھیں، علم و آگہی اور دانائی نے آپ کو اپنے ہم عصروں سے ممتاز کیا۔

جب ۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء وقت مغرب کی گھڑی آئی تو بریلی کی زمین پر آسمان علم و فضل کا وہ سورج ڈوب گیا، اِدھر مؤذن نے آذان حق بلند کی، اُدھر تاج الشریعہ کی روح پرفتوح نے ملائے اعلیٰ کی طرف رجوع کیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، ہائے افسوس! تاج الشریعہ کی رحلت پر آسمان سنیت پر غم واندوہ کا بادل چھا گیا، لوگ اچانک مبہوت ہوگئے، یکبارگی سب سکتہ میں گئے، کسی کو یہ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ تاج الشریعہ دنیائے فانی سے کوچ کر گئے، ۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء خانوادۂ رضویہ ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام کے لئے ''یوم الحزن'' تھا کہ اہل سنن آپ کی رحلت کے سبب ایک عظیم رہنما سے محروم ہوئے گئے، ۲۲ر جولائی ۲۰۱۸ء بروز اتوار ازہری گیسٹ ہاؤس میں مدفون ہوئے۔

تاج الشریعہ خانوادۂ رضویہ کے بے مثل آفتاب و ماہتاب تھے۔ جن کی شاعری نے اردو ادب کے مزاج کو بدل دیا۔ ان کے نعتیہ کلام میں عہد حاضر کے نقش اور اسلامی شریعت سے مربوط نئی منزل کی شہادتیں ملتی ہیں۔ ان کی تحقیقی حسیت اور اشاریت کی نمائندگی نے تخلیقی نزاکت عطا کی ہے بلکہ شاعرانہ پیکرتراشی کی موزونیت میں جدت و روایت کی عظمت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ آپ کا نعتیہ دیوان ''سفینۂ بخشش'' کے مقدمے میں مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی نے یہ اعتراف کیا ہے کہ ''آپ کی شاعری معنویت و پیکرتراشی، سرشاری و شیفتگی کا نادر نمونہ ہے۔''(۱)

ازہریات

* مضمون نگار جے پرکاش یونیورسٹی، چھپرہ، بہار کے شعبۂ اردو کے سابق صدر ہیں۔

میں نے ''تاج الشریعہ کی شاعرانہ پیکر تراشی'' کا انتخاب کیا ہے، جب میں نے سفینۂ بخشش میں ''زاریٔ پیہم کیا ہے'' دیکھا تو اپنی طرف سے خراج عقیدت کے لئے اسی کو منتخب کرلیا، بات ان کی ٹھہری! کہنا میرا ہے، ان کی سرگزشت ٹھہری! لکھنا میرا ہے، دیکھنا ہے کہ آخر سرمدی سرمایہ کی سرشت میں رکھا کیا ہے، اک فلسفۂ حیات کا نادر نمونہ ہے گویا اردو زبان وادب کا اک لازوال سرمایہ ہے، ان کی تخلیقی علم وبصیرت کی روشنی میں شعری پیکر کا ہر لفظ شہکار بن گیا ہے، لفظوں کے تانے بانے سرچشمۂ حیات دوام کے ترجمان ہیں۔

تاج الشریعہ کی سفینۂ بخشش نعتوں کا اک عشق افزا گلدستہ ہے، اس گلدستے میں فکر کی پاکیزگی اور فن کی پختگی ہے، ہر شعر میں علم وآگہی کا عکس ہے، رفاقت کی آگہی ودانائی ہے، حقیقت کی نوائی ہے اور جذبے کی فراوانی ہے، اک تعجب کا احساس ہے جو علم الکلام کے نظریئے کو نمایاں کرتا ہے، جو علم البلاغت کا لازوال سرمایہ ہے، جو تخلیقی حسّیت کی تفسیر وترجمان ہے بلکہ تجاہل عارفانہ کی تمہید آرائی دیکھئے کہ میری میّت پہ دوستوں کا رونا کیسا ہے، آخر یہ واویلا اور فریاد کیسا ہے اور یہ مسلسل گریہ وزاری اور آہ وبکا کیسی ہے؟ آخر یہ شوروغل کیسا ہے، یہ ہنگامہ کیسا ہے؟ اے دوست! افسوس ہے کہ آخری وقت میں کیوں نہیں پوچھا! ماضی وحال کی ہم آہنگی دیکھئے، نفی واثبات کی آماجگاہ میں تمثیلی نوادرات دیکھئے، جذبہ کلام میں انسان دوستی کا پیام دیکھئے اور وائے حسرت کی ڈوبی ہوئی آواز دیکھئے۔

شاعری اضطرابی کیفیت کی شدت کے نتیجے میں وجود پذیر ہوا کرتی ہے ارباب تنقید کا ماننا ہے کہ شاعر جب کسی شدید درد سے دوچار ہوا کرتا ہے اور اس درد سے جانبر ہوئے کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں تب کہیں کسی شعر کا وجود ہوا کرتا ہے، حضور تاج الشریعہ کی شاعری میں بھی اسی طرح کا درد اور کرب واضطراب پایا جاتا ہے مگر اضطرار واضطراب کا یہ عمل عالمانہ وعارفانہ ہے جو خود سے چل کر اپنی منزل تلاش لیتا ہے، یہ اضطراب تخت شاہی سے بہتر ہے بلکہ قربت الٰہی کے آئینہ میں زندگی کا فلسفہ، فکروآگہی، حکمت ودانائی کی اولین کاوش ہے، جس کے دل میں عالمانہ، فاضلانہ اضطراب پایا جاتا ہے تو اس کی نظر اور تمام تر توجہات حقیقت واصلیت کی تلاش وجستجو میں مرکوز رہا کرتی ہے کہ اسے اسی سے پیار ہوتا ہے مصلحت پسندی اور ادھر اُدھر کی باتوں پر اس کا دھیان نہیں جاتا ہے، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضور تاج الشریعہ اس خوبی وکمال میں بھی یکتا اور تنہا تھے دیل میں ان کی اسی خوبی کا تذکرہ کیا جارہا ہے شاید اس مقالہ کے قارئین کو میری یہ بات پسند آجائے۔

موت ایک حقیقت ہے اس سے کسی کو انکار نہیں اور حیات بھی ایک حقیقت ہے یہ دونوں حقیقتیں حسی ہیں اور فکری بھی ہے جوان دونوں کی حقیقت کو پالیتا ہے اور ان کی دونوں حیثیتوں کو سمجھ لیتا ہے وہ کسی ایک علاقہ تک محدود نہیں رہتا ہے بلکہ اس رسائی وہاں تک ہوجاتی ہے جو انسانی سوچ سمجھ سے بالاتر ہوا کرتی ہے، تاج الشریعہ اس کے پیکر جمیل تھے انہوں کے علم وادب اور فکروفن کی کائینات میں وہ بلندرتبہ پر فائز تھے جہاں پہونچنا کسی کے بس کا روگ نہ تھا، ایسی عالی مرتبت انسان کے لئے سمندر کو کوزہ میں لے لینا اور کسی کوزہ کو سمندر میں بدل دینا آسان ہوا کرتا ہے، موت کا فلسفہ یا زندگی کا کوئی فلسفہ ہو تاج الشریعہ کے ایک کھلی کتاب تھی، انہوں نے موت کے فلسفے کو بیان کیا اور زندگی کے حقائق سے اس طرح پردہ اٹھایا کہ دیکھنے والی نگاہیں حیرت واستعجاب میں پڑگئیں، اس کی میں کچھ جھلک پیش کرنے جارہا ہوں۔

یہ دیکھئے حضور تاج الشریعہ میّت کی حقیقت واصلیت اور اس کی تفسیر بیان کرر ہے ہیں، گویا انہوں نے ایک کوزہ میں سمندر کو بھر دیا ان کا ایک ایک شعر وسیع کائنات کا پیش خیمہ ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں ؎

میری میّت پہ یہ احباب کا ماتم کیا ہے
شور کیسا ہے یہ اور زاریٔ پیہم کیا ہے

اس شعر میں کس قدر فکری گہرائی پائی جاتی ہے یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں میں اسی گہرائی کی ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کررہا ہوں، انسان نے انسانیت کو بلند کیا اور اسے

شرف وعزت سے نوازا ہے ایسے افراد جنہوں نے یہ کارہائے نمایاں انجام دیا ہے آج بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں ایسے ہی ذی وقار افراد میں تاج الشریعہ کا بھی نام آتا ہے آئیے تاریخی اوراق اور اسلامی نظریات کے حوالے میں ایسے افراد کو تلاش کرتے ہیں اور ان کے کرشموں کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، کیا یہ بات صحیح نہیں کہ جسم وجاں کا تعلق انسان کی پیدائش سے پایا جاتا ہے، گویا بغیر جسم کے حوصلہ کا ہونا ممکن نہیں یعنی جسم ہے تو جسم کی روح یا جان دیکھی جاسکتی ہے جسم وجاں کا ہونا لازم و ملزوم ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔

گویا انسان اپنے وجود کا دعویٰ نہیں کرسکتا یعنی کچھ نہ تھا تو قادر مطلق نے انسان کو پیدا کیا یہاں تک کہ بنی نوع انسان کے وجود نے اپنی اشرفیت کی بلندیوں پر پہنچ کر خوبیوں اور خامیوں کا مظاہرہ کیا اور انسان ہے کہ اس حقیقت کو بھول گیا اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ پروردگار ہے حالانکہ تم کچھ نہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم کو زندہ کیا وہی تم پر موت طاری کرتا ہے پھر تم اسی کی طرف رجوع کرجاؤ گے، گویا حیات اور موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے، لیکن حیات دوامی کے لئے دنیائے فانی کی حیات ضروری ہے یعنی نیکی وبدی کا سرمایہ اسی آماجگاہ سے ممکن ہے ہاں! بقائے دوام کے لئے جسم کا قامت ہونا اس دنیائے فانی میں لازم ہے، چنانچہ تخلیق بنی آدم کا مقصد محض عبادت ہے اور یہاں نسلاً بعد نسل جاری ہے، جسم کی اصلیّت کی کیفیت بیان کرنا مقصود نہیں اور نہ کسی تعریض کی تنقیح کی تلاش ہے، بلکہ حیات وہ صفت ہے جس کے پائے جانے سے احساس کا وجود صحیح قرار پائے اور موت اس کی ضد ہے۔

گویا ظاہری طور پر جسم ہے جس کا تعلق مٹی سے ہے اور روح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، مگر دنیا سمجھتی نہیں ہے نہ انکار کرتی ہے اور نہ اقرار کرتی ہے، بچہ پیدا ہوتا ہے تو خوشیاں منائی جاتی ہیں اور بچہ مرجاتا ہے تو المناکیاں خود سے آجاتی ہیں، دیکھا یہی بنی نوع انسان کا فطری لائحہ عمل ہے اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں سکتا۔

لیکن بچہ کی پرورش اس کی تربیت کی سالمیت الحسین منی وانا من الحسین کی حقیقت سے معلوم ہوگی اور اس کی حقیقت اہل بیت کی دلیل ہوگی گویا ممکن ہے کہ اسلام کی تاریخ میں تلاشی جائے مگر فاضل بریلوی کی زبان میں یہ کہا جائے کہ بچہ بچہ نور کا ہے کیونکہ دین اسلام کے سرمایہ میں صرف وحدانیت ورسالت ہے کچھ تو ایسی باتیں ہیں جو حال واستقبال کی تفسیر وتفہیم بیان کرتی ہیں جس کی تربیت رسول اللہ کی گود میں ہوئی تھی، زید بن ارقم صحابی کوفے میں چلّا اٹھے ”ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹالے، قسم خدا کی، میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ اپنے ہونٹ ان ہٹوں پر رکھتے تھے اور بوسہ لیتے تھے۔

ابن زیاد خفا ہوگیا اور چاہا کہ زید بن ارقم کو قتل کردیں مگر مجلس سے وہ چلے گئے بہرکیف گھرانہ نور کا ہے تو یقیناً نور کی جسامت ہوگی، آزمائش ہوتی ہے تو جسم مقابل ہوتا ہے، جب مصیبت کی گھڑی آئی تو آزمائش کی انتہا تھی، ساعتیں گزرتی رہیں، ظاہری بھوک وپیاس کی شدت تھی، مگر ایمان کی حلاوت باقی تھی، اہل بیت نے تسلیم ورضا، جودوسخا کی عظمت جب پروردگار کے حضور میں پیش کیا جو بنی آدم کی تاریخ میں نہیں ملتی، آخر امام نے پکار کر کہا ”کیوں میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر کبھی خدا اتنا ناخوش نہ ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا۔“

گویا ہر طرف سے ظلم وستم کی یلغار تھی کفر کا نرغہ ہوا سودا کفر وایمان کا تھا تو سید الشہدا حضرت امام حسین نے کہا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بہتر ہے انہوں نے یزید پلید کی خلافت کو مسترد کیا اہل بیت رسول اللہ ﷺ نے اپنی جان دے کر اسلام کی حقیقت وعظمت کو پیش کیا مگر افسوس کہ یزیدیوں نے شہدائے کربلا کا سر کاٹا اور جسم کے ساتھ بے حرمتی کی کیا اس کی تاریخ آپ نے نہیں دیکھی آپ کے ساتھ شہدائے کربلا کے دست مبارک کو چھوڑ دیا گیا تو فی البدیہہ انداز میں غریب نواز قدس سرہ العزیز نے کہا۔

سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ست حسین

(۲)

اسلامی شریعت وطریقت نے واضح کردیا کہ ہاتھ کا تعلق سرمایۂ دین اسلام سے ہے اور سر کا تعلق فرماں برداری واطاعت الٰہی سے ہے گویا سید الشہدا حضرت امام حسین نے اپنے نانا جان کے دین، مذہب اور مسلک کا سودا نہیں کیا بلکہ اپنی جان دے کر اسلام کی آبرو کو قائم رکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اُس دور میں حق و باطل جب ایک ہی لباس میں ملبوس تھے اور ایک ہی مذہب کے پیرو کار تھے جس کی شناخت اور پہچان ممکن نہ تھی اس کو امام نے پہچانا مدینہ کو خیرباد کیا، کعبۃ الحرم کو آخری سلام کیا اور کرب و بلا کا سفر کیا، انسانیت اپنی موت کی تلاش میں نہ تھی بلکہ موت زمین کربلا کے خاک وخوں کی ضمانت تھی گویا سفر کربلا بنی نوع انسان کی عظمت کا فیصلہ تھا اہل بیت رسول اللہ نے حق و باطل کا انکشاف کیا اور اپنی جان قربان کر کے اسلام کو زندہ کر دیا، تاج الشریعہ کا کلام آپ بیتی وجگ بیتی کا اک حصّہ ہے اردو شاعری میں حیات کے بعد موت اک مستقل موضوع کی حیثیت رکھتی ہے لیکن انسانی تاریخ کا نادر اور ایسا المیہ ہے کہ شاعر میّت کے مطالعے اور محاکے کا متقاضی ہے بہر کیف رقّت آمیز ماحول میں ایسی اثر انگیزی سے نئی راہیں دریافت ہوتی ہیں، حالانکہ کنایوں و استعاروں میں کائنات کی حقیقت جھلکتی ہے۔ مگر تاج الشریعہ نے نصف صدی تک دارالقضاۃ کی کرسی پر بیٹھ کر حق و باطل کا انکشاف کیا لیکن آج دور حاضر میں نعت سرور کونین میں ڈوب کر فکر رسا کی کارفرمائیاں بیان کر رہے ہیں۔ ظلم وستم کی آماجگاہ کو خیرباد کہہ کر حق گوئی کی تلقین کر رہے ہیں۔ ایسی شہرت ملی اور بلند آواز ہوئی کہ دنیا کے کئی ملکوں سے لوگ ”تاج الشریعہ کی آخری دیدار کے لئے آئے“ یعنی جنازے میں شرکت کی غرض وغایت سے آئے۔ آدمیوں کا ازدحام تھا بنی نوع انسان کا سیلاب تھا ایسی بھیڑ سرزمین ہند میں کبھی دیکھی نہ گئی تھی۔ جدھر دیکھو آہ کا نعرہ تھا، احباب کا ماتم تھا، آنکھیں نم تھیں، دل میں محبوب کا خیال تھا اور زبان پر اللہ کا نام تھا گویا سب کے چہرے پر اب خاموشی تھی، لب ہل رہے تھے آواز نہ تھی، زور آزما طاقت موجود تھی مگر کمزور تھی ایسی مصیبت کی گھڑی تھی کہ خود مصیبت اپنی مصیبت بن گئی ہاں! ایسی مصیبت میں مصلحت وقت کے پھندے زیادہ چوکس ہو جاتے ہیں، ایسی مصیبت پر مصیبت پڑی کہ سہج بن گیا مگر آخر کون ہے جو پچاس لاکھ سے زائد افراد کی دیکھ بھال کرے۔ گاڑی کھائی میں گر گئی اس کی حفاظت کس نے کی! آخر کون ہے جو مدد کر رہے جب بے حال مجبور زائرین سے پوچھا گیا تو صاف صاف کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم لوگوں کو چوٹ نہیں لگی اور گری پڑی ہوئی گاڑی میں کسی قسم کی کوئی خراش تک نہ آئی یہ سب کچھ بریلی میں تاج الشریعہ کے جنازے کی نماز اور تجہیز وتکفین کے موقع پر ہوئی، کیا دنیا نے نہیں دیکھا کہ اک جاں سوز سانحہ تھا بلکہ بنی نوع انسان کے لئے کس قدر المناک تھا، سچ پوچھو! تو کوئی نگراں ومحافظ نہ تھا اب بریلی شہر میں سب کی دکانیں بند ہیں نہ فرات کا کنارہ ہے نہ پہاڑی حائل ہے مگر پانی نہیں ہے ہاں! آنکھوں سے آنسو جاری ہے۔ آنسو کا قطرہ تاج الشریعہ کی محبّت اور جاں نثاری تھی اور احباب کا ماتم تھا لیکن کوئی پیاسا نہیں ہے، کھانا نہیں ہے لیکن کوئی بھوکا نہیں ہے یہ سب کچھ آخر کیسے ہوا، ہاں اللہ کے نیک بندے اپنے حبیب سے ملتے ہیں تو اس کا نگہبان خدا ہوتا ہے۔ جب وہ اپنی میّت پہ احباب کو دیکھتا ہے تو یہی کہتا ہے۔ ے

میری میّت پہ یہ احباب کا ماتم کیا ہے
شور کیسا ہے یہ اور زاریٔ پیہم کیا ہے

تاج الشریعہ کی سفینۂ بخشش نعتوں کا اک عشق افزا گلدستہ ہے، اس گلدستے میں فکر کی پاکیزگی اور فن کی پختگی ہے، ہر شعر میں علم وآگہی کا عکس ہے، رفاقت کی آگہی ودانائی ہے، حقیقت کی نوائی ہے اور جذبے کی فراوانی ہے، اک تعجب کا احساس ہے جو علم الکلام کے نظریئے کو نمایاں کرتا ہے، جو علم البلاغت کا لازوال سرمایہ ہے، جو تخلیقی حسّیت کی تفسیر وترجمان ہے بلکہ تجاہل عارفانہ کی تمہید آرائی دیکھئے کہ میری میّت پہ دوستوں کا رونا کیسا

ہے، آخر یہ واویلا اور فریاد کیسا ہے اور یہ مسلسل گریہ وزاری اور آہ وبکا کیسی ہے؟ آخر یہ شور وغل کیسا ہے، یہ ہنگامہ کیسا ہے؟ اے دوست! افسوس ہے کہ آخری وقت میں کیوں نہیں پوچھا! ماضی وحال کی ہم آہنگی دیکھئے، نفی واثبات کی آماجگاہ میں تمثیلی نوادرات دیکھئے، جذبہ کلام میں انسان دوستی کا پیام دیکھئے اور وائے حسرت کی ڈوبی ہوئی آواز دیکھئے۔

وائے حسرت دم آخر بھی نہ آکر پوچھا
مدعا کچھ تو بتا دیدۂ پرنم کیا ہے

تاج الشریعہ نے غم واندوہ میں دم آخر کا تذکرہ کیا ہے اور کہا کہ مجھے تو یقین کامل تھا اے دوست! میرے دل کا ارمان تھا کہ جان کنی کے عالم میں تو آکر میرے احوال، میری خواہش پوچھتا، آہ! کاش تم دریافت کرتے، مفہوم یہ ہے کہ جس شئے پر یقین کامل ہو اور یقیناً ملنے والی ہو وہ اگر نہ ملے تو حسرت پیدا ہوتی ہے، وائے افسوس کہ آخر دم میں بھی آکر پوچھا نہیں، جب جسم میں جاں تھی، دل میں درد تھا اور میں درد وغم میں مبتلا تھا، مجھے افسوس ہے کہ تو نے آکر پوچھا نہیں اب آخر کنایہ کیا ہے، اشارہ کیا ہے اور طلب امور کیا ہے تو بتا دے کہ تیری آنکھیں نم کیوں ہیں، آخر دیدۂ پرنم میں رکھّا کیا ہے، آخر تیری دیدۂ تر میں آنسو کیا ہے مجھے افسوس ہے کہ یہ آنسو کیسا ہے سفر آخر کی الفت کی نوعیت کیا ہے، بلاغت کی زمین میں حقیقت کی تابانی دیکھی جارہی ہے، آخر تیری دید میں نظارّہ کیسا ہے، تیری بینائی کی کیفیت کیا ہے آہ! افسوس ہے کہ تیرے آنکھ کا آنسو کیسا ہے بس اک بات تھی اپنی اک حسرت تھی کہ ملنا ہی تھا تو دم آخر میں آجاتے، یعنی آخری سانس کے وقت آجاتے، تو نے وقفہ حیات کو کیا سمجھ رکھا ہے اور اس کی مہلت کی مسافت تو نے نہیں دیکھی یعنی فاصلہ کو مستثنیٰ قرار دیدیا اور کہا کہ لطف یہ ہے کہ پروردگار نے چکھنے کی قوت عطا کی گویا حیات فانی کے لئے ذائقہ لازم ہے بس مزہ لیجئے اور حیات دوام کی منزل اختیار کرلیجئے گویا اب موت نہیں آئے گی! اچھا بتاؤ کہ آئے ہو تو تیرا مطلب کیا ہے؟ تمہاری خواہش کیا ہے؟ تمہاری تمنا کیا ہے؟ اے دوست تجھ سے ملنے کی میری چاہت تھی لیکن کلام میں مدعا کی عظمت اور حسرت کی نوعیت نمایاں ہے، چونکہ دم آخر سے مراد تنہا سفر پے نکل جانے کی اعانت تھی اور دیدۂ پرنم سے دنیائے فانی کی زندگی مراد ہے، گویا جذبے میں خالص دل کا لگاؤ ہو تو یقیناً تیری یہ دیدہ دانستہ دیدہ ریزی ممکن ہے، اگر اس کی مسافرت کے جذبۂ اخلاص میں حقیقی محبت کا احساس غالب ہو یا سفر آخرت میں حیات ابدی کا سرچشمہ حاصل ہو تو اے میرے دوست! موت سے کچھ بگڑتا نہیں چونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام۔ یعنی زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہونا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔“ (۷)

اے میرے ہمدم کچھ نقصان تو ہوتا نہیں کہ تم دم آخر میں آجاتے، ہائے میری حسرت تو فنا کی منزل میں گم ہوگئی، فلسفۂ حیات کی مسافرت تیری غیریّت کی تقسیم تھی تو نے اختر کو رب کے حضور میں تقدیم کی فوقیت وبرتری نہیں دیکھی تو سنو!

کچھ بگڑتا تو نہیں موت سے اپنی یارو
ہم صفیران گلستاں نہ رہے ہم کیا ہے

ان خیالات میں گم تھا کہ جھنجھوڑا مجھ کو
ایک انجان سی آواز نے اک دم کیا ہے

تاج الشریعہ کے کلام میں لفظی ومعنوی خوبیاں نمایاں ہیں جس میں تعجب کا احساس ہوتا ہے اور حسن طلب کا انداز ملتا ہے اے دوستو! موت سے کچھ بگرتا تو نہیں اور ہم جمع متکلم کا صیغہ نہیں ہاں! ہم اس رنج کو کہتے ہیں جو آنے والی مصیبت کے خیال سے پہنچے گویا ہم صفیران گلستاں سے مراد جد امجد اور خانوادۂ رضویہ ہے ”دنیا میں بہت کم خاندانوں کو یہ سرمدی سعادت نصیب ہوتی ہے کہ ایک ہی خاندان اور ایک ہی نسل میں مسلسل کئی صدیوں تک علم وفضل شہرت وشرافت کا دریا موجیں لیتا رہے اور کئی نسلوں تک بھی اس کی کوئی کڑی ٹوٹنے نہ پائے یہ سعادت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے خاندان کو حاصل ہے“۔ (۸)

اے دوست اسی کو باغ رضویہ کہتے ہیں، اے ہمدم! جب یہ سارے اکابرین نہ رہے تو ہم کیا ہیں؟ ہم بھی تو اسی گلستاں کے

ایک ادنیٰ پرند ہیں، ہم بھی وہیں چلے چلے جاتے ہیں، جہاں لوگ مقیم ہیں، میں اسی خیالات میں گم تھا کہ کسی نے مجھے زور سے جھنجھوڑ دیا تاکہ گم خیالات سے جگ جاؤں چونکہ یہ دنیا ہے کیا جا نتے ہو وہ اک انجان سی آواز تھی کہ کسی نے اچانک گوش گزار کیا۔ لیکن اختر کوئی بھی مصیبت کی گھڑی میں شامل نہیں ہوتا بلکہ یہاں کا وطیرہ فریب، دھوکہ اور دغا بازی ہے۔ اب تو دھو کہ آمنے سامنے ہے۔ فریب کش سرکش ہے جس کی تاریخ میں شہادت ملتی ہے، ظالم و مظلوم کی حقیقت نمایاں ہے۔

امام کو احساس ہو چکا تھا کہ موت کی طرف جا رہے ہیں، بس قصر بنی مقاتل کی جگہ سے گزرے کہ ''آپ اونگھ گئے تھے پھر چونک کر بآواز بلند کہنے لگے انا للہ وانا الیہ راجعون، الحمد للہ رب العالمین'' تین مرتبہ یہی فرمایا آپ کے صاحبزادے علی اکبر نے عرض کی یہ انا للہ اور الحمد للہ کیوں ہے۔'' (۹)

امام نے کہا کہ اچانک اونگھ گیا تھا کہ خواب میں کوئی کہتا جا رہا ہے کہ لوگ چلتے ہیں اور موت ان کے ساتھ چلتی ہے، اب کوئی ہمدم نہیں اور نہ کوئی شریک و ہمدم ہے، ہائے مصیبت بھی کیسی بلا ہے اجاڑ زمین تھی، بنجر علاقہ تھا، انسانوں سے دور نا قابل کاشت زمین تھی، یہ مقام پانی سے دور تھا، درمیان میں ایک پہاڑی حائل تھی، بنی آدم کی زبان پر کرب بلا تھی، آپ نے فرمایا ''کرب اور بلا ہے'' جہاں دکھ بھی ہو اور پریشانی بھی ہو اور بلا سے مراد ایسی مصیبت تھی کہ اس کی نظیر کوفہ میں نہ تھی، مگر اہل بیت کی شہادت نے زمین کی حقیقت اور اس کی کاشت کی نوعیت بدل دی یعنی باطن کی کاشتکاری ہوگی، گویا روح کو حلاوت نصیب ہوگی، جہاں سے حکمت و دانائی اور عقل کی تدبیر ممکن ہے، اسلام کی تاریخ میں کرب بلا کی حقیقت ظاہر ہوئی یعنی ''اصل اس لفظ کی کرب بلا تھی بائے، اوّل حسب قاعدہ گر گئی کیونکہ جب دو کلموں کو ترکیب دیں گے اور کلمۂ اوّل کا حرف اخیر اور کلمۂ دوم کا حرف اوّل ایک جنس کا ہوگا تو کلمۂ اوّل کے حرف اخیر کو حذف کر دیتے ہیں۔'' (۱۰)

گویا کربلا کی زمین اپنی عظمت پر ناز کرتی ہے، یعنی تسلیم و رضا، جود و سخا نے ایسی حلّت قائم کی کہ طریقت نے قدمبوسی کی اور شریعت نے اس کی عظمت قرار دی تو تاج الشریعہ نے کہا کہ خاک جانیں غم و آلام کا عالم کیا ہے، انداز کلام میں جذبۂ اخلاص موجود ہے ملاحظہ کیجئے

کون ہوتا ہے مصیبت میں شریک و ہمدم
ہوش میں آ یہ نشہ سا تجھے ہر دم کیا ہے
کیف و مستی میں یہ مدہوش زمانے والے
خاک جانیں غم و آلام کا عالم کیا ہے

تاج الشریعہ کا کلام فی البدیہہ حقائق و معارف کا انکشاف کرنا چاہتا ہے حالانکہ کشمکش کے پہلوؤں کے مابین لفظوں کے تانے بانے بڑے مرصّع ہیں جو نہایت چست و چالاک ہیں، آخر کار حضرت اختر نے دیکھا تو نارسائیوں کے باوجود برجستہ کہا کہ مصیبت میں کوئی شریک نہیں ہوتا اور نہ ہمہ وقت ساتھ رہنے والا ہی ساتھ رہتا گویا رفیق بھی اس قابل نہ رہا کہ وہ ہمدم بن سکے، اب ادب کے گوشے کی طرف نگاہ ڈالو کہ ادب مقتضائے فطرت کے معائب و محاسن کو رونما کرنا چاہتا ہے یا جذبۂ عنصر اپنی مظہریت کی طرف مائل کر رہی ہے یا عنصر اپنی رائے عامہ کی کفالت چاہتی ہے اب قفس کے گوشے میں مدہوش رہنے کی ضرورت نہیں تو کیا ہوش کو بھی قول و اقرار کی گنجائش ہے، محض بنی نوع انسان کو اپنی عقل اور دانائی کی رفاقت چاہئے چونکہ ادب کی اصطلاح میں جب موت قریب ہوتی ہے تو جمہور سلف کا قول ہے کہ لفظ ہوش وجود میں آجاتا ہے اور یکایک ادب کے درمیان میں حائل ہو جاتا ہے گویا جو تم نے اپنے ذہن و دماغ میں نشّہ پیدا کر رکھا ہے سچ پوچھو! تو یہ اچھا نہیں ہے چونکہ یہ دنیا دار المحن ہے یہاں عمل صالحہ کی ضرورت ہے اس لئے کہ جب مصیبت کی گھڑی آتی ہے تو خیالوں کی دنیا کا کوئی ٹھکانا نہیں اور خیالوں کی دنیا میں گم رہنا اچھی بات نہیں اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جو لوگ بے بنیاد اور لا یعنی باتوں میں مگن رہتے ہیں تو اس میں گم ہونا اچھی بات نہیں اور نشّہ کو کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اسلاف کے نزدیک بے ہوشی نقص کامل ہے، اس کائنات میں سیکڑوں گوشے ہیں، بقیہ ص ۵۰ / پر

ازہریات

بہتے ہوئے دریا کو کنواں بول رہے ہیں

وہابی دہشت گردی قوم مسلم کے لیے ایک بڑا چیلنج بن گئی ہے، اِن وہابیوں نے پچھلے دنوں افغانستان کے شہر کابل کے اندر محفل میلاد میں بم دھماکہ کیا جس میں ۷۰ رسے زائد عاشقان مصطفےٰ شہید ہو گئے، اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے والے وہابی، نجدی، سَلفی، دیو بندی، غیر مقلد، قادیانی، جماعت اسلامی، داعش، اہل حدیث، جیسے باطل گروہوں کی حقیقت بیان کرتی ہوئی ایک پیاری سی نظم۔ (از: مولانا سلمان رضا فریدی*

عیسائی یہودی کی زباں بول رہے ہیں
نجدی جو ہیں، وہ خود سے کہاں بول رہے ہیں
اِن جیسے شریروں سے مسلمان ہیں بدنام
جس سے ہے فقط حق کا زیاں، بول رہے ہیں

مقصد ہی یہی ہے کہ مسلماں کو لڑاو
امریکا جہاں کہہ دے وہاں بول رہے ہیں
آقا نے کہا نجد کو فتنوں کی زمیں ہے
فِتّین سبھی، نجد کو ماں بول رہے ہیں

دولت کے مقلد ہیں یہ سب غیر مقلد
ڈالر کی ہر اک بات پہ ہاں بول رہے ہیں
نجدی کو مدینے میں بھی راحت نہیں ملتی
بُت خانۂ یورپ کو جِناں بول رہے ہیں

نا اہل، نہ سمجھیں گے محبّت کی تجلی
شبنم کو بھی بدعت کا دھواں بول رہے ہیں
یہ دیو کے بندے ہیں اُسی نجد کے تابع
فتنہ وہیں اٹھتا ہے، جہاں بول رہے ہیں

تعظیم وادب گلشن ایماں کی ہے رونق
یہ ہیں کہ بہاروں کو خزاں بول رہے ہیں
ظاہر میں بڑا نرم ہے انداز تکلّم
اندر سے یہ سب زہر فشاں بول رہے ہیں

شاہوں کی ولادت پہ خوشی اِن کو ہے جائز
میلاد کو بدعت یہ میاں بول رہے ہیں
نکلے ہیں اُسی نجد سے داعش کے یہ زندیق
جو منہ میں بھرے تیر وکماں بول رہے ہیں

شیطان بھی غمگین ہے میلاد نبی پر
نجدی بھی اِسے غم کا سَماں بول رہے ہیں
دجال، اسی نسل سے نکلے گا یقیناً
نجدی کی جبینوں کے نشاں بول رہے ہیں

یہ لوگ نئے آئے ہیں قرآن سمجھنے
جو حق ہے اُسے وہم وگماں بول رہے ہیں
تعظیم سے شاہان عرب جھکتے ہیں جا کر
امریکا کو سب پیر مغاں بول رہے ہیں

اندھے ہوئے توہین رسالت میں یہ ایسے
بہتے ہوئے دریا کو کنواں بول رہے ہیں
طوفانِ ہلاکت سے بکھر جائیں گے سارے
اپنے کو جو اک کوہ گراں بول رہے ہیں

جو بت کے لئے ہے، وہ ولی کے لئے بولا
کہنا تھا کہاں اور کہاں بول رہے ہیں
خود اُن کے ہی شیشے کے مکاں آئیں گے زد میں
جو کھول کے پتھر کی دُکاں بول رہے ہیں

بیچارے یہ سب اہلحدیث ایسے ہیں جاہل
اسلام میں جو ہاں ہے یہ ناں بول رہے ہیں
اُن کے لئے ہر دور میں ذلّت کا ہے انجام
گستاخِ نبی، جو بھی جہاں بول رہے ہیں

یہ نجدی وہابی ہیں یہودی کے بھکاری
مانگے ہوئے افکار و لِساں بول رہے ہیں
تحریر، صداقت سے مزین ہے فریدی
ہم چھپ کے نہیں بلکہ عیاں بول رہے ہیں

امام احمد رضا نمبر! معلومات کا ایک ہمالہ

جناب مدیر محترم ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف!

سلام مسنون

آپ کے توسط سے ماہنامہ کا خصوصی شمارہ ”امام احمد رضا نمبر“ پا کر بہت خوش ہوا، آپ نے اس بد ذوق و بے بساط کو اس کا اہل سمجھا، یہ بڑی بات ہے، بہت بہت شکریہ! امام احمد رضا نمبر کے بارے میں اپنے تأثرات میں کیا رقم کروں، ہاتھ میں لیا تو سبک لگا، ورق گردانی کی تو محسوس ہوا کہ یہ تو گراں قدر علوم فنون اور معلومات کا ہمالہ ہے، اس کا معیار، اس کی صوری اور معنوی خوبیاں کسی تعارف وتبصرہ کی محتاج نہیں، یہ آپ کی فاضلانہ ومدبرانہ صلاحیتوں اور حسن ترتیب کا علمبردار ہے یہ امام احمد رضا نمبر! یہ سب اعلیٰ حضرت کے علمی فیضان کا ثمرہ ہے، اس نمبر کی گونا گوں خوبیاں اس حقیقت کی غماز ہیں کہ عصر حاضر میں دینی رسائل وجرائد کی بھیڑ میں ماہنامہ سنی دنیا اپنی ایک الگ پہچان بنا چکا ہے جس کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے، صد ہا مبارک باد! اتنے اچھے ادبی، دینی اور معیاری کام انجام دینے کے لئے۔

اس پر آشوب دور میں جب حب نبی اور آل نبی ﷺ کی بارگاہوں میں گستاخانہ جرأت کا مظاہرہ ہو رہا تھا تو اس طوفان بد تمیزی کو جو ذات تن تنہا اپنے قلم کی طاقت سے روکے ہوئے تھی، جس نے ہزاروں لاکھوں گم گشتگان راہ کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر صراط مستقیم کے نور سے متعارف کیا، جو اپنے ہم عصروں میں اس لئے بھی منفرد وممتاز تھا کہ اس نے غلط عقائد ونظریات کی تردید کی اور اس سلسلے میں ہمہ وشما، چنیں وچناں اور ایں قدرو آں قدر کی کوئی رعایت نہیں کی، وہ عظیم ذات گرامی کسی اور کی نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کی ذات تھی۔

احقاق حق وابطال باطل کے اس عمل میں ذاتیات پر حملہ سے مکمل اجتناب وگریز کیا اور اپنی باتیں دیانت داری، خلوص و للّٰہیت کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھیں، کوئی ٹھکانہ ہے ان کی خدمات کی آفاقیت اور قدر وقیمت کا؟ ایک فرد واحد نے چہار دانگ عالم میں اپنی فکری تحریک سے انسانوں کے قلوب واذہان کو روشن ومنور کر دیا، علما، فقہا اور مبلغین کی ایک پرشکوہ جماعت کھڑی کر دی، نجدی طوفان کی ہلاکت خیزی کا اندازہ لگانا مشکل ہے، طاقت وقوت، دولت ونخوت اور اقتدار جیسے سارے سامان حرب وضرب اس کے ساتھ تھے، امام احمد رضا نے حق وباطل کی اس جنگ میں صرف قلم اور زبان کا استعمال کیا، کلک رضا کی کاری ضربوں نے اس طاغوتی فتنہ کی چولیں ہلا دیں، نجدی تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی، ان کاوشیں خداداد صلاحیتوں کی مظہر ہیں جو ہر اعتبار سے بے مثل وبے نظیر ہیں، ایسے عالمی مفکر کی حیات وخدمات سے دنیا کو روشناس کرانا وقت کا تقاضہ ہے، آپ نے بروقت پیش رفت کی ہے جس کے لئے ایک بار پھر مبارک باد۔

مشمولات میں تمام تحریریں مختلف زاویوں سے امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت کی عکاسی کر رہی ہیں، تأثر، عقیدت، محبت، اعتراف اور خراج کے توڑے ہیں جو بارگاہ رضا میں باادب اور باملاحظہ پیش کئے گئے ہیں، ابواب کے عنوانات بھی دیدہ زیب اور مناسب ہیں، مختصر یہ کہ ۳۱ر زاویوں سے امام احمد رضا کی ذہنی اور فکری رفعتوں تک رسائی کی کوشش کی گئی ہے، یہ آپ کے لئے توشۂ آخرت سے کم نہیں ہے، مولیٰ آپ کی کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین۔ دعاؤں کا طالب

خاکسار قطب الدین اشرف

لیکچرار ایچ آر بی ڈی بی کالج، سیوان بہار

اناؤ میں جشن غوث الوریٰ

سرزمین محمد نگر وارڈ نمبر ۱۹ر قادری منزل مغربی گنگا گھاٹ اناؤ میں مورخہ یکم فروری ۲۰۱۹ء یوم جمعہ کو جشن غوث الوریٰ ہونے جا رہا ہے، یہ جلسہ زیر صدارت مولانا مشتاق احمد برکاتی زیر اہتمام مولانا تحسین رضا قادری، امام حسن مسجد چھ کھمبہ قبرستان زیر قیادت حضرت حافظ وقاری محمد ذکاء اللہ ثنا، زیر نظامت مولانا عبد الغفور ازہری منعقد ہونے جا رہا ہے۔

رضا اسلامک مشن گنگا گھاٹ کے جملہ علما وائمہ حضرات بھی موجود رہیں گے، جلسہ کو حضرت مولانا غلام مصطفیٰ بقیہ ص ۸ر پر

Rs. 25/-

رجب المرجب ۱۴۴۰ھ / مارچ ۲۰۱۹ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا

بریلی شریف

MARCH - 2019

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی وسرپرست روحانی

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت، عکسِ حجۃ الاسلام، ثانی مفتیٔ اعظم، نور دیدۂ مفسر اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ

حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی **محمد اختر رضا** خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہٗ

مرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب وپاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیرِ اعلیٰ
مولانا عسجد رضا خاں قادری

مدیر
مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی

رجب المرجب ۱۴۴۰ھ مطابق مارچ ۲۰۱۹ء

شمارہ نمبر ۳ Issue 3
جلد نمبر ۴ Vol. 4

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

فی شمارہ ۲۵/روپئے
سالانہ ۳۰۰/روپئے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰/روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰/روپئے
دیگر ممالک ۳۵/امریکی ڈالر

ہدایت:
اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سُنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کرسکتے ہیں:
9259089193

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زرِ سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

قانونی انتباہ:
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.co.in
www.hazrat.org

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سُنی دُنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اسوۂ غریب نواز اور ہمارا طرز عمل

اداریہ

تاریخ انسانی ایسے بادشاہوں کے تذکروں سے بھری پڑی ہے جنھوں نے اپنی طاقت وقوت کے ذریعہ سالہا سال لاکھوں انسانوں پر حکومت کی ،جن کی شان وشوکت کے آگے بڑے سے بڑے سورما کو بھی مجال دم زدن نہ تھی، جن کی ہیبت ناک نگاہوں سے پتھر کے جگر والے بھی لرزہ براندام ہوجایا کرتے تھے، چشم فلک نے دیکھا کہ ان کی بے گوروکفن لاشیں خش و خاشاک کی طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی گئیں اور یونان ومصر وروما جیسی ناقبل تسخیر تصور کی جانے والی سلطنتیں چشم زدن میں زمین بوس ہوکر کشت ویراں میں تبدیل ہوگئیں، جن کی قصیدہ خوانی اور تعریف وتوصیف کرنے والے صاحبان جبہ ودستار کی قطاریں لگا کرتی تھیں، آج دنیا میں ان کے نام جاننے والے تک نہیں، لیکن تاریخ عالم نے ایسے شہنشاہوں کو بھی دیکھا ہے جنھوں نے انسانوں پر نہیں ان کے دلوں پر حکومت کی ، جن کی سلطنت کا دائرہ صرف انسانوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ دنیا میں موجود تمام مخلوقات ان کے تصرفات کا مظہر تھیں۔

ہر دور میں ایسی تاریخ ساز شخصیتیں اس فرش گیتی پر جلوہ فگن ہوتی ہیں جنھیں تاریخ خود تلاش کرتی ہے، جو جریدۂ عالم پر ہمیشہ کے لئے نقش ہوجاتے ہیں، جن کا مقصد حیات معرفت الٰہی کا نور تقسیم کرنا، عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خیرات بانٹنا اور خدمت خلق ہوتا ہے۔

ہم بات کررہے ہیں ایسے ہی شاہوں کے شاہ، سلطانوں کے سلطان، خواجۂ خواجگان، شہنشاہ ہند، سلطان الہند معین الملۃ والدین حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنھوں نے ساری زندگی اپنے طرز عمل اور زبان حال وقال سے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا، لاکھوں گم گشتگان راہ کو گوہر مقصود سے مالا مال کیا، کہتے ہیں کہ اجمیر کی دھرتی نے خلق خدا کو آپ سے زیادہ متأثر کرنے والا اور علوم ومعارف کے دریا بہانے والا آج تک نہیں دیکھا، آپ نے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر لاکھوں انسانوں کے دل کی دنیا بدل دی اور وہ اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں آگئے، ہندوستان میں آپ سے بڑھ کر غریبوں اور مسکینوں کا کوئی مسیحا نہیں، آپ کے نورانی پیکر سے پھوٹنے والی کرنوں نے دشمنوں تک کے قلب وجگر پر فتح و نصرف کے جھنڈے نصب کردیئے۔

صدیاں گزر گئیں لیکن اہل دنیا کے قلوب واذہان پر آپ کی عظمت ومحبت کا سکہ آج بھی اسی شان وشوکت سے چل رہا ہے بلکہ روز افزوں اس کی قدر وقیمت میں اضافہ ہی ہورہا ہے، اپنے ہوں یا بے گانے، ہندو ہوں یا مسلم، سکھ ہوں یا عیسائی ، کالے ہوں یا گورے، چھوٹے ہوں یا بڑے، فقیر ہوں یا شاہ سب کو آپ کے سایۂ رحمت میں پناہ ملتی ہے، جہاں بادشاہ وقت بھی سر جھکائے کھڑا رہتا ہے بلکہ درخواجہ پر سر جھکائے رہنا اپنے لیے سعادت عظمیٰ سمجھتا ہے، ہندوستان کے چپے چپے سے غیر مسلموں کے قافلے درخواجہ پر آتے ہیں، درخواجہ کی خاک اپنی پیشانیوں پر ملتے ہیں اور الٹے قدم ایسے واپس ہوتے ہیں جیسے حقیقی سلطان الہند کے در پر آئے ہیں۔

میں ایک طرف خواجہ کی یہ شان دل نوازی دیکھ رہا ہوں، غریب نوازی کی یہ ادائے غریب نوازی دیکھ رہا ہوں، شفقت و محبت سے غیروں کو اپنا بنانے والا آپ کا یہ طرز عمل دیکھ رہا ہوں اور دوسری طرف آپ کے در کے گدی نشینان عصر کا موجودہ طرز عمل دیکھ رہا ہوں تو زمین وآسمان کا فرق دکھتا ہے، آپ کے اور آپ کے موجودہ مدعیان وراثت کے اخلاق وکردار میں مشرق ومغرب کا بُعد دکھتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے آپ سے فکری بغاوت کی ٹھان کرلی ہے، حضور غریب نواز نے ہمیشہ

ادارِیہ

ضروریات دین، مسلمات شریعت اور معظّمان اسلام کے پاس ولحاظ کادرس دیا،صحابۂ کرام کولعن طعن اورسبّ وشتم کرنا تو کجا کسی ادنیٰ انسان کے لئے بھی آپ نے ایک سخت جملہ تک استعمال نہیں کیا،آج اسی عظیم پیشوا کے در پر براجمان لوگ ان کے اسوۂ حسنہ پرعمل کرنے کے بجائے ان کی عملی مخالفت کررہے ہیں،آپ کے وارث ہونے کادعویٰ کرنے والے افراد آج اس صحابیٔ رسول کی شان میں گستاخیاں کررہے ہیں جن کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا''ہلاک ہومعاویہ کی عیب جوئی کرنے والا،کیایہ میرا صحابی نہیں'' حدیث پاک کے الفاظ یوں ہیں:

''وقال لی محمد ابن عبد الملك بن أبي الشوارب: هو عندی من الأبدال،قال: رأيت النبی صلی الله علیه وسلم فی النوم جالسا وأبو بكر وعمر وعثمان وعلی جلوس معه ومعاوية قائم بين يديه، فأتى برجل ،فقال عمر بن الخطاب :يا رسول الله، هذا يذ كرنا ويتنقصنا. فكأن النبی صلی الله عليه و سلم انتهر الرجل ،قال الحميدی :و كنت أعرف الرجل، فقال الرجل: أما هؤلاء فلا، ولكن هذا يعنی معاوية. فقال رسول الله صلی الله عليه و سلم: ويلك أو ليس معاوية من أصحابی، ويلك أو ليس معاوية من أصحابی ،ثلاثا، وفی يد رسول الله صلی الله عليه وسلم حربة، فدفعها إلى معاوية و قال: جأ بهذه فی لبته، فوجأ بها فی لبته، وانتبهت، فبكرت إلى منزل الرجل، فإذا الذبحة قد طرقته و مات فی الليل، قال أبو عمرو: أن هذا الرجل راشد الكندی ۔یعنی راوی کہتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن عبدالملک بن ابوشوارب نے جومیرے نزدیک ابدال میں سے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق ، حضرت عمر فاروق ،حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے کھڑے ہیں کہ اچانک ایک شخص آیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ شخص ہماری برائی اورعیب جوئی کرتا ہے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ڈانٹا(حمیدی کہتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا تھا) تو اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں ان کی عیب جوئی نہیں کرتا بلکہ ان کی یعنی معاویہ کی عیب جوئی کرتا ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو، کیا معاویہ میرا صحابی نہیں؟ تو ہلاک ہو، کیا معاویہ میرا صحابی نہیں؟ حضور نے تین مرتبہ یہ کلمات ارشاد فرمائے، حضور کے دست مبارک میں ایک نیزہ تھا جسے آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور فرمایا: اسے اس کی گردن میں ماردو، انھوں نے اس شخص کی گردن میں نیزہ ماردیا، راوی کہتے ہیں کہ پھر میں صبح بیدار ہوکر اس کے گھر کی طرف گیا، دیکھتا ہوں کہ رات کو اس شخص کے حلق میں درد ہوا اور وہ مرگیا، ابوعمرو کہتے ہیں کہ وہ شخص راشد کندی تھا۔'' [تاریخ ابن عساکر، حصہ ۲۵ ر صفحہ ۷۷-۷۶]

اسلام میں تمام صحابۂ کرام کو عظیم مقام ومرتبہ حاصل ہے، کسی وجہ سے اگر صحابہ کی دو جماعتیں آپس متصادم ہوجائیں تو ہمیں کسی پر بھی طعن وتشنیع کرنے کا حق نہیں، ہمیں مشاجرات صحابۂ کرام میں پڑنے کا حکم نہیں، ان کے اختلاف کا منشا کسی غلط فہمی کا ازالہ ہوسکتا ہے لیکن بدنیتی نہیں، سوءاعتقاد نہیں، ایمان اپنی بنیادی شان سے ان کے دلوں میں موجزن ہے، ان میں خون ریزی تک بھی دیکھو تو بدگمانی کو راہ نہ دو، تمام صحابہ ہمارے سروں کے تاج ہیں، ہماری صدیوں کی عبادتیں ان کے خالی گزرے ایک لمحے بھر کے برابر بھی نہیں ہوسکتیں، ہماری کیا اوقات کہ ہم انھیں طعن وتشنیع اورسبّ وشتم کریں، صحابۂ کرام کی شان اقدس میں گستاخیاں تو بڑی بات ہیں ادب سے گراہوا کوئی ادنیٰ سا جملہ بھی اپنی ہلاکت وبربادی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

حضرات صحابۂ کرام میں ایک بھی فرد ایسا نہ تھا جو غیر ثقہ ہو

یا جس کا دین وایمان ادنیٰ سا بھی کمزور ہوی، محدث جلیل حضرت علامہ عینی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

''لیس فی الصحابة من یکذب وغیر ثقة۔ یعنی صحابہ کرام میں سے کوئی بھی فرد جھوٹا اور غیر ثقہ نہیں ہے۔''

[عینی علی البخاری، ج ۲ ر ص ۱۰۵]

نیز حضرت علامہ ابن عبد البر مالکی قدس سرہ العزیز اپنی تصنیف لطیف ''کتاب التمہید'' میں فرماتے ہیں:

''ان جمیعھم ثقات مامونون عدل رضی فواجب قبول ما نقل کل واحد منھم وشھدوا به علی نبیّه صلی اللہ علیه وسلم۔ یعنی سبھی صحابہ ثقہ اور امانت دار ہیں، عادل ہیں، اللہ ان سے راضی ہوا، ان میں سے ہر ایک نے جو بات اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کی اور اس کے ساتھ اپنے نبی کے عمل کی شہادت دی (لفظاً ہو یا عملاً) وہ واجب القبول ہے۔ [کتاب التمہید، ج ۴ ر ص ۲۶۳]

مذکورہ احادیث کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جملہ صحابہ کرام راشد و مرشد اور ہادی و مہدی ہیں، کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی کسی ادنیٰ درجے کے صحابی کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا، ہما شما اور کسی ایرے غیرے کی کیا بساط ہے، ان کی عقیدت و محبت ہی ہماری دنیا و آخرت سنوار سکتی ہے، ان کی اتباع ہماری کشتیٔ حیات کو ساحل مراد سے ہمکنار کرسکتی ہے۔

اسی لئے ہمارے اکابرین نے ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کا حکم دیا ہے کیونکہ جمیع صحابۂ کرام آسمان ہدایت کے تارے ہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا:

''اصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اهتدیتم۔ یعنی میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے۔ [الاحکام، جلد ۶ ر ص ۲۴۴]

تمام صحابۂ کرام کی عظمتوں کے گیت گانا ہمیشہ اہل حق کا شیوہ رہا ہے، جب بھی کسی نے رشد و ہدایت کے ان مناروں پر طعن و تشنیع اور گستاخیوں کے تیر چلائے، اہل حق تڑپ اٹھے اور شان و عظمت صحابہ کے گرد دلائل و براہین کی ایسی سیسہ پلائی دیوار کھڑی کردی کہ سارے رافضی تبرّائی اور ان کے وظیفہ خوار اس سے ٹکرا ٹکرا کر اپنا سر تو پھوڑ لئے لیکن اس میں ذرّہ برابر بھی شگاف نہ ڈال سکے بلکہ ان کے سبب مومنوں کے دل میں عظمت و محبت صحابہ کا پھریرا ایک نئی توانائی کے ساتھ لہرانے لگا اور اس طرح اہل ایمان کے صحابۂ کرام سے عشق و محبت کی تجدید ہوگئی۔

آج پھر وہی پرانے شکاری نیا بھیس بدل کر محبین اہل بیت کے لبادے میں ''صحابیت'' کی عظمت و رفعت کو تار تار کرنے کی جرأت و جسارت کررہے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت ان کی پشت پناہی ان کے ہی ہم پیالہ و ہم نوالہ کررہے تھے اور آج کے نئے رافضی و تبرّائی کی پشت پناہی معتقدات اہل سنت کا دم بھرنے والے ''گندم نما جو فروش'' کررہے ہیں، مولائے کریم ہم سب کو ایمان و اسلام کے ساتھ راہ اہل حق پر گامزن رکھے، اطاعت خدا و رسول اور محبت صحابہ و اہل بیت میں ہماری صبح و شام ہو، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

◆◆◆

ص ۱۴ ر کا بقیہ..

احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی پر کفر و ارتداد نہیں ہے بلکہ ان عبارات اوران جیسی دوسری عبارات کو جاننے اور سمجھنے کے بعد جو بھی شخص ان عبارات قبیحہ کو حق سمجھے اور ان دیوبندی علما کو مسلمان جانے اس کے لئے بھی اس کفر و ارتداد کا حکم ہے، لیکن عام طور پر حق بات قبول کرنے کی فکر ختم ہوچکی ہے کہ یہاں تو اندھی تقلید کا راج ہے جبکہ سبھوں کو ٹھنڈے دلوں کے ساتھ غور کرنا چاہئے اور حق و باطل کو پہچاننے کی کوشش کرنی چاہئے۔

◆◆◆

ص ۵۸ ر کا بقیہ..

امانِ نبی، دائم رہیں گے فیضیاب اُس سے
سدا پھلدار ہے فکری شجر صدیق اکبر کا
ہوئے عشق نبی کے، آج تک جتنے دیئے روشن
فریدی سب میں آیا ہے اثر صدیق اکبر کا

◆◆◆

اداریہ

از: مولانا عبدالرشید امجدی دیناجپوری*

داڑھی کی شرعی حیثیت اور مذاہب اربعہ

داڑھی بڑھانا تمام انبیائے کرام بلکہ خود ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت ہی پاکیزہ سنت ہے، داڑھی بڑھانے کی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے اس پر اس قدر تاکید ہے کہ یہ واجب ہے۔

تارک سنت احادیث کی روشنی میں

تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔

ابن ماجہ

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو ہمارے غیر کی سنت پر عمل کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں ہے۔

مسند الفردوس و ابن عساکر

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لمعتہ الضحی فی اعفاء اللحی میں اٹھارہ آیات قرآنی بہتر احادیث مبارکہ اور ساٹھ بزرگان دین کے اقوال کی روشنی میں داڑھی بڑھانا واجب اور مونڈانا یا کتروا کر مٹھی سے کم کر دینا حرام ثابت کیا ہے۔

مصطفےٰ جان رحمت کی ریش مبارک

سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک گھنی تھی اور ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی مبارک دراز اور باریک حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی مبارک چوڑی سارا سینہ بھرے ہوئے تھی۔ [احیاء العلوم]

حضور پیران پیر، روشن ضمیر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ریش مبارک دراز اور چوڑی تھی۔ [مدارج النبوۃ]

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لمعتہ الضحی میں تحریر فرماتے ہیں:

''اہل بیت کرام وصحابہ عظام وائمہ اعلام اور ہر قرن وطبقہ کے اولیائے امت وعلماء ملت بلکہ قرون خیر میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے یہاں تک کہ مونڈانا تو درکنار اگر قدرتاً بھی کسی کی داڑھی نہ نکلی تو اس پر سخت افسوس کرتا اور عیب سے بدتر سمجھا جاتا علمائے کرام علامات قیامت میں گنا کرتے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ داڑھیاں مونڈھائیں گے، کتروائیں گے۔''

خشخشی داڑھی رکھنا حرام

اوّل تو ہماری اکثریت بدقسمتی سے داڑھی رکھتی ہی نہیں اور اگر رکھتی بھی ہیں تو بے شمار لوگ خشخشی اور انگریزی کٹ رکھتے ہیں، یاد رکھیں! داڑھی منڈانا اور کتروا کر ایک مٹھی سے کم کر دینا دونوں حرام ہے، اس لئے رکھو تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کی رکھو ورنہ چھوٹی داڑھی رکھنے سے کوئی ثواب نہیں ملنے والا۔

داڑھی مذاہب اربعہ کے نزدیک

جن حضرات کو پوری داڑھی آجاتی ہے وہ کم از کم ایک مٹھی بھر رکھا کریں کہ یہ واجب ہے، بعض حضرات اپنی سہولت کے لئے داڑھی میں طرح طرح کی تراش خراش کرتے ہیں، کم از کم مسلمان ان کی نقل نہ کریں۔

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔

حضرت سیدنا ہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد حصہ کاٹ دیا کرتے تھے، سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا عمل اسی حدیث پر ہے اور امام

*مضمون نگار کرناٹک میں مقیم اہل علم ہیں۔

اعظم ابوحنیفہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ [کتاب الآثار]

(۲) امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی خشخشی داڑھی ممنوع ہے، مشہور شافعی محدث اور فقیہ شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مذہب مختار یہ ہے کہ داڑھی کو بالکل چھوڑ دیا جائے اور اس کو نہ کترا جائے اور نہ ہی مونڈا جائے۔

(۳) امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایک مشت داڑھی کے قائل ہیں، مالکیہ کے مشہور فقیہ علامہ محمد بن محمد غیشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: داڑھی رکھنا فطرت میں سے ہے اور چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے کہ بڑھائی جائے لیکن جس شخص کی داڑھی ایک مشت سے لمبی ہوجائے تو مشت سے زائد حصہ کو کتر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔ [المنح الوافیہ مقدمتہ الغریہ]

(۴) امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی داڑھی ایک مٹھی ہے، فقہ حنبلی کی معتبر کتاب ''کشاف القناع شرح متن الاصناع'' میں ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ داڑھی کو چھوڑ دینا ہے اس طرح کہ اس میں سے کچھ بھی نہ تراشے جب تک وہ بہت لمبی ہوکر بری نہ لگنے لگے اور اس کا منڈانا تو بالکل حرام ہے البتہ ایک مشت سے زائد حصہ کا تراشنا مکروہ نہیں۔

ان تشریحات فقہائے کرام سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ داڑھی کتر کر ایک مشت سے کم کر دینا مذاہب اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی درست نہیں۔

ایک مٹھی سے کم کرڈالنا ہیجڑوں کی نقل ہے

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''درمختار'' میں ہے کہ ایک مٹھی سے کم داڑھی کے کترنے کو جیسے کہ بعض مغربی عیسائی اور ہیجڑے کرتے ہیں، کسی نے بھی جائز نہیں کہا اور ساری کا کترنا یا مونڈانا تو یہودیوں، ہندوؤں، عجمیوں اور مجوسیوں کا فعل ہے۔ [درمختار]

◆◆◆

ص ۱۰ رکا بقیہ..

اب آپ کے ہاتھوں سے نکل چکا۔

میں یہاں ایک بہت ہی اہم بات بتا رہا ہوں کہ ہمارے یہاں بچہ ہو جوان ہو یا بوڑھا، کسی کی بھی یادداشت اتنی قوی نہیں ہوتی جتنی کہ ہونی چاہئے اس کی سب سے بڑی اور اہم وجہ میں یہاں تحریر کرتا ہوں، ہو سکے تو آزمائیے گا اور عمل بھی کیجئے گا۔

میڈیکل ریسرچ کہتی ہے کہ دل پورے جسم کو خون سپلائی کرتا ہے لیکن دماغ کے دل سے اوپر ہونے کی وجہ سے خون پورے پریشر سے دماغ تک نہیں پہنچتا اور یہ کمی دماغ کی کمزوری اور ڈپریشن کی وجہ بن جاتی ہے، اگر انسان روز کم از کم ایک مرتبہ بھی ایسی پوزیشن میں آجائے کہ اس کا دماغ اس کے دل سے نیچے ہو، جس طرح سجدہ کرنے کی صورت میں ہوتا ہے تو خون صحیح طور پر دماغ تک پہنچ جاتا ہے اور اسے طاقتور اور تروتازہ رکھتا ہے۔

اے انسان تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلائے گا، اس نے تمہیں نماز پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے تو اس میں فائدہ بھی تمہارا ہی ہے، ورنہ عبادت کی جہاں تک بات ہے تو رب تعالیٰ کی عبادت کے لئے اس کے پیدا کردہ فرشتے ہی کافی ہیں، کوئی فرشتہ اللہ کے حکم سے رکوع میں ہے جب تک اللہ چاہے گا وہ رکوع میں ہی رہے گا، اس طرح کوئی فرشتہ سجدے میں ہے تو آج تک سجدے ہی میں ہے۔

لیکن اے انسان تجھے اللہ نے پیدا تو ضرور اپنی عبادت کے لئے کیا ہے، لیکن اس میں صرف اور صرف تمہارا ہی فائدہ ہے، تجھ پر بھی لازم ہے کہ تو خوش دلی سے صرف اللہ کی رضا کے حصول کے لئے عبادت کرے تا کہ تیرا ہی فائدہ ہو اور تجھے ہی پریشانیوں سے نجات ملے، میں یہاں پر اپنی بات کا اختتام اس بات پر کرنا چاہوں گا کہ اگر بندہ اللہ کے آگے جھکنا شروع کردیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو مخلوق کے سامنے جھکنے سے بچالیتا ہے۔

◆◆◆

ص ۴۰ رکا بقیہ..

حال میں جدا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ؎

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

◆◆◆

فقہیات

از: سجاد حسین رضوی*

ماں باپ اپنی اولاد سے بیزار کیوں؟

اداریہ

اسلامیات

اپنی اولاد سے ماں باپ کی بیزاری کے وجوہات تو بہت ہیں لیکن میں یہاں پر اس بات کو زیادہ ترجیح دینا چاہوں گا جس کی آج معاشرے میں بہت کمی دیکھی جاتی ہے اور وہ ہے ''اولاد کی صحیح تربیت''۔ ہمارے یہاں اولاد کی تربیت تو کی جاتی ہے لیکن اس طرح نہیں جس طرح کی تربیت کو ہمارا دین اسلام کہتا ہے اور اگر تربیت کی بھی جاتی ہے تو وہ اس وقت کی جاتی ہے جب ہمارا بچہ غلط صحبتوں، شراب، زنا، چوری، قتل جیسے سنگین جرائم میں ماہر ہو چکا ہوتا ہے، ایسی صورت میں تربیت کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا پھر یہ کہاوت صادق آتی ہے ''بعد میں پچھتاوت ہوت کا ہے، جب چڑیا چگ گئی کھیت''۔

آج کل ہر گھر میں یہ مرض دیکھنے کو ملتا ہے بلکہ مجھ سے اکثر لوگ کہتے ہیں، حافظ صاحب کوئی ایسی دعا یا تعویذ بتا دیں کہ ہمارا بچہ ہمیں گالیاں نہ دے، ہم سے بدتمیزی نہ کرے۔ ہمیں گھر سے نکالنے کی دھمکی نہ دے، اگر آپ ہمارا یہ سنگین مسئلہ حل کر دیں تو ہم آپ کے پیر دھو کر پئیں، اس پر میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ آپ نماز پڑھتے ہیں تو تقریباً ۷۰ رفی صد کا جواب ''نا'' میں ہوتا ہے تو اب آپ خود بتائیے میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ جب سب گھر والے ایک ساتھ مل کر بے ہودہ فلمیں، ڈرامے دیکھیں گے، گانے سنیں گے اور نماز، روزہ، قرآن کو سرے سے بھول جائیں تو کیا ہماری اولاد نماز پڑھے گی؟ روزہ رکھے گی؟ قرآن پڑھے گی؟ جواب یہی آئے گا کہ نہیں، جب ہم گھر میں ہر وقت شیطانیت کو دعوت دیتے رہیں گے تو رحمت کے فرشتے کیسے ہمارے گھر کا رخ کریں گے اور پھر کہاں ہوگی ہم پر اللہ کی رحمت؟

پھر ہم زمانے سے شکوہ کرتے پھرتے ہیں کہ ہمارے گھر میں فلاں نے جادو کر دیا، ہماری بہو ہمیں بدنام کرتی ہے، ہمارے کاروبار میں برکت نہیں ہو رہی، سب کما رہے ہیں لیکن پھر بھی وہی بے برکتی ہے، آئے دن کوئی نہ کوئی بیمار ہو جاتا ہے، ایک کا علاج کراتے ہیں، اس کا علاج پورا نہیں ہوتا کہ دوسرا بیمار ہو جاتا ہے، بعض عاقبت نااندیش افراد ایسی آزمائش کی گھڑی میں معاذ اللہ کفریہ کلمات تک کہہ جاتے ہیں اور مزید اللہ کی ناراضگی مول لیتے ہیں لیکن اپنا محاسبہ نہیں کرتے کہ ہم سے ایسا کون سا گناہ سرزد ہوا جس کے سبب آج ہم اس پوزیشن میں آپہنچے ہیں۔

ایسے موقع پر ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم اپنے رب کی فرماں فرداری کر رہے ہیں یا نہیں، اس کے احکام کی بجا آوری ہم سے ہو رہی ہے یا نہیں، ہم شریعت کے پابند ہیں یا نہیں، جب ہم یہ غور و فکر کریں گے تو پائیں گے کہ ہم تو خود اپنے رب کی نافرمانیوں کے مرتکب ہیں، ایسے میں اگر کوئی ہماری نافرمانی کرتا ہے تو اس میں کیا تعجب ہے۔

نماز کا نہ پڑھنا، قرآن کا نہ پڑھنا، روزہ نہ رکھنا، زکوۃ نہ دینا، احکام شرع کی خلاف ورزی کرنا ہمارا شیوۂ حیات بن گیا ہے، لیکن ہم پھر چاہتے ہیں کہ ہم اپنی نافرمانی جیسے مرض سے نجات پالیں، ہماری اولاد ہمارے فرامین کے مطابق چلے، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے، عالم دین بن کر دین اسلام کی خدمت کرے تو ہمیں چاہئے کہ ہم شروع سے ہی اپنے بچوں کی صحیح تربیت کریں اور جب وہ جوانی میں پہنچنے لگیں، دوستوں میں اپنا وقت گزارنے لگیں تو ہم پر لازم ہے کہ ہم دیکھیں کہ ہمارے بچے کن لوگوں کی صحت میں اٹھ بیٹھ رہے ہیں، اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے تو ہمیں اس وقت سے ڈرنا چاہئے جب ہمارے بچے بری صحبت میں بیٹھ کر شراب، زنا، قتل، چوری، جیسے جرائم کرنا شروع کر دیں اور اہل معاشرہ یہ کہنے لگیں کہ صاحب آپ کا بچہ بقیہ ص ۹ ر پر

*مضمون نگار رضوی نیٹ ورک کے ایڈمن ہیں۔

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

زبان کی حفاظت

اسلامیات

انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار ہے، اس کی قدرت کا نادر نمونہ ہے، اپنے آپ میں بے شمار عجائبات کا مجموعہ ہے، جسم کا عضو عضو خدا کی بے مثل خالقیت کا مظہر ہے، صرف زبان کی حکمت سمجھنے میں عمر گزر جائے گی مگر اس سرچشمۂ کلام وکلمہ کی گہرائی کا پتہ نہیں چل پائے گا۔

بظاہر گوشت کا چھوٹا سا لوتھڑا، مگر عجیب متضاد صفات کا آئینہ، کبھی چلنے لگے تو فصاحت و بلاغت کا دریا بہادے، سامعین جھوم جھوم اُٹھیں، اہلِ علم عش عش کر کے رہ جائیں، ذہن ہی نہیں اقلیم دل بھی فتح کر لے اور اگر رخ بدل دے تو اپنی آتش فشانی سے آبادی کو راکھ کا ڈھیر کر ڈالے، محبت کو نفرت اور دوستی کو دشمنی میں بدل دے، لگائی بجھائی پر آئے تو برسوں کی شناسائی کترا کے نکلنے لگے، گنگنائے تو مرجھائی روح بھی مسکرا اُٹھے، بھنّائے تو رشتوں کا چمن جھلس کر رہ جائے، اسی لیے صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ:

”زبان اگر سیدھی چلے تو زبان ہے اور اگر ٹیڑھی چلے تو زبون۔“

اس کا صحیح استعمال اگر جنت میں لے جانے کا ضامن ہے تو غلط استعمال جہنم میں لے جانے کا ذریعہ، صبح سے شام اور شام سے صبح تک اس سے ہم لوگ نہ جانے کیا کیا بولتے رہتے ہیں۔ جھوٹ، غیبت، چغلی، شکوہ، شکایت، گالی وغیرہ، وہ سب کچھ جس کی وجہ سے زبان خود صاحبِ زبان کے لیے بددعا پر مجبور ہو جاتی ہے، تعجب ہے! کبھی یہ تک ہم سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ اللہ کی اس نعمت میں ہم خیانت کے مرتکب تو نہیں ہو رہے ہیں، یہ نعمت ہمیں اس لیے دی گئی تھی کہ ہم اپنی معاشرتی زندگی میں اپنی جائز ضرورتوں کی تکمیل کریں، بولیں تو حمد خدا بولیں، گنگنائیں تو نعت مصطفیٰ گنگنائیں، کریں تو قرآن کی تلاوت کریں، پڑھیں تو تسبیح و تکبیر، اور درود و سلام پڑھیں۔

لیکن آج ہم نے اس کا بیجا استعمال کر کے اس کی کیا دُرگت بنا رکھی ہے، کبھی ہم نے خیال کیا کہ ہماری اس ناروا حرکت پر ہماری زبان خود ہم سے کتنی نالاں ہے، اس کی ناقدری کر کے خود ہم اپنے اوپر کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں، حضرت سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا! آپ میرے لیے سب سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ چیز کسے قرار دیتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک پکڑ کر ارشاد فرمایا ”اِسے!“

ٹھنڈے دل سے غور کیجیے، جسے ہم آپ سب کے پیارے نبی نے سب سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ چیز قرار دیا ہے، کیا آج ہم لوگ اس کی خطرناکی اور نقصان دہی سے محفوظ رہنے کی تدبیریں کرتے ہیں، اگر نہیں تو پھر اس کی ہولناکی و تباہی کے اثراتِ بد پڑنے یقینی ہیں، اور اس کے لیے ہم سب کو ہمہ دم تیار رہنا چاہیے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: نجات کیا ہے؟ فرمایا: اپنی زبان کو بُری باتوں سے روک رکھو، نجات پا جاؤ گے۔“ [ترمذی]

اس حدیث میں ایک طرف نجات کی جامعیت اور دوسری طرف ”بری باتوں“ کی معنوی وسعت کو نظر میں رکھیے، مطلب آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ہر وہ چیز جس سے بندہ کو نجات کی ضرورت ہے، وہ صرف زبان کی حفاظت پر مضمر ہے، بُری باتوں میں تمام امہات خبائث شامل ہیں، ان کی دنیوی مضرت اور اخروی نحوست سے نجات کی صرف یہی صورت ہے کہ زبان پر سکوت کا

*مضمون نگار جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور ایک فعال اہل قلم ہیں۔

پہرہ بٹھا دیا جائے، اس لیے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جو شخص خاموش رہا، اس نے نجات پائی۔“

زبان کی بے احتیاطی یا بے لگامی آج اتنی عام ہو چکی ہے کہ حمام میں جو تصویر دیکھیے مکروہ نظر آتی ہے، کیا خاص اور کیا عام، کیا رند اور کیا صوفی، کیا زاہد اور کیا عابد، کیا جاہل اور کیا عالم، کیا پیر اور کیا فقیر، کیا دہقانی اور کیا خاقانی، جس کو دیکھیے مست مئے لسان ہے اور اس میں بھی جو جس حیثیت عرفی کا ہے وہ اسی میں شاہکار بنا ہوا ہے، جس کا جو دائرہ کار و اختیار ہے، وہ اپنے اس دائرہ میں اپنا کوئی جواب نہیں رکھتا، جہاں تھوڑا سا موقع ملتا ہے کہ اپنے شغل پسندیدہ مگر عاقبت ژولیدہ کا جلوہ دکھانے لگتا ہے۔

اپنے آقایانِ نعمت کی دل بستگی میں وہ دوسروں کی دل شکستگی کا ذرّہ بھر لحاظ نہیں کرتے، بس مولائے کریم ان سے خوش رہے، یہی ان کی اولین ترجیح ہوتی ہے، دل ایسا غفلت زدہ اور روح اپنی زنگ خوردہ ہوگئی ہے کہ نہ قرآن کی کوئی آیت انھیں جھنجھوڑتی ہے، نہ حدیث کی کوئی روایت انھیں مہمیز کرتی ہے، آئینۂ احساس ایسا دُھندلا گیا ہے کہ انتباہ کی کوئی آندھی بھی اسے صیقل نہیں کر پاتی، زبان کی بدزبانی نے اعضائے رئیسہ کو پژمردہ ہی نہیں مردہ کر کے رکھ دیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان صبح کرتا ہے تو بدن کے تمام اعضا جھک کر زبان سے کہتے ہیں، ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر، کیوں کہ ہم تجھ سے متعلق ہیں، اگر تو سیدھی رہے گی، ہم سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگی، ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

زبان کی اہمیت و مضرت کو سمجھنے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کون سا نسخہ ہو سکتا ہے کہ جسم کے تمام عضو اس کی غارت گری سے خائف رہتے ہیں، جبھی تو علی الصبح زبان سے سلامت روی کی گزارش کرتے ہیں اور بات بھی حقیقت ہے کہ گالی زبان دیتی ہے مگر جب مار کھانے کی نوبت آتی ہے تو خود یہ دانت کے مضبوط قلعے میں محفوظ ہو جاتی ہے، پٹائی، کٹائی ہاتھ، پاؤں وغیرہ دیگر اعضا کی ہوتی ہے اور خدا کی بھی حکمت دیکھیے کہ اس نے آنکھ، ناک، کان وغیرہ اعضا کی طرح زبان کو باہر نہیں رکھا، بلکہ بتیس ۳۲ر دانتوں کے حصار میں اسے پابند رکھا، جب دانتوں جیسے بتیس نگرانوں کی نگرانی میں بند ہوتے ہوئے اس کی فتنہ انگیزی ایسی ہے تو اگر یہ آزاد ہوتی، تو پھر اس کی ہلاکت خیزی کیسی ہوتی، زبان کو بے دھڑک استعمال کرنے والوں کو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درسِ عبرت لینی چاہیے۔ باوجودیکہ آپ کے جنتی ہونے کی بشارت آپ کی زندگی ہی میں نبی محترم ﷺ نے دے دی تھی، مگر پھر بھی آپ منہ میں پتھر کا ٹکڑا لیے رہتے تھے، تاکہ کچھ بولنے کا موقع ہی نہ رہے۔ (کیمیائے سعادت)

فضول اور بے ہودہ باتوں کا آخرت میں جو بدلہ ملے گا وہ تو ملے گا ہی، دنیا میں بھی بے ہودہ باتوں کا مضر اثر انسان کی زندگی پر پڑتا ہے، حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب تم اپنے دل میں سختی، بدن میں سستی اور رزق میں تنگی محسوس کرو تو سمجھ لو کہ تم سے کہیں فضول کلمے نکلے ہیں، جن کا یہ نتیجہ ہے، دل کا سخت ہو جانا، بدن کا سست ہو جانا اور رزق کا تنگ ہو جانا، کیا یہ معمولی وبال ہے، ان تینوں میں سے کسی ایک کا سایہ پڑ جائے تو زندگی بے نور، حیات بے کیف ہو جائے، اگر تینوں کسی محروم کی زندگی میں جمع ہو جائیں تو اس کی کس مپرسی اور بے چارگی کا اندازہ کون کر سکتا ہے، بلا تکلف بک بک کرنے والا عشرت و مسرت کا دروازہ اپنے اوپر خود ہی بند کر لیتا ہے، وہ اپنی شاہراہِ حیات میں کانٹے کی کاشت خود کرتا ہے اور پھر اس کی نادیدہ خلش سے تڑپتا رہتا ہے، یہ تو دنیاوی اثرات کی ہلکی سے جھلک تھی، آخرت کے حوالے سے دلِ بینا اگر ہو تو حدیث شریف کا ایک ٹکڑا کافی ہے، بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اُس شخص پر جنت حرام ہے جو فحش گوئی سے کام لیتا ہے۔ (ایضاً)

اب اگر کوئی جنت میں لے جانے والے تمام کام بھی کرے اور ساتھ ہی جھوٹ، غیبت، فحش گوئی وغیرہ سے باز نہ آئے تو آقائے کونین ﷺ کے فرمان کی روشنی میں اس پر جنت حرام ہے، خدا نیکی کی توفیق دے تو بے ہودہ گوئی سے بچنے کی توفیق عطا

فرمائے، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم بن میسرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: بے دھڑک زبان چلانے والا، بے حیائی کی باتیں کرنے والا، قیامت کے دن کتے کی شکل میں آئے گا اور حدیث شریف میں ہے کہ فحش کلامی، بے ہودہ گوئی کرنے والوں کے منہ سے ایسی بدبو نکلے گی کہ تمام جہنم والے اس کی بدبو سے چیخ اُٹھیں گے۔

حکیم لقمان حبشی غلام تھے، پہلی حکمت جو اُن سے ظاہر ہوئی یہ تھی کہ ان کے آقا نے ایک دن ان سے کہا، اے غلام! بکری ذبح کرو اور اس کے گوشت کا بہترین حصہ ہمارے پاس لاؤ، آپ دل اور زبان لے آئے، ایک بار آقا نے پھر کہا، بکری ذبح کرو اور گوشت کا بدترین حصہ ہمارے پاس لاؤ، آپ پھر وہی دل اور زبان لے آئے، آقا نے وجہ پوچھی تو آپ نے جواب دیا، یہ دونوں درست ہوجائیں تو پورے بدن میں ان سے بہتر اور کوئی حصہ نہیں اور اگر یہ خراب ہوجائیں تو پورے بدن میں ان سے بدتر اور کوئی حصہ نہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

درحقیقت زبان کی بیماری بھی دل کی بیماری کا نتیجہ ہے، اس لیے حدیث شریف میں دل کی اصلاح پر زور دیا اور بار بار تاکید کی گئی ہے، قلب اگر درست ہوگا تو قالب حسنات کے مظاہر ہوں گے، زبان بولے گی تو اچھی ہی بات بولے گی اور اگر زبان بے لگام ہوگئی ہے، لاف زنی، بے ہودہ گوئی پر احساس دلانے پر بھی اسے ندامت نہیں ہوتی، تو ایسے لوگوں کو سمجھ جانا چاہیے کہ ان کا دل بیمار ہے اور فوراً دل کے تزکیہ وتصفیہ پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے، دل کی حفاظت کے لیے زبان کی حفاظت سنگ میل اور مینارِ نور ہے، زبان کی حفاظت کر لیجیے، تمام اعضا کی حفاظت کے لیے دونوں جہاں میں سعادت کی یہ انمول بشارت ہے، تو یہ ہیں وہ باتیں جو حیات کے لیے آبِ حیات ہیں، زندگی بڑی مایہ ناز چیز ہے، اسے متاعِ عزیز، بیش بہا اور کارآمد بنانے کے لیے ہر آدمی اتنا یاد رکھے کہ ع

حیات کے لیے آبِ حیات لازم ہے

◆◆◆

ص ۲۱ رکا بقیہ..

تجارت کرنے والے بڑے کامیاب رہے ہیں، ہم اپنے ذرائع تجارت اگر پختہ کئے ہوتے تو؛ آج لاکھوں ذرائع آمدن پر ہمارا تسلط ہوتا لیکن افسوس کہ غیر اسلامی طرزِ تجارت کے فروغ کے لیے مغربی قوتیں، یہود ونصاریٰ مسلسل سرگرم عمل رہیں اور ہم غافل بلکہ ایک پورا عالمی اقتصادی نظام اسلام مخالف قوتوں نے کھڑا کر رکھا ہے، جس میں سود وحرام کی آمیزش کی گئی ہے تا کہ مسلمان اس راہ پر آ کر اپنے ایمان کی تازگی کھودے اور برے رزق میں مبتلا ہوجائے، اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

اسلامی قانون وضابطہ کی پاس داری کا یہ بھی تقاضا ہے کہ بے جا خرچنے سے بچا جائے، فضول برباد کرنا بھی معیوب ٹھہرا، لائق مذمت فعل ہے فضول خرچی، قرآن میں رب تعالیٰ فرماتا ہے: ”كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ [سورۃ الاعراف:۳۱]

کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔“ [کنز الایمان]

ارشاد ربانی ہے: ”وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ۔ [سورۂ بنی اسرائیل ۲۷۔۲۶]

اور فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔“ [کنز الایمان]

مزید یوں ارشاد ہوتا ہے: ”وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ [سورۃ الفرقان ۶۷]

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔“ [کنز الایمان]

بندۂ مومن کے لیے ضروری ہے کہ قوانین الٰہی کی متابعت و پیروی کرے تا کہ اس کی زندگی اسلامی زندگی بنے اور اس کا ضابطہ ہر شعبے میں موجود ہے، جیسا کہ رزقِ حلال اور اس کے لئے احکامات پر مذکورہ سطور میں دلائل ذکر کیے گئے، بہر کیف! ہمیں چاہیے کہ اللہ کے شکر گزار بندے بنیں، مصائب وآلام میں صبر سے کام لیں تا کہ آخرت کی زندگی تابندہ رہے، اسلام کی ایک عظیم تعلیم آخرت کی زندگی کی تعمیر ہے جس کے لیے حلال رزق ناگزیر ہے۔ ◆◆

اسلامیات

صاحب قرآن ہیں جان ایمان



از: مولانا محمد صلاح الدین رضوی *

اسلامیات

دنیا بھر میں سب سے زیادہ آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنا جان ایمان ہے، اگر کوئی شخص آقائے دو جہاں علیہ السلام سے زیادہ محبت کسی اور سے کرے تو وہ مسلمان نہیں رہ سکے گا، آقائے دو جہاں، مالک انس وجاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:

"لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" [بخاری]

دنیا بھر میں سب سے زیادہ آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ و السلام کی محبت ہمارے دل میں ہے یا نہیں اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ چاہے کوئی ہمارا باپ کیوں نہ ہو، بیٹا کیوں نہ ہو بھائی کیوں نہ ہو، یا استاد اور پیر کیوں نہ ہو لیکن وہ آقائے دوجہاں علیہ السلام کی شان مقدس میں ادنیٰ گستاخی اور توہین بھی کرے تو ہمارے دل میں اس کی عظمت ومحبت کا نشان بھی نہ رہے بلکہ ہم اسے اپنے دل سے ویسے ہی نکال دیں جیسے دودھ سے مکھی کو نکال دیا جاتا ہے اور ہمیں اس کے نام اس کی صورت اور اس کے سائے سے بھی نفرت ہو جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ۔ تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ [سورۃ المجادلہ ۲۲]

اور دیوبندی، وہابی نے آقائے دوجہاں علیہ السلام کی شان میں شدید گستاخی کی ہے، لہٰذا ان سے دوستی اور محبت کرنا بھی ایمان کے تقاضے کے سراسر خلاف ہے، چنانچہ مولوی اشرفعلی تھانوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم غیبیہ کو جانوروں اور پاگلوں کے علوم سے تشبیہ دے دی جس میں آقائے دوجہاں ﷺ کی صریح گستاخی ہے، وہ رقمطراز ہے:

"اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہے تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی، مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کو بھی حاصل ہے۔" [حفظ الایمان ص ۷]

اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے حضور علیہ السلام کے علوم رفیعہ وسیعہ کو شیطان لعین کے علم سے کمتر بتایا جس میں بھی سرکار علیہ السلام کی صریح توہین ہے، وہ لکھتا ہے:

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" [براہین قاطعہ ص ۵۱]

کچھ لوگ دیوبندیوں کو مسلمان اور اچھا جاننے پر یہ باطل حیلہ پیش کرتے ہیں اس کی گستاخیاں پرانے زمانے کے دیوبندی علمانے کی ہیں موجودہ دور کے دیوبندی علمانے توہین رسول کی اتنی بڑی جرأت نہیں کی ہے، اس لئے موجودہ دور کے دیوبندی علما پر توہین رسول کا الزام لگانا ہرگز درست نہیں، تو ایسے لوگ جان لیں کہ ان عبارات قبیحہ اور ان جیسی دوسری عبارات قبیحہ کی بُنیاد پر صرف اشرفعلی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھوی، رشید

بقیہ ص ۷ ر پر

* مضمون نگار دارالعلوم عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سیٹی بہار کے استاذ ہیں۔

از: حافظ محمد ہاشم قادری*

امن عالم اور اسلامی سزائیں

اسلامی خصوصیات

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کے درجہ سے سرفراز فرمایا اور اس کی جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے قوانین بھی بنائے اور فرمایا کی زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، امن وسکون سے رہو، قرآن کریم اس کے لئے واضح حکم دے رہا ہے:

”بیشک جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریزی، رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین میں (چلنے پھرنے) سے دور یعنی قید یا ملک بدر کر دیئے جائیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کر دیئے جائیں، یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے، مگر وہ جنھوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

[سورہ مائدہ ۵، آیت ۳۳ تا ۳۴]

فساد فی الارض کی تفصیل بہت لمبی ہے، چند اہم ملاحظہ فرمائیں، فساد فی الارض کو اللہ رب العزت نے اللہ و رسول سے جنگ قرار دیا، یوں تو قرآن کریم میں چار جرم ایسے آتے ہیں جو حدود (شرعی احکام کے مطابق سزا دینا) کے درجہ میں آتے ہیں، وہ جرم ہیں: (۱) زنا (۲) چوری (۳) چوری (۴) کسی پر بد چلنی کا بہتان لگانا۔

یاد رہے فساد فی الارض کی جو سزائیں بیان ہوئی ہیں، وہ صرف ڈکیتی کے ساتھ خاص نہیں ہیں، بلکہ ان سب مجرموں کے لیے ہیں جو قانون سے بغاوت کرتے ہیں، لوگوں کی جان، مال، عزت وآبرو لوٹتے ہیں، چنانچہ قتل، دہشت گردی، زنا، زنا بالجبر (یاد رہے چاہے وہ نابالغ سے ہو یا بالغ سے ہو، زور زبردستی ہو یا راضی خوشی سے ہو) چوری، ڈاکہ بن جائے یا بدکاری (زنا) کو لوگ پیشہ بنالیں (جیسا کہ موجودہ زمانہ میں عام ہو گیا ہے) یا کھلم کھلا اوباشی پر اتر آئیں یا اپنی آوارہ گردی، جنسی بے راہ روی کی بنا پر شریفوں کی عزت وآبرو کے لیے خطرہ بن جائے یا انسانیت کے کاموں کے خلاف بغاوت کے لیے اٹھ کھڑا ہو یا اغوا تخریب کاری اور سنگین جرائم سے حکومت اور عوام کے لیے امن وامان کا مسئلہ پیدا کرے تو یہ سب فساد فی الارض زمرے میں آئے گا اور مجرم کو جرم کی نوعیت پر قاضی، یا عدالت اس میں جو سزا مناسب سمجھے وہ دے سکتی ہے۔

خیال رہے موت کی سزا قتل اور فساد فی الارض کی سزا قتل کے سوا کسی اور جرم میں نہیں دی جا سکتی اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا ہے، ان دو جرائم کو چھوڑ کر فرد ہو یا حکومت، یہ حق کسی کو بھی نہیں حاصل ہے کہ وہ کسی کے جان کے درپے ہو اور اسے قتل کرے جان کاری کے لیے اسلامی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

جرائم کی وبا

دور حاضر میں جرائم نے ایک وبا کی صورت اختیار کر لی ہے، دنیا کا کوئی خطہ جرائم سے محفوظ نہیں ہے۔ تمام ممالک، خواہ ترقی یافتہ ہوں، یا ترقی پذیر، یا پس ماندہ، جرائم کی لپیٹ میں ہیں جرائم کا دائرہ تمام طبقات تک وسیع ہے۔ خود ہمارا ملک ہندوستان بھی اس معاملہ میں کسی سے پیچھے نہیں ہے، حتی کہ سپریم کورٹ کے بھیجے آفیسروں کو بھی جان سے مار دیا جا رہا ہے، ہماچل پردیس میں غیر قانونی ہوٹلوں کو منہدم کرانے گئی خاتون افسر شیر بالا کو گولی

*مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب وامام ہیں۔

ماردی گئی اور وہ اسی وقت مرگئی، سپریم کورٹ نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور اسے شرمناک بتایا، چیف جسٹس کے سامنے اس واقعہ کو پیش کیا ہے، جب اتنے بڑے افسروں کی جان کی حفاظت نہیں ہو پارہی ہے تو جرائم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، آج ہمارے ملک کا شمار دنیا کے ان چند گنے چنے ملکوں میں ہورہا ہے، جہاں جرائم کا گراف بہت اونچا ہے۔

زنا بالجبر کے معاملات میں ہندوستان کا نمبر ۷؍واں ہے جو ارباب اقتدار کے لئے انتہائی شرمناک اور تمام باشندوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے، اگر اب بھی نہ سوچے اور کچھ نہ کیا تو پھر اپنی ہی لگائی آگ میں جل کر بھسم ہو جائیں گے، آنے والی نسل وتاریخ بھی ہمیں معاف نہیں کرے گی، کسی دن کا اخبار اٹھا کر دیکھیں، کوئی نیوز چینل کھولیں، دیکھ لیجئے ریپ کے بعد میں اس کو مار دینا، قتل، چوری، ڈکیتی، اغوا، اسمگلنگ، لوٹ کھسوٹ جنسی تشدد اور بڑی بڑی کمپنیوں کے دھوکہ دہی کی رپوٹوں سے بھرا رہتا ہے ملک کے دانشوران اور ارباب حل وعقد جرائم کی کمی کی تدابیر ڈھونڈنے میں لگے ہیں، لیکن جرائم کم ہونے کے بجائے بڑھتے ہی جارہے ہیں، یہ حالات تقاضہ کرتے ہیں کہ اسلام کے تعزیری قوانین کا تقابلی مطالعہ کیا جائے اور یہ جاننے کی کوشش کی جائے کہ اسلامی قوانین جرائم کی کمی میں کس حد تک معاون ہیں، ان شاءاللہ اس کے بے شمار فوائد ونتائج ملیں گے اسلام کے ماننے والوں اور اس کی ترجمانی کرنے والے علمائے کرام پر بھی اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان قوانین کی اہمیت وافادیت کو بتائیں اور ان کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کریں، اسلامی شریعت میں جو احکام مسلمانوں کو اجتماعی یا انفرادی طور پر دیئے گئے ہیں ان کو اللہ رب العزت نے مقرر فرما دیا ہے، یہ سزائیں کیا ہیں؟ ان کی تفصیل بہت لمبی ہے ایک مضمون میں سب کا ذکر ممکن نہیں ہے۔

کٹھوا کی ۸؍سالہ آصفہ کے ساتھ انتہائی درندگی کے ساتھ زنا کاری کے بعد بے دردی سے قتل اور اناؤ کی لڑکی کے ساتھ بی جے پی ایم ایل اے کلدیپ سنگھ سنگر کا ریپ کرنا اور ریپ کی شکایت کرنے والے اس کے بوڑھے باپ کو جیل میں قتل کر دینا انتہائی شرمناک واقعہ ہے، جس سے پوری دنیا میں ہندوستان کی بدنامی ہوئی، جس کے سبب ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا سے آواز اٹھ رہی ہے کہ زانی کو پھانسی کی سزا دی جائے ہندو، مسلمان تمام مذاہب کے لوگ یہ مانگ کر رہے ہیں، ہمارے ملک میں اس تعلق سے قانون بھی بنایا گیا ہے، عوامی غم وغصے کو دیکھتے ہوئے مرکزی کابینہ نے اس سلسلے میں ایک آرڈیننس صدر جمہوریہ ہند کو پیش کیا جس کا مقصد تعزیرات ہند میں شامل CRPC ACT EVIDENCE اور POSCO ACT میں نظر ثانی اور ترمیم ہے، اس کے مطابق اب ۱۲؍سال کی بچیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کی پاداش میں سزائے موت کا نظم کیا جائے گا، مرکزی حکومت کا یہ قدم یقیناً قابل قدر ہے، لیکن افسوس کہ اس میں نابالغ کی قید لگا کر ایک دروازہ کھلا چھوڑ دیا گیا ہے، عام طور پر جوان عورتوں سے بھی اس طرح کی گھناؤنی حرکتیں ہوتی رہتی ہیں، ہندو مسلم دنگا میں فسادی عورتوں کی عزت لوٹتے ہیں، گجرات، مظفر نگر یوپی وغیرہ میں کتنے ایسے شرمناک واقعات ہوئے ہیں جن کے کیس عدالتوں میں چل رہے ہیں، کب انصاف ملے گا'' آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے؟'' کیا ان ظالموں کو پھانسی نہیں ہونی چاہیے؟ جنھوں نے حاملہ عورت کی اجتماعی عصمت دری کی، پیٹ پھاڑ بچے کو نیزہ میں لگا کر لہراتے رہے، ان ظالموں کو بھی پھانسی ہونی چاہیے، ان کو بھی قانون کے دائرے میں لانا چاہیے، آواز دو انصاف کو؟

۱۲؍سال نابالغ کی قید لگا کر ادھورا قانون بنا ہے، بہر حال دیر آئے درست آئے کچھ تو ہوا لیکن کیا اس کا فیصلہ فاسٹ ٹریک کورٹ میں دو مہینے یا ۶؍مہینے میں ممکن ہو سکے گا، جہاں عام کیس میں سالوں بلکہ آدھی زندگیاں بیت جانے کے بعد فیصلہ آتا ہے، کیس کی بھرمار اور عدلیہ میں ججوں کی کمی کی وجہ سے کیا زانی کو سزائے موت پھانسی جلد ہونے پائے گی، سیکڑوں مجرم پھانسی کے ابھی بھی جیلوں میں قید ہیں کئی سال ہو گئے کسی کو پھانسی کی سزا نہیں ملی ہے، (یہ ایک الگ بحث وتوجہ طلب معاملہ ہے) بہر

حال زانی کو سزائے موت ہو زیادہ تر لوگ یہی چاہتے ہیں۔

اسلام میں زانی کی سزا اور اس کی حکمت

زنا ایک انتہائی شرمناک اور گھناؤنی حرکت ہے، عزت وناموس جان سے زیادہ قیمتی چیز ہے، زانی اور زانیہ کنوارے ہوں یا شادی شدہ، زنا کی شرعی سزا وہی ہے جو قرآن مجید کی سورۂ نور ۲۴/آیت ۲/اور ۳/میں بیان ہوئی ہے:

”جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمھیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا گروہ حاضر ہو۔“ [کنزالایمان]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبے میں حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی، اس کتاب اللہ میں پتھر مار مار کر مار ڈالنے والے حکم کی آیت ہے، جسے ہم نے تلاوت کیا اور اس پر عمل بھی کیا، خود حضور ﷺ کے زمانے میں رجم ہوا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا، مجھے ڈر لگتا ہے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے، ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کے اس فریضے کو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اتارا ہے چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں۔

[مسلم، حدیث ۴۴۱۸]

کتاب اللہ میں رجم کا مطلق حکم ہے اس پر جو زنا کرے، آج وہی زمانہ بلکہ اس سے بدتر زمانہ آ گیا ہے جس کی نشاندہی ایک جلیل القدر صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی آج اسلامی سزا کو انسانوں پر ظلم بتایا جا رہا ہے اور نام نہاد دانشور بھی اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں فہرست لمبی ہے اللہ ان گمراہوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ زنا کی کثرت علامات قیامت میں سے ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا:

”علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ (دینی) علم اٹھ جائے گا اور جہل ہی جہل ظاہر ہو جائے گا (علانیہ) شراب پی جائے گی اور زنا پھیل جائے گا۔“ [بخاری، حدیث ۸۰]

مخبر صادق ﷺ کی دونوں باتیں سچ ثابت ہو رہی ہیں زنا عام ہو گیا شراب مسلم بستیوں میں عام طور پر پوچ میں بک رہی ہے اور قوم کا نوجوان اپنا مستقبل برباد کر رہا ہے اور جاہل اسٹیجی مقرر بھی غیر ذمہ دارانہ بیان کر کے عوام کو گمراہ کر رہے ہیں، نبی ﷺ نے اپنے زمانے میں زنا کے بعض مجرموں کو رجم، یعنی سنگ ساری کی سزا دی، یاد رہے زنا کی سزا کے لیے چار گواہوں کی جو شرط قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے، وہ زنا بالرضا کے لیے ہے (یعنی دونوں کی رضا سے حرام کاری کرنا، جسے آج کورٹ زنا ہی نہیں مانتا) اس کا اطلاق زنا بالجبر پر نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ اگر کوئی عورت اپنے خلاف زنا کی شکایت لے کر آتی ہے تو وہ قاذف (تہمت لگانے والی) نہیں، بلکہ فریادی ہے۔ قانون اس کا پابند ہے کہ اس کی فریاد سنے اور جس شخص پر الزام لگایا گیا ہے، اس کا جرم جس طریقے سے بھی ثابت ہو جائے (جیسے آج کل ڈی این اے ٹسٹ وغیرہ) اس کو اس بربریت گھناؤنے جرم کی سزا ضرور دی جائے، جدید زمانے میں زانی کو پتہ لگانے کے بہت سے معتبر طریقے موجود ہیں جیسے نارکو ٹسٹ وغیرہ وغیرہ جو فارنسک رپورٹ میں دودھ کا دودھ پانی کا پانی کا پتہ دے دیتی ہے اگر ایمان داری سے کیا جائے، جیسے کٹھوا آصفہ کے کیس میں جموں کشمیر کی فارنسک لیب نے گول مول کر دیا تھا لیکن سچے پولیس آفیسر نے رپورٹ دہلی بھیج دی اور دہلی کی فارنسک لیب نے ۱۱/پیج کی رپورٹ میں سبھی مجرموں کی نشاندہی کر دی اور یہ کیس کی اہم کڑی ثابت ہوئی، بھلا ہو دہلی کے فرض شناس ڈاکٹروں اور لیب کے ذمہ داروں کا، آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے، دعا کریں اللہ ظالموں کی پکڑ فرمائے، جو لوگ اسلامی سزاؤں کو ظالمانہ، وحشیانہ، غیر انسانی طریقہ بتاتے ہیں ان کا اسلامی تعلیم سے دور دور تک واسطہ نہیں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ نہیں، وہ صرف اسلام سے بغض وعناد کی وجہ سے اسلام کو بدنام کرتے ہیں، وہ ذرا اپنے گریبانوں میں جھانکیں وہ کتنا غیر انسانی اور وحشیانہ برتاؤ انسانوں پر کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔

ناگاساکی، ہیروشیما پر بمباری کر کے لاکھوں انسانوں کو

موت کی نیند سلا چکے ہیں اور لاکھوں آج بھی کراہ رہے ہیں آج لیبیا، عراق، شام، افغانستان، قندوز، غوطہ وغیرہ کے دلدوز مناظر ان کو نہیں دکھائی پڑتے اندھے ہیں کیا؟ یہ صرف اسلام دشمنی و مسلمان دشمنی ہے، اسلامی سزاؤں میں حالات و کوائف کا بڑا خیال واحترام کیا جاتا ہے، قاضی اس بات کا خیال رکھتا ہے، جرم کی نوعیت اور مجرم کی صورت حال کیا ہے وغیرہ وغیرہ خود حضور ﷺ کے زمانہ میں اور صحابہ کے زمانہ میں کئی واقعات بڑے دلچسپ ہیں ضرورت ہے اسلامی لٹریچر کے اسٹڈی کرنے کی، کہ ؏

شاید اتر جائے تیرے دل میں میری بات

ایک حدیث مطالعہ فرمائیں، نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ قحط سالی کے زمانے میں چوروں کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں، چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''لا قطع فی زمن المجاع۔ قحط سالی کے زمانے میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔''
[کنزالعمال: ج، ۳ص، ۷۹]

اس حدیث کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانۂ قحط سالی میں یہ سزا موقوف فرما دی، اسلام نے سزاؤں پر شہادت کا ضابطہ بڑا سخت اور مضبوط بنایا ہے، یہ دنیاوی کورٹ نہیں ہے، جس میں جھوٹی قسمیں کھا کھا کر، جھوٹی گواہیاں دے دلا کر یا گواہوں کو ڈرا دھمکا کر دولت مند لوگ اور دبنگ مجرم اپنے کو قانونی پکڑ سے بچا لیتے ہیں، آپ دن رات دیکھ رہے ہیں چاہے وہ امت شاہ ہوں، اسیمانند ہوں، دیس کے سب سے بڑے عہدہ پر فائز ہوں، مکہ مسجد بم بلاسٹ کے مجرم ہوں، سادھوی پراچی ہوں، ملک کے سب سے بڑے صوبے کے وزیر اعلیٰ یوگی جن کے اوپر ۳۶؍ سنگین جرم کے الزام لگے ہیں، وہ وزیر اعلیٰ بنے ہوئے ہیں، ۱۵۰؍ سے زیادہ ارکان پارلیمنٹ کے اوپر سنگین الزامات ہیں مگر وہ سرکاری خزانے پر عیش کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ، یہ دنیا کی عدالتوں میں تو چل جا رہا ہے لیکن اللہ کے یہاں ممکن نہیں، اللہ رب العزت قادر مطلق ہے سب کی پکڑ کی قوت رکھتا ہے وہاں کسی پر بال کی نوک کے برابر ظلم نہیں ہوگا۔

''وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا۔ اور ان پر ایک دھاگہ کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [سورۂ نساء، ۴؍آیت ۴۹]

اللہ کے یہاں سب کے ساتھ برابر کا انصاف ہوگا، زنا انتہائی برا کام ہے، زنا نہ صرف مذہبی طور پر بری چیز ہے بلکہ سماجی طور پر بھی انتہائی غلیظ مانا جاتا ہے، اس کے باوجود اتنے زیادہ واقعات کیوں ہو رہے ہیں؟ اس کے جو عوامل ہیں؟ ان پر عوام بھی کو غور کرنے کی ضرورت ہے، اسلام اس کی پہلی سیڑھی سے ہی روک لگاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور تم زنا (بدکاری) کے قریب بھی مت جانا بیشک یہ بے حیائی کا کام ہے اور بہت بری راہ ہے۔''
[سورۂ بنی اسرائیل ۱۷؍آیت ۳۲]

بے حیائی، فیشن کے نام پر ننگا پن، ادھ ننگے جسم کے ساتھ آزادانہ گھومنا پھرنا، اخبارات سے لے کر ٹی وی تک اور اب تو ساری کسر موبائل نے پوری کر دی ہے، گندی تصویریں، فحش گانے، جنسی ہیجان پیدا کرنے والی فلمیں، اس طرح کے عوامل سے انسانی دل و دماغ شہوت زدہ ہو جاتا ہے اور انسانی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے پھر انسان وہ کر بیٹھتا ہے جو اس کے اور سماج دونوں کے لیے شرم کا باعث ہوتا ہے، تصوف کے امام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، انسانی عقل کی نافرمان چیزوں میں غصہ سے بھی زیادہ نافرمان شہوت ہے جب انسان شہوت زدہ ہو جاتا ہے تو کچھ نہیں سمجھ میں آتا ہے، جانوروں سے بھی زیادہ بدتر ہو جاتا اور آج آپ دیکھ رہے ہیں، کیسے کیسے ذلیل اور دل ہلا دینے والے واقعات ہو رہے ہیں، آٹھ سالہ بچی آصفہ جب مر گئی، اس کے بعد بھی ۶۵؍ سالہ بڈھے نے اس مری ہوئی بچی کا ریپ کیا، اس سے زیادہ شرم اور گری ہوئی حرکت اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس کے بعد جان سے مار دینا ایک عام سی بات ہو گئی ہے، اسی لئے کلام الٰہی میں زنا کے مجرموں کی سزا ''رجم'' اور قتل کے بدلے قتل کی سزا مقرر فرمائی ہے، ان سزاؤں کا مقصد محض جرم کا خاتمہ ہی نہیں بلکہ دوسروں کے لیے عبرت کا سامان بھی پیدا کرنا ہے تاکہ دوسرے بھی دیکھ کر ڈریں۔

موجودہ صورتحال اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ اسلام کے

تعزیری قوانین (قوانین کا وہ مجموعہ جس میں جرائم کی تعریف اور ان کی سزاؤں کا مفصل بیان ہو)PENAL CODE کا مطالعہ کیا جائے اور لوگوں کو بتایا جائے کہ اسلامی قوانین جو کہ حقیقت میں خدائی قوانین ہیں، ان سے جرائم کو کم کرنے میں بہت مدد ملے گی، اسلام کے علم برداروں خصوصاً علمائے کرام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلامی قوانین کی اہمیت ومعنویت کو بتائیں اور ان کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کریں، اسلامی قوانین آزمودہ ہیں، لمبے عرصے سے یہ ایک خطہ زمین میں نافذ رہے ہیں اور دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ سماج میں ان کے اثرات کتنے بہتر رہے ہیں، کیسا امن وامان کا دور رہا ہے، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو ۹ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے، فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا:

"اے عدی، اگر تم کچھ عرصہ مزید زندہ رہے تو ضرور دیکھ لو گے کہ ایک عورت "حیرہ" سے سفر کر کے مکہ پہنچے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی، پورے سفر میں اسے اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہ ہوگا، حضرت عدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس پیشن گوئی کو پورا ہوتے ہوئے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔" [صحیح بخاری، حدیث ۳۵۹۵]

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور ہمارے سبھی اہل اطن کو اسلامی قوانین کی باریکیاں جاننے، سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے اور زنا جیسے گناہ عظیم کے فتور سے ہمارے ذہن ودماغ کو محفوظ ومامون فرمائے، آمین۔

ہم پرورش لوح وقلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے
ہاں تلخی ایام ابھی اور بڑھے گی
ہاں اہل ستم مشق ستم کرتے رہیں گے
منظور یہ تلخی، یہ ستم ہم کو گوارہ
دم ہے تو مداوائے الم کرتے رہیں گے

◆◆◆

ص ۲۶ رکا بقیہ..

کے لئے اتنی بڑی قربانی پیش کر دے اور عوام کے سامنے اپنی مقبولیت وشہرت کو بالائے طاق رکھ دے؟ کرسی حاصل کرنا آسان ہے کسی منصب اور عہدہ پر براجمان ہو جانا بھی آسان ہے مگر کسی کا دل جیتنا بہت مشکل ہے، دور حاضر میں کوئی وارڈ ممبر ہوتا ہے کوئی چیرمین ہوتا ہے شہر کی سطح پر بھی ممبر اور چیرمین ہوا کرتے ہیں، صوبائی سطح پر ایم ایل اے اور ملکی پیمانے پر کوئی ایم پی ہوا کرتا ہے، ان سب کے حالات کسی سے پوشیدہ نہیں یہ سب کچھ ہو سکتے ہیں مگر سماجی خدمتگار نہیں، کیونکہ یہ لوگ عوام کے دلوں میں نہیں ہوتے ہیں اور جو عوام وخواص کے دلوں میں ہوا کرتا ہے اسی کو سماجی خدمت کا بیڑا اٹھانا پڑتا ہے یہ سارے امور جنہیں ہم سماجی خدمات سے تعبیر کرتے ہیں ہمارے علمائے کرام اور مشائخ عظام ہی انجام دیا کرتے ہیں۔

مرکز اہل سنت بریلی شریف کی سماجی خدمت کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے، اعلیٰ حضرت کے پہلے ہی سے سماجی خدمات انجام دیئے جا رہے ہیں اور اعلیٰ حضرت کے بعد بھی سماجی خدمات انجام دیئے گئے، خانوادۂ رضا کے ایک ایک فرد پر اس بارے میں مقالہ تحریر کیا جا سکتا ہے مگر افسوس کہ وقت کی تنگی ہے اس بارے میں سر دست اس سے زیادہ نہیں لکھا جا سکتا ہے، مسلک اعلیٰ حضرت صرف علمی فنی اور فکری شعوری تحقیقات کا نام نہیں ہے بلکہ سماجی خدمات کا بھی یہ ایک مجموعہ ہے یہ اور بات ہے اس کا مطالعہ کرنے کے لئے اپنے نہج اور نظریہ میں رد و بدل کرنا ہوگا، اس کے بعد ہی مسلک اعلیٰ حضرت سے سماجی خدمات کے اقتباسات اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

◆◆◆

تاج الشریعہ

باطل عقائد ونظریات کے خلاف حق کی ایک بلند و بے باک آواز کا نام ہے، اُسے غور سے سنئے، تسلیم کیجئے اور اپنی دنیا وآخرت سنواریئے۔ [نشتر فاروقی]

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

اسلام نے حلال ذرائع سے باطن کی تطہیر کا پیغام دیا

معاشیات

اسلام زندگی کے جمیع احوال کا احاطہ کرتا ہے، اس میں ایک اہم شعبہ ذرائع و وسائل حیات یعنی رزق کا ہے، جس کے لیے قرآن مقدس کی تعلیم یہ ہے کہ: "لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ [سورۃ النساء:۲۹]

آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔" [کنزالایمان]

یعنی رزقِ حلال کھاؤ، غیر شرعی طریقے سے مال کا حصول ممنوع فرمایا گیا، اسلام نے ظاہری حیات کو سنوارا ہی، اس سے زیادہ باطن کی تطہیر و پاکیزگی کی تعلیم دی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں باطنی صفائی ستھرائی کے لیے ایک پورا نظام قائم ہے، جسے اس دور میں ہم اولیائے کرام کی تعلیمات یا تصوف سے یاد کرتے ہیں، جن کی تعلیم ہی تزکیہ و تطہیر ہے، آپ دیکھیں کہ باطن کو نکھارنے والے ایسے نکھرے کہ ان کی بارگاہوں میں سکون ہے، ان کی یادوں میں سکون ہے، ان کے تذکروں اور ان کے احوال میں سکون ہے، ٹوٹے دل ان کی بارگاہ میں آتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کے توسل سے مشکلات دور فرماتا ہے اور آسودگی عطا کرتا ہے۔

باطن سنور گیا تو اس کا اثر ظاہر پر بھی ہوگا، اسی لیے جب تزکیہ و تطہیر کا مرحلۂ شوق طے ہوتا ہے تو بندہ رزق حلال کے سوا اور کوئی ذریعہ قبول نہیں کرتا، حلال کے برکات و ثمرات بڑے دیرپا ہوتے ہیں، یا کم از کم یہ پہلو تو ضرور اجاگر ہوتا ہے کہ حلال کی برکت سے برائیوں کی نحوست سے بندہ بہت حد تک محفوظ ہوجاتا ہے اور اس کی زندگی لمحہ لمحہ تقویٰ کی طرف بڑھتی ہے، وجہ بلندی بلاشبہ تقویٰ ہی ہے جس کی طرف اولیائے کرام نے رہبری کی ہے۔

توکل بھی اسی کا ایک ضابطہ ہے، بندۂ مومن حلال کی راہ میں یقین کی دولت سے بھی آراستہ ہوتا ہے، توکل یعنی اللہ کی ذات پر یقین کامل کہ ہمارا تمام بھروسہ اسباب کی بجائے خالق اسباب پر ہے، اس کی تدبیریں لاریب! ہمارے لیے افادہ کا سبب ہیں، قرآن کی یہ آیت توکل کے ساتھ ہی جائز معاشی اسباب کی طرف رہبری کرتی ہے: "وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔ [سورۃ النجم:۳۹]

اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔" [کنزالایمان]

اسی طرح رزق حلال کی تعلیم دیتے ہوئے یہ بھی کہا گیا کہ: "وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ [سورۃ الجمعۃ:۱۰]

اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔" [کنزالایمان]

حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ: "(ماتھے کے پسینے سے) کمائی کرنے والا اللہ کا محبوب ہے۔"

ناجائز ذرائع سے مال و دولت کا حصول اسلام نے ناجائز و ممنوع قرار دیا ہے بلکہ ان کے لیے وعیدیں آئی ہیں، انھیں عذاب کی خبر دی گئی ہے، حلال اپنانے اور حرام سے بچنے کی تلقین کی گئی، نیکی و برائی کی جدا جدا راہیں صاف سمجھا دی گئی ہیں، قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے: "وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ [سورۃ البقرۃ:۲۷۵]

اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود۔" [کنزالایمان]

سود کے حرام ہونے سے متعلق کثیر حوالے موجود ہیں، تاہم آیت مبارکہ میں بیع کا حلال کیا جانا ہمیں تجارت و بزنس کے جائز ذرائع کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہمارا تجارتی نظام ماضی میں اِس قدر مستحکم تھا کہ مسلم تجار نے اپنے ایمان دارانہ بزنس سے اسلام کی کامیاب تبلیغ کی اور کفر زدہ دلوں کو اسلام کے نور سے معمور کر دیا، تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ بقیہ ص ۱۳ پر

*مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں کے رکن ہیں۔

دوسری اور آخری قسط

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

مرکز اہل سنت اور سماجی خدمات

رضویات

سماج و معاشرہ کا اک انوکھا تصور

جب ہم ’’امام احمد رضا فاضل بریلوی‘‘ کے مجموعہ فتاویٰ جلد دہم الف اور ب کی لمبی فہرست پر سرسری نظر ڈالتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے سماجی مسائل کے حل کرنے میں کس قدر باریکی سے کام لیا ہے؟ جس شرح و بسط کے ساتھ آپ نے سماج و معاشرہ کی خدمات انجام دی ہیں شاید ہی اس طرح کی خدمات کسی اور کے یہاں پائی جاتی ہوں؟ ان کے سماجی اور معاشرتی خدمات کن زاویوں میں پائی جاتی ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں اور پھر غور کریں:

(۱) اعتقادیات: ایمان، کفر، شرک، جرم، گناہ اور توبہ و شرک وغیرہ کسی بھی سماج میں ’’اعتقادیات‘‘ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے کیونکہ سماج کا ہر ایک فرد کسی نہ کسی مذہب سے جڑا ہوتا ہے اور جڑا رہنا بھی چاہئے، اس لئے کہ مذہبی تصور ہی سماج کو بہتر بنا سکتا ہے، اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا سکتا ہے، جہاں مذہبی تصور نہیں ہوتا ہے ایسے سماج اور معاشرہ میں رہنے والوں کے ذہنوں اور دلوں میں کدورت پائی جاتی ہے، بے راہ روی ان کی فطرت میں شامل ہو جاتی ہے اور پھر وہی کام کیا جاتا ہے جس میں ان کا اپنا ذاتی مفاد ہوتا ہے، دوسرے کا مفاد کیا ہے؟ اس طرف کوئی کسی طرح کی توجہ نہیں دیتا ہے، اسی لئے دور حاضر کا سماج بگڑا ہوا سماج ہے، ایسے سماج کی اصلاح کے لئے مذہبی تصور پر زور دیا جائے بلکہ اس پر عمل کرنے کی زبردست تلقین فرمائی جائے، اگر کوئی جرم کرتا ہے تو واجبی طور پر اسے سزا دی جائے اور جو بے گناہ ہیں انہیں کسی طرح کی دشواریوں میں نہ ڈالا جائے مگر آج کیا ہو رہا ہے سب کو معلوم ہے جس سماج میں اس قسم کے واقعات پیش آئیں وہ سماج کیسا ہوگا؟ سب پر روشن ہے۔

(۲) شرب و طعام: ولیمہ، ضیافت مہمانی اور مہمان نوازی، ہم بہت ہی پہلے بتا چکے ہیں کھانا اور پینا انسان کی ضروریات میں داخل ہے، یہ وہ ضروریات ہیں جن کے بغیر انسانی حیات خطرۂ عظیم میں پڑ سکتی ہے، کیا کھانا چاہئے اور کیا نہیں کھانا چاہئے کیا پینا چاہئے اور کیا نہیں پینا چاہئے، ان تمام پہلوؤں پر غور کرنا ضروری ہے، کسی سماج میں مہمان کی حیثیت کیا ہوا کرتی ہے اور اس کی مہمان نوازی میں کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے، یہ تمام باتیں سماج سے تعلق رکھتی ہیں ان پر غور کرنا اور ضروری ہدایات کا جاری کرنا خالص سماجی خدمات کے زمرے میں آتا ہے، امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس جہت سے بھی سماج کی خدمات انجام دی ہیں اور احسن طریقہ سے انجام دی ہیں، جسے اس بارے میں کسی طرح کا شک و تردد ہو تو وہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم اٹھا کر مطالعہ کر لے اور دیکھ لے کہ سماجی خدمات کیا ہوا کرتی ہیں، دور ہی کھڑے رہنے سے آپ کو کیا جانکاری ہوگی، نزدیک آ کر دیکھئے۔

(۳) ظروف و زیور: انگوٹھی، سونے چاندی اور پیتل تانبے کے استعمال کے بارے میں حکم شرع، اس باب کا تعلق فردیت سے ہے اور سماجیت سے بھی اور انسانی معاشرتی زندگی میں اس کا کیا عمل دخل ہے؟ اس بات کو سبھی جانتے ہیں، سماج کا پہلا نمائندہ فرد ہوتا ہے، اس کے بعد گھر کا ماحول ہوا کرتا ہے پھر اس کے بعد خاندان کی بات آتی ہے اسی سماج میں اہل محلہ بھی شامل ہوتے ہیں اور شہر کے رہنے والے افراد بھی اور ملکی پیمانے پر بھی سماج کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے، ہر جگہ برتنوں کی ضرورت پڑتی ہے، شادی بیاہ کے پروگراموں میں بھی اس کی اشد ضرورت پڑا کرتی ہے، ان تفصیلات کے ذریعہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ظروف، زیور اور اسی طرح کے دوسرے سامان بھی سماج کے

* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

معاملات میں کافی اہمیت رکھتے ہیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس بارے میں جو معلومات فراہم کی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، ان ساری چیزوں کا مطالعہ بھی سماجیات میں شامل ہے اور اگر کوئی اس بات سے انکار کرتا ہے تو انہیں چاہئے کہ ''فسانہ عجائب'' کا مطالعہ کرے جس میں ظروف اور برتنوں کے ذریعہ اس دور کے سماجی تقاضوں کو بتانے کی کوشش کی گئی ہے، بہرحال اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ظروف اور برتن بھی اپنے دور کے سماج کی نمائندگی کرتے ہیں اور اگر منطقی طور پر ان برتنوں پر غور کیا جائے تو اسے بھی انسانی ضرورت میں شامل کیا جاسکتا ہے اگر چہ اس شمولیت کی حیثیت خصوصی نہ ہو کر عمومیت بن کر رہ جائے گی۔

(۴) لباس: عمامہ، ٹوپی، جوتا وغیرہ کے بیان میں، لباس کیا ہے؟ سماجی، معاشرتی اور تہذیبی عمل کا ایک حصہ ہے، میں نے اسے ''سماجی عمل'' کا ایک حصہ کیوں قرار دیا؟ شاید اس کی کوئی نہ کوئی وجہ آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہو، اگر فرض کر لیا جائے کہ کوئی وجہ موجود نہیں تو میں اس بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لباس کا معاملہ کچھ ایسا ہوتا ہے کہ اس بارے میں نظریہ کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی ہے، بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک اچھا خاصا انسان جو علم وادراک میں بھر پور ہو، فکر وشعور اور دیگر تمام خوبیوں کا پیکر ہو، حسن وکشش میں ایسا با کمال ہو کہ اس کا کوئی جواب نہ ہو، شیریں گفتار ہو غرض کہ جس قدر خوبیاں ہیں سب ان میں پائی جائیں اور زبردست علمی، فنی اور تہذیبی نظریئے بھی رکھتا ہو، باوجود ان خوبیوں کے اگر وہ عریانی حالت میں کسی سے گفتگو کرے تو کوئی بھی انسان اس سے بات کرنے کو تیار نہیں، اس لئے کہ اس کے جسم پر کسی طرح کا لباس نہیں اگر چہ ان کی شخصیت میں بہت ساری خوبیاں پائی جاتی ہوں، معلوم ہوا کہ انسان کو ایک معمولی قسم کے لباسوں نے اسے کیا دیا؟ اور کیسے دیا ہے، کتنا دیا اور کیوں دیا؟ اسی لئے میں کہتا ہوں، سماج کے لئے لباس کتنا ضروری ہے اسے سمجھ کر ہی چلنا چاہئے، ٹوپی عمامہ اور دوسرے قسم کے لباس میں بڑی جان ہوتی ہے جوتے، چپل اور موزے وغیرہ بھی لباس میں آتے ہیں کبھی کبھی اس کی بھی ضرورت پڑتی ہے، اس بنا پر میں نے لباس کو زبردست حیثیت دی اور اسے نہایت خوبصورت انداز سے تعبیر کیا ہے، لباس ہے تو سب کچھ ہے اور جس کے پاس لباس نہیں گویا اس کے پاس کچھ نہیں۔

(۵) دیکھنا چھونا: پردہ، حجاب اور دیوثی کے مسائل، سماج صرف مردوں سے نہیں بنتا ہے اور نہ ہی صرف لڑکوں سے بنتا ہے سماج کے دو کارآمد پہیوں میں سے ایک پہیئے کا نام عورت، لڑکی ہے، ان کا بھی سماج میں اتنا ہی رول ہوتا ہے جتنا ایک مرد کا ہوا کرتا ہے، سماج ومعاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں عورت کا بھی اُتنا ہی رول رہا ہے جتنا کہ ایک مرد کا رول رہا کرتا ہے، سماجی اعتبار سے عورتیں گھر کی زینت ہوا کرتی ہیں، بچوں کی تربیت جس احسن طریقہ سے عورتیں کر لیتی ہیں مرد نہیں کر سکتا، اس لئے عورتوں کو پردہ میں رہنا چاہئے، پردہ ان کا زیور ہوا کرتا ہے کسی بھی عورت کو بے محرم مردوں کے سامنے آنا سخت منع ہے، اب رہی بات دیوث کی تو دیوث اس مرد کو کہا جاتا ہے جو اپنی بیویوں کے بے پردہ نکلنے پر راضی ہو، ایسے مردوں کو بھی اس سماج میں برا تصور کیا جاتا ہے، غیر محرم عورتوں کو دیکھنا اور اس کے بدن کے کسی حصہ کو چھونا سخت منع ہے، اس طرح کی باتیں دور حاضر کے سماج میں کہاں پائی جاتی ہیں، بازاروں، میلوں اور ٹھیلوں میں عورتیں نہایت ہی بے پردگی کے ساتھ نکلتی ہیں اور ان کے شوہر بھی ہوا کرتے ہیں۔

یہ وہ مسائل ہیں جو سماج کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں، ان پر قدغن لگنا چاہئے اور عورتوں کو بے پردہ بازاروں میں جانے سے منع کرنا چاہئے مگر افسوس اس بات پر ہے دور حاضر میں اسے معیوب نہیں جانا جاتا بلکہ اسے فیشن کے طور پر اپنایا جاتا ہے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس طرح کے سماج میں شفافیت لانا چاہتے ہیں جیسا کہ ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے، اس بات میں یقینی طور پر سچائی پائی جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت کے یہاں نہ صرف سماج کا تصور پایا جاتا ہے بلکہ آپ نے اس میں خیر وفلاح لانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے جس کام کو انہوں نے ادھورا چھوڑا تھا اسے تکمیل تک لے جانے میں آپ کے خاندان

کی عظیم شخصیتوں نے کوشش کی ہے جو سب پر عیاں ہے اور جہاں تک ہمارے علمائے کرام کی بات ہے تو اس بات کو دو دو چار کی حیثیت جانتے ہیں اور اسے تسلیم بھی کرتے ہیں۔

(۶) **سلام وکلام**: مصافحہ، معانقہ بوسہ، دست بوسی اور پاؤں بوسی کے تعلق سے احکام شرع، سلام وکلام، مصافحہ، معانقہ اور دست بوسی کو ہلکے میں نہ لیا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے دلوں میں محبت اور ذہنوں میں شفافیت نمایاں ہوتی ہے، یہ ساری چیزیں ایک دوسرے کی نفسیات، عادات اطوار اور تعظیم ومروت کے جذبوں کو بیدار کرتی ہیں، والدین کا کیا مرتبہ ہوا کرتا ہے؟ اساتذہ اور معلمین کس بلند مرتبے پر فائز ہیں، ان باتوں کو کون بتاتا ہے؟ اگر انہیں جاننا ہی ہو تو اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ اور رسائل کا مطالعہ کرلیں، بات بالکل صاف ہے کہ انہوں نے جس شد و مد کے ساتھ سماجی خدمات کو انجام دیا ہے ہم اسے کبھی فراموش نہیں کرسکتے اور نہ ہی آنے والے زمانہ میں کوئی فراموش کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔

(۷) **داڑھی، ختنہ، حلق وحجامت، مونچھ، سر کے بالوں اور ناخن ترشوانے کے بارے میں**: ان میں کچھ وہ ہیں جو فطرت سے متعلق ہیں جہاں تک داڑھی کا مسئلہ ہے اسے تو ''شعار اسلام'' کہا گیا ہے، شعار اسلام ہونے کا مطلب یہی ہے کہ داڑھی اسلامی سماج کا ایک اٹوٹ حصہ ہے اور کسی کے چہرہ پر داڑھی کے ہونے سے جو چمک نمودار ہوتی ہے اس کا ایک مشت ہونا ضروری ہوا کرتا ہے ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے نہ ادھر ہیں اور نہ اُدھر ہیں اس لئے کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے داڑھی کے اوپر ایک رسالہ ہی تحریر فرمادی ہے، جہاں اس تحقیقی کاوش کو علمی اور فنی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے وہیں اسے سماجی حیثیت سے بھی دیکھا جائے۔

(۸) **زینت کے مسائل**: سرمہ، مسی، خضاب، مسواک مہندی، سنگار وغیرہ، زینت مردوں کے لئے حرام ہے اور عورتوں کے لئے شرعی حد تک جائز ومباح ہے، کون سی زینت جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے، ان ساری باتوں کا ذکر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کتابوں اور ان کے رسالوں میں پایا جاتا ہے، جب عورت کو سماج کے ایک کردار کے روپ میں دیکھا جاتا ہے تو ظاہر ہے عورتوں کے تعلق سے جتنی باتیں پائی جاتی ہیں انہیں بھی سماج میں شمار کیا جاسکتا ہے، اسی طرح زینت اور اس کے ساز وسامان کو رسم ورواج کے طور پر دیکھا جاتا ہے، رسم ورواج کہاں پائے جاتے ہیں؟ سماج میں یا سماج سے باہر؟ اگر سماج میں پائے جاتے ہیں تو زینت اور اس کے متعلقہ ساز وسامان کو کس خانہ میں رکھا جاسکتا ہے؟ یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

(۹) **کسب واقتصادیات**: خرید وفروخت، اجرت ورشوت، سود، پیشہ صنعت وحرفت، دین نذرانہ، بیمہ، ترکہ ومیراث، غصب اور ذرائع آمدنی، حلال وحرام، علم وتعلیم، علما تلامذہ، تلامذات، مفتی وافتا، کتابت اور دیگر علوم وفنون کے بارے میں، دور حاضر میں انسان مالدار بننے کے لئے کیا کیا نہیں کرتا ہے؟ چوری، ڈکیتی اور پھروتی جیسے خطرناک مسائل کو آمدنی کے ذرائع کے طور پر دیکھا جاتا ہے، روپے پیسے سے ایسی محبت کس کام کی؟ جو انسان کو حرام کاموں میں گرفتار کردے، ہاں کمائی کے جو ذرائع جائز و طیب ہیں انہیں اپنانے میں کوئی حرج نہیں، یہ رہنمائی خالص سماجی رہنمائی ہے اور اعلیٰ حضرت بریلوی نے اس کے بارے میں رہنمائی کرکے سماج کی بہترین خدمت کو انجام دی ہے۔

(۱۰) **لہوولعب**: راگ، مزامیر، موسیقی، قوالی، رقص وسرود، وجد وتواجد مزاح، کھیل کود اور دوسرے قسم کے تماشے وغیرہ کی تفصیلات، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باب میں جن چیزوں کا ذکر کیا وہ ساری چیزیں دور حاضر کے سماج میں عناصر کی حیثیت رکھتی ہیں اور عناصر میں بھی انہیں نمایاں عنصر کی حیثیت رکھتی ہیں، ہمارے سماج ومعاشرہ کا کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس میں ناچ گانے نہ ہوتے ہوں خواہ ٹی وی کی اسکرین پر دیکھے جائیں یا کہیں اور دیکھے جائیں، بہرحال اس کا بہت زیادہ رواج ہوچکا ہے، بچے نوجوان، بوڑھے اور دوسری جانب لڑکیاں عورتیں اور بوڑھیائیں وغیرہ بہت زیادہ شوق سے دیکھتی ہیں اور جب کبھی موقع ملتا ہے ہمارے گھر کی عورتیں بھی ناچنے سے نہیں چوکتی ہیں، ایسا سماج جس

میں ناچ گانوں کی بہتات ہو، ایسا سماج کیسا ہوگا اس بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے اسے تو ہم لوگ ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہے، یہ سماج کہاں کہاں جائے گا اس بارے میں کچھ کیا کہا جا سکتا، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اسی قسم کے سماج کی اصلاح فرمائی ہے اور اس کے لئے حدود متعین کر چکے ہیں۔

(۱۱) **امر بالمعروف، نہی عن المنکر:** یہ ایک ایسا باب ہے جو سماج و معاشرہ کو خیر کی جانب لے جاتا ہے اور اس میں فلاح و بہبودی کو نمایاں کرتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جس سماج میں یہ باب نہیں ہوتا ہے اور کوئی نیکیوں کو بڑھاوا نہیں دیتا یا برائیوں کی بیجا حمایت کرتا ہے وہ سماج کھوکھلا ہوتا ہے اور اس کے نظریات و تجربات میں کسی قسم کی کشش نہیں ہوتی ہے دور حاضر میں کسی سماج میں ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' پر توجہ مبذول نہیں کی جا رہی ہے اس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ سماج ٹوٹ چکا ہے اور سماج کے افراد نہایت ہی شرمناک امور کے انجام دینے میں مشغول ہیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس پر خاص طور سے توجہ فرمائی ہے آپ نے اچھائیوں کو فروغ دینے میں زبردست کوششیں کی ہیں اور برائیوں کو پنپنے نہیں دیا ہے، یہی سبب ہے کہ آپ کی تحریروں، رسالوں اور تصنیفات سے سماج کا جو تصور ابھر کر آتا ہے ماشاء اللہ اس کا کہنا ہی کیا ہے، اس میں تو بڑی کشش پائی جاتی ہے۔

(۱۲) **مرض و تداوی:** سماج کوئی بھی ہو ''مرض و تداوی'' سے خالی نہیں ہوتا ہے، اس میں کوئی بیمار ہوتا ہے اور کوئی اس بیماری کا علاج بھی کرتا ہے، کون علاج کرے؟ کون سی دوائیں استعمال کی جائیں؟ علاج کرنے کا جذبہ کیا ہونا چاہئے؟ انہیں ساری باتوں پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے توجہ دی ہے مگر افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ دور حاضر میں خیر و فلاح پر مبنی اس پیشہ طبابت کو تجارت کا پیش خیمہ بنا لیا گیا ہے اس دور میں کسی بھی مرض کا علاج کرنا بڑا مشکل مسئلہ بنتا جا رہا ہے اس بارے میں اعلیٰ حضرت کے جو ارشادات ہیں ان پر عمل کرنے کی شدید ضرورت ہے، افراد نسل انسانی، تنظیمیں اور حکومتی اداروں کو بھی اس بارے میں سوچنا چاہئے کہ کس طرح علاج و معالجہ میں شفافیت لائی جائے اور اس کے لئے کون سی تدبیر عمل میں لائی جائے تاکہ مریض اور اس کے تیمار دار نظام علاج پر اپنے اعتماد کو بحال کر سکیں۔

اب تک جو باتیں پیش کی گئیں، ان میں صرف مرکز اہل سنت کے تعلق سے سماجی خدمات کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے اگر تفصیل سے انکا تذکرہ کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں اس کے لئے ایک دفتر عظیم چاہئے اور اگر اسے فنی تناظر میں لایا جائے تو اسے ایک فن کی حیثیت دی جا سکتی ہے اور میں نے جہاں تک مطالعہ کیا ہے تو اس مطالعہ کے درمیان میں نے محسوس کیا کہ ماہرین سماجیات نے بھی اسے صرف ایک مضمون کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے اب تک کسی نے اسے فن کی حیثیت سے دیکھا نہیں ہے، میرے پاس ڈاکٹر سلامت اللہ کی لکھی ہوئی ایک کتاب ہے جس کا نام انہوں نے ''تعلیم، فلسفہ اور سماج'' رکھا ہے، جب میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو مجھے مایوسی حاصل ہوئی کہ انہوں نے سماج کے تعلق سے کچھ نہیں بھی لکھا اور اس کے تعلق سے جو بھی انہوں نے وضاحت کی ہے وہ صرف برائے نام ہے، انگریزوں کے زیر اثر جو تبدیلیاں واقع ہوئیں ہماری زندگی میں، ہمارے سماج اور ہمارے معاشرہ میں، ان تبدیلیوں کو انہوں نے سراہا ہے مگر وہ سماج جو ہندوستان میں غیر متزلزل اصولوں کی بنیاد پر قائم تھا انہوں نے اس سماج کو فرسودہ اور جمودی سماج قرار دے دیا، کہنے کو ڈاکٹر صاحب دانشور کہے جاتے ہیں مگر ان کی سوچ اس قدر گھٹیا ہے کہ بس مت پوچھئے! سماج کا جو صحیح تصور ہے اس کی طرف ان کا ذہن جاتا ہی نہیں ہے، خیر مجھے اس وقت کسی کے نظریہ اور سوچ پر تنقید کرنا ہمارا مقصد نہیں بلکہ اس بات پر غور کرنا ہے کہ دنیا میں امام احمد رضا جیسا کوئی سماجی ماہر اور سماجی محقق نظر آتا نہیں، غیروں کی آنکھوں سے دیکھا تو کیا دیکھا، اصل میں دیکھنا وہ ہوتا ہے جسے انسان اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اپنے دماغ سے غور کرے اور پھر اپنی قوت فیصلہ کو کام میں لائے مگر جدید علوم و فنون کے شیدائیوں نے ایسا نہیں کیا، ہاں انہوں نے سماج اور معاشرہ کی تشکیل میں تیر مارا تو ایسا کہ اسلامی سماج کی دھجیاں

بکھیر دیں اور اسلامی سماج کے متوازن ایک نئے سماج کی بنیاد رکھ دی اور اس نئے سماج کے بنیادی عناصر میں انہوں نے بد اخلاقی، بے مروتی، بے پردگی، بغیر کسی حجاب و پردہ کے سرعام جانے کی کی اجازت دے دی اور غیر محرم مردوں کے بیچ آنے جانے کی اجازت دیدی، مخلوط تعلیم وتربیت پر کوشش وزور کو سماج میں شامل کر دیا اس کے علاوہ انہوں نے دوسروں کے مفاد پر اپنے مفاد کو ترجیح دے دی وغیرہ وغیرہ، یہی وہ نیا سماج ہے جس میں عورتوں کو آزادی کے نام پر ان کے اختیارات میں ایسی توسیع کردی گئی کہ حد سے کہیں زیادہ ہوگئی اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ ایسے سماج کی اصلاح کی جائے اور اس میں تجدید کی جائے یہ کام بھی "مرکز اہل سنت وجماعت" سے کی گئی، اس بات کا یقینی طور پر خیال رکھا جائے کہ سماج افراد ورجال پر مشتمل ہوا کرتا ہے، اس میں جہاں مرد شامل ہیں، وہیں عورتیں بچے، بوڑھے بھی شامل ہیں، آپ انہیں افراد کی تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں: مفید، مستفید، منفرد!

مفید... وہ جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔

مستفید... وہ کہ خود دوسروں سے فائدہ اٹھائے۔

منفرد... وہ کہ دوسروں سے فائدہ لینے کی اسے اجازت نہ ہو اور نہ دوسروں کو فائدہ پہونچا سکتا ہو۔

مفید اور مستفید کو عزلت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب ہے۔" [ملفوظات ۳/۴۷]

افراد سماج کا تجزیہ کرنا بعینہ سماج کا تجزیہ کرنا ہے، دور حاضر میں کون سا ایسا ماہر سماج ہے جس نے اس انداز میں سماج اور افراد سماج کا تجزیہ کیا ہو؟ جہاں تک میں نے اب تک سماجی مضامین کا مطالعہ کیا ہے، ان میں سے کسی مضمون میں اس طرح کا تجزیہ میری نظر سے نہیں گزرا ہے، یہ سرکار اعلیٰ حضرت کا انفرادی کمال ہے یا پھر ان کے بزرگوں کا کمال ہے، اس تقسیم کی بنیاد پر ہی دیکھا جائے کہ سماج میں اس طرح کے کتنے لوگ پائے جاتے ہیں جو کسی اور کو فائدہ دے سکتے ہیں اور کسی دوسرے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور جو منفرد قسم کے لوگ ہیں ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ گوشہ تنہائی میں چلے جائیں، اسی فائدہ دینے اور کسی سے فائدہ اٹھانے پر ہی سماج بنتا ہے اور معاشرہ کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے اور جس کے اندر نہ فائدہ دینے کی صلاحیت ہو اور نہ کسی سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت ہو اس کا سماج میں کیا کام؟ اور معاشرہ سے ان کا کیا تعلق؟ اس لئے اسے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ کسی گوشہ میں جا کر بیٹھ جائیں اس کے لئے صرف اجازت ہی نہیں بلکہ ان پر ایسا کرنا واجب قرار دیا گیا ہے۔

سماج تو بہرحال سماج ہے اس کے سارے افراد نہ ایک جیسے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ایک جیسے صرف برے ہو سکتے ہیں اور نہ ایک جیسے سب کے سب اچھے ہو سکتے ہیں، ہاں! اتنا تو ضرور ہوتا ہے کچھ اچھے ہوتے ہیں اور کچھ برے ہوتے ہیں، بروں سے بھی گناہوں کا صدور ہوا کرتا ہے اور اچھوں سے بھی ان کا صدور ممکن ہو سکتا ہے، گناہ جس سے بھی سرزد ہو اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے جب چاہے صدق دل سے توبہ کرلے اور اپنے کئے گناہوں سے عفو وتلافی کرلے جو اچھے اور صاف دلی سے توبہ کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے:

"التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ یعنی جو گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو اس کے سارے کے سارے گناہ دھل جاتے ہیں۔"

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی اسی سماجی زندگی کے ایک عظیم شخصیت کے مالک ہیں، ان کی زبان میں ایسی تاثیر فرما دی کہ آپ جو کچھ بھی فرماتے یا لوگوں کو نصیحت فرماتے براہ راست ان کے دماغ پر اثر انداز ہوتا اور پھر دل کی کیفیت میں ایک انقلاب سا بیدار کر دیتا اور وہ گنہگار انسان توبہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا جیسا کے درج ذیل اقتباس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

"ان کی زبان فیض ترجمان سے بہت سے بے علموں اور فاسقوں کو بھی صلاح وفلاح کی زندگی نصیب ہوئی، ایک بار قریباً چونتیس دن جبل پور میں قیام فرمایا تھا، بے شمار مسلمانوں

※مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم ایک مستند اہل قلم ونقاد ہیں۔

نے اپنے علانیہ اور خفیہ گناہوں سے ان کے دست پاک پر توبہ کی اور زبان کی تاثیر یہ تھی کہ سیدھی سادی باتوں سے لوگوں کے دل امنڈ آتے تھے، نہ جانے مدتوں کے کتنے جھگڑے ان کی دو دو باتوں سے طے ہو گئے اور جو مسلمان باہمی نزاع وآویزش جیسے عظیم گناہ کے مرتکب ہوتے چلے آرہے تھے، چشم زدن میں یک جان ودل ہو گئے، جبل پور کا واقعہ ہے دو بھائیوں میں باہمی نزاع تھی چند کلمات کے بعد فرمایا: آپ دونوں صاحبوں میں جو سبقت ملنے میں کرے گا، جنت کی طرف سبقت کرے گا، یہ فرمانا تھا کہ دونوں کے قلوب پر ایک برقی اثر ہوا اور بے تابانہ ایک دوسرے کے قدموں پر گر پڑے آپس میں نہایت صاف دلی کے ساتھ لپٹ گئے جوش محبت کی یہ حالت ہوئی کہ اگر حاضرین میں سے سنبھال نہ لیتے تو دونوں حضرات اس معانقہ قلبی میں گر پڑتے، خود بریلی میں آئے دن اعلی حضرت کے ہاتھوں پر توبہ کرنے والوں کا کوئی شمار نہیں۔'' [امام احمد رضا اور تصوف ص ۷۸]

سماج کیا ہے؟ ایک فرد کا دوسرے سے اور دوسرے کا تیسرے سے اور تیسرے کا کسی چوتھے سے جڑ جانے کا نام ہے گویا یہ ایک ایسی زنجیر ہے جس میں ایک کڑی دوسری کڑی سے جڑتی چلی جاتی ہے، دلوں میں من مٹاؤ ہوا کرتا ہے اور ذہنوں میں خرافتیں بھی پیدا ہوتی ہیں اسی لئے باہمی نزاع کی صورتیں نمایاں ہوتی رہتی ہیں اور پھر اسی سماج میں کوئی ایسا بھی فرد ہوتا ہے جو نزاعی صورتوں کا ازالہ کرتا ہے، حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی نے سماج کی اس خدمت کو بھی نہایت ہی زوردار انداز میں انجام دیا ہے۔

شہر احمد آباد کے مسلمانوں میں ایک بار باہمی نزاع پڑی، لوگوں نے امام احمد رضا کی خدمت میں لکھا کہ یہاں ایک جھگڑا پڑا ہوا ہے، ایک مسجد مدت سے بن گئی اور ایک مسجد اب بن رہی ہے، ہر دو جانب کے فتوے نکلے ہیں، مذکور دو فتوے آپ کی خدمت اقدس میں روانہ ہیں، بعور ملاحظہ فرما کر جو حکم صحیح ہو روانہ کریں، آپ کی حق تحریر آنے سے ان شاء اللہ العزیز شر مٹ جائے، ایسی امید ہے دونوں فتوؤں کو ملاحظہ فرمانے، مسجد ضرار کی حقیقت بتانے اور دیگر احکام شرعیہ واضح فرمانے کے بعد آخر میں رقم طراز ہیں:

''فقیر بحمدہ تعالی تمام سنی بھائیوں سے خدمت گاری کا شرف حاصل ہے، لہٰذا دونوں فریق سے دست بستہ عرض ہے کہ رنجش جانے دیں انما المومنون اخوۃ پر نظر فرما کر گلے مل لیں، فریق اوّل کو اپنی نیت معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے زائد اس کی نسبت جانتا ہے، اگر واقع میں مسجد انہوں نے محض براہ نفسانیت بقصد اضرار مسجد سابق بنائی ہے تو ضرور وہ مسجد ضرار ہے اسے دور کریں اور تائب ہوں، مگر فریق دوم کو ہرگز حلال نہیں کہ مسلمانوں پر اتنی سخت بدگمانی کرکے معاذ اللہ مسجد ڈھانا چاہیں اور ایسے بے معنی نام کے فتوؤں کی آڑ لیں جو اس سے زیادہ اور کیا ظلم کریں گے کہ مسجد گرانے کا حکم دیتے اور حاکم وقت کو بربادی خانہ خدا پر ابھارتے ہیں، والعیاذ باللہ رب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، فقیر اپنے اس خط کی نقل فریق اوّل کو بھی بھیجے گا کہ میں نے دونوں کی خدمت میں دست بستہ عرض کی ہے اور اصلاح کی توفیق دینے والا خدا ہے والسلام علی جمیع اخواننا اھل السنۃ والجماعۃ۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۰ ر شعبان المعظم یوم الاحد ۱۳۲۹ھ

[فتاویٰ رضویہ ۶/ ۴۱۲]

اس خط پر غور کریں اور اس کے رموز واشارات پر گہری نظر ڈالیں، وقت کا ایک زبردست امام، اہل سنت وجماعت کا ایک عظیم مقتدا، عالم اسلام کا ایک عظیم محقق، سب سے بڑا دانشور اور مفکر، ان کی بلندی کا یہ عالم کہ اوج ثریا بھی زیر نگیں، شہرت و بزرگی کا یہ کرشمہ کہ بڑا سا بڑا ان کے قدموں پر نثار اور جب سماجی خدمت کی بات آئی اور دو فریقوں کے مابین اصلاح کا مسئلہ درپیش آیا، تو دونوں فریق سے دست بستہ عرض گزار ہو گئے، کیا سماج میں ایسا کوئی فرد دکھائی دیتا ہے جو سماج بقیہ ص ۱۹ ر پر

از: حافظ محمد ہاشم قادری*

عظمت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسلاف و اخلاف

رب تبارک وتعالیٰ ہمیشہ اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین ﷺ نے بنی نوع انسانوں کو اللہ کی وحدانیت کا پیغام دیا اور رشد و ہدایت کی تعلیم دی اور بتایا کہ اِھدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہی سیدھا راستہ ہے، اسی پر چل کر انسان اللہ کی بارگاہ کا پیارا بندہ ہونے کا شرف حاصل کرسکتا ہے، اللہ رب العزت نے اولادِ آدم سے اس بات کا عہد لیا ہے کہ میرا راستہ سیدھا ہے، اسی پر چلنا شیطان کو نہ پوجنا ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۔ یعنی اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری بندگی کرنا یہ سیدھی راہ ہے۔" (کنز الایمان)

جب نبی آخر الزماں ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا، لوگوں کو اسلام کی دعوت دی کہ اے لوگو! اللہ ایک ہے اسی کی عبادت کرو اور میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین کا اعلان سنتے ہی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو گلے لگالیا اور پیشانی چومتے ہوئے کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے والے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے انسان ہیں، ظاہری اعلان نبوت سے پہلے ہی آقا ﷺ صادق الوعد الامین کے لقب سے مشہور تھے، آپ کی سچائی پر اعتبار کرنے پر اور ایمان لانے پر آپ کو "صدیق" کا لقب ملا، آپ کے ایمان لانے کا واقعہ بہت دلچسپ وطویل ہے، مختصر تفصیل یہ ہے، ربیعہ بن کعب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا آسمان وحی کی مانند تھا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام سے قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار علاقہ کے بڑے تاجروں میں ہوتا تھا، ایک مرتبہ تجارت کے سلسلے میں آپ ملک شام تشریف لے گئے، یہاں قیام کے دوران ایک رات آپ نے خواب دیکھا کہ چاند اور سورج آسمان سے نیچے اتر آئے ہیں اور آپ کے گود میں داخل ہو گئے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق نے ایک ہاتھ سے چاند اور سورج کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگالیا، حضرت ابوبکر نیند سے بیدار ہوئے تو اس عجیب وغریب خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے قریب ہی ایک راہب کے پاس گئے، اس راہب نے سارا خواب سن کر آپ سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ آپ نے فرمایا: مکہ سے، اس نے پھر پوچھا: کیا کرتے ہو؟ فرمایا: تاجر ہوں؟ وہ راہب کہنے لگا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے خواب کو سچ فرمادیا تو وہ تمہارے ہی قوم میں ایک نبی مبعوث فرمائے گا، اس کی زندگی میں تم اس کے وزیر ہو گے اور وصال کے بعد اس کے جانشین ہو گے، حضرت ابوبکر صدیق نے اس واقعہ کو پوشیدہ رکھا اور کسی کو نہیں بتایا اور جب حضور ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ نے یہی واقعہ بطور دلیل حضور کے سامنے پیش کیا اور حضور ﷺ کو گلے لگایا اور پیشانی چومتے ہوئے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اسی وجہ کر آپ ﷺ نے آپ کو "صدیق" کے لقب سے نوازا۔

(ریاض النضرۃ، جلد اوّل صفحہ ۱۸۳)

*مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب وامام ہیں۔

صحابہ کرام کی عظمت

صحابہ کی فضیلت میں قرآن کی آیتیں شاہد ہیں اور احادیث طیبہ میں کثرت سے عظمتِ صحابہ کا ذکر موجود ہے، قرآن کریم میں محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین ﷺ کے سچ لانے اور سچ قبول کرنے کا ذکر اس طرح ہے:

”وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ، لَهُمْ مَّا یَشَآءُ وْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ۔ (القرآن، سورۂ زمر ۳۹/آیت ۳۳ سے ۳۴) یعنی اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور جنھوں نے اس کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔ ان کے لیے ہے وہ جو چاہیں اپنے رب کے پاس نیکیوں کا یہی صلہ ہے۔“ (کنز الایمان)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے عظیم مرتبہ والے ہیں، صواعق محرقہ میں بروایت ابن عساکر مذکور ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ سچائی لانے والے حضور ﷺ ہیں جو بظاہر اعلان نبوت سے پہلے ہی صادق الوعد الامین سے مشہور تھے، یہ لقب نہ پہلے کسی کو ملا تھا نہ ہی قیامت تک کسی کو ملے گا اور سچائی کی تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اللہ کے وہاں اِن کا بڑا درجہ بڑی عزت بہت شان وشوکت ہے، یہ آیت کریمہ اس امر کی گواہ ہے۔ (تفسیر نور العرفان ص ۳۰۷)

یہ آیت کریمہ صحابۂ کرام کی شان وعظمت وفضیلت میں چار چاند لگا رہی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

(القرآن، سورۃ التوبہ ۹/آیت ۱۰۰) یعنی اور مہاجرین کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجہ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہو گیا اور وہ (سب) اللہ سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے۔“

تمام صحابہ کرام کے جنتی ہونے کا اعلان قرآن کریم میں ہو چکا صحابۂ کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جن میں بعض کے فضائل خصوصی قرآن وحدیث میں منقول ہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سب سے پہلے ایمان لائے پھر عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ (پہلے ایمان لانے سے آپ کو بھی کبریٰ کا خطاب ملا) اور بچوں میں حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم، ابوبکر صدیق کا لقب ”یارِ غار“ بھی ہے جس کا ذکر سورۂ توبہ میں موجود ہے، آپ کا ”لقب ثانی اثنین“ بھی ہے، حضور کے بعد سب سے بڑا آپ کا درجہ ہے کہ انھیں رب نے حضور کا ثانی فرمایا۔ (سورۂ توبہ آیت نمبر ۹)

اسی لیے حضور ﷺ نے انھیں اپنے مصلیٰ پر امام بنایا، حضور کے حیات میں آپ نے ۹/بار امامت فرمائی، آپ کی فضیلتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ کی چار پشت صحابی ہیں (۱) والدین بھی صحابی ہیں (۲) آپ خود بھی صحابی ہیں (۳) آپ کی اولاد بھی صحابی ہیں (۴) آپ کی اولاد کی اولاد بھی صحابی ہیں، یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے، آپ کا لقب ”عتیق“ بھی ہے، صحابی کے درجات کو قرآن نے جگہ جگہ بیان کیا ہے، حدیث پاک میں بھی نبی صادق ﷺ نے بتایا، فرمایا: حضرت ابوسعد خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حدیث اس طرح سے ہے:

”لاتسبّوا الصحابی، فلو انّ احدکم مثل اُحدٍ ذھبًا مَا بَلَغَ مُدَّ احدھم ولا نصیفه“ اخرجه الشیخان فی صحیحیھما۔ یعنی میرے اصحاب کو برا مت کہو، اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مُد غلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ آدھ مد کے برابر (بخاری، حدیث ۳۶۷۳۹، اس حدیث کے راوی عبداللہ بن داوود، ابو معاویہ اور محاضر نے بھی روایت فرمائی ہے۔)

یہ ہے صحابۂ کرام کی عظمت وفضیلت کی اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا صدقہ کر دے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین ایک یا آدھی مٹھی غلہ (جو) بھی اللہ کی راہ میں دے دیں تو احد پہاڑ کے برابر سونا دینے والا کبھی صحابہ کے برابر نہیں کرسکتا ہے، سبحان اللہ سبحان اللہ! حضرت ابوبکر کی فضیلت میں بے شمار احادیث ہیں، یہ حدیث مطالعہ فرمائیں: حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں جب صحابہ کے درمیان انتخاب کے لیے کہا جاتا تو سب میں افضل اور بہتر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیتے، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔ (صحیح بخاری، حدیث ۳۶۵۵)

جب قرآن کریم واحادیث طیبہ میں آپ کی شان وفضیلت کا ذکر ہے تو کوئی انسان آپ کی تعریف کیا کرسکتا ہے، چند خوبیاں مطالعہ فرمائیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ تمام اسلامی جہادوں میں شامل رہے، حق وباطل کی پہلی جنگ، جنگ بدر، اُحد، خندق، تبوک، حدیبیہ، بنی نضیر، بنی مصطلق، حنین، خیبر، فتح مکہ سمیت تمام غزوات (غزوہ وہ جہاد جس میں رسولِ کریم ﷺ شریک ہوئے) میں سرکار دوعالم کی ہمراہی میں شامل رہنے کا شرف حاصل رہا، غزوہ تبوک میں آپ نے جو اطاعت رسول کیا، ایثار (قربانی) و سخاوت کا نمونہ اللہ کے راہ میں پیش کی جس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے، اس غزوہ میں سرکار دوجہاں ﷺ کی ترغیب (کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرنا) پر تمام صاحب استطاعت صحابہ نے دل کھول کر لشکر اسلامی کی امداد کی مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب پر اس طرح سبقت حاصل کی، کہ آپ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے، جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ: اے بوبکر! گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے؟'' تو آپ نے عرض کی ''گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی کافی ہیں۔''

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے خدا کا رسول بس

دورِ رسالت میں امامت واوّل امیر المومنین

دورِ رسالت کے آخری ایام میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نمازوں کی امامت کا حکم دیا، آپ نے مسجد نبوی میں سرکار دوعالم ﷺ کے حکم پر مصلیٰ رسول ۱۷ نمازوں کی امامت فرمائی، نبی کریم ﷺ کا یہ اقدام آپ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ تھا، ایک دفعہ نماز کے وقت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ سے باہر تھے، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو نہ پاکر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کی امامت کو کہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کرواتا دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول یہ پسند کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کرے، یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آپ ﷺ کے اعتماد کا اظہار تھا کہ آپ ہی مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ہوں آپ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابۂ کرام کے مشورے سے آپ کو جانشین رسول مقرر کیا گیا، آپ کی تقرری امت مسلمہ کا پہلا اجماع کہلاتی ہے۔

بارِ خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے مسلمانوں کے سامنے پہلا خطبہ دیا ''بہت طویل خطبہ میں بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں، میں آپ لوگوں پر خلیفہ بنایا گیا ہوں حالانکہ میں نہیں سمجھتا کہ میں آپ سب سے بہتر ہوں، اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے یہ منصب وامارت اپنی رغبت اور خواہش سے نہیں لیا، نہ میں یہ چاہتا تھا کہ دوسرے کے بجائے یہ منصب مجھے ملے، نہ کبھی میں نے اللہ رب العزت سے اس کے لیے دعا کی اور نہ ہی کبھی میرے دل میں اس منصب کے لیے حرص لالچ پیدا ہوئی۔'' آپ کی حق گوئی سچائی کی جو باتیں آپ نے خطبہ میں فرمائیں ان میں سے یہ بھی ہے فرمایا ''سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے'' آپ کی اس نصیحت پر ہم تمام مسلمانوں کو عمل پیرا ہونا چاہیے، دنیا وآخرت کی کامیابی اسی میں ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرما رہا ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (سورۃ توبہ ۹ رآیت ۱۱۹ ر ترجمہ کنز الایمان)

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں یہ تعلیم فرمائی ہے کہ انسان کو اپنی صحبت سچے لوگوں کے ساتھ رکھنی چاہیے، جو زبان کے بھی سچے ہوں اور عمل کے بھی سچے ہوں سچائی بقیہ ص ۴۲ رپر

اسلاف واخلاف



مقام اجمیر! اعلیٰ حضرت کی نظر میں

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی*

اسلاف و اخلاف

یہ دور پر فتن ہے، طوفان بدتمیزی اوج پر ہے، سرکشی کا بحر بیکراں موجیں مار رہا ہے۔ لہر کے تھپیڑوں نے اودھم مچا رکھا ہے، الزام و بہتان کی بجلیاں کڑک رہی ہیں، بے ڈھنگے رعدو برق کی مہیب صوت گونج رہی ہے۔ آوارہ بادل کی ظلمات نے اپنا پر پھیلا دیا ہے، باران ہوش وحواس باختہ کے نزول کے آثار ہیں۔ قیامت سے قبل قیامت کے دلدوز مناظر رقص کناں ہیں جہالت کے بادسموم کی گرم بازاری ہے، عدل وانصاف کا برسر عام خون ہو رہا ہے۔ شرافت کے دامن کو داغدار کرنے کی بے جا کوشش کی جارہی ہے۔ حقانیت وصداقت کے فلک بوس عمارت پر سنگ باری کا سیلاب امنڈ پڑا ہے، ہر کس و نا کس کی زبان دراز ہو چکی ہے۔ انگشت نمائیوں پہ انگشت نمائیاں ہیں، برساتی مینڈکوں کی طرح جا بجا ایک ایک ٹولیوں کے شور وغل کی آواز سماعت سے ٹکرا رہی ہے، پاگلوں جیسا بڑ بڑاتا چلا جا رہا ہے اور اسی کو اپنی کامیابی کی معراج تصور کر بیٹھا ہے، ایسے ناگفتہ حالات میں بھی صدائے حق یہ ہے۔ ؎

فلک کو ضد ہے جہاں بجلیاں گرانے کی
ہمیں بھی ضد ہے وہیں آشیاں بنانے کی

جہاں بیشمار اعتراضات ہو رہے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بریلی نے اپنی کتابوں میں اجمیر مقدس کا ذکر نہیں کیا ہے، دو ماہ قبل کرنول آندھرا پردیش خطاب کے لئے حاضر ہوا تو حضور سید غلام صمدانی صاحب جو حضر سید قمر پیر صاحب شطاری دامت برکاتہم القدسیہ کے شہزادے ہیں انہوں نے حضرت کی موجودگی میں تذکرہ کیا کہ سید عارف صاحب کرنول نے ایک اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امام حمد رضا صاحب نے سلطان الہند حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اتنا سننا تھا کہ حضور قمر پیر صاحب دام ظلہ العالی نے پر جلال لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ توبہ کرو تم نے ایسے شخص کو لفظ عارف سے یاد کیا وہ عارف نہیں غیر عارف ہے۔

اور میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ مفتی صاحب آج آپ کے خطاب کا عنوان ہوگا سلطان الہند اور امام احمد رضا یہ میرا حکم ہے احقر نے اس ممبر نور سے کامل جواب دیا اس کے بعد مخالفین ومعاندین کو للکارتے ہوئے کہا کہ محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق کھنگال لیا جائے میرا دعوی ہے کہ گستاخی کا ایک زبر بھی نکال کر دکھایا نہیں جاسکتا ہے بلکہ حیات پاکیزہ کا لمحہ لمحہ سلطان الہند علیہ الرحمۃ کے حیات طیبہ کا عکس جمیل دکھائی دیگا کتنی بڑی جسارت ہے کہ دن کے اجالے میں کذب بیانی کی گندگیوں سے اپنی زبان آلودہ کرتے ہیں اور اس کے بعد بھی اپنے آپ کو سید کہتے ہوئے شرمندگی کا احساس نہیں کرتے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شہزادہ اور زبان پر جھوٹ اور وہ بھی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔ (الامان والحفیظ)

قاتل تو قتل کر کے چلا سوئے میکدہ
اس کو خبر ہی نہیں کہ لہو بولتا بھی ہے

چند روز بعد ہی سید رضوان صاحب نظامی لاابالی کرنول آندھرا پردیش ایک اجلاس سے خطاب کرنے ہاسپیٹ کرناٹک حاضر آئے، ان کی خطابت کا لب ولہجہ سماعت کیجئے اور سینہ کوبی کیجئے کہ ہم قادری ہیں لیکن ہمیں ہندوستان میں رہنا ہے تو خواجہ سے پیار کرنا پڑے گا، مطلب واضح ہے کہ ہندوستان کے ماسواء پر خواجہ علیہ الرحمہ کی محبت ضروری نہیں، یہ کیسی محبت ہے، محبت حدود و قیود کی محتاج نہیں، سیما ریکھا نہیں دیکھا کرتی، جہاں یہ چیزیں حائل ہوں درحقیقت وہ محبت ہی نہیں ہے، بلکہ مطلب

* مضمون نگار فخر ازہر دارالافتاء، ہاسپیٹ بلاری کرناٹک کے مفتی ہیں۔

پرستی ہے، مطلب پرستی کو محبت نہیں کہتے۔

اگر یہ خیال ہے کہ غریب نواز علیہ الرحمہ سلطان الہند ہیں اس لئے باشندگان ہند پر محبت لازم ہے، دوسری جگہ جانے پر وہاں کے سلطان سے محبت لازم ہوگی، تو یہ بھی ایک قول عبث ہے اس معنی کر حضور غریب نواز علیہ الرحمہ عالم اسلام کے سلطان ہیں، جہاں جہاں خدا کی خدائی ہے وہ مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں شامل ہے اور ہر اس جگہ ہندالولی علیہ الرحمہ کی حکومت ہے، جہاں کا باشندہ گستاخی ہوگا وہ مستحق عتاب ہوگا، بلکہ جو بھی ولی ہے ہر ایک کی محبت لازم چاہے جہاں رہے۔

تیرے پائے کا کوئی ہم نے نہ پایا خواجہ
تو زمیں والوں پر ہے اللہ کا سایہ خواجہ

خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کا وجود مسعود اہلیان زمین کے لئے خدا کا فضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ہے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ صرف ہندوستانیوں کے لئے نہیں بلکہ پور عالم اسلام کے لئے سائبان ہیں، اب اگر باران ہلاکت خیز سے محفوظ رہنا ہے تو سائبان تلاش کیجئے شاعر نے پتہ بتا دیا کہ وہ سائبان معین الملۃ والدین ہیں، محدث بریلوی کی جانب گستاخیوں کی نسبت کرنے والے خود ہی گستاخ ہیں خود گستاخیوں کا ارتکاب کرتے ہیں، لیکن ملزم دوسروں کو گردانتے ہیں۔ محدث بریلوی سے کسی ولی کی بارگاہ میں گستاخیوں کے صدور کا تصور بھی ناممکن ہے تو پھر سلطان الہند معین الملۃ والدین حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کی شان ارفع اعلی میں گستاخیوں کا الزام کذب بیانی کا بین ثبوت ہے۔

غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے
مسافروں روش کا رواں بدل ڈالو

تقریباً دو چار سال قبل حضور سید مہدی حسن صاحب چشتی اشرفی سجادہ نشیں درگاہ اجمیر شریف کی آمد شیموگہ کی سرزمین پر ہوئی تھی، ملاقات کی غرض سے لاڈج پہنچا حضرت سے ملاقات ہوئی، بیٹھنے کا حکم دیا بندہ بیٹھ گیا، گفتگو کے درمیان فرمایا کہ مجھے دعوت دیتے وقت یہ کہا گیا تھا کہ عرس اعلی حضرت ہے جب یہاں درود ہوا تو جانا کہ یہ کوئی اور اعلی حضرت ہیں جب مطلقاً اعلی حضرت کا لفظ بولا جاتا ہے تو ذہن صرف بریلی کے تقدس مآب زمین کی طرف ہوتا ہے۔

اس وقت احقر الزمن نے پوچھا تھا کہ حضور آپ تو سلطان الہند علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے تعلق رکھتے ہیں، امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے اتنا لگاؤ کیوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سچ ہے کہ ہمارا تعلق اجمیر مقدس سے ہے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے مشن وفکر کی حفاظت وصیانت بریلی نے ہی کیا ہے، پورے عالم اسلام میں اس کو پھیلا دیا ہے، جس کے باعث فاضل بریلوی علیہ الرحمہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے محبوب نظر بن چکے ہیں، محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے محبت کئے بغیر خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی محبت کا دعوا عبث ہے بلکہ اس کی حیثیت ایک افسانے سے زیادہ کی نہیں، آقا سے محبت کا دعوی عاشق صادق اور غلام کامل کو چھوڑ کر مقبول نہیں ہوتی ہے۔

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

معترضین لنگ کے اعتراض کا تجزیہ محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے پاکیزہ تحریر کی ضیا بار کرنوں میں کرتے ہیں تا کہ حقیقت وصداقت کا گلاب شگفتہ ہوکر اپنی بھینی بھینی خوشبوؤں سے مشام جاں کو معطر وعطر بیز کردے، محمد یعقوب خان حسینی محلہ روئی گرام کان پور کے سوال کا جواب دیتے ہوئے محدث بریلوی رقم طراز ہیں کہ سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹ ر ص ۱۰۵)

اس پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ مرشد گرامی کے وصال کے بعد عید کے روز ان کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوا مزار مبارک کی توجہ کے دوران مرشد گرامی کی روحانیت مقدسہ التفات تام ظاہر ہوا اور بکمال غریب نوازی سے آپ نے وہ نسبت خاصہ عنایت فرمائی جو آپ کو خواجہ احرار علیہ الرحمہ سے حاصل تھی۔

[فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹ ر ص ۱۰۶ ر بحوالہ مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب ۲۹۱ ر ج ا ر ص ۴۲۳]

اسلاف واخلاف

قابل غور جملے ہیں

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے سلطان الہند کہا گویا واضح کر دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آپ کو ہند کی سلطنت عطا کی ہے تو قیامت تک ہند کی حاکمیت انہیں کے ہاتھوں میں رہے گی اب جو بھی ہوگا سب کی شمولیت رعایہ میں ہوگی اور سب ان کے غلام ہونگے، فاضل بریلوی نے معین الحق والدین سے یاد کیا مطلب یہ ہے کہ حق و دین کے مددگار تھے، ہیں اور رہیں گے ان کے بعد جنہوں نے اشاعت دینیہ کیا سلطان الہند علیہ الرحمہ کی مدد و تائید سے کیا اس سے ایک اور چیز کا انکشاف ہوا کہ وہ محدث بریلوی کے مددگار و معین تھے فاضل بریلوی نے ضمنی اعتبار سے اس کا بھی اظہار کر دیا اس لیے تو دیکھا جاتا ہے کہ جو در رضا سے بغاوت کرتا ہے، بارگاہ سلطان الہند علیہ الرحمہ سے اس کو سزا مل جاتی ہے، ذرا غور کریں کہ فاضل بریلوی بارگاہ سلطان الہند علیہ الرحمہ میں کتنے مقبول ہیں، فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ " ضرور غریب نواز ہیں" حیات میں بھی غریب نواز تھے پردہ فرمانے کے بعد بھی غریب نواز ہیں اور دخول جنت تک غریب نواز رہیں گے بلکہ اس کے بعد بھی غریب نواز کا سلسلہ جاری رہے گا مکتوبات مجدد الف ثانی کو دلیل کے طور پہ پیش کر کے اس مفہوم کا اثبات کر دیا، کہاں ہیں وہ لوگ جن کو یہ نظر نہیں آتا ہے۔ ؎

آنکھ والے تیری جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اس اقتباس کا بھی مطالعہ کر لیجیے تا کہ آنکھیں نور بار ہو جائیں اور دوبارہ روشنی کی ضرورت در پیش نہ ہو، حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں مولانا برکات احمد صاحب مرحوم جو میرے پیر بھائی اور والد ماجد کے شاگرد تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا خواجہ اگن لگی ہے، یعنی تیرے در سے آس و امید لگی ہے تیسرے روز میں نے دیکھا کہ اچھا ہو گیا۔ (الملفوظ، ج ۳، ص ۴۳ تا ۴۷)

بھاگل پور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی اس نے کہا میاں ہر سال کہاں جایا کرتے ہو بیکار میں اتنا روپیہ خرچ کرتے ہو انہوں نے کہا چلو انصاف کی آنکھ سے دیکھو پھر تم کو اختیار ہے ایک سال وہ ساتھ میں آیا ایک فقیر سونٹا لئے مزار کا طواف کر رہا ہے اور یہ صدا لگا رہا ہے کہ خواجہ پانچ روپیہ لونگا اور ایک گھنٹے کے اندر لونگا اور ایک ہی شخص سے لونگا جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گزر گیا ایک گھنٹا گزر گیا ہوگا اور اب تک اس کو کسی نے کچھ نہیں دیا جیب سے پانچ روپیہ نکال کر ان کے ہاتھ میں رکھے اور کہا لو میاں تم خواجہ سے مانگ رہے تھے بھلا خواجہ کیا دیں گے لو ہم دیتے ہیں فقیر نے وہ روپیہ جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کر زور سے کہا خواجہ تو رے بلہاری (یعنی تیرے صدقے جاؤں) دلوائے بھی تو کیسے خبیث منکر سے۔ (الملفوظ، ج ۳، ص ۴۷/۴۴/۴۸)

محدث بریلوی نے غریب نواز اور خواجہ جیسے کلمات بلیغ کا لفظ ادا کیا اور واقعات کی روشنی میں غریب نواز کے غریب نوازی کا اثبات فرما دیا اور عالم اسلام کے مسلمانوں پر واضح کر دیا کہ کل سے بھی زیادہ دربار خواجہ کا فیضان آج موجیں مار رہا ہے، الزام تراشیاں کرنے والے اپنے قبیلے اور خاندان کا جائزہ لیں کہ اس نے کیا کیا ہے۔ ؎

رزمگاہ حق و باطل کی فضائیں ہیں گواہ
یوں مروڑا آج تک شل پنجۂ اشرار ہے

احسن الوعا لآداب الدعا میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ کون کون سی جگہ ہے جہاں جا کر دعا مانگنے سے دعا رد نہیں ہوتی ہے بلکہ قبولیت کی گارنٹی ملتی ہے، یہ کتاب علامہ نقی علی خان علیہ الرحمہ کی ہے، جس میں ۲۳ رمتبرک مقام کا ذکر تھا محدث بریلوی نے اپنے والد کی کتاب میں کچھ تشریحات کے اضافے کئے ہیں اور اس کا نام ذیل الدعا لاحسن الوعا رکھا اس میں اکیس مقامات

متبرکہ کا تذکرہ فرمایا ایسے چوالیس مقامات ہوئے جہاں دعا قبول ہوتی ہے، اس میں ۳۹/واں مقام حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کے آستانے کو بتایا۔ (ذیل المدعا لاحسن الوعاء ۳۲)

محدث بریلوی کے فرمان سے واضح ہے کہ جب ہر ایک جگہ سے مایوس ہو جائے مطلب برآری کی کوئی ممکن صورت باقی نہ رہے تو ان مقامات پر جا کر اپنے مولی سے دعا مانگے اپنی دعا میں جو کچھ مانگے گا رب اس کو عطا فرمائے گا، اجمیر شریف کی عظمت وتقدس کا یہ خیال بریلی کے قلب وجگر میں محبوس تھا جب ضرورت پڑی تو اس کا بھی انکشاف فرما دیا ایک مقام پر محدث بریلوی رقم فرماتے ہیں۔

اقتباس: اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ایک مقام پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے حوالے سے حضرت امیر ابوالعلیٰ اکبرآبادی علیہ الرحمہ کے یہ دل آویز تأثرات بھی نقل فرمائے ہیں:

''بہ مزار فائز الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ متوجہ بودند از آں جناب دل روبا میہاں یافتند وفیضہا گرفتند۔'' (سیرت خواجہ غریب نواز بحوالہ فتاویٰ رضویہ)

یعنی حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور اس سے دلوں کی تسکین اور فیوض حاصل کئے، ذرا لبغور ان عبارتوں کا مطالعہ کیجئے اور کذب بیانیوں اور افترا بازیوں سے اجتناب کیجئے ورنہ ذلت ورسوائی کا طوق گردن کا ہار بنے گا اور عقبیٰ میں رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اقتباس: حضرات علیہ سادات بہشت کبرائے سلسلۂ عالیۂ چشت رضی اللہ عنہم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴ ص ۷۹)

کیا یہ جملے مدحیہ نہیں ہیں؟ کیا حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ اس میں داخل نہیں ہیں؟ علیہ، بہشت کبریٰ، عالیۂ چشت، کیا یہ کلمات عظمت شان پر دال نہیں ہیں؟ کیا رضی اللہ عنہم کا جملہ قابل غور نہیں ہے؟ محدث بریلوی فرما رہے ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن سے خداوند قدوس راضی ہو چکا ہے، اس طرح عظمت شان بیان کرنے والوں سے گستاخیوں کا تصور بھی ہو سکتا ہے؟ حاشا کلا ہرگز ہرگز نہیں، معترضین سے بس اتنا کہوں گا کہ۔

قریب ہے یارو! روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان لہو پکارے گا آستین کا

معترضین حضرت محدث بریلوی کی اس عبارت کا بھی مطالعہ کرلیں جو حکیم غلام علی صاحب اجمیری کے سوال کے جواب میں رقم فرمایا ہے۔

اقتباس: اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور ان تمام مواقع میں اس کا التزام کرنا اس بنا پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہ کی جلوہ افروزی حیات ظاہری ومزار پر انوار کی (جن کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہ شرافت نہیں جانتا تو گمراہ بلکہ عدو اللہ ہے، صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خداوند قدوس کا فرمان ہے، من عاد لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب (صحیح بخاری کتاب الرقاق ج ۲ ص ۹۶۲ / ۹۶۴) جس نے میرے دوست سے دشمنی کی اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے، اگر یہ ناپاک التزام بر بنائے کسل وکوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتا اور فضل عظیم وخیر جسیم سے محروم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵ ص ۲۶۶)

جس زمین نے سلطان الہند علیہ الرحمہ کے قدم مبارک کا بوسہ لیا ہے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ جہاں آرام فرما ہیں اس تقدس مآب خطہ کی اہانت کا تصور گمرہی ہے ایسا کرنے والا اللہ کا دشمن ہے اس کو کس قلم نے لکھا اور فقہ کی زبان میں لکھا جس کی حیثیت سندی ہوا کرتی ہے کہنا پڑے گا کہ وہ محدث بریلوی کی عالی مرتبت ذات ہے ایسوں کے بارے میں گستاخ کا جملہ ادا کرنا یا سلطان الہند علیہ الرحمہ سے عدم عقیدت کا الزام لگانے سے محدث بریلوی کی عقیدت اور عظمت شان پر کوئی حرف نہیں آنے والا ہے البتہ بہتان تراشی کرنے والوں کی عاقبت برباد ہوگی اور سر محشر ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا مزید آگے فرماتے ہیں:

''بر بنائے اختصار کسی نے صرف اجمیر لکھا اور شریف کی صفت سے متصف نہیں کیا تو خداوند قدوس کے فضل سے تہی دست اور فیوض وبرکات سے محروم رہا۔''

واضح کردیا کہ اجمیر لکھے تو اس کے ساتھ لفظ شریف کے اتصال کا التزام کرے اگر رب کے فضل وکرم اور فیوض وبرکات کا متمنی ہے اس عظمت ورفعت کا اظہار کرنے والا کونسا قلم ہے جواب ظاہر ہے کہ یہی قلم تو ہے جس کو دنیائے اسلام مجدد دین و ملت، قاطع کفر وبدعت، آیۃ من آیات اللہ، معجزۃ من معجزات الرسول، محقق علی الاطلاق، مرجع الخلائق، امام اہل سنت، عاشق صادق، محافظ فکر اولیائے کاملین، فیضان خواجگان چشت اور غلام خواجہ غریب نواز، مظہر غوث پاک، اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام سے جانتی اور مانتی ہے البتہ جہاں گلاب کھلتے ہیں وہیں کانٹوں کا وجود بھی پایا جاتا ہے مگر اس سے گلاب لاجواب کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اتنا ضرور ہوتا ہے کہ جب محبین قربت کی ٹھنڈک کے حصول کے لئے قریب ہوتے ہیں تو کانٹا درمیان میں حائل ہوجاتا ہے وہی کانٹے کے موت کا سبب بن جاتا ہے، اس موقع کی عکاسی کسی نے خوب کی ہے۔ ؎

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ
احمد رضا کا شمع فروزاں ہے آج بھی

دوسرا اقتباس: (غلام معین الدین) اپنے نام سے لفظ غلام کا حذف اس بنا پر ہے کہ حضور خواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالی عنہ و عنہم کا غلام بننے سے انکار واستکبار رکھتا ہے تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث مذکورہ عدو اللہ ہے۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم، قال اللہ تعالیٰ: الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین (القرآن) کیا نہیں ہے ٹھکانہ جہنم میں متکبرین کا اور اگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین اور غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار ومرتدین ہیں "وللکافرین عذاب مبین (القران) اور کفار کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۲۶۶)

جو اولیائے کرام کے غلامی کا منکر ہے بالخصوص غریب نواز علیہ الرحمہ کی غلامی کا منکر ہے وہ گمراہ اور جہنمی ہے خداوند قدوس کا دشمن ہے اور وہابیت کی وجہ سے عدم اقبال ہے تو زندیق، بے دین اور کفار ومرتدین میں سے ہے یہ فقہ کی زبان ہے جس کی ایک عظیم شرعی حیثیت ہے جو سندی حیثیت کا حامل ہو کر مستند ومعتبر ہو جاتی ہے دیوان پہ دیوان مرتب کردیا جائے سیرت وسوانح کی موٹی سے موٹی کتابیں لکھ ڈالیں اس کی وہ حیثیت نہیں جو اس جملے کی ہے ''اجمیر مقدس کا معیار ومقام بریلی کی نگاہ میں کتنا بلند ہے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، میں محدث بریلوی کے معترضین سے کہوں گا کہ اے آسمان علم وفن، افلاک زہد وتقوی اور عشق و عرفان سماویہ پہ کیچڑ اچھالنے والے اپنے پیرہن حیات پہ نظر ڈال لیں، اچھالے گئے پلید خاک کو اپنے وجود پر ہی پائیں گے، انگشت نمائی کرکے اپنے وجود حیات کو گناہوں کی غلاظتوں میں ملوث کرچکے ہیں جس سے پورا وجود ناپاک ہوچکا ہے۔ توبہ کئے بغیر اسی حالت میں رخت سفر باندھ لیا تو جرم کذب بیانی کے پاداش میں سرمحشر رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑے گا اب بھی وقت ہے اپنی حرکات قبیحہ وشنیعہ سے توبہ کرکے راہ راست پر آجائیں تو ان کے حق میں مفید ہوگا۔ ؎

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے کل قیامت میں جو مان گیا

محدث بریلوی کا اجمیر شریف سے محبت وعقیدت کے انہی چند جواہر پارے کو بکھیر دیا جائے تو اس کی گہرائی کا اندازہ لگانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوجائے گا فتاوی رضویہ میں ایک مقام پر رقم فرماتے ہیں "اجمیر معلیٰ" "معلیٰ" کا لفظ کہاں استعمال ہوتا ہے، اردو ادب کے ماہرین اس سے اچھی طرح واقف ہیں عوام کی تفہیم کے لئے مختصر وضاحت کردوں تا کہ معاندین وحاسدین کو زبان طعن کھولنے پر رسوائیوں کے سوغات سے ہمکنار ہونا پڑی۔

معلیٰ کا معنی ہوتا ہے عالی مرتبت، بلند، آخری ساتواں تیر (المصباح وغیرہ) اصطلاح عام میں ہر اس حصہ پر ہوتا ہے جو اس چیز کا آخری حصہ ہو مثلا عرش معلیٰ عرش کے آخری حصہ کا نام ہے اردوئے معلیٰ وضاحت میں اعلی صنف گویا محدث بریلوی نے اجمیر معلیٰ ارشاد فرما کر واضح کردیا کہ ہند کی زمین کے حصوں میں معلیٰ کی حیثیت اجمیر شریف کو حاصل ہے چونکہ اس زمین کو حضور

غریب نواز علیہ الرحمہ سے نسبت حاصل ہے اور وہ ہند کے اولیا میں اعلی مقام رکھتے ہیں اور سلطان الہند کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں اس لئے اس اعتبار سے اس کو سنٹر، ہیڈ کواٹر اور مرکزیت کی حیثیت حاصل ہے اور انہی کے فیضان کرم نے تحفظ عقائد کے لئے بریلی کو مرکزیت کا مقام عطا کر دیا ہے اپنی نگاہ التفات کے ذریعے اپنے مشن اور فکر کو باعتبار روحانیت مسلک اعلی حضرت کا نام دے رکھا ہے تاکہ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کا مشن ان کے غلاموں سے پہچانا جائے اور حق و باطل کے مابین کامل امتیاز پیدا ہو جائے۔ ؎

ہے فیوض غوث و خواجہ کا معطر گلستاں
قاسم انوار برکت مسلک احمد رضا

دوسرے مقام پر ہے" چشت ہشت بہشت کبریٰ" ذرا اس عبارت کو بغور دیکھیں اور دل پر ہاتھ رکھ کر خوب سوچ کر جواب دیں کہ مدحت و ثناء اور مقام تعریف میں اس سے بہتر اور اعظم اور کوئی دوسرا جملہ ہو سکتا ہے؟ جہاں تمام مشائخ چشت کی شمولیت ہو جاتی ہے وہیں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی ایک امتیازی شان سلطان الہند کی ہے اس کی عظمت کا اظہار بھی ہو جاتا ہے اس کے علاوہ بے شمار اکابرین چشت کی مدح و ثنا کے کلمات بلیغ فاضل بریلوی کی کتابوں میں دیکھنے کو ملتے ہیں مثلاً جن میں حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، گیسو دراز، عبدالواحد بلگرامی، حسین احمد اشرفی کچھوچھوی علیہم الرحمہ وغیرہم شامل ہیں۔

ان کے ماسوا خلفاؤ معتقدین و تلامذہ کی ایک ایسی کثیر تعداد پائی جاتی ہے جو لوگ سلسلۂ عالیہ چشتیہ سے منسلک رہے آج جو اعتراض کرتے ہیں وہی اعتراض تو وہ لوگ بھی کر سکتے تھے وہ معترض تو نہیں ہیں البتہ خوشہ چیں، کفش بردار اور محبین میں شامل رہے چونکہ انہیں پتہ تھا کہ محدث بریلوی تو وہ ہیں جو رات دن انبیا اور اولیا کے دشمنوں سے نبرد آزمائیں ہیں عصمت رسالت اور عظمت اولیا پر دلائل و براہین کا انبار لگا کر ان کے مخالفین کو شرمسار کر کے انہیں بالکل بے حجابی سے دوچار کر چکے ہیں آج جو ولیوں کی محبت آبگینۂ دل میں ضیا باریاں کر رہی ہیں یہ محدث بریلوی کی بے لوث خدمات کا ہی نتیجہ ہے اس لئے تو کسی نے کہا ہے کہ

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

اگلوں نے تو لکھا ہے بہت کچھ علم دین پر
جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے

محدث بریلوی کے کلام میں بھی ضمناً و اصالۃً معین الملۃ و الدین حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کا ذکر جمیل ملتا ہے مثلاً حضرت سیدنا حضور ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ کی شان میں جو منقبت ہے اس کا ایک شعر یوں ہے۔ ؎

بوئے کباب سوختہ آئی ہے مے کشو
چھلکا شراب چشت سے جام ابو الحسین

اے عشق و عرفان کے مے کشو بھنے ہوئے کباب کی بو آ رہی ہے اور حضور ابو الحسین علیہ الرحمہ کے ساغر سے چشت کی شراب چھلک رہی ہے تو شراب پیوں اور کباب کھاؤ مارہرہ کا قدیم سلسلہ جوان کے آباؤ اجداد سے چلا آ رہا ہے وہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ ہے حضور شاہ برکت اللہ علیہ الرحمہ حضور شاہ فضل اللہ علیہ الرحمہ کالپوی کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں مرید ہوئے اور خلافت و اجازت سے ہمکنار کئے گئے وہاں سے قادریہ کا فیضان بھی بٹنے لگا۔

مارہرہ مقدسہ قادریت اور چشتیت کا سنگم ہے بلگرام سے آج بھی چشتیہ ہی فیضان بٹ رہا ہے طریقت میں محدث بریلوی کو تیرہ طریقوں سے بیعت کرانے کی اجازت تھی لیکن عام طور پر طریقۂ عالیہ قادریہ جدیدہ میں بیعت کرتے تھے سلسلۂ عالیہ چشتیہ قدیمہ و جدیدہ دونوں کے آپ خلیفۂ مجاز تھے ان کے شجرے میں اسمائے گرامی یوں رقم ہے اقتباس" حضرت سید سلطان الہند خواجہ غریب نواز، حبیب اللہ، وارث النبی، معین الحق والدین حسن چشتی سنجری اجمیری قدس سرہ۔ (امام احمد رضا اور معارف تصوف/ ۶۷/ ۶۸)

یہ چشتی، سہروردی، نقشبندی
ہر ایک تیری طرف آئل ہے یا غوث

سیر العارفین میں ہے کہ حضور غریب نواز علیہ الرحمہ پانچ سے سات دن تک غوث پاک رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہ کر

نورانیت باطنی کا اکتساب کیا (مقام غوث پاک اور امام احمد رضا ۲۳۶) گلزار ابرار میں ہے کہ حضور غریب نواز علیہ الرحمہ نے غوث پاک کے قریب رہ کر مستفیض ہوئے۔ آئین اکبری میں ہے کہ حضور غریب نواز علیہ الرحمہ نے غوث پاک سے فیض پایا جناب محمد صادق المتخلص بہ مشربی علیہ الرحمہ نے اپنی مایۂ ناز کتاب محبوب المعانی میں لکھا ہے کہ حضرت گیسو دراز المعرف بندہ نواز قدس سرہ نے لطائف الغرائب نامی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ قطب عالم حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جب غوث پاک کا اعلان سماعت فرما کر خواجہ غریب نواز نے اپنا سر اور اپنی آنکھیں بچھا دیں تو غوث پاک نے مجلس اولیا میں ارشاد فرمایا کہ فرزند خواجہ غیاث الدین سنجری اطاعت میں تمام اولیا سے سبقت لے گیا، عنقریب وہ صاحب ولایت ملک ہند ہوگا۔ (نوٹ: یہ تمام عبارتیں مقام غوث پاک اور امام احمد رضا سے ماخوذ ہیں، ۲۳۶)

محبوب المعانی میں ہے کہ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی غوث پاک کی دعا سے عالم وجود میں تشریف لائے، نفحات الانس میں ہے کہ سہروردی علیہ الرحمہ نے غوث پاک کی صحبت بابرکت سے بڑا رتبہ پایا غوث پاک نے ان سے متعلق فرمایا تھا:

''انت آخر المشھورین بالعراق۔ عراق کے مشہور لوگوں میں تیرا آخری مقام ہوگا۔'' (بحوالہ مقام غوث/۲۳۸/۲۳۹)

محبوب المعانی میں ہے کہ شیخ عارف عبد اللہ بلخی نے اپنی مشہور کتاب خوارق الاحباب فی معرفۃ قطب الاقطاب خواجہ بہاء الدین نقش بند علیہ الرحمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آ کے مرشد گرامی نے اسم ذات اللہ کا شغل دیا تھا مگر اس کا تصور دل پر نہیں جمتا تھا حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے غوث پاک سے متعلق تذکرہ فرمایا کہ اس کی جانب رجوع کر جب کیا تو غوث پاک کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئے اور پورا وجود ظاہر و باطن اس نقش سے منقش ہوگیا۔ (ایضاً ۲۴۰)

واضح ہوگیا کہ مذکورہ سلاسل پر قادری فیضان کا آفتاب عرفان چمکا ہے اور اس سے تمام سلاسل کے شیوخ کا ظاہر و باطن نور بار ہے۔ جس پر انوار غوثیت آب ہوتی ہے وہ قابل مراتب عظمیٰ ہوتے ہیں گویا اس مدح وثنا میں معین الحق والدین کی بھی مدح سرائی ہوگئی اور فنا فی الشیخ کی لاج بھی رہ گئی اسی کو کہتے ہیں ایک تیر سے دو شکار۔ معترضین بے عقل و خرد آنکھ کھول کر دیکھ لیں کس شان سے محبت خالص کا اظہار ہو رہا ہے اور کس نرالے انداز میں ثنا خوانی و مدح خوانی ہو رہی ہے۔ ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بیٹھا دیئے ہیں

محدث بریلوی نے اجمیر شریف کا تذکرہ نہیں کیا ہے، جن لوگوں کا ہوائی دعوی ہے وہ دیکھ لیں اور اپنی کذب بیانی پر سر کوبی اور جگر سوزی کریں مزید فرماتے ہیں۔ ؎

بخارا و عراق و چشت و اجمیر
تیری لو شمع ہر محفل ہے یا غوث

افغانستان کا ایک شہر ہرات ہے اس سے متصل علاقہ کا نام چشت ہے حضرت خواجہ مودود چشتی علیہ الرحمہ اس چشت کے باشندے تھے، جہاں سے عرفان کا ایک چشمہ ابلا جو سلسلۂ چشتیہ کے نام سے مشہور ہوا، بخارا ایک مشہور شہر ہے جہاں کے ساکن امام بخاری تھے اس خطہ کے رہنے والے ہی حضرت بہاء الدین نقش بندی علیہ الرحمہ تھے، حضرت شہاب الدین سہروردی کو غوث پاک نے عراق عطا فرمایا تھا، اس لیے آپ کو عراقی کہا جاتا ہے غوث پاک کے فیضان کا سورج کیا طلوع پزیر ہوا کائنات عرفان منور ہوگئی اور آج سب کو منور کر رہا ہے گویا غوث پاک کے کرم نے ان تین سلسلوں کو مرکز عرفان بنا دیا اور ولایت کے اعلی وارفع مقام پر پہنچا دیا، کیا یہ ثنا خوانی نہیں ہے اس سے اجمیر معلّیٰ اور صاحب اجمیر معلّیٰ کی فضیلت وعظمت کا آفتاب و مہتاب نیر بار نظر نہیں آرہا ہے کہنا پڑے گا کہ یقیناً آرہا ہے اس لیے تو معین الملۃ والدین ہیں۔ ؎

کس گلستاں کو نہیں! فصل بہاری سے نیاز
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

جہاں محبوب سبحانی کا باران کرم برس رہا ہو محدث بریلوی

اس سے پیار نہ کریں، اس کا تذکرہ نہ چھیڑیں اس جگہ کی خاک کو شفائے کامل تصور نہ کریں، ایسا ہو ہی نہیں سکتا، اجمیر معلّٰی سے جو عقیدت اور لگاؤ بریلی کو ہے دوسری جگہ اس کا پاسنگ بھی نہیں ہے۔ مغالطہ دینے کے لیے فقط دعوی ہے اگر سلطان الہند سے محبت ہوتی تو باغیان خواجہ کی حمایت و رعایت نہیں کرتے بلکہ بریلی کی طرح اس کی بھی یہی آواز ہوتی کہ ؎

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے

محدث بریلوی فرماتے ہیں کہ ؎

مزرع چشت وبخارا و عراق واجمیر
کون سے کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

محدث بریلوی نے اجمیر شریف کا تذکرہ فرمایا کر پیغام سرمدیہ دے دیا کہ اجمیر معلّٰی بھی ہدایت ایمانی، تازگی روحانی، شفائے جسمانی، فیضان عشقی وعرفانی کا سرچشمہ ومنبع اور مرکز ہے، جو بھی در اقدس پہ کشکول فقیری لئے چلا گیا مالا مال ہو گیا، فاضل بریلوی کا ایک قصیدہ اکسیر اعظم کے سے منسوب ہے جو ۱۳۰۲ھ میں دلکھی گئی ہے جس میں ایک شعر ہے۔ ؎

بہر پایت خواجۂ ہنداں شہ کیواں جناب
بل علی عینی وراسی گوید آں خاقاں

اس کی شرح محدث بریلوی نے فارسی زبان میں کیا جس کا نام مجیر معظم رکھا، اس کو ۱۳۰۲ھ میں رقم کیا، اس کی تشریح فارسی زبان میں یوں ہے ''قلت بہر پایت خواجہ ہندا لخ اقول یعنی سیدنا معین الحق والدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وایں جا مناسبت لفظ ''کیواں جناب'' بے خفا وحجاب کہ ہند در قسمت مشہور علی الالسنۃ حظ کیواں است'' حدثنی ابی مقدام المحققین قدس سرہ فیما بلغہ عن السیدالاجل قطب الحق والدین بختیار الکعکی رضی اللہ تعالی عنہ۔ کہ روز پیر ومرشد ما حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ سر مبارک فرود آوردو فرمود: بل علی راسی وعینی بلکہ بر سر وچشمان من حاضراں را ازیں معنی شگفت آمد، حضرت خواجہ بر زبان مبارک راند ایں دم حضرت سید عبد القادر جیلانی در بغداد بالائے منبر برآمدہ ارشاد فرمودہ اند: قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ ہمہ اولیا پائے مبارکش بر گردن خود ہا گرفتہ اند من نیز عرض داشتم بل علی راسی وعینی گردن چہ باشد بر سر من بر چشم من رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین وایں حکایت را درا کسیر اکبر شرح کبریت احمر بلفظ بل علی حدقۃ عینی آوردہ وحدثنا عن انہار المفاخر عن السید الفاخر محمد گیسو دراز عن المولی نصیر الملۃ والدین سراج دھلی رحمھما اللہ تعالی کہ خواجۂ بزرگ بمجرد۔ آگاہی بامر الٰہی مبادرت سر خود بر زمین نہاد و گفت: بل علی راسی، واللہ تعالی اعلم۔

(اکسیر اعظم ومجیر معظم ۷۲/۷۳)

اس فارسی کا اردو ترجمہ ادیب شہیر علامہ محمد احمد صاحب مصباحی سابق صدر المدرسین الجامعہ الاشرفیہ مبارک پوری نے ۱۴۳۳ھ میں کیا اور اس کا نام تاریخی: تاب منظم رکھا جو مجمع الاسلامی مبارک پور و رضا اکیڈمی ممبئی کے زیر اہتمام اشاعت اول کی شکل میں صفر ۱۴۳۴ھ / دسمبر ۲۰۱۲ء میں چھپ کر منظر شہود پر جلوہ بارہ ہوئی، شعر مذکور کا وہی ترجمہ نقل کر دوں جو علامہ موصوف مذکور نے کیا ہے ترجمہ: ہندوستان کے خواجہ وہ زحل کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ نے تمہارے قدم کے لئے بل علی عینی وراسی (بلکہ میری آنکھوں اور سر پر) کہا ایسے عظیم بادشاہ تم ہو بہر پایت خواجۂ ہند۔

اس قول میں مراد سیدنا معین الحق والدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہاں لفظ کیواں جناب کی مناسبت عیاں و بے حجاب ہے اس لئے کہ کرۂ زمین کی جو تقسیم مشہور اور زبان زد ہے اس میں ہندوستان کیوان یعنی آسمان ہفتم کے ستارے زحل کے حصے میں آتا ہے اس کے بعد حضور غریب نواز کے ''بل علی راسی وعینی'' کہنے کو بیان کیا گیا ہے۔ (تاب معظم ۱۴۴)

جس میں سلسلۂ چشتیہ کے تین اکابرین بزرگوں کے حوالے سے اس اقعہ کا ذکر موجود ہے قابل توجہ ان اکابرین کے القابات ہیں مقدام المحققین، سید اجل، قطب الحق والدین، سید فاخر اور

اسلاف و اخلاف

نصیر الملۃ والدین جیسے القابات وہ رقم کرسکتا ہے جو گستاخ ہو اور کیا یہ القابات قابل عظمت، لائق رفعت، اور بے انتہا وارفتگی کا پتہ نہیں دے رہا ہے۔

ان تقدس مآب جگہوں کا مقام ومراتب بریلی کی نظر میں کیا ہے وہ اظہر من الشّمس ہے، اس کے بعد بھی طعنہ زنی ولایعنی کلام، عدم متذاکرہ کی بات وہی کرسکتا ہے جس کا مقصد فتنہ گری سرکشی کے ذریعہ انا کی آتش دروں کو تسکین دینا ہو مگر وہاں بھی ناکامیوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ؎

شیشے کے گھر میں بیٹھ کے پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

محدث بریلوی نے قصیدۂ اکسیر اعظم رقم کرنے کی وجہ بھی فارسی زبان کی شاعری میں کیا، بندہ ترجمہ پر اختصار کرے گا، فاضل بریلوی فرماتے ہیں: فقیر نے ماہ مبارک ربیع الاخر ۱۳۰۲ھ میں سراپا طہارت، حضور پرنور، صاحب فضل وبلند، سلطان المشائخ محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ والرضوان الغیر المتناھی کی زیارت کی غرض سے بریلی سے شد رحال کر کے بارگاہ غیاث پور کی خاک بوسی کی۔

تین دن کے بعد وہاں سے واپس آکر شاہجہاں آباد دہلی میں قیام کا عزم کیا اس سے دو سال قبل میری داہنی آنکھ میں کثرت مطالعہ کے باعث کچھ ضعف آگیا تھا دل نے کہا آنکھ کی شفاو صفا کی امید پر دوائے چشم کے لئے طبیبوں کے پاس رجوع کیا جاسکتا ہے میں نے دل کا مشورہ قبول کیا لیکن چالس دن تک پہاڑ کھودا سوکھی گھاس بھی ہاتھ نہ آئی کوئی چوہیا بھی نہ ملی سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل سے راسخ کی جانب توجہ کی از راہ محبت وشوق حضرت کی مدح میں چند اشعار لکھے۔ رات کے وقت جب سر تکئے سے لگا دیا نیند آگئی اب خواب مجھے کس دروازے سے کس بارگاہ میں لے گیا (وہ سنئے)

ایک رنگین جنت نشان مقام ہے جس کے جنوب میں مسجد ہے اور شمال میں ایک درگاہ ہے بخت رسا کے ہمراہ جب وہاں پہنچا تو اس احاطے میں تین تربتیں نظر آئیں، قبلہ کی جانب حضرت کارساز خواجہ غریب نواز، سلطان الہند، وارث نبی قدس سرہ العلی کا مزار باامتیاز ہے اس کے پیچھے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ایک ایسے چاند کی منزل ہے جس کی تابندگی سورج کی طرح ہے، جیسے آفتاب اور وقت چاشت اور چاند جب سورج کے پیچھے آئے یعنی درجات بخشنے والے صاحب برکات سیدنا شاہ برکات اللہ مارہروی، روح روح الملک القوی کا مخزن برکات مرقد مبارک ہے اس کی پشت پر ایک اور قبر ہے جسے میں نہ پہچان سکا۔ سر عقیدت کو قدم بنایا جب پہنچنے کے قریب ہوا تو دیکھا کہ پہلے خواجۂ بزرگ کا مزار پاک ہے میں پائتانے بیٹھ گیا اب کیا دیکھتا ہوں کہ مرقد کا بالائی حصہ چاک ہوتا ہے اور حضرت خواجہ اس کے اوپر قبلہ رو آرام فرما ہیں، چشم مبارک کھلی ہوئی ہے، قوی تناور، دراز قامت شخصیت ہے رنگ سرخ ہے ساتھ ہی ایک دبدبہ اور شوکت و دلیری بھی عیاں ہے آنکھیں کشادہ، داڑھی کے بال سیاہ وسفید، عیب سے دور محاسن سے بھرپور ذات مبارک ہے۔ بے خود ہو کر دوڑا اور اپنے آپ سے بڑھ گیا وہ خاک پاک جو مزار کے چاک ہونے میں برآمد ہوئی تھی چہرے اور آنکھ پر لگائی پھر کیا تھا اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگا اور سورۂ کہف کی تلاوت شروع کردی دروازۂ مسجد کے پاس چند مجاور میری تلاوت پر ترش رو ہو گئے کہ نماز کا وقت ہے اور اس شخص نے تلاوت کا باب کھول دیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا سبحان اللہ ایک بندہ ایک خواجہ کے سامنے قرآن کی تلاوت میں مصروف ہے ان کے دل پر کیوں گراں ہو رہا ہے اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے لب اقدس میں تبسم کی شیرنی نمایا ہوجاتی ہے گویا مجھے اشارہ فرمارہے ہیں کہ انہیں چھوڑو، تم پڑھو اور خبردار: اے فقیر ان بات کا کچھ خیال نہ کرنا اس التفات کی حلاوت نے میرے دل سے اس ترش رویوں کے انکار کی تلخی مٹادی اب مجھے یاد نہیں کہ: ربنا آتنا من لدنك رحمة ھیّئی لنا من امرنا رشدا (کہف آیت نمبر ۱۰) تک پہنچا تھا یا، ینشر لکم ربکم من رحمتہ ویھیّئی لکم من امرکم مرفقا (کہف/۱۶) تک کہ میری آنکھ کھل گئی اور وہ باب بند ہوگیا، بحمد اللہ، ادھر یہ خواب

اسلاف و اخلاف

دیکھا اور ادھر مرض میں نمایا تخفیف ہوئی میں نے کہا یہ اس پاک تربت کی خاک ملنے کی برکت ہے اور حضرت خواجہ کی یہ بندہ نوازی ہے کہ حضرت محبوب الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے (تاب منظم) بیکل اتساہی نے خوب ترجمانی کی ہے۔ ؎

لے خاک در خواجہ آنکھوں سے لگا بیکل
بینائی بتاتی ہے اکسیر نرالی ہے

کہاں ہیں وہ لوگ جو امام علم وفن پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک سعی کرتے ہیں انہیں تعریف وتوصیف کے کلمات کیوں نظر نہیں آتے ہیں کیا مادرزاد اندھے ہیں یا جہالت مطلقہ کے امراض مہلکہ کے شکار ہیں عصبیت یا حسد اور تنگ نظری نے حقیقت شناسی، صداقت بیانی سے معذور کر دیا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ خرافات کی دنیا کے بے تاج بادشاہ ہیں، جرائم وکرائم کی سلطنت پر گامزن ہیں، دیوبندیت ووہابیت، نجدیت وقادیانیت، شیعیت وخارجیت کی امتیازی آہنی دیوار آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھ رہے ہیں اس لیے عالم بدحواسی میں جو کچھ زبان پر آرہا ہے بکتا چلا جارہا ہے تاکہ اعتماد واعتقاد کی بنیاد ہل جائے تو آسانی کے ساتھ انہیں چاروں طرف منہ مارنے کا موقع ملے مگر اس کو اتنا بھی احساس نہیں ہے کہ یہ حد بندیاں حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کے مشن کا حصہ ہے اور یہی ایمان خالص ہے جو اول سے چلا آرہا ہے اور وہ صورت ایمان کے لیے مفید ہے۔

یہ احسان ہے محدث بریلوی کا کہ انہوں نے حصار بندی کرکے ایمان وعقائد کو لٹ جانے سے بچالیا ہے اور حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے مشن کو ایک ایسی زندگی دے دی ہے کہ اسلام وکفر، ہدایت وضلالت، سنت وبدعت اور صلح کلیت و عدم صلح کلیت کے درمیان خط امتیاز کھینچ کر محبان خواجہ وعدوان خواجہ میں نمایاں فرق پیدا کر دیا ہے۔ شرافت کے لباس فاخرہ میں ملبوس شیطانیت کے چہرے سے نقاب نوچ کر اس کو بے حجاب کر دیا ہے جس کے باعث لوگ سلطان الہند کے شیدائی بنے ہوئے ہیں اس کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے ان پر الزامات کے گرد وغبار کوڈالنے کی ناپاک جرأت کرنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس کا سلطان الہند علیہ الرحمہ سے کوئی لینا دینا نہیں ہے نام بس بے وقوف بنانے کے لئے لیا جارہا ہے۔

دشمنان خواجہ سے سانٹھ گانٹھ کر چکا ہے اس کے باوجود بھی کامل کامیابی سے محرومی نے ایسی حرکت شنیعہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے کیونکہ اس کو اچھی طرح پتہ ہے کہ فکر بریلی ہی اس کی ناکامی کا کارن ہے۔ جب بہتان بازی سے لوگ برگشتہ ہو کر دوری اختیار کریں گے تو میرے دام فریب کے شکار ہو جائیں گے مگر معاندین کا یہ خیال بھی خام ہے۔ ؎

نور حق شمع الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

محدث بریلوی دربار غریب نواز میں نذرانۂ عقیدت بھی لٹاتے نظر آتے ہیں اس کی چند جھلکیاں بھی دکھادوں تاکہ طمانیت کاملہ سے بہرہ مند ہوں حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کے خاص خادم حضرت سید فخر الدین گرویزی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے حضرت سید حسین علی وکیل جاورہ جو خادم آستانہ تھے محدث بریلوی کے ہاتھوں پر بیعت تھے سید صاحب نے اپنی کتاب، دربار چشت، میں فاضل بریلوی کی اجمیر معلیٰ میں حاضری سے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ میرے پیر ومرشد فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز بھی دو بار دربار خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ میں حاضر ہوئے ہیں دوسری حاضری قابل ذکر ہے۔

آپ ۱۳۲۵ھ میں حج زیارت کی سعادت حاصل کر کے جب ساحل ہندوستان پر اترے اور وہاں سے ڈائریکٹ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے آستانے پر حاضر ہوئے یہ حاضری ایسی عقیدت ومحبت کی حامل تھی کہ ہم خدام آستانہ اور تمام مسلمانان اجمیر شریف کے دلوں پر نقش ہوگئی، آج تک ہم خدام میں اس حاضری کے تذکرے ہوتے ہیں جب وصال پر ملال ہوا تو غریب نواز علیہ الرحمہ کے آستانے پر ایصال ثواب کی مجلس کا انعقاد عمل میں آیا، کافی تعداد میں باشندگان اجمیر نے اس میں شرکت کی اور ایصال ثواب کیا وہ محفل ایک زمانے تک یادگار رہے گی۔

(بحوالہ سیرت خواجہ غریب نواز/ ۳۶۸/ ۳۶۹)

بتایا جاتا ہے کہ چار بیاض اشعار کے گم ہو گئے جس میں بے شمار اولیائے ہند کی شان میں منقبت تھے بتایا جاتا ہے کہ چار سو اشعار خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی شان ارفع میں کہے گئے تھے لیکن مجدد دین وملت کو اس کے غائب ہو جانے کا کوئی غم نہیں تھا، ضمنی طور پر اس کا تذکرہ مجیر معظم میں موجود ہے جس سے حضرت کی بات پائے ثبوت کو پہنچ جاتی ہے مثلاً محدث بریلوی فرماتے ہیں محبوب الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے، مگر مدحیہ کلام نظر نہیں آتا ہے مزید فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ میرے بھائی! مجھ ہرزہ سرا نے کبھی شعر گوئی کا فن نہ سیکھا۔ نہ شاعری کا سرمایہ جمع کیا نہ میں شعرا کا دمساز، نہ مشاعرہ باز، نہ یہ دماغ کہ اپنے کام چھوڑ کر ان سب میں لگوں میں اس فن میں کسی کی شاگردگی کا داغ بھی یکسر نہیں رکھتا جو کچھ زبان پر آتا ہے قلم کے حوالے کرتا ہوں، اسے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے کی بھی فکر نہیں ہوتی۔

بہت وقت ایسا ہوتا ہے کہ متفرق اوراق پر لکھ ڈالتا ہوں یہاں تک کہ عربی، فارسی اور اردو منظومات کی چار بیاض گم کر چکا ہوں اور فکر تلاش سے آزاد ہوں کہ جو کچھ رقم ہو گیا، ان شاء اللہ العزیز اس کثیر السئیات کے نامہ حسنات میں ثبت ہو گیا، میرے اعمال سے باہر جانے والا بھی نہیں خواہ میرے ساتھ رہے یا نہ رہے۔ (تاب منظم، ص۱۱۶)

وہ سارے بیاض موجود ہوتے تو معاند کا جگر پھٹ جاتا جب کہ ابھی بھی کم نہیں ہے، ایک ایک محبت وعقیدت کی منہ بولتی تصویر ہے جتنے الزامات ہیں سب کا جواب موجود ہے مثلاً جس نے گستاخیوں کا قول نقل کیا ہے، اس کے منہ پر زناٹے دار طمانچے کی حیثیت رکھتا ہے جو بکواس کرتا ہے کہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ سے بغاوت رکھتے تھے، اس کی زبان پر لگام لگانے کے لئے کافی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کتابوں میں تذکرہ نہیں ہے اس کو دیکھ کر نیندیں حرام ہو جائیں گی۔

جن کی زبان پر یہ کلمات ہوتے ہیں کہ کبھی زیارت نہیں کی ان نیر بار کرنوں کی ضیاباریوں کے دیدار سے قلبی رفتار میں تیزی آجائے گی، محدث بریلوی کے کلام میں چشتیت کے مقام ارفع کا ذکر جمیل بھی ہے، اجمیر معلیٰ کی عظمت عظمی کا اظہار بھی ہے، حاضریٔ زیارت کا نشان بھی ہے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی مدحت کے جلوے بھی ہیں، اکابرین چشتیہ کے تذکروں سے محبت کا بحر بیکراں موجیں مار رہا ہے۔ سلطانیت کی گل کاری، غریب نوازی، حقانیت وصداقت، دین وملت کی مددگاری، فیوض و برکات کی ضوباری، مشکلات کی مشکل کشائی، ضرورت مند کی حاجت روائی اور چشم دید جو حلیہ نگاری کی ہے یہ محدث بریلوی کا ہی حصہ ہے، معاندین وحاسدین انگشت نمائی کر کے اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں بلکہ رضویت و بریلویت نے جتنا لکھا ہے سب کو یکجا کر دیا جائے تو معاندین کو اٹیک کا عارضہ لاحق ہو جائے گا اور آج تک بریلی میں اس کا سلسلہ جاری ہے اور قیام قیامت تک جاری ہے گا علامہ عبدالعلیم اشرفی چشتی میرٹھی مبلغ عالم اسلام نے آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا۔ ؎

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس کے سوا تم ہو
قسم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو
جہاں آ کر ملیں نہریں شریعت وطریقت کی
وہ مجمع البحرین قطب الاولیا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو دین حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوری تم ہو

محدث اعظم ہند اشرفی کچھوچھوی، حضور اشرفی میاں چشتی، صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی اشرفی چشتی بلکہ سلاسل اربعہ کے ارباب علم ودانش، اصحاب لوح وقلم، جبل العلم والاستقامت نے مدح سرائی اس لئے کی ہے کہ انہوں نے اسلام کی حقانیت وصداقت جو بطور امانت اکابرین سے ملی اس کی حفاظت وصیانت میں جان کی بازی لگا دی یہ سلاسل اربعہ کے متوسلین کا پیار ہی خواجہ کی غلامی کے لیے بین ثبوت ہے، اجمیر معلیٰ بریلی کا مرکز ہے اور اہلیان ہند کے عقیدت عقائد کے تحفظ کا مرکز بریلی ہے تھا اور قیام قیامت تک رہے گا، بریلی کا تعلق ہر دور میں غلامانہ تھا ہے اور رہے گا بریلی کو اجمیر شریف سے کسی بھی بقیہ ص ۹ / پر

از: محمد صدام حسین قادری رضوی*

خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ رحیم بخش قادری! ایک مختصر تعارف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کے نامور خلفا و تلامذہ میں ایک سے بڑھ کر ایک ماہر فکر و فن اور صاحب علم و فضل شخصیات ملتی ہیں، ہر ایک اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب ہے، ان میں سے ہر ایک اس قابل ہے کہ اس کے ذکر و فکر سے ہم اپنی روح کی بالیدگی کا سامان مہیا کر سکیں، سر دست ہم خلیفۂ اعلیٰ حضرت عارف باللہ بڑے مولانا مفتی رحیم بخش قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

ولادت باسعادت

آپ موضع باتھ اصلی ضلع سیتامڑھی (سابق مظفر پور) بہار میں ۱۳۱۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم اپنے خاندانی بزرگوں سے حاصل فرمائی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے بریلی شریف حاضر ہوئے، اس وقت وہاں باضابطہ مدرسہ کا انتظام نہیں تھا، مولانا امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکان پر اسی خاندان کے افراد اور مخصوص حضرات کو تعلیم دیتے تھے "بڑے مولانا" کو حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم درس و ہم سبق ہونے کا شرف حاصل ہوا، پہلے سفر میں سات سال اور دوسرے سفر میں پانچ سال یعنی بارہ سال تک امام اہل سنت کی خدمت میں رہ کر جملہ علوم و فنون میں مہارت و تربیت حاصل کی اور یگانۂ روزگار ہو کر واپس ہوئے، اعلیٰ حضرت نے انہیں "بڑے مولانا" کا خطاب و لقب عطا فرمایا۔

درس و تدریس اور خدمت دین

سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے حکم پر دیناجپور مغربی بنگال کے علاقہ ڈمٹی تشریف لے گئے، یہاں آپ طویل عرصے تک خدمت دین و اشاعت سنیت اور رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے، حضرت مولانا محمد رحم الٰہی منگلوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال ۱۳۶۳ ہجری کے بعد دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں ان کی جگہ پر حجۃ الاسلام نے آپ کا تقرر فرمایا اور اس کے لئے حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ بنفس نفیس باتھ اصلی تشریف لائے، وہاں جانا طے ہو گیا لیکن کچھ رشتہ دار کی ریشہ دوانیوں کے سبب غیر معمولی تاخیر ہو گئی، اس لئے بریلی شریف نہ پہنچے پھر دوبارہ بنگال تشریف لے گئے کچھ دنوں مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا ضلع سیتامڑھی بہار میں بھی تدریس کی خدمت انجام دی، جیسا کہ شیر بیشۂ اہل سنت مولانا مفتی حشمت علی پیلی بھیتی علیہ الرحمہ کی کتاب مستطاب "الصوارم الہندیہ" کی تصدیق سے ظاہر ہے، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت کریمہ تھی کہ اہم رسالہ وفتاویٰ پر اپنے معاصر علما و مشائخ اور تلامذہ و خلفا کی تائید و تصدیق حاصل کر کے اسے شائع فرماتے تھے جیسا کہ "تحفہ حنفیہ" پٹنہ میں مطبوعہ رسائل سے ظاہر ہے "الدلائل القاھرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ" پر بڑے مولانا کی تصدیق و تائید "مولانا محمد رحیم بخش قادری مظفر پوری" کے نام سے ثبت و شائع ہے۔

آپ کے مشہور تلامذہ

(۱) نبیرۂ سرکار مجی خلیفۂ حضور مفتی اعظم مفتی مطیع الرحمن نوری
(۲) داماد بڑے مولانا خلیفۂ حضور مفتی اعظم مفتی بدر الدین باتھوی
(۳) صوفی باصفا مولانا صوفی محمد سید الزماں حمدوی پوکھریروی
(۴) شہزادہ بڑے مولانا صوفی محمد سلیم قادری باتھوی
(۵) شہزادہ بڑے مولانا حضرت مولانا اظہار الحسن نوری باتھوی
(۶) داماد بڑے مولانا حضرت مولانا وصی احمد حامدی باتھوی

بیعت و خلافت

سرکار اعلیٰ حضرت سے آپ بیعت ہیں اور خلافت بھی انہیں

*مضمون نگار مسجد فیضان امام اعظم، نالاسوپارہ ممبئی کے امام ہیں۔

سے حاصل ہے، خلافت کا ذکر نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم ہند حضرت علامہ محمد ابراہیم رضا خاں قادری جیلانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:

"۲۰؍اپریل ۱۹۶۲ عیسوی کوڈمٹی مغربی دینا جپور بنگال پہنچنا ہوا، ۲۵؍کو یہاں سے روانگی ہے، یہاں بھی ایک دو جلسے ہوتے ہیں، یہاں کے حاجی محمد حلیم صاحب سے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ تھا کہ مرید ہوں، مونگیر (محمد علی مونگیری بانی ندوہ لکھنؤ) کی طرف خیال تھا کوئی فقیر منش شخص مانع ہوئے اور مولانا رحیم بخش صاحب باتھوی فاضل منظر اسلام بریلی مرحوم مغفور کی طرف اشارہ کیا، ان سے ہو جاؤ، انہوں نے مولانا رحیم بخش صاحب مرحوم سے کہا انہوں نے فرمایا کہ مجھے اعلیٰ حضرت سے اجازت نہیں ہے جب تک اجازت نہ لے لوں بیعت نہیں کر سکتا چنانچہ بقصد اجازت بریلی شریف کا سفر کیا اور بھی کچھ صاحبان ہمراہ تھے، ان فقیر صاحب کی بھی اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی، ابھی کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ فرمایا: اجازت ہے فوراً واپس جاؤ، فوراً واپس ہو کر مرید کرو، ہمارا ہیان پر اعلیٰ حضرت کی اس کرامت کا عجیب اثر ہوا، چنانچہ مولانا رحیم بخش مرحوم باتھوی واپس ہوئے اور یہاں کے لوگوں کو مرید کیا، اس لئے اس نواح کے باشندگان کو حق و باطل بریلوی و دیوبندی کی خوب تمیز ہے۔"

(بحوالہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، شمارہ جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۱)

حسن اخلاق ونوازشات

غربا و حاجت مندوں کی امداد و اعانت آپ کی فطرت ثانیہ تھی آپ خاندانی طور پر رئیس و زمین دار تھے اگر آپ کے کھیت و باغات سے کوئی کچھ لیتا ہوا نظر آتا تو ادھر سے صرف نظر فرما لیتے کہ وہ دیکھ کر شرمندہ نہ ہو جائے پھر جب ملاقات ہوتی تو اس سے فرماتے ضرورت ہو تو اور لے جانا آپ کی قیمتی آراضی آپ کی اجازت کے بغیر قریبی رشتہ دار نے اونے پونے نیلام کرا دی جس وقت آپ کو اطلاع ہوئی آپ نماز عشاء کے لئے مشرقی و شمالی مسجد باتھا اصلی میں تھے، اس حادثہ فاجعہ کی خبر سن کر اللہ کہتے ہوئے آہ سرد کھینچی، عینی شاھد کا کہنا ہے کہ آپ کی آہ سے مسجد کی زمین دہل گئی، آپ حد درجہ محتاط تھے، گاؤں کے پورڈاری باد میں آپ کی کھلیان و باغات اور اس کے ارد گرد پانچ چھ بیگہ آراضی تھی، وہاں سے شام کو جب جانوروں کو گھر لاتے تو بیل و گائے کے علاوہ بکریوں کے منہ میں بھی جابی باندھ دیتے تھے تاکہ کسی کے کھیت میں منہ نہ ڈال دیں، حضرت بڑے مولانا کی بے شمار کرامتیں بھی مشہور ہیں۔

اولاد

آپ کو چار صاحبزادیاں تھیں اور دو صاحبزادے شہزادوں کے نام یہ ہے، (۱) صوفی محمد سلیم قادری (۲) مولانا اظہار الحسن نوری۔

وصال پر ملال

مرض طاعون میں آپ کا وصال ۱۹؍جمادی الآخر ۱۳۷۹ھ ہجری میں ہوا، اس طرح شہادت کا مرتبہ پایا باتھا اصلی ضلع سیتامڑھی بہار کے جنوبی قبرستان میں آپ کا مزار مقدس مرجع خلائق و منبع برکات اور فیض بخش عام ہے۔

[سہ ماہی امین شریعت، بریلی شریف، شمارہ جون ۲۰۱۸ء صفحہ ۵۱-۵۰]

◆◆◆

ص ۲۹؍کا بقیہ...

ایک بہت بڑی نعمت عظمٰی ہے اور سچوں پر اللہ کی رحمتیں برستی رہتی ہیں اور انعام کی بارشیں ہوتی ہیں، اللہ رب العزت اپنے متقی پرہیزگار بندوں کے اوصاف بیان فرما رہا ہے: (یہ) لوگ صبر کرنے والے ہیں اور قول و عمل میں سچائی والے ہیں اور آداب و اطاعت والے ہیں، جھکنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں اور رات کے پچھلے پہر (اٹھ کر) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیں، مسلمانوں کو چاہیے کی سچائی کا راستہ اختیار کریں، سچوں کی پیروی کریں، جھوٹ اور خیانت سے دور رہیں امانت داری میں ہی بھلائی اور نجات ہے۔ (سورۂ آل عمران ۳؍آیت ۱۷)

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو سچائی پر چلنے کی توفیق دے اور سچوں کی صحبت نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

◆◆◆

از: گل نوخیز اختر*

اپنے بچوں پر رحم کیجیے

نسلِ نو

ہمارے دور میں پرائمری سکولوں میں داخلے کے وقت اکثر بچوں کی عمر کچھ زیادہ بتائی جاتی تھی کیونکہ چھ سال سے کم عمر کے بچے کو ''کے جی'' میں داخلہ نہیں ملتا تھا، آج کل میری آنکھیں پھیل جاتی ہیں جب میں اڑھائی سال کے بچے کو اسکول جاتے دیکھتا ہوں، والدین پریشان ہوئے پھرتے ہیں کہ کہیں بچے کی تعلیم کا ''حرج'' نہ ہو جائے، یہ چھوٹے چھوٹے بچے جو ابھی ٹھیک سے چلنا سیکھ رہے ہوتے ہیں کہ انہیں مونٹیسری اور پری کلاسز اٹینڈ کرنا پڑتی ہیں۔

پچھلے دنوں مجھے ایک ایسے ہی اسکول میں جانے کا اتفاق ہوا، جہاں بچوں کی حالت دیکھ کر ترس آنے لگا، ننھے منے سے بچے کلاس روم میں اونگھ رہے تھے، کچھ بیزار بیٹھے تھے اور کچھ موٹے موٹے آنسو بہا رہے تھے، یہ بچے جنہیں گھر کے ماحول سے آشنا ہونا چاہیے تھا، ابھی سے سکول جانا شروع ہو گئے ہیں، پتا نہیں ایسی کیا قیامت آ گئی ہے کہ ہمیں جلد از جلد بچے کو سکول بھیجنے کی پڑی ہوتی ہے، یہ ٹھیک ہے کہ تعلیم اور شعور اہم ہے لیکن کیا یہ سب چیزیں پانچ چھ سال کی عمر تک بچہ گھر میں نہیں سیکھ سکتا، اصل میں اکثر ماؤں کو بھی آسانی ہو گئی ہے کہ بچے کو سنبھالنے کی بجائے اسے تعلیم و تربیت کے نام پر سکول بھیج دیتی ہیں اور خود اطمینان سے ''سٹار پلس'' لگا کر بیٹھ جاتی ہیں۔

نوکری پیشہ خواتین کی مجبوری تو سمجھ میں آتی ہے لیکن اُن ماؤں کو کیا پرابلم ہے جو خود بچے کو گھر میں بہت کچھ سکھا سکتی ہیں، پچھلے دنوں مجھے ایک ایسے سکول کا اشتہار پڑھنے کا اتفاق ہوا جس میں اسکول انتظامیہ نے ڈیڑھ سال کے بچوں کے لیے بھی کوئی انگریزی نام والی نئی کلاس شروع کی ہے۔ ایسے اسکولوں کا بس نہیں چلتا کہ وہ بچے کو پیدا ہوتے ہی اپنی تحویل میں لے لیں، ہر چیز کی ایک عمر ہوتی ہے، وہ بچے جنہیں بچپن میں ہی مدبر بنا دیا جاتا ہے، وہ ساری زندگی اپنا بچپن تلاش کرتے رہتے ہیں، زمانے کی ترقی نے بچپن کی عمر بھی گھٹا دی ہے، پہلے بچپن آٹھ سے دس سال تک کا ہوتا تھا۔ آج کل ایک ڈیڑھ سال میں ہی ختم ہو جاتا ہے۔ وہ بچے جن کی صحت کے لیے جی بھر کے سونا ضروری ہوتا ہے انہیں ماں کچی نیند سے اٹھا کر اسکول کے لیے تیار کرنا شروع کر دیتی ہے۔

بچہ اپنے ابتدائی پانچ چھ سالوں میں جو کچھ سیکھتا ہے وہ گھر سے ہی سیکھتا ہے اور اس میں ایک اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی اسکول اڑھائی سال کے بچوں کو باتھ روم جانے کے عملی طریقے نہیں سکھاتا، سونے کے آداب نہیں بتاتا، یہ سب چیزیں مائیں بتاتی ہیں اور انہیں سمجھنے میں بچے کو کچھ وقت لگتا ہے، اسی لیے پہلے وقتوں میں لازم تھا کہ بچہ شعور کی ابتدائی منازل طے کرنے کے بعد اسکول میں داخل ہو، تاکہ کم از کم وہ اپنا آپ سنبھال سکے۔ آج کل ایسا نہیں ہوتا۔ بچے ڈائپرز پہن کر اسکول آتے ہیں اور والدین بھاری فیسیں دے کر خوش ہوتے ہیں کہ ان کا بچہ چھوٹی سی عمر میں ہی آئن سٹائن بن رہا ہے، بچے جوں جوں تعلیم سے آشنا ہو رہے ہیں، علم سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔

آپ کسی چھٹی یا ساتویں کلاس کے بچے کا نصاب دیکھئے، آپ کے ہوش اڑ جائیں گے۔ بچوں کی میتھ کی کتابیں دیکھ کر سر چکرا جاتا ہے، لیکن خوشی ہوتی ہے کہ جو چیز ہم نے سولہ سالوں میں سیکھی، وہ ہمارا بچہ سات سالوں میں سیکھ رہا ہے۔ یہ وہ سوچ ہے جو ہمیں تصویر کا دوسرا رخ دیکھنے کا موقع نہیں دے رہی۔ بچے بڑوں جیسی باتیں کرنے لگے ہیں، بڑوں والے ڈرامے دیکھتے ہیں، بڑوں والی فلمیں دیکھتے ہیں اور اکثر گھریلو معاملات میں بھی

بزورِ دلائل اپنا حصہ ملانے کی کوشش کرتے ہیں، قصور ہمارا اپنا ہے، ہم نے بچے کو بچہ رہنے ہی نہیں دیا۔ ہم خود تو چالیس سال کی عمر میں بھی بچپنا نہیں چھوڑتے لیکن اپنے بچوں کو ڈھائی سال میں ہی بزرگ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

توتلی زبان میں باتیں کرنے والا بچہ جب اٹھا کر اسکول میں ڈال دیا جائے تو کیا یہ اس کے ساتھ ظلم نہیں؟ یہ وبا پورے ملک میں پھیلتی جا رہی ہے اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ بچہ اتنی چھوٹی عمر میں کتابیں نہیں پڑھ رہا، بس اسکول جا کر کھیل ہی کھیل میں سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ عالی جاہ! یہ چھوٹا بچہ روزانہ ٹائم پر اٹھے گا، ٹائم پر تیار ہوگا اور ٹائم پر اسکول کے لیے روانہ ہوگا تو اس کی زندگی میں بے ترتیبی کا حسن کہاں جائے گا؟ کچھ سال بعد اس نے اسکول تو جانا ہی جانا ہے، پھر اس کی چھوٹی چھوٹی شرارتوں کو ابھی سے تہذیب کے دائرے میں قید کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور کیا پانچ چھ سال کی عمر میں اسکول جانے والے بچے بدتہذیب ہوجاتے ہیں؟ کیا تہذیب کا انحصار بچے کو چھوٹی عمر میں اسکول بھیجنے پر ہی ہے؟ کہیں یہ اپنے فرائض سے جان چھڑانے کی کوئی کوشش تو نہیں؟ چھوٹا بچہ جو اپنے ارد گرد کا ماحول بھی سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے اسے اتنی کم عمری میں ''ڈیوٹی'' پر لگا دینا کہاں کا انصاف ہے؟

چھ سال کا بچہ جب اسکول میں داخل ہوتا ہے تو وہ بھی پہلے دن روتا ہے، کچھ گھبراتا ہے، لیکن اسے سمجھایا جا سکتا ہے، بات کی جا سکتی ہے لیکن ڈھائی سال کا بچہ جو صبح دیر تک سونا چاہتا ہے، ماں سے لپٹا رہنا چاہتا ہے، گھر میں اودھم مچانا چاہتا ہے، بیڈ پر چھلانگیں لگانا چاہتا ہے، ماں کی گود میں بیٹھنا چاہتا ہے، اسے جب اسکول جانے کا عادی بنا دیا جاتا ہے تو اس کی ساری شوخیاں، ساری کلکاریاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دفن ہو کر رہ جاتی ہیں، یہ بچہ تہذیب تو سیکھ جاتا ہے لیکن معصومیت سے عاری ہوجاتا ہے، جس عمر میں اسے کپڑوں کا تکلف بھی نہیں کرنا چاہیے، اُس عمر میں وہ یونیفارم سے آشنا ہوجاتا ہے، ننگے پاؤں گھومنے کی خوشی چھین کر اسے کالے بوٹوں میں قید کر دیا جاتا ہے اور اوائل عمری سے ہی اس کے ذہن اس جملے کے عادی ہوجاتے ہیں ''چلو بیٹا! اب سو جاؤ صبح اسکول کے لیے بھی اٹھنا ہے۔''

ہم سب اپنے بچوں کا بہتر مستقبل چاہتے ہیں، والدین کے ذہن میں بھی یہی ہوتا ہے کہ شاید کم عمری میں بچے کو اسکول بھیجنے سے ان کا بچہ بہت جلدی پڑھ لکھ جائے گا حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم بچے کو علم سے آشنا کرنے کی بجائے نئی زبان سکھانے میں زیادہ دلچسپی لے رہے ہوتے ہیں، آٹھ سال کا بچہ اگر انگریزی میں بات کرے تو اِسے بخوشی علم کی معراج سمجھ لیا جاتا ہے، اس کی نسبت اپنی مادری زبان بولنے والے بچے ناخواندہ شمار ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانے میں انگریزی کی ٹیوشن رکھنا پڑتی تھی، آج کل اردو وغیرہ کی رکھنا پڑتی ہے۔ بچہ رومن اردو تو فٹافٹ لکھ لیتا ہے لیکن ''اصل اردو'' لکھنے کو کہا جائے تو اسے یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ ''ہجے'' کسے کہتے ہیں۔

تعلیم بہت ضروری ہے لیکن اس سے زیادہ تربیت ضروری ہے اور تربیت سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ دودھ پیتے بچوں کو مشینی زندگی میں دھکیل دیا جائے، جن بچوں کو گھر کی ضرورت ہے، انہیں اپنی خوشیاں گھر میں منانے کا بھرپور موقع دیں، انہی کے دم سے گھر میں رونق ہوتی ہے، انہی کی شرارتیں گھر کی جامد فضا کا سحر توڑتی ہیں، انہیں کچھ دن تو یہ عیش کر لینے دیجئے، ایسا نہ ہو کہ جب یہ بچے بڑے ہوں اور کوئی ان سے پوچھے کہ بیٹا آپ بچپن میں کون سی شرارتیں کیا کرتے تھے اور یہ ہکے بکے رہ جائیں کہ یہ شرارتیں کیا بلا ہوتی ہیں؟

◆◆◆

دوسری اور آخری قسط

از: ڈاکٹر عبدالمالک*

تاج الشریعہ کی شاعرانہ پیکرتراشی



از ہریات

اے اختر! نفسانی خواہش کے تابع وقت ضائع کرنا اچھا نہیں، اسلام سے بغاوت کرنے والوں کی زندگی فسق وفجور کا وطیرہ ہے اور یہ کیف ومستی کی دنیا فنا ہونے والی ہے یہاں کی ظاہری زندگی گزارنے والے محض دولت وثروت کے بھوکے ہیں، ان کے نزدیک امامت وخلافت کوئی شئے نہیں ان کی رفاقت رقابت میں بدل گئی، یہ ظالم ہیں، ظلم ان کا شیوۂ عمل ہے اسلام کے اصول سے کوئی غرض وغایت نہیں حقائق سے نابلد ہیں، البتہ اسلامی لباس کے دلدادہ ہیں، محسن انسانیت کے اصولوں کو جانتے ہیں مگر درس انسانیت سے واقف نہیں بلکہ یہ لوگ دنیا کی زندگی کو اپنی اصل زندگی سمجھتے ہیں، ان کی فطرت عیاشی ہے اور ان کی زندگی عشرت ہے یہاں تک کہ ہر وقت مدہوش میں رہنا باعث فخر سمجھتے ہے، گویا ہوش ہوس کے تابع ہے جہاں لوگ بے فکر پڑے رہتے ہیں، ان کی شد بد ختم ہو چکی ہے، اے اختر انہیں نہیں معلوم ہے کہ غم و آلام کی دنیا کیا ہے، بس فسق وفجور کی حالت میں دن رات بے سود، ہجوم یاس کے پھندے میں پڑے رہتے ہیں کیا سرکش ظالم شمر وسعد کو نہیں دیکھا اور فاجر ابن زیاد بنت سمیہ کو نہیں دیکھا کہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو شہید کر ڈالا کیا دوستوں نے دغا نہیں کیا ظالموں نے دھوکہ نہیں دیا اے اختر یہ غم والم کی دنیا سے واقف نہیں ہیں جبکہ غم وآلام کے عالم میں ابدی آسانیاں اپنوں کو لبیک کہتی ہیں اور اپنی آغوش میں لینا چاہتی ہیں، شاعر نے دنیا کی رفاقت کا متنوع آہنگ نمایاں کیا ہے اور جذبات کے مختلف آہنگ سے باخبر کیا ہے اور کہا کہ مصیبت زیادہ ہوتی ہے تو مصیبت خود سے اپنی آسانی کی سہولت پیدا کرلیتی ہے، انداز کلام دیکھئے ؎

ان سے امید وفا ہائے تیری نادانی
کیا خبر ان کو یہ کر دار معظم کیا ہے
وہ جو ہیں ہم سے گریزاں تو بلا سے اپنی
جب یہی طور جہاں ہے تو بھلا غم کیا ہے

جذبۂ ما تقدم پر صد ماتم کے غم اس رنج کو کہتے ہیں جو مصیبت موجودہ پر قائم ہو یعنی مصیبت کی گھڑی میں وفا کی امید تمہاری عقل کی نادانی ہے اور عقل کی نادانی انسانی فطرت نہیں جب دنیا کی نظر میں دیکھی جائیگی تو انسان کی عقل کی نادانی سمجھی جائیگی لیکن کوفی آئینۂ فطرت کی ترسیلی نظام نے بڑی کدوکاوش کی اور سیکڑوں خطوط لکھے، ایمان کا حوالہ دیا، اسلام کا جانشین قرار دیا کیا کوفہ والے اسلام کی تاریخ سے واقف نہ تھے جبکہ طائف میں رسالت مآب ﷺ پر جارحانہ حملہ آمنے سامنے ہوا اور آپ لہولہان ہو گئے تو حکم الٰہی سے فرشتوں نے ادب سے سلام کیا اور کہا یہ لوگ عذاب الٰہی کے مستحق ہیں کیا حکم ہے کہ ان کافروں کو نیست ونابود کردیا جائے مگر داعی برحق نے کہا کہ یہ لوگ آج انکار کر رہے ہیں مگر کل ان کی اولاد اسلام میں داخل ہوگی اس لئے انہیں چھوڑ دو! چنانچہ بنی آدم کی نسل ایمان وایقان کی تمنا کی طرف مائل ہوئی گویا ابدی حیات کی فطری ذکاوت کی فہم وفراست نے اسلام قبول کیا اور کفاران عرب میں پہلی بار نیکی وبدی کی تمیز پیدا ہوئی اور مکہ منبع الٰہی کا مرکز بن گیا گویا باطل ہلاک ہوا اور حق واضح طور پر نمایاں ہوا، جب خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تو مدینہ میں امیر المومنین عمر ابن الخطاب کی شہادت یکم محرالحرام کو مسجد نبوی میں امامت کی حالت میں ہوئی، یہاں تک کہ کفر کا نرغہ ہوا جب ہمہ تن مشتعل ہوا تو مکہ میں امیر المومنین عثمان ابن عفان کی شہادت کعبۃ الحرم میں ہوئی، ان سے وفا کی امید رکھنا امر کی طلب کی رقابت تھی، شکوک وشبہات کی تمام منزلیں اپنی ضرر رسانی کی طلب میں سرگرداں تھیں، داخلیوں کے درمیان ہی خارجیوں کا وجود عمل

* مضمون نگار جے پرکاش یونیورسٹی، چھپرہ، بہار کے شعبۂ اردو کے سابق صدر ہیں۔

میں آیا تو خوارج کے دل پتھروں سے زیادہ سخت تھے گویا فراخ دل کی قیادت اب قیامت تک نہ ہوگی تو کیا جذبۂ اسلام کا فروغ ممکن ہے، اے اختر! ایسے لوگوں سے وفا کی امید رکھنا! جو بالکل وفا شعار نہ ہوں کیا صفحہ ارض پر ممکن ہے ہاں! علی ابن ابی طالب کی وسیع النظری ہو سکتی ہے کہ جب مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب مسجد میں خطبہ دے رہے تھے، قاتل قتل کے فراق میں تھا۔ مکہ سے آیا تھا بڑا بہادر تھا لوگوں نے کہا کہ بد بخت کو قتل کیوں نہیں کر دیتے تو مولا نے فرمایا اپنے قاتل کو کیسے قتل کر دوں ابھی تک اس نے مجھے قتل نہیں کیا ہے۔ جب صبح شہادت کی آئی تو "اس رات امیر المومنین کو نیند نہیں آئی، حضرت حسن سے مروی ہے کہ سحر کے وقت میں حاضر ہوا تو فرمایا: رات بھر جاگتا رہا ہوں، ذرا دیر ہوئی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا میں نے عرض کیا یا رسول آپ کی امت سے میں نے بڑی تکلیف پائی" فرمایا کہ دعا کر کہ خدا تجھے ان سے چھٹکارا دے دے، اس پر میں نے دعا کی خدایا مجھے ان سے بہتر رفیق عطا فرما اور انہیں مجھ سے بدتر ساتھی دے۔" (۱۱)

بہر کیف مولائے کائنات صبح کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے تو دو تلواریں یکساں چمکتی ہو نظر آئیں اور دونوں ایک ہی وقت پر چلیں "شبیب کی تلوار طاق پر پڑ گئی مگر ابن ملجم کی تلوار مولا کی پیشانی پر لگی اور دماغ تک اتر گئی۔" (۱۲)

گویا اہل بیت رسول اللہ کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو حضرت امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دیا گیا اور آپ کی شہادت ہوئی، اسلام کی تاریخ میں کربلا کی عظمت ایسی ہے کہ جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی اور آل محمد سے حسن وحسین ہی مراد ہیں، حالانکہ نماز مومنین کی معراج ہے، خواہ کوئی نماز ادا کرو فرض ہو یا فرض کفایہ، واجب یا مستحب، سنت ہو یا نفل بغیر آل محمد کا نام پڑھے ہوئے نماز کی تکمیل نہیں ہو سکتی، زاری پیہم اور پیکر تاشی نے کلام کو انفرادیت عطا کی ہے۔

حالانکہ اردو ادب میں اہل بیت رسول اللہ کی بڑی اہمیت ہے اور واقعہ کربلا ظلم وستم کی تاریخ ہے کربلا حق و باطل کی جنگ ہے بلکہ مصیبت کی بلا ہے، وہ جو ہیں ہم سے گریزاں تو بلا سے اپنی گویا کرب اور بلا سے ہماری عظمت ہے، مری کوشش ہماری عظمت کی تاریخ ہے ہائے افسوس! اخترؔ اس کی نادانی و بے وقوفی تھی، یعنی نادانی کفر وذلت کی نشانی تھی اور خارجیوں کا نظریہ اسلام کے خلاف تھا یہ حادثہ بنی نوع انسان کا سب سے بڑا حادثہ تھا اگر مصیبت بلا ہے تو تیرے لئے نشۂ ہستی اچھی نہیں، تم پر بھی موت آئے گی تم بھی بے نام ونشاں کے مٹ جاؤ گے کیا ادب کا تقاضہ ہے کہ وعدہ خلاف کا تجزیہ نہ کیا جائے، مابعد نظریہ کو نمایاں نہ کیا جائے کیا یہی دنیا کا دستور العمل ہے، اگر غم وآلام کی دنیا ہے تو اختر اچھا ہے، وہ تو اسلام کو نہیں جانتے اور نہ ایمان جانتے ہیں یہ لوگ دنیا کے چکّر میں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ابد الآباد کے حالات سے نابلد ہیں وہ روز جزا کو نہیں سمجھتے اور نہ عذاب الٰہی کو جانتے اسلام کیا ہے، دین کیا ہے بزرگی کیا ہے اور بزرگوں کی زندگی کیا ہے اہل بیت رسول اللہ کو دیکھتے ہیں۔ خوب پہچانتے ہیں یہی آل رسول ہیں، یہی جنت کے سردار ہیں لیکن ان کے کردار کو نہیں دیکھتے ہائے افسوس! اہل کوفہ کی بے وفائی نے اہل بیت کی مخالفت کی نہ ظاہر کو پہچانا اور نہ باطن کا خیال رکھا اور نہ پاک نفسوں کا چال چلن دیکھا وہ تو کردار معظّم سے ناواقف نہیں ہیں، ہائے افسوس! اگر اتباع کرتے تو اسلام کی ہدایت پاتے۔

مگر اہل بیت کا چھوٹا سا کنبہ جب قادسیہ نام مقام پر پہنچا تو حر بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ آدھمکا اور ساتھ ہو گیا۔ ابن زیاد کے حکم کے مطابق ۲ محرم الحرام کو مجبور کیا اور کرب و بلا نام مقام پر اہل بیت کے تعاقب میں خیمہ زن ہو گیا۔ حر بن یزید کو یقین کامل ہوا کہ اہل بیت رسول کی شہادت ہو جائیگی تو اسلام اور ایمان نے ہدایت دی اور خیمۂ اہل بیت کی طرف آیا اور حضرت حسین کی خدمت میں پہنچ کر کہا "ابن رسول اللہ میں ہی وہ بد بخت ہوں جس نے آپ کو لوٹنے سے روکا۔ راستہ بھر آپ کا پیچھا کیا اور اس جگہ اترنے پر مجبور کیا، خدا کی قسم میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آئی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہ کریں گے اور آپ کے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ واللہ اگر مجھے

یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کریں گے تو ہر گز اس حرکت کا مرتکب نہ ہوتا میں اپنے قصوروں پر نادم ہو کر توبہ کے لئے آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں پر قربان ہو جانا چاہتا ہوں کہ آپ کے خیال میں میری توبہ کے لئے یہ کافی ہوگا۔ حضرت نے شفقت سے فرمایا ''ہاں خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخش دے تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا ''حر بن یزید'' فرمایا تو حر (یعنی آزاد) ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے تو دنیا میں اور آخرت میں انشاء اللہ حر ہے''۔(۱۳) امام نے بار بار خطبہ دیا، بار بار حوالہ دیا مگر کسی نے نہیں سنا۔

کیا اردو ادب کے محقق کی نظر میں وعدہ فراموش کا تذکرہ بے بنیاد ہے کیا اس کی وفا کی توقع کرنا بزرگوں کی وضع داری نہیں دیکھی! ہاں! اسکے قول و اقرار اور وعدہ وعید کے بارے میں غور و فکر کرنا اور اس کا تجزیہ کرنا ادب کا کام نہیں۔ اسلام کی تاریخ میں داخلی و خارجی نوعیت کی تشکیل جنگ کی علامت تھی یہ زاری پیہم کیا ہے۔ صرف صبر و رضا، اخلاق و حکمت اور موعظت کا حسین سرچشمہ ہے۔ نعت سرور کونین میں اسلام کی تاریخ کی بیش بہا دولت ہے، زاری پیہم، دیدۂ پرنم، ایک انجان سی آواز، شریک و ہمدم، غم و آلام، کردار معظم، ہم سے گریزاں، غفلت پیہم اور بھلا غم کیا ہے۔ اس کے بے شمار ظاہر و باطن کے نکتے ہیں، ہر نکتہ اپنی حقیقت کی آماجگاہ میں سرچشمۂ ہدایت ہے۔

آخر میں اختر نے اسلام کے نظریے سے آگاہ کیا ہے گرچہ ان کے دلائل و نکات یکجا نہیں ہیں لیکن موضوع کی اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے اگر نقاد مکتبۂ فکر و فن کی حقیقت آمیز نوعیت سے دنیا کو متنبہ کرنا چاہیں تو کریں کیوں کہ ''زاریٔ پیہم کیا ہے'' کی جھلک منفرد مقام و مرتبے کا احاطہ ہے اور موت و حیات کے نظریے کا اک کھلا کرشمہ ہے۔ اس میں کسی طرح کی بحث و تکرار نہیں ایک جذبہ ہے اک نظریہ ہے اسلوب کے معیار نے ادب کا احساس پیدا کر دیا ہے طرز بیان میں واقعات کے پہلو نمایاں ہیں اے اختر دنیا کی میٹھی باتوں پر دل نہ لگانا بلکہ اسلام کے اصول پر چلنا اگر نعت گوئی سے علم کی روشنی پھیلتی ہے اور ادب کا نظریہ بدلتا ہے تو فکر و فن کے آئینہ میں اک لازوال سرمایہ ہے بلکہ ردو ادب میں نئے نظریے کا اضافہ ہوگا۔ ان کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تاج الشریعہ نے جدید نظریات سے ادب کو آگاہ کیا مقطع کا انداز دیکھئے۔

میٹھی باتوں پر نہ جا اہل جہاں کی اختر\
عقل کو کام میں لا غفلت پیہم کیا ہے

تاج الشریعہ نے اہل جہاں کے طرز عمل کو نمایاں کرتے ہوئے دنیا کو متنبہ کیا کہ اہل جہاں کی میٹھی باتوں میں کبھی نہ آئے، اے اختر اہل جہاں کی باتوں پر نہ آ، کلام کا انداز بالکل سہل و سادہ ہے، البتہ علم و آگہی، عقل و دانائی کی باتیں بیان کی گئیں ہیں۔ عقل کو کام میں لا غفلت پیہم کیا ہے۔ اے اختر اپنی لاپروائی اور غفلت سے پرہیز کر اور اسلام کی باتوں پر عمل کر اسی میں تیری بھلائی ہے اور اسی میں تیری نجات ممکن ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کر، رسول کی اطاعت کر اور اہل بیت سے محبت کر اسی میں بھلائی ہے، آخر میں خداوند عالم سے دعا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ میں کہ تاج الشریعہ کے خانوادہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مآخذ و حواشی

(۱) سفینۂ بخشش۔ص ۴
(۲) البقرہ (۲۔۲۸)
(۳) تفسیر نفسی (۴۔۲۷۳)
(۴) انسانیت موت کے دروازے پر۔ص ۸۸
(۵) انسانیت موت کے دروازے پر۔ص ۸۴
(۶) از خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز
(۷) الرحمن کنز الایمان
(۸) مصدقات تاج الشریعہ (ص۔۷)
(۹) انسانیت موت کے دروازے پر۔ص ۴۶
(۱۰) لغات کشوری۔۳۸۱
(۱۱) انسانیت موت کے دروازے پر۔ص ۱۶
(۱۲) انسانیت موت کے دروازے پر۔ص ۱۶
(۱۳) انسانیت موت کے دروازے پر۔ص ۶۸

◆◆◆

محفل غیر میں بھی ذکر تاج الشریعہ

از: محمد بہاء الدین*

برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! الحمد للہ والصلاۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عاشقان حضور تاج الشریعہ کے لئے یہ ایک اہم خبر ہے، آپ کو معلوم ہوگا کہ لکھنؤ میں دیوبندیوں کا ایک مدرسہ ہے جو ندوۃ العلما کے نام سے مشہور ہے، وہاں سے ہر مہینہ ایک رسالہ عربی زبان میں چھپتا ہے جس کا نام ''البعث الاسلامی'' ہے، اس بار جو رسالہ چھپا ہے، اس میں حضور تاج الشریعہ کے تعلق سے ایک مختصر مضمون شائع ہوا ہے جس کا ترجمہ میں اردو زبان میں کرنے جا رہا ہوں، میں امید کرتا ہوں کہ آپ اسے بغور پڑھیں گے اور ''عظمت تاج الشریعہ'' کی بلندی کا اعتراف کریں گے، ملاحظہ فرمائیں:

'' الفضل ما شهدت به الأعداء۔ فضیلت تو وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دے۔ ''

المفتی اخترضاخان الازهری فی ذمة الله تعالیٰ

کتبها: محمدفرمان الندوی

إنتقل إلى رحمة الله تعالیٰ العالم الكبيروالخطيب الشهيرالمفتی أخترضاخانالازهری بن محمدإبراهيم خان فی منطقة بريلی ،بولاية اتربرديش، الهند، وذلک فی ۶/ذی القعدة ۱۴۳۹ھ الموافق ۲۰/يوليو ۲۰۱۸م فإنالله وإناإليه راجعون۔

كان الفقيدمن أسرة العلامة أحمدرضاخان رحمه الله تعالیٰ ،الذی كانت له مجهودات كثيرة فی العلم والدين،نال الفقيدالتربية الدينية فی بيته جو علمی هادئ، وبعد ماأكمل التعليم العالی وبلغ من عمره ۲۰/عاماً،ذهب إلى الجامع الأزهر،حيث حصل على شهادة العلوم الاسلامية وحظی منها بقدرواف حتی برع فی الدراسات الإسلامية وكتب بقلمه السلسال ۳۵/مؤلفافی الفقه والأصول والحديث والأدب والبلاغة ومن أشهر مؤلفاته:الصحابة نجوم الإهتداء۔

كان المفتی أخترضا من مواليد ۱۹۴۳م يعرف فی الأوساط العمية بتاج الشريعة ،عاش حياةالعلم والعمل وكان يعتبر عالماجليلاً ومفتياً كبيراً وقدحاز ثقة الخاصة والعامة وحينما شيعب جنازته احتشد الناس فيها من كل ولاية ومنطقة وكانوا يودعون الفقيد بقلوب مكلومة وعيون باكية ودموع غريرة۔

تغمده الله بواسع رحمته وأغدق عليه شأبيب مغفرته وألهم أهله وذريته وأتباعه الصبر والسلوان، قال الله تعالیٰ: كل نفس ذائقة الموت وإنما توفون أجوركم يوم القيامة فمن زحزح عن الناروأدخل الجنة فقد فازوماالحياة الدنياالإمتاع الغرور۔

[البعث الاسلامی، صفحہ ۱۰۲-۱۰۱، شمارہ ستمبر ۲۰۱۸ء]

مضمون کا ترجمہ

مفتی اختر رضا خان اللہ تعالیٰ کی رحمت میں

بریلی شہر کے مشہور ومعروف خطیب، جید عالم مفتی اختر رضا خان ازہری ابن (علامہ) ابراہیم رضا خاں اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت انتقال فرما گئے، یہ واقعہ ۷/ذیقعدہ ۱۴۳۹ ہجری مطابق ۲۰/جون ۲۰۱۸ء کا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت موصوف علامہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاندان سے تھے، جنہوں نے دین اسلام کی بہت ہی زیادہ خدمات انجام دیں ہیں، موصوف نے اپنے ہی گھر کے پرسکون علمی ماحول میں دینی تعلیم وتربیت حاصل کی، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد

ازہریات

جب کہ آپ کی عمر بیس سال کی ہوئی تو آپ جامعہ ازہر گئے، جہاں آپ نے اسلامی علوم کی سند حاصل کی، وہاں آپ کو علوم اسلامیہ کا وافر حصہ ملا، یہاں تک کہ اسلامی علوم وفنون میں مہارت تامّہ حاصل کی اور اپنے قلم سے فقہ، اصول، حدیث، ادب اور بلاغت میں ۳۵/کتابیں تصنیف کیں اور ان کی سب سے مشہور تصنیف الصحابة نجوم الاهتداء ہے۔

حضرت مفتی اختر رضا خان ازہری کی پیدائش ۱۹۴۳ء میں ہوئی، آپ کو علمی حلقوں میں ''تاج الشریعہ'' کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، آپ نے اپنی زندگی علم وعمل میں گزاری، آپ کو جلیل القدر عالم اور بڑا مفتی مانا جاتا تھا، آپ کو عام وخاص کا اعتماد حاصل تھا، آپ کے جنازے میں ہر صوبہ اور علاقہ سے لوگ حاضر ہوئے اور آپ کو غمزدہ دل، پرنم آنکھوں سے الوداع کہا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی کشادہ رحمت کے ذریعے ڈھانپ لے اور آپ کی مغفرت فرمائے اور اہل وعیال، متعلقین کو صبرو قرار عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی پورے ملیں گے، جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

◆◆◆

ص ۵۴؍ کا بقیہ..........

ما یکون اور اُس سے بہت زائد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کا علم اور دُنیا کے فنا ہونے کے بعد قیامت کے بعد تک کا علم حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا: جس میں وہ علوم خمس بھی داخل ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں کئے گئے وہ سب بھی حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائے جن کی تفصیل الدولة المكية میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت ہی اچھی طرح سے فرمائی ہے جس کو اس تفصیل پر اطلاع مقصود ہو تو اس رسالۂ مبارکہ کا مطالعہ کرے۔

◆◆◆

مجرب دعائے خضری

از: مفتی محمد اشرف رضا قادری باتھوی

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں تنگی اور خوف سے دوچار ہوا تو پریشان ہو کر گھر سے نکلا اور بغیر سامان سفر پیدل ہی مکہ مکرمہ کے راستہ پر چل پڑا، تین دن تک چلتا رہا، چوتھے دن مجھے سخت پیاس لگی اور گرمی سے نڈھال ہو گیا یہاں تک کہ جان کی ہلاکت کا خوف ہونے لگا، اس بیابان میں کوئی درخت بھی نہیں تھا کہ جس کی چھاؤں میں بیٹھ سکوں، مجبور ہو کر قبلہ بیٹھ گیا، بیٹھے بیٹھے مجھے نیند آ گئی، خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور مجھ سے مصافحہ کر کے فرمایا کہ مبارک ہو، آپ سلامت رہو گے اور اللہ کے مبارک گھر اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی قبر انور کی زیارت سے مشرف ہو گے، میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں خضر ہوں، میں نے ان سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کیجئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تین بار یہ دعا پڑھو:

''یالطیفا بخلقه، یاعلیما بخلقه، یاخبیرا بخلقه،
الطف بی یالطیف یاعلیم یاخبیر۔''

تو میں نے اسے تین پڑھا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: یہ تحفہ ہے، اسے ہمیشہ پڑھتے رہو، غنی ہو جاؤ گے، جب بھی تجھے کسی طرح کی تنگی یا کوئی پریشانی ہو تو اس دعا کو پڑھ لیا کرو، تجھے کافی ہو گی اور شفا مل جائے گی پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے، جب میں بے دار ہوا تو وہ دعا پڑھتا رہا، اللہ کی قسم جب بھی میں نے افلاس اور کسی پریشانی میں اس دعا کو پڑھا، اللہ پاک کا لطف و کرم اپنے ساتھ پایا، میں اس دعا کی برکت وخوبی بیان کرنے سے عاجز وقاصر ہوں۔

اوّل آخر ۱۱؍ مرتبہ درود کے ساتھ آپ بھی پڑھیں اور غربت وافلاس، مصیبت و پریشانی سے نجات پائیں۔

◆◆◆

از: حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز

ملفوظات تاج الشریعہ

مرتب: محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰؍ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اسے کتابی شکل میں شائع کرنے سے پہلے قسط وار قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

۲؍ مئی ۲۰۱۰ء بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض... ۱: جاء الحق میں تفسیر روح البیان سورہ قمر کی پہلی آیت کی تفسیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ دنیا کی عمر ستر ہزار سال ہے جب کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ شریف میں فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان جہنم میں دنیا کی عمر یعنی سات ہزار سال سے زیادہ نہ رہے گا اس کی وضاحت فرمادیں۔

ارشاد...: اس سلسلے میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رسالہ الکشف عن مجاوزۃ ھذہ الامۃ الالف دیکھا گیا جس میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ احادیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے بظاہر اس دنیا کی عمر ایک ہزار سال ہے اور بعض آثار سے پتہ لگتا ہے کہ ایک ہزار سال پر زیادتی چار سو برس سے زیادہ نہیں ہوگی آپ نے یہ رسالہ لکھا یہ بتانے کے لئے کہ احادیث کثیرہ پر نظر کرتے ہوئے جن میں اشراط ساعت علامات قیامت کا ذکر ہے جن میں سے اب تک ان کے زمانے تک بہت ساری علامات ظاہر نہیں ہوئیں اور یہ فرمایا کہ ابھی ایک ہزار سال ختم ہونے کو آئے بہت ساری علامتیں باقی ہیں، جن میں دجال کا خروج اور ظہور بھی ہے اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم کا نزول اور امام مہدی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا ظہور، وہ بھی ابھی باقی ہے اور اس کے بعد ہم کو نہیں معلوم کہ خروج دجال

اورنزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد دنیا کی عمر کتنی اور باقی ہے اس لئے کہ اس کے بعد بھی بہت ساری علامات اور قیامت کے مقدمات باقی رہیں گے جو ابھی تک نہیں آئے اس لئے علما نے یہ فرمایا کہ عمرِ دنیا میں مختلف دلائل کی روشنی میں کسی جانب قطعی طور پر یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ عمرِ دنیا اتنی ہے اور اس سے زیادہ نہیں ہوسکتی اور جو حدیث اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ نے لی ہے طرق کثیرہ سے وہ حدیث مروی ہے، اس کا مضمون میں حدیث کے الفاظ پڑھوا کر بیان کرتا ہوں:

”انما الشفاعة یوم القیامة لمن عمل الکبائر من امتی ثم ماتوا علیها۔ میری شفاعت قیامت کے دن ان لوگوں کیلئے ہے جو میری امت میں کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوں اور پھر انہی کبیرہ گناہوں پر بغیر توبہ کے جو مر جائیں میری شفاعت ان کے لئے ہے۔“

اب سرکار علیہ السلام نے ان کے درجات الگ الگ بتائے:

★ فهم فی الباب الاول من جهنم۔ اور میں ان کے لئے اس حال میں شفاعت کروں گا کہ وہ جہنم کے پہلے دروازے میں ہوں گے۔

★ لا تسود وجوههم ولا تزرق اعينهم۔ ان کے چہرے کالے نہیں پڑیں گے اور آنکھیں نیلی نہیں ہوں گی۔

★ ولا یغلون بالاغلال۔ اور ان کو بیڑیاں نہیں ڈالی جائیں گی۔

★ ولا یقرنون مع الشیاطین۔ اور شیاطین کے ساتھ ان کو گرفتار نہیں کیا جائے گا۔

★ ولا یضربون بالمقامع۔ اور ہتھوڑوں سے ان کو مارا نہیں جائے گا۔

★ ولا یصرخون فی الادرك۔ اور جہنم کے نچلے حصے میں درقات میں ان کو ڈالا نہیں جائے گا۔

★ منهم من یمکث فیها ساعة ثم یخرج۔ ان میں سے کوئی ایک مختصر ساعت کے لئے رہے گا اور پھر میری شفاعت سے باہر آئے گا۔

★ ومنهم من یمکث فیها یوماً ثم یخرج۔ اور ان میں سے کوئی ایک دن رہے گا پھر وہ نکالا جائے گا۔

★ ومنهم من یمکث فیها شهراً ثم یخرج۔ ان میں سے کوئی ایک مہینہ رہے گا پھر وہ نکالا جائے گا۔

★ منهم من یمکث فیها سنة ثم یخرج۔ اور ان میں سے کوئی ایک سال رہے گا پھر نکلے گا۔

★ وأطولهم مکثاً فیها من یمکث مثل الدنیا یوم خلقت الی افنیت وذلك سبعة الاف سنة۔ اور ان میں سب سے زیادہ مدت تک رہنے والا وہ شخص ہوگا جو دنیا کی عمر جو سات ہزار سال ہے اتنی مدت تک وہ رہے گا۔ [جامع الکبیر للسیوطی، ج ۱، ص ۹۱۶۱، حدیث ۲۹۴۶، جامع الاحادیث، ج ۹، ص ۴۶۶، حدیث ۸۸۳۸]

یہی حدیث اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے ذکر کی کہ کوئی مسلمان دنیا کی جو عمر ہے اس سے زیادہ جہنم میں نہیں رہے گا حضور علیہ السلام کی شفاعت سے اس کا مآل کار دخول جنت ہے اور جہنم سے نکلنا ہے، اب اس سلسلے میں یہ سات ہزار سال جو ہے وہ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتایا کہ دنیا کی عمر حساب لگا کر کے ساٹھ ہزار تین سو سال ہے اور اس میں سے اکثر حصہ گزر چکا اور حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا بہت نزدیک آچکی اور دنیا میں سے، تھوڑے میں سے تھوڑا اب باقی بچا ہے جیسے تالاب کہ اس کا اکثر بیشتر پانی اچھا وہ پی لیا گیا اور تھوڑا پانی گدلا باقی رہ گیا، انہوں نے اپنے حساب سے یہ فرمایا کہ یہ ساٹھ ہزار سال سنبلہ کو جو بروج میں سے ایک برج ہے وہ اپنا دورہ ساٹھ ہزار سال میں پورا کرتا ہے اور یہ سنبلہ کا ایک دن کہلاتا ہے اور اس طور پر انہوں نے یہ اپنا خیال ظاہر کیا پھر آگے یہ بتایا کہ بعض علما نے یہ فرمایا ہے کہ ستر ہزار سال عمر دنیا ہے اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ حضور علیہ السلام چھٹے ہزار کے آخر میں تشریف لائے اور آخری

ساتواں ہزار وہ بھی گزر گیا اور اکثر بیشتر ملت کے افراد وہ اسی میں ہوئے تو ضرور ہے کہ مدت دنیا اس سے زائد ہو اب وہ کتنی ہے، اس پر ہماری عقول کی رسائی نہیں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کا بہتر علم ہے اور قرائن سے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہدیٔ منتظر کا وقت اب قریب ہے اور مہدیٔ منتظر کے ساتھ ہی ان کے ظاہر ہونے کے بعد ظہور عیسیٰ علیہ السلام ہوگا اور اسی میں دجال کو آپ علیہ السلام قتل فرمائیں گے اس کے بعد دوسرے مقدمات ساعت ہوں گے بہر حال اس سے پتہ لگتا ہے کہ قیامت کا وقت قریب ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا وقت اپنے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے سوا کسی کو نہیں بتایا اور اس کی مدت کیا ہے اس میں سخت اختلاف ہے، یہ اسی وجہ سے ہے کہ دنیا کی فنا پر قیامت قائم ہوگی اور قیامت کا وقت کسی کو نہیں معلوم۔

عرض...۲: حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے عرس شریف کی مناسبت سے ان کی سیرت پر کچھ ارشاد فرمادیں۔

ارشاد...: حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ میرے جد امجد اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے، ان کے پہلے جانشین ان کے علم وفضل کے مظہر اتم اور اس کے وارث تھے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادے اپنے وقت کے آفتاب وماہتاب تھے، میں نے ان کا جلوہ نہیں دیکھا البتہ میں نے یہ سُنا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے چہرے کو اور ان کو اتنا حسن و جمال عطا فرمایا تھا کہ ان کا چہرہ مبلغ اسلام تھا لوگ ان کو دیکھتے تھے اور مسلمان ہوتے تھے اور ان کی عربیت اور ادب دانی مایۂ ناز تھی اور بے مثال تھی اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے ساتھ پہلے سفر حج میں آپ ہم رکاب تھے، جب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے الدولۃ المکیۃ اِملا فرمائی، بخار کی حالت میں تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی الدولۃ المکیۃ کو حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ ہی نے لکھا اور اس کا بے مثال خطبہ نفیس خطبہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے حکم سے حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے ترتیب دیا اور بھی ان کی خدمات اور ان کی خصوصیات ہیں، ہاں مجھے اس سلسلے میں یہ یاد آیا کہ ایک اجمیر شریف میں غالباً مدرسہ معینیہ ہوا کرتا تھا، اس میں ایک صاحب مولوی معین نام کے صدر مدرس تھے، اجمیر شریف میرے جد امجد حاضر ہوئے اور مدرسے کے مہتمم نے یہ خواہش ظاہر کی کہ مدرسے کا معائنہ کرلیں اور معائنہ لکھ دیں، اپنے تاثرات لکھ دیں، آپ علیہ الرحمۃ نے کہا کہ کس زبان میں لکھوں؟ تین زبانیں مجھے آتی ہیں، اردو، فارسی، عربی، مہتمم صاحب نے کہا کہ جس زبان میں چاہیں آپ لکھ دیں، قلم برداشتہ فل اسکیپ کاغذ پر میرے جد امجد نے عربی میں معائنہ لکھا، وہ معائنہ مہتمم صاحب نے صدر المدرسین مولانا معین احمد یا جو بھی ان کا نام تھا ان کو وہ معائنہ پیش کیا اور ان سے کہا کہ ذرا آپ اس کا ترجمہ کردیجئے، انہوں نے کہا کہ اچھا رات کو میں اس کو دیکھوں گا اور صبح آپ کو میں اس کا ترجمہ پیش کردوں گا، جب صبح ہوئی کہا کہ ترجمہ ہوگیا؟ کہا کہ نہیں اس میں کچھ لغت دیکھنے کی ضرورت ہے، دوسرے دن گئے تو کہا کہ ابھی ترجمہ نہیں ہوا ہے، اسی طور پر انہوں نے بار بار پوچھا تو غالباً تیسرے دن انہوں نے یہ کہا کہ میں ترجمہ کہاں سے کروں، انہوں نے تو کوئی ایسا محاورہ جو وہاں کے بدوی استعمال کرتے ہیں چھوڑا ہی نہیں ہے مجھے لغت میں اس کے معنی مل ہی نہیں رہے ہیں تو مہتمم صاحب نے کہا کہ یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نہیں ہیں، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں جن کے اوپر آپ اعتراض کرتے ہیں، جب ان کے علم کا یہ عالم ہے تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے علم کا کیا عالم ہوگا۔

عرض...۳: زید نے اپنی کمائی ہوئی دولت اپنے والد قمر کو ہبہ کرنے کے ارادے سے لکھ کر دیا اور زبانی کچھ شرطیں بھی رکھیں زید کے والد قمر نے زید کی دی ہوئی شرطوں کو دو دن ہی میں ماننے سے انکار کردیا اب زید نے اپنے والد قمر کو لکھا کہ میں نے ہبہ آپ کو لکھ کر دیا تھا مگر قبضہ نہیں دیا تھا اب میں اپنی ہبہ کو ختم کرتا ہوں اور اسی وقت زید نے لکھ کر اپنی ہبہ کو ختم کردیا کیا زید نے جو ہبہ کو ختم کیا وہ شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد... : تمامیٔ ہبہ کے لئے شرط یہ ہے کہ شے موہوب پر موہوب لہٗ قبضہ کرلے جب موہوب لہٗ جو والد تھا اس نے ابھی قبضہ نہیں کیا اس کے قبضے میں نہیں آئی تو ہبہ تمام نہیں ہوا اور تمامیٔ ہبہ سے پہلے وہ رجوع کرسکتا ہے، اس کا رجوع صحیح ہے۔

عرض... ۴: حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے والد تارخ تھے یا آزر؟

ارشاد...: ہم نے اس سلسلے میں ایک رسالہ "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" عربی میں تحریر کیا جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا رسالہ ہے، اللہ رب العزت نے ہمیں توفیق دی ہم نے اس کی تعریب کی اور اس پر کچھ مفید حواشی اضافہ کئے، اس کے ساتھ ساتھ ایک رسالہ اس کے ذیل میں تصنیف کیا جس کا نام ہے "تحقیق ان أبا سیدنا ابراھیم علیہ السلام تارح لا آزر" اور اس میں ہم نے یہ ثابت کیا ہے دلائل اور براہین سے اور ابن کثیر کی قصص الانبیا سے اور اجماع سے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم کے باپ کا نام تارح یا تیرح یا تارخ تھا آزر نہیں تھا۔ آزر آپ علیہ السلام کا چچا تھا اور اس سلسلے میں بہت پہلے میرا ایک مقالہ اردو میں بھی چھپ چکا ہے۔

عرض... ۵: قصر کی قضا گھر آکر پوری یعنی ۴ ر رکعات پڑھ لی ہوں تو کیا کرے؟

ارشاد...: جیسے قصر کی ادا ہے ویسے ہی قصر کی قضا ہے اور قصر کے معنی ہی ہیں کہ صلاۃ رباعیہ جو چار رکعات کی ہے اس کو دو رکعت ادا کیا جائے ظہر میں، عصر میں اور عشا میں قصر کا حکم ہے اور مغرب اور فجر میں قصر نہیں ہے، چار پڑھنا جائز نہیں تھا البتہ اگر اس نے چار پڑھیں اور دو رکعت کے بعد اس نے قعدہ کیا تو اس کا یہ قعدۂ اخیرہ ہے اور باقی دو اس کی نفل ہوگئیں نماز ہوگئی۔

عرض... ۶: خاندانی منصوبہ بندی کرنا جائز ہے یا نہیں ہم لوگ اپنی مرضی سے وقفہ کرتے ہیں یہ کیسا ہے؟

ارشاد...: خاندانی منصوبہ بندی اس کے بہت سارے طریقے ناجائز ہیں جن میں نس بندی اور آپریشن کہ بلا ضرورت شرعیہ تجرد اور برہنہ ہونا لازم آتا ہے پھر تغیر خلق اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس چیز کو جس مصلحت کے لئے پیدا کیا ہے، اس میں مداخلت اور اس میں تبدیلی کی کوشش جو بہ نص قطعی حرام ہے بھی ہوتی ہے اور تحکیم دائمی یعنی مستقل اور پرمانینٹ طور پر عورت کو ناقابل ولادت کردینا، بانجھ کردینا یہ مقصد شرع کے خلاف ہے اور اگر یہ اس طور پر ہو کہ بچہ پیدا ہوگا اس کے رزق کا، اس کی روزی کا کیا اہتمام ہوگا کون اس کو کھلائے گا اور کون اس کی پرورش کرے گا تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل کے منافی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ۔ اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل مت کرو ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی روزی دیتے ہیں۔"

تو یہ بعض حالات میں بالفعل قتل ولد ہوتا ہے کہ نطفہ ٹھہر جاتا ہے اور اس کا اسقاط کرادیتے ہیں یہ حرام قطعی ہے اور بعض حالات میں یہ مثل قتل ولد ہے اور یہ ناجائز و حرام ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل کے منافی ہے، لہٰذا فیملی پلاننگ کی جو تدابیر تحکیم دائمی کے لئے کی جاتی ہیں وہ ناجائز و حرام ہیں، البتہ بعض حالات میں بعض مصالح معقولہ شرعیہ کی بنا پر اگر مانع حمل دوائیں استعمال کرے جس میں تجرد اور آپریشن کی ضرورت نہ ہو عارضی طور پر تو اس میں حرج نہیں ہے۔

عرض... ۷: کیا نماز کے دوران قرآن پاک کو ۱۵ ر سینٹی میٹر اونچی رحل پر رکھنے کی اجازت ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد... : کوئی حرج نہیں۔

عرض... ۸: اگر بے وضو کسی کا ہاتھ غلطی سے قرآن پاک پر لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اس صورت میں وہ گناہ گار نہ ہوگا۔

عرض... ۹: اگر کسی کے ہاتھ سے غلطی سے قرآن پاک گر جائے تو وہ کیا کرے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اس صورت میں وہ گناہ گار نہ ہوگا۔

عرض... ۱۰: ہمارے آفس میں واشنگ اور واش روم کے لئے ایک ہی پانی استعمال ہوتا ہے پھر وہی پانی فلٹر ہوکر واپس آتا ہے

کیا ایسے پانی سے وضو ہو جائے گا؟

ارشاد...: ہو جائے گا۔

عرض...۱۱: شادی کی سالگرہ منائی جا سکتی ہے؟

ارشاد...: اس میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ جائز طور پر اور نصاریٰ اور دوسری قوموں سے مشابہت کے طور پر نہ ہو اور شرعی طور پر اس کو منایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عرض...۱۲: کیا کرکٹ، فٹ بال یا ٹینس کچھ دیر کے لئے بچوں یا بڑوں کے ساتھ کھیلا جا سکتا ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: لہو و لعب شرعاً ناجائز ہے، فٹ بال یا کرکٹ وغیرہ جو العاب ریاضیہ ہیں اگر ان کو ریاضت کے طور پر جس میں برہنہ ہونا تجرد لازم نہ آئے اور نمازوں کا قضا کرنا لازم نہ آئے اور کھیل کود کی نیت نہ ہو بلکہ ورزش کی اگر نیت ہو تو کبھی کبھی اس میں حرج نہیں ہے۔

عرض...۱۳: کیا ہم ایسے امام کے پیچھے جمعہ کی فرض نماز پڑھ سکتے ہیں جس نے جمعہ کی فجر کی نماز نہ پڑھی ہو؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اگر وہ عادتاً ایسا کرتا ہے تو وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جا سکتی اور اگر اس سے کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

عرض...۱۴: اگر کوئی نعت خواں اعلانیہ طور پر تصویر اور ویڈیو بنواتا ہو کیا اس سے نعت سننا جائز ہے؟ کیا ایسی محافل میں جہاں اعلانیہ تصویر کشی اور ویڈیو بنائی جاتی ہو جانا جائز ہے؟ (انگریزی)

ارشاد...: آپ کو ایسے نعت خواں سے نعت سننے اور ایسی محافل میں جانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

عرض...۱۵: اردو زبان میں کئی ایسے محاورے رائج ہیں جن میں رام وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے مثلاً "چڑھ جا بیٹا سولی پر رام بھلی کرے گا، بغل میں چھری زبان پر رام رام، لکشمی دیوی مہربان (دولت آنے پر)، لکشمی مہربان ہونے کے لئے آئی تو آدمی منہ دھونے چلا گیا" کیا ان کا اور اس طرح کے دوسرے محاوروں کو اپنی تحریر یا گفتگو میں استعمال کرنا جائز ہے؟

ارشاد...: پرہیز کرنا لازم ہے۔

عرض...۱۶: لڑکے کا نام افنان اور لڑکی کا نام زروار رکھ سکتے ہیں؟

ارشاد...: افنان نام تو بامعنی ہے اور زَروا نہیں بلکہ زُروا رکھ سکتے ہیں۔

عرض...۱۷: "اللہ رب العزت کا جتنا ذاتی غیب ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ فرمادیا" کیا یہ عبارت اہل سنت کے عقائد کے مطابق ہے؟ یا اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذاتی علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے برابر بتا کر شرک کیا گیا ہے؟

ارشاد...: یہ عبارت اہل سنت وجماعت کے مذہب کے بالکل خلاف ہے اور یہ کلمہ دو وجہ سے کلمہ کفر ہے ایک تو یہ کہ "جتنا ذاتی علم غیب" یہ اس بات میں صریح ہے کہ قائل کے نزدیک معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم محدود ہے، امام اہل سنت وجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **الدولۃ المکیۃ** اور **خالص الاعتقاد** اور **انباء المصطفیٰ** اور **اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان ومایکون** اور بہت سارے دوسرے رسائل جن میں حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بعطائے الٰہی علم غیب ثابت کیا ان میں یہ صاف تصریح کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم، علم محیط، تفصیلی بالفعل ہے اور اس کا علم غیر متناہی بالفعل ہے اور یہاں جتنا کہہ کر اُس کو متناہی اور محدود بتایا گیا پھر علم ہو یا قدرت یا کوئی صفت جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتی صفت ہے، اُس میں کسی بندے کی شرکت نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت ذاتیہ کو مخلوق کے لئے ثابت کرنا شرک ہے، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بعض علم غیب عطا فرمایا اور قرآن کریم سے بھی ثابت ہے:

"وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ۔ مخلوق اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم میں کسی شے کا احاطہ نہیں کرتی مگر اُس کا جو اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو بعض علم غیب عطا فرمایا اور اُس بعض میں اتنی کثرت ہے کہ اُنہوں نے اوّلین وآخرین اور ماکان و بقیہ ص ۴۹ پر

از: مولانا انیس عالم سیوانی *

سراج ملت! مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے داعی و مبلغ

یادِ رفتگاں

ابھی چند روز پہلے کی بات ہے محب و مخلص حضرت علامہ مفتی تفویض رضا صاحب شیخ الحدیث و مفتی دار العلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی نے ۷ر جنوری ۲۰۱۹ء صبح کے تقریباً ۹ر بجے یہ خبر جانکاہ موبائل پر دی کہ سید صاحب دنیا سے چل بسے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پہلے تو میں یہ سمجھ نہ سکا کہ کن کی بات کر رہے ہیں لیکن اچانک ذہن میں یہ بات آئی کہ مفتی تفویض صاحب کس سید صاحب کی بات کریں گے؟ میں نے دریافت کیا، کہ کیا حضور سراج ملت! تو کہنے لگے، ہاں! آج صبح پونے سات بجے آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، جب یقین ہوگیا تو میں نے کلمۂ ترجیع پڑھا اور تجہیز وتکفین سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ ابھی یہ فیصلہ نہیں ہوسکا ہے، جیسا ہوگا خبر کروں گا، حق تو یہ تھا، کہ یہ حقیر نماز جنازہ میں شرکت کرتا، لیکن مجبوری یہ تھی کہ اس وقت اپنے وطن سیوان میں تھا اور نماز جنازہ وتدفین کا صحیح علم بھی نہیں تھا، بہر حال آناً فاناً اپنے متعلقہ مدارس کو فون کر کے اطلاع دی اور ایصال ثواب کے لیے کہا، بالخصوص دار العلوم احسن العلما لکھنورہ مدار پور بازار سیوان، مدرسہ فیضان قیام الدین شاہ کھمن پیر لکھنؤ، دار العلوم فیضان مصطفیٰ کھدرا، لکھنؤ، امام احمد رضا سینٹر ناسک میں قرآن خوانی وایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا اور حضرت والا کی رحلت کے غم میں تعطیل کر دی گئی۔

حضور سراج ملت علامہ سید شاہ سراج اظہر صاحب قبلہ نوری خلیفۂ مفتی اعظم کا وصال دنیائے سنیت کا ایک عظیم فکری اور نظریاتی نقصان ہے، سراج ملت یقیناً سراج ملت تھے، ان کی ذات سے اہل سنت میں بہار تھی، وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے ناشر و مبلغ اور ترجمان تھے، انھوں نے اپنی حیات کا ہر لمحہ فکر رضا کی اشاعت اور باغیان اعلیٰ حضرت کی ناکہ بندی میں وقف کر رکھا تھا، ان کے نام کی ایک دھمک تھی، فتنہ چاہے کہیں سے اٹھتا اور کتنا ہی شدید ہوتا اس کے خلاف بغیر کسی خوف کے سب سے پہلے اگر کہیں سے کوئی آواز اٹھتی اور سب سے پہلے کوئی بولتا تو وہ سراج ملت کی ذات تھی، ممبئی نگری میں ان کا وجود کسی نعمت سے کم نہ تھا۔

اپنے وقت کا مرد مجاہد، صف شکن، مرد آہن تھا، رضوی کچھار کا ایسا شیر ببر کہ مخالفین جس کا نام سن کر بھاگتے تھے، وہ ایسا مرد قلندر تھا کہ جو ٹھان لیتا تھا کر گزرتا تھا، وہ جو بولتا تھا وہ کر کے دکھاتا تھا، وہ اپنے آپ میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتا تھا، سراج ملت تصلب فی الدین اور محبت اعلیٰ حضرت کا دوسرا نام تھا، آپ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ حُبّ رضا اور فکر رضا کے تحفظ میں صرف کیا۔

ہزاروں طوفان اٹھے، صدہا تحریکیں وجود میں آئیں، فکر و نظر کے نام پر نہ معلوم کتنے بلاخیز تلاطم جنم لئے لیکن موج حوادث کے تمام تر تھپیڑے سراج ملت کے ساحل سے ٹکرا کر اپنا وجود کھو بیٹھے، جہاں تک مجھے یاد آتا ہے اشرفیہ مبارکپور کے موجودہ صدر المدرسین اور مفتی مولانا نظام الدین صاحب مصباحی نے تقریباً ۳۰/۳۲ر سال پہلے بعض کرم فرماؤں کے اشارے پر جماعت اہل سنت کے بیشتر معتبر، مستند اکابر علما اور مشائخ کی تحقیقات و معمولات کے خلاف نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے جواز پر کتاب لکھ کر جماعت اہل سنت کے اندر ہیجانی کیفیت پیدا کر دی تھی، ہر چہار جانب چہ می گوئیاں ہو رہی تھیں، تساہل پروروں کی مختصر سی ٹولی مفتی صاحب کی تحقیق کو علم و بحث و تحقیق کا ایک روشن باب سمجھ رہی تھی، وہیں ننانوے فیصد علما اور مفتیان کرام اسے جماعت کے اندر انتشار پیدا کرنے کی کوشش سمجھ رہے تھے اور

* مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ کے جنرل سکریٹری ہیں۔

ہر چہار جانب سے اس کی مخالفت ہو رہی تھی، اس وقت اشرفیہ کے تمام ذمہ داران نے مفتی نظام الدین صاحب کی تحقیق سے برأت ظاہر فرما کر شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے فتویٰ عدم جواز کو حق وصواب ہونے کا اعلان فرمایا تھا۔

الغرض خواہ لاؤڈ اسپیکر کا مسئلہ رہا ہو، دعوت اسلامی اور سنی دعوت اسلامی جیسی مشکوک تحریکوں کا مسئلہ رہا ہو، عبید اللہ اعظمی جیسے بے راہ رو اور بھٹکے ہوئے مقرروں کا، مراری باپو کے چرنوں میں اسلام وسنیت کو بے آبرو کرنے کا مسئلہ رہا ہو، یا پھر خوشتر نورانی جیسے مذہب بیزار، آزاد روش ایڈیٹروں کی ہرزہ سرائی یا ڈاکٹر طاہر القادری اور دیگر صلح کلیوں کی دراندازی، ہر موڑ، ہر محاذ اور ہر سمت پر اگر کسی کی گہری نظر تھی تو وہ سراج ملت کی ذات تھی، انہوں نے کبھی کسی کی پرواہ نہیں کی، اہل سنت کے خلاف جب بھی کوئی آواز اٹھی، بریلی کی مرکزیت کو اگر کسی نے آنکھ دکھانے کی کوشش کی تو اس کا بروقت، دنداں شکن، منہ توڑ اور مسکت جواب سراج ملت کی طرف سے دیا گیا، ان حالات میں کبھی آپ نے یہ نہ سوچا کہ کون ہمارے ساتھ ہے اور کون نہیں۔

متصلّب علماومشائخ کے لیے ممبئی کی سرزمین پر سراج ملت پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے تھے، زندگی بھر مخالفین رضا کی سرکوبی فرماتے رہے، کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور نہ ہی ہوا میں تیر چلایا، تیر چلایا تو صحیح نشانے پر، ممبئی کی سرزمین پر آپ نے امامت کے ذریعہ، خطابت کے ذریعے، اپنی تحریکی سرگرمیوں کے ذریعہ، تعلیمی ادارہ دار العلوم فیضان مفتیٔ اعظم کے ذریعہ اور جہاں ضرورت پڑی مال وزر اور طاقت وقوت کے ذریعہ مذہب و مسلک کی پُرزور نمائندگی فرماتے رہے۔

جس پھول گلی میں انہوں نے اپنی زندگی کے حسین لمحات گزارے یقیناً اہل محبت اور صاحبان دل کے لیے وہ واقعی پھول گلی ہے، وہاں جانے والوں کو بریلی کی خوشبو کا احساس ہوتا ہے، امام احمد رضا کے علم کی چاشنی، مفتی اعظم کے تقدس مآب شخصیت کی اثر آفرینی اور حضور تاج الشریعہ کی مقبولیت فی الارض کے جلوؤں کو پیکر محسوس میں اگر کوئی دیکھنا چاہتا ہے تو اسے پھول گلی جانا چاہئے۔

ممبئی ایک کاروباری شہر ہونے کے ساتھ ساتھ رنگین مزاج اور متلون فکر کا بھی شہر ہے، آدمی بولتا کچھ اور ہے، کرتا کچھ اور ہے، جس طرح ایک کاروباری کی نظر صرف اس بات پر مرکوز رہتی ہے کہ کون سی ایسی تدبیر تلاش کی جائے جس کے ذریعہ کاروبار خوب پھلے پھولے، اسی طرح پچیس تیس سالوں میں ممبئی کا مذہبی ماحول بھی متأثر ہوا ہے، جو لوگ اپنے کو مسلک اعلیٰ حضرت کا نمائندہ اور علمبردار کہتے نہیں تھکتے تھے، جو حضرات خود کو اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا شیدائی ہونے کا دم بھرتے تھے، وہی لوگ اب مسلک اعلیٰ حضرت کی رسوائی کا سامان بن گئے ہیں، مسلک اور بریلی کا نام بزنس کوٹے کے طور پر استعمال کرنے لگے ہیں، مفتی اعظم کا مرید وخلیفہ کہلانے والے، تاج الشریعہ کی غلامی کا دم بھرنے والے صلح کل کا معجون تیار کر کے اہل مذہب کے ذہن وفکر کو مسموم کر رہے ہیں، کتنے امام، کتنے شیخ ومفتی اور سید صاحبوں کو چولا بدلتے دیکھا، کتنی تحریکوں اور اکیڈمیوں کے ذمہ داروں کو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے دیکھا، مگر واہ رے سراج ملت! آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ کھنکتے سکوں کی قیمت بازار میں ہوسکتی ہے لیکن ان سکوں سے کسی سچے مؤمن کو نہیں خریدا جاسکتا ہے، مفتی اعظم کی بارگاہ تربیت نے آپ کو ایسا سنوارا اور سجایا تھا کہ پھول گلی میں بیٹھ کر آپ فکر واعتقاد کے مریضوں کے درد دل کا علاج بھی کرتے تھے اور ضرورت پڑی تو سرجری بھی کرتے تھے، ممبئی میں اچھے اچھے بک گئے یا بدل گئے لیکن سراج ملت کی زندگی کا ہر لمحہ یہی پکارتا رہا کہ ؎

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

وہ حافظ قرآن بھی تھے، قرآن پاک کو مخارج اور صفات کی ادائیگی کے ساتھ پڑھنے کا فن جانتے تھے، عمدہ شیر افگن خطیب تھے، مسلک رضا کی ترجمانی ان کا شیوہ تھا، سیاسی مسئلہ ہو یا سماجی یا مذہبی جس جانب سے بھی مذہب پہ آنچ آتی، سراج ملت تڑپ اٹھتے، اس کے خلاف شیشہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑے نظر

آتے، جمعہ کے دن اگر خطاب فرماتے تو بعض دفعہ ایسا رنگ و ترنگ ہوتا کہ سننے والے دنگ رہ جاتے، ایک ایک گھنٹہ تقریر ہوتی، کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی، شخصیت پُر جلال، چہرے سے رعب اور ہیبت کے آثار نمایاں لیکن جب بات اپنوں کی ہوتی تو ابر کرم بن جاتے، رُخ پُر نور پہ کرم اور بخشش کے صد ہا ہزار نشان ہویدا ہوتے۔

سراج ملت صوبہ بہار سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے والد گرامی حضرت سید ابولہاشم صاحب اشرفی علیہ الرحمہ سنی صحیح العقیدہ مذہب ومسلک کے سچے داعی ونمائندہ تھے، پھول گلی مسجد میں والد گرامی کی نیابت میں کافی دنوں تک آپ نے امامت کا فریضہ انجام دیا، والد محترم حضرت سید ابولہاشم اشرفی علیہ الرحمہ جب زیادہ علیل رہنے لگے تو آپ نے اپنی جگہ امامت وخطابت کی باضابطہ ذمہ داری اپنے ہونہار اور روشن ضمیر، نیک فال جانشین (جن کو اس دور میں صرف حافظ سید سراج اظہر کہا جاتا تھا) کے سپرد کی، یہ وہی سید سراج اظہر ہیں جن کی امامت کے لیے مسجد کمیٹی کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم نے خط لکھ کر کہا کہ سید صاحب اب بیمار رہتے ہیں، ان کے صاحبزادے حافظ قرآن ہیں، ان کی عدم موجودگی میں نماز بھی پڑھاتے ہیں تو کیوں نہیں انہیں اُن کی جگہ رکھ لیتے۔

اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ سراج ملت درحقیقت پھول گلی میں خود آئے نہیں تھے بلکہ قطب زمانہ سرکار مفتی اعظم نے بریلی کا نمائندہ بنا کر وہاں بھیجا تھا، اسی لیے بادمخالف کے تمام تھپیڑے آ کر وہاں دم توڑ دیتے تھے، وہابیت، دیوبندیت، رافضیت، بوہریت، (جس کا مرکز بھنڈی بازار ممبئی ہے) اور سب سے بڑھ کر فتنۂ صلح کلیت کو وہ دھول چاٹنے پر مجبور کرتے رہے، احقاق حق اور ابطال باطل ان کا نشان امتیاز تھا، حق گوئی وبے باکی جن کی شان تھی، جرأت وہمت جس کے دم سے قائم تھی، وہ چراغ رشد وہدایت، سراج دین وملت، سیف رضا، واصف خیر الوریٰ، حامی فکر رضا، جس کی زباں پر جاری رہا، صبح ومسا، میرا رضا، میرا رضا۔

سراج ملت تیری عظمت کو سلام، چراغ بجھا نہیں بلکہ فکر وآگہی کا تو ایسا روشن ستارہ تھا کہ جاتے جاتے تو نہ جانے کتنے دیپ جلا دیئے، ہم ان چراغوں کی بات نہیں کرتے جو اپنے ہی گھروں کو جلا کر شادیانے بجاتے ہیں، ہم اس چراغ علم ومعرفت کی بات کر رہے ہیں جو مفتی اعظم کی نگاہ التفات کا ثمرہ تھا، جو درس گاہ رضویہ کا فیض یافتہ تھا، جو اسلاف کے میراث کا محافظ تھا، جو مسلک رضا کا پاسبان تھا، جو مسلکی سرحدوں کا نگہبان تھا، جو ہماری سرحدی چوکیوں کا محافظ تھا، جو اغیار کو للکارتا اور کہتا تھا ؂

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

اپنوں کو جگاتا، بیدار کرتا، عقیدے کی حفاظت وصیانت کے لیے ابھارتا اور یہی پکارتا رہتا تھا ؂

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو! چوروں کی رکھوالی ہے

رب کریم سراج ملت علامہ سید سراج اظہر نوری علیہ الرحمہ کی قبر پر رحمت وغفران کی بارش فرمائے، ان کے مدارج بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کے اخلاف بالخصوص ان کے عالی مرتبت شہزادگان حضرت مولانا حافظ سید جیلانی میاں، حضرت علامہ سید منہاج رضا ہاشمی میاں (ناظم اعلیٰ دار العلوم فیضان مفتی اعظم) حضرت مولانا نورانی میاں، محترم سبحانی میاں، محترم مدنی میاں وغیرہم کو سراج ملت علیہ الرحمہ کا سچا پرتو اور جانشین بنائے، ان حضرات کو مذہب ومسلک اور فکر رضا کا وہی جوش وجذبہ عطا فرمائے جو سراج ملت کا نشان امتیاز تھا، آمین یارب العلمین۔

◆◆◆

ص ۵۸ کا بقیہ.....

وہ خدا کا ہوا نبی کا ہوا
جو تمہارا ہوا غریب نواز

اپنے در پر مجھے بلایا ہے
مرحبا مرحبا غریب نواز

اپنے انورؔ پہ ہو نگاہِ کرم
یہ بھی ہے آپ کا غریب نواز

◆◆◆

بسا ہے سبز گنبد میں، نگر صدیق اکبر کا

(از: مولانا سلمان رضا فریدی)*

مرے آقا کا جو در ہے وہ در صدیق اکبر کا
بسا ہے سبز گنبد میں ، نگر صدیق اکبر کا

بنی شمع نبوت کے لئے فانوس ان کی جاں
حِصارِ مصطفٰے ، تارِ جگر صدیق اکبر کا

نچھاور خلد بھی اُس پر، جہاں لیٹے ہوئے ہیں وہ
نبی کے قرب کی جنت ہے گھر صدیق اکبر کا

شَرف پہلی خلافت کا، اُنھیں سرکار نے بخشا
ہے بُرجِ افضلیت پر ، قمر صدیق اکبر کا

اترتا ہے ابھی تک اِذھُما فی الغار کا صدقہ
وہی پہلو ہے اب بھی مُستَقَر صدیق اکبر کا

کرینگے سب اجالے حشر تک، کسب ضیا اُن سے
سدا چمکے گا خورشید نظر صدیق اکبر کا

اَنیس مصطفائی بن گئی، ہر اک ادا اُن کی
نرالا ہے زمانے سے ہنر صدیق اکبر کا

نبی کے بحر الفت سے ہوئی ہے اس کی سیرابی
نہ سوکھے گا کبھی باغِ جگر صدیق اکبر کا

زمانہ کیسے بھولے گا وہ" غارِ ثور" کا منظر
شب ہجرت انوکھا تھا سفر صدیق اکبر کا

سجے ہیں شخصیت میں آیتِ قرآں کے گلدستے
ہر اک رنگِ فضیلت ہے اَمَر صدیق اکبر کا

ادب انکی عبادت ہے، ادب ہی انکا ایماں ہے
تعارف ہے یہی بس مختصر صدیق اکبر کا

ہمارے واسطے اعزاز ہے ان کی ثنا خوانی
قصیدہ ہے بہت ہی معتبر صدیق اکبر کا

نبی کو دیکھنا سب سے پسندیدہ عمل ان کا
ہے کتنا بے بہا ، نورِ بصَر صدیق اکبر کا

یقیناً وہ ، درِ سرکار کا محبوب ہوتا ہے
جو بَن جاتا ہے محبوبِ نظر صدیق اکبر کا

فدا انسانیت کی عظمتیں ان کے تقدس پر
لقب، بعدِ رُسل ، افضل بشر صدیق اکبر کا

محبت کے نئے جلوے مرتب کردیئے جس نے
عجب انداز سے چمکا گُہر صدیق اکبر کا

اُنھیں حضرت علی پاک، بیحد پیار کرتے تھے
ادب کرتے تھے، عثمان و عمر صدیق اکبر کا

وفا کی کہکشاں ہر اک قدم پر جگمگاتی ہے
نہ کم ہوگا جمالِ رہ گزر صدیق اکبر کا

اِسی جذبے سے چاہت بن گئے سب سے غنی اُنکی
نبی کا عشق ہے ، انمول زر صدیق اکبر کا

جہانِ عشق میں ہے آج بھی ان کی شہنشاہی
کہ ہے کردار ایسا تاجور ، صدیق اکبر کا

بقیہ صفحہ ۷۷ پر

ہند کے بادشا غریب نواز

(از: مولانا محمد انور علی رضوی)*

مرد حق آشنا غریب نواز
عاشق مصطفٰے غریب نواز

آج بھی گمرہوں کے حق میں حضور
آپ ہیں رہنما غریب نواز

آپ کے مرتبے کا کیا کہنا
ابن خیر الوریٰ غریب نواز

آپ کے در کو سب یہ کہتے ہیں
در ہے جنت نما غریب نواز

بالیقیں مومنوں کے خواجہ ہیں
ہند کے بادشا غریب نواز

اسے بے فکر کر دیا آقا
جس کو تم نے دیا غریب نواز

بقیہ صفحہ ۵۷ پر

منظومات

Rs. 25/-

عالم اسلام کو

رمضان کریم مبارک ہو

رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ/ مئی ۲۰۱۹ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

MAY - 2019

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

Tajushshariah Foundation, Karachi, Pakistan

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19

MAY - 2019
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت، عکس حجۃ الاسلام، ثانی مفتیٔ اعظم، نور دیدۂ مفسر اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ

حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہ

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر اعلیٰ
مولانا عسجد رضا خاں قادری

مدیر
مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی

رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ مطابق مئی ۲۰۱۹ء

Issue 5 شمارہ نمبر ۵

Vol. 4 جلد نمبر ۴

فی شمارہ ۲۵ روپیے

سالانہ ۳۰۰ روپیے سادہ ڈاک سے

سالانہ ۵۵۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے

دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

نوٹ: رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.co.in
www.hazrat.org

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

جانشین تاج الشریعہ کا دورۂ سیمانچل! ایک مشاہداتی تحریر [قسط اوّل]

محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

کبھی کبھی انسان ساحل پر رہتے ہوئے بھی سمندر کی طغیانی کا اندازہ نہیں کر پاتا اور اس سے اٹھنے والی موجوں کی اس حقیقت سے غافل رہ جاتا ہے کہ جب وہ چلتی ہیں تو ان کی برق رفتاری کے سامنے بڑے بڑے شرکش دریا بھی اپنا وجود کھو دیتے ہیں، تاج الشریعہ علم وفن کے ایک ایسے ہی بحر البحور کو کہتے ہیں جس کی علمی طغیانی اور فنی تموج کے آگے بڑے بڑے صاحبان علم وفن اپنا وجود تلاش کر تھک جاتے مگر اس کا کچھ پتہ نہیں ملتا تھا، آج میں نے خلق خدا میں جب اس سمندر سے اٹھنے والی موج جانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی کی برق رفتار مقبولیت کا سیلاب اور دیوانگی کی شدت دیکھی تو حیران رہ گیا اور اپنی کم ظرفی پر خفت محسوس کرنے لگا کہ میں نے اپنے تئیں شہزادے کو بلندی کے جس منار پہ بٹھا رکھا تھا، اللہ رب العزت نے انھیں اس سے ہزاروں درجہ ارفع واعلیٰ مقام ومرتبہ پر فائز فرمایا ہے۔

عقیدت ومحبت کے ایسے ایسے دل گداز مناظر نگاہوں کی زینت بنے جنھوں نے مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ کی یاد تازہ کردی، دل فرط مسرت سے اچھل جاتا، آنکھیں فرحت وانبساط کے گوہر لٹاتیں اور زبان پر بے ساختہ یہ شعر مچلتا جاتا ؎

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے میری سرکاروں کے

خلق خدا کے دلوں میں آپ کے لئے ایسی عقیدت ومحبت موجزن تھی جو اپنے وقت کے بڑے بڑے جید علما وفضلا اور مشائخ طریقت کے لئے بھی شاید و باید ہی دیکھنے کو ملتی ہے، کیا مرد و عورت، کیا بچے و بوڑھے اور کیا جوان ہر ایک آپ کے لئے والہ وشیدا تھا، جہاں لوگوں کو کسی کے لئے منٹوں اور سیکنڈوں کا انتظار بھی شاق گزرتا ہے، وہیں لوگ جانشین تاج الشریعہ کی ایک جھلک پانے کے لئے آٹھ آٹھ دس دس گھنٹے بھی خنداں پیشانی سے محو انتظار رہتے تھے، یہ معاملہ صرف عام لوگوں کا نہیں تھا بلکہ دور دراز سے آنے والے علمائے کرام کی بھی یہی کیفیت تھی، گھنٹوں انتظار کرتے اور جب شرف زیارت حاصل ہوتا تو پکار اٹھتے: پیکر تاج الشریعہ! پرتوے تاج الشریعہ! جلوۂ تاج الشریعہ! عوام وخواص میں جو رعب ودبدبہ حضور تاج الشریعہ کا تھا اور جو دیوانگی وشیفتگی حضور تاج الشریعہ کے لئے تھی، بلا مبالغہ وہی نظارہ میری نگاہوں نے جانشین تاج الشریعہ کے لئے دیکھا ع

زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

یہ دل کش مناظر حاسدین رضا کو بھی ایک خاموش پیغام دے رہے تھے کہ۔ ؎

لاکھ جلتے رہیں دشمنان رضا
کم نہ ہوں گے کبھی عاشقان رضا

اگر کسی کو علوم ومعارف کا حسین امتزاج دیکھنا ہو تو خانوادۂ رضویہ کے بزرگوں میں دیکھے، اکابرین خانوادۂ رضویہ کا علمی جاہ وجلال اور عرفانی جود ونوال دیکھ کر یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ اللہ ورسول نے اس خانوادے پر خصوصی انعام واکرام فرمایا ہے، شہرت ومقبولیت عامہ اس گھر کی باندی نظر آتی ہے، ہر دور میں علم وفضل اس خانوادے کا طرۂ امتیاز رہا ہے، خانوادے کے چند لوگ ہی سہی اس وراثت کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں، جبھی تو جانشین تاج الشریعہ، مظہر تاج الشریعہ بن کر دنیا میں مشائخ رضویہ کا علمی وروحانی فیضان تقسیم کرنے نکلے تو خلق خدا نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا، پلکوں پہ بٹھایا، سینے سے لگایا، اتنی کم عمری میں اور اتنی مختصر سی مدت میں یہ مقبولیت عامہ دیکھ کر کوئی بھی حقیقت پسند یہی کہتا ہوا نظر آتا ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میں بات کر رہا ہوں جانشین تاج الشریعہ کے دورۂ سیمانچل کی! جس میں حضرت مفتی عاشق حسین صاحب کشمیری کے ساتھ ساتھ راقم کو بھی حضرت کی ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا، مسلسل ۱۳؍دنوں کا یہ تبلیغی سفر مورخہ ۵؍مارچ ۲۰۱۹ء سے شروع ہو کر ۱۸؍مارچ کو اختتام پذیر ہوا، ۵؍مارچ کو بذریعہ طیارہ اندرا گاندھی انٹرنیشنل ایئر پورٹ دہلی سے روانہ ہو کر شام ساڑھے چار بجے ہم باگڈوگرا ایئر پورٹ پہنچے، یہاں سیکڑوں علما اور عاشقان تاج الشریعہ نے شہزادہ وجانشین تاج الشریعہ کا والہانہ استقبال کیا، پورا ایئر پورٹ نعرہائے تکبیر ورسالت اور بستی بستی قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ سے گونج اٹھا، ایئر پورٹ سے پچاسوں گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں پر سوار یہ نورانی قافلہ جانشین تاج الشریعہ کو لے کر پھانسی دیوا موڑ، ماٹی گرا، سلی گوڑی میں جناب ایوب بھائی رضوی کے دولت کدے پر پہنچا، جہاں آپ نے نماز عصر ادا کی، پھر چائے وغیرہ کے بعد رضویوں کا یہ قافلہ اپنے رضوی دولہا کو لے کر ٹھاکر گنج کشن گنج کی طرف رواں دواں ہو گیا، جس علاقے سے بھی یہ نورانی قافلہ گزرتا نعرہائے تکبیر و رسالت، بستی بستی قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ اور مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد سے گونج اٹھتا، راستے میں کئی مقام پر عاشقان رضا نے سڑک کے دونوں جانب کھڑے ہو کر اپنے شہزادے کا پرزور استقبال کیا، ٹھاکر گنج پہنچتے پہنچتے سیکڑوں کا یہ قافلہ ہزاروں کی تعداد میں تبدیل ہو چکا تھا۔

۵؍مارچ ۲۰۱۹ء دورے کا پہلا دن، پہلا پروگرام:

عظمت والدین کانفرنس، کالوگھاٹ

قریب پونے سات بجے ہم ٹھاکر گنج پہنچے اور موضع تبلبھٹّا میں جناب شاہ جمال صاحب رضوی کے دولت کدے پر قیام ہوا، مغرب کا بالکل آخری وقت ہو رہا تھا، اس لئے سب سے پہلے جانشین تاج الشریعہ نے مغرب کی نماز پڑھی، تب تک شہزادے کے دیدار کے لئے عاشقان رضا کا ہجوم اس قدر ہو چکا تھا کہ لوگوں کا ان کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا، مصافحہ، دیدار اور بیعت کا سلسلہ شروع ہوا تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، بادل نخواستہ ساڑھے نو دس بجے بقیہ لوگوں کو جلسہ گاہ چلنے کو کہا گیا تب جا کر قدرے سکون ہوا تو جانشین تاج الشریعہ نے تھوڑا آرام کیا، رات قریب ۱۲؍بجے آپ نے عشا اور کھانے سے فراغت حاصل کی اور قریب ڈیڑھ بجے شب ”عظمت والدین کانفرنس“ کالوگھاٹ ٹھاکر گنج کے اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے، ماشاء اللہ پنڈال بہت ہی بڑا تھا اور تاحد نگاہ انسانوں کا امنڈتا ہوا سیلاب نظر آرہا تھا، جناب سکندر رضوی، جناب شاہ جمال رضوی اور جناب توحید رضوی صاحبان نے عمدہ انتظام وانصرام کیا تھا، مولانا نجم الدین صاحب بھی پیش پیش نظر آئے، خطیب لاثانی حضرت مولانا سیف اللہ صاحب علیمی نے اپنے خطاب کے اختتام پر یہ اعلان کیا کہ باوقار علمائے کرام سے منور عظمت والدین کانفرنس کے اس اسٹیج پر، ٹھاٹھیں مارتے ہوئے اس مجمع کے سامنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری سنت ادا کی جانے والی ہے اور جناب سکندر رضوی کا نکاح عمل میں آنے والا ہے۔

طرفین کے چند ضروری افراد مع وکیل و گواہان اسٹیج پر آئے اور جانشین تاج الشریعہ نے خطبہ ارشاد فرما کر جناب نظر الاسلام ساکن جھنا کھور طیب پور ٹھاکر گنج کی بڑی صاحب زادی کا نکاح حافظ صفی احمد مرکزی ولد نظام الدین ساکن ڈھلی ٹھاکر گنج کے ساتھ اور چھوٹی صاحبزادی کا نکاح محمد سکندر رضوی ولد محمد شمر الدین ساکن اڈ گرا بستی کالوگھاٹ ٹھاکر گنج کے ساتھ کیا، پھر حضرت نے لوگوں کو بیعت فرمایا، اس کے بعد آپ نے ایک پر مغز خطاب فرمایا اور مسلمانوں کو اپنے دین وایمان کی حفاظت، صلح کلیوں اور نام نہاد پیروں سے بچنے کی نصیحت فرمائی، اس موقع پر علاقے کے بزرگ عالم دین اور تلمیذ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی عظیم الدین صاحب کو جانشین تاج الشریعہ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

مولانا ذاکر گیاوی، مولانا شہاب الدین رضوی، جناب ناصر گمان ہالینڈ، جناب خورشید احمد رضوی دہلی، جناب رفیق رضا ممبئی، مولانا عبد الصبور، قاری شمشاد رضوی ممبئی جیسے حضرات رونق اسٹیج

رہے، قریب ساڑھے تین بجے صلاۃ وسلام اور حضرت کی دعا پر جلسے کا اختتام ہوا، جلسے کا پنڈال کافی بڑا تھا، یہاں بیعت ہونے والوں کی تعداد تقریباً ۷۵؍ہزار تھی۔

حضرت جلسہ گاہ سے قبل بھٹا جناب شاہ جمال صاحب کے دولت کدے پر تشریف لے آئے اور کچھ مخصوص لوگوں سے ملتے رہے، جب تک کہ فجر کا وقت ہو گیا، حضرت نے نماز فجر ادا کی اور معمول کے مطابق اوراد و وظائف و دلائل الخیرات شریف پڑھ کر موجودین کے سینے پر دم فرمایا پھر تھوڑا ناشتہ کر کے آرام فرمانے لگے۔

دوپہر ڈھائی بجے حضرت بیدار ہوئے، ظہر کی نماز پڑھی اور ہلکا پھلکا ناشتہ کیا (کیوں کہ سکندر بھائی کے یہاں ولیمہ کی دعوت تھی) جب تک بیعت ہونے، ملنے اور دعا کرانے والوں کی اچھی خاصی تعداد جمع ہو چکی تھی، ان سے فارغ ہوتے ہوتے چار بج گئے، جناب شاہ جمال صاحب رضوی کے دولت کدے سے رخصت ہوتے ہوئے سب سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے مولانا ایوب صاحب رضوی کے دولے کدے پر جانا ہوا، یہاں کافی لوگ داخل سلسلہ ہوئے پھر یہاں سے جناب سکندر رضوی کے گھر پہنچے، جہاں کثیر تعداد میں عاشقان رضا کافی دیر سے حضرت کے منتظر تھے، رات کے بچے ہوئے لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے کے بعد حضرت نے کھانا تناول فرمایا (۲) اور فوراً ہی بھوگڈابر جناب شفیق رضوی کے یہاں روانہ ہوئے جہاں انھوں نے بڑے پیمانے پر نیاز کا اہتمام کر رکھا تھا، سیکڑوں کی تعداد میں لوگ جانشین تاج الشریعہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، یہاں پوّا کھالی کے رہنے والے ایک دیوبندی محفوظ عالم نے جانشین تاج الشریعہ کو دیکھ کر آپ کے دست حق پرست پر اپنی گمراہیت اور دیوبندیت سے توبہ کی (۳) یہاں سے روانہ ہو کر جناب توحید احمد رضوی کے دولت کدے پر ڈھلی گاؤں پہنچے، یہاں بھی معتقد رضویوں کا ہجوم حضرت کے استقبال کے لئے محو انتظار تھا، حضرت کی دید ہوئی، لوگوں کی عید ہوئی، بڑی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے (۴) یہاں سے رخصت ہو کر مولانا نجم الدین صاحب اور مولانا توحید عالم صاحب کی فرمائش پر مولانی گاؤں تشریف فرما ہوئے، یہاں بھی دیوانگی کا وہی عالم تھا، سیکڑوں کی تعداد میں محبان تاج الشریعہ کا ہجوم سڑک پر اپنے شہزادے کے استقبال کے لئے کھڑا تھا، نعروں کی گونج میں آپ کا استقبال ہوا، لوگ داخل سلسلہ ہوئے (۵) پھر کئی گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں پر مشتمل ہمارا قافلہ منشی بھٹا روانہ ہوا جہاں جناب محی الدین صاحب پرمکھ نے نہایت ہی پر جوش استقبال کیا، انھوں نے لوگوں کے لئے بہت ہی عمدہ انتظام وانصرام کر رکھا تھا، یہاں کافی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوئے، پرمکھ صاحب کی والدہ بیمار تھیں، حضرت نے ان کی عیادت کی اور دعائے صحت فرمائی (۶) مذکورہ سبھی گاؤں کا دورہ کرتے ہوئے رات کے تقریباً ۱۰؍بج گئے، ایک محتاط اندازے کے مطابق ان سبھی مقامات پر داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہونے والے لوگوں کی تعداد تقریباً ۷۰۰۰؍ہزار تھی، یہاں سے فارغ ہو کر ہمارا قافلہ ثانی دہی بھات، بہادر گنج کے لئے روانہ ہوا۔

۶؍مارچ ۲۰۱۹ء، دوسرا دن، ساتواں پروگرام:

معلم کائنات کانفرنس، ثانی دہی بھات

رات قریب ۱۱؍بجے یہ قافلہ ثانی دہی بھات بہادر گنج پہنچا، قیام گاہ سے تھوڑی دور پہلے مولانا رفیق عالم صاحب نے الجامعۃ الرضویہ اختر العلوم کے لئے ایک وسیع اراضی خریدی تھی، مولانا رفیق عالم صاحب کی دیرینہ خواہش تھی کہ حضور تاج الشریعہ کے نام سے منسوب اس ادارے کا سنگ بنیاد آپ ہی کے دست حق پرست سے عمل میں آئے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، خیر تاج الشریعہ نہ سہی جانشین تاج الشریعہ نے سید یوسف صاحب رضوی دبئی، مولانا اختر رضا دبئی، مفتی عاشق حسین صاحب اور راقم الحروف نشتر فاروقی کی موجودگی میں اس کا سنگ بنیاد رکھا، اس کے بعد حضرت قیام گاہ پر تشریف لائے، یہاں آپ نے تھوڑی دیر آرام فرمایا اور کھانا تناول فرما کر رات تقریباً دو بجے "معلم کائنات کانفرنس" کے اسٹیج پر جلوہ گر ہوئے، پنڈال عاشقان رضا سے بھرا ہوا تھا، اسٹیج پر مولانا مجاہد الاسلام صاحب شبرام پور، مولانا مزمل حسین صاحب، مفتی مظفر حسین صاحب بائسی، مولانا اختر رضا

اداریہ

نوری شبرام پور، مفتی عابد حسین صاحب، مولانا نظام الدین صاحب، مشہور نعت خوں جناب رفیق رضا ممبئی اور دیگر علاقائی علمائے کرام بھی موجود تھے، خطیب عصر حضرت مولانا شہر یار صاحب نے اپنی تقریر ختم کی ،حضرت نے سب سے پہلے لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا پھر ایک مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، جس میں احکام شرعیہ کی پابندی، بدمذہبیت کی آندھی سے اپنے ایمان واسلام کو محفوظ رکھنے کی تلقین اور صلح کلیت کی وبا سے خود کو بچائے رکھنے کی تدبیر شامل ہے، قریب ۴؍بجے صبح میں صلاۃ وسلام اور حضرت کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

دہی بھات سے ہمارا قافلہ جلسہ کے اختتام کے فوراً بعد ہی شبرام پور کے لئے روانہ ہو گیا، فجر کی نماز حضرت نے شبرام پور میں ادا فرمائی، اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر ہلکا ناشتہ کیا اور آرام فرمانے لگے۔

۷؍مارچ ۲۰۱۹ء، تیسرا دن، آٹھواں پروگرام:

تاج الشریعہ کانفرنس، شبرام پور

حضرت قریب دو بجے بیدار ہوئے، غسل فرمایا، ظہر پڑھی اور ظہرانے کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ چل پڑا جو عصر تک جاری رہا، ملاقات کے لئے آنے والوں میں علاقے کے بڑے بڑے علمائے کرام اور جید مفتیان عظام بھی شامل تھے، بعد عصر مولانا ابوالکلام صاحب رضوی کے یہاں بہادر گنج کے لئے حضرت کے ساتھ ہم روانہ ہوئے، مغرب کی نماز حضرت نے بہادر گنج میں پڑھی، کچھ چائے ناشتے کے بعد جانشین تاج الشریعہ اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے، چونکہ یہاں کے بعد حضرت کو ”تاج الشریعہ کانفرنس“ شبرام پور میں شریک ہونا تھا، اس لئے آپ نے فوراً لوگوں کو بیعت کیا اور تلقین ونصیحت پر مشتمل ایک مختصر سی تقریر فرمائی، پھر صلاۃ وسلام ہوا، حضرت نے دعا فرمائی اور جلسے کا اختتام ہوا(۹) یہاں سے فوراً ہم شبرام پور واپسی کے لئے نکل گئے، یہاں پہنچ کر حضرت تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گئے۔

رات قریب دو بجے جب حضور تاج الشریعہ زیب تن فرما کر جانشین تاج الشریعہ جب رونق اسٹیج ہوئے تو تھوڑی دیر کے لئے وقت جیسے تھم سا گیا، ہر فرد محو حیرت تھا اور یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ جانشین تاج الشریعہ رونق اسٹیج ہیں یا سراپا تاج الشریعہ! ہر نگاہ آپ کے رخ انور کا طواف کرتی نظر آرہی تھی، مجمع تو مجمع اہل اسٹیج بھی آپ کے عالمانہ وقار اور فاضلانہ شان وشوکت کے حصار میں خود کو جکڑے ہوئے محسوس کر رہے تھے، عوام وخواص میں آپ کی زیارت کے لئے ایسی دیوانگی اور تشنگی تھی کہ قریب ۱۵؍منٹ تک پورا سسٹم معطل رہا، بمشکل تمام لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے، حضرت کی کرسی قدرے آگے کردی گئی تا کہ لوگ آپ کی زیارت سے شاد کام ہوتے رہیں، اس وقت حضرت مفتی اختر حسین صاحب علیمی کی تقریر ہو رہی تھی، امام احمد رضا کی خدمات اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے آپ کا خطاب نہایت ہی جامع اور پر مغز تھا، عوام وخواص نے کافی پسند کیا۔

پھر مشہور نعت خواں محترم رفیق رضا ممبئی نے کلام رضا پیش کیا، انھوں نے اپنی مترنم آواز سے ایک ایسا سماں باندھا کہ پورا مجمع ان کے ساتھ ہم آواز ہو گیا، پھر راقم نے چند منٹوں کے لئے مائک تھاما اور ماہنامہ سنی دنیا کا تعارف کراتے ہوئے لوگوں کو یہ بتایا کہ تبلیغ وترسیل کے مروّجہ طریقوں میں تحریر کا اثر دیرپا ہوتا ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر حضور تاج الشریعہ علیہ والرحمہ نے اس رسالے کو ۱۹۸۲ء میں جاری فرمایا جواب تک جاری وساری ہے، ہم عاشقان تاج الشریعہ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے مرشد ومربی کی جاری فرمودہ اس علمی یادگار کو باقی رکھتے ہوئے خوب ترقی دیں اور اسے ہر سنی کے گھر تک پہنچانے کے لئے خود اس کے ممبر بنیں اور اپنے دوست احباب کو بھی اس کی تلقین فرمائیں۔

پھر جانشین تاج الشریعہ سے التماس کی گئی کہ حضرت حضور تاج الشریعہ کا مشہور زمانہ کلام ”زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے“ اپنے مخصوص لب ولہجے میں سنائیں اور عوام وخواص کو محظوظ فرمائیں، حضرت نے کرم فرمایا، پورا مجمع آپ کی آواز سے آواز ملا کر جھوم رہا تھا، ہزاروں کے اس مجمع میں کوئی ایک بھی فرد ایسا نہیں تھا جو خاموش رہ پایا ہو، اس کے بعد معمول کے مطابق حضرت نے دور دراز سے آئے عاشقان تاج الشریعہ کو پہلے سلسلہ میں داخل

فرمایا اور دوران بیعت جو عہدو پیمان آپ نے لوگوں سے لئے اس کی اہمیت پر سیر حاصل گفتگو فرمائی، آپ نے بتایا کہ احکام شرعیہ پر عمل کرتے ہوئے اگر دنیا سے اپنا ایمان سلامت لے کر جاؤ گے تو سن لو تاج الشریعہ تنہا جنت کا رخ نہیں فرمائیں گے بلکہ اپنے ہر ایک غلام کو ساتھ لے کر جائیں گے، وہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

اختؔر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

قریب چار بجے حضرت کے صلاۃ وسلام اور دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا، اسٹیج پر مفتی منظر حسن صاحب قدیری، مفتی شہر یار صاحب، مفتی مظفر حسین صاحب، مفتی ذوالفقار رشیدی صاحب، مولانا سجاد عالم رشیدی کے علاوہ علاقے کے دیگر جید علمائے کرام وشعرائے اسلام کے ساتھ جامعہ نوریہ گلشن زہرا کے اساتذہ بھی موجود تھے، تاج الشریعہ کانفرنس حضرت مفتی مجاہد الاسلام نوری ناظم جامعہ نوریہ گلشن زہرا اور آپ کے صاحبزادے مولانا حافظ اختر رضا نوری کے زیر اہتمام انعقاد پذیر ہوئی، یہاں قریب ۳۰۰۰۰ رہزار افراد داخل سلسلہ ہوئے۔

قیام مفتی مجاہد الاسلام صاحب کے دولت کدے پر ہوا، ماشاء اللہ عمدہ انتظام فرمایا تھا، حضرت کو یہاں کافی آرام بھی ملا، جس بنا پر کئی جگہوں کا پروگرام ختم کر کے قیام کے لئے حضرت یہیں تشریف لے آتے، یہاں کے بعد مفتی صاحب کے صاحبزادے مولانا اختر رضا نوری دبئی لگ بھگ ہر پروگرام میں حضرت کے ساتھ رہے۔

دوسرے دن ۸ر مارچ کو بھی ملنے والے عوام وخواص کا تانتا لگا رہا، اس دوران ۲ر دیوبندی فرداً فرداً اور ۲ر دیوبندی مع اہل خانہ جانشین تاج الشریعہ کے دست حق پرست پر مگر اہمیت سے تائب ہو کر سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہو گئے، شبرام پورے کے متصل منورہ کی ایک گنگی عورت تھی، جو ماشاء اللہ بزرگوں کے فیضان سے بیعت ہونے کے بعد کچھ کچھ بولنے لگی، اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک کے صدقے اسے مکمل قوت گویائی عطا فرمادے، آمین، بعد نماز مغرب حضرت نے شبرام پور میں ''الرضا انگلش اسکول'' کا سنگ بنیاد رکھا، جس کے بانی اور منتظم مولانا مجاہد الاسلام صاحب اور آپ کے صاحبزادے مولانا اختر رضا نوری ہیں۔

۸ر مارچ ۲۰۱۹ء، چوتھا دن، دسواں پروگرام:

پیغام تاج الشریعہ کانفرنس، پوّا کھالی

اسکول کے سنگ بنیاد سے فارغ ہو کر ہمارا قافلہ فوراً گوا گاؤں چھپی کے لئے روانہ ہو گیا، یہاں حضرت جناب نعیم انصاری صاحب رضوی کے دولت کدے پر قدم رنجہ ہوئے، خیر وبرکت کی دعا فرمائی پھر ماسٹر محبوب عالم صاحب رضوی کے دولت کدے پر تشریف لائے (۱۱) یہاں بیعت ہونے والوں کی ایک بڑی تعداد محو انتظار تھی، لوگوں نے باقاعدہ شامیانہ اور اسٹیج کا انتظام کر رکھا تھا، حضرت رونق اسٹیج ہوئے اور لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا، مختصر نصیحت فرمائی، صلاۃ وسلام اور دعا کے ساتھ محفل کا اختتام فرمایا۔

یہاں سے فارغ ہو کر حضرت کا قافلہ پوّا کھالی کے لئے روانہ ہوا، یہاں پہنچ کر حضرت نے تھوڑا آرام فرمایا پھر عشا اور کھانے سے فارغ ہو کر قریب ڈیڑھ بجے شب کو اسٹیج پر جلوہ گر ہوئے، مولانا فاروق احمد رضوی، مولانا کمال الدین صاحب، مولانا ضیاء الدین صاحب برکاتی، مفتی عظیم الدین صاحب رضوی، مولانا سید احمد کبیر صاحب، مولانا اظہر القادری، مولانا شمیم اختر رضوی، مفتی ایوب صاحب اور مفتی عبد الباقی مرکزی، مولانا جمیل الرحمٰن صاحب مفتی واصف رضا، مولانا عبد الوکیل صاحب، نعت خواں محترم رفیق رضا، شمیم فیضی جیسے علماء وشعراء رونق اسٹیج تھے اور اب تک ان میں سے اکثر خطابت یا نعت خوانی سے فارغ بھی ہو چکے تھے، محترم رفیق رضا کی نعت خوانی کے بعد راقم نے ایک مختصر تقریر کی، جس میں حضور تاج الشریعہ کی حیات وخدمات کا اجمالی ذکر کیا اور عوام اہل سنت کو بتایا کہ تاج الشریعہ کے قائم فرمودہ جامعۃ الرضا، مرکزی دار الافتا، مرکزی دار القضا، جماعت رضائے مصطفےٰ، ماہنامہ سنی دنیا اور شرعی کونسل آف انڈیا جیسے سبھی اداروں کے انتظام وانصرام کی ذمہ داریاں اب جانشین تاج الشریعہ ہی

اداریہ

انجام دے رہے ہیں اور نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں، ایسے متحرک ،فعال اور قائدانہ صلاحیتیوں کے حامل شیخ طریقت کے ہاتھوں پر بیعت ہونا خوش بختی کی دلیل ہے، ساتھ ہی راقم نے سنی دنیا اغراض ومقاصد پہ روشنی ڈالتے ہوئے اس کے ممبر بننے کی اپیل کی۔

اس کے بعد نعرہائے تکبیر ورسالت کے ساتھ مائک حضرت کے حوالے کیا گیا،سب سے پہلے آپ نے حضور تاج الشریعہ سے بیعت ہونے کی آس لگائے بیٹھے عاشقان تاج الشریعہ کو بیعت فرمایا پھر ایک جامع خطاب فرمایا،جس میں آپ نے فرمایا کہ ساری تقریروں کا لب لباب یہی ہے کہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ شریعت کے جو احکام اس کی طرف متوجہ ہیں ہر حال میں ان پر عمل پیرا ہو،نمازوں کی پابندی کرے، جھوٹ ،بدی غیبت اور بدمذہبوں کی صحبت سے بچتا رہے، اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور نیکیوں کی توفیق ارزانی کی دعا کرتا رہے، اس وقت صلح کلیت کی وبا بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے، اس سے بچنا اور اپنے متعلقین کو بچانا وقت کا اہم تقاضہ ہے، نبی کریم اور صحابہ کرام کے گستاخوں سے چاہے وہ کوئی بھی ہوں، فوراً ان کو خود سے اور خود کو ان سے دور کرلے ؎

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کردیں
پدر، مادر، برادر، مال وجاں ان پر فدا کردیں

اگر آپ نے اس پر عمل کرلیا تو یاد رکھئے حضور تاج الشریعہ نے مشائخ رضویہ کے توسط سے غوث اعظم کی غلامی کا پٹا آپ کے گلے میں ڈال دیا ہے اور حضور غوث اعظم نے فرمادیا ہے: مریدی لاتخف ۔ اے میرے مرید تو ہرگز خوفزدہ نہ ہو، سید جید ہر دہر ہے مولا تیرا، حضرت کے اس خطاب نے مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول، محبت صحابہ اور عقیدت اولیا کی ایک نئی روح پھونک دی، اس کے بعد صلاۃ وسلام اور حضرت کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا، یہاں قریب ۱۵؍ہزار لوگ داخل سلسلہ ہوئے ، جلسے کے اختتام کے بعد ہمارا قافلہ پھر شبرام پور کی طرف رواں دواں ہوگیا۔

۹؍مارچ ۲۰۱۹ء، پانچواں دن، بارہواں پروگرام:

شفائے روح کانفرنس اسلام پور

۹؍مارچ کو بعد نماز عصر ہمارا قافلہ شبرام پور سے کھیکھیر ٹولہ پہنچا، جہاں قریب ۳۰۰۰؍ہزار سے زائد لوگ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہونے کے لئے منتظر تھے، حضرت نے سب داخل سلسلہ فرمایا اور قوم کو اپنی مختصر نصیحت میں فرمایا کہ آپ نے ابھی ابھی جو وعدہ میرے ذریعہ اللہ ورسول سے کیا یہی تمام تقریروں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، اگر آپ نے اس وعدہ پر سختی سے عمل کرلیا تو آپ دنیا وآخرت دونوں میں کامیاب وکامران نظر آئے گے، اس کے بعد صلاۃ وسلام ہوا پھر حضرت کی دعا کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا۔

یہاں سے ہم اسلام پور اتر دینا جپور کے لئے روانہ ہوئے، یہاں پہنچ کر ایک ہوٹل میں ہمارا قیام ہوا، حضرت نے پہلے مغرب کی نماز پڑھی، ہوٹل میں عاشقان رضا کی ایک بڑی تعداد حضرت سے ملنے اور زیارت کرنے کو بیتابی کے ساتھ محو انتظار تھی، نماز سے فراغت کے بعد حضرت نے سب کو ملاقات کا شرف بخشا، لوگ شاداں وفرحاں ہوئے پھر حضرت نے چائے وغیرہ لی، تقریباً ساڑھے آٹھ بجے حضرت دارالعلوم امین شریعت ڈمٹی کے لئے روانہ ہوئے، راستے میں مولانا تراب الدین صاحب کے دارالعلوم رضویہ گلشن مدینہ کھاری پاڑہ میں دارالاقامہ کا سنگ بنیاد رکھنا تھا، یہاں ہزاروں کی تعداد میں دیوانگان تاج الشریعہ کا ہجوم اکٹھا تھا، بمشکل تمام حضرت کو مدرسے کے اندر لے جایا گیا، حضرت نے سنگ بنیاد رکھا اور فوراً واپس ہوئے، دارالعلوم امین شریعت جاتے وقت ہم نے سڑک کے دونوں جانب جلسہ گاہ کو دواں دواں مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر مشتمل عاشقان رضا کی جو بھیڑ دیکھی اس سے یہ اندازہ ہوگیا کہ لوگ اس علاقے میں کس قدر حضور تاج الشریعہ اور شہزادۂ تاج الشریعہ کے دیوانے ہیں، مدرسے میں لوگوں کی بے تحاشہ بھیڑ دیکھ کر ایسا لگا کہ جلسہ گاہ یہی ہے، لوگ حضرت کو ایک جھلک دیکھنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی جاں سوز کوشش کررہے تھے، کسی کو

اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ اس افراتفری میں اسے چوٹ بھی لگ سکتی ہے،بس کسی طرح اس کا ہاتھ جانشین تاج الشریعہ کے بدن سے مس ہوجائے،ایسی صورت میں کسی کو کوئی تکلیف دیئے بغیر حضرت کو قیام گاہ تک لے جانا ایک جوکھم بھرا کام تھا،بہر حال کافی مشقت کے بعد ہم لوگ حضرت کو قیام گاہ تک لے جانے میں کامیاب ہوگئے۔

یہاں علاقے کے مخصوص افراد اور مقتدر علما کی ملاقات کا سلسلہ رہا،اس دوران ہم نے یہ منظر بھی دیکھا کہ جن حضرات سے ملنے کے لئے لوگوں کو بڑے بڑوں کی سفارشیں لگوانی پڑتی ہیں، وہ آج خود حضرت سے ملنے کے لئے قطار میں تھے،قدرے انتظار کے بعد ملاقات ہوئی،حضرت سے اپنی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی،حضرت نے دعا فرمائی:اللہ تعالیٰ قوم وملت کے لئے اور آپ کے لئے بہتر فرمائے،ملاقات کا یہ سلسلہ کافی دیر تک چلا،پھر حضرت نے عشا کی نماز ادا کی،کھانا تناول فرمایا، دسترخوان پر محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قادری امجدی،بابائے قوم وملت حضرت سید سلیم باپو اور دیگر جید علمائے کرام بھی موجود تھے،رات قریب ۱۲ ربجے حضرت جبہ وعمامہ زیب تن فرما کر رونق اسٹیج ہوئے،پورا پنڈال نعرہائے تکبیر و رسالت اور رضوی دولہا،رضوی دولہا کے نعروں سے گونج اٹھا، تاحد نگاہ عاشقان رضا کا سیلاب نظر آرہا تھا،ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ۱۵۰۰۰۰ ر ڈیڑھ لاکھ انسانوں کا ہجوم یہاں اکٹھا تھا۔

حضرت نے یہاں باقاعدہ ایک گھنٹے تک خطاب فرمایا، جس میں آپ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے ہمیں مانگنے کا یہ طریقہ تعلیم فرمایا کہ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ چلا،ان کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا،ذرا غور تو کرو کہ اللہ کو بھی اپنے محبوب بندوں کی راہ محبوب ہے جبھی تو مسلمانوں کو اس پر چلنے کی تعلیم فرما رہا ہے،ہمیں چاہئے کہ اللہ کے نیک بندوں کی اتباع کریں،ان کے نقوش قدم کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں،ان پر اللہ تعالیٰ کا اس قدر انعام عام ہے کہ ان کی مجلس میں محض بیٹھنے والے بھی اللہ کی رحمت سے محروم نہیں کئے جاتے،ھُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی بِہِمْ جَلِیْسُہُمْ۔

خطاب کے بعد حضرت نے لوگوں کو سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل فرمایا،یہاں مفتی محسن رضا صاحب کی طرف سے ہر ایک انتظام معقول تھا،بیعت کے لئے باقاعدہ ہزاروں میٹر کپڑے کا انتظام تھا،اسے بآسانی ہر طرف پہنچایا گیا،دور بیٹھیں مستورات تک بھی کپڑا پہنچ گیا اور سب بحسن وخوبی داخل سلسلہ ہوگئے۔

اس کے بعد گجرات کی سرزمین سے تشریف لائے ہوئے فخر السادات حضرت مولانا سید سلیم باپو رضوی نے نہایت ہی عمدہ تقریر فرمائی اور جانشین تاج الشریعہ سے بیعت ہونے پر سب کو مبارک باددی،سید صاحب کے بعد حضرت محدث کبیر کا خطاب نایاب ہوا،آپ کی لگ بھگ پون گھنٹے کی تقریر کے بعد صلاۃ و سلام اور دعا کے ساتھ کانفرنس کا اختتام ہوا،مفتی عاشق حسین صاحب کشمیری،راقم الحروف محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف،مفتی شاہد رضا صاحب،مفتی محسن رضا ہادی صاحب، مفتی لیاقت حسین صاحب،حافظ آدم رضوی صاحب،مفتی علاء الدین صاحب،مولانا تراب الدین صاحب،مولانا تحسین رضا غزالی جیسے مقامی اور بیرونی علمائے کرام رونق اسٹیج رہے،یہ کانفرنس الہادی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ،دار العلوم امین شریعت اور مفتی محسن رضا ہادی کے زیر اہتمام انعقاد پذیر ہوئی تھی،یہ اس نوعیت کا علاقے کا پہلا پروگرام تھا جو اس قدر اعلیٰ پیمانے پر اور شرکا کی بڑی تعداد کے ساتھ منعقد ہوا تھا۔

اس کے بعد حضرت تھوڑی دیر کے لئے جید عالم دین مرحوم مفتی ایوب صاحب رضوی،سابق مدرس جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کے دولت کدے پر تشریف لے گئے،چائے وغیرہ لی، مفتی صاحب کے بچوں کو بیعت کیا،ان کے لئے دعائے مغفرت اور گھر میں خیر وبرکت کی دعا فرمائی،پھر رخصت ہو کر قیام گاہ اسلام پور ہوٹل آگئے۔

ہوٹل پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ہی فجر کا وقت ہوگیا،حضرت نے نماز فجر ادا کی،وظائف وغیرہ کے بعد ہلکا پھلکا بقیہ ص ۱۴ ر پر

اداریہ

روزہ اور روحانیت

از: مفتی محمد صابر القادری *

روزے دک روحانیت کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق ہے اور روحانی ترقی کے لیے کتنا اہم ہے اس کا اندازہ مسلم شریف کی حدیث مبارک سے کیجئے جس میں صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے روز روزہ رکھنے کی وجہ دریافت کی کہ کیا وجہ ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی پیر کا دن آتا ہے آپ کھانے پینے سے رک جاتے ہیں یعنی روزہ رکھتے ہیں تو میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے صحابیو! اس دن میری ولادت ہوئی یعنی اپنے یوم ولادت کی خوشی میں روزہ رکھ رہا ہوں۔ حدیث مبارک کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔ عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ولسم عن صوم الاثنین فقال علیہ ولدت (مسلم جلد ا صفحہ ۳۶۸، ترمذی جلد ا صفحہ ۹۳، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۳۲۹، ابن ماجہ صفحہ ۱۶۴)

یوم پیدائش پر خوشی کا طریقہ

اس حدیث مبارک کو پڑھنے دس بعد ذہن میں یہ سوال گردش کرنے لگتا ہے کہ دنیا کی نامور اور عظیم شخصیات جب اپنی پیدائش پر خوشی کا اظہار کرتی ہیں یا یوں کہیئے کہ جب اپنی سالگرہ مناتی ہیں تو انواع و اقسام کے کھانے کھا کر خوشی کا اظہار درتی ہیں۔ لیکن وہ ذات جس کے در دولت سے رزق تقسیم ہوتا ہے کائنات کی دولتیں تقسیم ہوتی ہیں وہ ذات اقدس جس کا نام مبارک لیکر عظیم لوگوں کی فہرست میں شامل ہوا جاتا ہے۔ جب وہ اپنا یوم ولادت مناتی ہے یا میلاد کی خوشی مناتی ہے تو اس انداز میں خوشی کا اظہار درتی ہے کہ پورا دن بھوکا پیاسا رہ کر اپنے خالق و مالک دس لئے روزہ رکھتی کہے۔ آخر کار اس حکمت کیا ہے؟ راز کیا ہے؟ کیا معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر کسی چیز کی کمی تھی کھانے پینے کی قلت تھی جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھوکا پیاسا رہ کر خوشی کا اظہار کیا۔ بخدا ہرشز ایسا نہیں۔ اس کے متعلق پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ تو وہ ذات اقدس ہے کہ جس کی نعلین پاک کے صدقے دنیا کھاتی ہے۔ جس کے صدقے دنیا کو وجود عطا ہوا۔ میں نہیں کہتا بخاری شریف کی حدیث مبارک ہے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینے ارشاد فرمایا ”انما انا قاسم و اللہ معطی“ (بخاری جلد ا صفحہ ٦١ کتاب العلم) سب کچھ اللہ کا ہے لیکن بٹوتا میرے ہاتھوں سے ہے بلکہ دوسری حدیث قدسی میں اپنے حبیب کی عظمت کو اس طرح آشکارا کیا کہ لولاک لما اظہرت الربوبیۃ کہ اے حبیب! اگر تو نہ ہوتا تو اس کائنات میں کسی کو نہ پالتا (مکتوبات مجدد سرہندی جلد ۳ صفحہ ۲۳۲ جوہر البحار جلد ۲ صفحہ ۱۰) لہٰذا اس ذات در دولت پر دسی چیز کی کمی ہو سکتی ہے؟ تو پھر وہ کیا راز ہے جس پر میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنیامت کو مطلع کرنا چاہتے ہیں؟

انسان جسم وروح کے امتزاج کا نام ہے

روزہ ایک مشاطہ ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم دس دل آراستہ کرنے والے محبوب کو و لخلوف فم الصائم اطیب من ریح المسک کے فوائح و نوائح کے ساتھ نحن اقرب کے خلوت سرا کے لیے سجا دیتا ہے۔

روزہ ایسا شربت ہے جو روزہ داروں کے پر نور سینوں کو کھانے اور پینے کے اندیشوں سے نجات بخش دیتا ہے۔ روزہ۔ ایک ایسا پاکیزہ عمل ہے جو روزہ داروں کے گناہوں کی میل کچیل کو افطار کے صحت بخش پانی سے منزہ و مصفا کر دیتا ہے۔

* مضمون نگار جامعہ عربیہ رحمانیہ، رحمن گنج ضلع بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

روزہ ایک عطار ہے جو گناہوں کو رکوع وسجود اور تراویح وتسابیح کے بے مثال عطر سے معطر کر کے یبدل السیئات بالحسنات کا تمغہ پہنا دیتا ہے، روزہ ایک حاذق طبیب ہے کہ زاویۂ غفلت کے بار دالمزاج بیماروں کے کام میں طاعت الٰہی کی گرم شراب اور ممانعت خواہشات کی تلخ جوارش ڈال دیتا ہے اور انسان کو روحانی وجسمانی بیماروں سے نجات عطا کرتا ہے۔

روزہ کی حکمت

روزہ رکھنے میں جو حکمتیں ہیں وہ خدا ہی جانتا ہے لیکن ظاہر میں یہ حکمت نظر آتی ہے جو ڈاکٹروں کے ایک کمیشن میں تجویز کیا گیا ہے کہ جس بیماری کا کوئی علاج نہیں اس کا علاج روزہ ہے، چنانچہ ڈاکٹر اکثر بیماریوں کا علاج کرتے وقت مریض کو کئی کئی دن تک ایک دانہ بھی نہیں کھانے دیئے جیسے کہ ٹائی فائڈ کا علاج اسی طرح کرتے ہیں جو مواد سال بھر میں معدہ کے اندر جمع ہوتے ہیں وہ سب ایک مہینہ روزہ کی وجہ سے خارج ہو جاتے ہیں، چنانچہ امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہو گیا چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی، رمضان شریف قریب آ گیا مجھے خوف ہوا کہ میں روزہ کیسے رکھوں گا، مگر رمضان شریف کا چاند دیکھ کر ہمت کرلی، روزہ رکھا، پہلے روزہ کی طاقت کے مقابلہ آخری روزہ کی طاقت میں کئی گنا اضافہ پایا۔

اس واقعہ سے ان کمزور دل مسلمانوں کو ہوش میں آجانا چاہئے جو تندرست ہٹے کٹے ہونے کے باوجود روزہ نہیں رکھتے اور کمزوری کے خوف یا بد باطنی کے باعث جان بوجھ کر بیماری کے بہانے تراشتے ہیں معلوم ہوا روزہ ایک ایسی آگ ہے جو گناہوں کو جلا کر قوت بخشتی ہے۔ (انیس الواعظین)

میں نے عرض کیا تھا کہ روح اور جسم کی اپنی اپنی ضرورتیں ہیں مثلاً اگر آپ جسم کو تندرست وتوانا رکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے آپ کو مناسب غذا ہوا اور آرام چاہیے جس پر میڈیکل سائنس تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے اور یہ بات ثابت کرتی ہے کہ اگر آپ میڈیکل سائنس کے بتائے ہوئے رولس کو اپناتے ہیں تو بیماریوں سے محفوظ رہیں گے۔

جسم کی تندرستی اور میڈیکل سائنس

یہی وجہ ہے کہ جب ایک مریض اپنی شکایت لے کر ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تو وہ سب سے پہلے اس کی خوراک متعین کرتا ہے اور غیر مناسب خوراک کے نقصانات سے آگاہ کرتا ہے مثلاً مرغن غذا زیادہ نہیں کھانی ہے، پیٹ بھر کر نہیں کھانا چاہیے، کھانا آہستہ آہستہ چبا چبا کر کھانا چاہیے ورنہ نظام ہضم تباہ و برباد ہو جائے گا اور پھر اس وجہ سے ابھارہ بدہضمی اور معدے کا السر جیسے خطرناک اور موذی امراض پیدا ہو جاتے ہیں، اسی طرح شراب نہ پئیں، نشہ آور چیزیں چھوڑ دیں، یہ چیزیں جگر دل ودماغ کیلئے انتہائی درجہ نقصان دہ ہیں کولیسٹرول بڑھ جاتا ہے، ہارٹ اٹیک کے خدشات زیادہ ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ غرضیکہ وہ تجربہ کار ڈاکٹر اپنی تشخیص کے ذریعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اگر جسم کو صحت مند و توانا رکھنا ہے تو ان اصولوں پر عمل کرنا پڑے گا۔ ہم ان باتوں سے نہ صرف متأثر ہوتے ہیں بلکہ ہزاروں روپے فیس لٹا کر فخر سے دوسروں کو یہ بتاتے ہیں کہ میڈیکل سائنس یہ کہہ رہی ہے آج کی جدید تحقیق یہ ثابت کر رہی ہے کہ اگر جسم کو تندرست و توانا رکھنا ہے تو غذا کے معاملے میں آرام کے معاملے میں ان ان باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، لیکن تعجب ہے غیر مسلموں کے لئے شرمندگی ہے، ان لوگوں کے لئے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں کہ جن صحت کے رازوں اور اصولوں کو آج جدید سائنس بیان کر رہی ہے میرا حبیب کائنات کا والی دو جہاں کا بادشاہ مصطفٰے جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودھ سو چالیس برس پہلے ان اصولوں کو بیان کر گیا۔

اگر آپ سرکار دوعالم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں گے تو اندازہ ہوگا کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ غذا چبا چبا کر کھایا کرتے تھے، پیٹ بھر کبھی کھانا تناوہ نہیں فرماتے تھے، ثقیل غذاؤں سے اجتناب کرتے تھے، بیٹھ کر کھنا تناوہ فرمایا کرتے تھے۔

ہاتھ دھو کر کھنے کی ابتدا کرتے، پانی پینے کے آداب، آرام کرنے کے، اٹھنے بیٹھنے کے غرضیکہ بیشمار صحت کے وہ سنہرے

اصول جن کو اپنا کر آج میڈیکل سائنس ترقی کے زینے طے کر رہی ہے وہ اس طبیب اعظم کے مرہون منت ہیں، جس کے لے خلاق عالم فرماتا ہے:

"وما ینطق عن الھویٰ وحی ان ھو الا وحی یوحی۔

یعنی وہ نہیں کہتا اپنی خواہش سے کوئی بات وہی کہتا ہے جو وحی کی جاتی ہے۔" (سورۃ النجم، آیت:۵)

روزے کے ذریعہ میلاد منانے کی حکمت

اس بات کو اچھ طرح ذہن نشین کرنے کے بعد اب میں قارئین کی توجہ اس ندتے کی طرف کرنا چاہوں گا کہ وہ کون سی حکمت تھی وہ کیا راز تھا کہ والی کائنات ﷺ نے اپنی ولادت کی خوشی بھوکا پیاسا رہ کرمنائی یعنی روزہ رکھ کر میلاد منایا، درحقیقت وہ حبیب کبریا صل ﷺ اپنی امت کو یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ اے امت محمد ﷺ میرے بتائے ہوئے جن غذائی اور صحت کے اصولوں کو اپنا کر آج میڈیکل سائنس اپنے نبی سے محبت کا دعوی کرتے ہو تو ایک بار میرے بتائے ہوئے دوسرے اصولوں میں سے روزے کو بھی اپنا دیکھو بھوکا پیاسا رہ کر دیکھو تمہاری روح کو صحت و تندرستی ملتی چلی جائے گی اور وہ تمام امراض ختم ہوتی چلی جائیں گی جس میں تمہاری روح کئی سالوں سے مبتلا ہے۔

کیونکہ جس طرح جسم کی غذا کھانا ہے بالکل اسی طرح روح کی غذا کھنا نہ کھنا ہے اسی لئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم وصال (بغیر افطار کئے مسلسل روزہ رکھنا) کے روزے رکھنے کے بعد فرمایا یطعمنی ربی و یسقنی کہ مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (بخاری، جلد ا؍صفحہ ۲۶۳)

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس کھلانے پلانے سے ظاہری غذا مراد نہیں بلکہ وہ رب محمد اپنے حبیب کو اپنی دید کے جام پلا کر سیر کیا کرتا تھا لہٰذا اب اگر اپنی روح کو اس مقام پر پہنچانا مقصود ہو کہ وہ مشاۂ حق میں مصروف ہو جائے، اس کے انوار و تجلیات سے منور ہو جائے تو نبی کریم ﷺ کے دیئے ہوئے اس تحفے کی قدر کرو اور صرف رمضان المبارک میں ہی روزے نہ رکھو بلکہ سرکار دو عالم ﷺ کی اتباع میں سال کے بقیہ مہینوں میں بھی روزہ رکھ کر دیکھو اور اپنی روحانی صحت و ترقی کے حوالے سے خود مشاہدہ کرو۔ ◆◆◆

ص ۱۱؍ کا بقیہ...

ناشتہ کیا اور آرام فرمانے لگے، مفتی محسن صاحب نے دوسرے دن حضرت کے لئے کوئی مصروفیت نہیں رکھی تھی، حضرت بعد مغرب دار العلوم امین شریعت ڈمٹی تشریف لے گئے، جہاں بزم رفاقت، الہادی ویلفیئر ٹرسٹ اور دار العلوم کے اراکین کے لئے خصوصی نشست رکھی گئی تھی، ویسے تو یہ نشست چند خاص لوگوں کے لئے مخصوص تھی لیکن ہم نے اس میں بھی ہزاروں کی تعداد دیکھی، یہ سب بفضلہ تعالیٰ جانشین تاج الشریعہ کی مقبولیت عامہ کی روشن دلیل ہے، بہر حال یہاں بیعت و ارادت اور مصافحہ سے فراغت کے بعد ہمارا قافلہ مولانا اویس قرنی کا رکن امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے گاؤں کھجور باڑی، کشن گنج کے لئے روانہ ہو گیا، یہاں ان کے دولت کدے پر چائے وغیرہ کے بعد حضرت نے دوڑھائی سو لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا اور بائسی پورنیہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ....جاری ■◄

ص ۲۷؍ کا بقیہ...

ایسے حربوں کو ناکام کرنا ہماری قومی ذمہ داری ہے، ایک مسلمان کو لازم ہے کہ وہ اپنے نبی کی عظمت کے ترانے گنگنائے، امام شرف الدین بوصیری فرماتے ہیں:

"ہم مسلمانوں کے لیے خوش خبری ہے کہ عنایت ربانی سے ہمیں ایک ایسا مضبوط ستون میسر آ گیا ہے جو کبھی زمیں بوس نہ ہوگا۔"

نوٹ: دشمنان اسلام نے یہ راز پالیا ہے کہ جب تک دل مومن عشق رسول کی قندیلوں سے روشن و تابناک ہے، دنیا کی کوئی طاقت انھیں زیر نہیں کرسکتی، اس لئے انھوں نے ایک سازش کے تحت معراج رسول ﷺ کو بھی عقل کی عینک سے دیکھنے کی مہم چھیڑی تا کہ مسلمانوں کے دلوں میں اپنے نبی کے تعلق سے شک وشبہ پیدا ہو جائے اور وہ تنقیص رسالت کے مرتکب ہو کر اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد کرلیں، مسلمانو! ہوشیار۔[فاروقی] ◆◆◆

روزہ کا اصل مقصد! مومن کو پرہیزگار بنانا

از: حافظ ہاشم قادری *

رمضان المبارک کا مہینہ اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے جتنی شریعتیں یعنی امتیں آئیں، ان سبھی پر روزے کی عبادت فرض تھی، کوئی بھی امت روزے کی عبادت سے خالی نہیں رہی ہے، غور کیجئے کہ آخر روزے میں کیا بات ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عبادت کو ہر زمانے میں فرض کیا ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

''یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَى الَّذِینَ مِن قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ۔ یعنی اے ایمان والو! تم پر اس طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔'' (سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۳)

اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کرنے کی وجہ بتائی کہ تم پرہیزگار اور پارسا بن جاؤ، یہ مثال بھی دی کہ صرف تم پر ہی روزہ فرض نہیں کیا ہے، یہ عبادت تمام پیغمبروں کی شریعت میں فرض رہی ہے، اللہ تعالیٰ امت محمدی کے ایمانداروں کو مخاطب فرما کر انہیں حکم دے رہا ہے کہ روزہ رکھو۔

روزہ کے معنی اللہ تعالیٰ کے فرمان کی بجا آوری کی خالص نیت کے ساتھ کھانے پینے اور جماع سے رک جانے کے ہیں، اس سے فائدہ یہ ہے کہ انسان کا نفس پاک وصاف ہو جاتا ہے اور برے اخلاق سے انسان پاک ہو جاتا ہے، یہ بھی مقصد ہے کہ پچھلی امتوں سے امت محمدی کے ایمان دار پیچھے نہ رہ جائیں، روزہ رکھ کر اپنے اندر اللہ کا خوف پیدا کریں اور جو چیزیں اللہ اور رسول نے کرنے سے منع فرمائی ہیں ان سے ہر حال میں بچیں اور صرف رمضان المبارک میں ہی نہیں باقی اور دنوں میں بھی اپنے اندر خوفِ الٰہی کو برقرار رکھیں۔

گناہوں سے احتراز روزے کا بنیادی مقصد

روزے کے بے شمار فوائد قرآن وحدیث میں موجود ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ دوزخ سے بچنے کے لئے ایک ڈھال ہے، اس لئے روزہ دار نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں کرے اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو اس کا جواب صرف یہ ہونا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں (یہ الفاظ دو مرتبہ (کہہ دے) اس کی ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، روزہ دار کے منھ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لئے چھوڑ دیتا ہے، روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصلی نیکی سے دس گنا زیادہ ہوتا ہے۔

(بخاری شریف، حدیث نمبر ۱۸۹۴)

روزہ بغیر ریا والی عبادت ہے، روزے دار کا حال اللہ اور بندے کے سوا کسی دوسرے پر نہیں کھل سکتا، جو شخص حقیقت میں روزے رکھتا ہے اور وہ چوری چھپے بھی کچھ نہیں کھاتا پیتا، سخت گرمی کی حالت میں بھی جبکہ پیاس سے زبان سوکھ جاتی ہے اور حلق سے آواز نہیں نکلتی، پانی کا ایک قطرہ حلق سے نیچے نہیں اتارتا، سخت بھوک کی حالت میں جبکہ آنکھوں میں دم آرہا ہو، کوئی چیز کھانے کا ارادہ تک نہیں کرتا، روزے دار کو اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے پر ایمان کتنا مضبوط ہے، کس قدر زبردست یقین کے ساتھ وہ جانتا ہے کہ اس کی کوئی حرکت ساری دنیا سے چھپ جائے گی مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتی، کیسا خوفِ خدا روزے دار کے دل میں ہے کہ بڑی بڑی تکلیفیں اٹھاتا ہے مگر صرف اللہ کے خوف کی وجہ سے کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اس کے روزے

اسلامیات

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ جمشید پور، جھارکھنڈ کے امام وخطیب ہیں۔

کوتوڑنے والا ہو، روزے دار کا اعتماد کس قدر مضبوط ہوتا ہے سزاوجزا پر یہ روزے کا فائدہ ہے۔

روزہ دار کے لیے مخصوص جنت

مسلسل ایک مہینہ روزانہ پندرہ سے سولہ گھنٹے روزہ رکھ کر کڑی آزمائش میں پورا اترنے کے بعد روزے دار کے اندر یہ قابلیت پیدا ہوتی ہے کہ اللہ سے ڈرکر رہے اور دوسرے گناہوں سے بھی پرہیز کرے، یہی روزے کا اصل مقصد ہے لعلکم تتقون تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ اور جب پرہیزگار بن جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں مخصوص جنت میں جگہ عنایت فرمائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ”ریان“ کہتے ہیں، قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے، ان کے سوا کوئی اس میں سے نہیں داخل ہوگا، پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہوجائیں گے، ان کے سوا اس کے اندر کوئی نہیں جا پائے گا اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کردیا جائے گا پھر اس سے کوئی اندر نہ جا سکے گا۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر ۱۸۹۵)

حضور نبی کریم ﷺ نے روزے کے اصل مقصد کو بتایا اور مختلف طریقوں سے اس جانب توجہ دلائی اور سمجھایا ہے کہ مقصد سے غافل ہوکر بھوکا پیاسا رہنا کچھ فائدہ نہیں، نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجته في ان يدع طعامه وشرابه۔ یعنی جس کسی نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اس کا کھانا اور پانی چھڑا دینے کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں۔“

اس طرح کی اور احادیث بھی موجود ہیں، مطلب یہ ہے کہ محض بھوکا پیاسا رہنا عبادت نہیں اصل عبادت ہے خوفِ خدا تاکہ خوف خدا سے انسان اللہ کے حکم کی پیروی کرے خلاف ورزی بالکل نہ کرے اور محبت الٰہی میں ہر وہ کام کرے جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے، یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے کا حکم دینے کے بعد فرمایا: لعلکم تتقون تم پر روزے فرض کئے گئے تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔

اب جو حکم خداوندی کو سمجھے گا، وہ اصل مقصد کو پانے کی کوشش کرے گا اور جو نہ سمجھے گا وہ مقصد کو پا نہیں سکے گا اور جو مقصد کو سمجھ کر بھی جھوٹ وغیرہ سے نہ بچا، عبادت سے غافل رہا، خواہ مخواہ اپنے پیٹ کو بھوک، پیاس کی تکلیف دی، اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی، روزے کے مقصد کو پورا کرنے کی طرف رسول کریم ﷺ نے توجہ دلائی، فرماتے ہیں: جس نے روزہ رکھا، ایمان اور احتساب کے ساتھ، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردئے گئے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۹۰۰)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو روزے کا مقصد سمجھنے اور اس کے مقصد کو پانے کی توفیق رفیق عنایت فرمائے، آمین۔

تین نورانی راتیں

مولائے رحیم نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ وَمَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ۔ (سورۃ الذاریات، آیت ۵۸-۵۶) یعنی میں نے جن اور آدمی اس لئے بنائے کہ میری بندگی کریں، میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں، بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے۔“ (کنزالایمان)

انسانوں اور جنوں کو عبادت کے لیے ہی پیدا کیا گیا اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ میں نے انسانوں اور جنوں کو اپنی کسی ضرورت کے لیے نہیں پیدا کیا، بلکہ صرف اس لیے کہ میں ان کے فائدے کے لیے اپنی عبادت کا حکم دوں وہ خوشی خوشی میرے معبود برحق ہونے کا اقرار کریں، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ نے اپنے بندوں کو بندگی کے لیے پیدا کیا ہے اب اس کی عبادت یکسوئی کے ساتھ جو بجالائے گا، کسی کو اس کا شریک نہ کرے گا اسے پوری جزا عنایت فرمائے گا اور جو اس کی نافرمانی یعنی عبادت میں کو

تاہی کرے گا وبدترین سزائیں بھگتے گا۔ (ابوداؤد)

مسند امام احمد میں حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہوجا، میں ترا سینہ تونگری اور بے نیازی سے پر کردوں گا اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو اشغال سے بھردوں گا اور تیری فقیری کو ہرگز بند نہ کروں گا۔

آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رحمٰن کی عبادت کرو اور سلام کو عام کرو، راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں معقول بن سیار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فتنوں (کے) ایام میں عبادت کرنا ایسا ہی ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا۔ (ابن ماجہ، حدیث ۳۹۶۴)

یہ فتنوں کا دور ہے ایسے میں ہر مومن کو عبادت الٰہی پر خاص توجہ دینا چاہئے، عبادت کے لیے کچھ خاص اوقات بھی ہیں جن میں عبادت کرنے کا ثواب بڑھ جاتا ہے جیسے رمضان المبارک جس کی فضیلت قرآن کریم واحادیث پاک میں آئی ہیں، نفل کا ثواب فرض کے برابر، ایک نیکی کا ثواب ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ ہوجاتا ہے، اللہ نے ہی تمام دن ورات اور مہینہ بنائے ہیں، ان میں کچھ دنوں، مہینوں کو بعض پر فضیلت بخشی ''حرمت'' والے چار مہینے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح سے موجود ہے: بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے، اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے، ان میں چار چار حرمت والے ہیں، یہ سیدھا دین ہے۔ (سورۂ توبہ، آیت ۳۵/ ترجمہ کنزالایمان) (۱) ذوالقعدہ (۲) ذوالحجہ (۳) محرم (۴) رجب۔

اسی طرح دنوں میں ''جمعہ'' اور ایام نحر کے دن رات میں رات کا آخری حصہ وغیرہ وغیرہ ''نماز'' ام العبادت ہے ہر حال میں فرض ہے کسی حال میں معاف نہیں، آج کل مسلمانوں کا عبادت کے معاملے میں انتہائی برا حال ہے مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد دیکھئے تو نماز جیسی عبادت سے مسلمانوں کی بے توجہی معلوم ہوتی ہے، ماہ رمضان المبارک میں دیکھیں تو دل باغ باغ ہوجاتا ہے، یہ خاص رحمت الٰہی ہی ہے کہ مسجدیں نمازیوں سے اسی طرح کچھ مخصوص نورانی راتوں میں جیسے شب معراج، شب برات، لیلۃ القدر میں بھی مسجدوں میں کثیر تعداد میں نمازی آتے ہیں یہ اللہ کا کرم ہے۔

ان نورانی راتوں میں عبادت کا ثواب اور راتوں سے زیادہ ہوجاتا ہے یہ اللہ کی رحمت اپنے بندوں کو جس طرح چاہے نوازے ان کی فضیلتوں سے انکار نہیں پر یہ بات قابل غور ہے کی کیا ان راتوں کی عبادت ونفل نمازیں زندگی کے باقی اور دنوں میں قضا فرض نمازوں کا نعم البدل ہوجائیں گی، آج کل نیا رواج پڑ گیا ہے ان مخصوص دنوں وراتوں کے لیے لوگ ہینڈ بل شائع کراتے ہیں، عجیب عجیب طریقے سے نفل نماز پڑھنے کی ترکیب اور فضائل لکھے رہتے ہیں، جیسے آج کی رات چار رکعت نماز نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھیں پہلی رکعت الحمد کے بعد قل یاایھا الکفرون، دوسری رکعت میں قل ھواللہ احد، تیسری رکعت میں قل اعوذ برب الفلق، چوتھی رکعت میں قل اعوذ برب الناس، پڑھیں پچاس سال عبادت کرنے کا ثواب ملے گا، پچاس سال کے گناہ معاف ہوجائیں گے وغیرہ وغیرہ، اس طرح کے اشتہاری پرچوں میں حدیث کا حوالہ کہیں نہیں ہوتا، عبادت میں ثواب تو بحر حال ہوتا ہے، اس طرح کے اشتہار جو بھی شائع کراتے ہیں ضرور کسی عالم دین کی مدد لیتے ہوں گے اور ثواب کی نیت سے بانٹتے ہوں گے، ذمہ دار لوگ غور کریں، اس طرح عوام الناس میں عبادت کی اہمیت گھٹ رہی ہے اور وہ یہ سوچتے ہیں کم خرچ بالانشین چلو، ایک رات عبادت کرلیے پچاس سال کی عبادت کا ثواب مل گیا اور پچاس سال کے گناہ معاف ہوگئے۔

فرض نماز سے غفلت ایسے ہی افسوس ناک ہے اور اس پر اس طرح غیر ذمہ دار اشتہارات وبیان بہت تشویشناک ہیں، آج مسلم معاشرے میں ان گنت برائیاں جڑ پکڑ چکی ہیں ایک دو ہوں تو گنا یا جائے دو چار ہوں تو رونا رو یا جائے علما حضرات توجہ فرمائیں عوام میں پھیلی برائیوں کی نشاندہی فرمائیں ورنہ ایسا نہ ہوان سب کے ساتھ ہم سب کی پکڑ نہ ہوجائے، استغفراللہ، اللہ رحم فرمائے، نماز فرض ہے ام العبادات ہے کسی حال میں معاف نہیں ہم ڈھٹائی کے ساتھ نماز سے غفلت برتیں اور فرائض و

اسلامیات

واجبات کی طرف توجہ نہ دیں اور مخصوص دنوں کی عبادت پر توجہ مرکوز کر دیں یہ نادانی ہے، خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں، نماز ہمیشہ فرض ہے جو نمازیں قضا ہوئی ہیں ان کا حساب لگا کر ادا کرنے کی کوشش کریں تا کہ اللہ رب العزت کے عتاب سے بچ پائیں ورنہ خوش فہمی میں پڑ کر اپنا خسارہ کریں گے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"تم فرماؤ کیا ہم تمھیں بتا دیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں، ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہو گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں۔" (سورۃ الکھف، آیت ۱۰۴۔۱۰۳ ترجمہ کنزالایمان)

جو بھی اللہ کی عبادت اس طریقے سے بجالائے جو طریقہ اللہ کو پسند نہیں وہ تو اپنے اعمال سے خوش ہو رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ میں نے آخرت کا توشہ بہت کچھ جمع کر لیا ہے میرے نیک اعمال اللہ کو پسند ہیں اور مجھے ان پر اجر و ثواب ملے گا لیکن اس کا یہ گمان غلط ہے فرض نماز کسی حال میں معاف نہیں، حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں ایک حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے نقل فرماتے ہیں کہ:

جو شخص فرائض، واجبات کو چھوڑ کر سنن و نوافل میں لگا تا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک حمل والی عورت جو عنقریب بچے کو جننے والی ہے کہ اس کا حمل خراب ہو گیا اور بچہ مر گیا اگر بچہ زندہ رہتا تو اس کا پھل اسے ملتا، اس عورت کو کچھ بھی حاصل نہ ہوا، حمل کے دوران عورت کو جو تکلیفیں ہوتی ہیں، وہ سب اس نے جھیلیں اور اسے حاصل کچھ نہ ہوا، یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے سنن و نوافل میں وقت لگایا اور واجبات و فرائض سے غفلت برتا تو اس کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا، خود حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کی کسی بادشاہ نے اپنی خدمت کے لیے ایک شخص کو بلایا، وہ شخص بادشاہ کی خدمت میں جانے اور اس کی خدمت کرنے کے بجائے بادشاہ کے نوکر کی خدمت کرتا رہا تو یہ خدمت بادشاہ کی نہ ہوئی اور بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی اور اس کی خدمت نہ اس کو فائدہ پہنچا سکی، نہ ہی بادشاہ کو، محنت کی پھر بھی محنت برباد ہو گئی، ذمہ دار علما کو چاہیے کہ عوام کی صحیح رہنمائی کریں جو لوگ عوام کو دھوکہ میں مبتلا کر رہے ہیں، وہ ذمہ داری سے بچ نہیں پائیں گے۔

تین نورانی راتوں کی فضیلت اور ان کی حقیقت

ان مخصوص راتوں کی فضیلت سے انکار نہیں جہاں ان کی فضیلت بیان کی جائیں وہیں فرائض اور واجبات کی اہمیت کو ضرور بتائیں خاص کر پانچ وقت کی نمازوں کی فضیلت اور نہ پڑھنے پر شدید عذاب کی جو وعیدیں قرآن کریم و احادیث طیبہ میں موجود ہیں ان کو ضرور بتائیں اللہ رب العزت کے عذاب سے بھی ڈرائیں جو لوگ نماز سے غفلت برتتے ہیں قرآن کریم میں ان کے لیے سخت عذاب کی وعید آئی ہے:

"فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ یعنی ان نمازیوں کی خرابی ہے (اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے، جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔" (سورۃ الماعون، آیت ۵۔۴)

خوش فہمی سے بچیں فرائض، واجبات، سنت کی ادائے گی توجہ مرکوز کریں اور ساتھ میں سنن و نوافل کا بھی اہتمام کریں تا کہ اللہ کی بارگاہ میں کامیاب ہوں، نیک اعمال کے لیے ایمان شرط ہے وہیں ایمان لا کر بندہ اعمال سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، فرائض ہر حال میں ادا کرے ترک نماز میں ہم ڈھیٹ ہو چکے ہیں، یہ تشویش ناک بات ہے ایمان کے ساتھ عمل کی سخت ضرورت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔ یعنی اللہ نے وعدہ کیا ہے ان سے جو ان میں ایمان والے ہیں اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش و بڑے ثواب کا۔ (سورۂ فتح، آیت ۲۹ ترجمہ کنزالایمان)

قرآن کریم میں بہت سی آیات کریمہ اس کا اعلان کر رہی ہیں کہ ایمان کے ساتھ عمل ضروری ہے، سورۂ کہف ۱۸، آیت ۱۰۶، سورۂ حشر ۵۹، آیت ۱۹، ۱۸، ۱۷، سورۂ عنکبوت ۲۹، آیت ۷ وغیرہ وغیرہ، علم دین سے ناواقف اور مادہ پرست و آرام پسند ماحول میں پلے بڑھے کچھ مسلمان جو تعیش میں زندگی گزار رہے

ہیں، ان کے دل میں ایمان آہستہ آہستہ ختم ہوتا جا رہا ہے، عبادات کو بوجھ سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ بے عمل مولوی حضرات ایسے لوگوں کو خوش فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں، یہ بات ذہن نشین رہے نماز ام العبادات ہے جس کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی بندگی اور اس کی رضا حاصل کرنا ہے، اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہی عبادت کرنا ہے، غور فرمائیں ہزاروں نفل نمازیں ادا کرنا اور چند مخصوص نورانی راتوں میں عبادت کرنا کیا ایک فرض نماز چھوڑنے کا کفارہ بن سکتی؟ کیا بیواؤں کی دیکھ بھال پر خرچ کرنے والی رقم جس پر حج فرض ہے اور وہ حج نہ ادا کرے کیا یہ نیک عمل حج نہ کرنے کا کفارہ بن جائے گا؟ کیا ہزاروں مریضوں کے علاج پر خرچ کرنے والی رقم، زکاۃ نہ ادا کرنے والے شخص کی زکاۃ کا کفارہ بن جائے گی؟ ہرگز ہرگز نہیں، حالانکہ یہ سب کام بڑے اجر و ثواب کے ہیں اور اسلام میں ان کی بڑی اہمیت ہے، اسی طرح اور نیکیاں کرنے اور چند راتوں کی عبادت فرض نماز ترک کرنے کا کفارہ نہیں بن سکتی ہے۔

ان عبادتوں کی فضیلت و اہمیت سے انکار ممکن نہیں، لیکن فرض نماز کے ترک کرنے والے کا عذاب بھی جان لیں:

"ان کے بعد کچھ ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نمازیں ضائع کردیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع کیا، عنقریب انھیں سخت عذاب طویل و شدید سے ملنا ہوگا عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔" (سورۂ مریم، آیت ۵۹)

غی جہنم میں ایک وادی ہے، جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں ایک کنواں ہے، جس کا نام "ہبہب" ہے جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے، اللہ عزوجل اس کوئیں کو کھول دیتا ہے، جس سے وہ بدستور بھڑکنے لگتی ہے، قرآن میں ہے:

"كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا۔ یعنی جب بجھنے پر آئے گی ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔" (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۹۷)

یہ کنواں بے نمازیوں، زانیوں، شرابیوں، سود خوروں اور ماں باپ کو تکلیف دینے والوں کے لیے ہے، نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے سب احکام اپنے نبی ﷺ کو زمین پر بھیجے، جب نماز فرض کرنی ہوئی حضور ﷺ کو اپنے پاس عرش اعظم پر بلا کر اسے فرض کیا اور شب اسریٰ یعنی معراج کی رات میں یہ تحفہ دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ اسلام میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے؟ فرمایا: وقت میں نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑی اس کا دین نہیں، نماز دین کا ستون ہے۔

(مسند، حدیث ۲۶۱۲، ج ۶، ص ۱۳۳ حدیث ۴۹۰)

مسلمانوں کو چاہئے اللہ کا بندہ بن کر رہیں یعنی اطاعت و بندگی کرتے رہیں اور اطاعت پر گامزن رہیں فرائض واجبات خاص کر نماز جو کسی حال میں معاف نہیں وقت پر ادا کرتے رہیں اور سنتوں و نوافل کا بھی اہتمام کریں خواہ نورانی راتیں ہوں یا کبھی بھی خوش فہمی میں نہ رہیں فرائض کی ادائے گی میں کوتاہی نہ کریں، اہل علم کی ذمہ داری ہے وہ لوگوں کو سمجھاتے رہیں اللہ کا حکم ہے:

"وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔" (سورۃ الذاریات، آیت ۵۵)

اللہ رب العزت ہم سب کو دین کے احکام جاننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۵۸ / کا بقیہ ....

کی روحانی پیشوائی کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں، فاضل نظم نگار نے مثنوی کی جملہ خوبیوں کو ادبی چاشنی کے ساتھ بھرپور انداز میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، سادہ و سلیس الفاظ کو خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے، دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب رؤف و رحیم ﷺ کے صدقے میں مولانا کے قلم میں دن دنی رات چوگنی برکتیں عطا فرمائے اور کنز الایمان و خزائن العرفان کے پورے تیس پاروں کی تفسیر اسی طرح دلکش انداز میں منظر پر آئے اور رضویات کے اس سلسلے کو جو یقینا عالمی ادب کا ایک بہترین حصہ ہے مزید درخشندگی و تابانی عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

اسلامیات

دینی تعلیم کی اہمیت وافادیت

از: مولانا محمد مبارک حسین محمودی ازہری*

اسلامیات

آج کے اس پر آشوب اور تیز ترین دور میں تعلیم کی ضرورت بہت اہمیت کا حامل ہے چاہے زمانہ کتنا ہی ترقی حاصل کر لے حالانکہ آج کا دور کمپیوٹر ٹکنالوجی، ایٹمی، سائنسی اور صنعتیں ترقی کا ہے مگر اسکولوں میں بنیادی عصری تعلیم، ٹیکنیکل تعلیم، انجینئرنگ، وکالت، ڈاکٹری اور مختلف جدید علوم حاصل کرنا آج کے دور کا لازمی تقاضہ ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عصر حاضر میں جدید علوم تو بہت ضروری ہے لیکن یہ بھی واضح رہے کہ اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی بھی اہمیت وافادیت اپنی جگہ مسلم ہے کیونکہ عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ انسان کو انسانیت سے دوستی کیلئے دینی تعلیم بھی بے حد ضروری ہے اس تعلیم کی وجہ سے ہماری زندگی میں خدا پرستی عبادت، محبت، اخلاص، تقوی، ایثار، خدمت خلق، وہ وفا داری اور ہم دردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اسی وجہ صالح اور نیک معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے اور یہ بھلائیوں اور نیکیوں کا سرچشمہ ومرکز ہے اور تمام مفاسد اور برائیوں کو ختم کرنے کا بہت بڑا سبب ہے اور اقتصادی وسیاسی، فکری، وفلاحی، تہذیبی، وتربیتی، سماجی، وقومی، ملی اور اصلاحی وغیرہ مسائل کا حل اس میں پوشید ہے اور یہ رشد وہدایت عزت وافتخار کا منبع ہے اس لئے مذہب اسلام نے اپنے سفر کا آغاز بھی علم دین سے کیا اور اس نے علم دین کو جو اہمیت دی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، اس نے علم وجہل کے درمیان خط فاصل کھینچ کر صاف لفظوں میں بتایا:

"قل هل يستوی الذين يعلمون والذين لا يعلمون.

یعنی اے میرے محبوب آپ فرما دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نا جاننے والے دونوں کبھی ایک ساں ہو سکتے ہیں۔"

نہیں ہو سکتے اور یہ بات بھی ہمیشہ کیلئے ذہن نشین رکھے کہ علم کا تعلق خواں دنیاں سے ہو یا دین سے مذہب اسلام نے دونوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے مذہب اسلام بنیادی طور پر کسی بھی ایسے علم کا مخالف نہیں ہے جو انسانیت کیلئے نافع اور صالح ہو اور نہ وہ کسی زبان کی مخالفت کرتا ہے اسلئے رسول اکرم ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عبرانی زبان سیکھنے کی ہدایت دی بلکہ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو چھ زبانوں پر عبور حاصل تھا، ان کے علاوہ بھی کچھ صحابہ کرام کو عربی کی علاوہ مختلف زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔

اگر دوسری قوموں کی زبانیں اور ان کی علوم وفنون ناپاک اور نا قابل التفات ہوتے تو نہ صحابہ کرام کو اس کی ہدایت دی جاتی اور نہ وہ اس کے طرف رخ کرتے لیکن بحیثیت مسلمان ایک شخص کا اولین فریضہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن وحدیث اور دینی علوم وفنون حاصل کرے تاکہ خدا اور رسول ﷺ کی معرفت حاصل ہو اور مقصد حیات کی طرف اس کا سفر آسانی سے طے ہو سکے اسلام جس علم کو واجب اور ضروری قرار دیتا ہے اور جس علم کی بنیادی اور اولین اہمیت ہے وہ علم دین اور علم آخرت ہے، علم دین سے محروم انسان چاہے دنیاں کے کیسے ہی اہم اور عظیم الشان علوم وفنون کا فاضل اور ماہر ہو وہ دین اور شریعت کی نظر میں جاہل ہی مانا جائے گا، کیونکہ علم دین ہی وہ علم ہے جو انسان کو اس کے خالق اور رب کا عرفان عطا کرتا ہے اور ذہن وفکر کو صحیح عقائد اور اعلی خیالات کی جلا بخشتا ہے، اعمال وافعال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا صحیح رخ دے کر اس کو صراط مستقیم پر گامزن کرتا ہے جو دائمی نجات اور ابدی عزت وافتخار کا باعث ہے اسی لئے قرآن وحدیث میں جہاں کہیں بھی علم کا لفظ آیا ہے۔

مفسرین کی وضاحت کے مطابق تمام جگہوں پر علم دین مراد ہے، جس کا تعلق قرآن وحدیث اور فقہ کے جاننے اور سیکھنے سے

* مضمون نگار جامعہ قادریہ رچھا، بریلی شریف کے عربی ادب کے استاذ ہیں۔

ہے، علم دین کا سیکھنا اسلئے بھی ضروری ہے کہ اسلام نے جتنے بھی احکام دئے ہیں ان پر علم کے بغیر عمل نہیں ہوسکتا، آپ نماز کی مثال لے لیجئے کہ اسمیں ابتدا سے سلام پھیرنے تک کچھ سورتیں اور کچھ دعائیں اور کچھ ذکر واذکار زبان سے ادا کئے جاتے ہیں اور پھر تھوڑی سے خطا نماز کو فاسد کردیتی ہے حالانکہ نماز جو پہلی اور اہم ترین عبادت ہے، اس کو بھی ادا کرنے کیلئے علم کی سخت ضرورت ہے اور اس کے بغیر وہ ادا نہ ہوگی اور تمام عبادتوں کا یہی حال ہے، اسی لئے اسلام کا پہلا سبق ہی علم سے شروع کیا گیا ہے پہلی وحی سورۂ علق میں سب سے پہلا لفظ ''اقراء'' ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پڑھے اور اپنی امت کو پڑھنے کی تلقین کیجئے یہ پڑھنا اسلئے ضروری ہے کہ عقائد، ایمان، نماز، روزہ، زکاۃ، حج، نظافت وطہارت، حلال وحرام، وغیرہ پر مشتمل جو اسلامی شریعت کا مکمل اصول دیا گیا ہے ان پر ایمان لانا اور عمل کرنا پڑھے بغیر نہیں ہوسکتا ہے، اسلئے رسول اکرم ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا ولادت کے بعد سے موت تک علم حاصل کرتے رہو اس کے لئے نہ کوئی عمر کی حد اور نہ ہی کوئی جگہ متعین ہے اور جس شہر اور جس علاقے سے بھی علم کی تحصیل ممکن ہو مسلمان مرووں عورت پر فرض ہے کہ وہ پہلی فرصت میں علم حاصل کرے اور علم دین کی اسی اہمیت کے پیش نظر تمام محدثین نے کتاب العلم کے نام سے مستقل باب باندھا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے اپنی شہرہ آفاق تالیف ''صحیح البخاری میں کتاب الایمان کے متصلاً بعد کتاب العلم کا باب قائم کیا۔

اس لئے کہ علم نہیں تو نماز نہیں، علم نہیں تو شریعت نہیں، علم نہیں تو خدا کی معرفت نہیں، علم نہیں تو خدا کی معرفت اور ایمان کی نظافت و چاشنی نہیں، قران کریم نے اہل علم کا اسی لئے بڑا مقام بیان کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجاۃ۔ یعنی اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم عطا ہوا ہے درجہ بلند کرے گا۔'' (المجادلہ:١١)

اہل علم مومنین میں شامل ہیں پھر بھی قرآن نے خصوصیت سے ان کا تذکرہ کیا ہے اسلئے کہ دین وشریعت کا علم رکھنے والوں میں خدا ترسی اور اخلاص، تقوی، وللّٰہیت، زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے اجر وثواب اور رفع درجات میں دیگر مومنین کے مقابلے میں ان کا مقام بلند ہے دوسرے مختلف آیات میں بھی علم کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور مختلف انداز سے مسلمانوں کو ابھارا گیا ہے کہ وہ علم دین سیکھے اور اس پر عمل کرے اور رسول اکرم ﷺ نے بھی مختلف ارشادات کے ذریعہ علم دین میں منہمک اور مشغول رہنے والے افراد کا بلند مقام ومرتبہ بیان فرمایا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من خرج فی طلب العلم کان فی سبیل اللہ حتی یرجع۔ یعنی جو بندہ علم کی طلب وتحصیل میں گھر سے نکلا وہ اس وقت تک اللہ کے راستے میں ہے جب تک واپس نہ آئے۔'' (ترمذی شریف، حدیث نمبر ۲۵۷۱)

ایک دوسری روایت میں ہے:

''ان اللہ وملٰیکتہ واھل السموات والارضین حتی النملۃ فی جحرھا وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس خیر۔ یعنی اللہ تعالی رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے اور آسمان وزمین میں رہنے والی ساری مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں، اس بندے کے لئے دعائیں خیر کرتی ہیں جو لوگوں کی بھلائی اور دین کی تعلیم دیتا ہے۔'' (ایضاً، حدیث نمبر:۲۶۰۹)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس بندے کو اس حالت میں موت آجائے کہ وہ اس نیت سے علم دین کی طلب وتحصیل میں لگا ہو کہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ رکھے تو جنت میں اس کے اور پیغمبروں کے درمیان بس ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (مسند دارمی)

علمائے دین کو انبیائے کرام کا وارث اور ان کے حصول علم کو جنت کی طرف مسافت طے کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے ان کے ساتھ دنیا کے تمام مخلوقات کی دعائیں شامل حال رہتے ہیں اور یہ اس طرح کے دیگر ایسے فضائل بیان کئے گئے ہیں جن سے

اسلامیات

ان کے غیر معمولی اور اہمیت اور ان کے بلند مقام کا اندازہ ہوتا ہے اور جس میں دوسرا کوئی ان کا ہمسر نہیں ہے اور ان فضائل کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان سب سے پہلے دینی تعلیم حاصل کرے اور اسی میں اپنی کامیابی تصور کرے اور اگر مکمل علم حاصل نہ کرسکے تو کم از کم اتنا علم تو ضرور حاصل کرلے جس سے اسلامی طرز زندگی گزار سکے اور حلال وحرام کی تمیز ہوسکے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا اسلام سے کیا تعلق ہے؟ وحدانیت اور رسالت کے بنیادی امور کیا ہیں؟ ایک مسلمان کیلئے کن چیزوں کا جاننا ضروری قرار دیا گیا ہے؟ اور کیونکہ ان چیزوں کو جانے بغیر شریعت پر عمل ناممکن ہے اور اہل ایمان کے نزدیک شریعت پر عمل ہی مقصد حیات اور ساری سرگرمیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ دینی تعلیم جس طرح خود حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح خود اپنی اولاد کو بھی اس سے آراستہ کرنا والدین کی ذمہ داری ہے قیامت کے دن ماں باپ سے اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا:

”ماذا علمته وماذا ادبته؟ آپ نے بچوں کو کیا تعلیم دی اور کیا ادب سکھایا؟“

اگر اولاد کو عصری تعلیم سے آراستہ کیا گیا لیکن دینی تعلیم نہیں دی گئی تو والدین گناہ گار ہوں گے اور اولاد کی معاصیت میں وہ برابر کے شریک ہوں گے، اس لئے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا، علم دین سکھانا اور اسلامی آداب سے مزین کرنا بہت ضروری ہے اور جس نے اپنی اولاد کو ادب سکھایا، اسلامی تہذیب اور اسلامی تعلیمات سے آراستہ کیا اس نے گویا ان کو ایسی لازوال نعمت عطا کی جس کے بہتر نتائج دنیا وآخرت دونوں جگہ حاصل ہوں گے یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

”مانحل والد ولدا من نحل افضل من ادب حسن۔
یعنی والدین کا بہترین عطیہ اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت ہے۔“

(ترمذی شریف، حدیث نمبر: ۱۸۷۵)

تربیت بہتر عطیہ اس لئے ہے کہ اولاد کو بہت ساری جائداد اور بلڈنگیں بنا کر دی جائیں لیکن اگر ان میں احساس وشعور نہیں تو مال ودولت رفتہ رفتہ کم ہوتی جائے گی اور ایک دن وہ خود محتاج بن جائے گی، جبکہ بہتر تعلیم وتربیت کے نتیجے میں ہر جگہ ان کی عزت ہوگی اور وہ ہمیشہ باقی رہے گی اس کے کم یا چوری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، اس لئے وہ شخص جس نے دین واخلاق سے اپنی اولاد کو محروم رکھا، اس نے بڑے خیر سے انہیں محروم کردیا کیونکہ مفکرین کا کہنا ہے کسی بھی مذہب اور فکر عقیدہ کیلئے دینی تعلیم کی حیثیت شہ رگ کی ہے اگر کسی قوم کو اس کے دین سے محروم کرنا ہو تو اس کے دینی تصوارت سے اس قوم کا علمی رشتہ کاٹ دیجئے یہ چیز خود بخود اس قوم کو اپنے مذہب سے بے گانا بنادے گی، اس کیلئے نہ پنجہ آزمائی، نہ ہی معرکہ آرائی کی ضرورت پڑے گی، یہ کسی قوم کو فکری اور مذہبی اعتبار سے قتل کرنے کا ایسا کامیاب اور بے ضرر نسخہ ہے کہ بقول شاعر

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے دو درجے ہیں:

(۱) پہلا درجہ یہ ہے کہ اتنی تعلیم ہر شخص کیلئے ضروری ہے جس سے دین کے بارے میں بنیادی واقفیت حاصل ہوجائے اور توحید ایمان، عقیدہ، کفر وشرک کی حقیقت نبوت، وحی کا اسلامی تصور انبیاء اور بالخصوص پیغمبر اسلام ﷺ کے ضروری حالات، پاکی، وناپاکی، اور نماز، روزہ، حج، زکاۃ، اور قربانی کے بنیادی احکام نکاح وطلاق خرید وفروخت ملازمت اور نوکری کسب معاش کے حلال وحرام طریقے شریعت کی حرام کی ہوئی چیزوں وغیرہ سے متعلق ضروری مسائل، صحابہ اور صحابیات کی مبارک زندگیوں سے متعلق بنیادی معلومات، والدین، اولاد، میاں بیوی اور اعزاو اقربہ سے متعلق حقوق، شب وروز کئے جانے والے افعال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی سنتیں اور مسنون وماثورہ اوراد وذکار وغیرہ وہ وامور ہیں کہ جن کے بارے میں جاننا ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے مسلم مرد یا عورت ہو چاہے یہ جوان یا بوڑھے ہوں انہیں دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ اور مزین کرنا بہت ضروری

ہے اور اس مقصد کیلئے جگہ جگہ دینی مکاتب اور بالغوں کیلئے دینی تعلیم کیلئے مراکز قائم کرنے کی ضرورت ہے اور دینی تعلیم وتربیت کیلئے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ کوئی محلہ اور کوئی مسجد ایسے مکاتب اور مراکز سے خالی نہ بلکہ بچوں اور بچیوں کے اسکول کے اوقات کے لحاظ سے ان کے صباحی اور مسائی دونوں طرح کے مکاتب ہوں اور کوشش یہ بھی کی جائے کہ محلہ کا کوئی بچہ اور دین سے ناواقف کوئی نوجوان ایسا نہ رہے جو اس نظام سے فائدہ نہ اٹھائے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ ضرورت ایسی درسگاہوں کی ہے جہاں قرآن وحدیث کلام وعقیدہ اور سیرت نبوی سے متعلق اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو اور اسلام کو اصل ماخوذ سے سمجھنے اور سمجھانے کی غرض سے عربی زبان اور ادب میں بصیرت وادراک کا سامان فراہم کیا جاتا ہو، اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دینی تعلیم کا حصول ہمارے لیئے ضروری ہے جو کہ ہماری بنیادی ضرورت ہے لہٰذا بچوں کو دین کی اہم اور ضروری تعلیم دینے کے بعد عصری تعلیم بھی دلائے اور دوبارہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام عصری تعلیم سے ہرگز نہیں روکتا ہے آپ بلا شبہ اپنے بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر، آئی اے ایس افسر بنائیں لیکن اس سے پہلے انہیں دینی تعلیم وتربیت سے مزین کر کے بہترین عالم دین اور صحیح العقیدہ مسلمان بنائیں اگر اسمیں کوتاہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینا ہوگا اور یہ بات مکمل طور سے سمجھ لیں کہ عصر حاضر میں (علم) دنیا میں قوموں کی ترقی اور ملکوں کی خوشحالی کا ایک سچا حوالہ ہے اور جو قوم بھی علم کا دامن تھامے ہوئی ہے آج پوری دنیا اس کے قدموں میں ہے اسلام علم اور فروغ علم کے سب سے بڑے علمبردار اور داعی کے طور پر ابھرا ہے اور اس کی تبلیغ واشاعت کی پہلی اینٹ ہی لفظ اقرا پر رکھی گئی ہے اور اسلام کے نقطہ نظر سے علم ایک کلی ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اپنی ذات کی پہچان ہوجائے، اپنے معاشرے اور کائنات کی پہچان ہوجائے، اپنے پیدا کرنے والے اور اس کے احکام کی پہچان ہوجائے، اس علم کے دو ذرائع ہیں ایک تو اللہ کی وحی جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انسانوں کے پاس آئے اور دوسرا انسان کا اپنا مشاہدہ وتجربہ جس کیلئے اللہ نے اسے عقل وحواس کی نعمت عطا فرمائی ہے اور یہ دونوں ذرائع بنیادی طور پر الگ الگ نہیں ہیں بلکہ یہ ایک دوسرے کیلئے معاون ومددگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے علم کو اتھاہ سمندر بنایا ہے جو شخص جتنا بھی علم حاصل کرے وہ کم ہے اور اسلام نے علم کو دین اور دنیا کے خانوں میں بھی تقسیم نہیں کیا ہے اور قرآن وحدیث میں کہیں بھی ایسا ذکر نہیں ہے، جو لوگ دینی علوم سے ناآشنا ہے اور اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے خلاف گزار رہے ہیں ان کی مثال اس آپریٹر کی ہے جو مشین کو اپنی مرضی کے مطابق چلائے مشین کے مالک اور کتابچہ کے مطابق نہ چلائے تو ظاہر ہے کہ اس آپریٹر کے ساتھ مالک کوئی بھی سلوک کرسکتا ہے بلکہ اسے اس کی ذمہ داری سے محروم بھی کرسکتا ہے، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت وافادیت کو سمجھتے ہوئے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم ضرور دلوائیں تا کہ ہم اور ہماری نسل دنیا وآخرت میں کامیابی، فوز، فلاح سے ہم کنار ہوسکے۔

◆◆◆

ص ۲۵ رکا بقیہ...

ومعنی خیز ہے، اس سے سعادت وبھلائی اور سکون واطمینان کے مواقع تو ہاتھ آتے ہی ہیں، ساتھ ہی صبر واستقامت کی راہ پر چل کر لوگوں کی قیادت وامامت کا درجہ بھی حاصل کیا جاسکتا ہے، اللہ نے اپنا یہ دستور اور قانون بہت پہلے ہی ان الفاظ میں سنایا ہے:

"ہم نے ان میں سے بعض کو قائد اور امام بنایا جو ہماری باتوں سے لوگوں کو واقف کراتے تھے، یہ ان کے صبر کا بدلہ ہے۔"

رسولِ اکرم ﷺ کی پوری زندگی صبر وتحمل سے عبارت ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ تمام شعبہ ہائے حیات میں صبر وتحمل سے کام لیا جائے، پرسکون اور کامیاب زندگی کے لیے صبر وتحمل اور قوتِ برداشت بنیادی عنصر ہے، ہماری پستی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم وقتی طور پر جذبات کی رَو میں بہہ جاتے ہیں، جس سے دوررس نگاہ متاثر ہوجاتی ہے اور سوچ وتدبّر کا مزاج نہیں رہتا، موجودہ حالات میں خاص طور پر سیرتِ نبوی ﷺ کے اس پہلو کو اپنانے کی شدید ضرورت ہے۔ ◆◆◆

اسلامیات

انسانی زندگی میں صبر وبرداشت کی اہمیت

از: مفتی محمد نعیم احمد*

انسانی زندگی میں صبر وتحمل اور ضبط وبرداشت کی بڑی اہمیت ہے، اگر اس کی زندگی ان اوصاف سے خالی ہے تو اسے قدم قدم پر نقصان وخسران کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اس لئے انسان کو ہر قدم پر صبر وتحمل کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنا چاہئے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"بھلائی اور برائی برابر نہیں، اگر کوئی برائی کرے تو اس کا جواب اچھائی سے دو، پھر تو تمہارے اور جس کے درمیان دشمنی ہے، وہ ایسا ہو جائے گا، گویا گہرا دوست ہے۔" (فصلت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ نے اس آیت میں ایمان والوں کو غیظ وغضب میں صبر اور نادانی وجہالت کے وقت حلم وبردباری اور برائی کے مقابلے میں عفو ودرگزر کا حکم دیا ہے، جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ انہیں شیطان کے اثر سے محفوظ رکھے گا۔

(تفسیر کبیر، جلد ۱۳ ص ۶۴۰)

معلوم ہوا کہ غصہ اور اشتعال شیطانی اثر ہے، شیطان انسان کو مختلف تدابیر کے ذریعے ابھارنا چاہتا ہے، تاکہ وہ جذبات میں آکر کوئی ایسا کام کر بیٹھے جو اس کے لیے نقصانات کا باعث بنے، اسی لیے قرآن نے ہمیشہ عفو ودرگزر کی تعلیم دی اور یہ پیغام دیا ہے کہ معاف کرنے والوں کے لیے آخرت میں بڑا اجر ہے، بدخواہ اور حاسدین دنیا میں جتنا چاہیں تمسخر اور مذاق اڑا لیں، ایک دن ضرور انہیں اپنے کیے پر افسوس کا اظہار کرنا ہوگا، دنیا میں اگر کسی مصلحت کے سبب نجات مل بھی گئی تو قیامت جو عدل وانصاف کا دن ہے، وہاں پر ہر ایک کو اچھے اور بُرے عمل کا بدلہ مل کر رہے گا، اللہ نے اپنا یہ فیصلہ ان الفاظ میں سنایا ہے:

"ایمان والوں سے کہہ دیجیے، انہیں جو اللہ کے جزا وسزا کے واقعات پر یقین نہیں رکھتے، معاف کر دیا کریں، تاکہ لوگوں کو ان کے کاموں کا بدلہ ملے، جس نے اچھا کیا، اس نے اپنے بھلے کے لیے کیا اور جس نے برا کیا اس نے اپنا برا کیا، پھر تم اپنے پروردگار کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔" (سورۂ جاثیہ:۲۴)

اس آیت کے شانِ نزول میں لکھا ہے کہ کسی منافق یا کافر نے کسی مسلمان سے کوئی بدتمیزی کی بات کہی تھی، اس سے بعض مسلمانوں کو طیش آیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور عفو ودرگزر کی نصیحت کی گئی۔ (تفسیر کبیر، جلد ۱۴ ص ۱۷۳)

اس مفہوم پر مشتمل متعدد آیات نازل کی گئیں، جن میں مختلف پیرایہ سے جذباتیت کے بدلے حقیقت پسندی، غصہ اور اشتعال کے بجائے صبر وتحمل اور انتقامی کارروائی چھوڑ کر بردباری اور قوتِ برداشت کی صفت اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ صبر کا راستہ جنت کا راستہ ہے اور کسی ناخوش گوار واقعے پر کسی کے خلاف نفرت اور انتقام کی آگ بھڑکانا شیطانی راستہ ہے اور شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، اس لیے اس سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا چاہیے۔ (سورۂ فاطر:۶)

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنا غصہ اتارنے اور بدلہ لینے پر قادر ہو اور اس کے باوجود وہ اپنے غصے کو دبائے اور قابو میں رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اختیار دے گا کہ وہ جنت کی آہو چشم حوروں میں سے جسے چاہے لے لے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیے، جس پر میں عمر بھر کاربند رہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: غصہ کبھی مت کرنا، راوی کہتے ہیں، اس

شخص نے اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے بار بار یہی سوال دوہرایا، مجھے وصیت کیجیے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا، غصہ کبھی مت کرنا۔ (صحیح بخاری)

غصہ ایمان وعمل کے لیے انتہائی مہلک ہے، خلافِ مزاج کسی واقعے پر جب انسان بے قابو ہوجاتا ہے تو تمام شرعی رکاوٹیں اس کے لیے بے اعتبار ہوجاتی ہیں اور وہ غصے کی حالت میں جو چاہتا ہے، کرڈالتا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے حدیثِ مذکور میں غیظ وغضب سے دور رہنے کی تاکید کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اچھے سے اچھا سمجھدار انسان بھی شدید غصے میں عقل سے خارج اور بالکل پاگل ہوجاتا ہے، نہ اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات کا ہوش رہتا ہے، نہ اخلاق وانسانیت کے تقاضوں کا، اسی لیے کہا گیا ہے ”غصہ تھوڑی دیر کی دیوانگی کا نام ہے۔“

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ بعض مرتبہ شدتِ غیظ وغضب سے انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے یا مستقل طور پر پاگل ہوجاتا ہے اور یہ تو بالکل عام بات ہے کہ غصہ فرو ہونے کے بعد انسان خود کو اپنے کیے پر ملامت کرتا ہے اور بسا اوقات بڑے بڑے دور رس نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں، غصے کے بھوت پر قابو پانا صبر وضبط کا ملکہ پیدا کیے بغیر اور برداشت وتحمل کی عادت ڈالے بغیر ممکن نہیں، لہٰذا غصہ نہ کرنے کی وصیت کا منشا در حقیقت صبر وضبط کی عادت ڈالنے کی وصیت فرمانا ہے۔ (شرح ریاض الصالحین: ۵: ۱۳۵)

مختلف مواقع پر نفس کو کچل کر خلافِ نفس کام کرنے پر اپنے آپ کو مجبور کرنا پڑتا ہے، یہی وہ راز ہے جس سے انسان کا سفر ہمیشہ بلندی کی طرف جاری رہتا ہے، وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا اور نہ کبھی مایوسی کا شکار ہونا پڑتا ہے، لیکن جذبات اور غیظ وغضب سے ہمیشہ انسان کو نقصان پہنچتا ہے، اس میں فائدے کا کوئی پہلو نہیں، یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ساری قوتوں کے باوجود کبھی انتقامی جذبات سے کام نہیں لیا، قریش نے آپ ﷺ کو مارنے کی دھمکی دی، راستوں میں کانٹے بچھائے، گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا، مگر کوئی ایسی مثال نہیں کہ غیظ وغضب سے بے قابو ہوکر آپ ﷺ نے کوئی کارروائی کی ہو۔

قربان جائیے رحمتِ دوعالم ﷺ پر! آپ موقع بہ موقع صحابۂ کرام کے جذبات کو سکون دینے کی کوشش کرتے اور انہیں صبر وضبط، تواضع و بردباری کا درس دیتے رہتے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مزاج اسلام قبول کرنے کے بعد نرم پڑ گیا تھا، وہی عمر جو معمولی باتوں میں تلوار سونت لیا کرتے تھے، جب اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے اور مزاجِ نبوت سے آشنا ہوئے تو تحمل و بردباری کا حیرت ناک جذبہ ان میں پیدا ہوا، عین اس وقت جب کہ عام انسانوں کا قابو میں رہنا مشکل ہوتا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ معافی کا اعلان کردیا کرتے تھے۔

کسی شخص کی کامیابی اور بلندی کا راز یہ ہے کہ انتہائی جذباتی مواقع پر انتہائی عقل و دانش سے فیصلہ کرے، انفرادی زندگی میں تحمل اور صبر وضبط کی ضرورت تو ہے ہی، لیکن اس کی اہمیت اجتماعی جگہوں میں مزید بڑھ جاتی ہے، اگر تحمل اور صبر وضبط سے کام نہ لیا جائے تو زندگی گزارنا مشکل ہوجائے، اپنی شخصیت کو نکھارنے، مسائل سے نجات پانے اور خوش گوار زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ جذبات کو قابو میں رکھا جائے، رسولِ اکرم ﷺ نے جب نبوت کا اعلان کیا تو مکہ کا سارا ماحول آپ کے لیے اجنبی بن گیا، وہی لوگ جن کے درمیان آپ کا بچپن اور جوانی گزری، جو آپ کی امانت وصداقت کے بڑے مداح اور عاشق تھے، وہ آپ کے مخالف اور جانی دشمن ہوگئے۔ عرب کی اجڈ قوم کے دل ودماغ میں اسلام اور آپ ﷺ کی بے پناہ محبت اتنی جلدی کیسے رچ بس گئی اور کس طرح ان جانی دشمنوں نے دل وجان سے آپ ﷺ کی امارت واطاعت قبول کرلی، یقیناً اس پر انسانی عقل دَنگ رہ جاتی ہے اور حیرت کی انتہا نہیں رہتی۔

سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے اس تاریخی انقلاب میں جہاں رسولِ اکرم ﷺ کی شیریں زبان، اعلیٰ اخلاق، بہتر لب ولہجہ اور پیہم جدوجہد کا حصہ ہے، وہیں آپ ﷺ کا صبر وتحمل، بردباری اور قوتِ برداشت نے بھی بڑا اہم کردار ادا کیا، بلاشبہ صبر وتحمل کا وصف انتہائی مفید بقیہ ص ۲۳ / پر

اسلامیات

مغربی اندازِ فکر اور معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم علمی مطالعہ کی روشنی میں

از: غلام مصطفیٰ رضوی *

نقد و نظر

عقل کی پرواز بہت محدود ہے، وحی کی وسعت کا اندازا عقل نہیں لگا سکتی، اسی لیے وحی کے مقابل عقل کو قبلہ بنانا دانش مندی نہیں، قرآن مقدس نے اسی لیے عقلائے زمانہ کو چیلنج کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

"اور اگر تمھیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے ان خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ۔" (البقرۃ:۲۳)

یہ اس بات پر دلیل ہے کہ قرآن مقدس کے آگے سب عاجز و ساکت ہیں اور اس کتاب مقدس کے احکام و فرامین شک و شبہے سے پاک ہیں، امام احمد رضا قادری (م ۱۹۲۱ء) نے سچ ہی فرمایا ہے۔ ؎

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے، فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

۱۷ / ویں صدی کے مشینی انقلاب نے مغربی قوتوں کو خود فریبی میں مبتلا کر دیا، وہ گمان میں پڑ گئے کہ اب قرآن مقدس سے دلوں کو دور کرنا آسان ہوگا، لیکن یہ گمان ڈھے گیا، قرآن کی حقانیت ایجادات و اختراعات کے ساتھ ساتھ اور اجاگر ہوتی گئی، سائنس نے جہاں جہاں قرآن سے استفادہ کیا ٹھوس نتائج بر آمد ہوئے، جانسن کے بہ قول:

"یہی (قرآن مقدس کا) پیغام ایک تعمیری قوت کے طور پر وجود میں آیا اور عیسائی دنیا میں بہ طور نور پھیل گیا اور جہالت کی ظلمت کو دور کر گیا۔" (تبرکات مبلغ اسلام، ص ۹۳)

ایمان نام ہے اطاعت و تسلیم کا، ہم ایمان لائے، اللہ و رسول کی اطاعت کا عہد باندھا، قرآن کے احکام کو تسلیم کیا، اب اسے چھوڑ کر عقل خام کو قبلہ بنانا منفی طرز عمل ہے جو مغرب کا وطیرہ ہے، مغربی قوتوں نے ایمان کم زور کرنے کی غرض سے عقلی تحریک کو آگے بڑھایا، قرآن کریم نے عقل کی نہیں بلکہ اللہ و رسول کی اطاعت کی تعلیم دی:

"اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔" (سورۃ المآئدۃ:۹۲)

یوں ہی واقعہ معراج ہے یعنی رسول کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ نے عالم سموات کی سیر کروائی اور سب سے بڑھ کر اپنا قربِ خاص عطا فرمایا، اس واقعہ معراج کو بعض مغربی تعلیم سے مرعوب مسلمان عقل ناپائے دار کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں، اعتراض کرتے ہیں کہ کس طرح کم وقت میں فرش سے عرش گئے، رب کا دیدار کیا؟ اور مشاہدات کیے؟ قرآن نے صاف فرمادیا:

"پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔" (سورۂ بنی اسرائیل:۱)

سوچنے والی بات ہے کہ نبی، رب قدیر کے پیغامات پہنچاتے ہیں، انھیں نیابت الٰہی حاصل ہوتی ہے "رب کی عظیم نشانیاں" ملاحظہ فرما کر انھوں نے انسانیت کو سنوارا، رب نے انھیں اپنی ربوبیت کی پہچان کا ذریعہ بنایا، تو انھیں اپنی عظیم نشانیاں دکھادے تو جائے تعجب کیا؟ اعتراض کیسا؟ رب نے بتایا اور وہ قدرت والا ہے، اس میں کلام رب کی قدرت پر جسارت ہے، قرآن و حدیث دونوں پر ہمارا ایمان ہے اور دونوں ہی معراج مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلیلیں رکھتے ہیں، قرآن مقدس میں مسجد اقصیٰ تک کا بیان تو بالکل واضح ہے اور احادیث میں آگے کی منازل اور رویت باری (دیدار الٰہی) کا بیان ہے، قادر مطلق نے اپنی قدرت سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دیدار عطا فرمایا، ہم اس رُخ سے یہاں چند دلائل ذکر کیے دیتے ہیں تا کہ ایمان کو تازگی ملے اور اسلام مخالف قوتوں کو ضرب کاری۔

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

سورۂ والنجم میں بہت واضح طور پر معراج کا ذکر فرمایا گیا، جس میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ حضور اقدس اپنی خواہش سے نہیں کہتے جو رب کی مرضی ہوتی ہے وہی فرماتے ہیں، ملاحظہ کریں:

"اس چمکتے تارے (محمد) کی قسم! جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو بس وحی ہوتی ہے جو انھیں کی جاتی ہے، انھیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقت ور نے، پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا، پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خوب اتر آیا تو اس جلوہ اور محبوب میں دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، پھر وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا، تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انھوں نے وہ جلوہ دو بار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔" (سورۃ النجم)

دیدارِ الٰہی کی بابت کفار مکہ اور یہود و نصاریٰ کو بہت شاق گزرا اور وہ حسد میں پڑ گئے، اس حقیقت کو جھٹلانے کو بہانے تلاش کرنے لگے، وحی نے ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا، اوّل سے ہی معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار یہود و نصاریٰ کرتے چلے آئے ہیں، اسی سبب راقم نے معراج نبوی کے انکار کو مغربی اندازِ فکر سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت علامہ محمد زرقانی کے حوالے سے امام احمد رضا خاں قادری تحریر فرماتے ہیں:

"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ حضور نے اللہ عزوجل کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا، یہی مذہب راجح ہے اور اللہ عزوجل نے حضور سے اس بلند و بالاتر مقام میں کلام فرمایا، جو تمام امکنہ سے اعلیٰ تھا اور بے شک ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شبِ اسریٰ مجھے میرے رب نے نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔" (دیدار الٰہی، ص ۱۱-۱۲)

امام نسائی اور امام ابن خزیمہ و حاکم و بیہقی کی روایت میں ہے:

"کیا ابراہیم کے لیے دوستی اور موسیٰ کے لیے کلام اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے دیدار ہونے میں تمھیں اچنبا ہے، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، امام قسطلانی نے فرمایا اس کی سند جید ہے۔۔۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بار اپنے رب کو دیکھا، ایک بار اس آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے، امام سیوطی و امام قسطلانی و علامہ شامی و علامہ زرقانی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے۔" (مرجع سابق، ص ۳-۴)

خطیب بغدادی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"شب اسریٰ مجھے میرے رب عزوجل نے نزدیک کیا یہاں تک کہ مجھ میں اس میں دو کمان بلکہ کم کا فاصلہ رہا۔"

(ختم نبوت، ص ۱۲، امام احمد رضا)

مجھے یہاں امام شرف الدین بوصیری کا وہ شعر یاد آرہا ہے جو معراج کی طرف اشارہ کرتا ہے ؎

وَبِتَّ تَرْقیٰ اِلیٰ اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَۃً
مِنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

یعنی آپ بلندیوں کی جانب بڑھتے رہے، یہاں تک کہ "قاب قوسین" کی وہ منزل پالی جس تک نہ کسی کی رسائی ہوئی نہ ہمت (وہ یہ کہ صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔)

ہمیں ایمان، رب کی معرفت، توحید کی تعلیم، حق کی پہچان سب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی عطا ہوئے، ان کی رسائی بارگاہ رب تک اور ہماری رسائی بارگاہِ مصطفیٰ تک، اسی لیے امت محمدی کو جو مقام ملا وہ دوسری امتوں کو نہ ملا، ان سب انعامات و امتیازات کے باوجود واقعہ معراج سے متعلق صہیونی اندازِ فکر کو اہمیت دینا مناسب نہیں اور یہی مغربی سازش بھی تھی کہ مسلمان اپنے نبی کی عظمت میں شک کرے، مغرب کے

بقیہ ص ۱۴ / پر

پردہ اور تعلیم نسواں

از: حافظ وقاری محمد عمران رضوی *

قدرت نے اپنی مخلوق کو علاحدہ علاحدہ کاموں کے لئے بنایا ہے اور جس کو جس کام کے لئے بنایا ہے اس کے مطابق اس کا مزاج بنایا ہے، ہر چیز سے قدرتی کام لینا چاہئے، جو خلاف فطرت کام لے گا وہ خرابی میں پڑے گا، مثلاً گلاس پانی پینے اور اگالدان تھوکنے کے لئے ہے، اگر کوئی اگالدان میں پانی پئے اور گلاس میں تھوکے یہ کام خلاف فطرت ہے، بیل کی جگہ گھوڑا اور گھوڑے کی جگہ بیل کام نہیں دے سکتا، اسی طرح انسان کے دو گروہ کئے گئے ہیں، ایک عورت دوسرے مرد، عورت کو گھر میں رہ کر اندرونی زندگی سنبھالنے کے لئے بنایا گیا ہے اور مرد کو باہر رہ کر کمانے اور بیرونی امور کو پورا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔

مثل مشہور ہے کہ پچاس عورتوں کی کمائی میں وہ برکت نہیں جو ایک مرد کی کمائی میں ہے اور پچاس مردوں سے گھر میں وہ رونق نہیں جو ایک عورت سے ہے، الغرض قدرت نے مرد باہر کیلئے اور عورت کو گھر کے اندر رہنے کیلئے پیدا کیا ہے، بات واضح ہوگئی کہ مرد اور عورت ایک ہی کام کے لئے نہیں بنے بلکہ علاحدہ علاحدہ کاموں کے لئے ہیں، تو اب جو کوئی ان دونوں فریقوں کو ایک ہی کام سپرد کرنا چاہے وہ یقیناً قدرت کا مقابلہ کرتا ہے۔

ہم جانتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں، ایسی مائیں کہ تمام جہان کی مائیں ان کے قدموں پر قربان، مگر قرآن کریم نے ان پاک بیویوں سے خطاب کر کے فرمایا:

"اے نبی کی بیویو! تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہا کرو اور بے پردہ نہ رہو، جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔" (کنزالایمان)

اس میں تو ان پاک بیویوں سے کلام تھا، اب مسلمانوں کو حکم ہو رہا ہے:

"اے مسلمانو! جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی استعمال کی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔" (کنزالایمان)

دیکھو بیویوں کو ادھر گھروں میں روک دیا اور مسلمانوں کو باہر سے کوئی چیز مانگنے کا یہ طریقہ سکھایا، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دو بیویوں حضرت ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف فرما تھے کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم جو کہ نابینا تھے آگئے، حضور نے اپنی بیویوں سے فرمایا: ان سے پردہ کرو، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ تو نابینا ہیں، فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ صرف یہ ضروری نہیں کہ مرد عورت کو نہ دیکھے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اجنبی عورت بھی غیر مرد کو نہ دیکھے، غور کریں کہ یہاں مرد نابینا ہیں مگر پردے کا حکم دیا گیا ہے۔

بعض لوگ پردے کے مسئلے پر اعتراض کرتے ہیں کہ عورتوں کو گھروں میں قید رکھنا، ان پر ظلم ہے، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ گھر عورت کے لئے قید خانہ نہیں بلکہ اس کا چمن ہے، گھر کے کاموں اور اپنے بال بچوں کو دیکھ کر وہ ایسی خوش رہتی ہیں جیسے چمن میں بلبل، گھر میں رکھنا اس پر ظلم نہیں بلکہ اس کی عزت وعصمت کی حفاظت ہے، اس کو قدرت نے اسی لئے بنایا ہے۔

عورت گھر کی دولت ہے اور دولت کو چھپا کر گھر میں رکھا جاتا ہے ہر ایک کو دکھانے سے خطرہ ہے کہ کوئی چوری نہ کر لے، اسی طرح عورت کو چھپانا اور غیروں کو نہ دکھانا ضروری ہے، عورت کی دل نہایت نازک ہے، بہت جلد ہر طرح کا اثر قبول کر لیتا ہے، اس لئے اس کو کچی شیشیاں فرمایا گیا، ہمارے یہاں بھی عورت کو صنف نازک کہتے ہیں اور نازک چیزوں کو پتھروں سے دور رکھتے ہیں کہ ٹوٹ نہ جائے، غیروں کی نگاہیں اس کے لئے

* مضمون نگار دارالعلوم محبوبِ سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی کے صدر مدرس ہیں۔

مضبوط پتھر ہیں اسے لئے اس کو غیروں سے بچاؤ، عورت اپنے شوہر، باپ، دادا بلکہ سارے خاندان کی عزت وآبرو ہے اور اس کی مثال سفید کپڑے کی سی ہے، سفید کپڑے کا معمولی سا داغ دھبہ دور سے چمکتا ہے اور غیروں کی نگاہیں اس کے لئے ایک بدنما داغ ہیں، اس لئے اس کو ان دھبوں سے دور رکھو۔

عورت کی سب سے بڑی تعریف یہ ہے کہ اس کی نگاہ اپنے شوہر کے سوا کسی پر نہ ہو، اگر اس کی نگاہ میں چند مرد آ گئے تو سمجھو کہ عورت اپنے جوہر کھو چکی، پھر اس کا دل گھر بار میں نہ لگے گا جس سے یہ گھر آخر تباہ ہو جائے گا۔

فقہا فرماتے ہیں کہ عورت کے سر سے نکلے ہوئے بال اور پاؤں کے کٹے ہوئے ناخن بھی غیر مرد نہ دیکھے، عورت پر جمعہ کی نماز فرض نہیں، عید، بقرعید کی نماز واجب نہیں، کیوں اس لئے کہ یہ نمازیں جماعت سے مسجدوں میں ہی ہوتی ہیں اور عورتوں کو بلا ضرورت شرعی گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں، عورت پر حج کے لئے سفر کرنا اس وقت تک فرض نہیں جب تک اس کے ساتھ اس کا اپنا محرم نہ ہو، یعنی باپ، بیٹا، شوہر وغیرہ وغیرہ۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جائے، اس لئے کہ اگر دن میں دفن کیا گیا تو کم از کم دفن کرنے والوں کو میرے جسم کا اندازہ ہو جائے گا اور مجھے یہ بھی منظور نہیں۔

غور کریں عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں، قبرستان جانے کی اجازت نہیں، عید گاہ میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تو بازاروں، کالجوں اور یونیورسٹیوں، کمپنیوں، باغوں میں سیر کرنے کے لئے جانے کی اجازت کیوں کر ہوگی؟ کیا بازار کالج اور یونیورسٹی، کمپنی، باغ مسجد اور مکہ شریف سے بڑھ کر ہیں؟ اور دوستوں تین چیزوں سے اپنی لڑکیوں اور بیویوں کو بہت بچاؤ ایک ناول، دوسرے کالج اور اسکول کی تعلیم، تیسرے ٹی وی اور بے پردگی یہ تین چیزیں لڑکیوں کے لئے زہر قاتل ہیں، کیونکہ اس وقت لڑکیوں میں جس قدر شوخی، آزادی، بے غیرتی ہے وہ سب ان تین ہی کی وجہ سے ہے۔

یاد رکھو اس زمانے میں ان اسکولوں اور کالجوں نے قوم میں انقلاب برپا کر دیا ہے، آج طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی قوم کا نقشہ بدلنا ہو اس قوم کے بچوں کو کالج کی تعلیم دلاؤ، بہت جلد اس قوم کی حالت بدل جائے گی، غرض کہ اسکولوں سے اپنی لڑکیوں کو بچاؤ وہ والدین اور سرپرست جو لڑکیوں کو گھر پر ماسٹروں سے پڑھواتے ہیں یا غیر عورتوں اور لیڈیوں سے تعلیم دلاتے ہیں وہ بھی سخت غلطی کرتے ہیں، بہت جگہ دیکھا گیا کہ لڑکیاں ماسٹروں کے ساتھ بھاگ گئیں اور ان آوارہ استانیوں، لیڈیوں کے ذریعہ سے ہزارہا فتنے پھیلے، مجھے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آخر لڑکیوں کو اس قدر اعلیٰ تعلیم کی کیا ضرورت ہے؟ ان کا سارا خرچہ تو شوہروں کے ذمہ ہوگا پھر ان کو اس قدر تعلیم سے کیا فائدہ ہے؟

اکبر الہ آبادی نے چند بے حجاب عورتوں کو دیکھا تو ان سے اس انداز میں سوال کیا ۔

بے پردہ مجھ کو آئیں نظر چند بی بیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کدھر گیا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پردہ پڑ گیا

آپ سے گزارش ہے کہ اپنے گھر کی خواتین، بہنوں، بیٹیوں بیویوں، بچیوں کو حجاب کی تاکید کریں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت پاک پر عمل کرنے والی بنائیں، اپنی اولاد کی تربیت اسلامی قوانین کا لحاظ رکھ کر کریں، پھر جو اولاد پروان چڑھے گی انشاء اللہ اس کا مستقبل کامیاب ہوگا، اسلام اپنے ماننے والوں کی ہر محاذ پر ترقی چاہتا ہے اور اس کے لئے اس نے کامیاب اصول بیان فرمائے ہیں، کامیابی کے خواہش مند اسے اختیار کریں بعدہ ان کے نتائج دیکھیں ۔

اولاد کو اخلاق کے شیشوں سے تراشو
پتھر کی چٹانوں کی کوئی قدر نہیں ہے

◆◆◆

سنی دنیا کو سنیوں کے گھر گھر پہنچائیے اور
مرکز کی سرگرمیوں سے مسلسل باخبر رہئے

گوشہ نسواں

امام احمد رضا کی مقبولیت اور حاسدین کی ریشہ دوانیاں

از: ڈاکٹر مفتی ساحل شہسرامی*

رضویات

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالم اسلام کی عبقری ترین شخصیت تھے اور آقائے دوعالم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا ایک زندہ معجزہ تھے، اس کا اعتراف ایک جہان فکر ودانش کرتا ہے، آپ کے پاکیزہ ترین اوراق حیات، آپ کی ہزار پہلو دینی وعلمی خدمات اور آپ کے عشق رسول کا جذب دروں اس کی بہترین شہادت ہے، آپ کی واضح کرامت علمی یہ ہے کہ آپ کو جو جس قدر پڑھتا ہے، وہ خود کو آپ سے اتنا ہی زیادہ قریب محسوس کرتا ہے، یہ بے پناہ مقبولیت، محبوبیت اور مرجعیت آپ کو بارگاہ خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور دربار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عطا ہوئی بلکہ ساری ظاہری وباطنی خوبیاں، علوم کا وسیع جہان، فنون کی نوع بہ نوع شاخوں پر دسترس سب اسی دربار کرم کے عطیات ہیں جہاں سے سارے جہان کو نعمتیں تقسیم ہوتی ہیں، اس کا نیازمندانہ اعتراف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحریروں میں جا بجا ملتا ہے۔

نعمتیں ہمیشہ سے وجہ حسد رہی ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری تو مہبط انعامات الٰہیہ تھے، اس لئے اسی تناسب سے آپ کے حاسدین کا بھی وسیع دائرہ ابتدا سے رہا، آپ ایک جگہ خود اعداء و حاسدین کی ریشہ دوانیوں کے ذیل میں اس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری اتنی عمر گذری، لوگ میری مخالفت ہی کرتے رہے، ایک طرف کفار کا نرغہ، دوسری طرف حاسدین کا مجمع، مجھ سے بعض لوگوں نے کہا کہ مجموعۂ اعمال بھرا ہوا ہے، سیفیاں بھری پڑی ہیں، کوئی عمل کر لیجئے، میں نے کہا: جنہوں نے یہ تلواریں مجھے دی ہیں، انہیں کا یہ حکم ہے کہ تلوار ہاتھ میں کبھی نہ لینا، ہمیشہ ڈھال ہی سے کام لینا، چنانچہ کبھی کسی پر حربہ نہ کیا، سوائے ایک دفعہ کے کہ میں نے کرنا چاہا اور نہ ہوا، جس سے ثابت کر دیا گیا کہ تیرے کئے کچھ نہیں ہو سکتا، ہم کرتے ہیں۔'' [الملفوظ، چہارم، ص ۴۸۹]

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طریقے سے مقبول عالم ہیں، اسی طور سے محسود عالم بھی ہیں، میری تحریر کا موضوع اس قدر بسیط ہے کہ اس پر خاصی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے، کیونکہ اعلیٰ حضرت کی پوری زندگی حاسدین اور مخالفین سے رزم آرائیوں میں گزری ہے، میں اس مختصر مقالے میں اشارہ جاتی انداز میں صرف اپنے امام کی مقبولیت کے بنیادی خاکے اور آپ کے موجودہ حاسدین کی بل کھاتی پیشانیوں کے چند خطوط کی وضاحت پر اکتفا کروں گا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ [۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء—۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء] تقریباً چودہ سال کی عمر میں مروجہ علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہو کر مسند درس وافتا کو زینت بخش چکے تھے، مختصر سی عمر میں آپ نے زیادہ سے زیادہ فنون وآداب کی شاخوں پر دسترس حاصل کی، آپ کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے، سارے مروجہ درسیاتی علوم والد ماجد امام المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خان قادری قدس سرہٗ سے حاصل کئے، مرزا عبدالقادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ ابتدائی درجات کے استاذ تھے، ان مراحل درس کا تذکرہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنی تصنیف ''الکلمۃ الملہمۃ'' میں فرمایا ہے، رقمطراز ہیں:

''فقیر کا درس بحمدہ تعالیٰ تیرہ برس دس مہینے چار دن کی عمر میں ختم ہوا، اس کے بعد چند سال تک طلبہ کو پڑھایا، فلسفۂ جدیدہ میں کوئی تعلق ہی نہ تھا، علوم ریاضیہ وہندسیہ میں فقیر کی تمام

تحصیل جمع ،تفریق ،ضرب ،تقسیم کے چار قاعدے کہ بہت بچپن میں اس غرض سے سیکھے تھے کہ فرائض میں کام آئیں گے اور صرف شکل اوّل تحریر اُقلیدس کی وبس ،جس دن یہ شکل حضرت اقدس حجۃ اللہ فی الارضین ،معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد سے پڑھی اور اس کی تقریر حضور میں کی ،ارشاد فرمایا: تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو ،ان علوم کو خود حل کرلوگے۔

اللہ عزوجل اپنے مقبول بندوں کے ارشاد میں برکتیں رکھتا ہے ،حسب ارشاد بعونہ تعالیٰ فقیر نے حساب و جبر ومقابلہ و لوگارثم وعلم مربعات وعلم مثلث کروی وعلم ہیئت قدیمہ وہیئت جدیدہ وزیجات وارثماطیقی وغیرہا میں تصنیفات فائقہ لکھیں اور صدہا قواعد وضوابط خود ایجاد کئے ،تحدیثاً بنعمۃ اللہ تعالیٰ ،یہ بحمد اللہ تعالیٰ اس ارشاد اقدس کی تصدیق تھی کہ ''ان کو خود حل کرلوگے'' فلسفۂ قدیمہ کی دو چار کتابیں مطابق درس نظامی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ الشریف [والد ماجد] سے پڑھیں اور چند روز طلبہ کو پڑھائیں ،مگر بحمد اللہ تعالیٰ روز اول سے طبیعت اس کی ضلالتوں سے دور اور اس کی ظلمتوں سے نفور تھی ،سرکار ابد قرار بارگاہ عالم پناہ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے دو خدمتیں اس خانہ زاد ہیچ کارہ کے سپرد ہوئیں ،افتا اور رد وہابیہ ،انہوں نے مشغلہ تدریس بھی چھڑایا اور آج ۴۵ ربرس سے زائد ہوئے کہ بحمد اللہ تعالیٰ فلسفہ کی طرف رخ نہ کیا۔''

[فتاویٰ رضویہ ،۲۷/ ۳۸۴–۳۸۵]

مسند درس وافتا کی شہ نشینی کے بعد آپ پر علم لدنی کے دروازے کھل گئے اور بارگاہ رسالت اور دربار غوثیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وابنہ الکریم وبارک وسلم سے ایسی ایسی بیش بہا نعمت ہائے الٰہیہ آپ کو حاصل ہوئیں کہ زمانہ آج بھی محو حیرت ہے ،سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سر ضیاء الدین وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے مسئلۂ ریاضی کا حل پیش فرمایا تو وہ حیرت زدہ رہ گئے ،پھر استفسار کیا کہ آپ نے یہ علوم کہاں سے حاصل کئے؟ تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

''میں نے اپنے والد صاحب سے [محض] تفریق ،ضرب ،تقسیم کے قواعد محض اس لئے سیکھے تھے کہ علم میراث میں ان کی ضرورت پڑتی ہے ،شرح چغمینی شروع کی تھی کہ والد مکرم نے منع کردیا اور کہا کہ ان میں کیوں وقت صرف کرتے ہو ،یہ تمام علوم بارگاہ رسالت میں تمہیں خود بخود سکھا دیئے جائیں گے ،چنانچہ یہ سب کچھ جو آپ دیکھ رہے ہیں ،اسی بارگاہِ اقدس واعظم کا فیضان ہے ،میں اپنے مکان کی چار دیواری میں بیٹھا خود ہی یہ اشکال بناتا اور مسائل حل کرتا رہتا ہوں۔''

[المیزان کا امام احمد رضا نمبر ،ص ۹۹]

دوسری جگہ فیضان غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک سواری ہے ،بہت نفیس اور اونچی بھی تھی ،والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا: گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا ،آگے اللہ [عزوجل] مالک ہے۔'' میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔''

[الملفوظ ،۳/ ۴۱۴]

حضرت محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے فرمایا:

''میرے پاس علم کہاں جو کسی کو دوں ،یہ تو آپ کے جد امجد سرکار غوثیت کا فضل وکرم ہے اور کچھ نہیں۔''

[المیزان ،امام احمد رضا نمبر ،ص ۲۶۱]

ان عالی بارگاہوں کے فیضان نے اور آپ کے عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کہ تہہ دار دمکتی کرنوں نے آپ کی ذات اقدس کو بقعۂ نور بنا دیا تھا جس کی جگمگاہٹ سے زمانے کی نگاہیں خیرہ ہوئی جاتیں ،آپ کی شہرت کا آفتاب وسط عمر میں ہی نصف النہار کو پہنچ چکا تھا ،آپ کی عبقریت کی گونج بہت جلد بحر وبر کی وسعتوں میں پھیل گئی ،شہرت وجہ حسد ہوتی ہی

رضویات

ہے جس کی وجہ سے آپ کے حاسدین اور معاندین کا ایک طبقہ ہر دور میں رہا، آئیے پہلے امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمہ گیر آفاقی شہرت اور مقبولیت کے اسباب کا اجمالی جائزہ لیتے ہیں، پھر معاندین و حاسدین کی معاندانہ اور حاسدانہ ریشہ دوانیوں کے وجوہ بھی تلاش کریں گے۔

اس فقیر قادری رضوی کی فہم نارسا کے مطابق سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لافانی شہرت اور بڑھتی پھیلتی مقبولیت کے اسباب کو ان نکات میں سمیٹا جاسکتا ہے:

☐ بارگاہ خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم میں شرف قبول پاجانا، دراصل آپ بچپن سے ہی قدرت کا انتخاب اور کرامت آثار تھے، اس کے کثیر شواہد آپ کے اوراق حیات اور سوانحی خاکوں میں ملاحظہ کیا جاسکتے ہیں، بے پناہ قوت حافظہ، بزرگوں کی فیض بخشی اور آمد آمد، رجال غیب سے ملاقات مجاذیب کرام کی خصوصی توجہ، جد امجد کی بشارت شواہد قرب الٰہی کے واضح خطوط ہیں، کئی پشتوں سے آپ کی نسل پاک میں ولایت محمدی کے سلسلے دراز رہے ہیں، آپ کے اجداد کرام میں حضرت شاہ محمد اعظم خان، حضرت شاہ حافظ محمد کاظم علی خان، قطب وقت علامہ رضا علی خان، امام المتکلمین علامہ نقی علی خان قدست اسرارہم ولایت محمدی کے شاہکار اور اولیائے اسلام کی زریں کڑیاں تھے، ان پاکیزہ نسبتوں کے قدسی اثرات نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو تقدس ولایت کا جگمگاتا آئینہ بنادیا تھا جسے دیکھنے والا ہر صاحب باطن سر بہ خم ہو کر تسلیم پیش کرتا، تحدیث نعمت کے طور سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ خود فرماتے ہیں:

"[سورۂ مجادلہ کی آیت پیش کرنے کے بعد فرمایا] بحمد اللہ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ، گھٹی میں پلادی گئی ہے اور بفضلہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوگا: أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ [المجادلۃ:۲۲] یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا] بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور بحمد اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح وظفر حاصل ہوئی، رب العزت جل جلالہٗ نے روح القدس سے تائید فرمائی .... یہ سب برکات ہیں حضرت جد امجد [قطب عصر حضرت شاہ رضا علی خان قدس سرہٗ] کی، رآن عظیم میں خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں ہے کہ دو یتیم بچے ایک مکان میں رہتے تھے، اس کی دیوار گرنے والی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا، خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دیوار کو سیدھا کردیا، اس واقعہ کو فرمایا جاتا ہے: وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا [کہف:۸۲] ان کا باپ صالح تھا۔ اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ علما فرماتے ہیں: وہ باپ ان کی ساتویں پشت میں تھا۔ صالح باپ کی یہ برکات ہوتی ہیں، یہاں تو ابھی تیسری پشت ہے۔ دیکھئے کب تک برکات کے سلسلے اس میں رہیں۔" [الملفوظ،۳/۴۱۲]

دربار رسالت میں کیسی مقبولیت نصیب ہے، اس کا اندازہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے وصال اقدس کے وقت شامی بزرگ کے خواب سے ہوتی ہے کہ انہوں نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو خواب میں ملاحظہ کیا جیسے آپ کسی کے منتظر ہوں، عرض کی: یارسول اللہ! کس کا انتظار ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: احمد رضا ہندی کا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی مشہور زمانہ نعت ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

کی مواجہہ اقدس میں پیش کش کے بعد چشم سر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہونا آپ کے مقرب بارگاہ رسالت ہونے کی واضح نشانیاں ہیں، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد متعدد سعید حضرات نے آپ کو دربار رسالت میں خدمت گاری مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا میں مصروف دیکھا ہے، اس طور سے آپ کو حاضر بارگاہ لولاک

ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جب حضور کا قرب حاصل ہو گیا تو اللہ کی محبوبیت حاصل ہو گئی ''اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ''میں یہی رمز پوشیدہ ہے۔ ع

وہ اپنے ہو گئے تو رحمت پروردگار اپنی

حدیث پاک میں ہے:

''ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل علیہ السلام فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السمآء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السمآء قال ثم یوضع لہ القبول فی الارض الخ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتا ہے کہ بے شک میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو تو جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر آسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے کو اپنا محبوب رکھتا ہے، اے اہل آسمان! تم بھی اس سے محبت کرو تو سارے فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، حضور فرماتے ہیں: پھر اس بندے کی شہرت و مقبولیت روئے زمین میں عام کر دی جاتی ہے۔'' [مسلم شریف، ۲/۳۳۱]

دربار رسالت اور بارگاہ غوثیت سے اعلیٰ حضرت کے عشق کی دستاویز آپ کا شعری دیوان حدائق بخشش ہے جس کی سطر سطر سے عشق خدا و رسول اور محبت غوثیت مآب کی خوشبو پھوٹی پڑتی ہے۔

☐ اعلیٰ حضرت کی شہرت و مقبولیت کی دوسری وجہ آپ کی بے مثل علمی عبقریت ہے، اہل نظر کہتے ہیں کہ آپ سے پہلے چھ سو سال تک پوری دنیائے اسلام میں آپ جیسا کوئی عبقری فاضل نظر نہیں آتا جس کے یہاں علم و فن کی ایسی وسعت ہو، فکر و ادب کا ایسا تنوع ہو، تصنیف و تالیف کی ایسی ہمہ گیری ہو، محاسن و کمالات کی ایسی جامعیت ہو، زبان و قلم کا ایسا تحفظ ہو، قول و عمل کی ایسی یکسانیت ہو، سادگی و پرکاری کا ایسا امتزاج ہو، ۵۵؍ سے زائد علوم وفنون اور اس ترا... : مولانا محمد مبین عالم نقشبندی مصباحی* شاخوں کے تناظر میں دو سو سے زائد علوم وفنون پر امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قدرت ہی نہیں مہارت کی حد تک دسترس حاصل تھی، قریب قریب ہر فن میں آپ نے اپنی علمی یادگاریں چھوڑی ہیں، لیکن افسوس کہ وہ سارے آثار علمیہ محفوظ نہ رہ سکے، ورنہ دنیا دیکھتی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب بندے کو کیسا اور کس قدر نوازا تھا اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اپنے اس چہیتے غلام پر کس قدر نوازشات تھیں۔ اس علم راسخ اور خداداد فنی قدرت و مہارت کی وجہ سے آپ کی علمی شہرت کا آوازہ بہت جلد چار دانگ عالم میں پھیل گیا، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، جو چاہے تصانیف رضا کا مطالعہ کر کے رضوی فنون کی جلوہ آرائیاں چشم سر سے ملاحظہ کر سکتا ہے۔

☐ عشق رسول کے سوز نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمائے اسلام کا ایسا بدر کامل بنا دیا ہے جس کی چاندنی اور تب و تاب دن دونی رات چوگنی اپنی ضیائیں بکھیر رہی ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ قادیانیت اور وہابیت کی ہلاکت خیز آندھیوں میں اسلامیان ہند کے دلوں میں روشن شمع عشق رسول کی لو کبھی مدھم نہیں ہونے دی۔ ؎

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

آپ کی تحریروں کی سطر سطر سے عشق رسول پھوٹا پڑتا ہے اور ہر باغی آداب مصطفیٰ کے خلاف کلک رضا کی جھنکار سنائی دیتی ہے، آپ خود فرماتے ہیں کہ فقہ حنفی اور رد وہابیہ یعنی تحفظ ناموس رسالت کی خدمت بارگاہ خدا و رسول سے مجھے سپرد ہوئی ہے۔

''سرکار ابد قرار بارگاہ عالم پناہ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیۃ سے دو خدمتیں اس خانہ زاد ہیچ کارہ کے سپرد ہوئیں: افتا اور رد وہابیہ۔'' [فتاویٰ رضویہ، ۲۷/۳۸۵]

مسلمانوں کو اپنے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ

* مضمون نگار دارالعلوم انوارالعلوم کورہا کشن گنج بہار کے استاذ ہیں۔

وبارک وسلم سے عشق کی حد تک لگاؤ ہوتا ہے اور جو فرد اُن کے محبوب رسول سے شیفتگی کی حد تک لگاؤ رکھتا ہے، وہ مسلمانوں کو بہت عزیز ہوتا ہے۔ اس لئے ماہ رسالت کے عاشق جانباز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے جذبۂ عشق رسول کی بدولت مسلمانوں کے دلوں میں گھر کرتے گئے، اس ذیل میں ان کی پرسوز والہانہ نعتوں نے بھی نمایاں کردار ادا کیا، حدائق بخشش کے اشعار فضاؤں میں کیا بلند ہوئے کہ ہر عاشق رسول کے دل میں اتر گئے، ہر محفل میلاد نبوی میں پڑھے اور سنے جانے لگے اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعتوں کی بارگاہ رسالت میں مقبولیت ایسی ہے کہ یہ اشعار وہاں بھی پڑھے اور سنے جاتے ہیں جہاں اردو سمجھنے والا کوئی نہیں ہوتا، سچ کہا کوثر نیازی صاحب نے:

”اذان کے بعد فضاؤں میں سب سے زیادہ بلند ہونے والا نغمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصیدۂ سلامیہ ”مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام“ ہے۔“

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیضان اس طور سے ہے کہ آپ ہر اسلامی ماحول اور محفل کی ضرورت بن چکے ہیں، اس کا سراغ دیتے ہوئے خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

☐ فقہ حنفی کی لازوال خدمت بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقبولیت اور شہرت کا بنیادی سبب ہے، امام الائمہ سراج الامہ، کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نور الٰہی سے سرفراز مقبول بارگاہ الٰہی فرد امت تھے، آپ کی اجتہادی فقہ کو خاص تائید الٰہی حاصل ہے، بقول حضرت امام ابن قدامہ حنبلی: اگر امام اعظم کی فقہ میں کوئی راز الٰہی مضمر نہیں ہوتا تو دنیائے اسلام کی دو تہائی اکثریت فقہ حنفی کے مطابق اپنے رب کی عبادت میں مصروف نہ ہوتی۔“

[المغنی لابن قدامہ حنبلی]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ حنفی کے ممتاز اور جانباز نمائندہ ہیں۔ فقہ حنفی کی تائید، تفہیم اور ترسیل کا جیسا فریضہ آپ نے انجام دیا ہے، وہ اپنے آپ میں بے نظیر ہے فتاویٰ رضویہ کے صفحات اس کے بہترین شاہد ہیں، فقہ حنفی کی نمائندگی اور فقہ حنفی کے مخالفین کی دہن دوزی آپ کا مجددانہ کارنامہ ہے، دنیائے اسلام کے حنفیوں نے اپنے امام اعظم کے اس ممتاز اور اعلیٰ نمائندے کو گلے سے لگایا اور خوب پذیرائی کی، علما نے آپ کے حنفی فقہی افادات سے خوب فائدہ اٹھایا اور آج تک مستفید ہو رہے ہیں اور قیامت تک فیض اٹھاتے رہیں گے، فتاویٰ رضویہ فقہ وافتا کے مراکز کی بنیادی ضرورت بن چکی ہے، اپنے تو اپنے ٹھہرے، غیر بھی اپنے آپ کو اس سے بے نیاز نہیں سمجھتے جب علما امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرویدہ ہیں تو عوام تو علما کے تابع ہوتے ہیں، اس طور سے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ علما اور عوام سب کے دلوں میں اس طور سے گھر چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کا اسم مبارک سنتے ان کے دمکتے چہروں پر ایمانی مسرتوں کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

☐ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکاتب تصوف کی بھی لازوال خدمت کی ہے اور عملی سطح پر اسے فروغ بخشا ہے، تصوف کے روشن چہرے کو معاندین تصوف کے اوچھے حملوں اور اڑاتے ہوئے غباروں سے صاف کیا ہے، آپ کی تحریروں میں اسلامی تصوف اور مشائخ اہل سنت کے ستھرے خانقاہی نظام کی جیسی بھرپور اور مدلل تائید ملتی ہے، وہ بے مثل ہے، مشائخ تصوف پر اگر کسی نے حرف گیری کی تو آپ نے اپنے آقاؤں اور اکابر کی نمک خواری کا پورا حق ادا کر دیا ہے اور بے راہ رو معاند کو مسکت اور دنداں شکن جواب دیا ہے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تو آپ بندۂ بے دام ٹھہرے، پوری زندگی سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دم بھرتے رہے، گن گاتے رہے، حدائق بخشش کے صفحات مدائح غوثیہ سے لبریز ہیں، سرکار غوثیت ماب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے اس وفادار نیازمند کو خوب نوازا، آج دنیا دونوں ہاتھوں سے اعلیٰ

حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانۂ کریمہ سے خزانۂ غوثیہ لوٹ رہی ہے، سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدۂ لامیہ معروف بہ قصیدۂ غوثیہ کی عربیت پر کسی نے سوال اٹھایا، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے الزمزمة القمرية في الذب عن الخمرية میں اس منکر معاند کے ہوش وحواس درست کردیئے ہیں، اس رسالہ مبارکہ میں آپ کی غیرت قادریت دیکھنے کے قابل ہے، رسالۂ مبارکہ کے اخیر میں فرماتے ہیں:

''الحمدللہ! کلام اپنے منتہیٰ کو پہنچا اور ارتیاب مُرتاب اپنی سزا کو، اب مجھے اتنا ظاہر کرنا اور رہا ہے کہ اول تا آخر یہ سارا کلام میں نے اس تسلیم پر مبتنی کیا ہے کہ قصیدۂ مبارکہ میں قوانین عربیات سے مخالفات ہیں، معترض دیکھے کہ اس تسلیم پر بھی بحمد اللہ سرکار قادریت نے ہم پر کیا کچھ لطف فرمایا اور کن کن وجوہ قاہرہ سے انکار منکر کو ہباء منثور کر دکھایا، مگر ابھی تو ہمیں حضرت معترض کی مزاج پرسی کرنی ہے، ذرا مہربانی فرما کر اپنے اعتراضات تفصیلی سے اطلاع دیں اور اس وقت جواب تفصیلی کے مرتبے میں ہم پر ہمارے آقا کا فیضان دیکھیں ہاں ہاں! اصلاً نہ شرمائیں، جہاں تک اعتراض خاطر میں آئیں سب ایک ایک کر کے بیان فرمائیں، کچھ اٹھا رکھنے کی تکلیف ہرگز نہ اٹھائیں، ہم بھی تو جانیں کہ قصیدۂ مبارکہ میں ایسے کیا کچھ اغلاط دیکھ پائے ہیں، جن کی بنا پر یہ شور اٹھائے ہیں، امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ القادر بیان کرتے وقت کھل جائے گا کہ ع باکہ باختۂ عشق درشب دیجور'' [الزمزمۃ القمریۃ، ص ۳۸]

صلوۃ غوثیہ کے استناد پر کسی نے سوال اٹھایا تو آپ نے دو مبسوط رسالے تحریر فرمائے 'ازہار الانوار من صبا صلوۃ الاسرار' اور 'انہار الازہار من یم صلوۃ الاسرار' سلسلۂ عالیہ فردوسیہ کے ممتاز بزرگ مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ کی بعض عبارات مکتوبات پر کسی نے طعنہ زنی کی تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے حمایت مخدوم جہاں میں پورا رسالہ تحریر فرمایا 'حجب العوار عن مخدوم بہار' سلسلۂ رفاعیہ کے بانی قطب الاقطاب حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے بعض حضرات نے نازیبا غلو کیا جو خود حضرت رفاعی کے ارشادات عالیہ کے خلاف تھا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ''طرد الافاعی عن حمی ہاد الرفاعی'' نامی رسالہ میں حضرت رفاعی کی قرار واقعی عظمتیں بیان فرمائیں، یونہی حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی سیدنا سید محمد نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے فواد الفواد کی ایک عبارت پر کسی نے زبان طعن دراز کی تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس کی تشفی بخش وضاحت فرمائی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجموعۂ فتاویٰ میں کثیر استفتا، خانقاہی معمولات ومراسم سے متعلق ہیں، آپ نے اپنے جوابات میں مشائخ کے معمولات خانقاہی کو دلائل سے مزین کر کے پیش فرمایا ہے، چاہے وہ کسی سلسلۂ تصوف سے متعلق ہوں، البتہ ان میں در آنے والے عجمی غیر اسلامی اضافوں کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔

حضرات صوفیا اور اصحاب خانقاہ وتصوف کی مدلل نمائندگی کا نتیجہ تھا کہ ہر مشرب کی خانقاہیں اور ان سے وابستہ افراد آپ کے گرد سمٹ آئے اور آپ کو سر آنکھوں پہ رکھا، اپنے ماننے والوں اور منتسبین کے دلوں میں امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت پیدا فرمائی، انہیں معیار سنیت قرار دیا، ان سے فکری ہم آہنگی اور قلبی وابستگی کو لازم ٹھہرایا اور اسے حقانیت کی شناخت قرار دیا، یوں آپ کا چرچا شرق وغرب، شمال وجنوب ہر سمت پھیل گیا اور آپ خوشبو کی مانند اہالیان عالم اسلام کے دلوں میں جا بسے۔

اعلیٰ حضرت کے ایک معاصر عظیم المرتبت عالم دین طوطی ہند، حافظ الحدیث حضرت علامہ قادر بخش نقشبندی شہسرامی کی ایک روایت اعلیٰ حضرت کے ممتاز شاگرد ملک العلما شاہ ظفر الدین قادری رضوی حیات اعلیٰ حضرت میں بیان کرتے ہیں:

''مولانا مولوی قادر بخش صاحب شہسرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست واعظ تھے، ایک مرتبہ بسلسلۂ وعظ موضع رجہت ضلع گیا تشریف لے گئے، یہ بستی سادات کرام کی ہے اور اس بستی کے لوگ سجادہ نشینان شہسرام کے رشتہ دار ہیں، وعظ کے بعد کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو کسی نے پوچھا کہ مولانا سنی اور وہابی کی کیا پہچان ہے؟

رضویات

ایسی بات بتائیے جس کو ہم لوگ کر سکیں اور اس کے ذریعہ سنی وہابی کو پہچان سکیں، کوئی بڑی علمی بات نہ ہو، انہوں نے فرمایا: ایسا آسان اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے اچھا ملنا مشکل ہے، آپ جب کسی کے بارے میں مشتبہ ہوں کہ سنی ہے یا وہابی بدمذہب تو اس کے سامنے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا تذکرہ چھیڑ دیجئے اور اس کے چہرے کو بغور دیکھئے، اگر چہرے پر بشاشت اور خوشی کے آثار دیکھئے تو یقین جانئے کہ سنی ہے اور اگر چہرے پر پژمردگی اور کدورت دیکھئے تو سمجھئے کہ وہابی ہے اور اگر وہابی نہیں جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے، اس زمانے میں "لَا یُحِبُّهُ اِلَّا مُومِنٌ وَلَا یُبغِضُهُ اِلَّا مُنَافِقٌ" ان سے محبت وہی رکھے گا جو مومن ہوگا اور بغض وہی رکھے گا جو منافق ہوگا[میں یہ ضمیریں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی طرف پھرتی ہیں۔" [حیات اعلیٰ حضرت]

حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند نشین خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں :

"بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کو ان کے معتقدین مجدد مأتہ حاضرہ کہتے ہیں، درحقیقت طبقہ صوفیائے کرام میں یہ منصب مجدد کے مستحق ہیں، انھوں نے ان مسائل اختلافی پر معرکہ کی کتابیں لکھیں جو سالہا سال سے فرقہ وہابیہ کے زیر تحریر و تقریر تھیں، جن کے جوابات گروہ صوفیا کی طرف سے کافی وشافی نہیں دیئے گئے تھے۔ ان کی تالیفات و تصنیفات کی ایک خاص شان اور خاص وضع ہے۔ یہ کتابیں دیکھ کر مصنف کے تبحر علمی کا شدید سے شدید مخالف کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے، لوگ اعتراض کرتے ہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تحریروں میں سختی بہت ہے اور بہت جلدی دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں مگر شاید ان لوگوں نے مولانا اسمٰعیل اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھی ہیں، جن کو سالہا سال صوفیائے کرام برداشت کرتے رہے، ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی ہے اس کے مقابلہ میں جہاں تک میرا خیال ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔ جماعت صوفیاء علمی حیثیت سے مولانا احمد رضا خاں صاحب کو اپنا بہادر صف شکن سیف اللہ سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے، میرے نزدیک مولانا موصوف کی جرأت و دلیری علمائے دیوبند و فرنگی محل اور تمام لیڈران گرم و سرد سے بڑھ کر ہے، انھوں نے جو کام کیا وہ کسی ایک سے بھی نہ ہوسکتا تھا اور نہ ہو سکے گا۔" [المیزان امام احمد رضا نمبر ١٩٧٦، ص ٢١]

ان تمام اسباب و وجوہ کو ایک جملے میں سمیٹا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے "ذٰلِكَ فَضلُ اللّٰهِ یُوتِیهِ مَن یَّشَآءُ"، فضل الٰہی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار دانگ عالم میں ہویدا کر دیا ہے، دلوں کو ان سے مانوس، زبان و قلم کو ان کی مدح و ثنا میں رواں کر دیا ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

◆◆◆

ص ٥٣ / کا بقیہ................................

موقع ہے یہ غنیمت ضائع نہ ہونے پائے
کر لیجئے عبادت ماہ صیام آیا
انبوہ معصیت سے جو غم زدہ ہیں ان کو
دینے خوشی کی دعوت ماہ صیام آیا
ہو پھل فروٹ یا پھر پکوان اپنے گھر کا
سب کی بڑھی ہے لذت ماہ صیام آیا
ساری برائیوں کا ہے جھوٹ پیش خیمہ
اب چھوڑ بھی دو یہ لت ماہ صیام آیا
یہ فضل ذوالمنن ہے فیضان پنجتن ہے
لے کر غذائے ہمت ماہ صیام آیا
دروازہ رحمتوں کا وا ہوگیا ہے گوہر
رائی ہوئی ہے پربت ماہ صیام آیا

◆◆◆

رضویات

اعلیٰ حضرت اور ان کے خلفاء

از: مولانا آل مصطفی مرکزی*

اسلاف و اخلاف

اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن شعور کو پہنچنے کے بعد تاحین حیات تجدید دین، احقاق حق، احیائے سنت اور شریعت کے تحفظ میں مصروف رہے، جہاں آپ نے تصنیف وتالیف وعظ ونصیحت ارشاد وہدایت کے ذریعہ مذہب حق کی اشاعت اور افکار باطلہ کا رد بلیغ فرمایا، وہیں حکمت ودانش اور فضل وکمالات سے آراستہ تلامذہ اور خلفا کی ٹیم تیار کی، جنہوں نے اپنی حکمت عملی، وسعت فکری اور سیرت و کردار کے ذریعے دنیا کے ہر گوشے میں دینی خدمات انجام دی، حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن سلسلہ کی اجازت وخلافت حاصل تھی وہ اس طرح ہے:

(۱) سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ آبادیہ آبائیہ قدیمہ۔
(۲) سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ۔
(۳) سلسلۂ عالیہ قادریہ اہدلیہ۔
(۴) سلسلۂ عالیہ قادریہ منوریہ۔
(۵) سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ۔
(۶) سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ قدیمہ۔
(۷) سلسلۂ عالیہ چشتیہ محبوبیہ جدیدہ۔
(۸) سلسلۂ عالیہ سہروردیہ فضیلیہ۔
(۹) سلسلۂ عالیہ سہروردیہ واحدیہ۔
(۱۰) سلسلۂ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ علائیہ۔
(۱۱) سلسلۂ عالیہ علویہ نقشبندیہ علائیہ۔
(۱۲) سلسلۂ عالیہ بدیعیہ۔
(۱۳) سلسلۂ عالیہ علویہ منامیہ۔ [الاجازت المتینہ]

حرمین شریفین، افریقہ اور ہندستان وغیرہ کے جن اکابر علمائے اسلام وحامیان دین کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی، ان میں چند مشہور ومعروف خلفا کے اسما قدر وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

(۱) برادر اعلیٰ حضرت استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں بریلی شریف ولادت ۱۲۷۶ھ۔ وفات ۱۳۲۶ھ

(۲) حضرت علامہ مولانا محمد رضا خاں بریلی شریف

(۳) حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی حامد رضا خاں بریلی شریف، ولادت ربیع الاوّل ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء، وفات ۱۷/ جمادی الاوّل ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء

(۴) مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں بریلی شریف ولادت ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ، مطابق ۱۸/ جولائی ۱۸۹۲ء، وفات ۱۴/ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ، مطابق ۱۱/ نومبر ۱۹۸۱ء

(۵) مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی ابراہیم رضا خاں بریلی شریف ولادت ۱۰/ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ، مطابق ۱۹۰۷ء، وفات ۱۱/ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ، مطابق ۱۲ جون ۱۹۶۵ء

(۶) حضرت علامہ مولانا حسنین رضا خاں بریلی شریف، ولادت جمادی الثانی ۱۳۱۰ھ، مطابق ۱۹۹۲ء وفات ۵/ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء

(۷) ملک العلماء حضرت علامہ مفتی سید شاہ محمد ظفر الدین قادری بہاری، ولادت ۹/ محرم الحرام بروز جمعہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸/ اکتوبر ۱۸۸۰ء، وفات ۱۹/ جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲

(۸) صدر الشریعہ ابو العلیٰ حکیم حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی (المتوفی ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۸ء)

(۹) شیر بیشہ اہلسنت مناظر اعظم حضرت علامہ ابو الفتح محمد حشمت علی خاں پیلی بھیت (ولادت ۱۳۱۹ھ ۱۹۰۱ء)

* مضمون نگار مدرسہ رضائے مصطفیٰ پرشوتم پور مظفر پور بہار کے مدرس

(۱۰) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد خاں پاکستان
(۱۱) برہان ملت حضرت علامہ برہان الحق جبلپوری
(۱۲) محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی رائے پور چھتیس گڑھ، ولادت ۱۸۸۹ء وفات ۲۶ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۶۸ء
(۱۳) حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری
(۱۴) صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی (المتوفی ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۸ء)
(۱۵) محدث اعظم ہند سید احمد اشرف کچھوچھوی (المتوفی ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۵ء)
(۱۶) محافظ کتب حرم، سید اسمٰعیل خلیل مکی (المتوفی ۱۳۳۸ھ ۱۹۱۹ء)
(۱۷) شیخ اسد بن دحان
(۱۸) سید حسین مدنی بن سید عبدالقادر شامی
(۱۹) شیخ مامون البری المدنی
(۲۰) شیخ عبداللہ بن ابوالخیر مرداد
(۲۱) شیخ محمد سید بن سید محمد مغربی
(۲۲) سید مصطفی بن سید خلیل مکّی (المتوفی ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء)
(۲۳) حضرت علامہ مولانا سلطان احمد صاحب
(۲۴) حضرت علامہ مولانا سید امیر احمد صاحب
(۲۵) حضرت علامہ مولانا حافظ یقین الدین بریلوی ثم اٹریسوی
(۲۶) حضرت علامہ مولانا عبدالکریم چتوڑ گڑھی
(۲۷) سید نور احمد چھت گی
(۲۸) حضرت علامہ مولانا منور حسین صاحب
(۲۹) حضرت علامہ مولانا ویز الدین صاحب
(۳۰) حضرت علامہ مولانا عبدالرشید صاحب
(۳۱) حضرت علامہ مولانا غلام محمد بہاری
(۳۲) حضرت علامہ مولانا حکیم سید عزیز غوث صاحب (المتوفی ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۳ء)
(۳۳) حضرت علامہ مولانا نواب مرزا صاحب
(۳۴) حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات قادری
(۳۵) حضرت علامہ علامہ مولانا قلندر علی سہروردی لاہوری (المتوفی ۱۳۷۸ھ ۱۹۵۸ء)
(۳۷) حضرت علامہ مولانا سید ایوب علی رضوی
(۳۸) حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات قادری
(۳۹) حضرت علامہ مولانا محمد حسین فیروز پوری
(۴۰) حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز قادری بجنوری
(۴۱) حضرت علامہ مولانا محمود جان صاحب
(۴۲) سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد پیلی بھیت (المتوفی ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء)
(۴۳) شیخ المحدثین مولانا سید دیدار علی انوری محدث لاہوری (المتوفی ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء)
(۴۴) مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (المتوفی ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۲ء)
(۴۵) حضرت مولانا عبدالسلام جبل پوری (المتوفی ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء)
(۴۶) حضرت علامہ مولانا حاجی لعل محمد خان مدراسی
(۴۷) حضرت علامہ مولانا محمد شفیع احمد بسیلپوری
(۴۸) حضرت علامہ مولانا رحیم بخش آروی شاہ آبادی
(۴۹) حضرت علامہ مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی
(۵۰) حضرت علامہ مولانا محمد شریف سیالکوٹی
(۵۱) حضرت علامہ مولانا امام الدین سیالکوٹی
(۵۲) حضرت علامہ مولانا عمر بن ابوبکر کھتری، ساکن شہر پور بندر
(۵۳) حضرت علامہ مولانا فتح علی شاہ پنجابی
(۵۴) حضرت علامہ مولانا مفتی غلام جان ہزاروی
(۵۵) حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی
(۵۶) حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ
(۵۷) حضرت علامہ مولانا سید علی اکبر شاہ علی پوری
(۵۸) حضرت علامہ مولانا سید غلام جان جام جودھپوری
(۵۹) حضرت علامہ مولانا احمد حسین امروہوی

(۶۰) حضرت علامہ مولانا عمر الدین ہزاروی
(۶۱) مولانا شاہ حبیب اللہ قادری میرٹھی
(۶۲) شیخ محمد عبدالحی بن سید عبدالکبیر محدث (المتوفی ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۳ء)
(۶۳) مفتی احناف وقاضی مکہ مکرمہ، شیخ صالح کمال (المتوفی ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء)
(۶۴) شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ مکّی
(۶۵) شیخ علی بن حسین مالکی مکّی
(۶۶) شیخ ابوحسین مرزوقی
(۶۷) شیخ اسعد رہان
(۶۸) شیخ عبدالرّحمٰن
(۶۹) شیخ جمال بن محمد الامیر
(۷۰) شیخ عبداللہ دحلان
(۷۱) شیخ بکر رفیع
(۷۲) شیخ حسن العجمی
(۷۳) شیخ الدلائل سید محمد سعید
(۷۴) شیخ عمر الحروسی
(۷۵) شیخ عمر بن احمد
(۷۶) شیخ احمد خضراوی مکّی
(۷۷) شیخ المشائخ احمد بن ابی الخیر مرداد
(۷۸) سید سالم بن عیدروسی
(۷۹) سید علوی بن حسن
(۸۰) ابوبکر بن سالم
(۸۱) شیخ محمد بن عثمان دحلان
(۸۲) شیخ محمد یوسف
(۸۳) شیخ عبدالقادر کردی (المتوفی ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷ء)
(۸۴) شیخ محمد بن سید ابوبکر الرشیدی
(۸۵) شیخ محمد بن سید مغربی
(۸۶) شیخ عبداللہ فرید (المتوفی ۱۳۳۵ھ ۱۹۲۷ء)
(۸۷) شیخ بن حمدان محرسی مدنی
(۸۸) شیخ عبداللہ بن مولانا شیخ احمد ابوالخیر میر داد مکّی
(۸۹) فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی، پنجاب
(۹۰) حضرت علامہ مولانا محمد عبدالباقی صاحب
(۹۱) مولانا میر مومن علی مومن جنیدی
(۹۲) قاری محمد بشیر الدین جبل پوری
(۹۳) سید غیاث الدین سہسرامی
(۹۴) حاجی کفایت اللہ بریلوی
(۹۵) حضرت علامہ مفتی عزیز غوث بریلوی
(۹۶) حضرت علامہ مولانا عبدالحی پیلی بھیتی
(۹۷) حضرت علامہ مولانا عبدالحق پیلی بھیتی
(۹۸) حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن پیلی بھیتی
(۹۹) حضرت علامہ عبدالحکیم میرٹھی
(۱۰۰) حضرت علامہ عزیز الحسن پھپھوندوی
(۱۰۱) حضرت علامہ اسماعیل محمود آبادی
(۱۰۲) حضرت علامہ سید محمد کچھوچھوی
(۱۰۳) حضرت علامہ مشتاق احمد کانپوری
(۱۰۴) حضرت علامہ مفتی شفیع احمد بیسلپوری
(۱۰۵) حضرت علامہ ہدایت رسول لکھنوی
(۱۰۶) حضرت علامہ رحم الٰہی منگلوری
(۱۰۷) صوفی محمد جمیل الرحمن بریلوی
(۱۰۹) حضرت علامہ سید محمد آصف کانپوری
(۱۱۰) حضرت علامہ احمد حسین امروہوی
(۱۱۱) حضرت علامہ سرفراز احمد مرزاپوری
(۱۱۲) حضرت علامہ ضیاء الدین پیلی بھیتی
(۱۱۳) حضرت علامہ نثار احمد کانپوری
(۱۱۴) حضرت علامہ غلام شوق احمد فریدی سنبھلی
(۱۱۵) حضرت علامہ محمد یعقوب خان رامپوری
(۱۱۶) حضرت علامہ نور الحسن لکھنوی
(۱۱۷) حضرت علامہ عبدالرشید عظیم آبادی
(۱۱۸) حضرت علامہ قاضی عبدالوحید عظیم آبادی

اسلاف و اخلاف

(۱۱۹) حضرت علامہ مفتی رحیم بخش مظفر پوری
(۱۲۰) حضرت علامہ خلیل الرحمن بہاری
(۱۲۱) حضرت علامہ سید عبد الرحمن بیتھوی
(۱۲۲) عاشق اعلیٰ حضرت الحاج سید عبد الرازق کٹنی
(۱۲۳) تاج الاصفیا علامہ سید حسین علی اجمیری
(۱۲۴) عمدۃ الحکماء علامہ شمس الدین احمد باسنوی
(۱۲۵) شیخ الاصفیاء الشاہ سید غلام علی اجمیری
(۱۲۶) عمید العلماء علامہ عبد الرحمن جے پوری
(۱۲۷) حضرت علامہ ظہیر الحسن اعظمی
(۱۲۸) مفتی اعظم حضرت علامہ محمود الحسن زیدی نا گور شریف
(۱۲۹) مفکر اسلام الحاج عیسیٰ خان محمد دھوراجی
(۱۳۰) مرشد طریقت عبد الستار اسماعیل رضوی گجراتی
(۱۳۱) حضرت مولانا قاضی محمد قاسم میاں گجراتی
(۱۳۲) ممتاز المحدثین علامہ شہاب الدین شالیاتی شافعی
(۱۳۳) بدر منیر علامہ شاہ منیر الدین رضوی کلکتوی
(۱۳۴) حضرت علامہ احمد حسن خان حیدر آبادی
(۱۳۵) صدر الفقہا علامہ احمد بخش صادق قادری
(۱۳۶) ناصر اسلام علامہ سید محمد عبد السلام باندوی
(۱۳۷) فقیہ ملت علامہ عبد الغفور شاہ پوری
(۱۳۸) حضرت علامہ سید نور الحسن نگینوی
(۱۳۹) حضرت علامہ تقدس علی خاں بریلوی
(۱۴۰) شہنشاہ فکر وفن پروفیسر محمد الیاس برنی
(۱۴۱) امجد المشائخ علامہ محمد اسماعیل پشاوری
(۱۴۲) شیخ المشائخ علامہ سید نور احمد چاٹگامی
(۱۴۳) سلطان الفقہا علامہ عبد الجبار قادری ڈھاکہ
(۱۴۴) علامہ سید احمد عالم رجہت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

خلفائے اعلیٰ کی حیات وخدمات کی مزید تفصیلات رضویات پر موجود کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

◆◆◆

ص ۴۲ رکا بقیہ..............................

سارے راستے ظاہرا مسدود دکھائی دیں اس وقت حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کی چوکھٹ پر حاضری دے اور اپنی حاجت کی تکمیل کا مطالبہ خدا وند قدوس سے کرے تو خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کی چوکھٹ کی برکت سے اللہ عزوجل اس کی حاجت پوری فرمادے گا، فقیر جس ضرورت سے حاضر ہوا اس کی تکمیل ہوئی، بڑی عالیشان بارگاہ ہے ہر وقت فیضان کا بحر بیکراں معجزن ہے آنے والے روتے آرہے ہیں جاتے وقت لبوں پر مسکراہٹ کے ترانے لے جارہے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ ہند کے سلطان ہیں اور قیام قیامت تک رہیں گے۔"

ان کلمات فاضلہ کی سماعت سے واضح ہوجاتا ہے کہ بریلی غوث کا دیوانہ ہے اور غوثیت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بڑی کرامت کی ایک عظیم نشانی کا نام غریب نواز ہے۔

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

◆◆◆

ص ۴۵ رکا بقیہ..............................

عرض...۲: لڑکی نے لکھ کر طلاق دی (جس کو خلع کہا جاتا ہے) اور لڑکے نے اس پر دستخط کردیئے بنا کہے یا لکھے کہ میں نے بھی طلاق دی تو کیا طلاق ہوجائے گی؟

ارشاد...: طلاق دینے کا حق تو شوہر کو ہے اور اسی کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ ہی اس گرہ کو کھول سکتا ہے تو بنیادی طور پر یہ حق شوہر کا ہے عورت نے اگر خلع کی پیشکش کی اور شوہر نے اس کو قبول کیا اور اس نے طلاق دے دی تو جیسی طلاقیں اس نے دی ہیں وہ اس کے اوپر واقع ہونگی اور اگر اس نے یہ طلاق مال کے بدلے میں دی ہے تو اس صورت میں یہ طلاق بائن ہوگی یا لفظ خلع کا استعمال کیا اس صورت میں بھی طلاق بائن ہوگی اور اگر لفظ خلع بولا مال کی کوئی شرط وغیرہ نہیں تھی تو اس صورت میں یہ کنایہ ہے اور اگر یہ مذاکرہ طلاق یا عورت کی طرف سے طلاق کا سوال ہوا اور اس نے یہ لفظ استعمال کیا تو طلاق ہوجائے گی اور طلاق بائن پڑے گی۔........ جاری

اسلاف واخلاف

عاشق خواجہ اجمیر ماہین سبطین رضا

از: مولانا اشرف رضا قادری*

بریلی کا تعلق اجمیر معلّٰی سے اتنا پاکیزہ اور مستحکم ہے جو نہ ٹوٹا ہے اور نہ توڑا جا سکتا ہے کیوں کہ دونوں فکریں بغداد مقدسہ کی مرہون منت ہیں، اسی پر سارے عقائد کو قیاس کر لیا جائے، حضور اعلیٰ حضرت نے جو کچھ تاجدار اجمیر کی مدح سرائی میں کہا ہے اگر اس کو یکجا کر دیا جائے تو اس کا کوئی جواب نہ ہوگا، سچ تو یہ ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت کے قلم سے نکلا ہوا ہر لفظ وہر حرف حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کی محبت کا عکاس اور ان کے مشن کا ترجمان ہے، آئیے حضور امین شریعت کے دل میں خواجۂ اجمیری کی جو محبت تھی اسے ملاحظہ فرمائیں۔

یہ کڑی اس ذات عالی مرتبت کی ہے جو ایک اعلیٰ علمی گھرانہ میں عدم سے وجود کی جانب جلوہ بار ہوئی، جس نے فکر و شعور کی تابنا کیاں شعر و سخن اور لوح و قلم کے مالک کے آنگن میں پائی، زیور علم و ادب، فکر و فن، اور تہذیب و تمدن سے جس کو سرکار مفتی اعظم ہند نے مزین کیا۔ جب ہر اعتبار سے فیض بخش بن گیا تو زینت بزم درس و تدریس نظر آئے، ناگپور تشریف لائے اور وہاں جامعہ عربیہ میں بیٹھ کر علم و ہنر کا جوت جگانہ شروع کر دیا اور اس کے ذریعے لاکھوں عندلیبان علوم نبویہ کی تشنہ لبی دور کر دی، جب چھتیس گڑھ کے صحراء جہل میں قدم رکھا تو نور علمی سے اس کو جگمگا دیا، جو بیک وقت مدرس بھی ہے، مقرر بھی ہے، خطیب بھی ہے، لوح و قلم کا سلطان بھی ہے، شعر و سخن کا آسمان بھی ہے، زہد و تقویٰ کا شہاب ثاقب بھی ہے، عبادت و ریاضت کا روشن آفتاب بھی ہے، صحافت کا علمبردار بھی ہے، درس و تدریس کا شہسوار بھی ہے، ماہر علوم و فنون بھی ہے، شریعت کا نگہبان بھی ہے، طریقت کا پاسبان بھی ہے، فہم و فراست کا مالک بھی ہے، بصارت و بصیرت کا مخزن بھی ہے، منصب ولایت کا تاجدار بھی ہے، سلطنت صوفیت کا سالار بھی ہے، محفل معرفت کی شمع فروزاں بھی ہے، افلاک حقیقت کا نیر تاباں بھی ہے، جس کو دنیا امین شریعت، شبیہ مفتی اعظم حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد سبطین رضا خان علیہ الرحمۃ و الرضوان نبیرۂ استاذ زمن جگر گوشۂ علامہ حسنین رضا علیہما الرحمہ کے نام سے جانتی پہچانتی اور مانتی ہے۔

حضور امین شریعت کے نہاں خانۂ قلب و جگر میں سلطان الہند، عطائے رسول، معین الملۃ والدین سیدنا غریب نواز علیہ الرحمہ کی محبت و عقیدت کی قندیلیں کس آب و تاب کے ساتھ روشن تھیں، انہیں اجمیر شریف سے کتنا پیار تھا اس کا اندازہ لگانا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے اور کیوں نہ ہوتا وہ حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کو غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بڑی کرامت کی شکل میں دیکھتے تھے، جب جب ان کی نگاہ ناز غریب نواز کی آمد سے قبل کے ہندوستان پر جاتی اور آج کے ہندوستان کا نقشہ سامنے آتا تو بے ساختہ پکار اٹھتے، یا سیدی غوث اعظم تیرے قدموں پر کائنات کی ساری رعنائیاں قربان ہوں، کہ تو نے ہندوستانیوں کو صنم خانے سے نکال کر کعبے کا پاسبان بنا دیا ہے، تیرا یہ احسان عظیم ہے کہ معین الملۃ والدین کو ہندوستان عطا کیا، جن کے مساعی جمیلہ کی بنیاد پر ہمارے ایمان کا حسین و خوبصورت تاج محل دعوت نظارہ پیش کر رہا ہے، حضور امین شریعت ایک مقام پر اپنے خطاب میں فرماتے ہیں کہ:

”حضور غریب نواز علیہ الرحمہ نے غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تبلیغ اسلام کے لئے اجازت طلب کی اس وقت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہندوستان کی ولایت عطا کئے جانے کا اظہار فرمایا چونکہ اعلان تو اسی وقت کر دیا گیا تھا، جب آپ نے اپنے سر اور اپنی آنکھوں پر قدم مبارک

* مضمون نگار سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

رکھنے کا بے خودی ووارفتگی میں اظہار فرمایا تھا، غوث پاک نے ولایت بغداد حضرت ابو عمر سہروردی کے سپرد کر دی تھی، اس لئے ہندوستان کو آپ کے لئے منتخب فرمایا اور ہمارے نصیبہ کو اوج ثریا تک پہنچا دیا، ہم ہندوستانی اسلام کو انہی دو شخصیتوں کے نام سے منسوب کرتے ہیں، آج خانۂ خدا میں جو بہار ہے، مدارس اسلامیہ میں قال اللہ وقال الرسول کا جو جام سرمدی چھلک رہا ہے، بندے کی جبین تقدس پر عبادت وریاضت کی قندیلیں جو تبسم ریز ہیں، خانقاہوں سے عشق و عرفان کے جو پھوارے پھوٹ رہے ہیں، فضائے ہند پر نکہت اسلامی کی جو بھینی بھینی خوشبوئیں چھوٹ رہی ہیں، گنگ وجمن کی لہروں سے لالہ کے صدائے دل نواز کی جو گونج سماعت سے ٹکرا رہی ہے، یہ غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی روحانیت و کرامت کا اثر ہے اور سلطان الہند معین الملۃ والدین سیدنا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے، ایک ہندوستانی ہندی ہونے کی حیثیت سے ان احسانات کو فراموش نہیں کر سکتا، زمانۂ دراز کے بعد طوفان بدتمیزی نے معین الدین اور محی الدین کے روشن کردہ چراغ حقانیت کو گل کرنے کی ناپاک کوشش کی تو اس وقت ان دونوں بزرگوں کی کرامت بن کر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ جلوہ بار ہوئے اور اس ضیائے اسلام کی درخشندگی کو بچایا بھی اور اس میں دوبالگی بھی لایا اسی کو ہم مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر کرتے ہیں، درحقیقت یہ امانت کی حفاظت کا صلہ ہے بلکہ یہ بھی انہی دو بزرگوں کا احسان ہے کہ ہمیں ایمان بھی دیا اور اس کی حفاظت بھی کی'' اس کی ترجمانی استاذ زمن نے یوں کی:

گلشن ہند ہے شاداب کلیجے ٹھنڈے
واہ اے ابر کرم روز برسنا تیرا''

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ جہاں جہاں خطاب کے لئے تشریف لے جاتے اپنے خطاب میں سیدنا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کا ذکر جمیل ضرور کرتے، ایک مقام پر استقامت علی الدین پر گفتگو فرماتے ہوئے کہا کہ:

''ہمیں حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کی زندگی سے درس عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ کہاں سنجر، کہاں ہندوستان، اشارہ پاتے ہی رخت سفر باندھ لیا اپنے احباب، جائے پیدائش، گھر بار، کسی چیز کا خیال ذہن وفکر میں نہیں لایا، وہاں سے پیدل چلے، جنگلوں، چٹیل میدان، صحرا بیابان، سنگلاخ وادیاں، سب سے گزرنا پڑا، دشت وجبل کی خاک چھاننی پڑی اسلام کی ترویج واشاعت کے شوق نے تمام کٹھنائیوں سے گزرنے پر مجبور کر دیا اور پیشانی پر بل بھی نہیں لایا، جب کفرستان میں وارد ہوئے مصائب وآلام کا طوفان ٹوٹ پڑا، سحر کاریوں کی آندھیاں اٹھیں، جادوگری کی بجلیاں چمکیں، سنگ باریاں بھی ہوئیں، زہریلے ہلاکت کن جانوروں کے سیلاب بھی امڈے، اس کے باوجود عزم واستقلال میں ذرہ برابر فرق نہ پڑا، اس ناگفتہ بہ حالات میں بھی نماز کی پابندی برقرار رہی، روزے معمولات کے مطابق ادا ہوتے رہے، تسبیح وتہلیل کی صدائیں بلند ہوتی رہیں، تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رہا، ذکر و اذکار کی محفلیں سجتی رہیں، حوادثات کے باران آتش کو استقامت علی الدین پر اثر انداز نہیں ہونے دیا، اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ نوے لاکھ کافروں نے اسلام قبول کر لیا آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سلطان الہند کی زندگی کی نورانیت کو اپنی حیات کے لئے آئیڈیل بنائیں۔''

حضور امین شریعت قدس سرہ جب خواجۂ پاک کا تذکرہ فرماتے تو ذاتی نام کم لیتے زیادہ تر وصفی نام کا ورد کرتے، شہر حضور غریب نواز کا ذکر جمیل ہوتا تو اجمیر معلی، اجمیر شریف اور اجمیر مقدس جیسے لفظ کا استعمال کرتے، حضور امین شریعت علیہ الرحمہ متعدد بار اجمیر معلی کی زیارت سے مشرف ہونے حاضر دربار ہوئے، ایک مرتبہ تذکرہ کے دوران فرمایا کہ:

''قربان جاؤں حضور اعلیٰ حضرت کی شان عظمت ورفعت پر جنہوں نے شاید مشاہدات کی ضو باریوں میں رقم فرمایا کہ جب کوئی حاجت ہو اور ضرورت کی تکمیل کے بقیہ ص ۴۰ پر

از:حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز

تیسری قسط

ملفوظات تاج الشریعہ

مرتب: محمد عبد الرحیم نشتؔر فاروقی

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ ؍ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اسے کتابی شکل میں شائع کرنے سے تیسری قسط وار قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتؔر فاروقی

ملفوظات

۱۵؍مئی ۲۰۱۰ء، ڈربن، جنوبی افریقہ

عرض...۲۶: ایک دیوبندی عالم نے کہا کہ جنگ خیبر سے واپسی کے وقت ایک یہودی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور آپ علیہ السلام کو زہر ملا کھانا کھلایا اگر آپ علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو زہر ملا کھانا جان بوجھ کر کیوں کھاتے کیوں کہ زہر ملا کھانا تو حرام ہے اس کا رد عنایت فرمائیں اور یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ زہر ملا کھانا کھانے میں کیا حکمت تھی؟

ارشاد...: دیوبندی کا یہ اعتراض بے جا ہے ہم یہ کب کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتائے بغیر علم غیب تھا۔ علم غیب ذاتی، محیط، تفصیلی یہ خاص اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاصہ ہے جو اس میں سے ایک ذرّہ مخلوق کے لئے ثابت کرے وہ مشرک ہے اور علم عطائی یہ خاص بندوں کے لئے ہے جو اس میں سے ایک ذرّہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ثابت کرے وہ بھی مشرک ہے اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم پر کتاب اتاری اور یہ کتاب یکسر یک وقت نازل نہیں ہوئی بلکہ حسب ضرورت لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر نظماً نظماً تھوڑا تھوڑا قرآن نازل ہوتا رہا اور جب قرآن کا نزول مکمل ہوگیا تو حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم

کو اللہ عزوجل نے ما کان وما یکون سب کچھ اولین وآخرین کے علوم اور جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے اور قیامت تک جو کچھ ہوگا سب کا علم آپ علیہ السلام کو دے دیا اور اُس مسموم سے ساق مسمومہ، زہریلی بکری سے کھانا اس پر یہ دلیل لانا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا یہ محتمل سے دلیل لانا ہے اور محتمل قابل استدلال نہیں ہے، اصول کا قاعدہ یہ ہے کہ:

''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ جب احتمال قائم ہوجائے تو استدلال باطل ہوتا ہے [اور دلیل لانا باطل ہوتا ہے] (تحفۃ الاحوذی، ج ۱، ص ۱۲)

یہ کیا ضروری ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا، حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے معمور تھے اور حضور علیہ السلام کو اپنے اوپر قیاس کرنا یہ وہابیہ کی محبوبی ہے اور انبیائے کرام علیھم السلام کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے اور اس کی صفات سے واقف ہوتے ہیں اور سرِّ قدر پر جو کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے اس کے راز پر وہ واقف ہوتے ہیں تو حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم، اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے سرِّ قدر پر واقف تھے اور ان کو یہی حکم تھا یہ ہمارے لئے ہے کہ زہریلی چیز جان بوجھ کر مت کھاؤ لیکن جو سرِّ قدر پر واقف ہے اس کو یہی حکم ہے کہ تم یہ کھاؤ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے معمور تھے اور اس میں حکمت تھی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم اس میں سے کھائیں اور یہودیوں کا فریب آشکار ہو اور پھر حضور علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہو کہ ہر شخص جو زہر کھائے وہ مرجائے لیکن یہ حضور علیہ السلام کی روحانیت ہے کہ اس زہر نے حضور علیہ السلام پر اثر انداز نہیں کیا اور یہ بھی آیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس میں سے کھایا اور اس سے پہلے کہ حضور علیہ السلام کھاتے حضور علیہ السلام کو خبر ہوگئی اور حضور علیہ السلام نے اپنا ہاتھ روک لیا اور یہ بھی آیا ہے کہ وہ ساق مسمومہ خود بولی آپ علیہ السلام مجھے تناول نہ فرمائیں مجھ میں زہر دیا گیا ہے دس روایات میں سے ایک ہی طریق کو لیتا ہے اور دوسری دس طرق میں جس میں سرکار کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اس کو دباتا ہے یہ کون سی بات ہے۔

عرض...۲۷: کیا کسی پیر کی بیعت کرنا ضروری ہے؟

ارشاد...: بیعت کرنا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ بیعت کے دو معنیٰ ہیں اور حقیقت میں بیعت سرکار علیہ السلام سے ہے اور سرکار علیہ السلام سے بیعت کرنا ضروری ہے ہر مسلمان کو لازم ہے کہ وہ اعتماد کرے کہ سب سے بڑے پیر، پیروں کے پیر محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم ہیں میں نے کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا یا نہ دیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا مرید ہوں جب پڑھ لیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم) تو حضور علیہ السلام کا مرید ہوگیا اور قرآن جو ہے یہ مرشد عام ہے سب کے لئے ہے اب حضور علیہ السلام سے نسبت متصل ہوجائے اس لئے حضور علیہ السلام کی سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں رائج ہوئی اسی طریقے کے احیا کے لئے اور اس کو روایت کرنے کیلئے مشائخ کرام نے یہ عمل جاری رکھا ہے کہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر حضور علیہ السلام سے بیعت کی تھی اب اس زمانے میں جو حضور علیہ السلام کا سچا نائب ہے اس کے ہاتھ پر ہاتھ دے کر بیعت ہوجائے تاکہ وہ سلسلہ درجہ بدرجہ اور وسیلہ در وسیلہ حضور علیہ السلام سے متصل ہوجائے۔

عرض...۲۸: کیا انگریزی ٹوائلٹ میں کھڑے رہ کر پیشاب کرسکتے ہیں جب کہ طہارت ملحوظ ہو؟ خاص کر سفر کے دوران، ایئر پورٹ یا ہوائی جہاز میں ہوٹل یا کوئی اور پبلک مقام میں یا قوی گمان ہو کہ انگریزی ٹوائلٹ پر بیٹھنے سے بدن اور کپڑوں کی طہارت باقی نہ رہے گی۔

ارشاد...: کھڑے ہوکر پیشاب کرنے میں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ طہارت کیسے حاصل ہوگی اس میں چھینٹے اُڑنے کا اندیشہ ہے اور یہ خلاف سنت بھی ہے اگر انگریزی ٹوائلٹ کی سیٹ کا اندیشہ ہے یا مظنون ہے کہ وہ ناپاک ہے تو اس کو اچھی طریقے

سے دھو کر صاف کر لے اور پھر رفع حاجت کرے اور محض وہم کی بنا پر یہ سمجھ لینا کہ یہ ناپاک ہے اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

عرض... ۲۹: ایک عورت جو غریب ہے، نقلی سونے کے زیورات پہن سکتی ہے؟

ارشاد...: چاندی سونے کے زیورات کی اجازت ہے اور تانبے پیتل وغیرہ کے زیورات کی اجازت نہیں ہے۔

عرض... ۳۰: حاجت اصلیہ کے علاوہ جو زمین خریدنے میں سرمایہ لگاتے ہیں تو اُس خریدی ہوئی زمین کی بھی زکاۃ نکالنی پڑے گی جسے ہم رہنے کے لئے استعمال نہیں کرتے؟

ارشاد...: وہ زمین اگر رہنے کے لئے نہیں ہے اور نہ اس زمین میں تجارت کی نیت کی ہے تو اس پر زکاۃ نہیں ہے اور اگر اس زمین میں تجارت کی نیت کی اور اس کو تجارت کے لئے مہیا کر دیا تو اس پر زکاۃ ہوگی۔

عرض... ۳۱: کیا یہ ضروری ہے کہ ہر روز نہایا جائے یا پانی کی بچت کے لئے صرف اس وقت نہایا جائے جب غسل فرض یا واجب ہو؟ قیامت کے دن ہم سے پانی کے ہر قطرے کا حساب لیا جائے گا۔

ارشاد...: غسل فرض ہو، واجب ہو، سنت ہو یا مستحب ہر مرتبے میں اس پر یہ لازم ہے کہ یہ لحاظ کرے کہ سر سے لے کر پیر تک عضو عضو، رونگٹا رونگٹا، بال بال سب دھل جائے اور جتنی احتیاطیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ شریف میں لکھی ہیں غسل کی خصوصاً غسل فرض اور غسل جنابت میں ان احتیاطوں کو بروئے کار لانا ضروری ہے ورنہ غسل ادا نہیں ہوگا اور اس کے لئے جتنا پانی درکار ہے اس کی کوئی تحدید اور مقدار بیان نہیں ہے وہ استعمال کرے اور اس سے زیادہ پانی بہانا اسراف و ناجائز ہے۔

عرض... ۳۲: میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ایک ہی دن حصص کی تجارت (خرید و فروخت) حلال ہے یا نہیں؟

ارشاد...: اس میں کوئی حرج نہیں۔

۲۱ رمئی ۲۰۱۰ء، بمبئی، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض... ۱: حضرت علامہ قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس شریف کی مناسبت سے ان کی سیرت پر کچھ ارشاد فرمادیں؟

ارشاد...: حضرت علامہ قاری مصلح الدین صاحب صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے اور ان کے خلیفہ بھی تھے اور ساتھ ہی انہیں حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ سے بھی خلافت حاصل تھی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے اپنے زمانے میں بڑے نقیب رہے اور کھوڑی گارڈن مسجد میں اور کراچی میں ان کی خدمات لائق تحسین ہیں اور ان کا ایک بڑا حلقہ جو ان سے منسلک ہے وہ الحمد للہ وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ان کی معرفت رضوی حضرات کی ایک بڑی جماعت ہے جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے مفتی اعظم ہند رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے گھرانے سے محبت رکھتے ہیں اور حضرت قاری صاحب کو مجھ سے بڑی محبت بہت انسیت اور بڑا لگاؤ تھا اور میں جب پہلی مرتبہ پاکستان گیا تو انہوں نے میرے ساتھ جلسوں میں اپنا وقت دیا اور کافی محبت سے وہ میرے ساتھ رہے اور جا بجا میرا تعارف کرایا اور پھر جب بھی میں پاکستان گیا تو کراچی کا پہلا جمعہ وہ ان کے زمانے سے اب تک یہ پابندی میری چلی آرہی ہے کہ مجھے پہلا جمعہ ان کی مسجد جو کھوڑی گارڈن کی مسجد ہے وہاں ان کی پیشکش پر مجھے پڑھانا ہوتا تھا اور ان کے بعد یہی روش مولانا شاہ تراب الحق صاحب ان کے داماد اور خلیفہ نے رکھی اور وہ بھی حضرت قاری صاحب کے بڑے محب اور بڑے چہیتے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے نقیب اور حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے وابستہ ہیں اور الحمد للہ رضویت کی بڑی چھاپ حضرت مولانا قاری مصلح الدین صاحب پر تھی اور ان کے بعد رضویت کا بڑا کام حضرت مولانا شاہ تراب الحق صاحب کر رہے ہیں۔

بقیہ ص ۳۶ پر

ملفوظات

قاضی القضاۃ کا انتخاب، لائق صد افتخار

از: مفتی ابو یوسف محمد قادری *

فیصلہ جات

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا سولہواں فقہی سیمینار منعقدہ ۲۹/۳۰/۳۱/ مارچ ۲۰۱۹ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار کئی اعتبار سے لائق تحسین اور قابل مبارک باد رہا، متعینہ عنوانات کے تحت جرح وتعدیل اور تنقیح مسائل کے بعد اتفاقِ رائے سے حتمی وآخری فیصلہ سپرد قرطاس ہوا۔

مباحثہ کا نظارہ دل کش دل پذیر تھا، بڑے ہی خوش کن، فرحت آمیز، نشاط آفریں، پُر لطف اور نور بخش لمحات تھے جب علمی باریکیاں، فکری بالیدگیاں، فنی گہرائیاں، صوتی ولسانی رنگینیاں، استدلالی شوخیاں، جزئیاتی رعنائیاں ذہنی وعقلی زمین کو سرسبز و شادابیاں عطا کر رہی تھیں۔

آج سیمینار کا آخری سیشن تھا، رات کے دس بج رہے تھے، فقہائے کرام کی فقاہت کی نورانیت سے دلکش وخوبصورت علامہ حسن رضا ہال بقعۂ نور بنا ہوا تھا، کلام بلاغت کی نکہت سے مشامِ جاں معطر معطر ہو رہا تھا، دستور کے مطابق فقہی سیمینار سے متعلق منفرد تاثرات وخیالات کے ماہ ونجوم آسمانِ قرطاس پر تبسم ریز تھے، آج کے عنوان ”حالات حاضرہ کے سلگتے چند مسائل اور لائحۂ عمل“ کے تحت کلام کی ملاحت نے ماحول کو عروس بہار بنا رکھا تھا، اسی درمیان قاضی القضاۃ کے تعین وانتخاب کی کلیاں چٹکنے لگیں۔

صدر باوقار والد بزرگوار ممتاز الفقہاء محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی دام ظلہ النورانی نے بزبان فیض ترجمان بڑے تفکر وتدبر ریزی کے بعد اپنے احسن واجمل آفاقی رائے کو فقیہانِ عالی وقار کے پیش نظر یہ کہتے ہوئے رکھا کہ بڑے غور وفکر اور مکاشفہ ومراقبہ اور استخارہ کے بعد میرے قلب پر من جانب اللہ القا ہوا ہے کہ بے شمار اعتبارات سے اس منصب کے لائق وفائق نبیرۂ مخدومنا المکرم جانشین حضور تاج الشریعہ گرامی وقار حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد عسجد رضا خان قادری دام ظلہ النورانی ہیں، اب آپ حضرات اس سے متعلق اپنے اپنے زرّیں خیالات سے بہرہ مند فرمائیں تاکہ اس اہم منصب کا جو خلا وقوع پذیر ہے پُر ہو جائے۔

فقیہانِ زمن میں سے کچھ کے خیالات یہ تھے کہ قاضی القضاۃ کا عہدہ حضرت والا قبول فرمالیں اور جانشین حضور تاج الشریعہ کو نیابت کی ذمہ داری تفویض فرمادیں، یہی مناسب وبہتر ہوگا، شہزادۂ مخدومنا المکرم وشیخنا المعظم گرامی وقار نے بھی اس رائے کی تصدیق وتائید کی اور عہدۂ قاضی القضاۃ کی قبولیت سے یہ کہتے ہوئے بشدت انکار کر دیا کہ بندہ اس کے لائق نہیں، حضور والا ہی کما حقہ اس عہدۂ عظیمہ ورفیعہ کے مستحق ہیں، اس لیے آپ ہی اس رتبۂ علیا پر فائز المرام رہیں، چوں کہ والدنا المکرم قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ نائب تھے، اصول کے مطابق اب آپ ہی اصل ہیں۔

شہزادۂ مخدومنا المکرم قاضی شہر بریلی شریف قائد ملت حضور مفتی عسجد رضا خان قادری دامت برکاتہم القدسیہ جانشین حضور تاج الشریعہ آخری مرحلہ تک اسی کلمات ملیحہ جمیلہ کا تکرار فرماتے رہے، اس کے بعد محدث کبیر مدظلہ العالی نے مختصر مگر جامع ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس سے شرکائے سیمینار عش عش کر اٹھے، وہ تاریخ ساز خطبہ یہ تھا:

”عالی مرتبت گرامی وقار حضرت علامہ مولانا مفتی عسجد رضا خان قادری دامت برکاتہم العالیہ آپ کے اسی ادائے کسر نفسی پر زمانہ کی ساری رعنائیاں حسن وجمال اور خوبی وکمال قربان ہے کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی فرماتے ہیں کہ

* مضمون نگار جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو کے استاذ ہیں۔

''میں کچھ نہیں ہوں'' آپ نے اپنی نگاہوں سے نہیں ہماری نظروں اور جہاں کے چشم پُرنور سے دیکھیں کہ آپ کیا کیا ہیں؟ کن کن محاسن وکمالات کے خوگر ہیں؟ آنے والا وقت بھی بتادے گا کہ آپ کیا ہیں؟ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات مستعار میں آپ کو قاضی منتخب فرما کر ہماری آنکھیں کھول دی ہیں، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی ذمہ داریاں عطا فرما کر ہماری نگاہوں کو پُرنور بنادیا ہے، اِس لیے ضیاء المصطفیٰ یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ آپ ہی اس منصب جلیلہ کے لائق ہیں، یہ تاج آپ ہی کے سر سجتا ہے۔

ایک چیز کی جانب اشارہ کردوں کہ قضا میں امتیازی حیثیت احکام شرعیہ کے نفاذ کی طاقت کا ہونا اور عدل وانصاف کو اپنی معنوی وصوری حالت پر برقرار رکھنا ہے، موجودہ دور میں یہ کمال سب سے زیادہ آپ کے اندر آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے، دنیا مستقبل میں اس بات کا ادراک کر لے گی تو انھیں بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا کہ حق حقدار ہی کو ملا ہے، آپ اس عہدۂ حمیدہ کو قبول فرمائیں، ہم سب غلامانِ رضا ومفتی اعظم وتاج الشریعہ آپ کے ساتھ ہیں۔''

اس کے بعد سارے شرکائے فقہی سیمینار نے اس رائے پر اتفاق کرلیا، ہر چہار جانب سے نعرہائے وحدانیت ورسالت کی دلنواز وروح پرور، دلکش وپُرکیف اور راحت رساں ومسرت بخش صدائیں بلند ہوگئیں جس سے ماحول وفضا کی نورانیت میں کہکشاں کا جمال جگمگانے لگا، قوس وقزح کے حسن کا بانکپن مبارکبادیاں پیش کرنے کو رشک ارم ہال میں سمٹ آئیں، فردوس بریں کی ملاحت ونمکینیت استقبال کو اپنی آنکھیں فرش راہ کردیں، کائنات کے لبہائے مبارک پر تہنیت کے گل بوٹے کھل اُٹھے، چمن زار محبت گل وگلزار ہوگیا جس سے مسرت وشادمانی کا بازار گرم ہوگیا، اس لمحات سعید میں فرحت انبساط کی کیفیت کیا تھی، نشاط وشادمانی کا عالم کیا تھا، اس کو لفظوں کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا، اسے جملوں کے بیں پیکر نہیں ڈھالا جاسکتا۔

حضرت قائد ملت دستار کے لئے کھڑے نہیں ہو رہے تھے مفتیان کرام گزارش کرتے رہے بالآخر حضرت مفتی محمد صالح صاحب بریلوی جن کا آپ از حد پاس لحاظ کرتے ہیں، کھڑے ہوئے اور آپ کو ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا تب آپ طوعاً وکرہاً کھڑے ہوئے۔

اس کے بعد کوئی دقیقہ فروگزاشت کیے بغیر قاضی القضاۃ کا تاج شاہانہ جانشین حضور تاج الشریعہ اطال اللہ عمرہ کے سر اقدس پر والد بزرگوار محدث کبیر ممتاز الفقہاء حضرت علامہ مفتی الشاہ ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی مدظلہ العالی نے اپنے مقدس ہاتھوں سے سجادیا، اس ساعت سعید کے دلکش وجاذب نظر نظارے کا کیا کہنا، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ نورانیت کی حقیقت وماہیت کا آفتاب عالم تاب قاضی القضاۃ کے جبین اقدس اور رخِ منور پر اپنی تابش کاملہ بکھیر رہا ہے اور اسے مکمل شمس عرفانی، قمر لاثانی، نجم حقانی اور کوکب یزدانی بنارہا ہے، بلکہ یوں کہوں تو حق بجانب ہوں گا ''قائد ملت کی شکل میں مخدومنا المکرم سیدی وسندی ومرشدی سرکار تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کا جمال جہاں آرا دکھائی دینے لگا ہے، در اصل صداقت کی زبان نگاہوں کی ترجمانی یہی کررہی ہے کہ مرشد برحق ہی بنفس نفیس جلوہ فرما ہو کر اپنی علمی وعرفانی تابانیاں بانٹ رہے ہیں اور ہست وبود کی ساری دلکشیاں ان پر قربان ہیں۔''

تاج پوشی کے وقت قاضی القضاۃ زندہ باد قاضی القضاۃ پائندہ باد کے نغمات کی ضوباریاں ہو رہی تھیں، بارانِ رحمت پروردگار خوب مچل مچل کر برس رہا تھا، ماہ ونجوم کی جاں نثاریوں کی کلیاں تبسم ریز تھیں، سیارگانِ فلک کی گل افشانیوں کا ظہور تھا، حورانِ بہشتی بلائیں لے رہی تھیں، تقدس کا بانکپن جاگ اٹھا تھا، جامعۃ الرضا پر تجلیات باری کی طلعت باریاں تھیں، مدینہ کے انوار اپنے فیوض وبرکات کے دربے بہا بہا رہے تھے، قادریت وچشتیت کا فیضان خوب خوب جاری تھا، امام اعظم کے چشم عنایت کرم نوازیوں پر مائل تھیں، یوسفی قضاوت کی نگہ رفعت کا کمال اپنا فیض بانٹ رہا تھا، اولیائے کرام کے نظر ولایت کی عطا ہو رہی تھی، یقینا سیدی اعلیٰ حضرت کی روح مسکرا اٹھی ہوگی جب اپنی عطا کو لباس قیادت وسیادت میں ملبوس دیکھا ہوگا، سیدی حجۃ الاسلام

فیصلہ جات

کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہوں گی جب اپنے مظہر اتم کو شہ نشینی پر جلوہ بار مشاہدہ کیا ہوگا، سیدی مفتی اعظم کے قلب وجگر کو سکون ملا ہوگا جب انھوں نے اپنی دعا کے شجر کو ثمر آور پایا ہوگا، سیدی مفسر اعظم کی روحانیت جھوم اٹھی ہوگی جب اپنے امانت علمی ونسبی کے سرتاج قاضی القضاۃ کی ضیاباریوں کا دیدار کیا ہوگا، سیدی مرشدی آقائی ومولائی حضور تاج الشریعہ کا برزخی وجود مسعود کا گلستان لہلہا اٹھا ہوگا، جب اپنے لخت جگر نور نظر اور جانشین کو قاضی القضاۃ کی مسند پر تشریف فرما پایا ہوگا۔

میں کسی تامل اور پس وپیش کیے بغیر کہوں گا کہ ہر سنی کے دھڑکتے دل کی یہ آواز ہے کہ اے بریلی! یقیناً تو ہی میرا باب جنت تھا ہے اور رہے گا، رب قدیر ہمارے اس مرکز تحفظ عشق و ایمان اور عقیدہ وعقیدت کے فلک نما مضبوط ومستحکم آہنی شیش محل کو صبح قیامت تک سلامت رکھے اور چشم بدو سے حفاظت فرمائے، آمین۔

قاضی القضاۃ کے انتخاب وتاج پوشی کے بعد تہنیت و مبارک بادیوں کے سوغات نچھاور کرنے کا دور شروع ہوگیا، فقہی سیمینار کے شرکا میں سے ہر ایک فرد نے بڑی وارفتگی و والہانہ انداز میں اپنے قاضی القضاۃ کو مبارکبادیاں پیش کرنے لگے اور مصافحہ و معانقہ کی برکات کا حصول ہونے لگا، تقریباً ہندوستان کے ہر گوشے سے تشریف لائے ہوئے مفتیان کرام اور علمائے عظام اور مندوبین ودانشوران نے اپنے اپنے ریاست کی ترجمانی کرتے ہوئے قاضی القضاۃ کو ارمغان خلوص پیش کیا، جن میں سے چند کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

حضور محدث کبیر مدظلہ العالی، مفتی بہاء المصطفیٰ قادری جامعۃ الرضا، مفتی صالح صاحب قبلہ جامعۃ الرضا، مفتی ولی محمد صاحب قبلہ باسنی ناگور، مفتی شفیق احمد شریفی صاحب قبلہ غریب نواز الہ آباد، مفتی محمود اختر صاحب قبلہ ممبئی، مفتی اختر حسین قادری علیمیہ جمدا شاہی، مفتی شمشاد احمد امجدیہ گھوسی، مفتی افضال بریلوی، مفتی ابوالحسن امجدیہ گھوسی، مفتی خورشید عالم امجدیہ گھوسی، مفتی حبیب اللہ فضل رحمانیہ پچھپڑوا، مفتی شمشاد حسین بدایونی، مفتی عزیر عالم بسڈیلہ، مفتی رفیق عالم بریلی شریف، قاضی شہید عالم بریلی شریف، مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی بریلی شریف، قاضی فضل احمد بنارس، مفتی عالمگیر اسحاقیہ جودھپور، مفتی یونس رضا اویسی کانپور، مفتی مقصود عالم فرحت ضیائی ہاسپیٹ کرناٹک، مفتی شہاب الدین فیض الرسول براؤں شریف، مفتی عبدالرحمن بہرائچ شریف، مفتی عابد حسین جمشید پور، مفتی انوار احمد امجدی اوجھا گنج، مفتی ابوطالب سلطانپور، مفتی انیس عالم سیوانی لکھنؤ، مفتی مطیع الرحمن بنارس، مفتی عاشق حسین کشمیری، مفتی محمد شکیل احمد جامعۃ الرضا، مفتی شہزاد، مفتی گلزار جامعۃ الرضا، مفتی بلال انور جامعۃ الرضا، مفتی شیر محمد وارثیہ لکھنؤ، مفتی کوثر مرکزی دارالافتا بریلی شریف، مفتی محمد ارشاد ساحل سہسرامی ممبئی، مفتی قمر عالم فیض آباد، مفتی نعیم الدین خلیل آباد، سید ہاشمی صاحب ممبئی، مفتی عبدالقادر باسنی، مولانا محمد حنیف باسنی، راقم الحروف ابو یوسف محمد قادری، ان کے علاوہ کثیر تعداد میں مقامی و بیرونی مفتیانِ کرام وعلمائے عظام شریک سیمینار تھے اور اس وقت وہاں موجود تھے، جملہ حضرات کی متفقہ رائے سے مخدومنا المکرم عالی مرتبت گرامی وقار قائد ملت حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ محمد عسجد رضا خان قادری مدظلہ العالی جانشین حضور تاج الشریعہ اہل سنت وجماعت کے قاضی القضاۃ منتخب ہوئے، آج سے ان کا فیصلہ ہمارے لیے حرف آخر کی حیثیت رکھے گا اور ان کی اطاعت ہم پر لازم وواجب ہوگی۔

ان تمام کاروائیوں کے وقت راقم الحروف حاضر رہا اور بارانِ رحمت کے رم جھم رم جھم فواروں سے خوب خوب سیرابی حاصل کی، ان امور کی انجام دہی کے وقت کشف الغمہ سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ ہوگئی، امام اعظم کو جب سلطان وقت نے عہدۂ قضا کی پیش کش کی تو آپ نے قبول کرنے سے انکار کردیا جس کے پاداش میں قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا، لیکن اپنے شاگرد رشید امام ابو یوسف کو منصب قضا قبول کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، محقق علی الاطلاق امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اس ادائے دلنواز کو اپنے زمانہ میں اپنایا اور اپنے خلیفۂ اجل سرکار صدر الشریعہ مفتی امجد علی مصنف بہار شریعت رضی اللہ عنہ اور اپنے لخت جگر

شہزادۂ اصغر مفتی اعظم عالم مقرر فرمایا، وہی جلوہ یہاں نظر آیا کہ والد بزرگوار محدث کبیر مدظلہ النورانی نے منصب قاضی القضاۃ کو ہزار ہا حکمتوں کے پیش نظر قبول نہ فرما کر امام اعظم و امام اہل سنت کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے قاضی القضاۃ کا عہدہ قائد ملت جانشین سرکار تاج الشریعہ مدظلہ العالی کو تفویض فرمائی اور اپنے مدبرانہ و عارفانہ بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیائے اہل سنت و جماعت کو ایک عظیم پیغام دیا کہ موجودہ منتخب شدہ قاضی القضاۃ ہر اعتبار سے اس منصب عظمیٰ کے لائق ہیں، ان کا دامن تھامے رہنا، میرے بعد بھی یہی تمہیں صراط مستقیم مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم و دائم رکھیں گے اور تمہارے ایمان و عقائد کو تحفظ بخشیں گے۔

یقیناً حضور محدث کبیر مدظلہ العالی کا بصیرت افروز جملہ ہمارے لیے سندی حیثیت رکھتا ہے، محدث کبیر اطال اللہ عمرہ کی موثر و پُر مغز دعاؤں اور قاضی القضاۃ کے تشکراتی کلمات بلیغ پر یہ متبرک و تاریخ ساز شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا سولہواں فقہی سیمینار اختتام پذیر ہوا۔

فقہی سیمینار میں شریک تمام مندوبین کرام نے انتظامی امور کی دل کھول کر خوب خوب مدح سرائی کی اور اپنے اپنے مستقر کی جانب لوٹنے کے لیے ہمہ تن مصروف ہوگئے، قاضی القضاۃ مدظلہ العالی نے ہر ایک کو بڑی تعظیم و تکریم اور عزت افزائی کے ساتھ رخصت فرمایا۔

جوں ہی قاضی القضاۃ کے انتخاب ہوجانے کی خبر عالم اسلام میں پھیلی ہندو بیرون ہند کے ہر چہار جانب سے تائیدی و تصدیقی اور مبارکبادیوں کے خطوط کی آمد شروع ہوگئی، اب تک کثیر تعداد میں خطوط موصول ہو چکے ہیں اور خطوط کی آمد کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے، اس کے ساتھ فون، آڈیو کلپ، واٹس ایپ، ٹیلی گرام، فیس بک اور ٹوئٹر کے ذریعہ بھی تائیدات و تصدیقات اور مبارک بادیوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔

خاندان صدر الشریعہ ہمیشہ سے ہی بریلی شریف کا اسیر رہا ہے اور آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا، جب یہ اطلاع خاندان صدر الشریعہ کی سماعت سے ٹکرائی تو مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی اور ہر فرد نے بیک زبان ہو کر مبارکبادیاں دیں اور شہزادۂ مرشد گرامی وقار کی مرتبت علیا میں سرفرازی اور سلامتی کی دعائیں کیں، رب قدیر بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزافزوں ترقی درجات سے ہمکنار فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

◆◆◆

نوٹ: جانشین و شہزادۂ تاج الشریعہ قائد ملت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی کے منصب قاضی القضاۃ فی الہند پر فائز ہونے کے بعد سے ملک و بیرون ملک کے اکابر علما و مفتیان کرام اور نامور مشائخ ذوالاحترام کے تائیدات و تصدیقات، مبارکبایوں کے خطوط و پیغامات اور منظوم و منثور تہنیت نامے مسلسل موصول ہو رہے ہیں، شخصی تصدیات کے ساتھ اداروں کی جانب سے بھی تائیدی خطوط آرہے ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن ہم ان تمام تصدیقات و پیغامات اور تہنیتی خطوط کو شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سولہویں فقہی سیمینار کی تفصیلی رپورٹ کے ساتھ سنی دنیا کے آئندہ شمارے میں شائع کریں گے۔ [فاروقی]

ص ۵۰ / کا بقیہ...

کو ایک عظیم سانحہ قرار دیا اور ان کے اہل خانہ سے اظہار تعزیت بھی کی، بولٹن میں مقیم آپ کے متعلقین کے مطابق عالمی سطح پر دین وسنیت بالخصوص افکار رضا کی ترویج و اشاعت میں مصروف جید علمائے اہل سنت سے آپ کے بے حد گہرے مراسم تھے، آپ کئی زبانیں جانتے تھے اور بڑے ہی نفیس، عمدہ اور شیریں لب و لہجے میں خطابت کیا کرتے تھے، آپ کی تقریریں سننے کے لیے بلا لحاظ مذہب کثیر تعداد میں لوگ موجود رہا کرتے تھے۔

ایک فعال اور متحرک مبلغ اسلام کی شہادت یقیناً عالم اسلام اور دنیائے سنیت کا ایک عظیم نقصان ہے، اللہ کریم آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے لواحقین کے صبر جمیل اور اجر جزیل کی توفیق بخشے، آمین بجاہ النبی الامین الاشرف الافضل النجیب صلی الله تعالىٰ علیه وآله و صحبه وبارك وسلم۔

◆◆◆

فیصلہ جات

یادِ رفتگاں

نیوزی لینڈ دہشت گردانہ حملے میں شہید

مولانا حافظ موسیٰ پٹیل شہید علیہ الرحمہ

از: ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی *

جمعہ کے روز نیوزی لینڈ کی دو مساجد میں دہشت گردانہ حملوں کی اطلاع نے دل پاش پاش کردیا۔ ایک جنونی عیسائی دہشت گرد نے نہایت سفاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہتے امن پسند مصلیان پر جمعہ کے روز نماز جمعہ کے وقت حملہ کرتے ہوئے شہید اور زخمی کردیا۔ افسوس کہ عالمی میڈیا اس جنونی شخص کو بجائے ''دہشت گرد'' کہنے کے ''بندوق بردار'' کہہ رہا ہے اور یہی نہیں اُس سفاک درندے کو پاگل اور نفسیاتی مریض تک کہا جارہا ہے۔ حیرت کو بھی اس مقام پر حیرت ہے کہ وہ مبینہ طور پر نفسیاتی مریض تھا لیکن اسے یہ پتا تھا کہ یہ مسلمانوں کی مسجد ہے اور آج یہاں جمعہ کی نماز کے لیے کثیر تعداد میں امن پسند مسلمان جمع ہیں؟ یاللعجب! اگر یہی کوئی مسلمان ہوتا تو پھر میڈیا کا رویہ بڑا ہی اندوہ ناک اور افسوس ناک ہوتا وہ منہ بھر کر دہشت گردی کا راغ الاپنے لگتا۔

نیوزی لینڈ کی دونوں مساجد میں ہوئے حملوں کے زخمیوں اور شہیدوں کے فہرست میں ایک نام مولانا حافظ موسیٰ پٹیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ حضرت حافظ موسیٰ پٹیل شہید علیہ الرحمہ بڑے دردمند دل رکھنے والے مخلص مبلغ اسلام تھے۔ یورپی ممالک میں دین وسنیت کے لیے آپ کی خدمات کا ایک روشن باب ہے۔ حضرت والا 1959ء میں لوارا، ضلع بھڑوچ، گجرات، انڈیا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن میں حاصل کی۔ بعدہٗ دارالعلوم معین الاسلام اور دارالعلوم شاہِ عالم احمد آباد میں دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد اعلیٰ تعلیم وتربیت کے لیے مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی کی تعلیمی دانش گاہ جامعۃ الاسلامیہ روناہی میں داخل ہوئے اور یہیں سے فراغت حاصل کی نیز مرکز اہل سنت بریلی شریف سے بھی سندِ فضیلت حاصل کی۔

آپ گذشتہ 35/ برسوں سے فجی آئیلینڈ میں مذہب اسلام اور مسلک اہل سنت و جماعت بالخصوص افکار رضا کی ترویج و اشاعت میں مصروف تھے۔ فجی آئیلینڈ میں آپ کی دینی، تعلیمی، اصلاحی، سماجی اور روحانی خدمات آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ فجی حکومت کے ذریعے جشن عید میلاد النبی ﷺ کے لیے 12/ ربیع الاول کو حکومتی سطح پر سرکاری تعطیل کی منظوری بھی آپ ہی کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ مسلمانوں کے عائلی اور معاشرتی مسائل کے لیے فجی حکومت کے ایوانوں تک بھی آپ اپنی آوازیں بلند کیا کرتے تھے۔ مسلم مردوں اور خواتین کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ ہمیشہ سرگرم رہا کرتے تھے۔ فجی میں دنیا بھر سے آنے والے سربراہانِ مملکت سے بھی آپ اکثر وبیشتر ملاقاتیں کیا کرتے اور ان سے مسلمانوں کے عالمی مسائل کے حل سے متعلق دوٹوک گفتگو کیا کرتے تھے۔ ابھی تین ہی ہفتے ہوئے تھے کہ آپ فروغ اسلام وسنیت کے لیے نیوزی لینڈ تشریف لے گئے تھے، جہاں نماز جمعہ سے قبل آپ کا خطاب بھی ہوا، لیکن کسے خبر تھی کہ 15/ مارچ 2019ء کو عیسائی دہشت گرد کی سفاکانہ دہشت گردی کا آپ بھی نشانہ بن جائیں گے۔

فجی میں آپ کا ایک اچھا اثر ورسوخ تھا۔ جیسے ہی آپ کے زخمی ہونے اور انتقال کرجانے کی اطلاع ملی تو بلالحاظ مذہب اور رنگ ونسل ہر ایک نے اپنے گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ سماجی رابطوں کی مشہور ویب سائٹ فیس بک پر فجی آئیلینڈ کے مختلف غیر مسلم یوزرز نے بھی اپنی اپنی وال پر آپ کی شہادت پر گہرے دکھ درد کا اظہار کیا۔ حتیٰ کے حکومت فجی کی جانب سے صدر اور وزیر اعظم نے بھی آپ کی شہادت بقیہ ص ۴۹/ پر

* مضمون نگار مالے گاؤں مہاراشٹرا کے معروف اہل قلم ہیں۔

آہ! حضرت مفتی سید شاہد علی کریمی رضوی

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی *

یاد رفتگاں

آج جیسے ہی یہ روح فرسا خبر ملی کہ سرزمین رامپور میں مفتی سید شاہد میاں صاحب قبلہ کا وصال پر ملال ہو گیا ہے۔ دل غم سے بیٹھ گیا۔ تصدیق حال کے سید صاحب کے فرزند نسبتی مفتی سید ذبیح اللہ بنگلوری کو فون ملایا، تو انہوں نے سسکتے لہجے میں بتایا کہ حضرت ایک محفل میلاد سے واپس لوٹے تھے، طبیعت ذرا سی ناساز ہوئی اور تبلیغ دین کے لئے ہمہ وقت پا بہ رکاب رہنے والی یہ عظیم شخصیت رب کی مہمان ہو گئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کی اچانک رحلت نے علمی وفکری دنیا میں ایسا خلا پیدا کر دیا ہے جس کو پر کرنا آسان نہیں ہے، قبلہ سید صاحب جہاں علم وفضل کے شہ سوار تھے وہیں انتظامی صلاحیت اور فکر و تدبر کی خداداد دولت سے بھی مالا مال تھے، جماعت میں ایسی مدبر و منتظم شخصیات عنقا ہیں، ایسے میں حضرت کی وفات ملت اسلامیہ کے لئے بے حد تکلیف دہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔

فقیر نعیمی کے حضرت سید صاحب قبلہ سے بڑے نیاز مندانہ تعلقات و مراسم تھے، آپ کی خوش خلقی، مہمان نوازی اور لبوں پر قائم رہنے والی مسکراہٹ ابھی بھی نگاہوں کے سامنے موجود ہے، حق قیادت کس طرح ادا کیا جاتا ہے دور حاضر میں اس کی بہترین مثال سید صاحب قبلہ کی ذات تھی، آپ نے تعلیمی، سیاسی اور جملہ انتظامی امور میں آگے بڑھ کر قوم کی قیادت کا فریضہ انجام دیا، مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ان کے جیسی شخصیت کا ہونا ناممکن نہیں تو بے حد مشکل ضرور ہے، جو درس گاہ سے لیکر آئینی اداروں تک پر اپنا دبدبہ رکھتی ہو، دور دراز اور ناواقف احباب کے کے لئے حضرت کا اجمالی تعارفی خاکہ پیش خدمت ہے:

ولادت باسعادت

2 صفر المظفر 25 نومبر 1952ء بروز چہارشنبہ صبح صادق کے وقت ہوئی، والد ماجد سید سیف اللہ شاہ حسنی بن سید ارشاد شاہ حسنی نیک خو اور صوفی منش بزرگ تھے، قاضی شرع کے مورث اعلی پیپلی تحصیل سوار ضلع رامپور کے مشہور بزرگ حضرت سید شبیر شاہ حسنی قدس سرہ ہیں۔

تعلیم وتربیت

مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے ابتدائی تعلیم ملک نگلی میں پائی، پھر قرآن کریم حفظ کیا، اس کے بعد دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے، 1390ھ میں جامع العلوم فرقانیہ مسٹن گنج، رامپور میں داخل ہوئے، شعبان 1399ھ میں جامع العلوم فرقانیہ مسٹن گنج سے فراغت حاصل کر کے سند فضیلت پائی، 15 جمادی الاول 1409ھ کو مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی سے باقاعدہ امتحان دے کر فاضل درس نظامی کی سند حاصل کی۔

بیعت وخلافت

مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا قادری کے دست حق پرست پر 13 محرم 1400 کو شرف بیعت حاصل کیا، شوال المکرم 1401ھ میں اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے، تاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ، قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین احمد مدنی وغیرہ سے بھی شرف اجازت وخلافت حاصل تھا۔

درس وتدریس

تدریسی زندگی کا آغاز جامع العلوم فرقانیہ سے کیا، پھر 12 اکتوبر 1979ء میں دار العلوم گلشن بغداد رامپور میں شعبہ عربی کے صدر مدرس کی حیثیت سے پڑھایا، 12 دسمبر 1981ء کو الجامعۃ الاسلامیہ کی بنیاد ڈالی اور اخیر وقت تک صدر مدرس اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے مثالی خدمات انجام دیتے رہے،

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

آپ کے تلامذہ میں کئی نامور اہل علم وادب، مدرسین وخطبا اور قلم وقرطاس کے ماہرین شامل ہیں۔

ازدواجی زندگی

1983ء میں مفتی صاحب کی شادی ہوگئی تھی، آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ نسرین بی بنت حضرت الحاج سید صادق علی شاہ بخاری علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت حافظ سید بسم اللہ شاہ میاں قادری جمالی علیہ الرحمہ ٹانڈہ چھنگا ضلع بریلی شریف جیسے معروف خانوادے سے تعلق رکھتی تھیں 2002ء میں ان کا وصال ہوگیا تھا۔

ماشاءاللہ پانچ صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے ہیں، جن میں ایک صاحبزادے سید ریحان رضا نوری کا طویل علالت کے بعد 2005ء میں وصال ہوگیا، بقیہ اولاد حیات ہے اور کئی بچوں کی شادیاں بھی ہوچکی ہیں، آپ کے علمی جانشین وفرزند سعید مولانا سید فیضان نوری اس وقت جامعہ ازہر میں زیر تعلیم ہیں۔

تبلیغی اسفار

مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے ملک وبیرون ملک میں مسلسل تبلیغی دورے کئے جن میں خاص کر مہاراشٹر، آندھرا پردیش، مدھیہ پردیش، کرناٹک تامل ناڈو، کیرالہ، آسام، بہار، اترا کھنڈ، وغیرہ کے اضلاع میں خوب تبلیغی دورے فرما کر اشاعت علم کا کارنامہ انجام دیا، بیرون ممالک میں نیپال، ہالینڈ (آمسٹرڈم) جرمنی، فرانس، پیرس، سعودی عرب مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، جدہ) عرب امارات (دوبئی، شارجہ، بلجیم، اردن (جارڈن) وغیرہ۔

حج وزیارت

تین مرتبہ حج وزیارت کا شرف حاصل کیا ان میں ایک بار اپنے والدین کریمین اور خسر محترم کے ہمراہ اسی مبارک سفر میں بیت المقدس وغیرہ بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، اس کے علاوہ متعدد عمرے بھی ادا کئے۔

تصنیف وتالیف

مصروف زندگی کے باوجود اللہ نے ان کے وقت میں کافی برکت رکھی تھی اس لئے اتنی ساری مصروفیات کے باوجود تصنیف وتالیف کا کام بھی خوب انجام دیا، مختلف موضوعات پر تقریباً چالیس کتابیں یادگار ہیں جو چھپ کر شائع ہوچکیں اور مزید کئی کتابیں غیر مطبوعہ ہیں جو جلد ہی چھپ کر منظر عام پر آجائیں گی۔

تحریکات

مفتی صاحب نے مسلم پرسنل لاء کے تحفظ، بابری مسجد کی بازیابی کے لئے جیل بھرو تحریک، ڈاکٹر آنند سُمن کی قرآن کریم کے سلسلہ میں بکواس کے خلاف احتجاج، دِوا کر راہی کی بکواس کے خلاف احتجاجی جلوس تحفظ شریعت کمیٹی، جیسی کئی اہم تحریکات کی کامیاب قیادت کر کے مسلمانان ہند کے وقار کی حفاظت وصیانت فرمائی۔

علاوہ ازیں لوگوں کے کثیر خانگی معاملات اور جائیدادوں کے پیچیدہ مسائل کا خاطر خواہ نپٹارہ، حادثات ومصائب پر مصیبت زدوں کو امداد، غربا کی روزمرہ کی ضروریات کی مدد اور دلی ہمدردی مفتی صاحب کی فطرت ثانیہ تھی۔

وصال پرملال

20 رجب المرجب 1440ھ/28 مارچ 2019ء جمعرات کی شب میں ایک صاحب جلسہ چہلم میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے، وہاں لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے آخرت کی تیاری کرنے اور دنیا کی رنگینی سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی، سلام ودعا کے بعد گھر تشریف لائے، موسم بہت پیارا ہورہا تھا، جمعہ کا دن دستک دے رہا تھا، قاصد اجل کی آمد ہوئی، وقت 3:30 کا تھا، اچانک طبیعت ناساز ہوئی اور سانس اکھڑنے لگی، یہ سب تو بہانہ تھا، مولیٰ کا قاصد آچکا تھا اور ایک زمانے کو اپنی فعالیت سے حیران کرنے والی شخصیت بالآخر ابدی نیند سوگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جان کر من جملہ خاصان میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے

سید صاحب گونا گوں خوبیوں کے مالک تھے ؎

ملتی ہیں روز روز کہاں ایسی ہستیاں
بستی ہیں جن کے دم محبت کی بستیاں

◆◆◆

بن گئے نازشِ اصحاب، اویسِ قرنی

از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

چرخِ اسلام کے مہتاب اویسِ قرنی
عشق کے گوہرِ نایاب اویسِ قرنی

ہوگئی ان کی تڑپ بزمِ نبی میں مقبول
عشق میں یوں ہوئے بیتاب اویسِ قرنی

دور رہ کر بھی شہِ دیں کی وہ قربت پائی
بن گئے نازشِ اصحاب ، اویسِ قرنی

ان کو آقا نے کیا طورِ محبت کا کلیم
نور سے ہوگئے سیراب اویس قرنی

اپنا کُرتا انھیں محبوب خدا نے بھیجا
ہو گئے مہرِ جہاں تاب اویس قرنی

یادِ سرکار میں وارُفتہ و بیخود ہردم
بحرِ الفت میں تھے غرقاب اویس قرنی

بخششِ امتِ عاصی کا سنایا مژدہ
قصرِ جنت کے ہیں اک باب اویسِ قرنی

کیسی ہوگی مرے سرکار کے جُبّے کی جھلک
جس سے روشن، ترے اَنساب اویس قرنی

ایسے اعزاز ملے خدمتِ ماں سے تجھ کو
دو جہاں کرتے ہیں آداب، اویس قرنی

آپکی نسبتِ اقدس کا جو حلوہ کھایا
کُھل گئے فکر کے ابواب، اویس قرنی

کیا لکھے تیرے فضائل میں، فریدیؔ ناچیز
تو بڑا،، چھوٹے ہیں القاب اویس قرنی

بلند کرتے ہیں رتبے درود پڑھ پڑھ کر

از: محبوب گوہر اسلام پوری

بلند کرتے ہیں رتبے درود پڑھ پڑھ کر
خدا کے متقی بندے درود پڑھ پڑھ کر

شجر کے پتے نبی پر سلام پڑھتے ہیں
چٹکتے رہتے ہیں غنچے درود پڑھ پڑھ کر

سند ہے کتنوں نے پائی دخول جنت کی
بلند ہوگئے کتنے درود پڑھ پڑھ کر

وہ پرامید رہیں دید مصطفٰے کے تئیں
جو محوِ خواب ہیں ہوتے درود پڑھ پڑھ کر

عقیدتوں کی نئی انجمن سجاتے ہیں
درِ نبی پہ فرشتے درود پڑھ پڑھ کر

شکستہ حال رکھا تھا جنہیں غریبی نے
چلے گئے وہ مدینے درود پڑھ پڑھ کر

فقط کتاب نہیں تجربوں سے ثابت ہے
مریض ہوتے ہیں اچھے درود پڑھ پڑھ کر

خدا کے فضل سے بیمار نے شفا پائی
جب اس کو دم کیا میں نے درود پڑھ پڑھ کر

مجھے سفر کی صعوبت کا غم نہیں ہوتا
میں ٹال دیتا ہوں خطرے درود پڑھ پڑھ کر

تم ان کے نقش قدم سامنے رکھو گوہر
جنہوں نے پائے ہیں تمغے درود پڑھ پڑھ کر

بن کر عظیم نعمت ماہ صیام آیا

از: مولانا محبوب گوہر اسلام پوری

بن کر عظیم نعمت ماہ صیام آیا
لے کر چراغ رحمت ماہ صیام آیا

ہیں شاد اہل ایماں چونکہ بشکل مہماں
تقسیم کرنے برکت ماہ صیام آیا

بوڑھے جوان بچے سب کے کھلے ہیں چہرے
ہے شاد ہر طبیعت ماہ صیام آیا

ہے وقت یہ مناسب ہو کر گنہ سے تائب
مانگو خدا سے جنت ماہ صیام آیا

مسجد میں پنج وقتہ جانے کی نوجوانو!
للہ کیجے عادت ماہ صیام آیا

روشن رہے ہر اک پل، کرتے رہیں مسلسل
قرآن کی تلاوت ماہ صیام آیا

بقیہ ص ۳۶ پر

منظومات

نام کتاب	:	**تنویر القرآن !ایک تعارف**
نظم نگار	:	مولانا کیف الحسن قادری
ضخامت	:	۲۸۷؍صفحات
قیمت	:	درج نہیں
ناشر	:	شیر بہار اکیڈمی جامعہ قادریہ مقصود پور مظفر پور
مبصر	:	ڈاکٹر معین احمد خاں رضوی بریلوی

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے آسمانی کتب نازل فرمائیں تمام آسمانی کتب وصحائف مقدسہ میں قرآن کریم کو جو مقام ومرتبہ حاصل ہے وہ نہ صرف اہل علم بلکہ ناخواندہ مومنین پر بھی واضح ہے۔قرآن مقدس کا مسلمانوں سے تعلق بالکل ایسا ہے جیسا جسم کا جان سے،قرآن مجید ایک مسلمان کی روح،اس کی جان،اس کا ایمان اور اس کی فلاح وبہبود کا ذریعہ ہے،مسلم قوم کی سربلندی وخوش حالی کا یقینی ضابطہ ہے قرآن مجید انسانوں کو ان کی حقیقت سے آشنا تو کرتا ہی ہے بلکہ کائنات کے رازہائے سربستہ ان پر منکشف کرتا ہے۔

مسلمانوں کے لئے ان کی عظمت وسربلندی کا راز صرف قرآن حکیم کے ساتھ وابستگی میں ہے،قوم مسلم نے اپنے دور عروج میں سائنس ومعقولات میں جو حیرت انگیز ترقیاں کیں وہ قرآن مقدس ہی کی ہدایت کا نتیجہ تھیں،دوراوّل کے مسلمان یا اگر کہا جائے تو آج بھی ہمارے پیشوا واہل اللہ ہر دینی ودنیوی معاملات میں قرآن مقدس ہی سے رہبری وروشنی حاصل کرتے ہیں،اسی لئے کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان اور ’’قرآن فہمی‘‘ لازم وملزوم ہیں۔

اسی قرآن مقدس میں چھپے ہوئے رازہائے سربستہ کے لئے ہمارے بزرگوں نے اللہ کے اس کلام کا اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کرکے امت مسلمہ پر احسان عظیم کیا،حالاں کہ یہ بات سبھی اہل علم جانتے ہیں کہ ترجمہ نگاری ایک انتہائی دشوار مرحلہ ہے،ترجمہ کا تعلق زبان وبیان دونوں سے ہے،جس زبان سے ترجمہ کیا جارہا ہے یعنی source language اور جس زبان میں کیا جارہا ہے یعنی Target language دونوں پر یکساں عبور ہو۔

اس کے باوجود بھی ترجمہ نگاری کا حق ادا نہیں ہوسکتا جب تک کہ ایک اچھے مترجم کو دونوں زبانوں کے ادبی،تہذیبی اور ثقافتی پس منظر سے اچھی طرح واقفیت نہ ہو،بہر حال یہ تو ہوئی عام ترجمہ نگاری کی بات،لیکن اگر قرآن مقدس یعنی کلام اللہ کے ترجمہ کی بات کریں تو اس کی تو بات ہی الگ ہے علم وادب، تہذیب وثقافت یا اصطلاحی یا محاورتی میدانوں کے علاوہ اس میں جب تک فقہ وتفسیر وشریعت مصطفی ﷺ کے تمام گوشوں پر گہری نظر نہ ہو تو یہ ممکن ہی نہیں،اس تناظر میں جب ہم برصغیر کے قرآنی تراجم پر بات کریں تو اس وقت اردو زبان میں کم وبیش ایک درجن سے زائد ترجمے موجود ہیں۔ان ترجموں پر اگر سرسری نظر ڈالیں تو پہلے دو اردو ترجمے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے شہزادوں کے ذریعے منظر عام پر آئے،ایک لفظی ترجمہ جسے اردو کا پہلا ترجمہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے یعنی شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ،جس کو کافی پزیرائی بھی ملی اور دوسرا ترجمہ انہی کے برادر اصغر حضرت شاہ عبد القادر کے ذریعے سامنے آیا اس ترجمہ کو ہم پہلا با محاورہ وسلیس وآسان زبان میں کیا گیا ترجمہ کہہ سکتے ہیں۔

لیکن اردو کے تمام تراجم کے تعلق سے اگر بات کی جائے یا بالفاظ دگر اہل علم وفضل کی آرا کو دلائل وبراہین کے ساتھ پیش کیا جائے تو ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس دور جدید میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ذریعے کیا گیا ’’کنز الایمان‘‘ کے نام سے ترجمۂ قرآن مجید سب سے زیادہ ایمان افروز بصیرت آمیز اور شہرہ آفاق ترجمہ ہے اور جس کی مقبولیت کا گراف روز بروز بڑھتا جارہا ہے،کیوں کہ فاضل بریلوی کی زبان وبیان پر قادر الکلامی وتبحر علمی کا اعتراف نہ صرف ان کے معتقدین بلکہ ان لوگوں کو بھی ہے جو مسلکی اعتبار سے فاضل بریلوی کے مخالفین کی فہرست میں شامل ہیں۔

یہاں اس مضمون میں فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن کا کوئی تقابلی جائزہ پیش کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے بلکہ اس ترجمۂ

قرآن مجید یعنی کنز الایمان وتفسیر نعیمی یا خزائن العرفان'' کو ہماری جماعت کے ایک فاضل، جنہیں ہم کہنہ مشق شاعر کہیں یا عاشقِ حدائق بخشش، نے منظوم جامہ پہنایا ہے، اسی منظوم کاوش جو اردو شاعری کی ایک مقبول صنف ''مثنوی'' میں ہے، کے تعلق سے کچھ سپرد قرطاس کرنا ہے۔

ابھی دو روز قبل جامعۃ الرضا کے فارغ التحصیل عالم عزیزم مولانا افضل نورؔی مرکزی نے مولانا موصوف کی مثنوی بشکل ''تنویر القرآن'' عنایت کی اس فرمائش کے ساتھ کہ میں اس کے تعلق سے اپنے دلی جذبات سپرد قلم کردوں۔ وقت کی تنگی اور اپنی مصروفیات کے پیش نظر اس عظیم الشان و ایمان افروز کارنامے کو جگہ جگہ سے ہی مطالعہ کر پایا۔ بہر حال جو کچھ بھی دیکھا وہ حاضر خدمت ہے۔

تنویر القرآن کی طباعت اعلیٰ درجہ کی ہے دیدہ زیب ٹائٹل یا سرورق ہر باذوق قاری کو دعوت نظارہ دیتا نظر آرہا ہے، کتاب کا سائز و کاغذ کا معیار اوسط نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کا ہی معلوم ہوتا ہے پروف ریڈنگ میں بھی کافی عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے۔

فاضل نظم نگار نے کنز الایمان وخزائن العرفان کو منظوم جامہ جس خوش اسلوبی سے پہنایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اس کے علاوہ ترجمہ سے قبل ''عرض مصنف'' میں ''شان فرقان حمید'' کے تحت قرآن مقدس کی شان کو اشعار کے جامے میں جس خوبصورتی سے پیش کیا ہے جو تقریباً ۵۰ ر صفحات پر محیط ہے ایک جھلک ملاحظہ کریں:

نوعِ انسانی کے حق میں ہے وہ دستورِ حیات
اِک مکمل نادر و نایاب منشورِ حیات
بخشتا ہے زندگی کو وہ تنوع و تازگی
اور دیتا ہے دماغ و ذہن کو بالیدگی
نظم وترتیبِ کلامِ حق ہے آپ اپنی نظیر
اُس کی زلفِ ناز کا ہر ماہرِ فن ہے اسیر
فہمِ قرآنِ مقدس کے وسائل ہیں کثیر
جس کو چاہے بخشے اپنے فضل سے ربِّ قدیر

❁❁❁

پھوٹتی ہیں در حقیقت اس سے نہریں بے شمار
جن کا ہر قطرہ ہے علم و آگہی کا آبشار
اِس میں کوئی شک نہیں قرآن ہے رازِ محیط
جس کی وسعت تک پہنچ سکتی نہیں فکرِ بسیط
کر نہیں سکتا کوئی اس کے عجائب کا بیاں
پا نہیں سکتا زمانہ اس کی عظمت کا نشاں

اس کے بعد ''تعارف صاحب کنز الایمان'' کے طور پر امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا تذکرۂ جمیل بڑی ہی انفرادی شان وشوکت کے ساتھ کیا گیا ہے، تقریباً ۴۰ ر صفحات پر پھیلی ہوئی منظوم سوانح سیدی اعلیٰ حضرت کی بڑے ہی ادبی وفنی پیرائے میں دیکھنے کو ملتی ہے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

در حقیقت وہ ہیں شاہنشاہِ اقلیمِ سخن
بکھری ہے اُن کی تجلی انجمن در انجمن
یادگارِ بو حنیفہ، نائبِ غوثُ الوریٰ
رہنمائے اہلسنت پیکرِ عشق و وفا

❁❁❁

رب نے حضرت کو جو قرآں فہمی کا ملکہ دیا
اس کے صدقے میں انہوں نے ہم کو اِک تحفہ دیا
''کنز الایماں'' کے جو نامِ پاک سے موسوم ہے
جس کے تابندہ نظاروں کی جہاں میں دھوم ہے
حلقۂ علم و ادب میں داد کے لائق ہے یہ
ہیں تراجم جو بھی، سب پر واقعی فائق ہے یہ

❁❁❁

پڑھ کے یہ کوثر نیازی لکھ گئے بے ساختہ
عشق افروز اور ادب آموز ہے یہ ترجمہ

بعد ازاں صاحب خزائن العرفان کی شخصیت کا ذکر جمیل بھی خوب سے خوب تر ہے، خزائن العرفان کی شان امتیازی کو فاضل نظم نگار نے بڑے ہی دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔

بیسیوں کتب و رسائل کے مصنّف ہیں نعیم

کاشفُ الاسرار ہیں فخرُ المعارف ہیں نعیم
کنزُ الایماں پر حواشی ہیں اُنھی کی یادگار
آج نازاں جن پہ ہیں سب عالمانِ ذی وقار
اِن کو ''عرفاں کے خزائن'' سے ہے دنیا جانتی
اِن سے قائم فکری حلقوں میں ہے امن و شانتی
یہ حواشی صورتِ تفسیر میں ہیں مختصر
حسن کا دریا، معانی کا سمندر ہیں مگر
حضرتِ صدرُ الافاضل کے نصیبے تر گئے
یہ حواشی زندۂ جاوید اُن کو کر گئے

اس کے بعد موصوف نے ''حالات مصنف'' کے تحت اپنے حالات جس سادگی، خلوص وسچائی سے بیان کئے ہیں کہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ اس کے بعد دیباچہ میں فاضل نظم نگار نے حمد باری تعالیٰ سے شروع کر کے نعت ومنقبت کے اشعار پیش کرنے کے بعد بڑی ہی عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنے رب سے دعا کی ہے آپ بھی ملاحظہ کریں۔

ایک میں کیا اور کیا ہے میری اوقاتِ قلم
ان مشائخ نے زمانے بھر کا رکھا ہے بھرم
کاش ہو مقبولِ حق میرا بھی ذوقِ شاعری
پایۂ تکمیل کو پہنچے مرادِ زندگی

اس کے بعد مولانا نے اصل شاعری یعنی کنزالایمان وخزائن العرفان کو اردو مثنوی کی شکل میں جو منظوم جامہ پہنایا ہے اس میں موصوف بحمدہ تعالیٰ پوری طرح کامیاب وکامراں ہوئے ہیں، یہ میں کسی جذباتی تلاطم میں بہنے کی وجہ سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حقیقت کے اظہار کے طور پر عرض کر رہا ہوں اور انشاء اللہ عنقریب زمانہ یہ سب اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرے گا۔

یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اردو زبان وادب پر تقریباً آغاز سے ہی شاعری کا تسلط رہا ہے، اردو زبان کی ابتدا کے کافی بعد یعنی کہ تقریباً انیسویں صدی کے آغاز میں اردو ادب کے شہ سوار اردو نثر کی طرف مائل ہوئے ہیں حالاں کہ دور جدید یا یوں کہئے کہ عالمی ادب میں موجودہ صدی نثر کی صدی ہے، تاہم شاعری کی قدر وقیمت اپنی جگہ مسلم ہے۔ یعنی کہ وہ بھی عالمی ادب میں نثر کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے، اور لگتا یہی ہے کہ چلتی رہے گی، اور کیوں نہ ہو کہ جب شاعری میں نعت وقصیدہ کا اتنا روح پرور مقدس ذخیرہ شامل ہے۔

مولانا کیف الحسن صاحب نے کنزالایمان وخزائن العرفان کی ترجمانی کے لیے اردو شاعری کی ایک مقبول صنف یعنی مثنوی کو اپنایا ہے، مثنوی کی ہیئت (form) کے تعلق سے کہا جاتا ہے کہ اس میں موضوع اور تعداد اشعار کی کوئی قید نہیں ہے، شاعر آزاد ہے، چاہے جتنے شعر کہے اپنی اس وسعت موضوع اور فنی لچک ہی کے سبب اسے اردو شاعری کی تمام اصناف کا جامع کہا جاسکتا ہے۔

اردو ادب کے ایک بڑے نقاد شبلی نعمانی اس صنف کے بڑے مداح رہے وہ شعر العجم میں لکھتے ہیں:

''انواع شاعری میں یہ صنف تمام انواع شاعری کی بہ نسبت زیادہ مفید، زیادہ ہمہ گیر ہے، شاعری کی جس قدر انواع ہیں سب اس میں نہایت خوبی سے ادا ہوسکتی ہیں۔''

(شعر العجم، ج۴، ص ۲۴۷)

حالی جنہوں نے اپنے مقدمہ شعر وشاعری میں اس صنف پر کافی بحث کی لکھتے ہیں:

''الغرض جتنی صنعتیں فارسی اور اردو شاعری میں متداول ہیں ان میں کوئی صنف، مسلسل مضامین بیان کرنے کے قابل مثنوی سے بہتر نہیں ہے یہی وہ صنف ہے جس کی وجہ سے فارسی شاعری کو عرب کی شاعری پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔''

[مقدمہ شعروشاعری، ص ۲۰۳]

مثنوی کی اس وسعت موضوع یا فنی لچک پر نظر رکھنے کے بعد اگر ہم مولانا کیف الحسن صاحب کے تنویر القرآن پر نظر ڈالیں تو انہوں نے بھی اس خوبصورتی وخلوص کے ساتھ اپنی شاعری کو اپنے دل کی آواز بنا کر پیش کیا ہے۔

طالب علمی سے مجھ کو شاعری کا شوق ہے
یوں سمجھئے میرے حق میں یہ انوکھا ذوق ہے

کہ اسے میں نے کبھی باضابطہ سیکھا نہیں
سچ یہ ہے استاذ اس فن میں کوئی میرا نہیں
ہاں نہ بھولوں گا کبھی البتہ ایک رہبر کا نام
اور وہ رہبر ہے بس احمد رضا خاں کا کلام
شاعریٔ اعلی حضرت رہبری فرماگئی
اور میری باتوں میں موزونی کامل آگئی

ایک شاعر کے سامنے اس کا مقصد سب سے اہم ہوا کرتا ہے اپنی فکر کوفن کے سانچے میں وہ ڈھالتا ہے اپنے خون جگر سے اپنی فکر کوفن کے خوبصورت سانچے میں ڈھالنے کے لیے اس کے سامنے ایک مقصد ہوا کرتا ہے کہ آخر بے مقصد تو کوئی اپنے راتوں کی نیندوں کو قربان نہیں کرتا، کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے آئیے دیکھیں مولانا کا مقصد ومطلب!

میرے دل میں ایک دن آیا اچانک یہ خیال
کہ جہاں تک شاعری میں پیش کش کا ہے سوال
تو نہ کیوں، کر جاؤں کوئی کام ایسا یادگار
جس سے ہو دارین میں خوش مالک روز شمار
اور جس سے پالوں محبوب دوعالم کی رضا
دین کی تبلیغ سے جا ملتا ہو جس کا سرا
یہ خیالِ جانفزا کام اپنا آکر کر گیا
میرے حق میں خدمت قرآن مقدر کر گیا
آگیا حرکت میں خامہ دیکھتے ہی دیکھتے
چڑھ گیا پروان جذبہ دیکھتے ہی دیکھتے
کنزالایمان جس مبارک ترجمہ کا نام ہے
نظم میں اس کا پرونا آج میرا کام ہے
کیا ہی اچھا ہو اگر تفسیر بھی منظوم ہو
ہر ادا سے کنز الایماں کا عیاں مفہوم ہو

مولانا کیف الحسن صاحب کے دیباچہ کے یہ اشعار لکھتے اور پڑھتے وقت میرے ذہن میں شاہ نامہ اسلام کے شاعر ابوالاثر حفیظ جالندھری کے یہ اشعار آرہے ہیں۔

کیا فردوسیٔ مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ
تقابل کا کروں دعوی یہ طاقت ہے کہاں میری
تخیل میرا ناقص، نامکمل ہے زباں میری
زبانِ پہلوی کی ہم زبانی ہو نہیں سکتی
ابھی اردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی
کہاں ہے اب وہ دورِ غزنوی کی فارغ البالی
غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمتِ عالی

انہی حفیظ جالندھری کا ایک شعر جو کہ شاہ نامہ اسلام کی وجہ تالیف بتاتا ہے ملاحظہ کریں۔

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جاؤں

حفیظ صاحب کا یہ شعر ذہن میں رکھیئے اور مولانا کیف الحسن صاحب کے یہ دو اشعار:

تو نہ کیوں، کر جاؤں کوئی کام ایسا یادگار
جس سے ہو دارین میں خوش مالک روز شمار
اور جس سے پالوں محبوب دوعالم کی رضا
دین کی تبلیغ سے جا ملتا ہو جس کا سرا

شاہ نامہ اسلام کی مقبولیت جگ ظاہر ہے اور ان شاء اللہ مستقبل قریب میں ادب کا مؤرخ تنویر القرآن کی مقبولیت کی داستان رقم کرتا نظر آئے گا اور کیوں نہ ایسا ہو کہ ان کے انداز بیان میں کنزالایمان کی جامعیت واختصار ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے، تو بے ساختہ دل سے واہ واہ نکلتی ہے۔

ازروئے تفسیر ہم پاتے ہیں اس کے ۲۰؍نام
اللہ اللہ! کیسی عظمت والا ہے رب کا کلام

سورۂ فاتحہ کے تعلق سے ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

سات آیاتِ کریمہ، کلمے ستائیس ہیں
اورحروف اس میں مکمل ایک سو چالیس ہیں
فاتحہ میں قدرے قیل وقال کی حاجت نہیں
ان میں سے منسوخ یا ناسخ کوئی آیت نہیں

قرآن مقدس کی پہلی وحی کے نزول کے تعلق سے کیا ہی

بہترین انداز بیان سے تفسیر قرآنی کو پیش کیا ہے۔

بعض لوگوں کے یہاں منقول ہے یہ واقعہ
مصطفیٰ نے ایک دن بی بی خدیجہ سے کہا
اکثر ایک آواز ٹکراتی ہے میرے کان سے
کوئی اقرا بول کر پڑھنے کو کہتا ہے مجھے
اس حقیقت کا پتہ جب ابن نوفل کا چلا
بولا اطمینان سے سنئے جب آئے یہ ندا
بعدۂ جبرئیل نے خدمت میں آکر عرض کی
پڑھئے **بسم اللہ** اور **الحمد للہ** یا نبی

سورہ فاتحہ کے تعلق سے نادر مسائل اوران کا انداز بیان۔

اس روایت سے یہ حسن وخوبی چلتا ہے پتہ
کہ ہوا آغاز قرآں کا بہ شکل فاتحہ
یاد جب تک ہو نہ اے لوگوں جنازے کی دعا
فاتحہ کی سورہ اس کے بدلے پڑھنا ہے روا

بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ دیکھیں۔

رب تعالیٰ کے مبارک نام سے ہے ابتدا
رحم والا جو بہت ہے صاحب رحمت بڑا

تفسیر۔۔۔دے رہی ہے دعوتِ نظارہ شان بسملہ

بسملہ ہے آیتِ قرآں یقینی طور پر
وہ عظیم الشان ہر انداز سے ہے سربسر
لیکن اس کو کہہ نہیں سکتے ہیں جزوِ فاتحہ
بلکہ کوئی سورہ ہو، سب سے جدا ہے بسملہ
اس کو آغاز نماز آہستہ پڑھنا چاہئے
آگے اس قانون شرعی سے نہ بڑھنا چاہئے
یہ بخاری اور مسلم کی روایت دیکھئے
سرور کونین کی محبوب سنت دیکھئے

سورۂ بقرہ کی شان نزول اوراس کی برکتیں کس دل نشینی اور اثر آفرینی کے ساتھ، تفسیر قرآن کے تمام ضابطوں کی روشنی میں نظم کی ہیں، ملاحظہ کریں اور مولانا کیف الحسن صاحب کی فن کارانہ مہارتوں کی داد دیجئے ۔

وعدۂ حق تھا کہ اے پیارے محمد مصطفیٰ
ایک کتاب ایسی تمہیں فرمانے والا ہوں عطا
پانی سے دھو کر جو ہرگز نہ مٹائی جا سکے
جو نہ کہنہ ہو مثال اس کی نہ دنیا لا سکے

❁❁❁

جو پڑھے گا اس کی دس آیات اس انداز میں
اولاً چار آیتیں وارد ہیں جو آغاز میں
آیت الکرسی پھر اس کے بعد کی دو آیتیں
آخرِ سورہ کی تین آیات سب سے بعد میں
تو وہ رب کے فضل سے قرآں نہ بھولے گا کبھی
قبل خفتن یہ عمل شب میں مگر ہے لازمی

بعد از تدفین میت آیتیں پڑھنے کے حکم کو ذرا مثنوی کی شکل میں دیکھیں۔

دفن کر کے مردے کو جب تم فراغت پا چکو
تو شروعِ بقرہ کی آیات سرہانے پڑھو
اور پڑھو آیات آخر کی، لحد کے پائنتی
اس کے روای بن عمر ہیں، یہ ہے فرمانِ نبی

ایک اور مقام پر ملاحظہ کریں۔

رکھتا ہے قرآں دلیلیں ایسی واضح اور قوی
پیش کرتا ہے وہ انداز شعور و آگہی
جن سے ہر ذی عقل ہر منصف کا دل ہے باغ باغ
جن سے لگ جاتا ہے لمحوں میں حقائق کا سراغ
قابلِ شک پس کسی انداز سے قرآں نہیں
ہے دلاتا اپنے حق ہونے کا کامل تریقیں
جیسے اندھے کو ہو انکارِ نمودِ آفتاب
شک کے قابل ہو نہیں سکتا وجودِ آفتاب
ایسے ہی مشکوک یہ قرآن ہو سکتا نہیں
مشتبہ اللہ کا فرمان ہو سکتا نہیں

منظوم ''تنویر القرآن'' کے درج بالا چند نظائر فاضل نظم نگار کی زبان وبیان پر قادر الکلامی وفاضل بریلوی بقیہ ص ۱۹ ر پر

Rs. 25/-

شوال المکرم ۱۴۴۰ھ/جون ۲۰۱۹ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

JUNE - 2019

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

عیدِ کرم مبارک

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی وسرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت، عکس حجۃ الاسلام، ثانی مفتی اعظم، نور دیدہ مفسر اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ

حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہٗ

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر اعلیٰ: مولانا عسجد رضا خاں قادری

مدیر: مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی

شوال المکرم ۱۴۴۰ھ مطابق جون ۲۰۱۹ء

فی شمارہ ۲۵ روپیے	تزئین کار عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا	شمارہ نمبر ۶ Issue 6
سالانہ ۳۰۰ روپیے سادہ ڈاک سے		جلد نمبر ۴ Vol. 4
سالانہ ۵۵۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے	دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

نوٹ: رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.co.in
www.hazrat.org

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

جانشین تاج الشریعہ کا دورۂ سیمانچل! ایک مشاہداتی تحریر

[قسط دوم]

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

۱۰ مارچ ۲۰۱۹ء، چھٹا دن، تیرہواں پروگرام:

عرس نوری، تحسینی وکلیمی بائسی

رات قریب ساڑھے نو بجے ہم بائسی پورنیہ پہنچے، قیام حضرت مولانا ابوالحسن صاحب رضوی کے دولت کدے پر ہوا، حضرت نے تھوڑی دیر کے لئے آرام فرمایا، عشا اور کھانے سے فراغت کے بعد رات قریب ڈیڑھ بجے حضرت عرس نوری، تحسینی وکلیمی کے اسٹیج پر رونق افروز ہوئے، یہ عرس سیمانچل کے مرکزی ادارہ اور ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت دارالعلوم تنظیم المسلمین بائسی میں انعقاد پذیر تھا، عاشقان رضا اور علاقائی علمائے کرام بالخصوص حضرت مفتی مظفر حسین صاحب قادری اور مہتمم ادارہ حضرت مولانا کاظم رضا صاحب نے شاندار جانشین تاج الشریعہ کا استقبال کیا۔

داماد شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین صاحب نے ایک مختصر اور جامع خطاب فرمایا، اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ حضرت مولانا مجاہد الاسلام صاحب مہتمم جامعہ نوریہ گلشن زہرا شبرام پور، مولانا حافظ اختر رضا نوری صاحب دبئی، الحاج مولانا ابوالحسن علی رضوی صاحب حیدر آباد دکن موجود تھے، درجۂ مولویت اور درجۂ حفظ و قرأت کے ۲۶ بچوں کی دستار بندی کے بعد شہزادۂ تاج الشریعہ نے قوم سے ایک نہایت ہی پر مغز خطاب فرمایا، آپ نے قوم مسلم کو صلح کلیت کے وبال سے باخبر کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ کے الفاظ میں فرمایا۔

صلح کلی کسی کا نہیں سنیو!
سنی مسلم ہے سچائی کے لئے
مسلک اعلیٰ پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لئے

حضرت نے اپنے خطاب میں اور بھی بہت سی ضروری باتیں بیان فرمائیں تھیں جنھیں میرے کمزور ذہن وفکر نے بھلا دیا، اخیر میں لوگوں کو داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ فرمایا، پھر قریب ساڑھے تین بجے صلاۃ وسلام اور حضرت کی دعا پر جلسے کا اختتام ہوا، تقریباً ۱۰۰۰۰ ہزار سے زائد لوگ بیعت ہوئے، حضرت یہاں سے فارغ ہو کر قیام گاہ یعنی حضرت مولانا ابوالحسن علی رضوی مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ لنگم پیٹ حیدر آباد کے دولت خانے پر تشریف لائے، بعدہ نماز فجر ادا کی اور آرام فرمانے لگے۔

دوسرے دن ۱۱ مارچ کو مہتمم ادارہ حضرت مولانا کاظم رضا صاحب، ناظم تعلیمات مفتی مظفر حسین صاحب رضوی اور مولانا مزمل حسین صاحب قیام گاہ پہنچے اور حضرت یہ گزارش کی کہ اب تک حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس ادارہ کی سرپرستی فرمائی، اب آپ اس ذمہ داری کو قبول فرمائیں، کرم ہوگا، حضرت نے ادارہ کے اراکین، اساتذہ و معاونین کو دعائیں دیتے ہوئے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم ودائم رہنے کی شرط پر دارالعلوم تنظیم المسلمین بائسی کی سرپرستی قبول فرمائی، بعد نماز عصر حضرت تنظیم المسلمین میں دوبارہ تشریف فرما ہوئے، دیوانوں کے ہجوم سے ایسا لگ رہا تھا کہ آج بھی باقاعدہ جلسہ ہے، اس وقت بھی تقریباً ڈھائی ہزار سے زائد لوگ داخل سلسلہ ہوئے، جس میں دور دراز کی عورتیں زیادہ تھیں، حضرت نے یہاں نماز مغرب کی امامت بھی فرمائی، پھر دارالعلوم کے آفس میں تشریف لائے اور ادارے کی تعمیر وترقی، تعلیم وتعلم کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔

۱۱ مارچ کو بعد نماز مغرب تنظیم المسلمین بائسی سے ہمارا قافلہ ملک ٹولہ کے لئے روانہ ہوا، یہاں مولانا مشتاق صاحب جیلانی نے ایک مختصر پروگرام کا انعقاد کیا تھا جس میں قریب ۳۰۰۰ ہزار لوگوں کی تعداد تھی، حضرت نے سب کو بیعت کیا اور مختصر نصیحت فرمائی (۱۴) پھر منا مکھیا کے یہاں تشریف

لائے، یہاں انھوں نے چائے ناشتہ انتظام کر رکھا تھا حضرت نے چائے وغیرہ لی اور یہاں موجود قریب ۳۰۰/سو لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا، اس کے بعد ہمارا قافلہ خواجۂ علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفرحسین صاحب رضوی علیہ الرحمہ کے مزار پہ حاضر ہوا، یہاں بھی فاتحہ خوانی کے بعد قریب ۳۰۰۰/ہزار لوگوں کو بیعت کیا، یہاں ماشاء اللہ حضرت کے دست حق پرست پر ایک ہندو عورت نے اسلام قبول کیا، جس کا نام آپ نے فاطمہ تجویز فرمایا۔ (۱۵)

ان سبھی جگہوں پر حضرت سے جس عقیدت ومحبت کا نظارہ دیکھنے کو ملا، اس سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ اس علاقے میں خالص عاشقان رضا، مسلک اعلیٰ حضرت اور حضور تاج الشریعہ کے دیوانے بستے ہیں، خواجۂ علم وفن کے مزار سے جانشین تاج الشریعہ ڈمرا خورشید بھائی (جو حضرت کے باورچی ہیں) کے یہاں تشریف لے گئے، یہاں انھوں نے حضرت کے لئے گرما گرم پکوڑیوں کا انتظام کر رکھا تھا، چائے اور پکوڑیوں سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ سیکڑوں لوگوں کی بھیڑ اکٹھی ہو چکی ہے، یہ اس علاقے کے لئے ممکن بھی نہیں تھا کہ جانشین تاج الشریعہ یہاں جلوہ افروز ہوں اور دیوانگان تاج الشریعہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں، حضرت نے سب کو داخل سلسلہ فرمایا اور اکثر سے مصافحہ بھی فرمایا، اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے طریقت کے گھر بھی گئے اور دعا فرمائی، اسی محلہ میں مرحوم فائق بھائی کا بھی گھر واقع ہے، حضرت کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ ان کے گھر بھی تشریف لے گئے، ان کے لئے دعا مغفرت کی اور ان کی بچیوں کو کچھ رقم بھی عنایت فرماتے ہوئے صبر کی تلقین کی، پھر ہمارا قافلہ شاعر اسلام مولانا عسجد رضا کے یہاں آسجا مبیہ پہنچا، ان کے یہاں مختصر چائے ناشتے کے بعد حضرت علاقے کے مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم کے دولت کدے پر تشریف لائے۔

۱۱/مارچ ۲۰۱۹ء، ساتواں دن، سولھواں پروگرام:

پیغام تاج الشریعہ کانفرنس بائسی

یہاں تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد حضرت نے عشا کی نماز پڑھی اور کھانا تناول فرما کر قریب ڈیڑھ بجے شب دارالعلوم مفتی اعظم بائسی کے صحن میں ''پیغام تاج الشریعہ کانفرنس'' کے اسٹیج پر جلوہ گر ہوئے، نعرہائے تکبیر ورسالت اور بستی بستی قریہ قریہ، تاج الشریعہ تاج الشریعہ سے لوگوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا، یہاں قریب ۱۰۰۰۰/ہزار عاشقان رضا کا مجمع تھا، حضرت کی فرمائش پر حضرت مفتی عاشق حسین صاحب کشمیری نے ایک پر مغز تقریر فرمائی، لوگوں نے خوب پسند کیا، اس کے بعد حضرت نے لوگوں بیعت کیا اور ایک مختصر مگر خطاب فرمایا، جس میں آپ نے فرمایا کہ آج مسلمانوں کے لئے اپنے ایمان کو بچائے رکھنا سب سے اہم اور ضروری کام ہے، ایمان کے لٹیرے ہر وقت اس تاک میں لگے ہوئے ہیں کہ کب تم غافل ہو اور وہ تمہارے ایمان پر ڈاکہ ڈال دیں، اعلیٰ حضرت تمہارے ایمان کی پہرے داری کرتے ہوئے خبردار کر رہے ہیں ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والوں جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

قریب چار بجے صلاۃ وسلام اور حضرت کی دعا پر جلسے کا اختتام ہوا، مولانا مسعود عالم رضوی اور مولانا عسجد رضا صاحبان جلسے کے منتظم رہے، اسٹیج پر پچاس سے زائد بیرونی اور مقامی علمائے کرام موجود تھے، راقم ان سے شناسائی نہ ہونے کے سبب ان کے اسماذکر کرنے سے قاصر ہے، پروگرام ختم کر کے حضرت ایک صاحب کے یہاں دعا کے لئے تشریف لے گئے پھر وہاں سے بجرڈیہہ قیام گاہ پر آگئے، فجر کے بعد آرام فرمایا، دوسرے دن دوپہر میں قیام گاہ پر ملنے اور بیعت ہونے والوں کی ایک بڑی تعداد جمع ہوگئی، حضرت نے لوگوں کو بیعت کیا، مصافحہ کیا اور بعد عصر مونی ڈانگا رائے گنج کے لئے روانہ ہوگئے۔

ویسے تو یہ پروگرام مفتی غلام یٰسین صاحب رضوی کے توسط سے ۱۰/مارچ کو ہی ہونا تھا لیکن کسی غلط فہمی کی وجہ سے ۱۲/مارچ کو ہوا، پروگرام متعینہ تاریخ کے دو دن بعد ہونے

کے باوجود بھی عاشقان تاج الشریعہ کے جوش وخروش میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی، ۱۵۰۰۰؍ہزار سے زائد لوگوں کا یہ مجمع عقیدت ومحبت کی منہ بولتی تصویر تھا، اتنے کم وقت میں اس قدر عمدہ انتظام اور لوگوں کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر حضرت نے بھی منتظمین جلسہ کی تحسین فرمائی، اس پروگرام کے منتظم مولانا مسعود عالم اور ان کے مدرسے دیگر اساتذۂ کرام تھے۔(۱۷)

ٹھیک مغرب کے وقت ہمارا قافلہ یہاں پہنچا، نماز مغرب اور چائے ناشتہ کے بعد جاں سوز بھیڑ کے سبب حضرت کو اسٹیج تک لے جانا ایک مشکل امر ہوگیا، کسی طرح سمجھا کر لوگوں کو جلسہ گاہ میں بھیجا گیا پھر ہم لوگ حضرت کو لے کر اسٹیج پر پہنچے، پروگرام کینسل ہوجانے کے بعد پھر ہو رہے اس جلسے کے سبب لوگ کچھ زیادہ ہی جوش وجذبات میں آگئے تھے، عوام وخواص نے فلک شگاف نعروں کی گونج سے حضرت کا شاندار استقبال کیا، چونکہ ۱۲؍مارچ کو ۱۰؍بجے شب سے پہلے کئی چھوٹے بڑے پروگرام نبٹانے تھے، اس لئے مفتی عاشق حسین صاحب نے مائک سنبھالا اور لوگوں سے فوراً اپنی اپنی جگہ بیٹھ جانے کی گزارش کی، پروگرام ۱۰ ؍کی بجائے ۱۲؍مارچ کو ہونے کے تعلق کچھ ضروری وضاحت کی اور بیعت کے لئے کپڑا یا ایک دوسرے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھنے کی تنبیہ کرکے مائک حضرت کے حوالے کردیا۔

حضرت نے سب کو داخل سلسلہ فرمایا اور کچھ مختصر نصیحت فرمائی، پھر آپ نے فرمایا کہ ہمیں اور بھی کئی پروگراموں کی شرکت کرنی ہے، اس لئے ہم نکلیں گے لیکن یہ پروگرام ابھی جاری رہے گا، آپ حضرات اپنی اپنی جگہ اطمینان وسکون کے ساتھ بیٹھے رہیں اور پروگرام کو سماعت فرمائیں، پھر حضرت اسٹیج اتر کر فوراً ہی پورنیہ کے لئے روانہ ہوگئے۔

پورنیہ پہنچ کر سب سے پہلے مفتی زبیر عالم صاحب کے جامعہ ابوہریرہ للبنات جانا ہوا جہاں تقریباً ۳۰۰؍سو جامعہ کی طالبات اور قریب ۲۰۰۰؍ہزار شہر کی خواتین اسلام کو حضرت نے داخل سلسلہ فرمایا، پھر مولانا محسن صاحب کے یہاں چائے ناشتہ کے بعد دارالعلوم محمدیہ عربی کالج تشریف لائے، جہاں مسجد میں تقریباً ۲۰۰۰؍ہزار لوگ داخل سلسلہ ہوئے، (۱۸)

یہاں سے روانہ ہوکر ہمارا قافلہ بن بھاگ چوک پہنچا، جہاں تقریباً ۵۰۰۰؍ہزار مرد وعورت داخل سلسلہ ہوئے، (۱۹)

یہاں بیعت کرکے حضرت تھمد اہا بازار پہنچے جہاں لگ بھگ ۳۰۰؍سو افراد حلقۂ بیعت وارادت میں شامل ہوئے، (۲۰)

پھر ہمارا قافلہ یہاں سے چھپن مدرسہ غوثیہ پہنچا جہاں تقریباً ۳۰۰۰؍ہزار مدرسہ کے طلبہ اور عوام حضرت کے دست حق پرست بیعت وارادت سے مشرف ہوئے۔(۲۱)

۱۲؍مارچ ۲۰۱۹ء، آٹھواں دن، بائیسواں پروگرام:

امام احمد رضا کانفرنس درگاہ شریف برہم گیانی

چھپن سے روانہ ہوکر سیدھا ہمارا قافلہ قریب ساڑھے دس بجے شب درگاہ شریف برہم گیانی پہنچا، جہاں بڑے پیمانے پر "امام احمد رضا کانفرنس" کا انعقاد کیا گیا تھا، حضرت نے تھوڑی دیر آرام فرمایا، پھر عشا اور عشائیہ سے فارغ ہوکر ڈیڑھ بجے شب کے آس پاس رونق اسٹیج ہوئے، اسٹیج پر پہلے سے مفتی زبیر عالم، مولانا ساجد رضا مرکزی جیسے دیگر مقامی علمائے کرام تھے، لوگوں نے نعروں کی گونج سے حضرت کا زوردار استقبال کیا، غازئ ملت مولانا غلام رسول بلیاوی صاحب کی تقریر ہو رہی تھی، جب حضرت اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوگئے تو بلیاوی صاحب نے اپنی تقریر کا سلسلہ پھر شروع کیا، اسی دوران راقم کی نظر ویڈیو گرافی کررہے کیمرے پر پڑ گئی، پہلے تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہوا، مفتی عاشق حسین صاحب کو دکھایا، انھوں نے ویڈیو گرافی ہونے کی تصدیق کی، جب تک حضرت نے ہم دونوں کو باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا، فرمانے لگے، کیا بار بار اشارہ کررہو؟ میں نے عرض کیا حضور سامنے ویڈیو گرافی ہو رہی ہے، فرمایا: کیا بات کررہے ہو! مفتی صاحب نے کہا: صحیح کہہ رہے ہیں، حضرت نے بھی بغور دیکھا، یقین ہوجانے پر کرسی سے اٹھنے لگے، حضرت کو اٹھتا ہوا دیکھ کر مجمع میں افراتفری مچ گئی، ہم نے حضرت سے عرض کیا: آپ تشریف رکھیں، ہم دیکھتے ہیں۔

اس کے بعد راقم سے ضبط نہ ہوسکا اور بلیاوی صاحب سے مائک لے کر سامعین اور اہل اسٹیج سے مخاطب ہو گیا، میں نے کہا: امام احمد رضا کانفرنس میں اور جانشین تاج الشریعہ کی موجودگی میں سرعام حضور تاج الشریعہ کے فتوے کا مذاق اڑایا جارہا ہے اور تاج الشریعہ و مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے والے علما، عوام وخواص سب کے سب خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں؟ کیا یہی تاج الشریعہ سے محبت ہے؟ کیا یہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے؟ ارے محبت کرنے والے تو محبوب کہاں ہیں منتظمین کانفرنس؟ کیا اسی کے لئے جانشین تاج الشریعہ کو یہاں بلایا ہے؟ کہ سرعام ویڈیو گرافی کراؤ اور لوگوں میں یہ پروپیگنڈہ کرو کہ دیکھو جانشین تاج الشریعہ بھی ویڈیو گرافی کرا رہے ہیں، بتاؤ: کیا یہ جانشین تاج الشریعہ کی کردار کشی نہیں؟ کیا یہ ان کے خلاف کوئی سازش نہیں؟ یاد رہے تاج الشریعہ فتویٰ کل بھی وہی تھا اور آج بھی وہی ہے، مولائے کریم ہمیں عقل سلیم عطا فرمائے اور جانشین تاج الشریعہ کو مخالفین کے شر سے محفوظ فرمائے۔

حضرت نے پھر چلنے کے لئے ارشاد فرمایا تو راقم نے عرض کیا: حضور یہ دور دراز سے لوگ بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے ہیں، انھیں بیعت فرمالیں، اس کے بعد چلیں، حضرت میری گزارش قبول فرمائی، پھر لوگوں کو کپڑا وغیرہ پہنچایا گیا، حضرت نے لوگوں کو حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا اور کافی ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے خطاب بھی فرمایا، جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جہاں ذکر خدا اور سول ہوتا ہے وہاں رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور حدیث پاک میں یہ بھی آیا ہے کہ جہاں جاندار کی تصویر ہوتی ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، تو ذرا غور کرو، یہ سارا انتظام اس لئے کیا ہے نہ کہ اللہ کی رحمت حاصل کرو اور یہ ویڈیو گرافی کرا کے رحمت الٰہی کی شیرینی تقسیم کرنے والے فرشتوں کو یہاں آنے سے روکنے کا سامان کر رہے ہو۔

تاج الشریعہ کا وہی فتویٰ ہے جو اعلیٰ حضرت کا ہے، جو مفتی اعظم کا ہے اور اس سے پہلے خود مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کا ہے، یہ جو تم نے کیا ہے، اسے کوئی دلیل نہ بنائے، ہماری حیثیت ہی کیا، حضور مفتی اعظم تک اور ان سے پہلے تک بزرکان دین کا کیا فتویٰ ہے تصویر کے بارے میں، سب جانتے ہیں، کوئی دکھا نہیں سکتا کہ اس میں کوئی ادنی سی بھی لچک آئی ہو، اس کے بعد اگر کوئی اختلاف کرے تو اس کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں اور ہمارا فعل وہ کوئی دلیل نہیں کہ صاحب یہاں بیٹھ کے بنالوگے، دھوکے سے ویڈیو بنالوگے، تو یہ سمجھ لو کہ ہمارے کرنے سے بھی کوئی ناجائز جائز نہیں ہوجائے گا اور کوئی حرام فعل حلال نہیں ہوجائے گا۔

جو پیا کو بھائے اخترؔ وہ سہانا راگ ہے
جس سے ناخوش ہوں پیا وہ راگنی اچھی نہیں

وہ کون سا راگ ہے، وہی مصطفیٰ جان رحمت کی شریعت، کہ جس سے سرکار راضی ہوں، وہ کام کرو، رضائے مصطفیٰ کا کام کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا حشر فرمائے، اس کے بعد صلاۃ وسلام اور حضرت کی دعا کے ساتھ کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

پورنیہ شہر میں قیام کا انتظام تھا لیکن مذکورہ حرکت کی وجہ سے حضرت نے یہاں بھی رکنا گوارہ نہیں فرمایا، لہٰذا برہم گیانی درگاہ شریف سے ہم ڈائریکٹ شبرام پور مولانا اختر رضا نوری کے یہاں چلے آئے، دوسرے دن ۱۳؍مارچ کو دوپہر تک یہاں ملنے والوں کی اچھی خاصی تعداد اکٹھی ہوگئی تھی، علمائے کرام میں مفتی مظفر حسین صاحب رضوی مولانا مزمل حسین رضوی مدرس تنظیم المسلمین بائسی، محمد افسر رضا رضوی ہارڈ ویئر بائسی بھی دوبارہ ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تھے، اس موقع پر جانشین تاج الشریعہ نے حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت سے بھی نوازا، اس وقت راقم اور مفتی عاشق حسین صاحب کے علاوہ مولانا مجاہد الاسلام شبرام پور اور حافظ اختر رضا نوری بھی موجود تھے۔

◆◆◆

شب ہجرت کے دو جاں نثار

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی

رات کی سیاہ زلفیں اہل شہر کو آغوش میں لے چکی تھی... مگر خلاف معمول اہل شہر بستروں کی بجائے ننگی تلواریں لئے ایک گھر کی جانب بڑھ رہے تھے... گھر بھی ایسا جہاں شہر بھر کی امانتیں جمع ہوتی تھیں... حیرت ہے کہ امانت رکھنے والوں میں یہی دشمن جاں بھی شامل تھے... رات کے سیاہ آنچل اور ہتھیار بندوں کی روسیاہی میں مقابلہ آرائی زوروں پر تھی... مگر اپنے ہی امین کے خلاف تلواریں دیکھ کر رات ہار گئی اور روسیاہ جیت گئے...

اس سخت رات میں دو جاں نثاروں کی آنکھوں میں عشق ومحبت کے چراغ روشن تھے... چراغ وفا کی روشنائی سے رات کے آنچل پر محبت وجاں نثاری کی لازوال داستان لکھی جارہی تھی... ایک طرف صدیق اکبر کی آنکھیں دروازے پر لگی تھیں... ذرا سا ہوا لہراتی تو آفتاب نبوت کی آمد کا خیال گزرتا... پورے گھر میں عجیب نظارہ تھا... گھر کا ذمہ دار اہل خانہ کو سپرد خدا کرکے گھر چھوڑ رہا تھا... مگر کسی کی آنکھ میں جدائی کا غم تو دور شائبہ غم تک نہیں تھا... پورا گھر انتظام وانصرام میں مصروف اور اپنے مقدر پہ نازاں تھا...

سیدہ اسما سامان سفر تیار کرتی ہیں... توشہ دان میں کھانا رکھ کر اپنی کمر کے پٹکے کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کرتی ہیں... ایک سے مشک کا منہ باندھتی ہیں... دوسرے توشہ دان باندھتی ہیں تا کہ کھانا گر نہ جائے... اللہ اللہ!!!

خدمت رسالت کا یہ جذبہ دیکھ کر فرشتے بھی عش عش کر اٹھے ہوں گے... ایک طرف باپ اہل خانہ کو چھوڑ کر جارہا ہے... مگر بیٹی "رفاقت رسالت" کا اعزاز ملنے کی وجہ سے سامان سفر تیار کرتے ہوئے حُبِّ رسالت میں اس درجہ مخمور ہوجاتی ہیں کہ تاخیر کے خوف سے اپنی کمر کے پٹکے کو ہی چاک کردیتی ہیں... اس جذبہ جاں نثاری کو دیکھ کر جماعت صحابہ نے انہیں "ذات النطاقین" یعنی دو پٹکے والی کے نام سے یاد کیا تا کہ اہل ایمان کے دلوں پر سیدہ اسما کی بے لوث خدمت ومحبت کے نقوش زندہ وتابندہ رہیں...

ادھر کاشانہ نبوت میں سیدنا علی المرتضی کا نصیبہ بلندی پر تھا... نبی رحمت نے اپنی سبز چادر عطا فرمائی... بستر نبوت پر لیٹنے کا اعزاز بخشا... امانتوں کی ادائیگی کا حکم دے کر مدینہ آنے کی بشارت بھی سنائی... اللہ اللہ ایک ہی رات میں اس قدر اعزازات!!! سیدنا علی جودو کرم کی بارش میں شرابور ہوگئے... سیانے کہتے ہیں کہ بڑے اعزاز خطرات کے سایہ میں ہی ملتے ہیں... آج یہ بات ایک بار پھر صحیح ثابت ہوئی... ننگی تلواریں، موت کا خوف، امانتوں کا حساب کتاب اور ان کی صحیح سپردگی کی اہم ذمہ داری... ایسے میں بستر نبوت پر لیٹنا کسی صاحب جگر اور شجاعت مندہی کا خاصا تھا... ان تمام مشکلات کے درمیان آقائے دوجہاں کا کرم بالائے کرم... بستر نبوت پھولوں کی سیج سے زیادہ آرام دہ بن گیا... ایک طرف حفاظت رسالت کی خدمت... دوسری جانب بستر نبوت پر لیٹنے کا حسین موقع... مولیٰ علی نصیبہ پر ناز کرتے ہوئے کچھ یوں گویا ہوتے ہیں:

وَقَیتُ بِنَفسِی خَیرَ من وطی الثریٰ
وَمَن طَافَ بِالبَیتِ العتیق وبِالحجر

میں نے اپنی جان خطرے میں ڈال اس ذات گرامی کی حفاظت کی، جو اہل زمین اور خانہ کعبہ وحطیم کا طواف کرنے والوں میں سب سے بہتر بلند رتبہ ہیں.

یہ رات سیدنا علی المرتضی کی زندگی کی سب سے یادگار رات

بن گئی... ایک سوال کے جواب میں حضرت علی نے اسی رات کو اپنی زندگی کی سب سے خوشنمارات قرار دیا...

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم" کاشانہ نبوت" سے نکلنے کے بعد مقام" حزورہ" پہنچ گئے... حسب وعدہ صدیق اکبر بھی وہاں پہنچے... صدیق اکبر نے دیکھا کہ راستے میں حضور کے قدم ناز سے زمین پر نشانات بن گئے ہیں... فوراً زمین سے نشانات مٹانا شروع کر دئے تا کہ دشمن سراغ نہ پاسکے... پتھریلا راستہ... خاردار جھاڑیاں... آقائے کریم کے پائے نازک زخمی ہو گئے... آہ! جس ذات گرامی نے کسی کو تکلیف نہ دی آج اسی ذات کو کس قدر تکالیف کا سامنا ہے... خانہ کعبہ سے دور ہونے کا احساس... بے وطنی کا غم... دیار اجداد سے ہجرت کی کسک... رات کے اندھیرے میں نوکیلے پتھر ، خاردار جھاڑیوں میں الجھ کر پائے ناز زخمی ہیں... صدیق اکبر محبوب کے زخمی پائے ناز دیکھ کر بے قرار ہو جاتے ہیں... اور حامل عرش کو باصرارا اپنے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں...

آج دونوں عاشقوں کے عشق کی معراج تھی... ایک عاشق بسترِ نبوت پر لیٹ کر حفاظت رسالت کی خدمت انجام دے رہا تھا... تو دوسرا عاشق, آفتاب نبوت کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر حفاظت رسالت کی پاسبانی میں جٹا ہوا تھا... ایک رات... ایک محبوب... مگر دو عاشق اپنے محبوب کی محبت میں اپنی جان تک داؤں پر لگائے ہوئے تھے... چشم فلک بھی حیران تھا... ملائکہ بھی عشق وخلوص کا یہ منظر دیکھ کر" کرامت آدمیت" کے معترف تھے... رات کے سینے پر عشق صادق کی قندیل مسکرا رہی تھی... روشنی سے دونوں عالم منور تابناک تھے... بالآخر اہل مدینہ کی خوش نصیبی کا سورج طلوع ہوا... آقائے دوجہاں نے اپنے قدوم میمونت سے یثرب کو مدینہ بنا کر اعزاز بخشا:

ان کے قدموں پہ میں نثار جن کے قدوم ناز نے
اجڑے ہوئے دیار کو رشک چمن بنا دیا

◆◆◆

ص ۱۶ / کا بقیہ..

ہمارے امام کو اِسی امانت وصداقت کا صلہ ملا کہ آج دنیا کے اکثر مسلمان آپ ہی کے مقلد ہیں ، بلکہ آپ کی تقلید کو باعث فخر یقین کرتے ہیں۔ جب کہ آج کل کے تاجروں کا حال یہ ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، عیب دار کو عمدہ بتاتے ہیں، نقلی سامان کو اصلی بتاتے ہیں ، بلکہ قسمیں کھا کھا کر معیوب سامانوں کو فروخت کرتے ہیں۔ مصائب وآلام کی شکل میں جو ہم پر عذابِ خدا نازل ہو چکا ہے، وہ اِسی کذب بیان اور اِسی دھوکہ دھڑی کی دین ہے۔

اِس قسم کے اور بھی بہت سے جھوٹ ہمارے معاشرے میں بولے جاتے ہیں جن کی نشان دہی ان شاء اللہ تعالیٰ کسی اور موقع پر کی جائے گی۔ دعا گوہوں کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ہمارے معاشرے کو ہر قسم کی کذب بیان سے محفوظ ومامون فرمائے۔ آمین

◆◆◆

ص ۲۷ / کا بقیہ..

جاری رہتا ہے اور یہ قیامت تک کے لیے صدقۂ جاریہ بن جاتا ہے، جب تک اس کھیتی اور پودے سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے گا ،عامل کو اس کا اس کا اجر ملتا رہے گا اور اس کی موت کے بعد بھی تا قیامِ قیامت ثواب کا سلسلہ جاری رہے گا، کیوں کہ کھیتی کرنے اور پودے لگانے والے نے ایسا کام کیا ہے جس کا فائدہ براہ راست فائدہ عوام اور معاشرے کو مل رہا ہے، اس نے زندگی کی بقا کا سامان مہیا کیا ہے، اس نے یہ کام صرف اپنی منفعت کے لیے نہیں بلکہ مفادِ عامہ کی خاطر کیا ہے۔

◆◆◆

جبین وہابی پہ دل کی سیاہی
نمایاں ہوئی جیسے ہو مہر شاہی
کہ ایں سجدہ ہائے بغیر محبت
نہ یابند ہرگز قبول از الٰہی

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ

جھوٹ کی کچھ مروّجہ صورتیں

از: مولانا سید محمد اکرام الحق قادری

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

[الصحیح للامام البخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، رقم الحدیث ۳۳:]

ترجمہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں [۱] جب بات کرے تو جھوٹ بولے [۲] جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے [۳] جب اُس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اُس میں خیانت کرے۔ یعنی مسلمان کی شان سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ جھوٹ بولے، وعدہ خلافی کرے اور امانتوں میں خیانت کرے۔ ایسا کرنا تو منافقوں کا کام ہے جو کہ اللہ و رسول پر ایمان نہیں رکھتے؛ لیکن جو لوگ اللہ و رسول پر یقینِ کامل رکھتے ہیں وہ صداقت کے پیکر ہوتے ہیں، کیے ہوے وعدہ کو پورا کرنا اُن کی فطرت ہوتی ہے اور وہ خیانت سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں آقاے دو عالم ﷺ نے اسلام کے بنیادی اوصاف بیان فرمائے ہیں، اِسی لیے بعض روایتوں میں یہ آیا کہ جو لوگ اِن اوصاف سے عاری ہوں وہ مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں، اگر چہ وہ نمازی، روزے دار اور مدعیِ ایمان ہوں۔

کچھ نادانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ دین صرف چند فرائض و واجبات پر عمل کر لینے کا نام ہے۔ نماز پڑھ لی، روزے رکھ لیے، حجِّ بیت اللہ کے ساتھ ہر سال ایک عمرہ کر لیا اور زکوٰۃ کے نام پر کچھ رقم غریبوں اور مسکینوں کو دے کر فارغ ہو گیے۔ ایسے جاہلوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اِن باتوں کے علاوہ ہم سے کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں ہوگا۔ اِسی لیے بہت سے نمازیوں اور روزے داروں بلکہ حاجی صاحبان کو جھوٹ بولتے، مکاری کرتے، ناجائز طریقے سے تجارت کرتے، امانت میں خیانت کرتے، گالی گلوج کرتے، سودی کاروبار کرتے، رشوت خوری کرتے، ناپ تول میں کمی کرتے اور بہت سے ایسے کاموں میں مبتلا دیکھا جاتا ہے جن کی مذہبِ اسلام میں ایک ذرّے کے برابر ایک لمحہ بھر کے لیے بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے لوگ نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ کا اہتمام کر کے، سر پر ٹوپی رکھ کر یا عِمامہ باندھ کر اور چہرے پر ڈاڑھی سجا کر خود کو بہت بڑا متقی و پارسا خیال کرتے ہیں حالانکہ دیگر ناجائز کاموں اور حرام کاریوں میں مبتلا ہونے کے سبب یہ لوگ بدترین فاسق و فاجر ہوتے ہیں۔

جو چیزیں مومن کو فاسق و فاجر بنا کر کمالِ ایمان سے بہت دور کر دیتی ہیں، اُن میں سے تین اہم چیزوں کا ذکر حدیثِ مذکور میں کیا گیا ہے، جن کے اندر یہ تینوں باتیں ہوں وہ منافقوں جیسے کام کر رہے ہیں، ایسے لوگ صحیح معنوں میں مومن کہلانے کا حق نہیں رکھتے۔ عام مسلمان کے ذہنوں میں حدیثِ پاک میں مذکور تینوں عیبوں کا تصور بہت ہی محدود ہے، حالاں کہ اِن کے مفہوم میں بہت زیادہ وسعت ہے، اتنی وسعت کہ اگر کوئی انسان زندگی کے تمام شعبوں میں اِن تینوں برائیوں سے بچتا رہے تو یقینا وہ اللہ رب العزت کا صالح بندہ اور حضور ﷺ کا سچا غلام ہوگا۔

نفاق کی سب سی پہلی علامت ''جھوٹ بولنا'' ہے۔ جھوٹ بولنا حرام و ناجائز ہے۔ ایسا حرام و ناجائز کہ آج تک کسی بھی قابلِ شمار مذہب و مسلک میں اِسے جائز و درست قرار نہیں دیا گیا، حتی کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ بھی اِسے بہت برا سمجھتے تھے۔ تاریخ و سیرت کی کتابوں میں ایسے کئی واقعات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے کفار و

مشرکین سیکڑوں قسم کی برائیوں میں مبتلا ہونے کے باوجود جھوٹ جیسی بیماری سے بدرجۂ غایت نفرت کیا کرتے تھے۔ گناہوں کا پلندہ ہونے اور رب تعالیٰ کی توحید کے انکاری ہونے باوجود کذب بیانی سے کوسوں دور رہا کرتے تھے؛ کیوں کہ خلافِ واقعہ بات کرنا اُن کی غیرت کے خلاف تھی۔

مگر افسوس صد افسوس! کہ دیگر مہلک امراض کی طرح ''کذب بیانی'' کے خطرناک جراثیم بھی امتِ مسلمہ کی رگوں میں داخل ہو چکے ہیں۔ عجیب تماشا ہے! لوگ اِس دھڑلے سے جھوٹ بولتے ہیں کہ گویا یہ گناہ ہے ہی نہیں۔ اکثر مسلم آبادی جھوٹ میں اِس قدر گرفتار ہے کہ اگر سروے کرکے کذب بیانی کا فی صد نکالا جائے تو تقریباً مسلمانوں کی ۲۰/ پرسنٹ سے زائد باتیں جھوٹی اور خلافِ واقعہ نکلیں گی۔ حد تو یہ ہے کہ چھوٹے بڑوں سے، بڑے چھوٹوں سے، بچے ماں باپ سے، والدین اپنے بچوں سے، طلبہ اساتذہ سے اور اساتذہ اپنے طلبہ سے، تاجر گاہکوں سے اور گاہک اپنے تاجروں سے، دوست دوست سے اور پڑوسی اپنے پڑوسی سے جھوٹ بولنے میں نہ عار محسوس کرتے ہیں نہ کسی قسم کی جھجھک۔ یہ جھوٹ اِس قدر تیزی کے ساتھ مسلم معاشرے میں اپنی جڑیں مضبوط کر رہا ہے کہ اب وہ لوگ جو باقاعدہ حلال و حرام کی تمیز کرتے ہیں، جائز و ناجائز پر نگاہیں رکھتے ہیں اور شریعت پر چلنے کا اہتمام کرتے ہیں، اُنھوں سے بھی جھوٹ کی بہت سی قسموں کو حرام و ناجائز ہونے سے خارج سمجھ لیا ہے؛ کیوں کہ اُن کے گمانِ باطل کے مطابق وہ چیزیں جھوٹ میں داخل ہی نہیں ہیں۔ اِس لیے ہر صاحبِ ایمان پر لازم و ضروری ہے کہ جھوٹ کی تمام صورتوں کو جانے، پہچانے اور پھر اُن سے بچنے کی کامیاب کوشش کرے۔ ورنہ بروزِ قیامت یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں مل سکے گا کہ ہمیں کچھ پتا نہ تھا، ہماری زبان سے لاعلمی میں جھوٹ صادر ہو گیا یا ہم سے نادانی میں جھوٹ سرزد ہو گیا۔

اب ذیل میں کذب بیانی [جھوٹ] کی وہ مروّجہ صورتیں بیان کی جا رہی ہیں جو بدقسمتی سے مسلم معاشرے میں اِس قدر رواج پا چکی ہیں کہ بالعموم لوگ اُنھیں غلط اور ناجائز نہیں سمجھتے، بلکہ فخریہ علی الاعلان سر انجام دیتے ہیں۔ حالاں کہ وہ ناجائز و حرام ہیں۔

جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ بنوانا:

جھوٹا میڈیکل سرٹیفکٹ بنانا یا بنوانا جھوٹ میں شامل ہے، لہٰذا جھوٹ کی دوسری صورتوں کی طرح یہ بھی ناجائز و حرام ہے۔ جھوٹے سرٹیفکٹ کے فاسد جراثیم مسلم معاشرے میں اِس طرح داخل ہو چکے ہیں کہ اچھے خاصے حاجی و نمازی صاحبان بھی اِس میں اِس طرح ملوث ہیں کہ اِس کے جھوٹ، غلط اور فراڈ ہونے کا تصور بھی اُن کے دماغ میں نہیں آتا۔ کمپنی سے بلا رخصت غائب ہونے والے ملازمین، اسکول و کالجز سے بلا اجازت غیر حاضر رہنے والے طلبہ و معلمین جھوٹا سرٹیفکٹ بنوا کر اپنی کمپنی یا کالج میں اِس لیے جمع کرتے ہیں کہ مواخذہ [پوچھ تاچھ] یا تنخواہ کٹنے سے بچ جائیں، یا پھر مزید چھٹیاں حاصل کرنے کے لیے اِسے بنوا کر بھجوا دیتے ہیں۔ بعض حضرات تو اپنے دوست و احباب سے ایسے جھوٹے سرٹیفکٹ بنوانے کا ذکر اِس انداز سے کرتے ہیں جیسے یہ کوئی معمولی بات ہو اور اس کے جواز میں کوئی شبہ نہ ہو، حالاں کہ اِس کا جھوٹ ہونا مسلَّمات میں سے ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اِس طرح کے فراڈ اور ایسی کذب بیانی سے بچنا چاہیے!

جھوٹی سفارش کرنا:

جھوٹی سفارش کرنا بھی جھوٹ کی مروجہ شکلوں میں سے ایک ناجائز شکل ہے۔ مگر صد افسوس! کہ اِسے بھی بہت سے مسلمانوں نے جھوٹ ہونے سے خارج کر دیا ہے۔ اِس روحانی مرض میں لوگوں کا ایسا ابتلاے عام ہے کہ الامان والحفیظ۔ جاہل تو جاہل اچھے خاصے پڑھے لکھے دین دار لوگ بھی اِس میں گرفتار نظر آتے ہیں۔ نوکری دلانے، اسکول یا مدرسے میں داخلہ کرانے، پاسپورٹ وغیرہ سرکاری کاغذات بنوانے اور زمین و جائداد کی خریداری کے لیے دھڑلّے سے جھوٹی سفارشیں کی جا رہی ہیں۔ لاعلمی میں کسی کی جھوٹی سفارش ہو

جائے تو خیر شرعاً جرم نہیں، مگر قصداً جان بوجھ کر جھوٹی سفارش کرنا یقیناً ناجائز و حرام ہے، شریعتِ اسلامیہ میں اِس کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ ایسے لوگوں کو خدا کا خوف کرنا چاہیے اور آخرت کے سخت محاسبہ سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ ربُّ العزت قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ [سورۂ ق، آیت نمبر ۱۸ :]

ترجمہ: وہ جو بات بھی کرتا ہے اس کو لکھنے کے لیے اس کا محافظ فرشتہ منتظر رہتا ہے۔ مفہومِ آیت: تمہاری زبان سے نکلنے والا ہر لفظ تمہارے نامۂ اعمال میں رکارڈ ہو رہا ہے۔ لہٰذا ہم سب کو اِس خوش نما جھوٹ سے بھی لازماً پرہیز کرنا چاہیے!

مذاق میں جھوٹ بولنا:

مذاق وتفریح میں بولا جانے والا جھوٹ بھی جھوٹ ہی ہوتا ہے، مگر بہت سے مسلمان مذاق میں جھوٹ بولنے کو برا نہیں سمجھتے، بلکہ بعض نادان تو اسے اپنا حق سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تفریح میں بھی زبان سے جھوٹ نکالنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ چنانچہ آقائے دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: وَيْلٌ لِّلَّذِيْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ۔ [السنن لابی داؤد، کتاب الادب، باب التشدید فی الکذب، رقم الحدیث ۴۹۹۲ :]

ترجمہ: جو شخص جھوٹ بول کر لوگوں کو ہنسائے اُس پر افسوس ہے، افسوس ہے، افسوس ہے ۔ یہ ترجمہ میں نے بڑی احتیاط سے کیا ہے ۔ ورنہ سخت لب و لہجہ میں اس کا ترجمہ کیا جائے تو یوں ہوگا ”تباہی و بربادی یا دردناک عذاب ہے اُس کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے کذب بیانی سے کام لے“ ایسا بھی نہیں کہ مذہبِ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو تفریح و مذاق سے یکسر محروم کر رکھا ہے، بلکہ اس نے تفریحِ طبع کے لیے پاکیزہ اور صاف ستھرے مذاق کی اجازت دی ہے۔

ہمارے نبی آقائے دو عالم ﷺ نے بھی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے خوش طبعی اور مذاق کی باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ کتبِ احادیث میں کثیر روایتیں موجود ہیں، لیکن آپ ﷺ نے مذاق میں بھی کبھی کذب بیانی سے کام نہیں لیا، بلکہ ہمیشہ آپ کی زبانِ اقدس سے حق ہی جاری ہوا۔

شمائلِ ترمذی کے اندر یہ روایت موجود ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں ایک خاتون نے آکر عرض کیا: حضور! دعا فرمادیں کہ اللہ عزوجل مجھے جنت میں پہنچا دے! حضور ﷺ نے [ازراہِ مزاح] فرمایا: کوئی بھی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی ۔ یہ سن وہ بوڑھی خاتون زار و قطار رونے لگیں۔ حضور ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ کوئی عورت اِس حالت میں جنت میں نہیں جائے گی کہ وہ بوڑھی ہو، بلکہ جوان ہو کر جائے گی۔ [شمائل الترمذی، باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ]

آپ غور فرمائیں کہ: آقا ﷺ نے مذاق میں کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جو خلافِ واقعہ ہو۔ حضور ﷺ کی پر لطف مذاق کی ایسی متعدد روایتیں موجود ہیں۔

شمائلِ ترمذی کی یہ روایت بھی دیکھیں! کہ: ایک دیہاتی صحابی آپ ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں آکر عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ! مجھے ایک اونٹنی عنایت فرما دیجیے! اُن کی فریاد سن کر حضور ﷺ نے [ازراہ مذاق] ارشاد فرمایا: ہم تمھیں ایک اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ اُنھوں نے کہا: حضور! مجھے سواری کا جانور چاہیے! اونٹنی کا بچہ میرے کس کام کا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ارے [نادان] تمھیں جو دیا جائے گا وہ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوگا۔ [شمائل الترمذی، باب ماجاء فی مزاح النبی ﷺ]

لہٰذا ہمیں اپنی زبان سنبھال کر استعمال کرنی چاہیے، بطورِ تفریح و مذاق کہی جانے والی باتیں بھی فحش و عریانیت اور کذب بیانی سے پاک ہونی چاہئیں اور مذاق کے معاملات میں بھی اپنے حبیب، کائنات کی طبیب حضور سرورِ عالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرنا چاہیے!

بچوں سے جھوٹ بولنا کیسا؟ :

بعض والدین اپنے بچوں کو بہلانے یا ٹرخانے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں، مثلاً چاکلیٹ یا کھلونا دلانے کا یا باہر لے جانے کا جھوٹا وعدہ کرتے ہیں اور اُس وقت اُن کے حاشیۂ

ذہن میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ اُنھوں نے جھوٹ بول کر اپنے نامۂ اعمال میں ایک گناہ کا اضافہ کرلیا ہے۔صحابۂ رسول حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ :

دَعَتْنِیْ اُمِّیْ یَوْماً وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَاعِدٌ فِیْ بَیْتِنَا فَقَالَتْ ھَا تَعَالَ اُعْطِكَ ، فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَمَا اَرَدْتِ اَنْ تُعْطِیْهِ، قَالَتْ :اُعْطِیْهِ تَمْرًا، فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَمَا اِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِیْهِ شَیْئًا کُتِبَتْ عَلَیْكِ کِذْبَةٌ۔[السنن لابی داؤد، کتاب الادب، باب التشدید فی الکذب، رقم الحدیث ۴۹۹۳ :]

ترجمہ :ایک دن میری ماں نے مجھے بلایا اور کہا: اِدھر آ! میں تجھے کچھ دوں گی ۔اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے غریب خانہ پر جلوہ بار تھے ۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے میری ماں سے فرمایا: تونے اِسے کیا دینے کا ارادہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: میں اِسے کھجور دوں گی ۔ یہ سن حضور ﷺ نے ماں سے فرمایا: اگر تو اِسے کچھ نہ دیتی تو تیرے نامۂ اعمال میں ایک گناہ لکھا جاتا۔

اِس حدیثِ پاک سے ہمیں یہ سبق ملا کہ والدین پر واجب ہے کہ محض بہلانے کے لیے اپنے بچوں سے جھوٹ نہ بولیں، اُن سے وعدہ خلافی نہ کریں، بلکہ اُن سے ہمیشہ سچ بولیں، تاکہ بچوں کی دلوں میں سچائی سے الفت ومحبت اور کذب بیانی سے نفرت و بیزاری پیدا ہو ۔ آج مسلم معاشرے میں پروان چڑھنے والے بہت سے بچوں کے سینوں سے جھوٹ کی برائی اِس لیے نکل چکی ہے کہ اُن کی پرورش جھوٹ اور وعدہ خلافی جیسے گندے ماحول میں ہوئی ہے ۔اگر بچوں کو امانت و صداقت کا پیکر بنانا ہے تو گھروں میں دینی ماحول بپا کرنا ہوگا۔

جھوٹے کیریکٹر سرٹیفکٹ کی حیثیت:

آج کل جھوٹا کیریکٹر سرٹیفکٹ بنانے یا بنوانے کا بھی کافی رواج ہو چکا ہے ۔عوام تو خیر عوام ہے بہت سے خواص کہلوانے بھی اِس مرض میں مبتلا ہیں ۔شاید ہی کسی کے دل و دماغ میں اِس کی حرمت کا خیال آتا ہو ۔حالاں کہ جھوٹا سرٹیفکٹ حاصل کرنا یا دوسروں کے لیے جاری کرنا ''کذب و دغا بازی'' کے زمرے میں آنے کی وجہ سے نا جائز ہے ۔کیوں کہ اِس طرح کے سرٹیفکٹ کو جاری کرنے والا کذب بیانی کرتے ہوئے اُس میں یہ لکھتا ہے کہ: مثلاً میں اِنھیں پانچ سال سے جانتا ہوں ، اِنھیں پانچ سال کا تجربہ ہے ، اِن کا اخلاق و کردار بہت اچھا ہے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔تعجب و افسوس اُس وقت زیادہ ہوتا ہے جب مدارسِ اسلامیہ میں داخلہ لینے یا تقرری کرانے کے لیے پڑھے لکھے لوگ اِس قسم کا فراڈ کرتے نظر آتے ہیں ۔ بلکہ بعض نادان تو اِس قسم کی حرکت کو نہ صرف یہ کہ درست بلکہ کارِثواب سمجھتے ہیں ۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم ۔

ایسے لوگوں کو سمجھنا چاہیے! کہ سرٹیفکٹ جاری کرنا یا اس پر دست خط کرنا ایک قسم کی گواہی ہے،سرٹیفکٹ یا تصدیق نامہ جاری کرنے والا دراصل ''گواہ'' ہوتا ہے ۔کسی کے بارے میں گواہی اُس وقت تک نہیں دی جاسکتی جب تک اس کے بارے میں یقین سے معلوم نہ ہو ۔اور یہ ایسی معروف ومشہور بات ہے جسے ہر پڑھا لکھا شخص جانتا ہے،لہٰذا بغیر علم کے کسی کے کیریکٹر و کردار کی گواہی دینا درست نہیں ہے ۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ عمل ''گناہِ کبیرہ'' ہے ۔کیوں کہ حدیثِ پاک میں ''شہادۃ زُور'' یعنی جھوٹی گواہی کو نہ صرف بڑے گناہوں میں شمار کیا گیا ہے بلکہ آقائے دوعالم ﷺ نے اِسے شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے ۔ چنانچہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ :

کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ :اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَآئِرِ۔ ثَلَاثاً ۔اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰہِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَ شَھَادَةُ الزُّوْرِ اَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ۔ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَهٗ سَکَتَ۔[الصحیح للامام مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر واکبرھا۔رقم الحدیث ۲۶۹ :]

ترجمہ: ہم غلامانِ مصطفی اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ تبھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمھیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتا دوں ۔

حضور ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات بولنا۔آقائے کریم ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، جب ''جھوٹی گواہی'' کا ذکر آیا تو آپ وﷺ بالکل سیدھے بیٹھ گیے اور بار بار''شھادۃ الزور'' کے الفاظ دہراتے رہے، یہاں تک کہ ہماری تمنا ہوئی کہ حضور ﷺ خاموش ہوجائیں۔

جھوٹی گواہی کی شناعت وخباثت کا اندازہ اس بات لگائیں کہ آقائے دوعالم ﷺ نے صرف یہی نہیں کہ گناہِ کبیرہ شمار کراتے وقت اِس کا ذکر''شرک'' کے ساتھ کیا، بلکہ اِس کے ذکر کے وقت سیدھے بیٹھ کر اس کی شدتِ حرمت پر تنبیہ بھی فرمائی۔

دراصل اِس حدیثِ پاک میں آقائے دوعالم ﷺ نے سنتِ اِلٰہیہ پر عمل کیا ہے؛ کیوں کہ خود پروردگارِ عالَم نے جھوٹی گواہی کو شرکِ اکبر اور بت پرستی کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے اور اپنے بندوں کو اِن دونوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، فرماتا ہے:

فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ۔

[سورۃ الحج، رقم الآیت ۳۰]

ترجمہ: اے میرے بندو! تم بت پرستی کی غلاظت اور ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی بچو!

اِس آیتِ کریمہ اور حدیثِ نبوی سے اُنھیں عبرت حاصل کرنی چاہیے جو جھوٹے تصدیق نامے اور کیریکٹر سرٹیفکٹ بناتے یا بنواتے پھر رہے ہیں اور اللہ کے بندوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ غور کرنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ جھوٹی گواہی دینا جھوٹ بولنے سے زیادہ نقصان دِہ اور خطرناک ہے، اس لیے کہ جھوٹی گواہی میں ''کذب بیانی'' کے ساتھ دوسروں کو''گمراہ کرنے'' کے عناصر بھی پائے جاتے ہیں، کیوں کہ جھوٹا سرٹیفکٹ جس کے پاس پہنچے گا بادی النظر میں وہ یہی سمجھے گا کہ یہ صاحب بڑے نیک ہیں اور پھر اس پر بھروسہ کرکے اس کے ساتھ معاملات کرے گا، جس کے نتیجے میں اُسے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔لہٰذا جھوٹے تصدیق نامے بنانے اور بنوانے سے پرہیز کرنا لازم وضروری ہے۔

بلاتحقیق کسی مدرسے کی تصدیق کرنا:

بعض لوگ علما یا اربابِ اقتدار یا کسی صاحبِ رسوخ کے پاس آکر اپنے ادارے کے کاغذات دکھا کر''تصدیق نامہ'' لکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور تصدیق کرنے والا بلا تحقیق وتفتیش اپنے لیٹر پیڈ پر یہ لکھ دیتا ہے کہ''میں اِس ادارے کو جانتا ہوں، یہاں شاندار دینی تعلیم ہوتی ہے، دارالاقامہ میں کافی تعداد میں طلبہ بھی رہتے ہیں، نظم ونسق ماشاءاللہ کافی بہتر چل رہا ہے، آپ حضرات ادارے کی تعمیر وترقی کے لیے تعاون فرمائیں'' حالاں کہ تصدیق کرانے والوں میں بہت سے حضرات اعلیٰ درجے کے مکار اور فراڈی ہوتے ہیں، محض اپنی چالاکی اور چرب زبانی سے لوگوں سے اپنے فرضی مدرسوں کے لیے تصدیق نامے حاصل کر لیتے ہیں اور پھر دھڑلّے سے چندہ کرتے اور خوب دادِ عیش دیتے ہیں۔ اِس لیے بلا تحقیق ومعلومات کے کسی بھی نامعلوم شخص کے کہنے پر تصدیق نامہ دینے سے گریز کیا جاے، کیوں کہ یہ بھی جھوٹی گواہی دینے کی زمرے میں داخل ہونے کے سبب ممنوع ہے۔

خودساختہ مولانا یا مفتی بننا کیسا؟:

بعض لوگ عالم یا مفتی نہیں ہوتے یعنی باضابطہ کسی ادارے کے فارغ التحصیل نہیں ہوتے، مگر بڑے ناز وفخر سے خود کو عالم، مولانا یا مفتی کہلواتے ہیں، بلکہ اگر اُن کے نام کے آگے اِس قسم کے القاب وآداب مذکور نہ ہوں تو بڑی برہمی کا اظہار کرتے ہیں۔ایسے حضرات بھی کذب بیان کے جرم میں مبتلا ہیں۔بعض شہروں میں مثلاً ممبئی میں القاب وآداب کی ایسی درگت بنی ہوئی ہے کہ الامان والحفیظ۔ یہاں ہر عالمانہ وضع قطع رکھنے والا کسی جید عالم یا تجربہ کار مفتی سے کم نہیں ہے، بلکہ اب حالات یہ ہیں کہ جسے بھی عالم، فاضل یا مفت کا مفتی بننا ہوتا ہے وہ بڑے شہروں کو رخ کرلیتا ہے۔بعض پوسٹروں میں تو صرف

مفتیانِ کرام اور مفکرانِ عظام ہی جلوہ بار نظر آتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ بعض نا ہنجار قسم کے لوگ اپنے جلسوں کی جھوٹی شان پڑھانے کے لیے بعض حفاظ و قراء بلکہ بعض طلبہ کو بھی بھاری بھرکم القاب سے نوازدیتے ہیں۔

یہ تمام صورتیں کذب بیانی کے زمرے میں شامل ہیں، لہٰذا ناجائز ہیں۔ بعض حضرات اپنے بھولے پن کے سبب ہر ڈاڑھی ٹوپے اور ہر جبے قبے والے کو عالمِ دین سمجھ لیتے ہیں بلکہ انھیں ''عالم یا مفتی صاحب'' کہہ کر پکارتے بھی ہیں۔ ایسے لوگوں کی اصلاح کی جائے اور بتایا جائے کہ اسلامی وضع رکھنے والا ہر شخص مفتی نہیں ہوتا۔ بلکہ جس غیرِ عالم کو عالم کہہ کر پکارا جائے، اُس کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ فوراً پکارنے والی کی اصلاح کرے اور آئندہ اِس قسم کے القاب کے ساتھ پکارنے سے گریز کرنے کی تلقین کرے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اِس قسم کی برائیاں دم توڑ دیں گی۔

عیب دار کو بے عیب اور نقلی کو اصلی بتانا کیسا؟:

بازار و مارکیٹ میں ہر قسم کی چیزیں بیچی جاتی ہیں، بعض چیزیں عیب دار اور بعض بے عیب ہوتی ہیں، اِسی طرح بعض چیزیں اصلی جب کہ بعض چیزیں نقلی ہوا کرتی ہیں، مگر ہوتا یہ ہے کہ ہر تاجر اپنے مال کو اچھا اور ہر دکان دار اپنے سامان کو بے عیب بتاتا ہے۔ یہ بھی دھوکہ، فریب اور کذب بیانی کے زمرے میں آنے کی وجہ سے حرام و ناجائز ہے، بلکہ اِس کا غلط اور فراڈ ہونا ایسا واضح ہے کہ خود بیچنے والوں کو بھی اس کا اعتراف ہوتا ہے۔ لہٰذا دکان دار پر واجب و ضروری ہے کہ گاہک سے جھوٹ نہ بولے، بلکہ اُسے حقیقتِ حال سے آگاہ کرے۔ ہاں اگر کسی مال کا نقلی ہونا یا کسی سامان کا عیب دار ہونا گاہک کو معلوم ہے تو اب اسے بتانے کی حاجت نہیں۔ یہ ایسا ابتلاے عام ہے کہ شاید ہی کوئی تاجر یا دکان دار اِس سے محفوظ و مامون ہو۔

دیکھیے! یہ ہمارے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے امام، حضرت سیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جو کہ بہت بڑے فقیہ و محدث اور جلیل القدر تابعی ہونے کے ساتھ ایک بہت بڑے تاجر بھی تھے۔ آپ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ مگر آپ کی دین داری ملاحظہ فرمائیں! کہ: ایک مرتبہ آپ کے پاس کپڑے کا ایسا تھان آیا جس میں کوئی عیب تھا۔ آپ نے دکان پر کام کرنے والے ملازموں کو حکم دیا کہ گاہک کو بتا دیا جائے کہ اِس کپڑے میں فلاں عیب ہے۔ چند دنوں کے بعد اُس ملازم نے بغیر عیب بتائے اُس کپڑے کو بیچ دیا۔ جب منافع کی رقم سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کو دی تو آپ نے پوچھا کہ تم نے اُس گاہک کو عیب بتا دیا تھا؟ ملازم نے کہا: حضور! میں بھول گیا تھا۔ یہ سن کر آپ کو بڑا رنج لاحق ہوا، فوراً اُس گاہک کی تلاش و جستجو شروع کی اور پورے شہر میں اُسے ڈھنڈھوایا، جب وہ گاہک مل گیا تو آپ نے اُس سے کہا: آپ نے جو مال میری دکان سے خریدا ہے، وہ عیب دار ہے، آپ چاہیں تو اُسے واپس کر دیں اور قیمت لے لیں اور چاہیں تو اُسی عیب کے ساتھ اُسے رکھ لیں۔

بعض روایتوں میں آیا کہ تلاشِ بسیار کے باوجود جب آپ اُسے نہ پا سکے تو اُس تھان کی پوری رقم آپ نے راہِ خدا میں صدقہ کر دی۔ سبحان اللہ! یہ تھا ہمارے امام کا زہد و تقویٰ۔ آج ہم میں سے کوئی ہوتا تو شاید اُس ملازم کو شاباشی دیتا کہ تو نے عیب دار سامان بیچ کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، مگر ہمارے امام نے نقصان برداشت کر لینا تو گوارا کر لیا مگر یہ گوارا نہ کیا کہ کسی گاہک کو دھوکہ دیا جائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سب کچھ اِس لیے کیا کہ ہمارے نبی حضور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُبَيِّنْهُ لَمْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تَلْعَنُهُ۔ [السنن للامام ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب من باع عیبا ولم یبینہ، رقم الحدیث ٢٢٣٢ :]

ترجمہ: جو شخص عیب دار چیز بیچے اور اس عیب کے بارے میں وہ خریدار کو نہ بتائے [کہ اِس کے اندر یہ خرابی ہے] تو ایسا شخص مسلسل اللہ رب العزت کے غضب میں رہتا ہے اور اللہ کے فرشتے ایسے آدمی پر لگاتار لعنت بھیجتے رہتے ہیں بقیہ ص ١٠ ر پر

اخلاقِ حسنہ کی ضرورت واہمیت

از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری *

انسانی معاشرے ہمیشہ تعلیم وتربیت اور اخلاقِ حسنہ سے عروج اور استحکام حاصل کرتے رہے ہیں، معاشرے کا امن، خوشحالی اور استحکام کا راز، علم، عمل اور اچھے اخلاق ہی میں پوشیدہ ہے، اخلاقِ حسنہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو خلقِ عظیم کے اعلیٰ درجہ پر فائز فرمایا اور پھر قرآن کریم میں اعلان فرمایا، ارشاد فرمایا: ''اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ یعنی بے شک اے محبوب! آپ خلقِ عظیم پر فائز وقائم ہیں۔''

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت سعد بن ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ہمارے آقا رسول کریم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ جن کی تعریف قرآن مجید میں کی گئی ہے، وہ کیا ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں حیرت سے ان سے پوچھا:

''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے! انھوں نے عرض کیا کہ پڑھتا تو ہوں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سارا کا سارا قرآن حضور اکرم ﷺ کا خلق ہی تو ہے۔''

یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اخلاقِ حسنہ، خصائل حمیدہ، فضائل کریمہ اور انسان کی عادات شریفہ کا جو جوڑ کر، جز، گوشہ اور پہلو بیان کیا ہے، اگر تم ان ساری خوبیوں کے عملی پیکر اتم کو دیکھنا چاہو تو اس ذات کا نام نامی اسم گرامی حضرت محمد مصطفی ﷺ ہے، اللہ رب العزت کے بیان کردہ اخلاق حسنہ کو اگر تعلیمات کی شکل میں دیکھنا ہو تو اس وجود کا نام قرآن کریم ہے اور اللہ کے تعلیم کردہ اخلاق اور خصائل حمیدہ کو اگر ایک انسانی پیکر اور شخصی ماڈل کی صورت میں دیکھنا چاہو تو اس کا نام نامی حضرت محمد مصطفی ﷺ ہے، خود حضور اکرم ﷺ نے بھی اخلاق حسنہ کی ترویج وفروغ کو اپنی منصبی ذمہ داری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''مجھے مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

یعنی میری بعثت اس لیے ہوئی ہے کہ میں کائناتِ انسانی میں اخلاق حسنہ کے فضائل کو کمال اور عروج پر پہنچادوں، اخلاق حسنہ، انسان کی خوبیوں اور اعلیٰ فضائل وخصائل میں سے ایک ایسا اعلیٰ مرتبہ، اعلیٰ رویہ، اعلیٰ طرزِ فکر اور ایک ایسا طرزِ عمل ہے جو دنیا کے تمام انسانی معاشروں میں بغیر انقطاع قائم ودائم رہا اور اسی پر ہمیشہ سب کا عمل رہا ہے، ہر دور میں اخلاق حسنہ کی نہ صرف پذیرائی ہوئی بلکہ ہر دور کا انسان اخلاق حسنہ کی عظمت سے متاثر ہوتے ہوئے اس کا معترف بھی رہا ہے، اب جوں جوں انسانی معاشرے، انسانی عقل، ادراک، نظریات اور تصورات ترقی کرتے جارہے ہیں، اسی طرح معاشرے کی ارتقاء پذیری کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار بھی بلند ہوتی جا رہی ہے، بلاشک وشبہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت جہاں توحید، رسالت اور آخرت کی بنیادی تعلیمات پر مشتمل تھی، وہیں ہر پیغمبر کی دعوت کا مرکزی نقطۂ اخلاق حسنہ بھی تھا، ہر پیغمبر کی اپنی شخصیت اور اسوۂ مبارکہ کا مرکز ومحور اخلاق حسنہ اور اعلیٰ اخلاقی اقدار رہی تھے، جن سے انسانیت کو حسنِ کامل اور اپنے مراتب میں بلندی ملتی رہی اور حضور اکرم ﷺ نے اسے بام عرج پر پہنچایا۔

حضور اکرم ﷺ نے انسانیت کو اخلاق حسنہ کے ہزار ہا گوشوں کی تعلیم دی، انہیں اپنی عملی زندگی میں سمویا اور ان کے ذریعے اپنے اسوۂ حسنہ اور شخصیت کو فکری، علمی اور عملی طور پر انسانیت کے سامنے پیش فرمایا، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ اخلاقِ حسنہ کا نمونۂ کامل اور پیکر اتم بن کر

کائنات خِلق اور اُفق انسانیت پر ظہور پذیر ہوئے اور اپنے اخلاق حسنہ سے تاریک دلوں کو منور و تاباں فرما دیا۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے اخلاق حسنہ سے انسانیت کو حلم، بردباری، تحمل، عفو و درگزر اور صبر و استقلال کی تعلیم دی، جس سے انفرادی و اجتماعی سطح پر معاشرہ میں تحمل و برداشت جنم لیتا ہے، اسی تحمل و برداشت کے ذریعے معاشرہ کے اندر اعتدال و توازن آتا ہے، یہی رویہ انسانوں اور معاشروں کو پُرامن بناتا اور انتہا پسندی اور دہشت گردی سے روکتا ہے، جس معاشرے میں تحمل اور برداشت کا جوہر ہو، ایسا معاشرہ ہی انسانیت کے لیے خیر اور فلاح کا باعث بن سکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ میں سب سے اعلیٰ ترین پہلو ایک طرف تحمل، عفو و درگزر اختیار کرنا تھا اور دوسری طرف ناپسندیدہ اور شدید مصائب و آلام کے حالات میں صبر و استقامت اختیار کرنا تھا، اللہ کریم نے حضور اکرم ﷺ کو یہ آداب و اخلاق خود سکھائے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

"اے حبیب! آپ درگزر فرمانا اختیار کریں اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں۔"

یعنی اگر بداخلاق اور ناروا سلوک کرنے والے لوگ آپ سے زیادتی کریں تو آپ ان سے کنارہ کر لیں، روایات میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے جبریل امین سے کہا کہ اس میں اللہ کی کیا منشاء ہے؟ اس پر حضرت جبریل نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں خود کچھ نہیں کہہ سکتا جب تک میں پیغام بھیجنے والے سے اس کا معنی دریافت نہ کر لوں، چنانچہ حضرت جبریل، اللہ سے اس آیت کا معنی پوچھ کر آئے اور عرض کیا کہ:

"یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اس آیت کے ذریعے آپ سے فرماتا ہے کہ آپ اس شخص کو جو آپ پر زیادتی کرے، معاف فرما دیں اور جو شخص آپ کو محروم رکھے، آپ اس کو عطا فرمائیں اور جو شخص آپ سے رشتہ منقطع کرے، آپ اس سے صلہ رحمی فرمائیں۔"

چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ مظالم اور مصائب پر صبر فرماتے، خاموش رہتے اور ظلم کرنے والوں کے لیے بددعا بھی نہیں کرتے بلکہ ان کی ہدایت کی دعا فرماتے رہے، وہ لوگ جو آپ کی جان کے درپے تھے، ان کو ان سارے مظالم کے باوجود یہ کہہ کر دعا دیتے رہے کہ باری تعالیٰ یہ میری قوم ہے، ان کو معاف کر دے، ان کو ہدایت عطا فرما دے اور پھر ان کی طرف سے معذرت کے اظہار کے بغیر از خود اللہ کے حضور عرض کرتے کہ باری تعالیٰ انہیں اس لیے معاف کر دے کہ یہ مجھے پہچانتے نہیں ہیں، یہ مغالطے، بدگمانی اور بدعقیدگی میں مبتلا ہیں، اس لیے بدزبان و بدعمل اور بدعقیدہ ہیں، اگر مجھے پہچانتے تو ایسا نہ کرتے۔

اللہ اکبر! ایسا اخلاق حسنہ انسانی تاریخ میں کسی کا ہوا ہے اور نہ ہوگا کہ کوئی اپنے دشمنوں سے بدلا لینا تو کجا، ان کے لیے دعا خیر کرتا ہو، حضور اکرم ﷺ کے درگزر اور اعلیٰ اخلاق حسنہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہی لوگوں کی نسلوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اسلام کے لیے اپنی جانیں تک قربان کرنے لگے۔

حضور اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ اور اسوۂ مصطفیٰ ﷺ کا یہ حسین پہلو دلوں میں بسانے کے لائق ہے! اگر ہم اپنے گھر بار، بیوی بچوں، دفتر و کاروبار وغیرہ ہر جگہ اور ہر مقام پر اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لیں تو سخت سے سخت انسان کو زیر کیا جا سکتا ہے، ہمیں آج اس امر پر غور کرنا ہوگا کہ ہمارے آقا و مولیٰ کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ کیا تھا، ان کا اخلاق حسنہ، ان کی سیرت، ان کا طرزِ عمل، ان کا طرزِ معاشرت اور لوگوں سے رویہ کیا اور کیسا تھا، بحیثیت اُمتی ہمیں یہ کوشش کرنا ہوگی کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے طرزِ عمل اور اخلاق حسنہ کا یہ عکس اپنی زندگیوں میں پیدا کر سکیں، یاد رکھیں اگر اس کا ہلکا سا عکس بھی ہماری زندگیوں میں آجائے تو ہماری زندگی سے شر کا خاتمہ ہو کر خیر کے چشمے پھوٹ پڑیں گے، پریشانیاں راحت میں بدل جائیں گی اور آسودہ حالی خوشحالی میں تبدیل ہو جائے گی، مولیٰ تعالیٰ ہمیں اخلاق حسنہ کا پیکر اور متبع سنت بنائے، آمین۔ ◆◆◆

اسلام میں زراعت اور کاشت کاری کا حکم

از: مولانا محمد طفیل احمد مصباحی*

زراعت یعنی کاشت کاری دراصل شجر کاری ہی کی ایک شکل ہے۔ شجر کاری کا اصل مقصد درختوں اور پودوں کے حصول کے ساتھ پھلوں، پھولوں کی افزائش اور ملک و ماحول کی تزئین و آرائش ہے، لیکن کاشت کاری کا مقصدِ وحید اناج، گندم، چاول اور دیگر سبزیوں کا حصول ہوا کرتا ہے، تا کہ انسان وحیوان کو زندہ رہنے کے لیے بنیادی غذا اور اناج فراہم ہو سکے۔ شجر کاری کے نتیجے میں حاصل ہونے والے محاصل و منافع پر انحصار کر کے اور صرف پھل فروٹ اور میوہ جات کھا کر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ پھل اور میوے اگر چہ توانائیوں سے بھر پور غذائیں ہیں اور انسان کو ان کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن زندگی گذارنے کے لیے صرف یہی نا کافی ہیں۔

ہماری اصل غذائیں اناج، گندم، چاول اور سبزیاں ہیں، جنہیں ہم اپنی روزمرہ زندگی میں استعمال کرتے ہیں اور انہیں کھا کر زندہ رہتے ہیں اور یہ چیزیں ہمیں صرف اور صرف (زراعت) کاشت کاری کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔ گویا شجر کاری کی حیثیت ضمنی اور کاشت کاری کی حیثیت اصلی اور بنیادی ہے، قرآن و حدیث میں شجر کاری کے ساتھ کاشت کاری کا بھی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں اپنی جن نعمتوں کا ذکر کر کے بندوں پر احسان جتایا ہے، زراعت ان میں سے ایک ہے، ارشاد ربّانی ہے:

"فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ (۲۴) أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (۲۵) ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (۲۶) فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا (۲۷) وَعِنَبًا وَقَضْبًا (۲۸) وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا (۲۹) وَحَدَائِقَ غُلْبًا (۳۰) وَفَاكِهَةً وَأَبًّا (۳۱) مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (۳۲) یعنی و انسان اپنی غذا کی طرف دیکھے، ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں، پھر اس کی سطح چاک کرتے ہیں اور اس میں طرح طرح کی فصلیں اُگاتے ہیں، اناج کے دانے، انگور کی بیلیں، سبز ترکاری (سبزیاں) زیتون، کھجور کے خوشے، درختوں کے جھنڈ، قسم قسم کے میوے، نوع بنوع چارے (جانوروں کے لیے) اور یہ سب (یعنی یہ ساری نعمتیں) تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لیے ہیں۔"

(القرآن، سورۂ عبس؛ آیت ۲۴–۳۲)

قرآن کریم کی "سورۃ الاعلیٰ" آیت نمبر (۴) میں بھی زراعت کی طرف اشارا کیا گیا ہے، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"سبح اسم ربك الاعلىٰ، الذی خلق فسوىٰ، والذی قدر فهدىٰ، والذی اخرج المرعىٰ۔ یعنی اپنے بلند اور اعلیٰ رب کے نام کی پاکی بیان کرو، جس نے انسان کو احسن طریقے پر پیدا کیا، تقدیر کی تخلیق کی اور انسان کو ہدایت بخشی اور اس نے انسان اور جانور کے لیے چراگاہ (جائے غذا) پیدا کیا۔"

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرِ جلیل، حافظ الاحادیث حضرت علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"وقال قتادة :ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان اذا قراها، قال :سبحان ربی الاعلیٰ. وقوله: " الذی خلق فسوىٰ " ای :خلق الخليقة و سوّىٰ كل مخلوق فی احسن الهيئات وقوله :" الذی قدر فهدىٰ". قال مجاهد :هدى الانسان للشقاوة و السعادة وهدى الانعام لمراتعها ....وقوله :" والذی اخرج المرعىٰ " ای من جميع صنوف النباتات و الزروع۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۱۴/ص ۳۲۲/ مؤسسہ قرطبہ، بیروت)

*سابق مدیر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

آخر الذکر آیت: "والذی اخرج المرعیٰ" کی تفسیر کا مفہوم وترجمہ یہ ہے کہ اللہ نے انسان وحیوان کے فائدے کے لیے زمین سے ہر قسم کے نبات، سبزے اور کھیتیاں اگائیں۔

شجرکاری وکاشت کاری گویا لازم وملزوم ہیں، بخاری ومسلم کی حدیث میں جہاں شجرکاری کا حکم دیا گیا ہے، وہاں ساتھ میں کاشت کاری کا حکم بھی موجود ہے، گزشتہ صفحات میں شجرکاری کی فضیلت سے متعلق احادیث بیان ہو چکی ہیں، یہاں بخاری شریف سے زراعت اور کاشت کاری سے متعلق دو حدیث نقل کی جاتی ہے:

(۱) ما من مسلم یغرس غرسا او یزرع زرعا، فیاکل منه طیر او انسان او بهیمة الا کان له صدقة۔ یعنی جو کوئی مسلم کوئی پودا لگائے یا کھیتی کرے اور ان میں سے کوئی پرندہ، انسان یا جانور کھالے، وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔"

(بخاری شریف، کتاب المزارعة، حدیث ۲۳۲۰، دارالافکار الدولیہ، ریاض)

(۲) من کانت له ارض فلیزرعها او لیمنحها اخاه۔ یعنی جس کے پاس زمین ہو وہ اس میں کھیتی کرے یا پھر اپنے بھائی کو کھیتی کے لیے دے۔

(بخاری شریف، کتاب المزارعة، حدیث ۲۳۴۱، ریاض)

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے آخر الذکر حدیث جس باب کے تحت نقل فرمائی ہے، اس کا عنوان "باب ما کان من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم یواسی (یواصی) بعضهم بعضا فی الزراعة والثمرة" رکھا ہے، اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین ایک دوسرے کو زراعت اور کاشت کاری کی تلقین کیا کرتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں زمانۂ رسالت، دور صحابہ وتابعین اور سلطنت بنی امیہ و بنو عباس میں زراعت کی ایک مضبوط اور مستحکم روایت دیکھنے کو ملتی ہے۔

مذہب اسلام جو ایک کامل ومکمل دین ہے اور اس کے دستور میں زندگی و بندگی سے متعلق ہر قسم کی دفعات موجود ہیں، پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اس میں زراعت اور کاشت کاری کے بارے میں احکام وتفصیلات موجود نہ ہوں، حدیث وفقہ کی امہات کتب میں زراعت کے احکام واصول اور اس کی جزئیات تفصیل سے مرقوم ہیں، زراعت کی تاریخ بہت پرانی ہے، حضرت آدم وحضرت حوا علیہما السلام کو جنت میں حکم دیا گیا تھا ''ولا تقربا هذه الشجرة۔ یعنی اس درخت کے قریب نہ جانا'' لیکن جب وہ اس درخت کے قریب گئے اور اس سے پھل کھالیے تو بارگاہِ الٰہی سے دنیا میں نزول کرنے کا حکم صادر ہوا اور جب آپ روئے زمین پر تشریف لائے تو گزر بسر اور اپنی اولاد کی تعلیم کے لیے زراعت یعنی کاشت کاری یا بلفظ دیگر "کھیتی باڑی" کے کاموں میں لگ گئے، اس کے بعد زراعت کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے، وہ آج تک جاری ہے۔

بلا شبہ زراعت کی بڑی فضیلت و اہمیت ہے، اگر زراعت نہ کی جائے تو غلّہ کی پیداوار نہ ہو سکے اور انسان و حیوانات کا جینا دشوار ہو جائے، اسی لیے قرآن کریم میں زراعت کے ذکر کے ساتھ حدیث میں اس کا حکم آیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ۝ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ۔ یعنی بھلا بتاؤ تو جو بیج تم بوتے ہو تو اس سے کھیتی تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔''

(القرآن، سورۃ الواقعہ، پ ۲۷، آیت ۶۳-۶۴)

ایک جگہ اور ارشاد ہوتا ہے:

''وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ۔ یعنی ہم نے تمہیں زمین میں اختیار دیا اور تمہارے لیے اس میں سامانِ معیشت بنایا، مگر تم لوگ کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔''

(القرآن؛ سورۃ الاعراف، آیت ۱۰)

زمین سے منسوب معیشت میں زراعت سب سے پہلا طریقۂ معیشت ہے جو اللہ نے انسان کو عطا فرمایا ہے اور زمین اللہ ربّ العزت کا انسان پر ایک ایسا عطیہ ہے جس سے

بنی نوع انسان کے دو بنیادی اغراض وابستہ ہیں ،اوّل : کاشتکاری یا زراعت اور دوم: رہائش یا سکونت! شجرکاری اور بالخصوص اسلامی نظامِ زراعت کی وسعت و ہمہ گیری پر روشنی ڈالتے ہوئے جناب نصرت علی اثیر لکھتے ہیں:

''بعثتِ نبوی سے پہلے زراعت کمین کاروں اور غلاموں کا وظیفہء زندگی سمجھا جاتا تھا،تمام زمین دار اور جاگیر دار زرعی مشاغل سے گریز پا اور آزاد تھے،ان کی جاگیریں اور زمینیں غریب کاشت کاروں اور غلاموں کے حوالے تھیں،حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غریب کاشت کاروں کی جان کاہ محنت اور زمین داروں کے حقوق و فرائض کو پیش نظر رکھتے ہوئے دورِمدنی میں" نظامِ زراعت" میں مروّج مظالم کو ختم کر کے ایک" منصفانہ زرعی نظام" کی داغ بیل ڈالی۔

مملکتِ زمین ، مزارعت ، مساقات اور زرعی لگانوں میں انقلابی تبدیلیاں کیں، جس سے ہر طبقۂ فکر میں پیشۂ زراعت کی قدر و قیمت اور عظمت بایں طور اجاگر ہوئی کہ زراعت ہی افضل و اعلیٰ پیشہ سمجھا جانے لگا،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی" وادیِ جرف" میں کاشتکاری نے اس پیشہ کی عظمت میں چار چاند لگا دیئے۔قرآن حکیم میں زرعی مظاہر، خداوند قدوس کی قدرت کاملہ اور شانِ ربوبیت کے لیے بطورِ دلیل بیان کیے گئے ہیں، قرآن و حدیث کی تعلیمات نے" کاشت کاری" اور" شجرکاری" کے پیشے کو دین و دنیا کا سب سے اہم، منافع بخش اور باوقار کاروبار بنا دیا۔'' (اسلام کا قانون اراضی،صفحہ ۹۴ ،مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور)

زراعت یعنی کاشت کاری اور کھیتی باڑی کی اسی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر امام عبدالرحمن الجزری نے پیشۂ زراعت کو" فرضِ کفایہ" قرار دیا ہے، چناں چہ انہوں نے لکھا ہے:

''اما الزرع فی ذاته سواء کان مشارکة او لا ، فهو فرض کفایة یعنی زراعت، فرض کفایہ ہے، چاہے مشترک طور پر ہو یا انفرادی، کیوں کہ انسان اور حیوان سب اس کے محتاج ہیں۔'' (الفقہ علی المذاھب الاربعۃ،۳/ ۱۲،مطبوعہ بیروت)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''صنعت اور ملکی سیاست کے ساتھ زراعت بھی ضروری ہے، اگر لوگ زیادہ تعداد میں صنعت و سیاست میں مشغول ہو جائیں اور زراعت و گلّہ بانی میں کم مشغول ہوں تو ان کے احوال بگڑ جائیں گے اور امت مسلمہ حرج و ضرر میں مبتلا ہو جائے گی، فانهم ان کان اکثرهم مکتسبین بالصناعات و السیاسة البلدة والقلیل منهم مکتسبین بالرعی و والزراعة ، فسد حالهم فی الدنیا۔'' (حجۃ اللہ البالغہ،۲/ ۱۰۵،دارالجیل، بیروت)

حضرت آدم و حضرت ابراہیم علیہما السلام کے علاوہ خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زراعت اور کاشت کرنا ثابت ہے، ہمارے نبی علیہ السلام نے بعض دفع زراعت میں عملاً حصہ لیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تعلیم دی، اس حوالے چند احادیث ملاحظہ کریں:

''احدثك عن آدم انه کان حراثا۔یعنی میں تمہیں بتاتا ہوں کہ حضرت آدم کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔'' (المستدرک للحاکم،۲/ ۶۵۲؛حدیث ۴۱۶۵ ، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اسی مستدرک للحاکم کی حدیث ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کاشت کاری کیا کرتے تھے:

''واحدثکم عن ابراهیم انه کان عبدا زراعا۔'' (ایضاً؛حدیث ۴۱۶۵ :)

المحیط للسرخسی میں ہے:

''ازدرع رسول الله صلی الله علیه وسلم بالجرف ۔یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے" وادیِ جرف" میں زراعت فرمائی۔'' (المحیط للسرخسی،۲/ ۲۳)

السنن الکبریٰ للبیہقی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو خیبر کا علاقہ اس شرط پر زراعت اور کاشت کاری کے لیے دیا کہ وہ اس کی مجموعی فَصَل کا نصف حصّہ مسلمانوں کو دیں:

''عن النبی صلی الله علیه وسلم انه اعطی خیبر

الیھود علی ان یعملوھا و یزرعوھا ولھم شطر ما یخرج مخرج منھا۔" (السنن الکبریٰ للبیہقی، ۶/ ۱۹۱؛ حدیث: ۱۱۶۳۰؛ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

صحابۂ کرام میں بہترے افرادزراعت، کاشت کاری اور شجرکاری کے کام کیا کرتے تھے، سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ اوران کی شجر کاری وکاشت کاری کا ذکرملتا ہے، اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ ایک یہودی کے کھجور کے باغ میں کام کیا کرتے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شرط ومعاہدہ کے تحت اس یہودی کے باغ میں خود کھجور کے درخت لائے اور سلمان فارسی کو اس یہودی کی غلامی سے آزاد کرایا، حدیث پاک میں جو اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ زمین کی وسعتوں اور پہنائیوں میں رزق تلاش کریں، تو اس سے یہی زراعت اور کاشت کاری مراد ہے، کیوں کہ زمین کی پہنائیوں اور گہرائیوں میں اناج اور فصل کی شکل میں ہی انسان کو رزق میسر ہوتا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"اطلبوا الرزق من خبایا الارض۔"

(مجمع الزوائد، ۴/ ۶۳؛ دارالکتاب العربی؛ بیروت)

شیخ ابن باز نے زراعت اور شجرکاری کے حوالے سے بڑا عمدہ تجزیہ کیا ہے اور لکھا ہے:

" ینبغی للمؤمن أن تکون له همة عالیة وأن یستکثر من الخیرات والأعمال الصالحات، وأن لا یرغب بالأقل بل یجتهد فی الاستکثار من الخیرات ومسارعة إلی الطاعات؛ لأن ذلك یزید فی ثوابه وأجره ورفعة درجاته؛ فینبغی له الاستکثار من کل خیر؛ ولهذا بین النبی ﷺ للأمة هذا المعنی وأرشدهم إلی أسباب الخیر حتی لا یضعفوا ویکسلوا. ومن ذلك قوله ﷺ: ما من مسلم یغرس غرسًا أو یزرع زرعًا فتأکل منه دابة أو طیر أو إنسان إلا کان له صدقة. وفی اللفظ الآخر: فیرزأ بشیء أو یسرق منه شیء إلا کان له صدقة. فینبغی للمؤمن أن تکون له همة عالیة ونیة طیبة فی کل أعماله؛ زراعة، غراسة، سقی ماء أی شیء ینفع الناس تکون له فیه نیة صالحة یرجو فیها ثواب الله؛ کالزرع والغرس وإیجاد مصانع الماء للناس ومحل ورد للناس وتسهیل الطریق وإزالة الأذی من الطرق إلی غیر هذا من وجوه الخیر۔"

شجرکاری کے دنیاوی مصالح اور دینی منافع

اسلام دین فطرت ہے، اس کی تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں، اس کے قوانین و احکام اور ارشادات و فرامین میں بیشمار حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں، موجودہ سائنسی تحقیقات، اسلامی احکام وقوانین اوران کی تہوں میں پوشیدہ رموز و اسرار کو آئے دن دنیا کے سامنے پیش کررہی ہیں، جس کے نتیجے میں اہل مغرب اسلام کا بغور مطالعہ کرکے اس کی ابدی صداقتوں پر ایمان لانے کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام بھی ہورہے ہیں "علم مقاصدِ شریعت" باضابطہ ایک مستقل فن ہے، جس میں اسلامی تعلیمات کے مالہ وما علیہ اور شرعی احکام کی تفتیش کی جاتی ہے اور کسی بھی امر دینی اور حکم شرعی سے متعلق اس کے دنیوی مصالح اور اخروی منافع تلاش کیے جاتے ہیں۔

عصر حاضر کے مایۂ ناز عالم اور ماہر مقاصدِ شریعت جناب شیخ نورالدین الخادمی نے اس علم کی جامع ترین تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"المقاصد هی المعانی الملحوظة فی ا لأحکام الشرعیة و المترتبة علیها سواء أکانت تلك المعانی حکماجزئیة أم مصالح کلیة أم سِمات إجمالیة وهی تتجمع ضمن هدف واحد، هو تقریر عبودیة الله و مصلحة الإنسان فی الدارین۔ یعنی مقاصد شریعت سے مراد وہ اَہداف ہیں جو شرعی اَحکام میں ملحوظ رکھے گئے ہیں اور وہ بھی مراد ہیں جو اُن شرعی احکام پر

مرتب ہوتے ہیں، چاہے وہ اَہداف جزوی حکمتیں ہوں یا کلی یا محض اجمالی نشانیاں ہوں اور یہ سب اَہداف اپنے ضمن میں ایک ہی ہدف رکھتے ہیں اور وہ ہے: اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اظہار اور انسان کے لیے دنیا اور آخرت میں فائدہ مندی۔'' (الاجتہاد المقاصدی حجیتہ،ضوابطہ،مجالاتہ، ج ا/ص ۵۲)

فقہ و شریعت کا کوئی بھی مسئلہ (خواہ اس کا تعلق امر سے ہو یا نہی سے) اٹھا کر دیکھ لیجیے اور دقّت نظر کا ثبوت دیتے ہوئے اس میں غور وخوض کیجیے، ان شاء اللہ آپ کو اس کے دنیوی واخروی مصالح ومنافع ضرور نظر آئیں گے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، ان کے علاوہ دیگر جانی و مالی عبادات اور اسلامی احکام و معاملات میں مقاصدِ شریعت کی جلوہ سامانیاں آپ کو ہر جگہ نظر آئیں گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی مایۂ ناز تصنیف" حجۃ اللہ البالغۃ" اسی علم اسرارِ احکام یا علم مقاصدِ شریعت سے عوام وخواص کو آگاہ کرنے کے لیے لکھی ہے، جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء، روزے کا مقصد نفس کشی اور تقویٰ کا حصول، زکوٰۃ کا مقصد مال کی پاکیزگی، جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق، نکاح کا مقصد حرام کاری و زنا کاری سے بچتے ہوئے اولاد کا حصول اور نسل انسانی کی بقا (توالد و تناسل) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مقصد صالح معاشرے کی تشکیل، غرض کہ شریعت اسلامی میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں، جن سے" علم مقاصدِ شریعت" پر روشنی پڑتی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں اشجار، پودوں اور زراعت کی طرف جو اشارہ کیا ہے، اس کے پس منظر میں دینی و دنیاوی مقاصد کارفرما ہیں، یوں ہی اللہ کے محبوب، معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو شجر کاری و کاشت کاری کا حکم دینے کے ساتھ اس کا عملی ثبوت فراہم کر کے در اصل اس کے دنیاوی مصالح اور دینی فوائد کے راستے ہموار کیے ہیں۔

اللہ رب العزت نے" سورۂ عبس" میں آیت فلینظر الانسان الی طعامہ.......... سے انسانوں کو دعوت غور و فکر دی ہے کہ وہ اپنے اناج اور غذا کی طرف دیکھیں کہ کس طرح میں نے آسمان سے بادل بھیج کر زمین کو سیراب کیا، اس میں درخت اگائے اور انسان و حیوان کے فائدے کے لیے ان درختوں اور پودوں سے انواع و اقسام کے میوے، دانے، انگور زیتون، کھجور اور گھنے باغات پیدا کیے، ان چیزوں کے ذکر کے بعد آخر میں قرآن نے" متاعا لکم و لانعامکم " کے الفاظ استعمال کیے ہیں، جو در اصل ان کے دنیاوی مصالح کی طرف اشارا کرتے ہیں، تفسیر طبری میں ہے:

''وقوله (مَتاعا لَكُمْ) يقول :أنبتنا هذه الأشياء التي يأكلها بنو آدم متاعا لكم أيها الناس، ومنفعة تتمتعون بها، وتنتفعون، والتي يأكلها الأنعام لأنعامكم، وأصل الأنعام الإبل، ثم تستعمل فی کلّ راعية۔ یعنی اے لوگو! تمام ابن آدم جو یہ اناج اور میوے کھاتے ہیں، یہ سب میں نے تمہارے فائدے کے لیے پیدا کیے ہیں۔ ان غذاؤں سے تمہاری منفعت وابستہ ہے کہ تم ان سے اناج اور میوے کھاتے ہو اور تمہارے مویشی ان سے گھاس چرتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انعام کا اطلاق اصل میں اونٹ پر ہوتا تھا، لیکن اب ہر چوپائے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔'' (تفسیر طبری)

تفسیر ابن عباس و تفسیر معالم التنزیل موسوم بہ" تفسیر بغوی" میں مرقوم ہے:

'' متاعا لکم "منفعة لكم يعني الفاكهة" ولانعامکم یعنی العشب۔''

(تفسیر بغوی، ۸/ ۳۳۹؛ دار طیبہ، ریاض)

''(متاعالکم)منفعة الحبوب وغيرها،(ولانعامکم) الکلاء۔'' (تفسیر ابن عباس، ص ٦٣٦ :، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ محمد صالح ابن العثیمین" شجر کاری و کاشت کاری" کے دنیاوی مصالح اور دینی منافع پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”ففی ھذا الحدیث (مامن مسلم یغرس غرسا او یزرع زرعا) حث علی الغرس و الزرع ، وان الغرس والزرع فیہ الخیر الکثیر و فیہ مصلحۃ فی الدین و مصلحۃ فی الدنیا . واما مصلحۃ الدنیا : فما یحصل فیہ من انتاج و مصلحۃ الزرع و الغرس لیست کمصلحۃ الدراھم و النقود، لان الزرع و الغرس ینفع نفس الزارع والغارس وینفع البلد کلہ، کل الناس ینتفعون منہ بشراء الثمر ، وشراء الحب والاکل منہ ویکون فی ھذا نمو للمجتمع و کثرۃ لخیراتہ ، بخلاف الدراھم التی تودع فی الصنادیق ولا ینتفع بھا احد . اما المنافع الدینۃ :فانہ ان اکل منہ طیرۃ او عصفورۃ او حمامۃ او دجاجۃ او غیرھا ولو حبۃ واحدۃ، فان لہ صدقۃ ، سواء شاء ذالك او لم یشأ ، حتی لو فرض ان الانسان حین زرع او حین غرس لم یکن ببالہ ھذا الامر ، فانہ اذا اکل منہ صار لہ صدقۃ واعجب من ذالك لو سرق منہ سارق، کما لو جاء شخص وسرق منہ تمرا ، فان لصاحبہ فی ذالك اجر ۔ مع انہ لو علم بھذا السارق لرفعہ الی المحکمۃ ، ومع ذالك فان اللہ تعالیٰ یکتب لہ الی یوم القیامۃ.

کذالك ایضا اذا اکل من ھذا الزرع دواب الارض کان لھا صدقۃ . ففی ھذا الحدیث دلالۃ واضحۃ علی حثّ النبی علیہ الصلاۃ والسلام علی الزرع والغرس ، لما فیہ مصلحۃ الدینیۃ و المصالح الدنیویۃ . وفیہ دلیل علی کثرۃ طرق الخیر ، وان ما انتفع بہ الناس من الخیر ، فان لصاحبہ اجرا ولہ فیہ من الخیر ، سواء نوی او لم ینو .... وفی ھذا دلیل علی ان المصالح والمنافع اذا انتفع الناس بھا کانت خیرا لصاحبھا واجرا وان لم ینو ، فان نوی زاد خیرا علی خیر ، وآتاہ اللہ تعالیٰ من فضلہ اجرا عظیما . ۔(شرح ریاض الصالحین، جلد ۲ :؛ص ۱۹۶؛ ۱۹۵؛ مدار الوطن للنشر، ریاض)

یعنی زیرِ نظر حدیث (ما من مسلم یغرس غرسا و یزرع زرعا) میں شجر کاری و کاشت کاری کی ترغیب دی گئی ہے، جن میں بہت ساری برکتیں اور بے شمار دینی و دنیاوی مصالح پوشیدہ ہیں، دنیاوی منافع ومصالح یہ ہیں کہ زراعت اور کاشت کاری سے غلّہ اور میوے حاصل ہوتے ہیں ۔ان دونوں کی منفعت دراہم اور دیگر مالیہ کی طرح نہیں، بلکہ ان کی منفعت سے کھیتی کرنے والے اور پودے لگانے والے کے علاوہ پورا شہر مالا مال ہوتا ہے۔سارے لوگ ان کے پھل اور اناج بیچتے ہیں، انہیں کھاتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں ۔اس میں معاشرے کی فلاح وترقی اور بے شمار بھلائی ہے ۔ اس کے برعکس درہم و دینار اور روپے پیسے صندوقوں میں رہتے ہیں اور ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا تا پاتا۔ (یعنی کاشت کاری وشجر کاری کی طرح درہم ودینار کے فائدہ عام نہیں ہیں)

رہے دینی منافع ومصالح تو وہ یہ ہیں کہ اگر شجر کاری و کاشت کاری کے نتیجے میں حاصل ہونے والے پھل ، میوے اور اناج سے پرندے یا ٹڈّ ی، مرغی یا کبوتر وغیرہ کچھ کھالے، اگر چہ وہ ایک دانہ ہی کیوں نہ ہو، تو وہ مالک کے حق میں صدقہ ہوجاتا ہے، چاہے وہ صدقہ کا ارادہ کرے یا نہ کرے ۔اسی طرح اگر ایک شخص آئے اور کسی کے درخت سے کھجور چرا لے تو یہ کھجور لگانے والے اور درخت کے مالک کے حق میں صدقہ ہے، اگر چہ چور کی شناخت ہونے کے بعد کھجور کا مالک چور کو محکمۂ پولیس کے حوالے کر دے۔ علاوہ ازیں کچھ حصہ تلف ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھتا رہے گا، اسی طرح اگر اس کھیت سے مویشی اور چرند و پرند کچھ کھالیں تو یہ بھی فصل بونے والے اور مالکِ زمین کے حق میں

صدقہ ہے۔ تو اس حدیث میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے امت کو کاشت کرنے اور درخت لگانے کی ترغیب دی ہے، کیوں کہ ان میں بہت سارے دینی منافع اور دنیاوی مصالح موجود ہیں۔

اس کے علاوہ اس حدیث پاک میں طرقِ خیر کی کثرت کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں لوگ جس کارِ خیر سے فائدہ اٹھائیں تو اس کا سبب اور ذریعہ بننے والا بھی اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے، خواہ اس نے اس کام کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ نیز اس حدیث میں اس امر کی بھی دلیل ہے کہ کثیر مصالح ومنافع پر مشتمل جن چیزوں سے لوگ فائدہ اٹھائیں وہ اس کے عامل ومتسبّب (سبب بننے والا) کے حق میں بہتر ہے، اگرچہ اس نے اس کام میں بھلائی کی نیت نہ کی ہو اور اگر وہ نیّت بھی کر لے تو پھر اس کے حق میں خیر ہی خیر ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک اور آپ کے بعد دورِ صحابہ وتابعین میں مسلمانوں نے زراعت اور کھیتی باڑی کے پیشے کو کافی فروغ بخشا۔ سلطنتِ بنی امیہ و بنو عباس میں زراعت میں خوب خوب ترقی ہوئی۔ اسی طرح دیگر مسلم حکومتوں میں اسے پروان چڑھنے کا موقع ملا، خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایک حکیم عصر (ماہرِ ارضیات) کے پاس مکاتیب ارسال کیے کہ وہ اپنے شہروں اور علاقوں کی آب و ہوا اور موسمی کیفیات کے بارے میں اطلاع دیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح ونصرت عطا فرمائی ہے۔ ہم زمینوں کو آباد کرنا اور شہروں کو بسانا چاہتے ہیں۔" الخطط للمقریزی کی یہ عبارت ملاحظہ کریں:

”وقال المسعودی :لما فتح عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ البلاد علی المسلمین من العراق و الشام و مصر وغیر ذالك ، كتب الی حکیم من حکماء العصر :انا لناس عرب، قد فتح اللہ علینا البلاد و نرید ان نتبوأ الارض و نسکن البلاد و الامصار فصف لی المدن و اھویتھا و مساکنھا و ماتؤثر الترب والاھویة فی سکانھا۔“

(الخطط للمقریزی ۱/۱۵۰، بیروت)

علامہ سید محمد عبد الحی کتّانی فاسی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور کتاب" نظام الحکومۃ النبویۃ" میں شجر کاری اور کھیتی باڑی سے متعلق تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور اس بات پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ دین اسلام میں زراعت کی اہمیت اور صحابۂ کرام کا زراعت کے کاموں میں حد درجہ انہماک اور عملاً حصہ لینے کے باوجود شیخ خزاعی نے اپنی کتاب میں زراعت کے باب کو کیوں چھوڑ دیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ زراعت و غراست سے متعلق میرے اس تفصیلی کلام کا مقصد ان فرنگی علماء کی تردید ہے جو آج مذہب اسلام پر لعن طعن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو زراعت سے منع کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”انظر لم اغفل ھذہ الترجمة الخزاعی مع اھمیة الزراعة فی نظر الاسلام و كثرة اعتناء الصحابة ....وانما اطلت فی ھذہ الترجمة للرد علی من یشین الاسلام بکونه جاء ناھیا عن الزراعۃ“

(نظام الحکومۃ النبویۃ، ۲/۳۰، شرکۃ دار ابن ارقم، بیروت)

اسی طرح ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن الحبشی نے اپنی کتاب" البرکۃ فی فضل السعی والحرکۃ" میں زراعت اور باغبانی سے متعلق قیمتی مباحث اور پُر از معلومات باتیں سپردِ قرطاس فرمائی ہیں، موضوع سے متعلق ہم یہاں چند امور مذکورہ بالا کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔

البرکۃ فی فضل السعی والحرکۃ کے چند اقتباسات

کعب احبار کا قول ہے:

”اللہ تبارک وتعالیٰ نے ننانوے برکتیں نازل فرمائی ہیں، جن میں سے اٹھانوے برکتیں زراعت میں اور ایک تجارت میں رکھی ہے۔“

(البرکۃ فی فضل السعی والحرکۃ، ص ۱۹ : دار الکتاب العربی، بیروت)

حافظ اسماعیل بن محمد اصفہانی نے اپنی سندوں کے ساتھ "الترغیب والترھیب" میں حدیث نقل فرمائی ہے کہ اللہ کے رسول جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من احیا ارض میتة ثقة باللہ واحتسابا ، کان حقا علی اللہ تعالیٰ ان یعینہ وان یبارك فیہ. وھذا ندب عام الی الاحیاء ، وھو عمارة الأرض لما یریدہ من زراعة أو غراسة أو غیرھما۔"
(ایضاً،ص۲ : ۱/)

یعنی جو شخص اللہ عزوجل پر بھروسہ کرتے ہوئے اور حصول ثواب کی نیت سے مُردہ اور بنجر زمین کو آباد کرے گا ، اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا اور اس میں برکت عطا فرمائے گا۔ زمین کو آباد کرنے کا یہ حکم عام ہے، چاہے شجر کاری کے ذریعے ہو یا زراعت وکاشت کاری کے ذریعے یا پھر کسی اور طریقے سے۔"

علمائے کرام بیان فرماتے ہیں کہ قدرت و استطاعت کے باوجود کھیت اور اشجار کو پانی سے سیراب نہ کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ اس میں مال کا ضیاع ہے اور اضاعت مال سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ (ایضاً،ص۲۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھیت اور اس کی ہریالیوں کو پسند فرماتے، رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی حارثہ کے پاس تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ وہ ظہیر بن رافع کے کھیت میں کام کررہے تھے، اس وقت آپ نے فرمایا: ما احسن زرع ظھیر۔

مؤلف کتاب شیخ حبشی کہتے ہیں کہ یہ حضرت ظہیر بدری صحابہ میں سے تھے اور اہل مدینہ میں سب سے زیادہ کھیت کھلیان کے مالک تھے اور کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔
(ایضاً،ص۱۹)

"عن أنس رضی اللہ عنہ :سبع یوجر فیھن الرجل ماعمل بھن من بعدہ ، من بنی مسجدا فلہ اجرہ مادام احد یصلی فیہ ، ومن اجری نھرا فما دام یجری فیہ ماء یشرب منہ الناس کان لہ اجرہ ، ومن کتب مصحفا کان لہ اجرہ مادام یقرأ فیہ احد ، ومن استخرج عینا ینتفع بمائھا کان لہ اجرھا مابقیت ، ومن غرس غرسا کان لہ اجرہ فیما اکل الناس منہ والطیر ، ومن علّم علما کذالك، ومن ترك ولدا یستغفر لہ ویدعو لہ .

قال النواوی:اذا مات الغارس فلہ ثواب مستمر من حین غرس الی فناء المغروس وللوارث ایضا ثواب ما اکل من ثمرہ من غیر معاوضة مدة استحقاقہ۔" (البرکة فی فضل السعی والحرکة،صفحہ۱۰)

اس حدیث پاک میں صدقۂ جاریہ بننے والے ان اعمال حسنہ کا ذکر ہے، جو انسان کے مرنے کے بعد بھی کام آتے ہیں اور اس کو اس کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

وہ اعمال وافعال یہ ہیں:

(۱) مسجد تعمیر کرنا (۲) لوگوں کے فائدے کے لیے نہریں کھودوانا (۳) مصحف شریف لکھنا (٤) چشمہ جاری کروانا (٥) درخت اور پودے لگانا (٦) دوسروں کو تعلیم دینا اور علم سکھانا (۷) نیک صالح فرزند چھوڑ کر جانا جو اس کے حق میں دعائے مغفرت کرے۔

نوٹ: یہ حدیث پاک مسند للبزار، مجمع الزوائد للہیثمی اور جامع الصغیر للسیوطی میں بھی ہے لیکن "البرکة فی فضل السعی والحرکة" کے مصنف ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن الحبشی نے جس تفصیلی انداز سے یہ حدیث پیش کی ہے، وہ مذکورہ تینوں کتب احادیث میں نہیں ہے، غالباً انہوں نے کسی اور مجموعۂ حدیث سے اخذ کیا ہو۔

قرآن واحادیث اور آثار صحابہ سے کاشتکاری وشجرکاری کی اہمیت وفضیلت پر روشنی ڈالنے کے بعد شیخ حبشی آخر میں لکھتے ہیں :

"اعلم ان دلائل فضائل الزراعة اکثر من ان تحصر واشھر ان تذکر ۔ یعنی زراعت کے فضائل کے

دلائل شمار و بیان سے باہر ہیں۔"

شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن حبشی کے علاوہ علامہ سید عبد الحی کتّانی فاسی نے بھی تفصیل سے زراعت اور شجر کاری کے فضائل و دلائل ذکر کیے ہیں، چند اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

احکام القرآن للجصّاص میں آیت کریمہ: (وهو انشأكم من الارض واستعمركم) کے ذیل میں لکھا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے زمین کو آباد کر کے تمہاری مدد فرمائی، تاکہ تم اپنی حاجات وضروریات کی تکمیل کرسکو، یہ آیت اس بات پر صریح دلالت کرتی ہے کہ زراعت، شجر کاری اور عمارات وغیرہ تعمیر کر کے زمین کو آباد رکھنا واجب ہے۔

(نظام الحکومۃ النبویۃ، ۲/۳۱؛ شرکۃ دار الارقم، بیروت)

امام ابی الدنیا نے رسالہ "التوکل" میں، شیخ عسکری نے "الامثال" میں اور دینوری نے "المجالسۃ" میں معاویہ بن قرّہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ملاقات یمن کے کچھ لوگوں سے ہوئی، انہوں نے فرمایا: آپ لوگ کون ہیں؟ طائفۂ یمن نے جواب دیا: نحن متوکّلون یعنی ہم لوگ توکّل اختیار کرنے والے ہیں، حضرت عمر بولے کہ آپ لوگ غلط کہہ رہے ہیں: انما المتوکل رجل القیٰ حبّہ فی الارض و توکل علی اللہ یعنی متوکل وہ شخص ہے جس نے زمین میں دانا اور اناج ڈالا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ (ایضاً، ۲/۳۲)

مسند بن عبد العزیز میں ہے:

ابن شہاب نے کہا کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیز نے میرے پاس ایک مکتوب بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ میرے پاس سعد بن خالد بن عمرو آئے اور کہنے لگے کہ میں (حدیث کی صحت کے سلسلے میں) اس بات سے شدید مضطرب و متردّد ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے:

ما من رجل غرس یغرس غرسا الا اعطاہ اللہ من الاجر عدد الغرس و الثمر۔ یعنی جو شخص پودا لگائے، اللہ تعالیٰ اسے پودے (بیج) اور پھل کے برابر اجر عطا فرمائے گا۔

کیا یہ حدیث آپ نے سنی ہے؟ میں نے کہا: ہاں! یہ حدیث میں نے سنی ہے اور گواہ میں عطاء بن یزید کو پیش کیا۔ عطاء بن یزید نے حضرت ابوایوب سے اس حدیث کی سماعت کی ہے اور ابوایوب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

(ایضاً،ص۲ : /۳۲)

حضرت امام ابوداؤد نے علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرسلاً روایت کی ہے:

"احرثوا، فان الحرث مبارک۔ یعنی کھیتی باڑی کرو، کیوں کہ یہ بابرکت پیشہ ہے۔" (ایضاً؛ص۲ : /۳۳)

ابن حزم اندلسی کا قول ہے:

"جان لو کہ راحت، لذت، سلامت اور عزت و اجر، کسان اور کاشت کرنے والوں میں ہے۔" (ایضاً؛۲/۳۷)

"غرس معاویۃ رضی اللہ عنہ نخلا بمکۃ فی آخر خلافتہ۔

وفی کشف الظنون عن بعض العلماء: لو علم عباد اللہ رضاء اللہ فی احیاء ارضہ لم یبق فی وجہ الأرض موضع خراب۔" (نظام الحکومۃ النبویۃ، ۲/۳۷، بیروت)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری دورِ خلافت میں مکّہ شریف میں کثرت سے کھجور کے باغ لگائے، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے: اگر اللہ کے بندوں کو معلوم ہو جاتا کہ اللہ کی زمین آباد کرنے میں کتنا اجر وثواب ہے، تو روئے زمین کا کوئی حصہ بیکار اور غیر آباد نہ رہتا، شجر کاری کے دینی و دنیاوی مصالح پر گفتگو کرتے ہوئے دکتور احمد ھاشم، استاذ حدیث جامع ازھر، مصر لکھتے ہیں:

"یہ حدیث پاک (ما من مسلم یزرع زرعا) شجر کاری اور کھیتی باڑی کی اہمیت پر دلالت کرنے کے ساتھ خدائے پاک کی بارگاہ سے کھیتی کرنے اور پودے لگانے کو اجر و ثواب ملنے پر روشنی ڈالتی ہے، یہ عمل (کھیتی اور پیڑ پودے لگانے کا کام) بڑی اہمیت کا حامل اور بیش قیمت فوائد پر مشتمل ہے۔"

مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب بقیہ ص ۱۰/ پر

امتحان عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مسلمہ

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

ہندوستان کے پڑوس میں اسلام کے نام پر وجود پانے والا ملک ایک مدت سے یہود و نصاریٰ کی سازشوں کی زد پر ہے، نظام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نفاذ کی راہ میں مدتوں سے رکاوٹیں کھڑی کی گئیں، ایک مدت تک یہ ملک قادیانی فتنے سے نبرد آزما رہا، قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا اس لیے قادیانیت کی پشت پر انگریزی منصوبہ بندی تھی، جس کے زیر اثر نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی تدابیر کو عملی لبادہ زیب ہونے سے روکا گیا۔

ایک المیہ

تحفظ ختم نبوت کے لیے ہر دور میں مسلمانوں نے قربانیاں دی ہیں، پاکستان میں بھی یہی ہوا کہ پیہم سازشوں کے نتیجے میں اہم مناصب پر قادیانی کارندے فائز کروائے گئے، جنھوں نے اپنے اثر ورسوخ کا مکمل فائدہ اٹھایا، ۱۹۷۴ء کے تحفظ ناموس رسالت کے لیے تشکیل شدہ قانون کو ختم کرانے یا اس کی دفعات کو کم زور کرنے کے لیے اب تک مسلسل کوششیں ہوئیں، حتیٰ کہ قادیانی مفادات کی خاطر عاشقانِ رسول کو شہادت کی منزل سے سرفراز ہونا پڑا، سلمان تاثیر جیسے شاتم نے ناموسِ رسالت کی محافظت کے قانون کو کالا قانون سے تعبیر کیا اور جرأت بے جا کی، جس پر بجائے اس پر قانونی کارروائی کرنے کے، اس کا دفاع کیا گیا، نتیجے میں ایک مرد حق آگاہ غازی ممتاز قادری نے دیوانگی کا مظاہرہ کیا اور فرزانوں کو شکست دی، سلمان تاثیر کو وادی موت میں کیا پہنچایا کہ مغربی ممالک میں بھونچال آ گیا، اسلام کو تشدد سے منتسب کیا گیا، گستاخی کی تائید کی گئی، حکمران پاکستان نے مغربی آقاؤں کی خوشنودی کے لیے غازی ممتاز قادری کو فی الفور سولی کی نذر کر دیا، یہ حقیقت میں امریکہ کی رضا کی خاطر ہوا، آقایان مغرب کے ایما پر قانون تحفظ ناموس رسالت پر مسلسل ضرب لگائی جاتی رہی، آسیہ ملعونہ جو اہانت کی مرتکب تھی اس کی بھی پشت پناہی مغرب نواز پاک حکومت نے کی۔

محافظین ناموس رسالت

ان ناگفتہ بہ حالات میں پر امن تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہوا، دین کے شیدائی سر سے کفن باندھ کر نکلے، امن کے داعی تھے، تشدد سے کوسوں دور اور ناموسِ رسالت کے لیے فداکارانہ جذبات سے سرشار، نتیجہ یہ ہوا کہ قادیانیت نواز و صہیونی فکر کے حامل حکمرانوں کی نیندیں اڑ گئیں، انھیں علامہ خادم حسین رضوی و ڈاکٹر آصف اشرف جلالی کا وجود کھٹکنے لگا۔

حال کا منظر نامہ

۱- تحفظ ناموس رسالت کے لیے مختص قانون میں ترمیم کی کئی بار کوشش کی گئی، تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بروقت آواز بلند کی، قربانیوں سے دریغ نہ کیا۔

۲- ناموس رسالت کے تحفظ کے قانون پر عمل درآمد سے مسلسل گریز کیا گیا، کورٹوں میں شاتمین سے متعلق فیصلوں کو قصداً مؤخر کیا گیا یا پھر ان کے کیسز میں نرمی برتی گئی۔

۳- انھیں رہائی دلا کر امریکہ کو خوش کرنے کے جتن کیے گیے، عاشقانِ رسول کے لیے پھانسی کی سزا اور گستاخ کے لیے رہائی و اکرام! جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

۴- مسلسل حملوں سے متاثر تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے جوں ہی عملی میدان میں قدم رکھا، لبرل اورآزادخیال امریکہ کے فکری غلام ارباب سیاست دہل گئے، امریکہ پریشان ہو اٹھا کہ جس ملک میں نصف صدی سے زیادہ مدت تک اسلامی تعلیمات کا نفاذ نہ ہونے دیا گیا وہاں کہیں مسلمان کامیاب ہو گئے تو صہیونی پالیسی کا کیا ہوگا۔

٥۔ تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کے لیے تمام حربے آزمائے جا رہے ہیں، اس کے قائدین کو زنداں کے حوالے کیا جا رہا ہے، حکومت کے بہی خواہ علما کے ذریعہ تحریک کے خلاف ماحول سازی کی کوششیں کی گئیں لیکن عامۃ المسلمین بھی شاید اب بیدار ہو چکی ہے اور اسی لیے تخریبی عناصر ناکام ہیں۔

٦۔ بہرکیف اس وقت عالم یہ ہے کہ ڈنمارک و ہالینڈ جیسے اسلام دشمن ملکوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب خاکوں کی اشاعت کے حاملین سے لے کر دنیا بھر میں گستاخ عناصر کو تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے، دوسری طرف اقتدار کے نشے میں چُور لیڈران امریکہ کی خوشنودی کے لیے اپنی دینی بصیرت قربان کر چکے ہیں، وہ دین کے تحفظ کے تئیں اٹھنے والی آوازوں کو خاموش کرنے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں اور لبرل کہلوانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

بیداری کی ضرورت

ہمارے ملک میں بھی شاتمانِ بارگاہِ رسالت کو بھرپور طریقے سے تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے، تسلیمہ نسرین کو پناہ دینے والا ہمارا ملک ہے، ہندوستانی حکومت نے امریکہ کی رضا کی خاطر کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا، اس لیے ہمیں چاہیے کہ بیدار رہیں، تحفظ ناموس رسالت کے لیے قربانی کا جذبہ بیدار کریں، اس کے لیے اس زمانے میں تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشعل راہ ہے، جس کے قائدین کے مبارک جذبات کو ہم سلام کہتے ہیں۔ ◆◆◆

یادِ امامِ حسن

نذرِ عقیدت در بارگاہ دلبند مصطفیٰ، نورِ چشم مرتضیٰ، گلِ گلزارِ زہرا، مہتاب امامت، حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

ہے جلوۂ کردار، بہت خوب حَسَن کا
کونین میں بے مثل ہے اُسلوب حَسن کا

فردوس فدا، اُس گُلِ گلزارِ علی پر
مومن کو ہراک رنگ ہے مرغوب، حسن کا

اربابِ نظر، اب بھی اُنھیں دیکھ رہے ہیں
خورشیدِ امامت، نہیں محجوب حسن کا

کیوں انکے رخِ ناز پہ شیدا نہ ہو عالَم
جب حُسن ہے سرکار سے منسوب حَسَن کا

جس سے کہ معطّر ہے مشامِ شہِ کونین
ہم سبکو گُل ذات، ہے محبوب حسن کا

اوصاف سمائیں گے نہ قرطاس وقلم میں
اعجاز، نہ ہوپائے گا مکتوب حسن کا

ہے انکی رضائیں، مرے سرکار کی مرضی
امت کو سدا پیار ہے مطلوب حسن کا

شبَّر کی محبت ہے بلندی کی ضمانت
عاشق، نہ کسی سے ہوا مغلوب حسن کا

آمادۂ پیکار ہے ہر موجِ ستم سے
طوفاں سے سفینہ نہیں مرعوب حسن کا

ہے ان کے محبین پہ انعام کی بارش
دشمن ہے سدا کیلئے مغضوب، حسن کا

دارین کی عزت ہے، یہ دیوانگی میری
صدشکر، فریدی بھی ہے مجذوب حَسَن کا

از: مولانا سلمان رضا فریدی، بارہ بنکوی، مسقط، عمان

نیوز چینلز! نفرتوں کے نئے سوداگر

از: غلام مصطفےٰ نعیمی*

کسی بھی جمہوری ملک کی کامیابی کے لئے پارلیمنٹ (parliament) عدلیہ (Judiciary) مقننہ (Administration) کے ساتھ ساتھ میڈیا (Journalism) کا غیر جانب دار اور عوام کے تئیں انصاف پسند ہونا لازمی ہے. ان چاروں میں میڈیا کی ذمہ داری اس لئے بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہی وہ پلیٹ فارم ہے جو پہلے تین فورمز کے مقابلے عوام کے زیادہ قریب ہے. اس لئے اگر پارلیمنٹ عدلیہ یا مقننہ کے ذریعے کوئی عوام مخالف قانون سازی یا فیصلہ ہوتا ہے تو میڈیا ہی عوامی رائے کو پیش کر کے اہل اقتدار کو رجوع پر مجبور کرتا ہے. وطن عزیز میں میڈیا نے کئی اہم معاملات میں بڑا اہم رول نبھایا ہے. لیکن پچھلے کچھ سالوں سے میڈیا کی ساکھ بری طرح مجروح ہوئی ہے.

حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب لوگ نیوز چینلز کو "کامیڈی شو" کہنے لگے ہیں اور بچے "Doremon cartoon" کی جگہ مخصوص پارٹی ترجمانوں کو دیکھنا پسند کرنے لگے ہیں!

میڈیا میں آئی اس گراوٹ کا اثر ان کے پروگرامز میں صاف جھلکتا ہے. جہاں ادب وتہذیب کا شائبہ تک نظر نہیں آتا. پروگرام کے نام ہی ان کے علمی دیوالیہ پن کا کھلا ثبوت دیتے ہیں. ایک نظر نیوز چینلز کے اہم پروگرام کے ناموں پر ڈالیں تاکہ ان کی پست ذہنیت کا اندازہ ہو سکے:

- دنگل، تال ٹھوک کے، ہم تو پوچھیں گے، آر یا پار، ڈنکے کی چوٹ پر، ہلّا بول، ان ناموں کو خوب دیکھیے اور سوچیے کہ ان ناموں سے کیا کسی مثبت سنجیدہ ٹاپک کا احساس ہوتا ہے یا گلی میں لڑنے والے آوارہ لڑکوں کے جھنڈ کی بونگیاں لگتی ہیں؟

صحافت اور ادب کا بڑا گہرا رشتہ ہوتا ہے. جارج برنارڈ شا نے کہا تھا: "All great literature is Journalism" بہترین ادب ہی اصل صحافت ہے.

لیکن آج چند میڈیا اینکرز کی وجہ سے صحافت کا معیار اتنا گر گیا ہے کہ اس کی زبان بھی لکھنؤ کے بھٹیاروں سے زیادہ خراب ہو گئی ہے.

گرتے معیار کی وجوہات

گزشتہ سالوں میں میڈیا کے گرتے معیار کی اہم وجوہات یہ ہیں:

- کچھ چینل مالکان کا مخصوص سیاسی پارٹی سے وابستہ ہونا.
- مالی منفعت کے لئے حکومت کی ہاں میں ہاں ملانا.
- دو فرقوں کے مابین نفرت پھیلانے والے موضوعات پر مشتمل اسٹوری چلانا.
- شدت پسند تنظیموں کے ایجنڈے کے مطابق پروگرام بنانا.
- اینکرز کا اپنا ذاتی نظریہ عوام پر تھوپنا.
- غیر تحقیق شدہ اور جھوٹی خبریں چلانا.
- مذہبی منافرت بڑھانے والا مواد پیش کرنا.
- سماج کو درپیش مسائل مثلاً تعلیم، روزگار، صحت جیسے مسائل سے روگردانی کرنا۔
- فلمی ایکٹر، کرکٹرز وغیرہ کے بے مقصد کاموں پر گھنٹوں بریفنگ دینا.

انہیں حالات کو دیکھ کر پریس کونسل آف انڈیا کے چیئرمین جسٹس چندر مولی پرساد نے کہا تھا:

" صحافت کا سب سے بڑا چیلنج اعتماد ہے جسے ہمیں بنائے رکھنا ہوگا. آج میڈیا ہاؤسز بڑھ رہے ہیں اور صحافت کا معیار دن بدن گرتا جا رہا ہے. یہ بہت ہی نازک صورت حال ہے."

کانسٹیبل کی نوکری کے لئے ایم بی اے (MBA) پاس نوجوانوں کا اپلائی کرنا میڈیا کے لئے کوئی اہم خبر نہیں ہوتی لیکن

*مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی

یہی میڈیا امیتابھ کی پوتی کے فراک اور شاہ رخ کے بیٹے کی جیکٹ پر بریکنگ نیوز چلاتا ہے۔ میڈیا کے دیوالیہ پن کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا!!!!!!

گالی سے لیکر گھونسے تک

کچھ سال پہلے تک کون سوچ سکتا تھا کہ نیوز چینل پر ریڈ لائٹ ایریوں اور شرابی ٹھیکوں کی طرح گندی گالیاں بھی سننے کو ملیں گی؟

مگر ٹی آر پی خوری کی وجہ سے" خالص میڈ ان انڈیا" گالیاں بھی ڈبیٹ کا اہم حصہ ہوگئی ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ اس " ثقافتی" کام میں ایک مخصوص پارٹی کے" مہذب" ترجمانوں نے ریڈ لائٹ ایریا کے گالی بازوں کو بھی مات دے دی ہے۔ اب جس ڈبیٹ میں دس پانچ گالیاں نہ بکی جائیں تو ڈبیٹ کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ بریں وجہ گالیاں بکنے میں دلیر اور فراخ دل افراد کو ہر چینل والے ضرور بلاتے ہیں۔

گالی بازی عام ہونے کے بعد کچھ راشٹر وادی چینلوں نے*" لات گھونسے اور تھپڑ بازی" * کا سلسلہ بھی شروع کرادیا۔ جس کی وجہ سے اب گالیوں کے ساتھ لات گھونسوں سے ضیافت کا اہتمام ہونے لگا ہے۔ ترقی کا یہی سلسلہ جاری رہا تو جلد ہی بندوق اور پستول سے بھی خاطر داری شروع ہوجائے گی۔

میڈیا کی موجودہ روش

صحافت کسی بھی معاملے کو بعد تحقیق قارئین، ناظرین یا سامعین تک پہنچانے کا نام ہے۔لیکن آج کل خبریں پہنچائی نہیں بلکہ بنائی جاتی ہیں۔ ترسیل خبر کی جگہ خبروں کی تجارت کی جارہی ہے اسی وجہ سے توڑ مروڑ کر، مرچ مسالہ لگا کر خبریں پلانٹ کی جاتی ہیں۔ کچھ مخصوص افراد، کمیونٹی اور خاص مذاہب کو ٹارگیٹ کرکے بغیر کسی تحقیق کے جھوٹی خبریں نشر کی جاتی ہیں۔

مخصوص کمیونٹی کی معمولی باتوں پر ڈبیٹ کرائی جاتی ہے، حکومتی ناکامیوں پر سوال پوچھنے کی بجائے ان کی سیاسی پالیسی کی حمایت کی جاتی ہے، کسی بھی فیصلے پر تنقید کو برداشت نہیں کیا جاتا، مسلم، دلِت اور دیگر اقلیتی تنظیموں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے، مسلم اور دلِت علاقوں، نوجوانوں کو بدنام کرنے کی مہم چلائی جاتی ہے۔

اس لئے جملہ انصاف پسند شہریوں کو چاہیے کہ وہ شرپسندوں کا ایجنڈا چلانے والے میڈیا چینلز کا بائکاٹ کریں تاکہ ملک میں امن وامان کا ماحول قائم ہو اور وطن عزیز کی سالمیت وبقا سلامت رہے۔

◆◆◆

ص ۴۱/کا بقیہ...

بصورت نقد مبیع وثمن پر مجلس بیع میں قبضہ متحقق ہو اور ادھار کی صورت میں ایک ہی مجلس میں احد البدلین پر قبضہ متحقق ہو۔ یہ چند بنیادی شرطیں انعقاد بیع کی ذکر ہوئیں جن میں سے ایک اتحاد مجلس بھی ہے جو ضمناً مذکور ہوئی جیسا کہ ظاہر ہے، لہٰذا انٹرنیٹ کے ذریعہ قرارداد کی رو سے اگر غیر مقبوض کو بیچا تو بیع صحیح نہیں، یوں ہی جو مبیع موجود ہی نہیں اس کی بیع نادرست ہے البتہ جن چیزوں میں بوجہ حاجت تعامل جاری ہے کہ آرڈر پر تیار کراتے ہیں اور اس کو اصطلاح شرع میں استصناع کہا جاتا ہے شرعاً ان کی بیع جائز ہے، یہاں تک مبیع کے ادھار ہونے کی ایک صورت ذکر ہوئی، دوسری صورت بیع سلم کی ہے جس کی رو سے ایک ہی مجلس میں بائع کا ثمن پر قبضہ کرنا ضروری ہوتا ہے، پھر اگر بیع سلم کے سب شرائط پائے گئے تو بیع درست ہے، اور اگر سب شرائط نہ پائے گئے مثلاً غلہ یا کوئی شئ جس میں سلم درست ہو کی جنس یا نوع یا صفت یا وزن کی تعیین نہ ہوئی، یا وہ چیز ٹھہری جو اس وقت سے وقت وعدہ تک ہر وقت بازار میں موجود نہ رہے گی، یا میعاد مجہول رکھی، یا اسی جلسہ میں روپیہ تمام و کمال ادا نہ کردیا تو ضرور حرام وسود ہے اگرچہ نرخ بازار سے کچھ زیادہ نہ ٹھہرا۔ (احکام شریعت ص ۱۰۵)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ انعقاد بیع کی ایک شرط اتحاد مجلس کے ساتھ ایجاب وقبول بھی ہے جو ضمناً مفہوم، اس کے علاوہ مزید شروط ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

◆◆◆

تاج الشریعہ کا سفر شام! ایک مختصر روداد

از: مولانا محمد ثاقب اختر القادری*

۲۲/ اگست ۲۰۰۸ء کو حضور تاج الشریعہ وارث علوم رضا شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کی نورانی شخصیت عاصمۃ الشام دمشق کی مبارک سر زمین پر رونق افروز ہوئی، بلاد شام سید الثقلین آقائے کل ختم الرسل کی دعائے برکت سے فیضیاب ہیں اور خصوصاً دمشق پر انوار کرم کچھ انوکھا ہے، اسی کے متعلق صفت ماینطق عن الھویٰ کی حامل زبان فیض ترجمان سے ارشاد ہوا:

"ستفتح علیکم الشام فاذا خیرتم المنازل فیھا فعلیکم بمدتہ یقال لھا دمشق فانھا معقل المسلمین فی الملاحم و فسطاطھا منھا بارض یقال لھا الغوطۃ۔ یعنی ـــــ"

حضور تاج الشریعہ یہاں کے وقت کے مطابق تقریباً ۳/ بجے صبح مطار دمشق کے خصوصی گیٹ سے اپنے بعض مریدین کے ساتھ تشریف لائے، جہاں آپ کا پر تباک استقبال کیا گیا، یہاں سے آپ شارع مطار پر واقع ولاۃ الامراء کی طرف روانہ ہوئے جہاں آپ نے چار دنوں تک قیام فرمایا، پہلے روز علمائے شام کے اعزاز میں آپ کی طرف سے عشائیہ دیا گیا جس میں علمائے کرام کی بڑی تعداد موجود تھی، علمائے کرام کی اتنی بڑی تعداد یہاں کسی محفل میں خال خال ہی نظر آتی ہے، شرکاء میں شام کی مشہور بزرگ ہستی، فعال عالم دین الشیخ ہشام الدین البرھان، جلیل القدر عالم دین الشیخ عبد الہادی الخرسۃ، مفتی دمشق الشیخ عبد الفتاح البزم، معھد التہذیب کے مدیر وخطیب دمشق الشیخ السید عبد العزیز الخطیب الحسینی، رکن مجلس السعید (National Assembly) اور معھد ابو النور کے شعبۂ تخصص کے مدیر الدکتور عبد السلام الراجح اور وہیں کے شعبۂ دراسات العلیا کے مدیر الدکتور سلیمان وصی بھی تشریف فرما تھے۔

تلاوت قرآن کریم اور مدحت سید المرسلین ﷺ سے محفل کا آغاز ہوا، حضور تاج الشریعہ نے علالت کے باجود نہایت فصیح وبلیغ عربی میں خطاب فرمایا جس سے علما بہت محظوظ ہوئے، علما کے اصرار پر آپ نے اپنا عربی قصیدہ "اللہ اللہ اللہ ھو مالی رب الا ھُو" بہت خوبصورت اور انتہائی دل نشیں انداز میں پرھا، جس سے محفل میں ایک پاکیزہ سماں بندھ گیا، علما میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جو جھوم کر ساتھ نہ دے رہا ہو، جب آپ نے مقطع پڑھا "ھذا اختر ادنا کم، ربی احسن مثواہ" تو خطیب دمشق الدکتور عبد العزیز الخطیب کی زبان سے برجستہ یہ الفاظ نکلے "اختر سیدنا وابن سیدنا۔"

۲۳/ تاریخ بروز ہفتہ علما کے اصرار پر عام ملاقات رکھی گئی تاکہ وہ فرداً فرداً حضرت سے مل سکیں، کئی علما تشریف لائے جن میں مشہور حنفی عالم کئی کتب کے محشی شیخ عبد الجلیل العطا اور معروف خانوادۂ اہل سنت کے چشم وچراغ اور مشہور مدرس شیخ محمد صادق الدرویش بھی شامل ہیں، علما نے بعض شرعی مسائل میں حضرت کا عندیہ بھی معلوم کیا جبکہ ان کی طلب پر حضور نے کئی علما کو سند الحدیث سے بھی سرفراز فرمایا، شیخ عبد الجلیل العطا نے حضرت کی شان میں اپنی تحریر کردہ منقبت بھی سنائی، جس سے علمائے شام کے تأثرات اور حضرت سے ان کی غایت درجہ محبت کا اندازہ ہوتا ہے، چند اشعار ہدیۂ قارئین ہیں:

یا کوکبا من ھاء الدین ذا الق
ومنھا من دقیق العلم مشتق
اقدام قولک فی التحقیق مصدرہ
اھل التمکن فی النبراس کانسعق

*متخصص فی الدراسات الاسلامیہ والعربیہ، دمشق الشام

ولو تباهى رسول الله في اجر
مثل خلقكم يا فاتح العبق
محمد اختر جاء الرضاء به
فمرحبا في متيع الحصن والدرق

۲۴/اگست بروز اتوار سابق مفتی شام کے فرزند اور معہد ابو النور کے مدیر الشیخ صلاح الدین کفتارو اور وہاں کے انتظامیہ وعلما کی طرف سے حضور تاج الشریعہ کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا، آپ نے یہاں تصوف کے تعلق سے اور حقانیت اہل سنت کے موضوع پر مختصر مگر نہایت جامع بیان فرمایا، بعد ازاں علما کی درخواست پر قصیدہ شریف بھی پڑھا اور اس کے ضمن میں چند نکات تصوف بھی بیان فرمائے، اس اجلاس میں حلب (شام) کے معروف المدرسۃ الکلکاویۃ الشہابیہ کے دو نامور مدرسین اور شیخ حوت کے نمائندوں نے بھی شرکت کی اور حضرت سے ملاقات کی، محفل کے اختتام پر آپ نے عارف باللہ شیخ عبد الغنی النابلسی اور پھر دنیائے تصوف کے تاجور شیخ اکبر سیدنا الشیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مقدس پر حاضری دی جو مرجع خلائق ہے، اسی دن علم کلام کے مشہور عالم کئی کتب کے محشی الشیخ عبد السلام عبد الہادی الشنار حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، بعد ازاں حضرت نے انہیں اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا، اسی روز بعد نماز عشا طلبائے مدارس نے سوالات کے ذریعہ آپ سے علمی استفادہ کیا، اس موقع پر طلبا وعوام کی ایک بڑی تعداد داخل سلسلہ بھی ہوئی۔

۲۵/اگست چونکہ قیام کا آخری دن تھا، اس لیے وہ دن بڑا مصروف گزرا، بعد نماز عصر مفتی دمشق کی جانب سے جامع طارق بن زیاد، رکن الدین میں استقبالیہ دیا گیا، جہاں علما کی طلب پر حضرت نے انہیں سند حدیث سے نوازا، جن میں الشیخ عدنان الدرویش، الشیخ معتصم البزم اور الشیخ وائل البزم شامل ہیں، اس دن ملاقات کے لیے حاضر ہونے والے افراد کی بڑی چہل پہل رہی، علما میں سے شیخ عبد الہادی الخرسہ اور شیخ حسن الباذنجکی بھی تشریف لائے، مؤخر الذکر حلب کی مشہور روحانی شخصیت وپیشوا اور ایک دینی ادارے کے سرپرست ومدیر ہیں، عراق سے دو نامور علما الشیخ فتیۃ السعدی اور الشیخ مروان علی انوار نے شرف زیارت حاصل کیا۔

اسی دن فخر سادات صاحب القاب کثیرہ، عظیم روحانی شخصیت سیدنا موسیٰ الکاظم کے شہزادے شیخ الصباح تشریف لائے، آپ نے فرمایا کہ چند روز قبل میں اس علاقہ کے قریب سے گزرا تو مجھے یہاں منفرد قسم کی نورانیت نظر آئی، میں کچھ سمجھ گیا کہ یہاں کوئی ولی اللہ مقیم ہے، معلومات کرنے پر پتا چلا کہ حضرت تشریف لائے ہوئے ہیں تو ملاقات کے لیے حاضر ہوا، انھوں نے حضور تاج الشریعہ سے دعا کی التماس کی آپ نے عالم اسلام اور خصوصاً عراق کے لیے دعا فرمائی ۲۵/اگست کو ہی خواتین اسلام کے لیے بھی ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں حضرت سے کئی سوالات کے جوابات پوچھے گئے اور خواتین داخل سلسلہ بھی ہوئیں۔

۲۶/اگست کو حضرت نے کئی اسناد الحدیث پر دستخط فرمائے جن کے لیے علما نے درخواست کی تھی، آپ نے اپنی دعاؤں سے ہم طلبا اور عقیدت کیشوں کو فیضیاب فرمایا، حضرت کو رخصت کرنے کے لیے ایئر پورٹ تک طلبا کا قافلہ ساتھ گیا، دعاؤں کی بارش ہوتی رہی، فیض کا سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ حضور تاج الشریعہ اندر تشریف لے گئے۔

حضور تاج الشریعہ کے اس دورۂ شام سے یہاں بے پناہ دینی فائدے ہوئے، عوام وخواص ایک بڑی تعداد جو امام اہل سنت کی حیات وخدمات سے لاعلم تھی، متعارف ہوئی اور ان کے خداداد علوم ومعارف کا عرفان حاصل ہوا، ہم عقیدت مندوں اور طالبان علوم نبویہ کی علمی پیاس بجھی اور آپ کی خوشہ چینی کا شرف ملا جو ہمارے لئے کسی نعمت سے کم نہیں، مولیٰ تعالیٰ آپ کی تربت انور پر رحمت وانوار کی بارشیں فرمائے اور ہمیں آپ کے فیضان سے مالا مال فرمائے، آمین۔

◆◆◆

برگ حنا پہ لکھتا ہوں درد جگر کی بات

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی*

سن 2019 کا لوک سبھا الیکشن بہت قریب ہے اس وقت ہر فرد پر لازم ہے کہ بڑے غور وفکر کے بعد فیصلہ لے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے کیوں کہ یہ الیکشن کئی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے ملک کی سالمیت ۔معیشت کی بقا۔جمہوریت کا تحفظ۔ آئین ھند کی سلامتی ۔حقوق انسانی ۔آزادئ مذھب ۔آزادئ رائے ۔مسلم وھندو دلت ودیگر اقلیتی طبقات کی عزت وناموس ۔مال ومتاع اور جان کی حفاظت کا خیال ووٹ ڈالنے سے قبل کرنا لازمی ھے کہیں ایسوں کے ہاتھوں میں زمام حکومت نہ دیدیں جو مذکورہ امور کا دشمن ھے اس وقت لمحوں کی خطا صدیوں کا عذاب بن جائے گا ووٹ ڈالنے اور کسی پارٹی کو تخت حکومت تک لیجانے سے قبل ایک خفیہ مشن کے دستورات کو خوب خوب ذھن نشیں کرلیں ۔90 سال سے ایک سوچ کے تحت 13 مفسد اصول کو خصوصیت کے ساتھ ھندوستان میں بنیادی حیثیت سے لازمی قرار دلائے جانے کی مہم جاری ھے مگر اس سے قبل وہ خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہ ھوسکا چند سالوں سے اس فکری بحر میں طغیانی شباب پر ھے اور موسم کا مزاج کامل طور پر اسی کی طرف داری میں ھے اس لئے وقت کے مزاج کا رخ موڑنا ضروری ھوگیا ھے اگر ایسا نہ کیا گیا تو وہ تباہی آئے گی جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ھے ۔وہ 13 دفعات کیا ہیں جس سے ھندوستانی جمہوریت کی موت لابدی ھے تو اس کا بغور مطالعہ کیجئے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

آرٹیکل نمبر (1) بھارت کو ھندو راشٹ بنانا۔

(2) ترنگا کی جگہ بھگوا جھنڈا کو ملکی شناخت کی حیثیت دینا۔

(3) بھارت سے اقلیتی طبقات کو نکال دینا اور اس ملک کو ھندوؤں کیلئے خاص کردینا۔

(4) موجودہ آئین کو بدل کر منوس متی کا قانون نافذ کرنا تاکہ رام راج کے سوا یہاں کچھ نہ رہے۔

(5) گاندھی جی کی جگہ ناتھورام گوڈسے کو ملک کا راشٹ پتا بنانا۔

(6) آرکچھن کے قانون کو ختم کر کے یکساں آئین بحال کرنا تاکہ ھندو دلت کو پھر سے اچھوت کے درجہ میں لاکھڑا کرنے کو ممکن بنایا جاسکے۔

(7) اقلیتی طبقات کی عبادت گاہوں ۔تعلیم گاہوں اور مقدس مقامات کو مٹا کر وہاں مندر بنادینا۔

(8) حکومت کو برہمن کیلئے خاص کردینا اور ھندو دلت ودیگر اقلیتی طبقات کو حق حکومت سے محروم کردینا۔

(9) سکھ اور آدی باشیوں کو دھرم تبدیل کرنے پر قانونا مجبور کرنا اس سے انکار کرنے پر عرصۂ حیات تنگ کردینا۔

(10) برہمن بھگوان کا روپ ھے اس لئے وہ جو بھی چاہے کرے اس کو سزا سے آزاد رکھنا۔

(11) پولیس اور سینا کے پوسٹ کو اونچی ذاتی کے ھندو کیلئے خاص کردینا۔

(12) سنسد ونیالے میں گائیتری منتر اور پوجا پارٹ کو لازمی قرار دیدینا۔

(13) اقلیتی طبقات کی عورتوں کے ریف وقتل پر قاتل و عصمت شکن کو سزا سے بری رکھنا۔

ان آرٹیکل کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرنا ھے تاکہ ان قانون کے نفاذ کی تائید وتصدیق کرنے والے حکومت تک نہ پہنچ سکیں اقلیتی طبقات کو چاہئے کہ وہ اپنے قبیلہ کے ہر فرد کو چاہے مرد ھو یا عورت سب کو بیدار کرے اور 2019 کے لوک

سبھا انتخابات کی حیثیت و وقعت بتائے اور ہر ایک کو ووٹ دینے کو کہے ایک ووٹ کو بھی برباد نہ ہونے دے کیوں کہ یہ ووٹ صرف ووٹ نہیں بلکہ اپنی جان عزیز سے بھی زیادہ قیمتی ہے ماں بہن بیٹی بیوی اور بہو کی عزت۔ آزادیٔ مذہب کا وقار۔ حقوق انسانیت کی عظمت۔ آزادۂ رائے کا تقدس جمہوریت کے ناموس کا بقاؤ تحفظ۔ جان۔ مال۔ معیشت اور ملک کی سالمیت سب اسی ووٹ میں ہے اگر زر کے عوض ووٹ فروخت کرکے ضمیر فروشی کا حق ادا کیا تو گویا اپنی ماں بہن بیٹی بہو اور بیوی کی عزت کا دامن تار تار کرکے اس کو اپنے ہی ہاتھوں ننگا کردیا۔ جان و مال۔ آئین وملک۔ مذہب وملت۔ معیشت و آزادی کا گلا گھونٹ دیا۔ عبادت گاہوں۔ تعلیماتی مراکز اور مقامات مقدسہ کے تقدس کو بھوتری چھری سے ذبح کردیا، اب آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ ووٹ کی کیا حقیقت وافادیت ہے موسم کا تیور خونخوار ہے چونکہ بار بار ایک صدائے بازگشت سماعت سے ٹکرا رہی ہے کہ 2019 کے انتخابات کو آخری انتخابات بنادیں گے اس کے بعد ہندوستان میں کبھی الیکشن کی نوبت نہیں آئے گی اسلئے اقلیتی طبقات کو بحیثیت اقلیت ایک آہنی فکر لیکر میدان میں آنا ہوگا اور پورے ہندوستان میں دشمنان اقلیتی طبقات کے خلاف کسی ایک پارٹی کو ووٹ دینا ہوگا اور اپنے ووٹ کو منتشر ہونے اور ٹکڑوں میں منقسم ہونے سے بچانا ہوگا اس میدان میں اپنا جی جان لگا دینا ہوگا اور موسم کے خونخوار تیور کو موت کے گھاٹ اتار دینا ہوگا ورنہ کتوں کی موت مرنے کیلئے تیار ہوجانا ہوگا۔ ہندوستان جو ایک جمہوری ملک ہے اس کو ہندوراشٹ بنانا کیسے ممکن ہے اس کیلئے مندرجہ ذیل تحریر کا مطالعہ کریں۔

ہمارے دستور کے آرٹیکل 368 کے مطابق اس ملک کو اگر ہندوراشٹ بنانا ہو تو اس کی چار شرطیں ہیں اگر کوئی حکومت ان چار شرطوں کو پوری کرلے تو وہ اس ملک کو ہندوراشٹ بناسکتا ہے اس کو کوئی نہیں روک سکتا ہے۔

اوّل شرط۔ ہندوراشٹ کے قانون کو لوک سبھا میں بل کی صورت میں پیش کرنا ہوگا۔ لوک سبھا کے 543 ایم پی میں سے 362 ایم پی اس بل کو پاس کردیں تو وہ بل آرام سے پاس ہوجائے گا موجودہ حکومت کے پاس اس وقت 334 ایم پی موجود ہیں اس کے بعد اس بل کو راجیہ سبھا میں پیش کرنا ہوگا وہاں کے 245 ممبروں میں سے 164 ممبر بل کو پاس کردیں تو وہاں بھی وہ بل پاس ہوجائے گا موجودہ حکومت کے پاس اس وقت وہاں صرف 84 ممبر ہیں اس کے بعد اس کو اسمبلیوں میں پیش کرنا ہوگا ہندوستان کے 29 اسمبلیوں میں سے 15 اسمبلی بل پاس کردے تو وہاں بھی وہ بل پاس ہوجائے گا موجودہ حکومت کے پاس اس وقت 15 اسمبلی موجود ہیں اس کے بعد وہ بل صدر جمہوریہ کے پاس دستخط کیلئے پیش کرنا ہوگا اگر اس نے بھی اس بل پر دستخط کردیا تو وہ بل پاس ہوجائے گا اس کے بعد اس ملک کو کوئی ہندوراشٹ ہونے سے نہیں روک سکتا ہے۔

2019 کے لوک سبھا الیکشن میں موجودہ حکومت اس ہدف کو عبور کرنے کا عزم مصمم رکھتی ہے اسکے بعد ہندوستان میں پھر کوئی انتخاب نہیں ہوگا اور اقلیتی طبقات کو غلامی کی زندگی بسر کرنی پڑے گی دشمنان اقلیتی طبقات لوک سبھا میں اکثریت میں ہیں اور اگر راجیہ سبھا میں بھی ان کی اکثریت ہوگئی تو ان امور کو بدلنا ان کیلئے آسان ہوگا اور جو ایک نئے بھارت کے آغاز کئے جانے کا نعرہ دیا جارہا ہے جس کا واضح مطلب ہے ہندوراشٹ کے قیام کا عمل معرض وجود میں لانا اس کا یقیناً وہ سپنا پورا ہوجائے گا چونکہ سنبیدھان میں یہی ہندوراشٹ بنانے کا اصول ہے جس پر تیزی سے کام ہو رہا ہے اس لئے آپ کو کسی ایک پارٹی کا انتخاب کرنا ہوگا اور پورے ہندوستان میں اسی پارٹی کو ووٹ دینا ہوگا تب کہیں جاکر راحت ملے گی۔ امید ہے کہ قارئین حضرات غور و فکر کے مہمیز کو ایڑ لگا کر مذکورہ بالا امور پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔

◆◆◆

از: حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز

چوتھی قسط

ملفوظات تاج الشریعہ

مرتب: محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ’’ملفوظات‘‘ کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰؍ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ’’ملفوظات تاج الشریعہ‘‘ صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ’’ملفوظات تاج الشریعہ‘‘ میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اسے کتابی شکل میں شائع کرنے سے تیسری قسط وار قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

عرض...۳: اپنا مکان بد مذہب کو بیچنا کیسا ہے جب کہ وہ قیمت بھی دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دے رہا ہو اور بیچنے والے کو پیسوں کی ضرورت بھی ہو؟

ارشاد...: بد مذہب کی بد مذہبی اگر حد کفر تک پہنچ گئی ہے تو وہ مرتد ہے اور مرتد سے معاملت جائز نہیں ہے اور آدمی کو اپنے دین کو دنیا پر ترجیح دینا چاہئے اگر دوسروں سے پیسے کم مل رہے ہیں اور یہ پیسے زیادہ دے رہا ہے تو کم قیمت پر اپنا مکان دے دے اور ضرورت کا بندوبست کرنے والا اور پورا کرنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہے اور اگر ضرورت واقعی شرعیہ ہے یا حاجت شرعیہ ہے اور کہیں سے کوئی دوسرا بندوبست نہیں ہوسکتا ہے تو اس صورت میں وہ بیچ سکتا ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ کسی سُنّی کو دے۔

عرض...۴: کیا بینک کے آڈٹ ڈپارٹمنٹ میں جاب کرنا ٹھیک ہے جس میں سود کی کیلکولیشن چیک کرتے ہیں لیکن سود کا لین دین نہیں کرتے لیکن تنخواہ بینک ہی دے گا جو سود کا کاروبار کرتا ہے؟ اسی طرح اسلامی بینک میں جاب کرنے کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: سودی کمرشل بینک ہو یا کوئی بینک ہو تو سود کے تمسکات لکھنا، اور سود میں حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سود کے کھانے والے کو اس کے کھلانے والے کو اور اس کے لکھنے والے کو اور اس کے گواہ کو لعنت فرمائی۔ تو اگر واقعی کوئی سودی کاروبار ہے اور حقیقتاً وہ سود ہے اور اس

کا حساب چیک کرنا ہوتا ہے تو یہ ایک طرح سے سودی کاروبار میں مدد ہے یہ نوکری جائز نہیں ہے اور یہی حکم ہر بینک کا ہے بشرطیکہ وہ سودی کاروبار جس کو سود کہا جاتا ہے، شرعاً سود کی تعریف صادق ہو اور سود متحقق ہو تو یہ نوکری جائز نہیں ہے وہ کسی بینک میں بھی ہو۔

عرض...۵: گزشتہ سیشن میں آپ سے کاروبار کے لئے اسلامی ناموں کے حوالے سے جو سوال کیا گیا تھا اس میں مزید تفصیل یہ ہے کہ لوگ ان ناموں کو بیگ اور تھیلیوں پر لکھواتے ہیں جنہیں وہ خود بھی فالتو کاموں میں استعمال کرتے ہیں اور اپنے گاہک کو بھی دیتے ہیں اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس میں دکان کا کچرا بھی ڈال دیتے ہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

ارشاد...: ایسے بیگ میں کچرا وغیرہ نہیں ڈالنا چاہئے اور بہتر یہی ہے کہ ان پر ایسے نام نہ لکھے جائیں اور اگر نام لکھے گئے ہیں تو ان بیگز کو یا تھیلیوں کو ایسی جگہ پر نہ رکھا جائے کہ ان کی بے حرمتی ہو یا ان کو اس طور پر استعمال نہ کیا جائے۔

عرض...۶: زید نے امام کے ساتھ نماز کی نیت کی امام نے پہلا سلام پھیرا دوسرا سلام پھیرتے وقت مقتدی کی ریح خارج ہوگئی مقتدی اپنی نماز لوٹائے یا ہوگئی؟ یہی معاملہ امام کے ساتھ ہو تو حکم شرع کیا ہوگا؟

ارشاد...: سلام پھیرنے سے آدمی نماز سے باہر ہو جاتا ہے اگر دوسرے سلام کے وقت میں یا پہلے سلام کے وقت میں اس کی ریح خارج ہوگئی تو سلام، یہ خروج بصنعہٖ ہے اور ہمارے امام کے نزدیک خروج بصنعہٖ نماز سے نکلنے کے لئے ضروری ہے فرض ہے تو فرض ادا ہو گیا خروج بصنعہٖ ہو گیا نماز ہوگئی اور یہی حکم امام کا بھی ہے۔

عرض...۷: خود سے ریح خارج ہوگئی یا ریح خارج کردی دونوں میں کوئی فرق ہے؟

ارشاد...: خود سے ریح خارج ہوگئی تو کوئی حرج نہیں ہے اس پر اور ریح خارج کرنا یہ بہت بُرا ہے۔

عرض...۸: آپ نے فرمایا کہ TV پر اسلامی چینل بھی نہ دیکھے جائیں تو کیا جو علما TV پر آتے ہیں اس سے ان کے عقائد پر فرق پڑتا ہے اور کیا اس عمل سے وہ لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں؟

ارشاد...: یہ سوال بے بنیاد ہے اور TV کے اوپر پروگرام دیکھنا جائز نہیں ہے اب جو علما اس پر آتے ہیں یہ سوال اب ان سے کیا جائے اور ہم کو اس بحث میں الجھانے کی ضرورت نہیں ہے ہمارا جو موقف ہے وہ ہم نے بتا دیا اور دوسروں کے فعل کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔

عرض...۹: کیا کافر کے لئے دُعا کرنا جائز ہے؟ اگر وہ زندہ ہو یا مردہ کیا قرآن وحدیث میں اس کا ذکر ہے؟ اگر کوئی کم علمی کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

ارشاد...: کافر کے لئے دُعائے ہدایت کر سکتے ہیں جب کہ وہ زندہ ہو اور مردہ کافر کے لئے دُعا کرنا جائز نہیں ہے۔

عرض...۱۰: اکثر شادیوں میں بدمذہب بھی مدعو کئے جاتے ہیں کیا ایسی شادیوں میں شریک ہونا چاہئے؟ جب کہ یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ وہاں بدمذہب بھی آئیں گے اور اگر معلوم نہ تھا اور چلے گئے اور دیکھا کہ بدمذہب بھی ہیں تو کیا وہاں سے چلے آنا چاہئے؟

ارشاد...: جب کہ علم میں ہے کہ بدمذہب دعوت میں آئیں گے اور ان کی شرکت ہوگی اگر پہلے سے علم ہے تو جانا ہی جائز نہیں ہے اور اگر جانے کے بعد علم ہوا تو اگر خاص اسی جگہ پر جہاں یہ بیٹھا ہے وہاں کسی بدمذہب کی شرکت ہے تو وہاں سے اس کو اٹھ کر آنا ضروری ہے اور اگر طاقت رکھتا ہے تو اس پر انکار کرے اور خصوصاً جب کہ وہ مقتدیٰ ہو اور اس کو وہاں پر بیٹھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ مقتدیٰ ہے اور اس کا فعل متعدی ہے اگر وہ اس میں کچھ نرمی برتے گا تو اس سے دوسروں کے عمل پر اور ان کے اعتقاد پر حرف آسکتا ہے۔

عرض...۱۱: اپنے اکاؤنٹ میں شیئر لینا (پھر اس کی خرید و فروخت کرنا) کچھ وقت کے بعد (دن، مہینے یا سال) حلال ہے یا نہیں؟

ارشاد...: حصص، یہ ایک طریقہ جس طریقے سے لاٹری ہوتی

ہے اس طریقے سے حصص کا کاروبار ہوتا ہے اور حقیقت میں کوئی حصہ خریدار کا نہیں ہوتا ہے اور اس سے کمپنی جو حصص کا اعلان کرتی ہے وہ اس کو بیچ دیتی ہے اور یہ اکثر دیکھا گیا کہ جو حصہ اس نے لیا ہے اگر دس روپے کا اس نے لیا ہے تو اس کی قیمت گر جاتی ہے اور وہ آٹھ روپے کا یا پانچ روپے کا اور کبھی کبھی یہ قیمت صفر ہو جاتی ہے اس صورت میں یہ مخاطرت بالمال ہے اور ایک طرح سے یہ جوئے کی شکل ہے اپنے مال کو ضائع کرنا اور زیادہ پہلو اس میں مال کا ضائع ہونے کا اور مال کے کم ہونے کا ہوتا ہے لہٰذا یہ جائز نہیں ہے البتہ اگر کسی غیر مسلم کمپنی کے حصص ہیں جن میں کوئی مسلمان شریک نہیں ہے اور اتفاق سے اس شیئر کا کثیر منافع مسلمان کو مل گیا تو وہ منافع جائز ہے۔

عرض... ۱۲: فجر کا وقت ختم ہونے میں صرف ۵ منٹ رہ گئے ہوں تو کیا تیمم کرکے نماز ادا کرنا صحیح ہے؟

ارشاد...: اگر اتنا وقت نہیں ہے کہ وضو کرکے نماز ادا کرلے گا تو اس صورت میں تیمم کرلے حفظ وقت کے لئے یہ کرکے نماز ادا کرلے اور پھر سورج طلوع ہونے کے بعد وضو کرکے اس کی قضا کرے۔

عرض... ۱۳: فجر کی پابندی کے لئے کوئی وظیفہ یا عمل ارشاد فرمائیں؟

ارشاد...: درود شریف کی کثرت کرے اور آیۃ الکرسی سوتے وقت پڑھ لیا کرے اور سورہ کہف کی آخری آیتیں پڑھ کر سو جائے ان شاء اللہ فجر کے وقت آنکھ کھلے گی۔

عرض... ۱۴: نماز میں سجدے، رکوع اور قعدے کی حالت میں ہم اپنی ذاتی دعائیں یا استغفار پڑھ سکتے ہیں؟

ارشاد...: استغفار کرسکتے ہیں اور ذاتی دُعاؤں سے کیا مراد ہے؟ اور دل میں کوئی بھی دُعا کرے البتہ نماز میں ذکر اور استغفار اور دُعائے ماثورہ پڑھے۔

عرض... ۱۵: ذکر یعنی تلاوت، وظیفہ اور دیگر اذکار کو دل میں پڑھا جاسکتا ہے یعنی زبان ہلائے بغیر اور آواز نکالے بغیر کیا دل سے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے؟

ارشاد...: یہ ذکر حقی ہے اور اس پر بھی ان شاء اللہ ثواب ملے گا لیکن زبان کو بھی حرکت دینا چاہئے اور یہ ہے کہ محض تصحیح حروف نام پڑھنے کا نہیں ہے بلکہ اتنی آواز سے پڑھے کہ وہ خود سن سکے۔

عرض... ۱۶: عرب میں یہ طریقہ چل پڑا ہے کہ کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے پیچھے آکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہاتھ لگا کر اطلاع دیتے ہیں کہ ''جماعت بناؤ'' ایسا کرنے والوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ امام کی نیت سنت یا نفل کی ہو اور مقتدی کی فرض کی تب بھی نماز ہو جائے گی اور جماعت کا ثواب بھی ملے گا۔ حضرت اس کا جواب عربی میں ارشاد فرمادیں کیوں کہ جواب عربی بولنے والے لوگوں کو بھیجنا مقصود ہے۔

ارشاد...: اذا کان المتقدم متنفلا او یصلی السنة والمقتدی خلفه من یصلی الفرض، فی هذه الحالة لا یجزء صلاة المفترض خلف المتنفل ولو کان المتقدم یصلی الظهر والذی جاء خلفه مقتدی به یصلی نفس الصلاة فی هذه الصورة الصلاة جائزة.

اگر امام جو شخص آگے ہے وہ سنت یا نفل پڑھ رہا ہے اور پیچھے جو آیا وہ مفترض ہے وہ فرض پڑھ رہا ہے اس صورت میں مفترض کی اقتدا متنفل کے پیچھے ہمارے مذہب میں صحیح نہیں ہے اور یہ خیال غلط ہے اس صورت میں جو فرض پڑھ رہا ہے اس کی نماز اس شخص کے پیچھے نہیں ہوگی البتہ اگر دونوں کی نماز ایک ہے مثلاً وہ بھی ظہر پڑھ رہا ہے اور یہ بھی اس میں شریک ہوا تو اس صورت میں جس کو اس نے ہاتھ لگایا ہے وہ آگے بڑھا تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی۔

عرض... ۱۷: آج کل مسلمانوں میں اختلاج قلب کی بیماری اور گھبراہٹ بہت پھیل چکی ہے اس کے لئے آپ سے دُعا کی درخواست ہے اور کوئی وظیفہ عنایت فرمائیں جس سے ان بیماریوں سے شفا حاصل ہو؟

ارشاد...: درود شریف کی کثرت کرے اور کثرت سے لاحول پڑھے۔

عرض... ۱۸: علم جفر کیا ہے؟ اس کا سیکھنا جائز ہے؟ اور یہ کن

سے سیکھا جائے؟

ارشاد...: علم جفر، اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم میں یہ علم رائج تھا اور اعلیٰ حضرت اور عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کو اس علم میں مہارت تھی اور بہتر یہی ہے کہ آدمی فرائض و واجبات کی نگہداشت کرے اور علم جفر یا علم نجوم وغیرہ سے کام نہ رکھے اور اب یہاں پر علم جفر کے جاننے والے میری دانست میں کوئی نہیں ہے کہ تقویٰ والے اور طہارت والے اس علم میں ماہر رہ گئے ہوں۔

عرض...١٩: ایک حاملہ عورت اپنے معاشی حالات کی بنا پر اسقاط حمل کرانا چاہتی ہے اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

ارشاد...: یہ جائز نہیں ہے۔

عرض...٢٠: انگلینڈ، کینیڈا اور ڈنمارک وغیرہ ملکوں میں میں نے دیکھا کہ اہل سنت و جماعت کی مسجدوں میں بھی مقتدی اور امام دونوں ہی تکبیر (اللہ اکبر) کے ساتھ کھڑے ہوجاتے ہیں جب کہ انڈیا میں اہل سنت و جماعت کا معمول یہ ہے کہ لوگ حی علی الصلاۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑے ہوتے ہیں اس پر حضرت سے گزارش ہے کہ کچھ روشنی ڈالیں کہ سنت کیا ہے؟

ارشاد...: مذہب حنفی میں ائمہ ثلاثہ امام اعظم رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ اور ان کے شاگردوں کا یہی مسلک ہے کہ پہلے سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہئے اور یہ عادت دیوبندیوں کی ہے اور وہابیوں کی ہے کہ وہ پہلے سے کھڑے ہوتے ہیں سُنّیوں کو چاہئے کہ اس عادت کو ترک کریں اور خصوصاً اگر وہ حنفی ہیں تو ان کے اوپر یہ لازم ہے کہ مذہب حنفی کی پابندی کریں اور وہابیوں اور دیوبندیوں کی مشابہت سے بچیں۔

عرض... ٢١: کیا نماز کے وقت سر کو ڈھانکنا سنت ہے اور یہ ادب میں شامل ہے؟

ارشاد...: یہ ادب بھی ہے اور ٹوپی پہننا سنت متوارثہ ہے اور ننگے سر رہنا بہت بُرا ہے اور فساق و فجار کی عادت ہے نماز میں خاص نماز میں اگر تواضع کے طور پر ننگے سر نماز پڑھتا ہے تو اس کی اجازت ہے اور اگر معاذ اللہ تحقیر کے طور پر پڑھتا ہے کہ نماز کو ہلکا سمجھے تو یہ کفر ہے اور تواضع کے طور پر ہے تو بہتر ہے اور اگر سنت کی ادائیگی اور ادب کی ادائیگی کی نیت ہے تو اس کو ٹوپی پہننا بہتر ہے۔

عرض...٢٢: کینیڈا میں میں نے یہ رواج دیکھا ہے کہ اہل سنت و جماعت کی مسجدوں میں بھی خواتین کو نماز کی اجازت ہے اور وہ لوگ جماعت کے ساتھ مردوں کے دو، تین صف پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھتی ہیں کیا شریعت کے مطابق یہ صحیح ہے؟

ارشاد...: یہ غیر مقلدین زمانہ کا طریقہ ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد کی حاضری سے منع فرمادیا اور اسی پر اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم مستقر ہوا اور تمام مذاہب اربعہ کے ائمہ نے یہ صاف تصریح کی کہ عورتیں جمعہ سے اور جماعت کی حاضری سے مستثنیٰ ہیں لہٰذا اس کا انتظام غیر مقلدوں کی عادت ہے اور غیر مقلدوں سے یہ سنیوں میں آیا ہے یہ جائز نہیں ہے البتہ اتفاقیہ طور پر اگر عورت مسجد میں حاضر ہوئی کسی وجہ سے اور نماز کا وقت ہے تو جماعت سے نماز پڑھ سکتی ہے ورنہ یہ کہ جس طور پر مرد پانچوں وقت مسجد کی حاضری دیتے ہیں اس طور پر عورت کے لئے انتظام کرنا جائز نہیں۔

عرض...٢٣: بغیر داڑھی والے امام یا ایک مشت سے کم داڑھی والے امام کے پیچھے اگر جمعہ کی نماز پڑھ لی تو کیا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا ظہر پڑھنا ہوگی؟

ارشاد...: نماز تو ہوجائے گی چاہے جمعہ کی ہو یا غیر جمعہ کی البتہ جب غیر فاسق کے پیچھے جمعہ مل سکتا ہے تو فاسق معلن کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور نماز میں کراہت ہوگی جس طرح اور نمازوں میں حکم ہے وہی حکم اس کا بھی ہے اور اگر غیر فاسق کے پیچھے جمعہ ملنے کی امید نہیں ہے اس صورت میں تو اس کی اقتدا کر لے۔

صلوا خلف کل بر و فاجر

(سنن الکبریٰ للبیھقی، ج ٤، ص ١٩)

اس حدیث کا یہی محمل ہے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا کہ

ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو یہ اس صورت میں جب کہ متقی، پرہیزگار، جامع شرائط کے پیچھے اگر اقتدا نہ کرسکتا ہو تو ثواب جماعت کو لینے کے لئے جمعہ میں امام بنالے جمعہ کی اہمیت کی وجہ سے۔

عرض... ۲۴: اگر میں نے تشہد (التحیات) سے پہلے تسمیہ پڑھا تو کیا نماز مکروہ تحریمی ہوگئی؟

ارشاد...: میری نظر میں یہ مسئلہ نہیں ہے البتہ وہاں بسم اللہ پڑھنے کا محل نہیں ہے اس صورت میں یہ ہے کہ تشہد پڑھنا واجب ہے بسم اللہ اگر پڑھی تو بقدر تین تسبیح واجب میں تاخیر ہوئی لہٰذا اگر یہ سہواً پڑھ لی تو سجدۂ سہو ہوگا اور اگر قصداً پڑھی تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

عرض... ۲۵: کیا آپ ہمیں سحری اور افطار کے اوقات کی کیلکولیشن کا فارمولا بتاسکتے ہیں؟

ارشاد...: سحری اور افطار کا ٹائم جنتری وغیرہ میں کیلکولیشن دیا ہوتا ہے اس کے ذریعے سے کرلے اور اگر اس کو نکالنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے علم توقیت کا سیکھنا ضروری ہے آپ کے یہاں علم توقیت کا اگر کوئی ماہر دستیاب ہے تو اس سے یہ فارمولا سیکھئے۔

عرض... ۲۶: چاند دیکھنے کے لئے فاصلے کی کوئی حد مقرر ہے؟

ارشاد...: اس کی کوئی حد نہیں ہے یہ ہے کہ اونچی جگہ پر دیکھے یا کھلی آبادی وغیرہ میں، جنگل میں، صحرا وغیرہ میں دیکھے جہاں عمارتیں وغیرہ نہیں ہیں دور دراز کے علاقے سے اب گیا اور جاکر اس نے دیکھا تو اگر دیکھنے والے باشرع ہیں اور انہوں نے جاکر دیکھا دور دراز کے علاقے سے دیکھ کر آئے یا وہاں سے خبر آئی تو قابل قبول ہے لہٰذا اگر وہ باشرع ہیں تو ان کا کہنا مانا جائے گا اور ان کی شہادت لی جائے گی اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

عرض... ۲۷: سورہ ملک کی تلاوت کا بہترین وقت کون سا ہے؟

ارشاد...: جس وقت چاہے پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ سوتے وقت پڑھیں۔

عرض... ۲۸: میرے بھائی کی بیٹی کا نام ''اُمّ الماشرہ'' ہے کیا یہ نام رکھنا ٹھیک ہے؟ اگر نہیں تو کوئی اور نام تجویز فرمادیں؟

ارشاد...: یہ نام بے معنیٰ معلوم ہوتا ہے کوئی بھی بامعنیٰ رکھیں، فاطمہ، زینب، اُمّ ایمن، اُمّ الخیر اور اُمّ حبیبہ وغیرہ نام رکھیں۔

عرض... ۲۹: کیا سہرا پہن کر مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟

ارشاد...: ہاں پڑھ سکتے ہیں۔

عرض... ۳۰: مسجد میں نکاح کرنا افضل ہے یا شادی ہال میں؟ کیا اس میں لڑکی والوں کی رضامندی کی ضرورت ہے؟

ارشاد...: مسجد میں افضل ہے اور رضامندی پر موقوف نہیں ہے البتہ یہ کام باہمی رضامندی ہی سے ہوتے ہیں۔

عرض... ۳۱: میرے پاس اتنا مال ہے کہ میں حج فرض ادا کرسکتا ہوں مگر مجھے اپنی بیٹیوں کی شادی بھی کرنی ہے تو کیا اس صورت میں مجھ پر حج فرض ہے یا نہیں؟

ارشاد...: حج تو بہر حال فرض ہے لیکن ابھی جانا فرض نہیں ہے عمر میں کبھی چلا جائے فرض ادا ہوجائے گا۔

عرض... ۳۲: اتنا پیسہ ہو کہ آدمی حج کرسکے مگر وہ عمرہ کرتا ہے جس سے اب حج جتنی رقم باقی نہیں رہتی ایسی صورت میں یہ فرض کو ترک کرنا ہوگا؟

ارشاد...: فرض حج عمر میں ایک بار فرض ہے اور اس کو یہ چاہئے کہ فرض میں تعجیل کرے اور عمرہ فرض نہیں ہے یہ سنت مؤکدہ ہے فرض کو مقدم کرے اور ترک فرض میری سمجھ میں نہیں آتا ہے اس لئے کہ یہ فرض حج اس پر تراخی پر ہے عمر میں ایک مرتبہ ہے جب کرلے گا فرض ادا ہوجائے گا۔

عرض... ۳۳: زید نماز میں قرآن کو مخارج کے ساتھ نہیں پڑھتا یعنی الف عین میں فرق نہیں کرتا کیا حکم شرعی ہوگا؟

ارشاد...: اگر ایسی غلطی کرتا ہے جس سے نماز فاسد ہوجائے تو نماز صحیح نہیں ہوگی اور اس کی اقتدا جائز نہیں۔

عرض... ۳۴: مسلک اور فقہ میں کیا فرق ہے؟ اور فقہ کے امام کون ہیں اور مسلک کے امام کون ہیں؟

ارشاد...: مسلک اور مذہب میں باہم کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا کبھی مسلک کا اطلاق عقیدے پر ہوتا ہے جیسے آج کل مسلک اہل سنت وجماعت کہا جاتا ہے یہ عقائد کے اعتبار سے

ہے اس کی شناخت اور پہچان مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے ہوتی ہے اور مذہب کا اطلاق یہ زیادہ تر فروعی مسائل میں ائمہ مذاہب اربعہ پر مذہب کا اطلاق ہوتا ہے یہ فرق ہے اور فقہ کا تعلق فروعی مسائل سے ہے اور مسلک کا تعلق عقیدے سے ہے۔

عرض...۳۵: عام دستور کے مطابق نماز کے بعد کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے جس سے بعد میں آنے والے نمازی تنگ ہوتے ہیں آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

ارشاد...: تنگ ہونے کی کیا وجہ ہے اور اگر لوگ کلمۂ طیبہ پڑھ رہے ہیں اور بعد میں آنے والے لوگ بعلت وہابیت جو مساجد میں ذکر وغیرہ کو روکتے ہیں اگر وہ ایسے لوگ ہیں تو ان کی رعایت جائز نہیں ہے اور ان کے تنگ ہونے کا خیال کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی وجہ سے ان کی جماعت چھوٹ گئی کلمۂ طیبہ معمولی آواز سے پڑھ رہے ہیں تو تنگ ہونے کا سوال نہیں اور اگر بہت زیادہ زور سے پڑھ رہے ہیں تو مسجد میں قدرِ محتاط جتنی آواز سے ذکر جہر ہوتا ہے اس سے زیادہ کر رہے ہیں تو یہ بُرا ہے خاص طور پر مسجد میں اور اگر اس سے تشویش ہوتی ہے لوگوں کو اور نماز میں لوگ مصروف ہیں تو ان کا خیال لازم ہے اتنی آواز سے پڑھے کہ ان کو تشویش نہ ہو۔

عرض...۳۶: بینک سے جو سود ملتا ہے وہ لے کر غریب مسلمانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یا اس سے غذا اور کپڑے وغیرہ خرید کر غریب مسلمانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؟

ارشاد...: شرعی طور پر رقم زیادہ ملی اور اگر واقعی وہ شرعی طور پر سود ہے تو اس کی معاملت جائز نہیں ہے اور اس کا لینا بھی جائز نہیں ہے اور اگر لے لی تو اب بغیر ثواب کی نیت سے اس کو فقراء پر تصدق کر دے اور جو رقم کافروں سے غیر مسلم بینکوں سے ملے یا ڈاکخانوں سے ملے یا کسی غیر مسلم سے انفرادی طور پر ایسا معاملہ کیا کہ ایک روپے کے بجائے اس سے دو روپے لے لئے تو یہ سود نہیں ہے اس کو سود سمجھنا جائز نہیں ہے اور یہ رقم مسلمان کے لئے حلال ہے وہ چاہے اپنے مصرف میں خرچ کرے یا کسی کو دے دے جو چاہے وہ کرے۔

عرض...۳۷: وہابی کے ہوٹل میں چائے پینا کیسا ہے؟

ارشاد...: ناجائز ہے۔

عرض...۳۸: اس شعر پر کیا حکم ہے؟

ہم نے کیا کیا نہ تیرے عشق میں محبوب کیا
صبر ایوب کیا، گریۂ یعقوب کیا!

ارشاد...: صبر ایوب اور گریۂ یعقوب یہ نہیں کہنا چاہئے اس لئے کہ صبر ایوب اور گریۂ یعقوب انبیائے کرام علیہم السلام کی شان ہے اپنے صبر کو اور اپنے گریہ کو ان کے گریہ سے تشبیہ دینا یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

عرض...۳۹: انٹرنیٹ پر کموڈٹی مارکیٹ (خام تیل، سونا، چاندی، تانبا، گندم، کپاس وغیرہ) میں ٹریڈنگ کرنا کیسا؟ اور ایک ہی دن میں یا مقررہ مدت (1 ماہ) میں ان کی خرید و فروخت حلال ہے یا نہیں؟

ارشاد...: از آنجا کہ بیع مبادلت مال بالمال کا نام ہے۔ انٹرنیٹ پر بیع تمام ہونے کی کوئی صورت نہیں اس لئے کہ مبادلت بے تسلیم بیع وثمن متصور نہیں ہاں یہ بیع وشرا کے لئے مساومت ہے اس کی رو سے بایع ومشتری ایک مجلس میں ایجاب وقبول کرے اور تقابض بدلین یا احد البدلین متحقق ہو مثلاً مشتری مبیع پر قبضہ کرلے اور ثمن ایک مدت معینہ کے بعد ادا کرنا ٹھہرے یا ثمن پر مجلس بیع میں بایع قابض ہو اور مبیع ایک مدت متعینہ کے لئے ادھار ہو تو یہ صورت بیع کی ہے۔ غیر مقبوض کی بیع صحیح نہیں یوں ہی جب کہ مبیع وثمن دونوں ادھار ہوں بیع صحیح نہیں، کہ حدیث میں غیر مقبوض کی بیع سے منع فرمایا اسی طرح وارد ہوا:

نهى عن بيع الكالي بالكالي

یعنی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار کے بدلے ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔

یہاں سے انٹرنیٹ پر بیع وشرا کے معاملت موجودہ کا حکم ظاہر، اور مندرجہ بالا سے واضح کہ صحت بیع کے لئے یہ ضروری ہے کہ مبیع موجود ہو جس پر بایع کو ملک یا ولایت حاصل ہو اور وہ اس کے قبضہ میں ہو نیز مقدور التسلیم ہو اور بقیہ ص ۳۱ پر

مذہب اسلام کی تابعداری اور بیٹیوں کی ناقدری

از: شہزادۂ مفتی عبدالمالک مصباحی*

آج افطار کی بہاروں کو سمیٹنے کے بعد رمضان کے پر بہار موسم میں فرحت بخش بارش کے بعد دھیمی دھیمی ہواؤں کی لطافت سے ہم دو بہنیں امی کے ساتھ تراویح کے انتظار میں موسم بہاراں سے محظوظ اور امی کی میٹھی باتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اسی اثنا میں موبائل بجنے لگا اور جب نظر پڑی تو دل مزید خوشیوں سے مچل اٹھا کہ وہ گھنٹی ایک ہم جماعت سہیلی سے ملانے کے لیے بج رہی تھی میں نے حسب معمول مسکراہٹ کے ساتھ سلام وخیریت سے ان کے کال کا استقبال کیا لیکن.... ...افسوس کہ طرفۃ العین میں میری مسکراہٹ مایوسی میں بدل گئی کیوں کہ ان کی آواز کی آہٹ ہی سے غم کی جھلکیاں نظر آنے لگی اور پھر پژمردہ آواز میں سلام کا جواب ملا جب میں نے اپنی مشفقہ، محسنہ کے اس حال زار کو دیکھا تو بڑی اضطرابی سے وجہ غم دریافت کیا لیکن ان سے ملنے والے جواب نے میرے اضطراب میں مزید اضافہ کر دیا کیوں کہ وہ میری باتوں کا جواب دینے کے بجائے بہکی بہکی باتیں کرنے لگیں مثلاً اگر بیٹیوں کو والدین کے ماتحت گھروں میں رہنے کا حکم نہ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا نا؟ کاش والدین کی نافرمانی گناہ نہ ہوتا!! اگر خودکشی کرنے کی اجازت از روئے شرع ہوتی تو میں کب کا کر لی ہوتی وغیرہ وغیرہ......ان باتوں سے میرا وجود کانپ اٹھا پھر میں نے خود کو سنبھالا اور ان سے بڑی تعجب سے وجہ غم دریافت کیا کہ آخر بات کیا؟؟ آپ کیوں اس حد تک سوچ رہی ہیں؟؟ پلیز وجہ غم بتائیں...

کافی اسرار کے بعد شرمساری کے ساتھ دکھ بھرے لہجے میں یہ جواب دیں کہ.....''میں اپنے ہی گھر میں قیدیوں جیسی زندگی گزار رہی ہوں، اپنے گھر میں گھٹ گھٹ کر سانسیں لے رہی ہوں، اپنے ہی گھر میں صبح سحری سے لے کر افطاری کے وقت تک اور پھر افطاری کے بعد رات کے کھانے تک چولہے کے پاس رہتی ہوں اس کے باوجود بھی گھر میں کہیں پیار کی بو اور محبت کی لہر نظر نہیں آتی بلکہ ذرا سی کمی یا تاخیر پر ابو، بھائی کی تنقیدوں اور ڈانٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔'' میں ان کی باتوں کو سن کر کچھ دیر سکتہ میں پڑ گ‍ئی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ میں ایک بے جان مجسمہ ہوں جب میری خاموشی کو آپی نے دیکھا تو پھر دوبارہ غموں سے چور ہو کر تڑپتی ہوئی بول پڑی کہ۔''تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟؟ کیا ایسی حالت میں مجھے موت کے آغوش میں جانا والدین کے آغوش سے بہتر نہیں لگے گا، تم ہی بتاؤ مجھے ان حالات میں اپنا ہی گھر قید خانہ سے بدتر معلوم نہیں ہوگا، کیوں کہ مجھے گھر میں ایک قیدی سے بھی زیادہ جکڑ کر رکھا جاتا ہے مجھے کہیں سے ڈانٹ اور تنقید کے علاوہ محبت وشفقت کی بو نہیں ملتی، بتاؤ.....میں کیا کروں؟''

اللہ اللہ، ان کی باتوں نے میرے کلیجہ کو چھلنی کر دیا، میں خیالوں کی دنیا میں آج سے ساڑھے چودہ سو سال سے بھی آگے پہنچ گئی اور سوچنے لگی کہ اسلام نے تو برسوں پہلے ہی بیٹیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے والے والدین کو بھی بیٹیوں کا دلدادہ بنا دیا تھا، وہ لوگ جو اپنے ہاتھوں سے بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے تھے وہی لوگ اپنی لاڈلیوں کو اپنے کندھوں پر بٹھانے لگے، لیکن.... تعجب ہے کہ آج اسی مذہب کے ماننے والوں میں بیٹیوں کو ستانے کی داستان سننے کو مل رہی ہے، افففففف تم بھول گیے تمہارے نبی حضور رحمت للعالمین ﷺ نے عام انسان کے ساتھ مہربانی کرنے اور ظلم و زیادتی سے بچنے کے متعلق فرمایا تھا: إن اللہ رفیق یحب الرفق (یعنی) خدائے تعالیٰ مہربان ہے اور مہربانی کو پسند فرماتا ہے۔

[مسلم، ج۲: ص ۳۲۲]

غور کریں!! آپ کیا کر رہے ہیں؟ کہیں آپ بھی بے جا سختی کر کے اللہ کے رسول کے اس وعید کے مستحق تو نہیں بن رہے ہیں!!

من یحرم الرفق یحرم الخیر (یعنی) جو شخص نرمی سے محروم کیا جاتا ہے (دراصل) وہ بھلائی سے محروم کیا جاتا ہے۔
[مسلم، ج۲: ص۳۲۲]

اللہ اکبر، یہ فرامین تو عام لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے اور بے جا سختی سے گریز کرنے کے متعلق ہیں اب آپ خود سوچیں کہ جو اپنوں کے ساتھ بھی نرمی کا برتاؤ نہ کرے جو اپنے خون (اولاد) کے ساتھ بھی بے جا سختی سے پیش آئے اس کا حشر کیا ہوگا اور اس پر اللہ اور اس کے رسول کی کتنی لعنتوں کا نزول ہوگا؟؟ ناراضء رب و رسول کا یہ عالم ہے کہ اللہ کے حبیب حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنۡ لَمۡ یَرۡحَمۡ صَغِیۡرَنَا وَلم یُوَقِّرۡ کَبِیۡرَنَا لَیۡسَ مِنَّا۔ (جو شخص چھوٹوں کے ساتھ رحم اور بڑوں کی توقیر نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں)

اللہ، اللہ یہ اسلام تو ہر چھوٹے پر شفقت کا حکم دیتا ہے پھر جو اپنے ننھے بچوں پر ظلم کرے اور انہیں شفقت سے محروم رکھے اس کو رحمت خداوندی سے کس قدر محرومی ہوگی!

لہٰذا للہ اپنے اندر نرمی پیدا کریں اور اولادوں پر شفقت کریں نیز ان کے ساتھ عزت و اکرام سے پیش آئیں کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ـــ”باپ کے ذمے بھی اولاد کے حقوق ہیں جس طرح اولاد کے ذمہ باپ کے حقوق ہیں۔ نیز فرما اپنی اولاد کا اکرام کرو اور انہیں آداب سکھاؤ۔ ـــ“ [ابن ماجہ]

اس حدیث سے واضح ہے کہ اولاد کے حقوق کی ادائیگی والدین پر لازم ہے اور ان کا اکرام کرنا بھی والدین کے ذمہ کر دیا گیا ہے۔ یہ حکم تو عام اولاد کے متعلق ہے اب یہ دیکھیں کہ اسلام نے بیٹیوں کو کیا حق دیا ہے اور معلم انسانیت حضور نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟؟

برانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ـــ”اپنی اولاد کو برابر دو اگر میں کسی کو فضیلت دیتا تو لڑکیوں کو فضیلت دیتا۔ ـــ“

ایسی ہی احادیث کی روشنی میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ بچیوں کو ہر چیز میں برابر ہی دیں بلکہ بچیوں کی دل جوئی و دلداری کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ بچیوں کا دل بہت نازک ہوتا ہے اسی لیے جب بھی باہر سے کوئی تحفہ وغیرہ لائیں تو پہلے بچیوں کو دیں پھر بیٹوں کو، بیٹوں سے زیادہ ان کی دلجوئی کریں۔

ان احادیث کے بعد عرض ہے کہ للہ بیٹیوں کی قدر دانی کریں کیوں کہ یہی وہ رحمت ہے جس کے متعلق اللہ کے رسول حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ : ـــ”جس کی عیال (پرورش) میں دو لڑکیاں بلوغ تک رہیں وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ پاس پاس ہوں گے اور حضور نے اپنی انگلیاں ملا کر فرمایا اس طرح۔ ـــ“ [صحیح مسلم]

الآخر ہم سب کو چاہیے کہ اپنے اوپر غور کریں اور دیکھیں کہ کہیں ہم لاعلمی میں اپنے ماتحتوں پر ظلم تو نہیں کر رہے ہیں نا کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ : الظلم ظلمات یوم القیامۃ (یعنی) ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا۔ [مسلم، ج۲: ص۳۲۰]

چنانچہ ہم سب پر اپنا محاسبہ لازمی ہے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ : ہمارے اوپر دو حقوق عائد ہوتے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد، ان دونوں کی ادائیگی ضروری ہے لیکن ان میں حقوق العباد بہت اہم ہیں اس لیے کہ خدائے تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگر چاہے تو اپنے حقوق معاف کر دے لیکن بندوں کے حقوق کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں معاف فرمائے گا اس وقت تک کہ وہ بندے خود نہ معاف کر دیں۔ لہٰذا حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں ورنہ قیامت کے دن کے سخت عذاب کے لیے تیار رہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ امت مسلمہ کو اسلام پر مکمل طور سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور حقوق اولاد کی ادائیگی بالخصوص بیٹیوں کی قدر دانی کی نیک توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

◆◆◆

نماز اور اسلامی تصور

از: علامہ قمر الزماں خان اعظمی*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ۔

[العنکبوت: آیت ۴۵]

"بے شک نماز انسان کو تمام برائیوں اور بے شرمیوں سے منع کرتی ہے۔"

آج کے دَور کا سب سے بڑا مسئلہ انسانی معاشرے میں پھیلی ہوئی وہ برائیاں اور بے حیائیاں ہیں جنھوں نے پوری دُنیا کو جہنم میں تبدیل کر دیا ہے۔ دُنیا کی تمام متمدّن قومیں اس بات کی کوشش کر رہی ہیں کہ دُنیا سے برائیوں کا خاتمہ ہوجائے، مگر ہزاروں کوششوں کے باوجود برائیاں دن بدن بڑھتی جارہی ہیں اور اب تو عالم یہ ہے کہ برے انسانوں کی دست برد سے دُنیا کا کوئی فرد، کوئی سوسائٹی اور کوئی حکومت محفوظ نہیں ہے۔ حالاں کہ جرم وسزا کے موضوع پر لٹریچر کی بھر مار ہے۔ جاسوسی کا نظام؛ جرائم کو کنٹرول کرنے کی بھر پور کوشش کر رہا ہے۔ حکومتوں کے کارندے برائیوں کے خلاف مصروفِ عمل ہیں۔ مجرموں کے لیے قید وبند کے علاوہ ان کی اصلاح کے لیے ہزاروں سائنٹیفک طریقے ایجاد کر لیے گئے ہیں۔ جرم کی دریافت کے لیے ہزاروں مسلّح آنکھیں ہر وقت مصروفِ عمل ہیں۔ عقلاے روزگار اور دانش ورانِ عالم برائیوں کے خلاف کتابوں کے انبار لگا رہے ہیں، مگر ان تمام کوششوں کے باوجود برائیوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ شر کی قوتوں نے پورے عالَمِ انسانی کو اپنے آہنی پنجوں میں جکڑ رکھا ہے، اور اس کی مضبوط گرفت کے نیچے ہر انسان کراہ رہا ہے۔ جرائم کی بڑھتی ہوئی تعداد اور انسانی دُنیا پر برائیوں کی یلغار آج کے دور کا سب سے بڑا چیلنج ہے، جس کا جواب دُنیا کے پاس نہیں ہے مگر قرآن عظیم اس چیلنج کا جواب دے رہا ہے:

"بے شک نماز انسان کو تمام برائیوں اور بے شرمیوں سے روک دیتی ہے۔" خداے واحد کی کتابِ مقدس نے دُنیا کے تمام جرائم، برائیوں اور بدکرداریوں کو ختم کرنے کے لیے—نماز—کا نسخہ تجویز فرمایا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن برائیوں کو پوری دُنیا اپنے تمام وسائل اور ذرائع کو بروے کار لا کر بھی دور نہیں کرسکتی ان کو نماز کس طرح دور کرسکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: دُنیا کی تمام کوششیں انسان کے ظاہری جسم کی پابندیوں سے متعلق ہیں، قید وبند کی صعوبتیں ہوں یا قوانین کی زنجیریں، یہ سب انسانی دست وپا کو پابندِ سلاسل کرتی ہیں، مگر نماز قلبِ انسانی کو آراستہ کرتی ہے اور اس کے اندر پوشیدہ—خیر—کی قوتوں کو بیدار کر کے—شر—کا خاتمہ کرتی ہے۔

قلبِ انسانی ہی جملہ اعضا اور جوارح کو حکم دیتا ہے۔ قلبِ انسان حاکم ہے اور دیگر اعضا وجوارح محکوم ہیں۔ اگر اس کی اصلاح ہوجائے تو پورا جسم سنور جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان کا حملہ قلبِ انسانی پر سب سے پہلے ہوتا ہے۔ طبعی اعتبار سے قلب کا کام جسمِ انسانی میں خون کی سپلائی ہے لیکن اگر اس پر شیطان کا قبضہ ہوجائے تو خون کے ساتھ شر بھی انسانی رگ وپے میں سرایت کر جاتا ہے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الشیطان یجری فی الانسان مجری الدم۔ "شیطان جسمِ انسانی میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔"

لیکن جب نماز قلبِ انسانی کو شیطانی اثرات سے پاک کر دیتی ہے تو پھر شر کے بجائے خیر گردش کرتا ہے، اور انسان مجسمۂ خیر وخوبی بن جاتا ہے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جسم انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ سنور جائے تو پورا جسم سنور جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم

*سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن، لندن

بگڑ جاتا ہے آگاہ ہو جاؤ کہ وہ قلب ہے۔"

ایک دفعہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم؛ صحابۂ کرام کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کچھ لوگ باری باری ایک پتھر کو دھکا دے رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: تم لوگ اس پتھر کو کیوں دھکا دے رہے ہو، تو اُنھوں نے عرض کی: تا کہ ہم جان لیں کہ ہم میں سب سے زیادہ طاقت ور کون ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: الشدید من غلب علی نفسہ۔ "طاقت ور وہ ہے جو اپنے دل کو قابو میں کرلے۔"

دل قابو میں ہو تو جسم کی طاقت کم زوروں کو سہارا دینے اور گرے ہوئے لوگوں کو اُٹھانے میں صرف ہوگی اور اگر نفس قابو میں نہ ہو تو تمام توانائیاں غریبوں کے استحصال اور بے کسوں کو تباہ کرنے میں خرچ ہوں گی۔ پتا چلا کہ قلبِ انسانی خیر و شر کا منبع ہے اور نماز قلبِ انسانی کو شر سے پاک و صاف کر کے خیر کی آماج گاہ بنا دیتی ہے۔

نماز گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارأیتم لو ان نھرًا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یومٍ خمسًا ھل یبقٰی من درنہ شیٔ قال فذالک مثل الصلوٰۃ الخمس یمحو اللہ بھن الخطایا۔ [بخاری و مسلم]

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک دریا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اُس کے بدن پر کوئی مَیل باقی رہ جائے گا؟ حضور نے فرمایا: یہی مثال پانچ وقت کی نمازوں کی ہے۔ اللہ ان نمازوں کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اسلام میں جزا اور سزا کا قانون نافذ ہے۔ قرآن عظیم میں صراحتہً ارشاد فرمایا گیا: وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ [الزلزال: آیت ۷۔۸]

"انسان اس دُنیا میں جو کچھ کرے گا آخرت میں اسی کا بدلہ دیا جائے گا۔"

اس سلسلے میں خدائے شہید و بصیر جو کائنات کے ذرّے ذرّے کا مشاہدہ کر رہا ہے اور کائنات کی ہر شے اُس کی نگاہِ قدرت کے سامنے ہے۔ اس نے اپنے بندے کو مطمئن فرمانے کے لیے یہ اہتمام فرمایا ہے کہ کراماً کاتبین نامۂ اعمال مرتب کر رہے ہیں۔ اعضائے جسمِ انسانی اپنے کرتوتوں کی گواہی دیں گے، فرشتے، کتابِ الٰہی، اعمال اور زمینِ عمل یہ سب گواہ ہوں گے تا کہ بندہ کہیں یہ نہ محسوس کرے کہ اس کو سزا اس کے گناہوں کے تناسب سے زیادہ دی جا رہی ہے۔ جزا اور سزا کے اسی قانون کے پیشِ نظر حضور سیّد عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید و بصیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ مسیحی اپنے پیغمبر کو صرف بشیر مانتے ہیں اور یہودی صرف نذیر، مگر حضور سیّد عالَم صلی اللہ علیہ وسلم بشیر و نذیر دونوں ہیں۔ قرآن عظیم میں کہیں ان کی مبشرانہ حیثیت کو پیش کیا گیا ہے اور کہیں وہ منصبِ انذار پر فائز نظر آتے ہیں، کہیں وہ اعمالِ حسنہ کی جزا کے طور پر جنت کی بشارت دیتے ہیں اور کبھی وہ بداعمالیوں کی سزا کے نتیجے میں دوزخ کے دردناک عذاب سے ڈراتے ہیں۔

حضور کا بشیر و نذیر ہونا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ اسلام میں جزا اور سزا کا قانون نافذ ہے، یہی اصل ہے اور اسی کے مطابق فیصلے ہوں گے۔

انسان بشارتوں کے نشے میں مدہوش ہو کر انجام سے بے خبر گناہوں میں ڈوبتا چلا جائے گا۔ وہ یہ یقین کر لے گا کہ خواہ ہم کچھ بھی کریں محض ایک بار صلیبِ مسیح کے سامنے اعترافِ گناہ ہمیں گناہوں سے بچا لے گا اور صرف انذار بھی جہنم سے نہیں بچا سکتا اس لیے کہ انذارِ محض کے بطن سے مایوسی جنم لیتی ہے، اور انسان یہ سوچ لے گا کہ گناہ تو ہو چکے اب اگر جنت سے محرومی مقدر بن چکی ہے تو دُنیاوی لذتوں سے کیوں دست کش ہوا جائے۔ اس طرح اللہ کی رحمت سے مایوسی اُس کو جہنم میں پہنچا دے گی۔ لیکن انسان جب مغفرت کی اُمید اور سزا کا خوف دونوں رکھے گا تو پھر اُس کے قدم صراطِ مستقیم پر گام زن ہوں گے۔ یہی میزانِ عدل ہے اور اسی کے بارے میں حضور نے ارشاد

فرمایا: الایمان بین الخوف والرجا۔ ''ایمان امید وبیم کے درمیان ہے۔''

اگرچہ اسلام نے بداعمالیوں کی بڑی سخت سزائیں مقرر کی ہیں، مگر بے شمار ایسے مواقع عطا فرمائے گئے ہیں جہاں انسان اپنے رب کے حضور میں رحمت کا طلب گار ہوکر اپنے گناہوں کی مغفرت کرا سکتا ہے۔ انہیں منجیات میں سے نماز بھی ہے۔ مندرجہ بالا حدیث پاک میں نماز کو دریاے رحمتِ الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی ایک انسان جب نماز پڑھتا ہے تو وہ دریاے رحمتِ الٰہی میں غوطہ زن ہوتا ہے، اور جو رحمتِ الٰہی کے دریا میں غوطہ زن ہو اُس کے جسم پر گناہوں کی کثافت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک یہ تھا کہ بعض وقت تکوینی حقائق کا مشاہدہ کرانے کے بعد اللہ کے انعام و اکرام کو ذہنِ انسانی میں منتقل فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی خزاں رسیدہ شاخ کو اپنے دستِ کرم سے ہلایا تو اُس کے خزاں رسیدہ پتّے زمین پر بکھر گئے اور شاخ عُریاں ہوگئی۔ آپ نے صحابۂ کرام کو مخاطب کرکے فرمایا کہ: جس طرح اس شاخ کے ہلانے سے درخت کے پتّے جھڑ گئے ہیں اسی طرح نماز سے انسان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

حدیثِ پاک کا صحیح ذوق رکھنے والا یہ نتیجہ ضرور اَخذ کرے گا کہ جب تک خزاں رسیدہ پتّے جھڑ نہ جائیں درخت پر نئے برگ وبار نہیں آسکتے جو بہار کی ضمانت ہیں۔ اسی طرح جب تک گناہوں کے خزاں رسیدہ پتّوں کو نماز کی تحریک سے جھاڑ نہ دیا جائے اُس وقت تک حیاتِ انسانی کے چمن میں بہار نہیں آسکتی اور جب خزاں کے پتّے جھڑ جائیں گے تو اعمالِ حسنہ کے شاداب برگ وبار انسانی زندگی کو جنت کی بہاروں سے ہم کنار کردیں گے، جہاں کبھی خزاں نہ آئے گی۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل بہار ہے؛ اصل خزاں نہیں ہے، یعنی اعمالِ حسنہ ہی اصل ہیں۔ انسان فطرتِ اسلامیہ پر پیدا کیا گیا ہے، ہاں کبھی کبھی گناہوں کی بادِ سموم چلتی ہے تو شجرِ حیات مُرجھا جاتا ہے مگر اس کو دوبارہ بہارِ جاوداں سے ہم کنار کرنے کے لیے نماز کا پابند بننا پڑے گا۔

تارکِ نماز اللہ کے ذمۂ کرم سے دور ہوجاتا ہے: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا تترکن صلوٰۃ مکتوبۃ متعمدًا فان من ترك صلوٰۃ مکتوبۃ فقد برءت منه ذمة الله۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قصداً فرض نمازیں ہرگز مت چھوڑو اس لیے کہ جو جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑتا ہے اُس کو اللہ اپنے ذمۂ رحمت سے دور کردیتا ہے۔''

اس حدیث کے راوی حضرت سیّدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ ایک طویل حدیث کا ایک حصہ ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو چند اہم باتوں کی وصیت فرمائی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ: خبردار نماز کو قصداً مت چھوڑنا ورنہ اللہ تم سے بری الذمہ ہوجائے گا۔ حدیث پاک میں یہ لب ولہجہ اس وقت اختیار فرمایا جاتا ہے جب اللہ رب العزت کی انتہائی ناراضی کو واضح کرنا مقصود ہو۔ انسان نماز کے ذریعے اپنے قلب کے اندر مخفی ایمان کی عملی تصدیق کرتا ہے کہ اگر وہ خدا پر یقین رکھتا ہے تو اُس کا سجدہ ضرور کرے گا۔ اگر وہ جنت ودوزخ پر یقین رکھتا ہے تو نماز کے ذریعے جنت کے حصول اور جہنم سے بچنے کی ضرور کوشش کرے گا۔ نماز پڑھنے سے اُن تمام عقائد کی عملی تصدیق ہوتی ہے جو قلبِ انسانی کے اندر پوشیدہ ہیں، گویا نماز ایمان کے صحت مند بیج کا حسین وجمیل پودا ہے۔

نماز کی ادائیگی اگر گناہوں سے مغفرت اور حصولِ جنت کا ذریعہ ہے تو ترکِ نماز عذابِ الٰہی اور جہنم کا موجب ہے۔ انسان کی آخری امید اللہ رب العزت کا کرم اور اُس کی بخشش ہے، مگر وہ انسان کتنا بدنصیب ہے جس کے بارے میں رحمت عالَم صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر دیں کہ: وہ اللہ کی رحمت سے دور کردیا گیا ہے اور اب آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

نماز جہاں انسان کو قربِ خداوندی کے شرف سے نوازتی ہے، وہیں آخرت کی کامیابیوں کی بقیہ ص ۵۰ پر

فضیلت بسم اللہ شریف

از: مفتی محمد صابر القادری*

اسلامی آداب معاشرت میں بسم اللہ شریف پڑھنے کی بڑی اہمیت ہے اور ہر جائز کام کی ابتدا بسم اللہ پڑھ کر کرنے کی بڑی فضیلتیں حدیث شریف میں وارد ہیں۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، جانور ذبح کرنے غرض اس قسم کے سارے کاموں کی ابتداء بسم اللہ سے کرتے اور یہی سبق آپ نے امت مسلمہ کو دیا کہ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرو بلکہ یہاں تک فرمایا کہ دروازہ بند کرو تو اللہ کا نام لیکر چراغ غل کرو تو اللہ کا نام لیکر برتن ڈھانپو تو اللہ کا نام لیکر اور اپنی مشک کا نام باندھو تو اللہ کا نام لیکر غرضیکہ چھوٹا بڑا ہر کام کرتے وقت بندۂ مومن خدائے رحمٰن کا نام لیکر اپنی عادت بنالے تا کہ اس کی برکت سے مشکلیں آسان ہو جائیں۔

اور ہے بھی یہی کہ جو شخص کسی کام کو اپنے خدائے رحمٰن کا نام پاک لیکر شروع کرتا ہے اس کا توکل، اللہ کی تائید ونصرت پر پختہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ عملاً اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ میرا ضمیر پاک ہے میری نیت مخلصانہ ہے میرا مقصد اعلیٰ ہے اور میں اسی وحدہٗ لاشریک کا پرستار ہوں جس کی توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہوتا اور میرا بھروسا اللہ ہی کی ذات پاک اور اس کی رحمانیت اور رحیمیت صفات پر ہے۔ غرض بسم اللہ پڑھ کر قوت بخش اور اس سے زیادہ روح اخلاق کو بلند کرنے والا اتنا آسان ایسا مختصر ذکر نہیں۔ ہر مباح کام بسم اللہ سے شروع کرنا مستحب ہے اور ناجائز کام پر بسم اللہ پڑھنا مکروہ ممنوع ہے بلکہ لہولعب کے موقع پر سخت قبیح اور قریب بہ کفر ہے۔ صحبت کے وقت میاں بیوی دونوں بسم اللہ شریف ضرور پڑھ لیا کریں ورنہ بچے پر شیطان کی شمولیت ہو جاتی ہے جو اس کو زندگی بھر رسوا کرتی رہتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بچہ مکتب میں بٹھایا جاتا ہے اور معلم اس کو پہلے پہل کہتا ہے کہ کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بچہ یہ کلمہ زبان پر لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بچے اور اس کے ماں باپ اور استاذ کو عذاب دوزخ سے نجات دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کھانا کھانے بیٹھو تو کھانے سے پیشتر بسم اللہ پڑھ لو اگر کوئی کھانے سے پہلے یہ کلمہ زبان پر نہیں لاتا تو اس کے ساتھ کھانے میں شیطان شریک ہوتا ہے۔ اور جب درمیان میں بسم اللہ کہہ لیتا ہے تو باقی کھانے سے شیطان ہٹ جاتا ہے اور اس سے پہلے ساتھ کھائے ہوئے کھانے کو قے کر ڈالتا ہے اور وہ شخص گویا از سرنو کھانا شروع کرتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے اور اگر وہ شخص اس روز مر جائے تو شہید ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دس چیزوں کو دس چیزوں سے رونق بخشتا ہے۔

(۱) آسمان کو چاند سورج اور ستاروں سے (۲) فرشتوں کو حضرت جبرئیل سے (۳) بہشت کو حور وقصور سے (۴) پیغمبروں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (۵) دنوں کو جمعہ سے (۶) راتوں کو لیلۃ القدر سے (۷) مہینوں کو رمضان سے (۸) مساجد کو کعبہ شریف سے (۹) کتابوں کو قرآن حکیم سے (۱۰) قرآن کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص خلوص دل سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زبان پر لائے اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف فرمادے گا۔ اور اس کو دن ورات میں عبادت و سخاوت کی توفیق عطا فرمائے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی بندۂ مومن صدق دل سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین کو حکم دیتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں اس کے لیے چار لاکھ رتبے درج کریں اور اسکی چالاکھ بدیاں مٹادیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرتے وقت ایک بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے تو اس کے گناہ اگرچہ چالیس ہزار برس کے بھی ہوں معاف کر دیے جائیں گے، اور دنیا سے ایمان کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اگرچہ ساٹھ ہزار برس کے ہوں معاف فرمادے گا اور اس پر جانکنی آسان ہوجائے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محبت سے ایک بار بسم الہ الرحمٰن الرحیم کہے اللہ تعالیٰ اس کے اگرچہ اسی (۸۰) برس کے گناہ ہوں گے معاف فرمادے گا اور اس کی قبر میں دنیا کے برابر فراخی ہوگی۔ اور قیامت میں وہ قبر روشن رہے گی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عظمت کے ساتھ ایک بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اگرچہ ایک بار لاکھ برس کے ہوں معاف فرمادے گا اور وہ شخص بجلی کی طرح پل صراط سے گذرے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص، ایک بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت میں ستر ہزار لونڈیاں اور غلمان اور ستر ہزار حوریں اور بارہ ہزار تخت سونے چاندی یاقوت و جواہر سے جڑے ہوئے جن میں ہر ایک کا طول پانچ سو برس کی راہ کا ہوگا اور اسی قدر اس کے فرش ہوں گے عطا کرے گا اور اس کو ستر محل دیے جائیں گے جن میں ہر ایک ایک طول وعرض اس دنیا کے برابر ہوگا اس کے محل کی کھڑکیوں کے نیچے سے سات نہریں جاری ہوں گی۔

(۱) صاف شہد کی (۲) سفید دودھ کی (۳) خالص پانی (۴) خوش مزہ شراب (۵) اس رحیق مختوم کی جو مشک سے (۶) سلسبیل کی (۷) تسنیم کی

شرعۃ الاسلام میں ہے کہ اگر کہیں زمین پر کوئی کاغذ کا پرچہ پڑا ہو جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی ہو اور کوئی شخص ادب کی وجہ سے اس کاغذ کو اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اپنے دوستوں میں داخل کرے گا اور اس کے ماں باپ کو عذاب قبر سے نجات دے گا اور اس کو شہیدوں کے زمرے میں قیامت کے دن اٹھائے گا۔ ضحاک نے ابوجعفر سے حفص کی تفسیر کے حوالے سے روایت کی جس وقت قرآن پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا تو اس میں نبیوں کی آسمانی کتابوں یعنی توریت، انجیل، زبور اور تمام آسمانی صحیفوں کی برکت داخل کی گئی اور قرآن پاک کی ساری برکت سورۃ الحمد اللہ کو دی گئی اور سورۂ فاتحہ کی تمام برکت اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں داخل فرمائی تو جس نے اخلاص اور صدق دل سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو گویا اس نے تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمائے ہیں ختم کئے اور وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جس طرح اپنی پیدائش کے دن تھا اور مرنے کے وقت اس کی زبان پر کلمہ الا الٰہ الااللہ محمد الرسول اللہ جاری ہوگا۔ صلوٰت سعودی میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ ہر وقت اور ہر گھڑی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا کرو کیونکہ اس کلمے میں انیس حروف ہیں جو خلوص نیت سے اس کلمہ کو زبان پر لائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ان فرشتوں سے دور رکھے گا جو عذاب دوزخ پر مؤکل ہیں اور ان کی تعداد انیس ہے جو شخص اپنی تمام عمر میں ۷ بار بسم اللہ کہے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے ساتوں طبقوں سے دور رکھے گا۔ اور وہ شخص قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ستر گناہ گاروں کی

شفاعت کریں گے ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ جوشخص وضو کرکے قرآن مجید میں سے انیس صرف یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زبان پر لائے اس کو انیس نیکیاں اللہ کے یہاں ملیں گی دس دنیا میں نو آخرت۔

دس نیکیاں یہ ہیں: (۱) اس کی زندگی میں برکت ہوگی (۲) لوگ اس کی عزت کریں گے (۳) ذکر الٰہی میں اس کی عمر دراز ہوگی (۴) اس کے مال اور اس کے جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا (۵) عبادت الٰہی یعنی روزہ اور نماز اور سخاوت وغیرہ میں وہ کبھی سستی نہ کرے گا (۶) اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی زبان کو سچی کرے گا اور کبھی جھوٹ نہ بولے گا غیبت اور بہتان وغیرہ کا مرتکب کبھی نہ ہوگا جس کی وجہ سے اللہ اس کو داخل بہشت کرے گا (۷) کسی گناہ کبیرہ اور نشہ وغیرہ کی طرف وہ رخ نہ کرے گا۔جس کی وجہ سے اللہ اس کو دوزخ سزائے تازیانہ سے محفوظ رکھے گا۔(۸) ہر وقت وہ کسب حلال پیدا کرے گا (۹) نماز میں اس کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوگی (۱۰) اللہ تعالیٰ اس کو نیک بخت اور ہونہار لڑکا عطا کرے گا جو علم دین پڑھے گا۔ اور اپنے ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگا کرے گا۔

اور وہ نیکیاں جو اس کو مرنے پر حاصل ہونگی وہ یہ ہیں۔

(۱) مرنے کے بعد جانکنی کی سختی اس پر آسان کرے گا۔(۲) دنیا سے وہ ایمان کے ساتھ اٹھے گا اور نزع کے وقت شیطان اس کے قریب نہیں آئے گا۔(۳) مرنے کے بعد اس کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہوگا۔(۴) قبر میں منکر نکیر کے سوال کا جواب اس پر آسان ہوگا۔(۵) دنیا سے دو حصے زیادہ اس کی قبر میں فراخی ہوگی (۶) صبح شام اس کی قبر کی زیارت کے لئے ستر لاکھ فرشتے آئیں گے اور اس کے لئے نیکیاں لکھا کریں گے اور قیامت تک لکھا کریں گے ۔(۷) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا صبر کرنے والوں کے ساتھ حشر کرے گا (۸) اس کا نامۂ اعمال قیامت کے دن اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ (۹) پل صراط سے بجلی کی طرح گذر جائے گا اور اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بہشت میں جائے گا۔

کتاب سمٰوت کبریٰ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص کامل طور سے وضو کرتا ہے ایک بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان کے فرشتے عرش کے نیچے ایک مقام میں کرتے ہیں اور مقام روضتہ الرضوان ہے ۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر قیامت رد اس شہر کے لئے استغفار کرتے ہیں اور ایک دم بھی غافل نہیں ہوتے ۔

بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم حضرت جبرئیل علیہ السلام کی پیشانی پر لکھی ہوئی ہے ۔اور لفظ اللہ کی ھ حضرت میکائیل علیہ السلام کی پیشانی میں اور لفظ رحمٰن کی میم حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی پر اور الرحیم کی میم حضرت عزرائیل علیہ السلام کی پیشانی پر،تو جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک بار زبان پر لاتا ہے تو یہ چاروں مقرب فرشتے اور ان کے ساتھ اور تمام فرشتے حرکت میں آتے ہیں اور اس شخص کے حق میں استغفار اور دعائے خیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! جاؤ میں نے اپنے بندے کو اس کلمہ کا پورا ثواب دے دیا جیسے وہ زبان پر لاتا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خداوندہم ک کیونکر سکون ہو اور ہم یہاں سے کیونکر جائیں جب تک کہ تو اس کلمہ کے کہنے والے کو بخشش نہ دے ۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے فرشتو سنو! جس وقت میرے بندے نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو وہ ابھی پورے الفاظ ادا بھی نہ کر چکا تھا میں نے اسے بخش دیا تو اس شخص کے سر پر سے تمام گناہوں کا بار اٹھا لیا جاتا ہے ۔اور اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتا ہے کہ اس کو دوزخ سے نجات دی جائے اور بہشت میں داخل کیا جائے۔

جب کوئی مشکل در پیش ہو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بطہارت کامل سات سو چھیاسی بار (۷۸۶) بار سات روز تک پڑھے ہر مشکل کام آسان ہو اور اگر ہمیشہ ورد میں ہو تو کسی دوسرے عمل کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

بعد نماز فجر ایک ہزار پانچ سو مرتبہ جس مطلب کے واسطے پڑھے وہ بر آئے۔ اکابرین فرماتے ہیں یہی اسم اعظم ہے۔

ترک حیوانات کرکے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو دریا کے کنارے بعد نماز فجر بارہ ہزار بار اور بعد مغرب بارہ ہزار بار پڑھے اول آخر ۴۱/۴۱ بار درود شریف ضرور پڑھا جائے یہ طریقہ ہر اہم سے اہم حاجت کے لئے مجرب ہے کشائش رزق کے لئے کافی مجرب ہے۔ تسخیر حکام وحصول دولت ومنصب و عزت کے لئے جمعرات کو روزہ رکھے اور چھوہارے سے افطار کرے بعد نماز مغرب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک سو اکیس مرتبہ پڑھے بعد اس کے نماز عشاء پڑھ کر سونے کی نیت سے لیٹے اور نیت روزے کی کرکے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا شروع کرے یہاں تک کہ پڑھتے پڑھتے سو رہے جب صبح ہو اور روز جمعہ ہو تو نماز فجر پڑھ کر بسم اللہ شریف کو ایک سو اکتالیس بار پڑھے اور اس طرح سے بسم اللہ کو زعفران اور گلاب وغیرہ سے لکھے:

ب س م ا ل ل ہ ا ل ر ح م ا ن ا ل ر ح ی م

اور موم جامہ کرکے اپنے بازو پر باندھے اس عمل کو جو کوئی کرے گا لوگوں کی نظروں میں مثل چودھویں رات کے ہوگا۔ اور وقار اس کا سب کے دلوں میں ہوگا۔ چاہئے کہ نقش کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ کرے تاکہ ضائع نہ ہو۔ جو کوئی بسم اللہ کو کاغذ پر ایک سو ایک بار (۱۰۱) لکھ کے اپنے کھیت یا باغ میں دفن کرے گا تو وہ کھیت یا باغ ہرا بھرا رہے گا اور غلہ خوب ہوگا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ورد تمام دینی ودنیاوی حاجت کے لئے اکسیر کا حکم خاص رکھتا ہے، اس سے کسی مسلمان کو غافل نہ ہونا چاہیے۔ وما توفیقی الا باللہ

◆◆◆

ص ۴۶ ر کا بقیہ...

ضمانت بھی ہے۔ نماز انسان کے اندر پوشیدہ خیر کی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے والی ہے، اس لیے کہ انسان خیر پر پیدا کیا گیا ہے۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ الاسلامیۃ لیکن کبھی کبھی شر کی قوتیں غالب آجاتی ہیں اور انسان اپنی فطرتِ اولیٰ سے بغاوت کرکے فطرتِ ثانیہ پیدا کرلیتا ہے۔ انسان اگر نماز کا پابند ہوجائے تو وہ فطرتِ اصلیہ کی طرف لوٹ آتا ہے، لیکن جو بدنصیب اللہ کی تخلیق کردہ فطرت سے انحراف کرکے برائی کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ اس دُنیا میں بھی اللہ کے کرم، اس کی بخشش اور عطا سے محروم رہتا ہے اور آخرت میں بھی اُسے جہنم کے دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

[اخذ وترجمہ از : ریاض الصالحین للعلامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ]

◆◆◆

ص ۵۷ ر کا بقیہ...

ماجد کے جنازہ سے لے کر اب تک ضلع انتظامیہ کا جو میرے ساتھ خصوصی تعاون رہا میں اس کا شکر گزار ہوں اور صحافی برادران گرامی وقار کا بھی میں ان سے بھی کہوں گا کہ جیسا کل میرے والد ماجد ان کے ساتھ دست تعاون دراز کرتے تھے میں بھی اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر ان کے ساتھ حق وانصاف اور عدل ومساوات کے قیام میں شانہ بشانہ رہوں گا۔ آخر میں صلوٰۃ وسلام اور مفتی نجف علی قادری نائب شیخ الحدیث جامعہ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اس کے بعد حاضرین کی لنگر سے تواضع کی گئی۔ شرکاء محفل جن میں قابل ذکر ہیں: سید مصطفیٰ شاہ میاں چشتی نظامی، سجادہ نشین زیارت خرمہ، سید آفاق شاہ چشتی نظامی، سید ذوالفقار میاں جعفری سجادہ نشین مزار جعفر میاں سینجنی، ممبئی سے جامعہ کے ارکان الحاج سیٹھ محمد رفیع احمد برکاتی، الحاج سیٹھ محمد خالد برکاتی، محمد انور حسین شاہدی، واپی گجرات سے الحاج شاہ عالم نوری، آسام سے ڈاکٹر محمد ارشد شاہدی، بہار سے محمد وسیم شاہدی وغیرہ ان کے علاوہ شہر وضلع رامپور اور قرب وجوار کے اضلاع سے کثیر تعداد میں علماء ومشائخ اور عوام وخواص موجود رہے۔

المرسل:

سید محمد ذبیح اللہ نوری شاہدی بنگلوری
خادم قاضی شرع ومفتی اعظم ضلع رامپور

◆◆◆

رافضی دلال کی اصلیت

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی*

غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: واما قتاله الطلحة والزبير وعائشة ومعاوية رضوان الله تعالىٰ عليهم اجمعين فقد نص الامام احمد رحمة الله تعالىٰ عليه على الامساك عن ذلك وجميع ما شجر بينهم من منازعة ومنافرة و خصومة لان الله تعالىٰ يزيل ذلك من بينهم يوم القيامة كما قال عز من قائل ونزعنا مافى صدورهم من غل اخوانا على سرر متقابلين ولان عليا رضى الله تعالىٰ عنه كان على الحق فى قتاله لانه كان يعتقد صحة امامته على ما بينا من اتفاق اهل الحل والعقد من الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم على امامته وخلافته فمن خرج عن ذلك وناصبه حربا كان باغيا خارجا على الامام فجاز قتاله ومن قاتله من معاوية و طلحة والزبير رضى الله تعالىٰ عنهم طلبوا ثأر عثمان بن عفان رضى الله تعالىٰ عنه خليفة حق المقتول ظلما والذين قتلوه كانوا فى عسكر على رضى الله تعالىٰ عنه فكل ذهب الى تاويل صحيح فا حسن احوالنا الامساك فى ذلك و امرهم الى الله عز و جل وهو احكم الحاكمين و خير الفاصلين والاشتغال بعيوب انفسنا وتطهير قلوبنا من امهات الذنوب وظواهرنا من موبقات الامور و اما خلافة معاوية بن ابى سفيان رضى الله تعالىٰ عنه فثابتة صحيحة بعد موت على رضى الله تعالىٰ عنه و بعد خلع الحسن بن على نفسه من الخلافة و تسليمها الى معاوية رضى الله تعالىٰ عنه لراى راه الحسن رضى الله تعالىٰ عنه و مصلحة عامة تحققت له وهى حقن دماء المسلمين وتحقيق لقول النبى صلى الله عليه وسلم فى الحسن رضى الله تعالىٰ عنه " ابنى هذا سيد يصلح الله بين فئتين عظيمتين من المسلمين فوجبت امامته بعقد الحسن له فسمى عامه عام الجماعة لارتفاع الخلاف بين الجميع واتباع الكل لمعاوية لأنه لم يكن هناك منازع ثالث فى الخلافة وخلافة مذكورة فى قول النبى صلى الله عليه وسلم وهو ماروى عن النبى صلى الله عليه وسلم تدور رحى الاسلام خمسا و ثلاثين سنة او ستا و ثلاثين او سبعا و ثلاثين والمراد بالرحى فى هذا الحديث القوة فى الدين والخمس سنين الفاضلة عن الثلاثين فهو من جملة خلافة معاوية الى تمام تسعة عشرة سنة و شهور لان الثلاثين كملت لعلى رضى الله تعالىٰ عنه على ما بينا۔ [رد روافض 72/71 بحوالہ غنیۃ الطالبین]

امام احمد بن حنبل نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ؛ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ؛ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مابین جو جھگڑوں؛ نفرتوں؛ اور دشمنی پر کف لسان کی تفصیل فرمائی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان باتوں سے قیامت کے دن پاک فرمادے گا جیسا کہ ارشاد گرامی ہے: "ونزعنا مافى صدورهم من غل اخوانا على سرر متقابلين" اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ ہوگا اسے ہم دور کردیں گے وہ لوگ بھائی بھائی کی طرح آمنے سامنے تختوں پر رہیں گے— اس جنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حق پر تھے کیونکہ وہ خود اپنی امامت کی صحت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان

کی خلافت و امامت پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں اہل حل وعقد اتفاق فرما چکے تھے اس کے بعد جس نے ان کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن سے اتارا وہ باغی اور امام پر خروج کرنے والا تھا۔ اس صورت میں اس کا قتل جائز تھا (یہی وہ خارجی جماعت تھی جس نے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغاوت وخروج کیا تھا جو نیچے کی عبارت سے ھویدا ھے) اور جن حضرات مثلاً حضرت معاویہ رضی للہ تعالیٰ عنہ؛ حضرت طلحہ رضی للہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی للہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جنگ کی وہ خلیفۂ برحق حضرت عثمان ابن عفان رضی للہ تعالیٰ عنہ کا قصاص طلب کررھے تھے (یعنی ان حضرات کا بغاوت وخروج سے کوئی لینا دینا نہیں تھا اس سے واضح ھوگیا کہ حدیث میں جو لفظ باغی کا ذکر آیا ھے اس سے مراد خارجی فرقہ ھے جو اہل حق کے دونوں گروہ میں شامل تھے اور وہی لوگ حضرت عمار ابن یاسر رضی للہ تعالیٰ عنہ کے قاتل تھے) جن کا ظلما قتل کیا گیا تھا جبکہ قاتل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لشکر میں تھے (یعنی حضرت عثمان غنی رضی للہ تعالیٰ عنہ کے قاتل) ان دونوں گروہ نے اپنی اپنی جگہ صحیح تاویل اختیار کی (یعنی حضور امیر معاویہ و مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا گروہ) ھمارے لئے اس معاملے میں سکوت سب سے بہتر ھے ان حضرات کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ھے وہ احکم الحاکمین اور بہتر فیصلہ کرنے والا ھے۔ ھمارے لئے عیوب سے نفس کی اور گناھوں سے دل کی تطہیر اور موبقات امور سے اپنے ظاہر کو پاک کرنے میں مشغول ھونا زیادہ بہتر ھے اور رہی حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی للہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تو وہ حضرت علی رضی للہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپ دینے کے بعد ثابت و درست ھے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ غور وفکر کے بعد مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھتے ھوئے خلافت حضرت معاویہ رضی للہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کر کے مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچا کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی پیشن گوئی پر پورے اتر آئے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا کہ" میرا یہ بیٹا سردار ھے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروھوں میں صلح کرائے گا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی للہ تعالیٰ عنہ کی امامت واجب ھوگی اور اس اتحاد و اتفاق والے سال کو" عام الجماعت" (اجتماع کا سال) کہا جانے لگا اس لئے کہ تمام لوگوں نے اختلاف ختم کر کے حضرت معاویہ رضی للہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس کے علاوہ کوئی تیسرا دعویدار تھا بھی نہیں۔

▯خلافت کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ" اسلام کی چکی 35 یا 36 یا 37 سال گھومے گی" اس حدیث میں چکی سے مراد دین میں قوت ھے اور تیس سے پانچ سال اور اس کے انیس سال حضرت معاویہ رضی للہ تعالیٰ عنہ کی دور خلافت میں شامل ہیں کیونکہ تیس سال تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت رہی۔ غوث اعظم رضی للہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اتفق اهل السنة على وجوب الكف فيما شجر بينهم والا مساك عن مساويهم و اظهار فضائلهم و محاسنهم و تسليم امرهم الى الله تعالىٰ عز وجل على ماكان و جرى اختلاف على و طلحة والزبير و عائشة ومعاوية رضوان الله تعالىٰ عليهم ا جمعين على ما قدمنا بيانه وا عطاء كل ذى فضل فضله كما قال الله عز وجل والذين جاؤا بعد هم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولاتجعل فى قلوبنا غلا اللذين آمنوا ربنا انك رؤف رحيم :وقال الله :تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولاتسئلون عما كا نو ا يعملون۔ [ردروافض/74 بحوالہ غنیۃ الطالبین]

اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آپس کے اختلاف اور ان کی برائی سے خاموشی اختیار کرنا ضروری ھے اور ان کے فضائل ومحاسن کا اظہار کرنا اور ان کے تمام معاملات جیسے بھی تھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا

ضروری ہے۔ حضرت علی؛ حضرت طلحہ؛ حضرت زبیر؛ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اختلافات کے بارے میں پہلے بیان ھو چکا ھے اور ہر صاحب فضل کو اس نے حصہ عطا فرمایا ھے جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ھے: اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے یہ دعا کرتے ہیں اے ھمارے رب ھم کو بخش دے اور ھمارے بھائیوں کو بھی جو ھم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ھمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ھونے دے اے ھمارے رب تو بڑا شفیق ھے بڑا مہربان ھے" اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ھے: یہ ایک جماعت جو گزر چکی ان کا کیا ان کے سامنے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے سامنے آئے گا اور جو کچھ وہ کرتے رھے ان کی پوچھ گچھ تم سے نہ ھوگی" اس کے بعد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے متعلق متعدد آحادیث پیش فرماتے ہیں جس کا کچھ حصہ یہاں نقل کر دیا جاتا ھے جس سے آنکھیں روشن ھو جائیں گی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ھے: اذا ذکر اصحابی فامسکوا " جب میرے صحابہ کا ذکر ھو تو اپنی زبان کو قابو میں رکھو؛ دوسرے مقام میں فرماتے ہیں: وایاکم وماشجر بین اصحابی فلو انفق احد کم مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصفه " میرے صحابہ کی آپسی اختلاف کے بارے میں خموش رھو تم میں اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو ان جیسا ثواب نہیں پا سکتا بلکہ اس کا نصف ثواب بھی حاصل نہیں کر سکتا" حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں: لا تسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیه لعنة الله " میرے صحابہ کو دشنام (یعنی گالی) مت دو جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر اللہ کی لعنت ھے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: طوبی لمن رآنی ومن رآء من رآنی " اس آدمی کیلئے خوشخبری ھے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان الله عز وجل اختارنی و اختار لی اصحابی فجعلھم انصاری وجعلھم اصھاری و انه سیجیء آخر الزمان قوم ینقصو نھم الا فلا تواکلوھم الافلا تشار بوھم الا فلا تنا کحوھم الافلا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم علیھم حلت اللعنة " بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے میرے صحابہ کو پس انہیں میرا مددگار اور رشتہ دار بنایا عنقریب آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو ان حضرات کی تنقیص کرے گی۔ خبردار ان کے ساتھ کھانا پینا نہ کرنا؛ خبردار ان کے ساتھ نکاح نہ کرنا؛ خبردار ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا؛ اور نہ ان پر جنازہ پڑھنا ان پر لعنت مسلط ھوگی" اس کے سوا بھی احادیث ہیں جس کو ان شاء اللہ بعد میں بیان کرونگا۔

(1) غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مشاجرات صحابہ میں سکوت واجب ھے یہ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے۔

(1) غوثوی کلام کر رہا ھے اس ملعون کو پہچانیں یہ کون ہے؟

(2) غوث پاک فرماتے ہیں۔ ان کے فضائل ومناقب بیان کرنا ضروری ہے۔

(2) غوثوی کہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مولائے کائنات کو اور تمام اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دلی تکلیف پہنچتی ہے کیا غوث سادات سے نہیں ہیں اگر ہیں تو انہوں نے ذکر کرنے کا حکم کیوں دیا۔

(3) غوث پاک فرماتے ہیں۔ وہ تمام روایت جو خلاف شان ہے اس پر نظر نہ کیجائے یا اس کی تاویل کی جائے۔

(3) غوثوی انہیں روایات کو لیکر زبان طعن دراز کر رہا ھے کیا غوث پاک کی نگاہوں میں وہ روایتیں نہ تھیں۔ یا انہیں مولائے کائنات رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں تھی۔

(4) غوث پاک فرماتے ہیں کہ ان کا حضرت معاویہ کا مطالبہ امام برحق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ظلما قتل کے قصاص کا تھا اور قاتل مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے صف میں تھا خلافت کیلئے نہیں تھا۔

(4) غوثوی کہتا ہے خلافت کیلئے تھا اس ملعون کو جانیں یہ کون ہے جو اہل سنت کے متفقہ اصول سے بغاوت کر رہا ہے۔

(5) غوث اعظم فرماتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

بیعت کے بعد حضور امیر معاویہ کی خلافت و امامت اہل اسلام پر لازم ہوگئی یعنی وہ خلیفۂ برحق ہو گئے۔

(5) غوثوی اہل سنت کے متفقہ رائے اور غوث اعظم کی رائے کا منکر ہے۔ اس کے بعد غوثوی کا سادات سے پیار کرنے کا ناٹک ظاہر ہے۔

(6) غوث پاک فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ مشاجرات صحابہ کرام میں وجوب سکوت پر نص وارد فرماتے ہیں۔

(6) غوثوی کہتا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اشارہ دیا کہ لوگوں نے ان کے فضائل گھڑ لئے ہیں۔ جب کہ حضور معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ھونا ہی کیا کم فضیلت کی بات ہے۔

(7) غوث اعظم فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل نے مشاجرات صحابہ کرام پر سکوت اختیار کرنے کی تفصیل بیان کی ہے۔ جس میں اس بات کا بھی ذکر ھے کہ وہ لوگ بھائی بھائی کی طرح ایک تخت پر جلوہ بار ھونگے۔ دونوں گروہ نے اپنی اپنی جگہ صحیح تاویل اختیار کی۔ بیعت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد امامت صحیح اور امت مسلمہ پر واجب ہوگئی۔ یہ امام احمد بن حنبل فرمارہے ہیں جس کے راوی غوث پاک ہیں۔

(7) غوثوی اس کے خلاف زہر افشانیاں کر رہا ہے اور دھوباز کہہ کر اہل سنت کے متفقہ اصول سے بغاوت کر رہا ہے۔

(8) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (1) صحابہ کے ذکر کے وقت زبان قابو میں رکھو (2) مشاجرات صحابہ کے بارے میں سکوت اختیار کرو (3) احد کے پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو ان کے ثواب کا نصف حصہ بھی نہیں پاسکتا (کتنا بڑا درجہ صحابہ کرام کا ھے غور کریں) (4) جس نے میرے صحابہ کو گالی دیا اس پر اللہ کی لعنت ھے (5) اس کیلئے خوش خبری ھے جس نے مجھ کو دیکھا اور میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ صحابہ کو گالی دینے والے سے مقاطعہ کا حکم دیا۔

(8) غوثوی مشاجرات پر کلام کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر رہا ہے آقا علیہ السلام کو اطلاع تھی اس کے باوجود سکوت کا حکم دیا اور فضائل بیان کیا مگر غوثوی ملعون و مردود کو تکلیف ہورہی ہے جس کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے تکلیف ھو وہ شیطان ہی ھوسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی تنقیص کرنے والے کو ملعون کہا غوثوی تنقیص کررہا ہے تو یقین سے جان لیں کہ غوثوی ملعون ہے۔ جو نبی کریم کا ہوگا وہ ان لوگوں سے اپنا رشتہ منقطع کرلے گا قارئین سے گزارش ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم و غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودات عالیہ پر چلیں گے یا ملعون زمانہ۔ مردود وقت۔ جاہل مطلق۔ گمراہ اعظم۔ رافضی دلال۔ اور رافضی فضلہ خور غوثوی شاہ حیدرآبادی یا اجمیری یا کرناٹکی و پاکستانی کی سنیں گے فیصلہ آپ کو کرنا ھے۔ ایک طرف جنت ھے دوسری طرف جہنم جانا کدھر ہے سوچنا آپ کو ہے۔

◆◆◆

ص ۵۸ رکا بقیہ..

اور کسی بھی شاعر کا کسی بھی نااہل سجادے کی شان میں قصیدہ اور منقبت پڑھ کر اسکو با کرامت مرشد برحق ثابت کردینا ایک عام بات ہے۔ جبکہ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے رب تعالیٰ غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔

دراصل آج کی یہ مقرر اور شاعری اسلام کیلئے بہت بڑا خطرہ بنتی جارہی ہے اس سلسلے میں قوم سے صرف اور صرف اتنا کہونگا کہ وہ آج کے مقرروں او شاعروں کی بولیوں کو اسلامی فتوی نہ سمجھیں بلکہ دینی اسلامی کتب پڑھنے انکا مطالعہ کرنے کی عادت بنائیں۔ آج تقریر کرنے والوں میں اکثر وہ لوگ ہیں کہ جن کا مقصد وعظ و نصیحت اصلاح و تبلیغ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے آمین۔

◆◆◆

قاضی شرع رامپور کا فاتحہ سوم

شہزادۂ قاضی شرع کا بحیثیت وارث وجانشین اعظم پہلا تاریخی خطاب

رامپور ۱۳؍مارچ ۲۰۱۹ء

مرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ پرانا گنج رامپور میں صبح ۹ بجے قاضی شرع ومفتی اعظم ضلع رامپور علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی نوری جمالی کریمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے سوئم کی فاتحہ کا آغاز قاری محمد رئیس نوری کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔اس سے قبل جامعہ کے طلبہ اور وابستگان سلسلہ نے ختم قرآن کریم اور کلمہ طیبہ کا ورد کیا۔قاری غلام نبی نوری نے حمد باری اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں داماد قاضی شرع مولانا سید محمد جاوید کاظمی اور مولوی یوسف رضا متعلم جامعہ نے ہدیہ نعت پیش کی۔
مولانا سلمان فریدی مسقط کا لکھا منظوم تعزیت نامہ۔

لفظ لفظ آنسو ہیں حرف حرف نم اپنا
کس طرح سنائیں ہم آہ رنج وغم اپنا

قاضی شرع کے بھانجے مولوی سید محمد فرقان میاں نے اور حافظ منسوب جمالی کا لکھا منظوم تعزیت نامہ۔

جو مفتی اعظم ہیں قاضی شرع مرے مربی مرے مکرم
حضور شاہد میاں ہوئے ہیں غریقِ رحمت غریقِ رحمت

شہزادۂ قاضی شرع سید مہران رضا حسنی نے اور خطیب اہلسنت علامہ محمد احمد نعیمی چترویدی دہلی نے بھی منظوم تعزیت نامہ۔

حال دل کس کو سنائیں گے اب اہل سنن
کہہ رہی ہے قوم وملت سیدی شاہد میاں

پڑھا۔گھوسی سے تشریف لائے فاضل جلیل مولانا محمد سعید القادری نے اپنی تقریر میں کہا کہ: قاضی شرع کا اچانک وصال کر جانا ایک ایسا خلا ہے جو کبھی پر نہ ہو سکے گا۔
آپ ہر ایک کے دکھ کا مداوا کرتے اگرچہ خود کتنی ہی تکلیف میں ہو کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتے ہر حال میں اپنے مالک حقیقی کا شکر ادا کرتے تھے۔مفتی علی احمد عثمانی نے کہا کہ: میں نے اپنی چھوٹی سی عمر سے اب تک قلعہ کے میدان میں بڑے بڑے جلسے دیکھے جنازے دیکھے مگر نہ وہ دینی جلسوں سے بھرا اور نہ ہی سیاسی جلسوں سے بھرا اگر بھرا تو آج سے ایک دن پہلے بھرا اور اتنا بھرا کہ اس کے در و دیوار پکار رہے تھے کہ ہائے آج وہ گیا جو دکھے دلوں کا مداوا کرتا تھا، تشنگی کو بجھاتا تھا، مولیٰ تعالیٰ ہم اور آپ سب کو اپنے قائد اور محسن کے لگائے ہوئے اس چمن کی آبیاری کی کرنے اور اسے قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔
حضرت قاضی شرع ومفتی اعظم علیہ الرحمہ کی میں نے ۳۲؍سال معیت اختیار کی ہے جس میں میں نے اس مرد مجاہد کے لیل ونہار دیکھے ہیں وہ اپنے آپ میں ایک انجمن تھے مولیٰ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا جو یقیناً انہیں کا حصہ تھا اور آج وہ ہمیں اپنا سچا وارث وجانشین مولانا سید فیضان رضا کی صورت میں عطا کر گئے۔مولیٰ قاضی شرع کے جملہ اہل و عیال اور خاندان کے افراد کو صبر جمیل عطا فرمائے۔
مفتی محمد نجف علی قادری نے کہا:

تیرا دیدار کرنے کو تو آج زمانہ ترس رہا ہے
مگر آج تو کس کے جلوے میں گم ہو گیا ہے
وہ دکھا کے شکل جو چلے گئے
تو دل ان کے ساتھ رواں ہوا
نہ وہ دل رہا نہ وہ دل ربا
مری زندگی بے سود ہے

آج محفل سونی سونی ہے مگر آپ اور ہم جانتے ہیں یہ ان کے رب کا ان پر فضل وکرم ہے کہ ان کا نام ہی روشن نہیں بلکہ الجامعۃ الاسلامیہ کی شکل میں ان کا کام بھی زندہ ہے۔آپ حضرات نے انہیں اتنا نہیں دیکھا جتنا میں نے انہیں دیکھا۔میرا اور ان کا ساتھ تقریباً چھالیس برس کا ہے۔موصوف اپنی ذات میں یک وتنہا تھے جو وہ کام کر گئے وہ میں بھی نہیں کر سکتا تھا حق تو یہ ہے کہ یہ انہیں کا حصہ تھا۔پروردگار عالم ان کے شہزادہ وجانشین مولانا سید فیضان رضا کو ان کے نقش قدم پر چلائے اور ان کے کاموں کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے اور پسماندگان کو

صبر جمیل عطا فرمائے۔الجامعۃ الاسلامیہ کے جملہ اراکین و معاونین کو شاد و آباد رکھے۔جامعہ کو مزید استحکام عطا فرمائے۔

خازن جامعہ الحاج نبیہ احمد قادری نے کہا کہ حضرت قاضی شرع کے وصال ہم نہایت رنجیدہ ہیں جو کہ ایک صدمہ عظیم ہے۔

محاسب و نائب صدر الحاج صغیر احمد رضوی نے کہا کہ حضرت قاضی شرع کا وصال ہم سب کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے مولیٰ تعالیٰ سید فیضان میاں صاحب کو ان کے نقش قدم پر چلائے اور ہمارا ہر طرح سے ان کے ساتھ دست تعاون دراز رہے گا۔اور ہم سب قاضی شرع کے اہل خانہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

آخر میں شہزادۂ اکبر و جانشین قاضی شرع مولانا مفتی سید فیضان رضا نوری نے اپنے والد ماجد کے سچے وارث و جانشین کی حیثیت سے پہلا تاریخی خطاب کیا جس نے سامعین کے دلوں کو تقویت عطا کی اور ان کے والد ماجد قاضی شرع کے عزوم و حوصلہ کو جلا بخشی۔انھوں نے کہا کہ سب سے پہلے میں اپنے والد ماجد کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ میرے والد ماجد کی تمام طاعات و عبادات و حسنات کو قبول فرمائے اور سیئات کو معاف فرما کر ان کی قبر پر انوار کو بقعۂ نور بنائے، اپنے حبیب پاک ﷺ کی شفاعت عظمیٰ کبریٰ سے مالا مال فرمائے۔آگے کہا:

نہیں ہے پیر میخانہ مگر فیضان باقی ہے
ابھی تک میکدہ سے بوئے عرفانی نہیں جاتی

اہل سنت و جماعت پر قاضی شرع کا فیضان برستا رہے۔جس سفر پر وہ روانہ ہوئے ہیں اسے انہیں مبارک فرمائے یہ وہ سفر ہے جس سفر کا اللہ نے اپنے محبوب ﷺ سے وعدہ کیا ہے۔پ ۲۷،سورۃ الحدید رکوع نمبر ۲ کے اندر اپنے محبوب سے فرمایا ہے کہ: اے محبوب جس دن آپ دیکھیں گے اپنے غلاموں کو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو کہ نور ان کے دائیں بائیں گردش کرتا ہوگا۔مولیٰ تعالیٰ میرے والد ماجد کو یہ نور عطا فرمائے اور ان مومنین کی صف میں شامل فرمائے۔یقینا قاضی شرع کا تشریف لے جانا اہل سنت و جماعت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔اہل سنت و جماعت کو جتنی سخت اور شدید ترین ضرورت اس وقت میں ان کی تھی۔وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ان کی اس رحلت سے جہاں تمام اہل سنت و جماعت کو ایک قلبی ٹھیس پہنچی ہے تو وہیں کہیں نہ کہیں ایوان باطل میں خوشی کی لہر بھی دوڑی ہے لیکن

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

وہ یہ جان لیں کہ ہم باطل سے دبنے والے نہیں ہیں، نہ کل دبے، نہ آج دبیں گے اور نہ ان شاء اللہ کل دبیں گے۔اللہ نے ہمیں ایک شیر دیا تھا اس کی دھمک ان شاء اللہ العزیز اسے ختم نہیں ہونے دیں گے۔اور یاد رکھنا چراغ کا کوئی مکاں نہیں ہوتا وہ جہاں بھی رہے گا روشنی لٹائے گا۔اس چراغ کی لو کو ان شاء اللہ کبھی مدہم نہیں پڑنے دیں گے۔اور اللہ سے دعا کریں گے کہ اللہ رب العزت ہماری مدد فرمائے اور ہر حال میں ہمیں اپنے فضل اور کرم خاص میں شامل رکھے اور ہم سے اپنے فضل اور کرم کو کبھی نہ اٹھائے۔اللہ ہمارے ساتھ ہے، تمام علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت اس ضلع رامپور میں موجود ہیں ان شاء اللہ العزیز جس مشن کو لے کر کے قاضی شرع اٹھے تھے وہ پائے تکمیل تک ضرور پہنچے گا اس میں ذرہ برابر بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ جب کبھی بھی آپ اپنے ماں باپ کے لئے دعائے خیر کریں تو میرے والد ماجد کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔اور یہ بھی یاد رکھیں اگر آپ سچے مومن ہیں تو اپنے نبی کا یہ فرمان یاد رکھنا کہ: دنیا سے چلے جانے والے اپنے بھائی کو کبھی برائی سے یاد نہ کرنا۔قاضی شرع بھائی تو بھائی وہ تو ایک عظیم شفیق والد کے مثل تھے۔شاید میری اس بات سے کسی کو اختلاف نہیں ہوگا وہ صرف میرے ہی والد نہیں تھے وہ بحیثیت والد ہر ایک کی سرپرستی فرماتے تھے۔اس سرپرستی کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔جو ان کے بزرگ تھے ان کا فیضان ان پر جاری تھا۔ان کی عادت تھی، ان کی خصلت تھی، ان

کے اندر رچا بسا تھا کہ وہ کبھی اپنے اسلاف سے بیگانہ نہ ہوئے۔ کبھی اپنے اسلاف کے نقش قدم سے ہٹ کر نہ چلے سرکار مفتی اعظم قطب عالم اور ان کے بعد ان کے سچے وارث وجانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری نور اللہ مرقدہم کے نقش قدم پر چلتے رہے اور ان کا فیضان قاضی شرع پر جاری رہا اور آج تاج الشریعہ کے سچے وارث وجانشین برہان الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری حفظہ الرحمٰن موجود ہیں۔ والد ماجد نے حضرت تاج الشریعہ کے وصال کے بعد حضرت برہان الشریعہ کے ساتھ اپنی مکمل وفاداری کا اعلان کیا تھا۔ اور آج ہم بھی برہان الشریعہ سے اپنی مکمل وفاداری کا اعلان کرتے ہیں۔ جب جہاں جس وقت وہ ہمیں پکاریں گے ہم سرتن من دھن کے ساتھ وہاں شامل ہوجائیں گے۔ ہمہ تن گوش ہوکر کے ان کے حکم پر اپنی جانوں کو قربان کردیں گے۔ وہ جب ہمیں حکم فرمائیں گے ان شاء اللہ العزیز ہم ان کی خدمت میں حاضر رہیں گے۔ ابھی ہماری سرپرستی اٹھی نہیں ہے ہمارے سرپرست موجود ہیں۔ ہمیں ابھی سرپرستی حاصل ہے۔ حضرت تاج الشریعہ نے اپنا سچا وارث جانشین چھوڑا ہے ہم ان کے ساتھ رہیں گے اور ہم ان کے لئے خیر وبرکت، درازی عمر اور علم میں برکت کی دعا کریں گے۔ ان سے ہم اکتساب فیض کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز جو شمع مجدد دین وملت امام اہل سنت مولانا الشاہ مفتی محمد احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بریلی شریف کی سرزمین سے جلائی تھی جس کی روشنی پورے عالم کو آج منور کررہی ہے اس روشنی کو رامپور کی سرزمین پر مدھم نہیں پڑنے دیں گے۔ میں جانتا ہوں آپ سب قاضی شرع سے بہت محبت کرتے ہیں اور وہ بھی ایک شفیق باپ کی طرح آپ سب سے محبت کرتے تھے۔ ان شاء اللہ جو رشتہ آپ کا قاضی شرع سے تھا وہ کبھی نہیں ختم ہوگا۔ یہ باقی رہے گا اور ان کا فیضان ہمیشہ جاری رہے گا۔ دین متین کے لئے، اہل سنت وجماعت کے فروغ واستحکام کے لئے جب کبھی جہاں بھی ضرورت پڑتی تھی قاضی شرع آپ کو پکارتے تھے اور آپ سر کے بل آتے تھے اور بھرپور ان کا تعاون کرتے تھے اور ان کے شانہ بشانہ چلتے تھے اور ان کے رفقائے کار ومرکزی درسگاہ اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ کے اراکین واساتذہ، بہی خواہ، ہمدرد ومعاونین اور تمام عوام اہل سنت وجماعت سب سرمن تن دھن کے ساتھ ان کے ساتھ حاضر رہتے تھے بس میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ دین متین اور اہل سنت وجماعت کے فروغ واستحکام کے لئے جب کبھی ضرورت پڑی تو ہم سبھی حاضر رہیں گے اور کبھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ میرے حق میں دعا کریں کہ میں قاضی شرع کے نقش قدم پر چلوں۔ اس وقت مجھے امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خطبہ مجھے یاد آرہا ہے کہ جب وہ پہلی مرتبہ خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے منبر رسول رونق افروز ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا تھا: میں تم پر والی مقرر کیا گیا ہوں حالانکہ میں تم میں سے بہترین لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ لیکن جو آگے کے جملے ہیں میں وہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں اور اس میں آپ کی مدد اور بھرپور تعاون اور بالخصوص اپنے اساتذہ کرام کی خصوصی توجہ اور معاونت چاہتا ہوں کہ وہ مجھ پر ہمیشہ دست شفقت دراز رکھیں جیسا کہ آج تک انھوں نے رکھا ہے۔ میں ان شاء اللہ العزیز میں اپنے بزرگوں کے ساتھ جیسے کل باادب تھا ویسا ہی آئندہ بھی رہوں گا۔ اور جو بھی میرے والد کے محسن تھے ان کے احسان کو کبھی فراموش نہیں کروں گا۔

اسی کے ساتھ خلیفۃ المسلمین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ جملے دوہرا دوں: آپ نے فرمایا تھا کہ جب میں کوئی اچھا کام کروں تو اس وقت تم میرا ساتھ دینا اور جب مجھ سے کوئی خلاف شرع کام ہو تو مجھے ٹوک دینا۔

لہٰذا میں بھی آپ سے یہی عرض کروں گا کہ جب تک میں قرآن وسنت پر عمل پیرا رہوں اس وقت تک آپ میرا تعاون کریں جب مجھ سے کہیں لغزش یا کوتاہی دیکھیں تو مجھے فوراً بتا اور جتا دیں میں تکبر نہیں کروں گا اپنے پروردگار کا شکر گزار رہوں گا اور درست اصلاح کو قبول کروں گا۔ میرے والد بقیہ ص ۵۰ پر

جشن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باسنی، ناگورشریف:

بتاریخ 28 رجب المرجب 1440ھ مطابق 6 مارچ 2019 بروز جمعہ بعد نماز عشاء" تاج الشریعہ پارک، نزد سنی صابری مسجد باسنی" ایک عظیم الشان * جشن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ * کا اہتمام کیا گیا۔

مولانا محمد عثمان اشرفی نے حضور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات وخدمات پر مختصر روشنی ڈالی۔ آپ کے بعد مولانا محمد رضا علیمی نے حضور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی تحریر کردہ منقبت کے اشعار پیش کیے۔ آپ کے بعد مفتی اعظم باسنی حضرت علامہ مولانا مفتی ولی محمد صاحب قبلہ رضوی سربراہ اعلی سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگورشریف نے حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان وعظمت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کی سیرت و کردار کا ایک ایک باب اتنا تابناک ہے کہ اس میں ہر ایک کے لئے درس عبرت ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ جہاں علوم ومعارف کے امام ہیں، وہیں عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں بھی درجہ امامت پر فایز ہیں، وہ تقویٰ و پرہیزگاری میں بھی امام ہیں، آپ کے بعد خصوصی مہمان خطیب اہل سنت حضرت مولانا محمد طیب رضوی مصباحی خطیب وامام مرول مسجد ممبئی نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایصال ثواب کی عظمت پر مدلل بیان کیا، صحابہ کرام اور اولیائے کرام وصوفیا کرام کے واقعات کو بھی پیش کیا، بڑا ہی کامیاب بیان ہوا۔

پورا اسٹیج معزز باوقار علمائے کرام سے بھرا ہوا تھا، بالخصوص استاذ العلما حضرت علامہ مولانا حافظ محمد اکبر صاحب رضوی، مفتی اعظم باسنی حضرت علامہ مولانا مفتی ولی محمد صاحب رضوی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اشرفی، نقیب اجلاس حضرت مولانا ابوبکر صاحب اشرفی، حضرت مولانا حافظ سردار احمد صاحب رضوی وغیرہم۔

رپورٹ: محمد اسلم رضا قادری اشفاقی
رکن سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگورشریف

خانقاہی نظام کی ابتری حالت

از: مولانا عبدالرشید امجدی دیناجپوری

وہابیت پھیلانے اور اس کے فروغ پانے میں موجودہ دور کے خانقاہی نظام اور انکے غیر شرعی حالات رسوم ورواج کو بھی بہت بڑا دخل ہے جہاں الا اللہ کی ضربیں لگائی جاتی تھیں وہاں طبلے بجنے لگے جہاں رات دن قرآن کی تلاوتیں ہوتی تھی وہاں ہارمونیم اور ساز سجنے لگے جہاں ایک خدائے وحدہ لا شریك له کی عبادت کا ذوق وشوق پیدا کیا جاتا تھا وہاں اب عبادت کو شریعت اور مولویوں کا راستہ بتا کر اس سے روکا جانے لگا جہاں نمازوں کی صفیں لگتی تھی وہاں ناچ رقص ہونے لگے۔ کہ جن اللہ والوں اس کے محبوب بندوں اولیاء کرام بزرگان دین کی عظمت وعزت کے لئے ہم دوسروں سے لڑے انکی شان اور مرتبے کو گھٹانے والوں انکی توہین وتذلیل کرنے والوں سے مقابلے کیلئے آج کے اکثر پیروں اور پیرزادوں میں ان بزرگوں کے کردار کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی انکی خلاف شرع حرکتوں نے انہیں دین سے دور کردیا۔ اور اولیاء اللہ اور بزرگوں کی جو کرامتیں اور انکے فضائل ومناقب مولویوں نے بیان کئے قوم نے اپنی ناسمجھی و بےعلمی کے سبب انہیں آج کے پیروں اور پیرزادوں میں ٹٹولا قریب سے دیکھا بھلا کج فہمی سے انہوں نے انہیں کو اولیاء و اتقیاء سمجھا تو اسے یہ سب ڈھکوسلہ اور دھوکہ معلوم ہوا اور اس میں ہماری جماعت کے پیشہ ور لالچی مقرروں خطیبوں اور شاعروں کا بھی بہت بڑا دخل ہے آج اکثر مولویوں کا یہ حال ہے کہ ان میں کسی کا بھی کسی بےنمازی خلاف شرع اَن پڑھ پیر اور پیرزادوں کو ہزاروں کے مجمع میں برسرممبر ولی کامل اور پیر طریقت کہہ دینا کوئی تعجب کی بات نہیں بقیہ ص ۵۴ پر

Rs. 25/-



ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ/جولائی ۲۰۱۹ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا

بریلی شریف

JULY-2019

حضور تاج الشریعہ کی حیات و خدمات پر خصوصی شمارہ

- تاج الشریعہ سے فرقت کے ایک سال
- پانی! ضرورت و اہمیت
- "گئوماتا" سمّان سے اپمان تک
- حضور تاج الشریعہ! حیات و خدمات
- جس کو دنیا نے کہا تاج شریعت واللہ
- حضور تاج الشریعہ! حق و صداقت کے علمبردار
- حضور تاج الشریعہ! علمائے عرب کی نظر میں
- حضور تاج الشریعہ کا مدفن
- کعبۂ فکر و نظر کا ایک سہانا سفر
- حضور تاج الشریعہ اور ان کے امتیازات

مدیر اعلیٰ
مولانا عسجد رضا خاں قادری

مدیر
مولانا عبد الرّحیم نشترؔ فاروقی

مرکز الدراسات الاسلامیۃ

جامعۃ الرضا

بریلی شریف یوپی، ہند





Imam Ahmad Raza Trust

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ

۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی وسرپرست روحانی

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت، عکس حجۃ الاسلام، ثانی مفتیٔ اعظم، نور دیدہ مفسر اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ

حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی **محمد اختر رضا** خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہ

مرکز سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مُدیرِ اعلیٰ
مولانا عسجد رضا خاں قادری

مُدیر
مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی

ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق جولائی ۲۰۱۹ء

فی شمارہ ۲۵/روپئے	تزئین کار	شمارہ نمبر ۷ Issue 7
سالانہ ۳۰۰/روپئے سادہ ڈاک سے	عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)	جلد نمبر ۴ Vol. 4
سالانہ ۵۵۰/روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے	آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا	دیگر ممالک ۳۵/امریکی ڈالر

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰/روپئے

قانونی انتباہ:
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زرِ سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت:
اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سُنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ	Email:	Contact Address
ماہنامہ سُنّی دُنیا ۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳	sunniduniya@aalaahazrat.com nashtarfaruqui@gmail.com atiqahmad@aalaahazrat.com Visit Us: www.aalaahazrat.com www.cisjamiaturraza.co.in www.hazrat.org	MAHNAMA SUNNI DUNIYA 82-Saudagran, Dargah Aalahazrat Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003 Contact Numbers 0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تاج الشریعہ سے فرقت کے ایک سال

اداریہ

حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کو ہم سے رخصت ہوئے آج ایک سال کا عرصہ گزر گیا، اس ایک سال میں ہر ذی شعور پر یہ عقدہ کھل گیا کہ قوم وملت نے اپنا کتنا بڑا اثاثہ کھو دیا ہے، اب نرگس چاہے ہزاروں سال نہیں لاکھوں سال بھی روئے تو ایسا دیدہ ور پیدا ہونا ایک مشکل امر ہے، آپ کی ذات بابرکات دین وسنیت کے لئے بڑی اہم تھی، آپ کے دم قدم سے سنیت روز افزوں بہار افزا تھی، ہر دن عید اور ہر شب شب برأت کا سماں تھا، اہل دل سوز وگداز سے خوب خوب لذت آشنا تھے، اہل علم کی انجمنیں علمی موشگافیوں سے پیہم لالہ زار تھیں، اہل عقیدت ومحبت کے کیف وسرور کے دن تھے کہ ان کا قبلۂ عقیدت نگاہوں کے سامنے تھا، چمن میں ہر طرف بہاروں کے قافلے خیمہ زن تھے ہر شاخ بلبلوں کے لاہوتی نغموں سے رقص کناں تھی، گلوں پر عجب رنگوں کی شادابی تھی، ہر آنکھ اپنے مرکز محبت کے پاکیزہ چہرے کے نور سے منور تھی، آپ کے صدقے ہر لمحہ خلق خدا پر فیضان کرم کی رجھما جھم برکھا ہو رہی تھی، غم وآلام کی دھوپ میں رحمت کی ٹھنڈی چھاؤں تھی آپ کی ذات گرامی، جس کے سائے میں آتے ہی غم کے ماروں کو راحت کی سانسیں نصیب ہوتی تھیں، آپ کی دید ہی دیوانوں کی عید تھی، آپ کا جلوہ ہی جاں نثاروں کے لئے من وسلویٰ تھا، آپ کا تبسم ہی بیماروں کا مداوا تھا، جاں نثاروں، دیوانوں، بیکسوں اور غم زدوں کو دوائے دل دینے والا وہ مسیحا ایک دن اچانک کسی دوسری دنیا میں چلا گیا، وہ کیا گیا کہ چمن کی ساری بہاریں چلی گئیں، دیوانوں کی دنیا اجڑ گئی، گلوں کی شادابی رخصت ہوگئی، بلبلوں کی شوخیاں روٹھ گئیں، میکدے کی رونق ختم ہوگئی۔

ویراں ہے میکدہ خم وساغر اداس ہے
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

آپ کے رعب ودبدبے اور جاہ وجلال کے آگے بڑے بڑے فتنے اور فتنہ پرور دم توڑ گئے، آپ کے رہتے ہوئے کسی میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ اپنے جبہ ودستار کی چمک دمک کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قوم وملت کے اندر ضلالت وگمراہی کا وائرس پھیلا سکے، چرخ علم وفضل پر ایک سے بڑھ کر ایک صاحبان علم وفضل پرواز کرتے نظر آئے، لیکن تاج الشریعہ نے ان میں سے اکثر کی پرواز کا آغاز ہی دیکھ کر ارشاد فرمادیا: لوگو! ان کے سحر سے دور رہو، یہ تمہارے ایمان واسلام کے لئے خطرہ ہیں، ان کی چکنی چپڑی اور لچھے دار باتوں میں نہ آجانا، ورنہ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا، اللہ اکبر! سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ کی دوراندیشی آج جگ ظاہر ہوئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ امام اعظم سے درس لینے کا دعویٰ کرنے والے "شیخ الاسلام" ایک مخصوص منہاج کی مسجد بنا کر نام نہاد توحید کے نام پر دنیا کے تمام اہل مذاہب کو اس میں کفر وشرک کی دعوت دیتے ہوئے نظر آرہے ہیں، اکابرین امت اور علمائے سلف و خلف نے جن یہود ونصاریٰ کے کفر وشرک اجماع کیا، انھیں آں جناب "موحد" کا تمغہ دے رہے ہیں اور نہ جانے کیسی کیسی خرافاتوں کی آماجگاہ ہے جناب کی ذات۔

آج جب کہ حضور تاج الشریعہ بظاہر ہمارے درمیان نہیں رہے تو ایک بار پھر پرانے شکاری نئے جال لے کر میدان میں نظر آرہے ہیں، حد تو یہ ہے کہ آج وہ بھی باد مخالف سے متاثر نظر آرہے ہیں جن کی زبانیں حیات حضور تاج الشریعہ میں گنگ رہا کرتی تھیں یا سوائے مدح وثنا اور قصیدہ خوانی کے نہیں کھلتی تھیں، کچھ میر کارواں بننے والے افراد بھی خفیہ طور پر تخریب کاری میں

اداریہ

مصروف تھے، کچھ مسلک اعلیٰ حضرت کا دم بھرنے والے بھی تھے، جن کے متعلق حضور تاج الشریعہ نے اپنی حیات مستعار ہی میں اشارہ فرمادیا تھا کہ یہ مسلک کے لئے سودمند نہیں، ان لوگوں کے موجودہ حالات دیکھ کر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ داعی کبیر حضور تاج الشریعہ"اتقوا فراسة المومنین لانه ینظر بنور اللّٰه" کے مصداق تھے جس کے نظارے دنیا نے بارہا دیکھے۔

ایک زمانے میں جو لوگ مسلک اعلیٰ حضرت سے بغاوت کا طوفان برپا کرتے رہے، دشنام طرازیوں اور الزام تراشیوں کی بوچھار کرتے رہے، اپنی شرانگیزیوں اور زہر افشانیوں سے مرکز اہل سنت کی خوشگوار و معطر فضا کو مکدر کرنے کی ناپاک جسارت کرتے رہے، جن کے افکارات ونظریات سے بریلی شریف کا اصولی وفروعی دونوں اعتبار سے تصادم رہا اور ہے، اب ایسے لوگوں کو بھی اتحاد وصلح کی وکالت کی جرأت ہونے لگی، جبکہ حضور تاج الشریعہ نے صاف لفظوں میں فرمادیا تھا کہ زخم صاف کئے بغیر مرہم پٹی اسے ناسور بنانے کے مترادف ہے، کفروشرک اورضلالت وگمراہی کی تعفن زدہ گندھ سے کوئی کب تک چشم پوشی کرسکتا ہے؟ اتحاد ہونا چاہئے لیکن اسلامی اصولوں کی بنیاد پر ہونا چاہئے، اس کے بغیر اس کا تصور بھی محال ہے۔

کل تک جو لوگ فون پر اطلاع دی جانے والی خبر کو استفاضہ کے زمرے میں لانے کو تیار نہیں تھے، آج وہی اس پر عمل کررہے ہیں بلکہ دوسروں سے کرا بھی رہے ہیں، حیرت تو اس وقت ہوتی ہے جب موقف حضور تاج الشریعہ کی خلاف ورزی کرنے کے باوجود خود کو تاج الشریعہ کے وفادار ہونے کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے، یہ کیسی وفاداری اور کیسی عقیدت ومحبت ہے کہ حضور تاج الشریعہ نے جو حکم دیا، کھلم کھلا اس کی عملی بغاوت بھی کریں اور محبت کا بھی دم بھرتے رہیں۔

جو لوگ کل تک فون کی خبر کو خبر استفاضہ کے درجہ میں ہونے کا انکار کیا کرتے تھے اور جواز کے قائلین سے یہ سوال کیا کرتے تھے کہ جب دوسرے شہر کی خبر فون کے ذریعہ موصول ہوجائے، دو یا چار یا نو یا گیارہ لوگوں سے گفتگو کے بعد چاند ہونے کی اطلاع مل جائے تو اس پر خبر استفاضہ کا اطلاق ہوجاتا ہے، اس کے بعد اثبات ہلال کے اعلان کا جواز دستیاب ہوجاتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ سعودیہ و دیگر ممالک کے لوگوں سے فون پر اطلاع لے کر عیدین یا دیگر مہینوں کے چاند کا اثبات اور اس کا اعلان نہیں ہوتا، جب کہ حنفیہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، یہ سوال کرنے والے ہی آج اس کے عامل ہیں، آزاد خیالی کی لہریں بڑی تیزی کے ساتھ چل رہی ہیں، جو قوم وملت کے لئے کوئی نیک فال نہیں۔

اسی صفوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو کل تک بدعقیدہ اور گمراہ فرقوں کے ساتھ کسی نوعیت کا اتحاد کرنے کے لئے تیار نہیں تھے لیکن اب اتحاد اتحاد کے نعرے بلند کررہے ہیں اور مسلکی تشخص برقرار رکھتے ہوئے اتحاد کی دعوت دے رہے ہیں بلکہ وہ یہاں تک کہنے لگے ہیں کہ اس طرح اتحاد کرنا اسلام کے منافی نہیں، اتنا بھی خیال نہیں رہا کہ جب اتحاد کا قیام ہوجائے گا تو تشخص کا کوئی وجود ہی نہیں رہ جائے گا، یہی وہ وجہ ہے کہ ماضی میں بہت سے مواقع پر مخدوش حالات پیدا ہوئے مگر ہمارے اکابرین نے کبھی اتحاد کی دعوت نہ دی۔

حضور تاج الشریعہ نے فرمایا کہ پردۂ سیمی پر ابھرنے والے نقوش بھی تصویر ہیں اور جاندار کی تصویر رکھنا دیکھنا سب حرام ہے، اس کی حرمت ایک اجماعی مسئلہ ہے، تمثیلاً فرمایا کہ جب سینما آیا اس دور سے لے کر حکم جواز کے ادوار تک لوگ چھپ چھپ کر دیکھتے تھے بلکہ اپنے ساتھیوں سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کرتے تھے، گویا وہ لوگ بھی اسے حرام ہی تصور کرتے تھے، اس پر ایک صاحب نے کلام کیا اور کہا کہ اس کو اجماعی مسئلہ کہنا صحیح نہیں ہے، اس پر کافی شوروغوغہ بھی ہوا لیکن اہل دانش مہر بلب رہے جب کہ اس کی حرمت پر ائمہ ثلاثہ کا اجماع واتفاق ہے خود معترض بھی اس بات کا قائل ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے غیر مجسمہ کو بھی تصویر قرار دیا ہے۔

ہر خاص وعام پر یہ حقیقت واشگاف ہونے لگی ہے کہ اللہ رب العزت نے عوام وخواص کے دلوں میں جو رعب و دبدبہ،

اداریہ

شان و شوکت، جاہ و جلال، وجاہت و ہیبت حضور تاج الشریعہ کی ودیعت فرمائی تھی اس کی بدولت بہت سے آزاد خیال لوگوں کی روش کو لگام لگی رہی، آپ کا جو رعب و دبدبہ منجانب اللہ لوگوں کے دلوں پر طاری تھا اس کی وجہ سے آزاد خیالی کے طوفان میں طغیانی آتی ضرور تھی لیکن حقانیت و صداقت کی اس بے خوف آواز کے سامنے دم توڑ جاتی تھی، اس مرد حق آگاہ نے شرعی امور میں اپنے بے گانے، چھوٹے بڑے کسی کی بھی رعایت نہیں کی، اس مرد مجاہد کے دلائل و براہین اور صبر و استقلال کی ضرب کاری سے جتنے زخمی ہوئے، ماہی بے آب کے مثل تڑپتے رہے اور ایسے ہی افراد اپنے انتقامی جذبات کے شعلے میں آج جلتے بھنتے نظر آ رہے ہیں، ایسے لوگ حضور تاج الشریعہ کی ذات بابرکات پر طعن وتشنیع کا کوئی بھی ہاتھ جانے نہیں دیتے۔

تاج الشریعہ کے وصال پر ملال کے بعد ایسے لوگوں کو یہ محسوس ہوا کہ اس وقت میدان خالی ہے اور اب وہ جیسے چاہیں شرعی احکامات کو دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں ''الدین یسر'' کے نام پر اسلامی روح کو چھلنی چھلنی کر سکتے ہیں، اتحاد کے نام پر حق و باطل کا امتیاز ختم کر سکتے ہیں۔

ایسے لوگ ہوش کے ناخن لیں کیوں کہ حضور تاج الشریعہ نے اپنی جانشینی کے لئے اپنی ہی طرح بے خوف، بے باک، نڈر، حق گو اور حق نما بیٹے علامہ عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی کو ہمارے بیچ چھوڑا ہے، جو کسی کا منہ دیکھ کر باتیں نہیں کرتا، جو کسی کے جبہ و دستار کے داب میں نہیں آتا، راہ حق میں اس کے بڑھتے ہوئے قدم کو ذاتی مفاد اور قریبی رشتہ بھی نہیں روک پاتا، معاملہ شرعی قیادت کا ہو یا حکومت وقت کے سامنے حق گوئی و بے باکی کا! ہر جگہ آپ تاج الشریعہ کی سچی جانشینی کا حق ادا کرتے نظر آتے ہیں، اس لئے یہ اعلان عام ہے ؎

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

حضور تاج الشریعہ چونکہ ایک عالم گیر عالم ربانی تھے، اس لئے آپ کا دائرۂ اثر بھی عالم گیر تھا، آپ کی محبت صرف جن وانس ہی نہیں وحوش وطیور کے دلوں میں بھی موجزن تھی، اللہ نے آپ کو شریعت مصطفیٰ کی پاسبانی کا اہم فریضہ تفویض فرمایا تھا، ایسے عظیم وجلیل رہنما کے وصال سے جو اثرات مرتب ہوں گے وہ بھی عالم گیر ہوں گے اور قوم کو ان اثرات کے حصار سے باہر آنے میں بھی وقت لگے گا۔

حضور تاج الشریعہ کو اللہ اور رسول کی بارگاہ عالی سے وہ جاہ وجلال عطا ہوا تھا کہ بڑے بڑے صاحبان علم وفضل اور حاملان اقتدار آپ کی موجودگی میں خود کو گونگا بہرا محسوس کرتے تھے، یہی وہ جہ ہے کہ آپ کے رعب و دبدبہ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دے دیئے جو بڑے بڑے اساطین امت نے اپنے علم وعمل کے ذریعہ عرصۂ دراز میں انجام دیئے، آپ کے علمی اور عملی اقدامات اس پر مستزاد ہیں، حضور تاج الشریعہ کی حیات مبارکہ کو جس زاویہ اور جس جہت سے دیکھیں آفتاب کمال اور مہتاب جمال نظر آتے ہیں، آپ نے جو کہہ دیا وہ یقیناً حرف آخر اور پتھر کی لکیر ہے۔

ہم عقیدت مندان تاج الشریعہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ آپ سے عقیدت ومحبت کا دعویٰ صرف زبانی نہ ہو بلکہ آپ کی تعلیمات کا اثر ہماری ملّی اور مذہبی زندگی میں صاف طور پر دکھنا چاہئے، ہمارے ممدوح نے زندگی کے کسی بھی موڑ پر شریعت سے سر مو انحراف گوارہ نہیں فرمایا، حتی کہ حیات مستعار کے آخری ایام میں بھی احکام شرع کی بھرپور پابندی کی، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہمیں بھی زندگی کے کسی مرحلے میں احکام شرع سے اغماض نہیں کرنا چاہئے، ہمیشہ صبر وشکر، ایقان و استقلال اور حق و صداقت کے ساتھ اپنی زندگی گزارنی چاہئے۔

مولائے کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عقیدت و محبت ہمارے دلوں میں راسخ فرمائے، بزرگان دین متین کے فیوض و برکات سے ہمیں مالا مال فرمائے، اسوۂ تاج الشریعہ پر چلتے ہوئے حق گوئی و بے باکی کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور آپ کے فیضان سے ہم سب کو بہرور فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ ◆◆◆

اللہ کے ولیوں کی صفات

از: مولانا پیر محمد رضا ثاقب مصطفائی*
مرتب: وسیم احمد رضوی

اسلامیات

اولیاء اللہ کی عموماً کرامتیں بیان کی جاتی ہیں؛ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن جب صرف کرامات ہی بیان کی جائیں گی؛ معیارِ ولایت بیان نہیں ہوگا تو مختلف لوگوں کی شعبدہ بازیوں کو لوگ کرامت سمجھ لیں گے اور اُن کے پیچھے چل کے اپنی دنیا اور آخرت برباد کریں گے، اس لیے ہمیں اِس بات کا پورا پورا ادراک ہونا چاہیے کہ ''ولی'' کسی کہتے ہیں؟ اور اُس معیار پر ہم کسی کو دیکھیں، اِس کے باوجود اُس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، کیوں کہ نبی اپنی نبوت کا اعلان کرتا ہے، ولی اپنی ولایت کا اعلان نہیں کرتا، نبی کے اوپر لازم ہے، واجب ہے کہ وہ بتائے کہ مَیں نبی ہوں، لیکن یہ چیز ولی پر نہیں ہے، وہ تو کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جائیں، لوگوں سے پوشیدہ رہیں، وہ (آج کے نام نہاد پیروں کی طرح) اپنی ولایت کے لیے تشہیری مہم نہیں چلاتے بلکہ وہ خلقِ خدا کی رہنمائی کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

کرامات کا صدور ہو جانا ممکن ہے، اگر کوئی کرامت صادر ہو جائے تو اچھی بات ہے۔ لیکن یہ ان کا مقصود نہیں ہوتا کہ ہم سے کسی کرامت کا ظہور ہو، کبھی کبھار کسی حالت میں کسی کرامت کا صدور ہو جاتا ہے۔

ولی دو صفات کا حامل ہے: اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ (سورۂ یونس، آیت ۶۳) جو قرآن نے بیان فرمایا، ایک تو وہ مومن کامل ہوگا، کامل مسلمان ہوگا اور دوسرا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ وہ اعلیٰ درجے کا متقی ہوگا، اعلیٰ درجے کا پرہیز گار ہوگا، اس کی زندگی تقوے سے عبارت ہوگی، اس کے شب و روز حزم و احتیاط سے گزریں گے، شریعتِ بیضا پہ عمل پیرا ہوگا اور شریعت کی جانب سے منع کردہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچا کے رکھے گا، اس کی زندگی کے اندر لغویات نہیں ہوں گی، اس کی زندگی کے اندر فضولیات نہیں ہوں گی، اس کی زندگی منظم اور مرتب ہوگی۔

وہ خواہشات کا اسیر نہیں ہوگا، آرزوؤں کا بندہ نہیں ہوگا، وہ مال و زر کا پجاری نہیں ہوگا، وہ ہوس زدہ نہیں ہوگا۔ وہ لالچی نہیں ہوگا۔ متکبر نہیں ہوگا، متمرد نہیں ہوگا، سرکش نہیں ہوگا، اس کی نظر لوگوں کے دلوں پہ ہوگی؛ لوگوں کی جیبوں پہ نہیں ہوگی، وہ خواہشات کی دنیا کا باسی نہیں ہوگا بلکہ وہ اللہ کے قرب کا متلاشی ہوگا اور قرب کی جو منزل اسے میسر ہے؛ اس سے وہ آگے جانا چاہے گا، اس کی آرزو یہ ہوگی کہ مجھے اللہ کی قربتیں اور نصیب ہوں۔ ؎

ہر لحظہ نیا طور نیا برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

وہ آگے بڑھتا رہے گا، آگے بڑھتا رہے گا، اس کی آرزو یہ ہوگی کہ مجھے اللہ کا جتنا قرب نصیب ہو جائے وہ ہی میرے لیے غنیمت ہے اور وہی اس کی زندگی کا مطمحِ نظر ہے۔ اس کی زندگی کا سرور اور عبادت کا جمال بس اسی میں ہے کہ مجھے اللہ کی قربتیں حاصل ہوں اور وہ رضائے الٰہی کے لیے کوشاں ہوگا۔ مخلوق اس کے گرد جمع ہوں، لوگ آئیں وہ اُن کی ضرورتیں ہیں؛ لیکن اُس کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اُس کی ضرورت رب کی رضا ہے اور آنے والی مخلوق پر شفقت اس کا مزاج ہوگا۔

آپ ''تصوف'' کا خلاصہ سُننا چاہیں؛ اللہ کے ولی کا مزاج دیکھنا چاہیں تو ان دو جملوں میں ہر شئے سمو دی گئی ہے، التعظیم لأمر الله والشفقة علیٰ خلق الله۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے احکام کی تعظیم، اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو حکم بندے کے اوپر عائد ہوتے ہیں ان کی تکریم اور ان کی تعظیم کرنا یعنی ان کو تعظیم و تکریم کے ساتھ بجالانا اور دوسرا والشفقة علیٰ

بقیہ ص ۱۰ پر

* مضمون نگار ادارۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل کے بانی ہیں۔

رزق حلال اور تطہیر باطن

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

اسلام زندگی کے جمیع احوال کا احاطہ کرتا ہے، اس میں ایک اہم شعبہ ذرائع و وسائل حیات یعنی رزق کا ہے؛ جس کے لیے قرآن مقدس کی تعلیم یہ ہے کہ:

"لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (سورۃ النساء ۲۹)

آپس میں ایک دوسرے کے مالِ ناحق نہ کھاؤ۔" (کنز الایمان)

یعنی رزقِ حلال کھاؤ، غیر شرعی طریقے سے مال کا حصول ممنوع فرمایا گیا، اسلام نے ظاہری حیات کو سنوارا ہی، اس سے زیادہ باطن کی تطہیر و پاکیزگی کی تعلیم دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں باطنی صفائی ستھرائی کے لیے ایک پورا نظام قائم ہے، جسے اس دور میں ہم اولیاے کرام کی تعلیمات یا تصوف سے یاد کرتے ہیں، جن کی تعلیم ہی تزکیہ و تطہیر ہے، آپ دیکھیں کہ باطن کو نکھارنے والے ایسے نکھرے کہ ان کی بارگاہوں میں سکون ہے، ان کی یادوں میں سکون ہے، ان کے تذکروں اور ان کے احوال میں سکون ہے، ٹوٹے دل ان کی بارگاہ میں آتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کے توسل سے مشکلات دور فرماتا ہے اور آسودگی عطا کرتا ہے۔

باطن سنور گیا تو اس کا اثر ظاہر پر بھی ہوگا۔ اسی لیے جب تزکیہ و تطہیر کا مرحلۂ شوق طے ہوتا ہے تو بندہ رزق حلال کے سوا اور کوئی ذریعہ قبول نہیں کرتا۔ حلال کے برکات و ثمرات بڑے دیرپا ہوتے ہیں۔ یا کم از کم یہ پہلو تو ضرور اجاگر ہوتا ہے کہ حلال کی برکت سے برائیوں کی نحوست سے بندہ بہت حد تک محفوظ ہوجاتا ہے اور اس کی زندگی لمحہ لمحہ تقویٰ کی طرف بڑھتی ہے، وجہ بلندی بلاشبہ تقویٰ ہی ہے جس کی طرف اولیائے کرام نے رہبری کی ہے، توکل بھی اسی کا ایک ضابطہ ہے۔ بندۂ مومن حلال کی راہ میں یقیں کی دولت سے بھی آراستہ ہوتا ہے۔ توکل یعنی اللہ کی ذات پر یقین کامل کہ ہمارا تمام بھروسہ اسباب کی بجائے خالقِ اسباب پر ہے۔ اس کی تدبیریں لاریب! ہمارے لیے افادہ کا سبب ہیں، قرآن کی یہ آیت توکل کے ساتھ ہی جائز معاشی اسباب کی طرف رہبری کرتی ہے:

"وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (سورۃ النجم ۳۹) اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔" (کنز الایمان)

اسی طرح رزق حلال کی تعلیم دیتے ہوئے یہ بھی کہا گیا کہ:

"وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (سورۃ الجمعۃ ۱۰) اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔" (کنز الایمان)

حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ:

"(ماتھے کے پسینے سے) کمائی کرنے والا اللہ کا محبوب ہے۔"

ناجائز ذرائع سے مال و دولت کا حصول اسلام نے ناجائز و ممنوع قرار دیا ہے۔ بلکہ ان کے لیے وعیدیں آئی ہیں۔ انھیں عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ حلال اپنانے اور حرام سے بچنے کی تلقین کی گئی، نیکی و برائی کی جدا جدا راہیں صاف سمجھادی گئی ہیں، قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (سورۃ البقرۃ ۲۷۵) اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود۔" (کنز الایمان)

سود کے حرام ہونے سے متعلق کثیر حوالے موجود ہیں؛ تاہم آیت مبارکہ میں بیع کا حلال کیا جانا ہمیں تجارت و بزنس کے جائز ذرائع کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہمارا تجارتی نظام ماضی میں اِس قدر مستحکم تھا کہ مسلم تجار نے اپنے ایمان دارانہ بزنس سے اسلام کی کامیاب تبلیغ کی اور کفر زدہ دلوں کو اسلام کے نور سے معمور کردیا۔ تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ تجارت کرنے والے

اسلامیات

*مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں کے رکن ہیں۔

بڑے کامیاب رہے ہیں۔ ہم اپنے ذرائع تجارت اگر پختہ کیے ہوتے تو؛ آج لاکھوں ذرائع آمدن پر ہمارا تسلط ہوتا لیکن افسوس کہ غیر اسلامی طرزِ تجارت کے فروغ کے لیے مغربی قوتیں، یہود ونصاریٰ مسلسل سرگرم عمل رہیں اور ہم غافل۔ بلکہ ایک پورا عالمی اقتصادی نظام اسلام مخالف قوتوں نے کھڑا کر رکھا ہے، جس میں سود وحرام کی آمیزش کی گئی ہے تا کہ مسلمان اس راہ پر آ کر اپنے ایمان کی تازگی کھو دے اور برے رزق میں مبتلا ہو جائے ، اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

اسلامی قانون وضابطہ کی پاس داری کا یہ بھی تقاضا ہے کہ بے جا خرچنے سے بچا جائے، فضول برباد کرنا بھی معیوب ٹھہرا، لائق مذمت فعل ہے فضول خرچی، قرآن میں رب تعالیٰ فرماتا ہے:

"کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (سورۃ الاعراف ۳۱) کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔" (کنزالایمان)

"وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (سورۃ بنی اسرائیل ۲۶۔۲۷) اور فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔" (کنزالایمان)

"وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (سورۃ الفرقان ۶۷) اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔" (کنزالایمان)

بندۂ مومن کے لیے ضروری ہے کہ قوانین الٰہی کی متابعت و پیروی کرے تا کہ اس کی زندگی اسلامی زندگی بنے اور اس کا ضابطہ ہر شعبے میں موجود ہے، جیسا کہ رزقِ حلال اور اس کے لیے احکامات پر مذکورہ سطور میں دلائل ذکر کیے گئے، بہر کیف! ہمیں چاہیے کہ رزق حلال کے لیے تگ ودو اور جستجو کریں اور اللہ کے شکر گزار بندے بنیں، مصائب وآلام میں صبر وشکر سے کام لیں تا کہ آخرت کی زندگی تابندہ رہے، اسلام کی ایک عظیم تعلیم آخرت کی زندگی کی تعمیر ہے جس کے لیے حلال رزق ناگزیر ہے، مولیٰ تعالیٰ ہمیں رزق حلال کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

ص ۸ / کا بقیہ ....

خلق اللہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ شفقت سے پیش آنا۔ مخلوق کے ساتھ رویے خوب صورت ہونا، حقوق اللہ اور حقوق العباد؛ دونوں کی خوبصورتی کے ساتھ ادائیگی یہ اللہ کے ولیوں کا شعار ہے۔ وہ اللہ کے حقوق کو بھی پامال نہیں ہونے دیتے اور اُس کی مخلوق کے حق کو بھی پامال نہیں ہونے دیتے اور حقیقی صوفی وہی ہوتا ہے جو اپنے رب کے حقوق کی بھی پاس داری کرے اور لوگوں کو بھی اذیت نہ دیں، لوگوں کے حقوق کا بھی پورا پورا خیال رکھے۔ اس کا وجود ضرر کا سبب نہ ہو؛ نفع کا ذریعہ ہو۔ اس کا وجود لوگوں کے لیے ہدایت کا سبب ہو گمراہی کا سبب نہ ہو اور وہ لوگوں کے لیے راحت اور رحمت کا ذریعہ ہو؛ زحمت کا سبب نہ ہو۔ ... تو اللہ کا ولی "ایمان اور تقویٰ" کے نور سے مالا مال ہوتا ہے۔

◆◆◆

ص ۲۸ / کا بقیہ ....

سامنے دینی چاہیے یا مسجد کے باہر سے؟

ارشاد...: منبر کے سامنے خارجِ مسجد

عرض... ۳۵: کبھی کبھی قرآن مجید میں سے بال نکلتے ہیں کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے یہ بال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں حضرت کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

ارشاد...: یہ بات بے اصل ہے اس کو اپنے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بال سمجھ لینا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

عرض... ۳۶: کیا وتر میں دُعائے قنوت کی جگہ کوئی اور دُعا پڑھی جاسکتی ہے؟ اگر دُعائے قنوت یاد نہ ہو۔

ارشاد...: پڑھ سکتا ہے یا "رب اغفرلی" پڑھ لے۔

عرض... ۳۷: کسی آدمی سے یہ کہنا کیسا کہ یہ کام آپ ہی کر سکتے ہو یا پھر اللہ عزوجل کر سکتا ہے؟

ارشاد...: ایسا نہیں کہنا چاہیے۔ .... جاری

عالم اسلام کو پہلا عرس تاج الشریعہ مبارک ہو

بغض وحسد

از: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری*

اسلامیات

آج ہمارا معاشرہ جن چند گناہِ کبیرہ کے شعلوں کے لپیٹ میں جھلس رہا ہے ان میں ایک بغض وحسد بھی ہے، یہ مکروہ جذبہ انسان کی رذیل طبعی، ذلیل فطرتی پر دلالت کرتا ہے، بسا اوقات یہ بڑے بڑے جور وستم کا سبب بن جاتا ہے، پھر مظلوم کی آہ سے آبادی کی آبادی کراہ اٹھتی ہے، جو انسان حسد کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا نہیں رہتا، بلکہ ایسی تدبیریں سوچتا، ایسی سازشیں کرتا اور اس قسم کے گٹھ جوڑ میں لگا رہتا ہے جس سے وہ اپنی ناپاک آرزو پوری کر سکے، اس سے ایسی ایسی مذموم حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو نہ صرف یہ کہ شرفِ انسانی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں بلکہ وقارِ آدمیت کی قاتل ہوتی ہیں، دنیا کا سب سے پہلا قتل جو قابیل نے ہابیل کا کیا تھا اس کی اصل وجہ حسد تھی، ابوجہل اور دیگر اکابرِ قریش یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضور سچے نبی ہیں محض حسد کی وجہ سے اسلامی فیوض وبرکات سے محروم رہے، چوں کہ اس سے منفی سوچ اور مضر اثرات کے کانٹے جنم لیتے ہیں اس وجہ سے اسے گناہِ کبیرہ میں شمار کیا گیا اور اس سے بچنے کی بھرپور تاکید کی گئی، حضور سرکارِ دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ اے میرے غلامو! حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیوں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔“ (ابوداؤد)

نیکیاں کرنا جتنا بڑا کمال ہے، اس سے بڑا کمال کی ہوئی نیکیوں کو بچا لینا ہے، اگر کوئی بہت بڑا نیکوکار ہے، ثواب کا کوئی کام وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، مگر حاسد بھی ہے، تو فرمانِ رسولِ مقبول ﷺ کی روشنی میں وہ نیکیاں تو کر رہا ہے، مگر ذخیرہ نہیں بن پا رہا ہے، حسد کی آگ اس کی نیکیوں کو مسلسل جلاتی رہتی ہے، وہ دن اس کے لیے انتہائی حسرتناک ہوگا، جب اس کا نامۂ اعمال حسنات سے خالی ہوگا، ایک اور ارشاد میں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”تمہاری طرف سابقہ امتوں کی بیماری حسد اور بغض، رینگ کر آئی ہے اور وہ (حسد) مونڈ دیتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتا ہے، بلکہ دین کو مونڈتا ہے۔“ (ترمذی)

سوچئے دین جو تمام اعمال کی اساس ہے، جب اسی کو اس نے مونڈ دیا تو اعمال کا کیا حشر ہوگا، جڑ ہی سلامت نہیں تو پھل کا قصور کیا ہے؟ اس لیے بحیثیت مسلمان بنیادی فرض ہے کہ پہلے دین کی حفاظت کی جائے، بغض وحسد جو دین کے لیے سراسر نقصان پہنچاتے ہیں ان سے قطعی گریز کیا جائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

”تم اپنے آپ کو ظن سے بچاؤ، کیوں کہ ظن سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے، تم اسے مت ٹٹولو، مت جاسوسی کرو، مت چھان بین کرو، مت ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرو، ایک دوسرے کے ساتھ بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی طرف پیٹھ نہ کرو، تم اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بن جاؤ جو آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔“ (متفق علیہ)

اس ایک حدیث میں پیارے نبی ﷺ نے سات چیزوں کا ذکر فرمایا ہے، جس میں پانچویں نمبر پر حسد اور چھٹے نمبر پر بغض ہے، ایک صالح معاشرہ، پاکیزہ سوسائٹی اور اخوت وبھائی چارگی کے جوہر سے لیس معاشرہ برپا کرنے کے لیے اس سے عمدہ اور سہل الحصول اصول اور کہیں نہیں مل سکتا، جتنی چیزوں کا ذکر حدیث مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں ہے، وہ سب معاشرہ کے جسم کا ناسور

ہیں، ضرورت ہے کہ پہلے ان فاسد مادوں کی بیخ کنی کی جائے، بغض وحسد ہی کو لیجیے، کتنے واضح لفظوں میں نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بچنے کی تلقین کی ہے، جس انسان پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہوتا ہے، اس کے بدخواہ اکثر پیدا ہو جاتے ہیں، حالاں کہ یہ ان کی عزت کرتا ہے، جہاں تک بن پڑے ان کی خدمت کرتا ہے، اس کے باوجود حاسدوں کے سینے میں حسد کی آگ بھڑکتی رہتی ہے، وہ بلاوجہ جلتے رہتے ہیں، حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ حاسدوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں:

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حسد تمہارے ایمان کو کمزور کرنے والی چیزوں میں سے ایک ہے، جو تمہیں مولا کریم کی نظر عنایت سے گرا کر مبغوض بنا دے گی، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حسد کرنے والا میری نعمت کا دشمن ہے۔" (فتوح الغیب، ص ۴۱۶)

انسان نہ تو خود ہر حاسد کو پہچان سکتا ہے اور نہ حاسدوں کے منصوبے سے آگاہ ہو سکتا ہے اور اگر آگاہ ہو بھی جائے تو بسا اوقات ان کا تدارک کرنے سے قاصر ہوتا ہے، اس لیے قرآن کریم میں بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اپنے رب کریم کے دامن عافیت میں پناہ لو، بے شک ان حاسدوں کی شرانگیزیوں سے وہی بچ سکتا ہے جسے اس کی پناہ حاصل ہو جائے۔ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔ اور میں حاسدوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ بعض حکمانے فرمایا ہے کہ تمام گناہوں کی اصل تین بُری خصلتیں ہیں۔ (۱) حسد (۲) حرص (۳) تکبر، حسد کے بارے میں حضرت عثمان بن حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حاسد کو آٹھ مصیبتیں لاحق ہوتی ہیں جو اس کو ہلاکت تک پہنچا دیتی ہیں۔ (۱) حاسد کے سارے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ (۲) حسد انسان کو گناہوں کے ارتکاب تک پہنچا دیتا ہے، کیوں کہ حاسد غیبت کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، گالی، گلوچ کرتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک لوگوں کے دلوں میں حسد پیدا نہیں ہوگا تو وہ بھلائی کے ساتھ رہیں گے۔ (۳) عبداللہ بن بشر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاسد میری شفاعت سے محروم ہوگا، کیوں کہ حاسد، چغل خور اور کاہن مجھ سے نہیں، جب تک وہ توبہ نہ کریں۔ (۴) حاسد جہنم میں داخل ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ آدمی حساب کتاب شروع ہونے سے ایک سال پہلے جہنم میں داخل ہوں گے۔ (۱) ظالم حاکم (۲) تعصب کرنے والے عرب (۳) متکبر کسان (۴) خائن تاجر (۵) جاہل مطلق (۶) حسد کرنے والا عالم۔ (۵) حسد دوسرے لوگوں کو بلاوجہ نقصان پہنچانے پر ابھارتا ہے اور وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جاتا ہے، چوں کہ حاسد اپنے مقصد کے حصول کے لیے اور صاحب نعمت کو نقصان پہنچانے کے لیے خفیہ تدبیریں کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے شیطان اور حاسد کے شر سے اپنی پناہ مانگنے پر برانگیختہ کیا ہے۔ (۶) حاسد بغیر کسی وجہ اور بغیر فائدہ ہمیشہ سوچ و بچار میں رہتا ہے اور مشقت اٹھاتا ہے، خواہ مخواہ کے گناہ کا بوجھ اپنے سر لیتا ہے، ابن سماک کہتے ہیں کہ حاسد ظالم ہوتا ہے، ہمیشہ غم و اندوہ میں مبتلا رہتا ہے، جس سے اس کا دل جلتا رہتا ہے۔ (۷) حاسد نورِ بصیرت سے محروم ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل ہو جاتا ہے اور اس کا نافرمان بن جاتا ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اگر تو حاسد نہ بنے تو تیری سمجھ تیز ہو جائے گی۔ (۸) حاسد ذلیل ورسوا ہوتا ہے، اپنے مقصد کو پانے میں ناکام ونامراد ہوتا ہے۔ اپنے دشمن پر کبھی غلبہ نہیں پا سکتا، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ "حاسد" کبھی بھی سردار نہیں بنتا، ابواللیث فقیہ فرماتے ہیں، چار آدمیوں کی دعا بالکل قبول نہیں ہوتی (۱) حرام خور (۲) غیبت کرنے والا (۳) خیانت کرنے والا (۴) حسد کرنے والا، علامہ ابن منظور "حسد" کی تشریح کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

"کسی کی خوشحالی اور عزت کو دیکھ کر جلنا اور یہ آرزو کرنا کہ کاش یہ دولت اس کی بجائے مجھے ملتی، اگر یہ چیزیں میرے نصیب میں نہ تھیں تو کم از کم اس سے چھین لی جاتیں، اس کی غارت گری، ہلاکت آفرینی ہی کی وجہ سے صوفیا نے اسے دل کی بیماری میں شمار کیا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص حسد کی

آگ میں جل رہا ہے تو سمجھ لو کہ اس کا دل بیمار ہے، شیخ سعدی علیہ الرحمہ تو گلستاں میں یہاں تک فرماتے ہیں کہ: حاسد اپنے حسد کی آگ میں جس طرح جل رہا ہے اس سے تو اس کے لیے موت بہتر ہے۔ اس لیے کہ سوائے موت کے وہ اس آگ سے چھٹکارا نہیں پاسکتا۔"

آج ہمارا معاشرہ جس طرح حسد کی آگ میں جل رہا ہے، شاید ہی اس سے پہلے آسمان کی بوڑھی نظروں نے ایسا دلدوز منظر دیکھا ہو۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حسد سے پیدا ہونے والے نقصانات کا ذکر یوں کرتے ہیں:

"اس صفت مذمومہ اور اس کے ضمن میں پنہاں دیگر صفاتِ مذمومہ کی وجہ سے ظلمت طاری ہوتی ہے اور اس بات میں شک نہیں کہ اس صفتِ مذمومہ کا مبدا ظہور بھی یہ ضعف یقین اور ظلمت جہل ہے، یقیناً ان تہ بہ تہ ظلمات کے اجتماع کی وجہ سے نورِ ایمان میں ضعف واقع ہوتا ہے۔"

(حاشیہ فتوح الغیب ص ۴۱۶)

حضور غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ حاسدوں کو نصیحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اے ضعیف الایمان اور سرمایۂ فضل ورحمت سے محروم! تو کس چیز پر حسد کرتا ہے، اپنے نصیب پر یا دوسرے کے نصیب پر، اگر تو اس بندے کے بارے میں خدا کی تقسیم پر حسد کرتا ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے، ہم نے دنیا کی زندگی کے بارے میں ان میں ان کی معیشت کو تقسیم فرمایا، تو اس پر ظلم کرتا ہے، کیوں کہ یہ آدمی تو اللہ کی نعمت سے چلتا پھرتا ہے، جس کی وجہ سے یہ فضیلت رکھتا ہے، یہ صرف اس کا مقدر ہے، اس میں کسی دوسرے کا حصہ نہیں ہے، چنانچہ اس صورت میں تم سے بڑا ظالم، احمق اور کم عقل اور کون ہوگا اور اگر اپنی قسمت پر حسد کروگے تو تمہاری انتہائی نادانی ہوگی کیوں کہ تمہاری قسمت کا حصہ کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا اور نہ ہی اس کی طرف منتقل ہوسکتا ہے، ذاتِ باری تعالیٰ اس بات سے پاک ہے، اس کا ارشاد ہے: میرے نزدیک حکم تبدیل نہیں ہوتا اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہوں، یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم پر کبھی ظلم نہیں کرے گا کہ تمہاری قسمت اور مقدر کی چیز لے کر کسی اور کو عطا کردے، یہ محض تمہاری نادانی اور اپنے بھائی پر ظلم ہے۔" (فتوح الغیب ص ۴۱۷-۴۱۸)

ص ۲۰ / کا بقیہ..........

بیٹا ہوگا جو خود تو پیٹ بھر کھانا کھائے اور اس کی "ماتا" سڑکوں پر بھوک سے بلبلاتی پھرے۔

شہر کی مارکیٹ میں بیٹھنے والے بھکت ویسے تو احترام گائے کے نام پر دنیا کو پِروَچَن (प्रवचन) دیتے نظر آتے ہیں لیکن انہیں کی دکان میں گائے ایک مٹھی بھی چاول کھالے تو غصے میں لال پیلے ہو کر سیدھی سادی گائے پر بے رحمی سے ڈنڈے برساتے ہیں، کیا یہی گو بھکتی ہے؟ گاؤں دیہات میں بسنے والے افراد بھی مذہبی افکار کے حامل ہوتے ہیں لیکن اپنے کھیت میں "گئو ماتا" کا منہ ڈالنا انہیں بھی گوارا نہیں ہوتا اور یہ بھی "گئو ماتا" کی خاطر داری لاٹھی ڈنڈوں سے کرتے ہیں۔

ان سب معاملات کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ دنیا میں کیسے کیسے بیٹے موجود ہیں جو "گئو ماتا" کے نام پر کسی کا قتل تو کر سکتے ہیں لیکن وہی بھکت "ماتا" کا پیٹ نہیں بھر سکتے، ان لوگوں کے بالمقابل عام لوگ بڑے حقیقت پسند ہوتے ہیں جو نہ گو بھکتی کا دکھاوا کرتے ہیں اور نہ کسی قسم کی سیاسی نوٹنکی۔

یہی لوگ بے سہارا گھومنے والے جانوروں کو پانی بھی پلاتے ہیں اور بقدر وسعت چارا بھی کھلاتے ہیں، ضرورت ہے کہ ایسے لوگ آگے آئیں اور سماج میں امن وامان کا ماحول سازگار کرنے میں پیش قدمی کریں۔ ◆◆◆

ص ۵۸ / کا بقیہ..........

یہ سب حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نوازشات اور فیوض وبرکات کا ثمرہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقوش قدم کو مشعل راہ بنانے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

پانی ضرورت واہمیت

از: حافظ ہاشم قادری صدیقی*

اسلامیات

اللہ رب العزت سارے جہانوں کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہی تمام مخلوق کا پالن ہار ہے، جتنے جاندار ہیں سب کی روزی اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے ذمۂ کرم پر لیا ہے اور وہ سب کی ضرورت کے مطابق نعمتیں عطا فرماتا ہے، کڑوروں نعمتیں ہیں جو اس نے اپنی مخلوق کو عطا کی ہیں اور اعلان فرمایا:

"وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (القرآن، سورۃ النحل ۱۶/آیت ۱۸) اگر اللہ کی نعمتیں گنوں تو انھیں شمار نہ کر سکو گے، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔" (کنز الایمان)

اور دوسری جگہ ہے: اور جو بھی نعمتیں تمھیں حاصل ہیں سو وہ اللہ ہی کی جانب سے ہیں (القرآن، سورہ النحل ۱۶، آیت ۵۳) اور جن کو نعمتیں ملی ہوئی ہیں ان کے بارے میں اعلان خداوندی ہے "آپ ان کے چہروں سے ہی نعمت وراحت کی رونق اور شگفتگی معلوم کر لیں گے۔ (القرآن، سورۃ المطففین ۸۳/آیت ۲۴)

موسم گرما ہو یا اور کوئی موسم ہمیشہ انسانی ضروریات میں ہوا، پانی بنیادی اہمیت کے حامل ہیں، خاص کر جب سورج پورے شباب کے ساتھ جلوہ گر ہو، ایسے میں ہر چند منٹ کے بعد ہونٹ تر کرنے کے لیے پانی نہ ملے تو ہر جاندار پریشان ہو جاتا ہے، اس کی زبان باہر آنے لگتی ہے اور اس کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے، اللہ نے قرآن مجید میں پانی، ہوا اور درختوں کا کئی جگہ ذکر فرمایا ہے: وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان کی جانب سے پانی اتارا، اس میں سے (کچھ) پینے کا ہے جسے تم پیتے ہو اور اس میں سے (کچھ) شجر کاری کا ہے (جس سے نباتات، سبزی اور چراگاہیں اگتی ہیں) جن سے تم اپنے مویشی چراتے ہو۔ (القرآن، سورہ النحل ۱۶، آیت ۱۰)

پانی جیسی نعمت کا ذکر فرما کر رب العالمین نے بتایا کہ تم اسے پیتے ہو باقی دوسرا پانی تمہارے جانور پیتے ہیں اور درختوں وکھیتی کی سیرابی بھی پانی ہی سے ہوتی ہے، پانی کی اہمیت وضرورت کا ذکر قرآن مجید میں بہت سی جگہ موجود ہے۔ (سورہ النحل، آیت ۶۰، سورہ الکہف، آیت ۱۸، سورہ رحمٰن، آیت ۶، سورہ لقمان، آیت ۲۷)

اور خاص کر قرآن نے پانی کو انسان کی پیاس بجھانے کا ذریعہ بتایا ہے، میٹھا صاف شفاف خوش گوار اور اچھے ذائقہ کا پانی تم (انسان) پیتے ہو باقی دوسرا پانی تمہارے جانور پیتے ہیں، اسی سے پھل اگتے ہیں پیڑ سیراب ہوتے ہیں پانی وہی برساتا ہے، قرآنی مفہوم سورۂ واقعہ، قرآن مجید میں پانی کا ذکر صراحت کے ساتھ ۵۸/جگہ آیا ہے، ہوا پانی انسانی زندگی کے لیے ہی نہیں بلکہ کائنات کے وجود وبقا کے لیے بھی ضروری ہے، رب العالمین کی پیدا کردہ نعمتوں میں سے پانی عظیم نعمت ہے اس کا کوئی نعم البدل نہیں، انسان کی تخلیق سے لے کر کائنات کی تخلیق تک سبھی چیزوں میں پانی کی جلوہ گری ہے، آج پوری دنیا پانی کی کمی اور بڑھتی ہوئی حرارت سے پریشان ہے، آج دنیا کے کئی ممالک پانی کی حفاظت کے لیے نئی نئی تکنیک کو اپنا رہے ہیں اور ہمارا ملک اس معاملے میں کہاں ہے، اس پر کچھ لکھنا دیوار سے سر ٹکرانا ہوگا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس کی ذمہ داری ہے جواب تو یہی ہونا چاہئے کہ ذمہ داری تو ہر انسان کی ہے، اب ذمہ داری دوسرے پر ڈالنے کے بجائے ہم اور آپ کیا کر سکتے ہیں، آج اور ابھی سے کریں، اگر ہمیں اپنی اولادوں اور آنے والی نسلوں سے محبت ہے تو پانی برباد کرنے کے بجائے پانی بچانے کی ہر ممکن کوشش شروع کرنی ہوگی، پانی کی کمی کی شکایت تو سبھی زور وشور سے کرتے ہیں، لمبی لمبی تقریریں کرتے وتحریریں لکھتے ہیں لیکن

پانی کی حفاظت پر خود کوئی قدم اٹھانے کے لیے تیار نہیں۔

یہ ہم اپنے قدموں پر کلہاڑی مارنے کا کام کر رہے ہیں، کسی کو سمجھاؤ تو وہ سمجھنے کو تیار نہیں جس کے پاس دولت ہے، وہ پانی کو اپنی جاگیر سمجھتا ہے اور کہتا ہے پانی استعمال کرنا ہمارا پیدائشی حق ہے، چاہے ہم جتنا استعمال کریں، اس کی بحث نہ کریں میری مرضی ایسی سوچ، ایسے بول ایک نہ ایک دن ان کے لیے مہنگے پڑیں گے، قدرت کی پکڑ سے کوئی نہیں بچتا اللہ کی پکڑ جب ہوتی ہے تو پھر اس پر نہ آسمان روتا ہے نہ زمین اور ناقدری کرنے والوں کی نعمت چھین لی جاتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انھیں مہلت نہ دی گئی۔ (سورۃ الدخان ۴۴، آیت ۲۸)

پانی کس طرح برباد ہو رہا ہے آج جدھر بھی نظر اٹھا کر دیکھیں پانی کی بربادی لوگ کر رہے ہیں گھر کی صفائی، گاڑی کی دھلائی کرنے میں کتنا پانی برباد کر رہے ہیں پڑوسی کو پانچ بالٹی پانی دینے میں کلیجہ پھٹ جاتا ہے لیکن اپنے تعیش میں فضول خرچی کرنے میں حاتم طائی کی قبر پر لات مارنے میں ذرا بھی نہیں شرماتے، آج بیت الخلا میں FLUSH کے ذریعہ کتنا پانی برباد کیا جا رہا ہے، ہوٹلوں میں گرم پانی آنے کے لیے نل کو کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے اس میں کم از کم ۵۰ لیٹر پانی مفت میں بہا کر برباد کر دیا جا رہا ہے۔

ایک رپورٹ کے مطابق شہروں میں ہر سال ۲۹ ؍ ارب مربع میٹر پانی جس کی قیمت ۴۳ ؍ کروڑ کے لگ بھگ ہے سپلائی کے دوران برباد ہوتا ہے۔ (دینک بھاسکر مارچ)

یہ ماہرین اور انجینئر کس کام کے؟ ایک سروے کے مطابق ہندستان میں کل ۹۱ ؍ پانی کے ذخیرے موجود ہیں لیکن ان میں ۲۴ ؍ فیصد پانی ہی باقی رہ گیا ہے، تلنگانہ، آندھرا پردیس، ہماچل پردیس، مغربی بنگال، راجستھان، مہاراشٹر، اڈیشا، گجرات، جھارکھنڈ، اتر پردیس، اترا کھنڈ، چھتیس گڑھ، مدھیہ پردیس، کیرالہ اور تمل ناڈو جیسی ریاستوں میں پانی کے ذخائر بہت کم ہو گئے ہیں، ہر جگہ کہیں کم کہیں زیادہ تشویشناک صورت حال موجود ہے، پانی کی سطح بڑی تیزی کے ساتھ زمین کے نیچے اور بہت نیچے ہوتی جا رہی ہے۔

راقم جمشید پور، جواہر نگر میں رہتا ہے، ارجون ۲۰۰۳ء میں گھر میں بورنگ ۱۹۰ ؍ فٹ کرایا تھا اب اسی علاقہ میں ۳۰۰ ؍ اور ۳۵۰ ؍ فٹ بورنگ ہو رہی ہے جب کہ ناچیز کے گھر سے جھارکھنڈ کی مشہور ندی سوورن ریکھا صرف آدھا کیلومیٹر کی دوری پر ہے تب یہ حال ہے۔ پینے کے پانی کی بات تو دور ہے روزمرہ کی ضروریات کے لیے بھی پانی کی کمی ایک سنگین مسئلہ بن گیا ہے، راجستھان و مہاراشٹر میں لوگ کپڑا بھیگا کر بدن پوچھ کر نہانے کا کام کر رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ ان حالات میں حکومتیں کیا قدم اٹھا رہی ہیں؟ اور عام لوگ کیا کر رہے ہیں؟ کیا عوام کو اس کی فکر نہیں ہونی چاہیئے صرف حکومتوں پر انحصار کرنا کہاں تک صحیح ہوگا؟ دنیا پانی کی حفاظت کر پانے میں ناکام نظر کیوں آرہی ہے دنیا کی کوئی تکنیک پانی بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتی پانی صرف اور صرف اللہ رب العزت کا انمول عطیہ ہے اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے پانی بنا زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے، اس معاملے میں ہر انسان اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے پانی کم سے کم خرچ کرے اور اس کی بربادی کو روکنے کی کوشش کریں گھروں میں پانی کا غیر ضروری استعمال کم سے کم کریں نلوں کے بجائے برتنوں میں پانی لے کر استعمال کریں، گھر گھر جا کر پانی بچاؤ زندگی بچاؤ کی مہم چلائیں، صفائی کی طرف بھی توجہ دلائیں، علماء حضرات اپنے بیانوں میں پانی کی بے قدری پر لوگوں کو سمجھائیں حکومتیں بھی خاص کر آبی وسائل کے وزرا اسکیمیں بنائیں، سختی سے لاگو کرائیں۔

ہمیں اپنے بچوں کو اگر خوش دیکھنا ہے تو آئی پی ایل کرکٹ بھولنا ہوگا جہاں کرکٹ کے میدانوں میں لاکھوں گیلن پانی ڈال کر میدانوں کو بنایا سنوارا جاتا ہے اور پانی بے دردی سے بہایا جاتا ہے گزشتہ سال کورٹ نے کئی میچوں کو مہاراشٹر سے ہٹا کر دوسری جگہ کروایا تھا، منریگا اسکیم کے تحت اور صوبائی حکومتوں کی جانب سے بڑے بڑے تالاب بنوائیں جائیں، صرف کاغذوں پر نہیں برساتی پانی جو قدرت کا انمول تحفہ ہے اسے محفوظ کریں تاکہ کھیتی بھی سیراب ہو جانور پانی پئیں اور انسانوں کے لیے بھی راحت ہو۔

مسلمانوں کی ذمہ داری

موجودہ صورتحال میں امت مسلمہ کے ہر فرد کا فرض بنتا ہے کہ وہ پانی کی اہمیت کے پیش نظر دنیا کے سامنے ایک نمونہ پیش کریں اگر آج کسی کو پانی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے تو وہ مسلمانوں کو ہے ”نماز“ جیسی اہم عبادت کو بغیر پاک ہوئے ادا نہیں کرسکتا بغیر وضو کئے نماز ادا نہیں کرسکتا دن میں پانچ بار وضو کے لیے پانی کی ضرورت ہے۔ پاکی حاصل کرنے کے لیے پانی کی ضرورت ہے بغیر پاکی عبادت کا تصور بھی نہیں کرسکتا لہٰذا آگے بڑھ کر خود پانی کی قدر کریں، پانی بچاؤ کی تحریک چلائیں دوسروں کو بھی شامل کریں۔

احادیث پاک میں واقوال صحابۂ کرام، تابعین، بزرگان دین وعلماء کے یہاں پانی کے استعمال اور احتیاط کے بے شمار واقعات موجود ہیں، صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ایسی کون سی (چیز) ہے کہ جس سے انسانوں کو منع نہیں کیا جاسکتا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ چیز پانی ہے۔“ (بخاری حدیث ۳۴۷۳)

دوسری حدیث یوں ہے تین چیزیں ایسی ہیں جو سب کے لیے عام ہیں (۱) پانی (۲) گھاس (۳) آگ (ابوداؤد حدیث ۳۴۷۷) پانی کا بے جا استعمال خواہ وضو، غسل کے لیے ہی کیوں نہ ہو منع ہے بلکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: اس پر علما کا اجماع ہے کہ پانی میں اسراف منع ہے اگرچہ سمندر کے کنارے پر ہو پانی میں اسراف نہ کرے یعنی حاجت شرعیہ سے زیادہ پانی استعمال نہ کرے۔ (صحیح مسلم، فتاویٰ رضویہ ج، ۲ ص ۷۶)

دوسری جگہ ارشاد ہے: اگر کسی نے دریا سے گھڑا ابھر کر پانی زمین پر بے فائدہ بہا دیا تو اس نے پانی برباد کردیا۔ (ایضاً ص ۷۸)

گلاس میں بچا ہوا پانی پھینک دینا گناہ ہے آجکل فضول خرچی کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتا، پانی پیا اور بچا ہوا پانی پھینک دیا، اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ایک شخص حاضر تھا کہ ایک صاحب نے پانی پی کر بچا ہوا پانی پھینک دیا اس پر آپ نے فرمایا: بچے ہوئے پانی کو پھینکنا نہیں چاہئے بلکہ کسی برتن میں ڈال دیتے، اس وقت پانی موجود ہے تو اس کی قدر نہیں، جنگل جہاں پانی نہ ہو، وہاں اس کی قدر معلوم ہوتی ہے اگر ایک گھونٹ پانی مل جائے تو ایک انسان کی زندگی بچ جائے۔ (الملفوظ، ج ۳)

جہاں پانی میسر ہو وہاں پانی پلانا ثواب کا کام ہے ایک گھونٹ پانی پلانے کے عوض اللہ رب العزت ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ پانی سب سے بہتر صدقہ ہے گرمیوں میں ہم لوگوں کو چاہئے کہ ٹرینوں میں، اسٹیشنوں میں، بس اڈوں میں اور چوراہوں وغیرہ میں پانی پلانے کا ضرور انتظام کریں، آپ دیکھیں ریلوے اسٹیشن پر ملک کی مختلف تنظیمیں، مارواڑی یوا منچ، اتکل ایسوسیشن، وغیرہ وغیرہ پانی کا انتظام کرتی ہیں، یہ کام مسلمانوں خاص کر نوجوانوں کو ضرور کرنا چاہئے آج کے حالات میں تو اس کی سخت ضرورت ہے۔ ملک میں بھائی چارگی قائم ہوگی ماہ محرم الحرام میں بہت سے مسلمان مظلوم کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شہداء واسیران کربلا کی یاد میں لوگوں کو پانی وشربت پلاتے ہیں یہ بہت ہی اچھا کام ہے، موجب اجر وثواب ہے یہ عمل گرمیوں میں ضرور کریں بلا تفریق مذہب وملت دیکھیں ثواب کے ساتھ میل محبت کا جذبہ ابھرے گا اللہ کے وہاں بھی سرخرو ہوں گے اگر ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کام اچھا ہے تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہ رہیں، بلکہ ایک زندہ قوم کی طرح آبادیوں میں نکلیں، معاشرے کو بیدار کریں اور آنے والی نسلوں کے لیے ضرور کچھ نہ کچھ کریں پانی پلانا بڑے ثواب کا کام ہے حق مسلم بھی ہے، جنت میں لے جانے والا عمل بھی ہے، اس سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے، آج جو ملکی ماحول ہے اس وقت اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اسکی دعوت دیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ پانی کا انتظام کریں اور بلا تفریق مذہب وملت سب کو پلائیں پھر دیکھیں آپ کو کتنا فائدہ وسکون ملے گا۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

◆◆◆

اسلامیات

از: مولانا زاہد انور قادری رضوی*

جہیز مانگنا کیسا ہے؟

اس میں کوئی شبہ ہے کہ جہیز کی مودہ شکل ایک تباہ کن رسم ہو کر رہ گئی ہے، لڑکی کو ماں باپ اپنی محبت وشفقت میں رخصت ہوتے وقت جو کچھ دیتے ہیں وہ ایک امر مستحسن اور انسانی فطرت کا تقاضا ہے مگر غیروں کی دیکھا دیکھی اب مسلمان میں بھی بد جبری مطالبہ کی صورت اختیار کر چکی ہے جہیز کے مطالبوں کو پورا کرنے کیلئے آج کتنے گھر تباہ ہو چکے ہیں اور لڑکی کی پیدائش جو بلا شبہ اسلام و پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں خوش بختی کی علامت ہے ہم نے اپنے ہاتھوں اسے بد بختی میں بدل دیا ہے، حیرت تو اس پر ہے کہ لڑکی اگر اپنے والدین سے کچھ مطالبہ کرے تو کر سکتی ہے کہ ماں باپ سے فرمائش اس کا پیدائشی حق ہے اگر چہ اسے بھی مطالبہ کرتے وقت اپنے والدین کی بساط و وسعت کا جائزہ لینا ضروری ہے مگر ہونے والے داماد یا ان کے گھر والوں کو کہاں سے یہ حق پہنچتا ہے کہ لڑکی یا ان کے والدین سے کسی قسم کا سوال کریں، یہ تو یقیناً ایک طرح کی مہذب بھیک ہے جسے رسم ورواج کے نام پر قبول کیا جا رہا ہے۔

اسلام دو ہی صورتوں میں مانگنے کی اجازت دیتا ہے یا تو سائل کا کوئی حق دوسرے سے متعلق ہو یا پھر وہ سائل اتنا تنگ دست ہو کہ اس کا گزر بسر مشکل ہو اور سوال کے بغیر اس کے پاس کوئی چارہ کار ہی نہ ہو تو اس کیلئے سوال کرنا جائز ہے، وہ بھی بقدر حاجت، حاجت و ضرورت سے زیادہ تو اسے بھی مانگنا جائز نہیں، ظاہر ہے کہ ہونے والے داماد کا ہونے والی بیوی یا ساس سسر پر کوئی واجبی حق تو ہوتا نہیں جس کا مطالبہ اس کیلئے جائز ہو۔

لہٰذا اب دوسری صورت تنگ دست والی رہ جاتی ہے جبکہ سماج میں اس کی بھی گنجائش نہیں کہ کوئی تنگدست داماد اپنی تنگدستی کا اظہار کر کے سسرال والوں سے کچھ مانگے حالانکہ واقعی تنگدست ہو تو بقدر ضرورت مانگ سکتا ہے، جب دونوں صورتیں نہیں تو یقیناً یہ مطالبہ سوال ممنوع کی قبیل سے ہے یعنی بلا ضرورت مانگنا شریعت جس کی سخت مزمت کرتی بلکہ حرام گردانتی ہے اس سلسلے میں چند حدیثیں سنئے اور دیکھئے آقائے دو عالم ﷺ ایسے سائلوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

"عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا تَزَالُ المَسأَلَةُ بِاَحَدِ کُم حَتّٰی یُلقَی اللهَ تَعَالٰی وَلَیسَ فِی وَجھِهٖ مُزعَةُ لَحمٍ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر تمام نبیوں کے سرور دو جہاں کے تاجور سلطان بحر و بر ﷺ نے فرمایا آدمی سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا۔"

[صحیح البخاری حدیث نمبر ۱۴۷۴ / ج ۱ / ص ۳۶۳]

اسی طرح ایک حدیث میں سوال یعنی مانگنے کو سائل کے چہرے پر خراشوں کا سبب فرمایا گیا ہے:

"عَن سَمُرَةَ بنِ جُندُبٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنهُ اَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ اِنَّ المَسَائِلَ کُدُوحٌ یَکدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجھَهُ فَمَن شَاءَ اَبقٰی عَلٰی وَجھِهٖ وَ مَن شَاءَ تَرَكَ اِلَّا اَن یَّسأَلَ ذَا سُلطَانٍ اَو فِی اَمرٍ لَا یَجِدُ مِنهُ بُدًّا۔ حضرت سمرہ ابن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یہ سوالات خراشیں ہیں کہ آدمی سوال کر کے اپنے منہ کو نوچتا ہے تو جو چاہے اپنے چہرہ پر اسے باقی رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے مگر یہ کہ آدمی صاحب سلطنت سے اپنا حق مانگے یا اس صورت میں مانگے کہ اس کے سوا چارہ کار نہ ہو۔"

[صحیح مسلم شریف، ص ۳۷۲]

اسلامیات

*مضمون نگار دوہوسو اسلام پور ویسٹ بنگال کے مقیم ہیں۔

اگر لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ مانگنے میں کیا کراہت ہے تو شاید کوئی نہ مانگے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"عَنْ عَاذِبْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَسَاَلَہُ فَاَعْطَاہُ فَلَمَّا وَضَعَ رِجلَہُ عَلٰی اُسْکُفَّۃِ الْبَابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَتَعلَمُوْنَ مَا فِی الْمَسَاَلَۃِ مَا مَشٰی اَحَدٌ اِلٰی اَحَدٍ یَسْاَلُہُ شَیْأً۔ حضرت عاذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص نے سوال کیا آپ نے عطا فرمایا جب (لوٹتے ہوئے) اس شخص نے دہلیز پر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ سوال کرنے میں کیا ہے تو کسی کے پاس مانگنے نہ جاتا۔"

(السنن الکبری للنسائی۔ ج۲ ص۵۰)

صاحب ایمان اور ہوش گوش رکھنے کیلئے یہی چند ارشادات رسول کافی ہیں جن سے بغیر ضرورت سوال کرنے کی ذلت ومذمت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے اور بلا شبہ داماد کا جہیز مانگنا بلا ضرورت محض تفاخر ودکھاوا یا حصول آسائش وغنا کیلئے ہوتا ہے اسے ایسی ضرورت نہیں ہوتی ہے کہ مانگنا حلال ہو اور نہ اس کا شرعی حق متعلق ہوتا ہے جسے وصول کرنے کو سوال جائز ہو لہٰذا ایسے سوال کے ممنوع اور اس پر اصرار کے حرام ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں اور وہ احادیث جو سوال کرنے والے کیلئے وارد ہیں جہیز کا مطالبہ کرنے والوں پر بھی ضرور صادق ہیں۔

اب تک کی گفتگو تو جہیز مانگنے والوں کے متعلق تھی جس کی مذمت وبرائی بدرجہ اتم بیان کی جا چکی مگر اس بلائے درماں کے اسباب پر جب غور کیا جاتا ہے تو اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی آتا ہے کہ بسا اوقات لڑکا مطالبہ تو نہیں کرتا لیکن لڑکی کا باپ محض واہ واہ اور نام ونمود کیلئے وسعت سے زیادہ اس قدر جہیز دیتا ہے جو دوسری کیلئے نمونہ اور ترغیب کا باعث ہوتا ہے۔

نتیجہ کے طور پر پاس پڑوس کے دوسرے لوگ بھی متاثر ہو کر اس سے بڑھ کر دینے اور بعض لینے کے خواہش مند ہو جاتے ہیں اور غور کیا جائے تو یہی مفاسد کی بنیاد ہے جس پر مناسب بندش ضروری ہے ہر آدمی اعتدال اور بساط ہی کے مطابق بے مانگے اپنی خوشی سے لڑکی یا لڑکے کو کچھ دیدیا کرے تو اس کا اثر اتنا غلط نہ ہوگا اور اگر معاشرہ کے سربرآوردہ حضرات مل بیٹھ کر کچھ ہلکا پھلکا سامان متعین کردیں کہ ہر امیر وغریب یکساں طور پر بآسانی دے سکے تو یہ سب سے بہتر ہے جیسا کہ مسلمانوں میں بعض مقامات پر اس کا رواج بھی ہے مگر افسوس کہ اس مادہ پرست دور میں دین ومذہب حسن کردار وعمل کو بالائے طاق رکھ کر محض سیم وزر اور مال ودولت پر دھیان دیا جانے لگا ہے جس کا وبال وعذاب آخرت میں جو ہوگا وہ تو ہوگا ہی خود دنیا میں بھی اس کے مفاسد حدوشمار اس کے دنیاوی مضرات کا اندازہ لگانے کیلئے یہی کافی ہے کہ جن غیروں کی تقلید میں اس رسم بد کے ہم عادی ہو چکے ہیں ہم سے زیادہ وہ آج جہیز اور طلاق کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں وہ سربرآوردہ حضرات جو سماج میں اپنی بات منوانے کی پوزیشن رکھتے ہیں وہ خاص طور سے توجہ دیں تو اس رسم بد کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور خاص طور سے علمائے کرام اور آئمہ مساجد سے گزارش ہے کہ اس کے خلاف آواز اٹھائیں اور اس کی ہلاکت خیزیوں سے قوم کو بار بار آگاہ کریں اور خود بھی اپنی شادیاں اس سادہ انداز سے کریں کہ قوم کیلئے باعث نمونہ ہو۔ ◆◆◆

ص ۲۲/ کا بقیہ..........

ہر شہر میں ہیں عرس کی تقریب کے جلوے
بن کر دلِ مومن میں ہیں جاں تاج شریعت
تسلیم شدہ ہے یہ حقیقت کہ جہاں میں
ہیں علم کے اک کوہ گراں تاج شریعت
عُشاق کی محفل میں رہے میر کی صورت
وہ عاشقِ سلطانِ جہاں تاج شریعت
کہتے ہیں عنادِل بھی یہی باغِ ثنا کے
لاریب ہیں اک سحر بیاں تاج شریعت
دیکھو تو تصور میں بسا کر انہیں گوہر
کردیں گے ترے غم کو دھواں تاج شریعت

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

"گئو ماتا"

سمّان سے اپمان تک

گئو بھکتوں کے "گئو پریم" کی نقاب کشائی پر مبنی ایک تحقیقی تحریر

کس نے سوچا تھا کہ "گئو ماتا" کے سمّان کے نام پر آسمان سر پر اٹھا لینے والے گئو بھکتوں کے چہرے اتنی جلدی بے نقاب ہو جائیں گے، جس گائے کو "ماتا" جیسے مقدس لفظ سے یاد کیا، اسی ماتا کو "آوارہ جانور" کہہ کر اس کے خلاف مہم چلائی جائے گی، بے دردی سے مارا پیٹا جائے گا اور اسے بھوکا پیاسا رکھ کر سرکاری اسکولوں، اسپتالوں میں بند کیا جائے گا؟ لیکن ایسا ہوا، اور یوگی حکومت کے حکم سے بھکتوں نے ہی کیا۔

گئو ماتا کے بھکتوں نے بے حسی اور طوطا چشمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے گائے جیسی سیدھی مخلوق کو "آوارہ جانور" کہہ کر لاٹھی ڈنڈوں سے پیٹ پیٹ کر "ماتا" کے تقدس کو خوب پامال کیا اور حکومت سے گزارش کی کہ اس گائے سے انہیں نجات دلائی جائے اور اس کو آبادیوں سے نکال کر کہیں اور بند کر دیا جائے۔

گایوں کی بدحالی

ان دنوں ملک کے کئی حصوں میں سڑکوں پر "آوارہ" گھومنے والے گئو وَنش سے دکان دار، کسان اور راہگیر سخت پریشان ہیں، جہاں دیکھو گایوں کا جھنڈ کا جھنڈ گھومتا نظر آ رہا ہے۔ جو کسی بھی دکان میں گھس جاتے ہیں، کسی کی سبزی کھا جاتے ہیں، کسی کا کھیت چر جاتے ہیں۔ اسی سے پریشان ہو کر گئو بھکت اب اپنی ہی ماتا کے خلاف مورچہ کھول چکے ہیں، پچھلے دنوں ABP نیوز چینل نے گایوں پر ایک خصوصی پروگرام نشر کیا، جس میں بتایا گیا کہ ملک کے مختلف شہروں میں "آوارہ جانوروں" کی وجہ سے لوگ پریشان ہیں، جس سے ناراض ہو کر لوگوں نے انہیں مار پیٹ کر سرکاری اسکولوں میں بند کر دیا ہے، چند نمایاں شہروں میں علی گڑھ، فیروز آباد، متھرا، اٹاوہ، کانپور، ہاتھرس، بلند شہر، آگرہ، فتح پور، لکھنؤ، امیٹھی وغیرہ شامل ہیں، مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

- علی گڑھ میں ہی محض دو دن میں [یکم جنوری 2019 سے دو جنوری تک] 78 گائیں مر گئیں، علی گڑھ کے گاؤں "جٹاری" کی شیام پروشوتم (श्याम पुरुषोत्तम) گوشالہ کے سکریٹری "شِو دَتّ شرما" نے بتایا کہ ان گایوں کی موت بیماری کی وجہ سے ہوئی۔ متھرا میں کسانوں نے 150 گایوں کو مار پیٹ کر اسکول میں بند کر دیا، بھوک پیاس کی وجہ سے 6 گائیں مر گئیں۔ گرام پردھان اور تحصیل افسر نے کنفرم کیا کہ گایوں کی موت بھوک پیاس کی وجہ سے ہوئی لیکن کسی کے خلاف کوئی مقدمہ درج نہیں ہوا۔
- کانپور ضلع کے بدھونا قصبے کے "نگوا" میں گاؤں والوں نے 50 گایوں کو مار پیٹ کر سرکاری اسکول میں بند کر دیا، اطلاع ملنے پر پولیس نے پہنچ کر تالا کھولنا چاہا تا کہ گایوں کو آزاد کیا جا سکے لیکن گاؤں والوں نے گایوں کو آزاد کرنے کی مخالفت کی جس کی وجہ سے انہوں پولیس پر حملہ کر دیا۔ چوکی انچارج "اِندر پرکاش" کی بائک توڑ دی، سپاہی مُکلیش، اوم ویر زخمی ہو گئے، جان بچانے کے لئے یہ تینوں ہی اسکول میں چھپ گئے اور کنٹرول روم کو خبر دی، بعدہ جب پانچ تھانوں کی پولیس فورس پہنچی تب جا کر ان پولیس والوں کی جان بچی اور گایوں کو آزاد کیا گیا۔
- امیٹھی میں کسانوں کا کہنا ہے کہ گایوں نے ہماری فصلوں

احوال وطن

کو برباد کر دیا ہے۔ایک ایک کھیت میں 20/20 جانوروں کا جھنڈ گھستا ہے اور ساری فصل کھا جاتا ہے اس لئے ہمیں مجبور ہو کر رات رات بھر پہرہ دینا پڑتا ہے۔

الہ آباد کے شنکر گڑھ [بھدوا گاؤں] میں لوگوں نے گایوں کو مار پیٹ کر سرکاری اسکول میں بند کر دیا جس کی وجہ سے طلبہ کو باہر سڑک پر پڑھنا پڑا۔ بعد میں پولیس نے آ کر سختی کی اور گایوں کو نکال کر اسکول کی صفائی کرا کر تعلیم شروع کرائی لیکن ٹیچرز اور طلبہ کا کہنا ہے کہ گایوں کی وجہ سے اسکول میں بدبو پھیل گئی ہے اور پڑھنا دشوار ہو رہا ہے۔

گایوں کو جیل

اب تک تو گو بھکت "گئوماتا" کو اسکولوں میں ہی بند کر رہے تھے لیکن 16 جنوری 2019 کو یوپی حکومت کا ایک نیا فرمان آیا کہ سڑکوں پر گھومنے والی گایوں کو جیل بھیج دیا جائے اور جیل کی زمین پر ہی ان کے کھانے پینے کا بندوبست کیا جائے، لکھنؤ کمشنر انل گرگ نے تمام کمشنریوں کو حکم دیا ہے کہ 31 جنوری تک تمام ضلع کی جیلوں میں "گئوسیوا کیندر" قائم کئے جائیں، اس حکم نامہ کی رو سے گایوں کو جیل میں رکھا جائے گا۔

آج تک نیوز چینل کی خبر کے مطابق "گئو رکھشک" کسانوں کی اس پریشانی کی آڑ میں جم کر منافع بنا رہے ہیں، 18 جنوری کی خبر کے مطابق باغپت میں "گئو رکھشک" ایک گائے کو گوشالہ پہنچانے کے عوض میں کسانوں سے پانچ سے چھ ہزار کی رقم اینٹھ رہے ہیں۔

گایوں کی داستان غم

"گو بھکتوں" کی حکومت سازی کے بعد گائے کو لگا ہوگا کہ شاید اب جا بجا میری پوجا کی جائے گی، ہر گھر میں میرے لئے عمدہ قسم کے کھانے تیار ہوں گے، صبح صبح لوگ میرا آشیرواد لے کر کام پر جائیں گے اور یہ امیدیں بجا بھی تھیں کہ ہر گلی کوچے میں بھکت یہ شعر پڑھتے گھومتے تھے۔ ؎

جن کے نہیں ہیں نام، ان کے نام بنیں گے
گھر گاؤں شہر مُرلی دَھر کے دھام بنیں گے
برہمانڈ کے سب دیوتا گئو میں سمائے ہیں
تم گائے پال لینا، تمہارے سب کام بنیں گے

اس عقیدت کو دیکھ کر "گئوماتا" کی امیدیں درجہ یقین میں تھیں مگر افسوس! "گئوماتا" کی امیدیں پانی کے بلبلے سے بھی زیادہ کمزور نکلیں، بھکتوں نے "ماتا جی" کے نام پر صرف اپنی تجوریاں بھریں۔

سیاسی بھکتوں نے "گئوشالہ" کے نام پر حکومت سے رقمیں حاصل کیں جبکہ دوسرے نمبر کے بھکتوں نے گایوں کا دودھ نکالا اور انہیں چرنے کے لئے سڑکوں پر چھوڑ دیا۔ بھوک سے بے حال "گئوماتا" نے کسی دوکان پر چاول میں منہ ڈال دیا تو گو بھکت دکاندار ڈنڈے سے ماتا کا سواگت کرتا ہے، سڑکوں اور دکانوں سے مایوس ہو کر ماتا جی کھیتوں کی جانب نکل پڑتی ہیں لیکن جیسے ہی کسی کھیت میں چرنے کے لئے منہ ڈالا فوراً ہی کئی سارے "گئو بھکت" لاٹھی ڈنڈوں سے لیس ہو کر سامنے آتے ہیں اور ماتا جی کی طبیعت سے دھلائی کرتے ہیں، پورا دن بھوک پیاس کی تکلیف اٹھا کر "گوماتا" رات کے وقت کھیتوں میں پہنچتی ہیں کہ شاید رات کے سناٹے میں کچھ کھانے کو مل جائے لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

امیدیں پوری نہ ہوئیں بلکہ رات کے اندھیرے میں بھی دہقانی لوگ پہرا کرتے نظر آئے۔ اپنے ہی بیٹوں سے جان بچا کر گائے کئی دن فاقہ کشی کی تکلیفیں اٹھا کر آخر ایک دن دنیا کو خیر آباد کہہ دیتی ہے، کہا جاتا ہے کہ "ماں" کی موت پر رسماً ہی سہی لیکن اولادیں آخری رسومات ضرور ادا کرتی ہیں اور احترام کے ساتھ آخری رسم ادا کی جاتی ہے۔ لیکن بدنصیب گائے کو پس مرگ بھی سکون نہ ملا اور بھکتوں نے مرنے کے بعد بھی ماتا کا کوئی احترام نہیں کیا بلکہ لاوارث سمجھ کر کوڑے کی طرح کہیں بھی اٹھا کر ڈال دیا۔

یہ بات اپنے آپ میں کتنی مضحکہ خیز ہے کہ جس گائے کو "ماتا" کہا جاتا ہے، اس کو چارا کھلانے سے بھی بھکتوں کی جیب تنگ ہو جاتی ہے، بھلا کون ایسا بدنصیب بقیہ ص ۱۳ / پر

کالج کی ایک ٹیچر کے قلم سے*

یہ بچیاں کہاں جارہی ہیں؟

میرے کالج میں موبائل فون لانے پر پابندی ہے، لہٰذا جیسے ہی چند طالبات نے مجھے یہ اطلاع دی، میں بڑی سرعت سے جائے وقوع پر پہنچی، ایک سیدھی سادی سی بچی تولیے سے ہاتھ صاف کرتی ہوئی باتھ روم سے باہر نکلی۔

موبائل نکالیے! مجھے اس پر شک نہیں تھا، وہ تو اسے باتھ روم سے باہر آتے دیکھ کر ایسے ہی پوچھ لیا تھا ''میرے پاس نہیں، مس میرے پاس نہیں ہے موبائل'' چہرے پر بلا کی معصومیت تھی، اس کے معصوم چہرے سے نگاہ ہٹی اور براہ راست کالج مونوگرام والی جیب پر پڑ گئی۔

''یہ کیا ہے'' اگلے ہی لمحے چپس کا پیکٹ میرے ہاتھ میں تھا، جس کے اندر حرکت ہو رہی تھی ''میں نے استعمال نہیں کیا'' اس نے میرے ہاتھ سے چپس کے پیکٹ میں لپٹا ہوا موبائل فون جھپٹنا چاہا ''اوّل تو کالج میں موبائل فون لانے کی اجازت نہیں، پھر....'' میری بات مکمل ہونے سے قبل اس نے کہا ''مس! کیا بیگ میں رکھتی، چوری نہ ہو جاتا؟'' کل پرنسپل سے لے لینا، آج تو وہ میٹنگ میں گئی ہوئی ہیں۔

میں نے اتنا کہا اور اگلا قدم بڑھانا چاہا جو اس نے بڑھنے نہیں دیا ''پلیز.... میرا موبائل دے دیجئے'' وہ برے طریقے سے جھپٹی۔ ''میں نے کہا ناں، کل والدین کو بھیج دینا، مل جائے گا'' اس وقت بھی موبائل فون پر کال آرہی تھی۔

''نہیں، مجھے ابھی چاہیے، اسی وقت'' اس کا انداز نہایت جارحانہ اور جاہلانہ ہو گیا تھا۔ مجھ پر حملہ کرنے کی لمحے بھر کی دیر تھی کہ سینئر پروفیسر نے آکر اسے ڈانٹا، مگر وہ قابو میں آنے والوں میں سے نہ تھی، حتیٰ کہ کالج کی چھٹی ہو گئی اور وہ تڑپ تڑپ کر روتی رہی، موبائل فون پوشیدہ مقام پر رکھنے سے قبل لاتعداد آنے والے ایس ایم ایس چیک کیے گئے تو معلوم ہوا آگ دوسری جانب بھی برابر لگی ہوئی تھی، ایک لڑکا ایس ایم ایس کے جواب نہ ملنے پر بے قرار تھا۔

اگلے دن نہ وہ بچی آئی نہ کوئی موبائل فون لینے، لیکن اس کے گھر سے کوئی اس کا فون سیٹ لینے آتا بھی تو کیا ہوتا، ہم جتنے بھی اس کے ایس ایم ایس پڑھوا دیتے، ماں باپ کو ٹیچرز ہی کو برا بھلا کہنے پر اکتفا کرنا تھا کہ ایسا ہی ہوتا ہے، عموماً مائیں آتی ہیں تو ٹیچرز کو دقیانوسی اور اپنی بیٹی کو کھلا ذہن رکھنے والی قرار دیتی ہیں اور اکثر دوبارہ جب ملاقات کا شرف بخشتی ہیں تو بیٹی کسی کے ساتھ فرار ہو چکی ہوتی ہے اور اس آس پر آتی ہیں کہ شاید بھولے بھٹکے کالج آجائے کسی کام سے، مگر اس وقت تک پانی سر سے اونچا ہو چکا ہوتا ہے اور ان کی آس، آس ہی رہ جاتی ہے، کچھ والدین تو بے عزتی کے خوف سے خاموش ہو جاتے ہیں کہ ع

بعد میں پچھتاوت کیا ہوت ہے
جب چڑیا چگ گئی کھیت

میں ایک گورنمنٹ کالج میں لیکچرار ہوں، میری فقط تین سالہ ملازمت میں یہ پہلا واقعہ نہیں بلکہ یہ ایک معمول ہے، میرے اپنے تعلیمی دور کو بیتے زیادہ عرصہ نہیں ہوا، مگر نوجوانوں کی روز بہ روز بگڑتی حالت کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میرے طالب علمی کے زمانے کو صدیاں بیت گئی ہیں۔

میں یہ نہیں کہتی کہ میرے دور میں ماحول سو فی صد پاکیزہ تھا، تمام ہی طالبات کا چال چلن مثالی تھا، مگر لڑکیوں کو یونیفارم میں آنا اور کالج کے بجائے ادھر ادھر نکل جانا، کالج دورانیے میں بھی کونوں کھدروں میں چھپ کر فون پر گفت وشنید کرنے کا تناسب روز بہ روز انتہائی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

احوال قوم وملت

پہلے کالج کے چار سیکشن میں سے کسی ایک سیکشن کی لڑکی غلط حرکات میں ملوث پائی جاتی تھی، وہ بھی سال دو سال میں، مگر آج ہر کلاس ہر سیکشن میں ایسے واقعات ہر پندرہ بیس روز میں سامنے آجاتے ہیں، میں اس کا ذمے دار نہ میڈیا کو گردانتی ہوں اور نہ ہی موبائل فون کو، میں اس بگڑتی ہوئی صورت حال کی ذمے داری برملا والدین پر ڈالتی ہوں۔

انتہائی متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی طالبات جن کے لاغر وجود چیخ چیخ کر باور کروا رہے ہوتے ہیں کہ انہیں کئی روز سے پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہیں ہوئی ہے، فیس جمع کروانے کے لیے مالی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، لیکن ان کے پاس موجود موبائل سیٹ قابل دید ہوتے ہیں۔ یہ سیٹ کہاں سے آیا، اگر آ بھی گیا تو بیلنس کے لیے پیسے کہاں سے آرہے ہیں، یہ نت نئے نام کی دوستیاں کہاں سے ہوگئیں، موبائل فون سائلنٹ پر کیوں رکھا جانے لگا۔

وہ بچی جو رات کو کسی کمرے میں اکیلے سونے سے ڈرتی تھی، موبائل سیٹ آنے کے بعد اتنی بہادر کیسے ہوگئی؟ کہ اکیلے سونے لگی، اسے فون سرہانے رکھے بغیر نیند کیوں نہیں آتی؟ یہ سوالات ماؤں کے اذہان میں کیوں نہیں کلبلاتے؟

یہ صرف کالج طالبات ہی کی بات نہیں ہے، بلکہ اس کا شکار تمام نوجوان نسل ہے۔ لڑکے، لڑکیاں سب ہی اس بلا کا شکار ہیں، آپ کوچنگ سینٹرز کا دورہ کریں، وہاں مزید کم عمر اسکول کے بچے ہیں۔ اندر بچیوں کی کلاس ختم، باہر لڑکے ایس ایم ایس پڑھ رہے ہیں۔ ”میں آرہی ہوں۔“

دو گھنٹے کی کوچنگ کلاس اکثر چار گھنٹے پر محیط ہو جاتی ہے، مائیں بچیوں کی زبانی سن کر مطمئن ہو جاتی ہیں، بلاشبہ اکثر سچ بھی ہوتا ہے، مگر ماؤں کو از خود تصدیق کرنی چاہیے۔ بچیوں کو انتہائی قیمتی تحائف مل رہے ہوتے ہیں۔

مائیں بہ آسانی بچیوں کے جھانسے میں آجاتی ہیں، یہ پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتی کہ یہ کون سی سہیلی ہے، اگر بچی انجانا نام لیتی ہے تو اس کی تفتیش کیوں نہیں کی جاتی، مائیں کیوں نہیں سوچتیں کہ بیٹی کی نئی دوست جس کا جمعہ جمعہ آٹھ دن سے نام سن رہی ہیں، بھلا وہ کیوں اتنے قیمتی تحائف دے گی، بچی کو کیوں اچانک ہی سجنے سنورنے کا شوق چڑ گیا؟ کیوں وہ گھر سے اب سج سنور کر نکلنے لگی؟

ماؤں کو کوئی پرواہی نہیں ہوتی، خود محلے کی تانک جھانک میں اس قدر مگن رہتی ہیں کہ عزت کے محل میں دراڑیں پڑتی جا رہی ہیں، انہیں احساس ہی نہیں ہوتا، البتہ محل ڈھ جانے کے بعد خوب واویلا مچاتی ہیں۔

میری ماؤں سے التجا ہے خدارا اپنی بچیوں پر توجہ دیں، یہ نازک کلیاں ہیں، ان کی اچھی آبیاری کریں گی تو یہ آپ کے گلشن کی رونق ہیں، ورنہ مسلی، مرجھائی کلیاں گلشن کا حسن ماند کر دیتی ہیں، یہ یاد رکھیں۔

کاش کہ یہ بات تیرے دل میں اتر جائیں، خواہش صرف اتنی ہے کہ کچھ الفاظ لکھوں جس سے کوئی گمراہی کے راستے پر جاتے جاتے رک جائے، نہ بھی رکے تو سوچ میں ضرور پڑ جائے اور اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرے۔

[سوشل میڈیا کے ”اسلام کی بیٹیاں“ گروپ سے ماخوذ]

◆◆◆

ہیں فضل الٰہی کا نشاں تاج شریعت

از: محبوب گوہر اسلام پوری

اک شخصیت فیض رساں تاج شریعت
ہیں فضل الٰہی کا نشاں تاج شریعت

سیلاب امڈ آتا تھا اک خلق خدا کا
رکھتے تھے قدم اپنا جہاں تاج شریعت

مت پوچھئے کیا حال تھا جب سالِ گذشتہ
دنیا سے گئے سوئے جناں تاج شریعت

سَحبان بھی اس دور میں ہوتے تو یہ کہتے
ہیں اہلِ سخن اہلِ زباں تاج شریعت

بقیہ ص ۱۸ پر

از: حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز

پانچویں قسط

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰؍ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اسے کتابی شکل میں شائع کرنے سے قبل قسط وار قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتؔر فاروقی

۳۰؍ مئی ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض...: لوح محفوظ کیا ہے؟ وضاحت فرمادیں۔ (انگریزی سوال)

ارشاد...: مجھ سے سوال کیا گیا کہ لوح محفوظ کیا ہے؟ میں نے جواب کو مؤخر کردیا کیوں کہ میں بمبئی میں تھا۔ اسی وجہ سے مجھے مطالعہ کا موقع نہیں مل سکا اور جیسے ہی مجھے گھر بریلی شریف واپسی پر موقع ملا میں نے التعریفات کا مطالعہ کیا جو کہ سید شریف الجرجانی کی تصنیف ہے جس میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ:

هو الكتاب المبين والنفس الكلية، فالألواح اربعة: لوح القضا السابق على المحو والاثبات، وهو لوح العقل الاول۔ ولوح القدر، ای لوح النفس الناطقة الكلية التي تفصل فيها كليات اللوح الاول يتعلق باسبابها، وهو اللوح المحفوظ۔ ولوح النفس الجزئية السماوية التي ينتقش فيها كل ما في هذا العالم بشكله و هيئته و مقداره، وهو المسمىٰ بالسماء الدنيا، وهو بمثابة خيال العالم، كما ان الاول بمثابة روحه، والثاني بمثابة قلبه۔ ولوح الهيولى القابل للصور في عالم الشهادة۔

لوح کتاب مبین یعنی روشن کتاب اور نفس کلیہ ہے (قرآن

میں اس کو کتاب مبین فرمایا، مبین اسم فاعل کے معنی کی رو سے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوح جس میں سب کچھ محفوظ ہے، اس کا علم اس کے لئے روشن ہے جس کو خدا چاہے) آگے تعریفات میں ہے کہ الواح کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ لوح قضائے سابق جس میں ہر ہونے والی چیز پہلے سے مقدر ہے اور اس کا فیصلہ پہلے ہی فرمادیا گیا، اس میں محو و اثبات جاری نہیں ہوتا، اور اس کا نام لوح عقل اوّل ہے۔

۲۔ لوح قدر یعنی لوح نفس ناطقہ کلیہ جس میں لوح اوّل کے کلیات کی تفصیل درج ہوتی ہے اور یہ ان کلیات کے اسباب سے متعلق ہے اور اسی کا نام لوح محفوظ ہے۔

۳۔ لوح نفس جزئیہ سماویہ جس میں وہ سب کچھ نقش ہوتا ہے جو اس عالم میں رونما ہو اس کی شکل، ہیئت اور مقدار کے ساتھ، اور اسی کو سمائے دنیا کہتے ہیں، اور یہ خیال عالم کے قائم مقام ہے، جس طرح پہلی لوح بمنزلہ روح عالم ہے اور دوسری قلب عالم کے منزل میں ہے۔

۴۔ لوح ہیولی یعنی اس مادے کی لوح جو عالم شہادت میں مختلف صورتوں میں رونما ہونے کے قابل ہے۔

یہاں تک تعریفات سے لوح محفوظ کا بیان قدرے تصرف کے ساتھ مذکور ہوا، اب میں کہتا ہوں کہ لوح اول جس کو روح عالم کے قائم مقام فرمایا گیا اس کا مصداق حضور سرور عالم ﷺ ہیں، جو اللہ کا نور ہیں، جن کا نور مادّۂ عالم ایجاد ہے، وہی نور حقیقت محمد یہ ﷺ ہے، وہی اول مخلوق ہے، وہی عقل اوّل کا مصداق ہے، کائنات میں جو کچھ ہے اسی حقیقت واحدہ کے تعینات اور اسی نور کی تجلیات ہیں، لوح محفوظ کا علم ان کے سمندر علم کا ایک قطرہ ہے اور ان کے دفتر معرفت کی ایک سطر ہے، بلکہ لوح محفوظ کا وجود اسی حقیقت محمد یہ سے ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزّت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا
یہی ہے اصل عالم مادۂ ایجاد خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

امام بوصیری اسی لئے فرماتے ہیں:

فان من جودک الدنیا وضرّتها
ومن علومک علم اللوح والقلم

عرض... ۱: ایک سُنّی عالم نے فرمایا اس پیشانی کی پاکیزگی کا اس چہرے کی خوبصورتی کا حال تو یہ ہے کہ احمد رضا دامن نچوڑیں تو عرش اعلیٰ کے فرشتے وضو کرنے زمین پر آجائیں؟

ارشاد...: یہ اچھی تعبیر نہیں ہے اور یہ بہت مبالغہ ہے اور اس میں فرشتوں کی توہین ہے۔

عرض... :اردو میں ایک شعر بھی ہوتا ہے۔

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

وہ کیسا ہے؟

ارشاد...: وہ شعر بھی قابل سند نہیں ہے اور وہ اگر اسی معنیٰ پر ہے تو وہ شعر بھی صحیح نہیں ہے اور اس کو سند بنانا جائز نہیں ہے۔

عرض... ۲: اگر پیر کامل زندہ ہو تو کسی اور پیر کامل سے طالب ہوا جاسکتا ہے؟ کیا اس کے لئے اپنے شیخ سے اجازت لینا ضروری ہے؟

ارشاد...: اجازت لینا ضروری نہیں ہے البتہ طلب میں یہ ہوتا ہے کہ اپنی پہلی بیعت پر قائم رہتے ہوئے کسی شیخ سے طلب فیض کے لئے وہ منسلک ہوجاتا ہے اس صورت میں اجازت لینا ضروری سمجھ میں نہیں آتا البتہ اگر اس کا شیخ زندہ ہے تو بہتر ہے کہ اس سے اجازت لے لے۔

عرض... ۳: میں عوام الناس سے ہوں اور مسائل کے لئے بہار شریعت کا مطالعہ رکھتا ہوں اور باقی مسائل کے لئے آپ سے اور مفتی وقار الدین علیہ الرحمۃ اور ان کے بعد مفتی عبد العزیز حنفی صاحب اور مولانا عطاء المصطفیٰ اعظمی صاحب سے رجوع رکھتا ہوں کیا اگر کبھی آپ کے سیشن میں بتایا ہوا جواب بہارِ شریعت سے مخالف ہو تو بعد کے آنے والے سیشن میں اپنی اصلاح کے لئے بہارِ شریعت کی عبارت عرض کر کے اس مسئلے کی مزید شرح کے لئے عرض کر دیا کروں؟

ارشاد…: بالکل یہ کرنا ہی چاہئے اور اگر کسی عالم کا میں ہوں یا کوئی صاحب ہوں ان کا جواب اگر متصادم ہے بزرگوں کی تصریحات کے تو ضرور بتانا چاہئے اور اس کا ازالہ ہونا ضروری ہے۔

عرض…۴: مجھے ایک باوثوق صاحب نے بتایا کہ بہارِ شریعت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے املا کرائی ہے اور کتابت اور حوالہ جات ان کے تلامذ کے ذمہ تھے اس لئے کہیں کہیں سہو بھی ہوسکتا ہے حضرت کیا فرماتے ہیں؟

ارشاد…: میں اس سلسلے میں تبصرہ کرنے سے قاصر ہوں اِملا کرانے کی حقیقت تو مجھے نہیں معلوم ہے البتہ یہ میں نے ضرور سُنا ہے کہ اپنے خاص خاص شاگردوں کو صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی ہدایت تھی کہ وہ مسائل دیکھیں اور حوالہ جات مہیا کریں اور ان کی ہدایت پر اور ان کی نگرانی میں وہ حوالہ جات مہیا کرتے تھے اور غالباً کبھی کبھی یہ بھی ہوا ہے کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے حکم دیا تو ان شاگردوں نے ان کو مرتب کیا ہے ہوسکتا ہے اس ترتیب میں کوئی بات اگر رہ گئی ہو میں وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔

عرض…۵: کیا طلاق مؤثر ہوجائے گی (چاہے وہ کتنی ہی تعداد میں دی جائے) اس آدمی کے لئے جس کی بیوی ڈپریشن، پاگل پن یا جناتی اثر میں ہو اور کیا اس کو طلاق ہوجائے گی اگر وہ یہ نہ جانتی ہو کہ وہ کیا کہہ رہی ہے یا کر رہی ہے یا اپنے شوہر کو مغلظات زبانی بک رہی ہے اور بعد میں اسے کچھ یاد نہیں رہتا اس کا شوہر بھی اس کی اس حالت کو سمجھ نہیں پاتا لیکن یہاں کینیڈا میں بہت سارے شیوخ اور امام صاحبان نے یہ کہا ہے کہ اس کی بیوی ایسے حالات کے زیر اثر ہے۔ ان کے دو بچے ہیں۔ (انگریزی سوال)

ارشاد…: یہ شوہر پر منحصر ہے اگر وہ بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ دے سکتا ہے اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کے لئے مناسب ہے اور اگر وہ حالات کا دوبارہ جائزہ لے کر اس کو نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو رکھ سکتا ہے اگرچہ کہ اس کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ ایک سے زیادہ طلاق نہ دے ایک طلاق دے سکتا ہے جب کہ عورت حیض میں نہ ہو اور اس طہر میں اس نے اس سے صحبت نہ کی ہو ایک طلاق اس کو دینا جائز ہے اور حیض میں طلاق دینا جائز نہیں ہے البتہ دے گا تو ہوجائے گی اور تین طلاقیں دینا جائز نہیں۔

عرض…۶: یہاں کینیڈا میں ایک خاندان ہے جس کے ایک بالغ لڑکے نے خودکشی کی کوشش کی۔ لڑکا جنات کے زیرِ اثر تھا اگر وہ ان حالات میں مرا تو کیا وہ اب بھی جہنم میں جائے گا؟ (انگریزی سوال)

ارشاد…: یہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاک کرے مگر، اگر اللہ چاہے تو اس کو سزا دے اور جہنم میں بھیجے تو یہ اس کو اختیار ہے اور بے سزا کے اس کو معاف فرمادے یہ بھی اس کو اختیار ہے۔

عرض…۷: ایک شخص نے ایک دفعہ اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر وہ دو ہفتے بعد بیوی کے پاس جا کر میاں بیوی کے طور پر رہنے لگا تقریباً پانچ سال کے بعد ایک بحث کے دوران غصے میں بیوی کو اس نے دوبارہ طلاق کا لفظ کہا۔

(الف)…: بیوی یہ کہہ رہی ہے کہ اس نے طلاق کا لفظ نہیں سنا کیوں کہ وہ اپنی کار میں بیٹھ رہی تھی کیا طلاق واقع ہوگئی چاہے اس نے سُنا ہو یا نہیں سُنا ہو؟ (انگریزی سوال)

ارشاد…: طلاق مؤثر ہوجائے گی چاہے، اس نے سُنا ہو یا نہ سُنا ہو۔

عرض (ب)…: کیا یہاں دوسری طلاق کو پہلی طلاق تصور کیا جائے گا کیوں کہ اس نے پہلی طلاق کے بعد بیوی سے رجوع کرلیا تھا؟

ارشاد…: نہیں، دوسری طلاق دوسری ہی سمجھی جائے گی اور اسے پہلی تصور نہیں کیا جائے گا۔

عرض (ج)…: کیا طلاق عام حالت میں یا غصے کی حالت میں طلاق دینے ہی کی صورت میں سمجھا جائے گا؟

ارشاد…: طلاق مؤثر ہوجائے گی چاہے وہ غصے میں دی جائے یا عام حالت میں۔

عرض…۸: کسی بدمذہب امام کے پیچھے نمازِ جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

ملفوظات

ارشاد...: بدمذہب کی بدمذہبی اگر حد کفر تک پہنچی تو اس کو امام بنانا ناجائز وگناہ بلکہ مضر ایمان ہے اس کے پیچھے کوئی نماز درست نہیں نمازِ جنازہ ہو یا کوئی اور نماز۔

عرض...۹: اگر کوئی مسافر مقیم امام کی اقتداء میں فرض نماز میں آخری تشہد میں شامل ہوا اور کچھ دیر بعد امام سلام پھیر لے تو کیا مسافر کو پوری نماز ادا کرنی ہوگی یا وہ قصر نماز پڑھ سکتا ہے؟

ارشاد...: قصر کی اجازت نہیں ہے اب اس کا فرض مقیم کی طرح سے چار رکعت ہے چار رکعت ادا کرے۔

عرض...۱۰: نعلین مبارک کا نقش قرآن پاک میں رکھنا کیسا ہے؟

ارشاد...: قرآن پاک میں رکھنے کی کیا وجہ ہے نقش نعلین پاک کو عظمت کے ساتھ دیوار وغیرہ پر رکھے کسی اور جگہ رکھے قرآن میں رکھنے کی کیا وجہ ہے۔

عرض...۱۱: ایک معتبر سُنّی عالم نے یہ مسئلہ بتایا کہ وہابی کے ہوٹل میں پیسے دے کر چائے پی سکتے ہیں اس پر ایک شخص نے کہا کہ یہ مفتی صلح کلی ہے اس پر کیا حکم ہے؟

ارشاد...: وہاں سُنّی عالم صاحب کا یہ مسئلہ بتانا صحیح نہیں ہے اور یہ صلح کلیت کی طرف ایک قدم ہے اور وہابیوں کے ساتھ معاملات ناجائز ونادرست ہیں اس لئے کہ جن کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ان سے معاملات درست نہیں ہیں جب تک کہ کوئی شرعی مجبوری نہ ہو ان سے معاملت کی اجازت نہیں ہے ان کا یہ مسئلہ بتانا نادرست ہے اور وہابیوں کے ساتھ معاملات اور تعلقات کا دروازہ کھولنا ہے۔

عرض...۱۲: کیا بینک کی وہ نوکری جو ڈائریکٹ بینکنگ آپریشن سے ریلیٹ نہیں کرتی جیسے سوفٹ وئیر انجینئرز تو کیا وہ نوکری جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد...: وہ جائز ہے جس میں کوئی ناجائز کام کا ارتکاب نہ ہو سود کے تمسکات لکھنا وغیرہ یا سود کے تمسکات پر شاہد ہونا یا سودی کاروبار میں شرکت یہ کچھ نہ ہو اور محض کمپیوٹر یا سوفٹ وئیر کی نوکری ہے تو اس میں حرج نہیں۔

عرض...۱۳: اگر ایک بڑے کمرے میں ایک سائیڈ پر بیڈ پر کوئی سویا ہوا ہو تو وہاں کارپیٹ پر نیچے بیٹھ کر قرآن پاک پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد...: اگر اوپر کوئی سو رہا ہے تو نیچے بیٹھ کر قرآن پڑھتے ہوئے قرآن کریم نیچے ہو رہا ہے تو یہ اس کی بے ادبی ہے وہ اگر حافظے سے قرآن کریم پڑھ رہا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

عرض...۱۴: میرا باس دیوبندی مسلک سے ہے ہر نماز کی امامت خود ہی کرواتا ہے لیکن بعض دفعہ نمازِ عصر میں کبھی کبھی مجھے امامت کا کہہ دیتا ہے جب کہ میں اپنی نماز پہلے ہی پڑھ چکا ہوتا ہوں برائے کرم اس کے بارے میں کچھ بتادیں۔

ارشاد...: جب اپنی نماز پہلے خود پڑھ لی ہے تو اب نفل نماز میں امام بننا نادرست ہے اگر اس کے پیچھے ویسے ہی لوگ ہیں تو ان کا امام بننا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا ہے اس لئے کہ دیوبندیوں کی نماز خود صحیح نہیں ہے اور ان کا امام بننا صحیح نہیں ہے اگر سُنّی صحیح العقیدہ کچھ لوگ ہیں جب کہ یہ متنفل ہے یعنی نفل پڑھ رہا ہے اور وہ فرض پڑھ رہے ہیں تو ان کی نماز نہیں ہوگی۔

عرض...۱۵: حادثہ کی وجہ سے موت آجائے کیا ایسی موت شہید کے مرتبے کے برابر ہے؟

ارشاد...: شہید فقہی وہ ہے جو ظلماً معرکے میں دھار دار ہتھیار سے شہید کر دیا جائے اور شہید، یوم آخرت میں بہت ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے جو کسی حادثے کا شکار ہو۔

عرض...۱۶: قبر میں مردے کے ساتھ شجرہ رکھنے کا کیا طریقہ ہے کیا شجرہ کو میت کے سینے پر رکھا جاسکتا ہے؟

ارشاد...: سینے پر بھی رکھ سکتے ہیں اور کفن پر کتابت بھی جائز ہے الحرف الحسن فی الکتابة علی الکفن اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا اس سلسلے میں پورا رسالہ ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ شجرہ اس کے منہ کی طرف دیوار میں ایک طاق بنا کر رکھ دیا جائے۔

عرض...۱۷: اکثر لوگ زکاۃ اور فطرے کی رقم مدرسے میں دے دیتے ہیں اگر مدرسے کے منتظمین اس رقم کو بغیر شرعی حیلہ کئے ہوئے مدرسے کے کام میں لگادیں تو کیا زکاۃ دینے والے

ملفوظات

پر سے زکاۃ ادا ہو جائے گی؟

ارشاد...:اس صورت میں زکاۃ ادا نہیں ہوگی زکاۃ دینے والوں کو یہ چاہئے کہ حیلۂ شرعی کر کے زکاۃ کی رقم مہتمم کو یا مدرسے کے اراکین کو سونپے یا ان سے کہہ دے کہ ہماری طرف سے حیلۂ شرعی کرلیں اور وہ لوگ حیلۂ شرعی کر کے اس رقم کو مصارف میں ادا کریں تو اس کی زکاۃ ادا ہو جائے گی۔

عرض...۱۸: زکاۃ یا فطرہ کی رقم آتی ہے اس کو طلبا کے کھانے پر صرف کیا جاتا ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا اس زکاۃ کے ادا کا؟

ارشاد...:اگر طلبہ مساکین ہیں اور اس رقم سے ان کا کھانا تیار کیا اور وہ کھانا دے کر ان کو مالک بنا دیا تو جس قدر رقم سے کھانا تیار ہوا اور جس قدر کھانے کا ان کو مالک بنایا اسی قدر زکاۃ ادا ہو جائے گی۔

عرض...۱۹: جس جگہ پر اکثریت بد مذہبوں کی ہو وہاں پر گوشت کھانے کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: اکثریت اگر بد مذہبوں کی ہے اور ذبیحے پر وہی قابض ہیں تو اس صورت میں احتیاط یہی ہے کہ گوشت ان کے ہاتھ کا نہ کھائے اس لئے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مثل مردار حرام ہے اور اس سے پرہیز اس کو لازم ہے۔

عرض...۲۰ :اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے میں کیا فرق ہے؟

ارشاد... : نہ اللہ عزوجل کا نام حاضر ہے اور نہ اس کا نام ناظر ہے اور حاضر اور ناظر ہونے سے اللہ تبارک وتعالیٰ منزہ ہے اس لئے کہ حاضر وہ ہے جو کسی مکان میں موجود ہو اور کل مکان اس کو گھیرے اور اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کا احاطہ کرے یا وہ کسی مکان میں حلول کرے اس پر زمانہ اور مکان جاری نہیں ہوتے اور ناظر اس کو کہتے ہیں جو حزقہ کے ذریعے سے اور آنکھ کی پتلی کے ذریعے سے دیکھے اس کا حقیقتاً مصداق ناظر کا یہ ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس معنیٰ سے بھی پاک ہے، حاضر و ناظر، یہ خاص حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی شان ہے کہ حضور علیہ السلام کی روح پاک روح الارواح ہے اور تمام ارواح سے سب سے بڑی روح ہے اور حضور علیہ السلام کی روح پاک آسمانوں کو زمینوں کو سب کو محیط ہے (بھرے ہوئے ہے)۔

عرض...۲۱: کیا مسلمانوں کو کفار سے نفرت رکھنی چاہئے؟ اگر ہاں تو ان سے نفرت کی وجہ کیا ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...:ہاں نفرت رکھنی چاہئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کافر ہیں (انہوں نے کفر اختیار کیا) اور ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم ان سے نفرت رکھیں۔

عرض...۲۲: جمعہ کے پہلے خطبے میں ہاتھ ناف کے نیچے رکھتے ہیں اور دوسرے خطبے میں گھٹنوں کے اوپر رکھتے ہیں پہلے اور دوسرے خطبے کے درمیان جب خطیب صاحب بیٹھ جاتے ہیں اس وقت ہاتھ کس حالت میں ہونے چاہئیں؟

ارشاد...:اس سلسلے میں کوئی تحدید نہیں ہے جس طور پر میسر ہو اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا ہی عام دستور ہے۔

عرض...۲۳: قرآن شریف کی کوئی سورت یا آیت یا قرآن شریف کی تلاوت بہت سارے لوگ ایک جگہ ہو کر بلند آواز میں پڑھ سکتے ہیں؟

ارشاد...: یہ جائز نہیں ہے۔

عرض...۲۴: میں کام پر جاتے وقت اور واپس آتے وقت قرآن کی تلاوت موبائل ہیڈ فون کے ذریعے سنتا ہوں اکثر میری آنکھ لگ جاتی ہے اور قرآن کی تلاوت چلتی رہتی ہے تو اس صورت میں قرآن کی بے حرمتی کا مجھ پر گناہ ہوگا؟

ارشاد...: جب تک وہ جاگتا ہے جاگتے میں سنے اور اگر بے اختیار آنکھ لگ جاتی ہے تو الزام نہیں ہے۔

عرض...۲۵: کیا مسلمان کا کسی غیر مسلم کی شادی میں شریک ہونا جائز ہے؟ اور کیا مسلمان کسی غیر مسلم کی دعوت میں جا کر سبزیاں کھا سکتا ہے؟

ارشاد...: دعوت میں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے اور شادی میں شریک ہونے کی کیا ضرورت ہے ان سے جو تعلقات ہیں بر

بنائے ضرورت بر بنائے حاجت ان کی اجازت ہے۔

عرض... ۲۶: درود تاج کی اصل کیا ہے؟ یہ کس نے لکھا؟ یہ کب اور کہاں لکھا گیا؟ مجھے یہ پڑھنا پسند ہے برائے کرم اس کے متعلق مجھے مشورہ سے نوازیں اردو یا انگلش میں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اس کے لکھنے والے حضرت تاج الدین سُبکی علیہ الرحمہ بہت بڑے عالم ہیں اور یہ درود سنیوں میں معمول ہے اور ایک بزرگ کا لکھا ہوا ہے اور بہت ہی باعث برکت ہے اور حضرت تاج الدین سُبکی علیہ الرحمۃ غالباً شام یا مصر کے عالم تھے اور سُبکی ایک مقام ہے جس کی طرف ان کی نسبت ہے۔ کب یہ لکھا گیا اس وقت یہ مجھے یاد نہیں ہے۔

عرض... ۲۷: آج کل موبائل پر قرآن پاک کی آیتیں اور حدیث شریف ایس ایم ایس کئے جاتے ہیں کیا انہیں اپنے موبائل سے ڈیلیٹ کیا جاسکتا ہے؟

ارشاد...: کچھ اس دستور کا جو رواج چل پڑا ہے سمجھ میں نہیں آتا ہے اور ڈیلیٹ کرنے میں، جب اس کو پڑھ لے اور دیکھ لے اور اس سے مستفید ہو جائے تو اس کو ڈیلیٹ کرنے میں حرج نہیں ہے اگر ڈیلیٹ کرنے کی ضرورت ہو تو کر سکتا ہے اور اگر رکھنا اس کا موبائل میں یا اس کو لکھ کر حفاظت سے رکھ لے تو بہتر ہے اور موبائل سے ڈیلیٹ کر دے۔

عرض... ۲۸: غوث پاک رضی اللہ عنہ کے بعد اب کوئی غوث نہیں یا دنیا میں ہر وقت ایک غوث رہتا ہے اور جو حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث اعظم نہ مانے کیا وہ گمراہ ہے؟

ارشاد...: حضرت غوث اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سلطان الاولیا ہیں اور بلا وجہ شرعی اور بے دلیل شرعی ان کے مرتبے سے انکار یہ اہل سنت وجماعت کی ایک عظیم جماعت سے اپنے آپ کو الگ کرنا ہے اور کم سے کم جو جمہور اہل سنت اور مسلمانوں کی ایک عظیم جماعت کا اعتقاد ہے اس سے بلا وجہ مخالفت یہ مناسب نہیں ہے، موافقت ان کی چاہئے اور یہ کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ پر اعتراض یا ان کے مرتبے سے انکار یہ سخت خطرناک ہے اور گمراہی کا حکم اس میں جلدی نہیں کی جاسکتی گمراہی کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

عرض... ۲۹: اگر کسی خاتون کے شوہر نے دوسری شادی کر لی ہو اور وہ اپنی پہلی بیوی کو مسلسل سپورٹ نہ کرتا ہو یعنی کبھی پیسے دے دیئے کبھی نہ دیئے تو کیا اس صورت میں اس خاتون کو زکاۃ دی جاسکتی ہے؟ اس خاتون کے چار بچے بھی ہیں؟

ارشاد...: جب کہ وہ صاحب نصاب نہیں ہے اس صورت میں زکاۃ دی جاسکتی ہے۔

عرض... ۳۰: اگر بیوی کو پتا چل جائے اور یہ بات ثابت بھی ہو جائے کہ اس کا شوہر زانی ہے تو کیا اب اس کا اپنے شوہر کے ساتھ رہنا جائز ہے؟ اسی طرح شوہر کو بیوی کے بارے میں یہ علم ہو تو کیا حکم ہے؟

ارشاد...: اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا لہٰذا وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہ سکتی ہے اور اس کو یہ لازم ہے کہ جیسے بنے اس کو اس کے فعل بد سے باز رکھے۔

عرض... ۳۱: زنا ثابت کرنے کے لئے صرف زبانی گواہی ہونا ضروری ہے یا چشم دید گواہ ہونے چاہئے؟

ارشاد...: زبانی گواہ کا مطلب تو میں کچھ سمجھتا نہیں ہوں کہ جس کو زبان سے کہہ دیا وہ گواہ نہیں ہوتا ہے بلکہ گواہ کے لئے چشم دید ہونا ضروری ہے اور زنا کی گواہی میں بہت تنگی ہے اور اکثر و بیشتر ان واقعات کا ثبوت بہت مشکل ہے بہت دشوار ہے اس کے چار عینی شاہد موقع پر ضروری ہیں جو بالکل اس طور پر اس کا مشاہدہ کریں جیسے سرمہ دانی میں سلائی۔

عرض... ۳۲: کسی کے جادو کرنے کی وجہ سے اگر زنا کر بیٹھے تب بھی سزا کا مستحق ہوگا؟

ارشاد...: جب تک عقل ہوش باقی ہیں اس پر مواخذہ ہے اور اگر عقل وہوش بالکل ختم ہو جائیں تو مواخذہ نہیں۔

عرض... ۳۳: زانی کی توبہ قبول ہو جاتی ہے یا نہیں؟

ارشاد...: توبہ سب کی قبول ہوتی ہے۔

عرض... ۳۴: جمعہ کے خطبے کی اذان منبر کے بقیہ ص ۱۰ پر

ملفوظات

حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے پہلے عرس کے موقع پر

آپ کی حیات وخدمات سے متعلق ماہنامہ سنی دنیا کا

خصوصی گوشہ

الشیخ تاج الشریعة فی زہدہ وورعہ

اعده: محمد طاہر القادري الرضوي الرامفوري*

فی حیاة ہذہ الامة الاسلامیة نجوم ساطعة استفاض من حسن اخلاقها وفیوض غزیرة وبرکات وفیرة ومحاسن رشیقة وعلوم متشتة وتوجیهات سامیة ہذا العالم کله الی ان خلفت فی ہذہ الدنیا آثارا خالدة من اذکارها الجمیلة لاتنسیٰ ابدا فمنها الفقیه الافخر وریث علوم الامام احمد رضا الشیخ المفتی القاری محمد اختر رضا خان الازہری البریلوی (طیب اللہ ثراہ)

الملقب بتاج الشریعة ولا شک فیه ان حیاته الطیبة کانت حافلة بهذه الصفات الجمیلة من افکار بهیجة وفنون شتی وذکاء غائر وفطانة عمیقة ودراسة مستفیضة والاخلاص فی الود والتوکل علی اللہ والاستغناء عن کل شئی والتصوف والتشرف والکرم والنجابة العالیة و الثقافة الاسلامیة والرشد والهدایة ولا محالة ان ہذا الشعر یجری علی کل لسان ناظر الی اوصافه الحمیدة وخصائله الجمیلة وکمالاته العلمیة۔

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

ومن الحقیقة لا یماثله احد من العلماء الکبار فی ہذا الزمان الحاضر ومن حقیقة الامر لم نبصر فی زماننا ہذا شخصیة عبقریة رفیعة المقام من بین علماء العرب والعجم نالت عظیم تقدیر واعجاب واهتمام مثل ما نالته الشخصیة العظیمة الشیخ تاج الشریعة رحمه اللہ تعالیٰ رحمة واسعة ومما نشأ نشئة صالحة وتربی تربیة حسنة فی حضن امه الکریمة حتی شب شبابا کاملا علی حب اللہ وحب رسوله واصحابه وعترته الطیبین و الطاہرین

وعاش عیشة کاملة اسلامیة رفیعة فی احیاء الدین و النهضة الاسلامیة کانه صار فی مدة قلیلة المرجع الدینی لجمیع اهل السنة والجماعة فی ممالک مختلفة من الباکستان والبنجلادیش والامریکة والمصر والشام و الاندونیسیا والهند وغیر ذالک۔

وہو ومما فیهما من المتمسکین بعقیدته الراسخة لا سیما بمسلک الامام احمد رضا القادری (نور اللہ مرقدہ) ولا شبهة فیه ان ہذا الکل من برکة قول ابیه الکریم المفسر الاعظم بالهند الشیخ ابراهیم رضا خان المعروف ب جیلانی میاں (ان ابنی الباری طلع وانا اغرب الآن) ومما رباہ من تربیة بهیجة الشیخ المفتی الاعظم للعالم مصطفیٰ رضا خان البریلوی (نور اللہ مرقدہ) فاستفاض من تحت تربیة الشیخ المفتی الاعظم للعالم من عطاء تجلی فی کثیر من الوان العلم والادب والفکر والافتاء و الدین الصلاح والتقوی والزہد کما یشیر الیه فی دیوانه الاردوی المسمی: ب سفینۂ بخشش ؎

نگاہ مفتیٔ اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اخترؔ ہزار آنکھوں میں

الترجمة

ہذا من القاء جدی علی نظر السخا
ان یلمع الیوم فی الف بصر اختر رضا

ومن غیر خاف ان فی حیاته قدوة حسنة لنا فی اتباع السنة والعمل باحکام الشریعة وحب الرسول ﷺ و التمسک بمسلک الامام احمد رضا القادری البریلوی کانه کان فی کل قول وعمل کجدہ الکریم المفتی الاعظم

ازہریات

للعالم کله ولاریب ان هذاالشیخ الجلیل کان حجة من حجج اللّٰه تعالی علی خلقه احق الحق وابطل الباطل وقال اللّٰه عزوجل (وجعلنهم ائمة یهدون بامرنا لما صبرواو کانوابآیتنا یوقنون)

فلماا تصفوا بالصبرواليقين اكرمهم اللّٰه تعالیٰ بان جعلهم ائمة للمتقین وکانوامن عبادالرحمٰن الذین دعوااللّٰه تعالیٰ بقولهم(واجعلناللمتقین اماما) فاستجاب دعائهم وحقق لهم ذالک فمن دلیل ورعه ان اللّٰه تعالیٰ جعل له القبول فی الارض عند الخواص والعوام کما اقبلت علیه قلوب اهل الحق محبة له ومعظمة لشانه لانه من شعائر اللّٰه کما قال اللّٰه تعالیٰ عزوجل (ومن یعظم شعائر اللّٰه فانها من تقوی القلوب)

وقال ابن الوردی فی تقوی اللّٰه:

و اتق اللّٰه فتقوی اللّٰه ما
جاورت قلب امرء الاوصل

فمن هذا البیت اشارة علی ان تقوی من شئی عظیم و التقرب الی اللّٰه معرفة اللّٰه کما روی عن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال ان النبی ﷺ کان یدعو اللهم انی اسئلک الهدی والتقی والعفاف والغنی فیقول فضیلة الشیخ المفتی احمد یار خان النعیمی (نور اللّٰه مرقده) تحت هذاالحدیث الکریم ان المراد بالهدایة العقائد الحسنة وبالتقی الاعمال الحسنة وبالعفاف الاجتناب عن السیئات وبالغنی الاحتیاج الی اللّٰه ورسوله لاالی هذاالخلق واما حقیقة التقوی فهو علی ثلثة اقسام احدها تقوی العوام وهی اتقاء الفکر بالاعمال وثانیها تقوی الخواص وهی امتثال الاوامر واجتناب النواهی وثالثها تقوی اخص الخواص وهی اتقاء مایشغل عن اللّٰه ویقول خاتم المفسرین العلامة الامام الشیخ ناصرالدین البیضاوی تحت هذه الآیة الکریمة (هدی للمتقین) وله ثلث مراتب الاولی التقی عن العذاب المخلد بالتبرئی عن الشرک وعلیه قوله تعالیٰ (والزمهم کلمة التقوی) والثانیة التجنب عن مایؤثم من فعل اوترک حتی الصغائر عند قوم فهو المتعارف باسم التقوی فی الشرع وهو المعنیٰ بقوله تعالیٰ (ولوان اهل القری آمنوا واتقوا) والثالثة ان یتنزه عما یشغل سره عن الحق ویتبطل الیه بشراشره فهو التقوی الحقیقی المطلوب بقوله تعالی (واتقوااللّٰه حق تقاته)فیجب علی کل من اراد التقرب الی اللّٰه ان یتقی اللّٰه حق تقاته لیلا ونهارا لا ن الزهد من الواجبات واتباع الشریعة لمجد المؤمن الکامل الذی له التقوی فیرزق السلام الروحی والرزق الروحی من اللّٰه حتی یشعرفی قلبه بالاطمئنان بدون اضطراب ویعیش عیشة دائمة فی راحة بال بلاخوف و خطر فیصیر عبدا مقربا الی اللّٰه وهذا من فضل اللّٰه علی الشیخ تاج الشریعة اختررضا خان القادری الذی قضیٰ حیاته الکاملة فی اتباع السنة والزهد والتقویٰ و الصلاح والعمل بالشریعة الغراء وحب اللّٰه ورسوله لاجل ذالک جعل اللّٰه له القبول فی العالم کله عند الخاصة و العامة حتی رئینا ان قلوب اهل الحق والمعرفة کانت مقبلة علیه لمحبته الشدیدة والتصلب فی الدین واشد لزوم الحذر فی الشریعة النصرة للحق ورفع منار الحق واحقاق الحق وابطال الباطل فکان بحق ملقبا بتاج الشریعة وسیفا من سیوف اللّٰه للمنافقین والوهابیین والدیابنة واعداء الدین الضالة والمضلة وقصمهم اللّٰه به حتی لم یرفع احد منهم رأسه امام صولة الحق التی ایده اللّٰه تعالیٰ بها وحقا ان الشیخ تاج الشریعة رحمه اللّٰه تعالیٰ لم یخرج قط فی مسئلة من المسائل الشریعة التی الف فیها وعلمها ونشرها عن اهل الحق المتمسکین بمسلک الامام احمد رضا القادری البریلوی (نور اللّٰه مرقده) بل نقل ماانعقد علیه اجماع اهل الحق واحیاما قاله غیره من ائمة الحق من قبله فی

ازھریات

قول العامة والخاصة حتى اوقفهم على الجادة المستقيمة والمحبة البيضاء التى ترک النبى ﷺ عليها امته والتى ليلها كنهارها لايزيغ عنها الاهالک۔

ومن الاعتراف الكامل باننى لست من الصالحين لكن احبهم حباجمالاسيمامرشدى ومربى تاج الشريعة رحمه الله تعالىٰ لعل الله يرزقنى صالحابوسيلة شيخى و مرشدى تاج الشريعة ويجعلنى خادما صادقا للدين و مخلصافى الحسنات واخيراادعوان جميع العلماء المعاصرين المخلصين المتمسكين بسلک الامام احمد رضاالقادرى (نورالله مرقده) ان يعملوا عملادائمافى حقل التبشيرللشيخ تاج الشريعة ويترجمو اكتبه الى لغات شتى لاسيماالى العربية كى ينتفع الناس كلهم بعلومه النقليةوالعقلية۔

وادعواخوانى من طلبةالعلم فى المدارس الاسلامية لاهل السنةوالجماعةبالاقبال على كتبه المؤلفة وكلماته الوجيزةكاالدررورزهده وورعه كى ينالوالرتبة السامية التى وصل اليها شيخى تاج الشريعة۔

وليقتبسوا من انواره العلمية والفكرية العميقة ليصلواالى اليقين الكامل كما وصل شيخى وانى ادعوالله تعالىٰ ان يتغمد شيخى تاج الشريعة بواسع رحماته وان يجزيه عنا وعن المسلين خير الجزاوان يكرمنا بمثل ما اكرمه به،آمين۔

◆◆◆

ص ۷۳ کا بقیہ..

حکومت کا نظریہ اسلام و مسلمین کے بالکل خلاف ہے جب بھی آپ نے اپنے عالم ربانی مجاہد اسلام ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا مگر تکلیف جب ہوئی کہ حکومت کے فرمان کی پاسداری کرنے میں پیش پیش رہنے والے کوئی اور نہیں بلکہ اپنے کہلانے والے مسلک اعلیٰ حضرت کے مبلغین تھے۔ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

دنیا نے اس دور وحشت و بربریت کو بھی دیکھا کیا کہ جب غیروں نے اسلام کے اصول قوانین کو پامال کر کے نس بندی کا جواز کا فتوی جاری تھا لیکن آج کی تاریخ دیکھ کر دل بہت رویا کہ ہائے گھر میں بیٹھے یہ دین و مسلک کے محافظ کیسے ہیں جو چمن کے لٹنے پر اظہار غم کو نہیں کر سکے پر چمن کو لوٹ نے والوں کی تائید ضرور کر رہے ہیں، بہر حال حضور تاج الشریعہ نے اپنے زمانے میں اٹھنے والے ہر فتنے کا جواب بڑی حکمت عملی سے دیا اور مستقل مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کا فریضہ داعیانہ مبلغانہ خدمات کرتے رہے آپ نے اپنی مکمل زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کے لئے وقف کر دی تھی، آخر میں یہ کہہ کر اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ آج آپ کے شہزادے حضرت علامہ عسجد رضا قادری بھی جن کی جرأت و ہمت اور حق گوئی اظہر من الشمس ہے حضرت عسجد میاں بھی اپنے والد گرامی کی طرح اسلام و مسلمین اور مسلک مخالف پر سختی سے تعاقب کرتے ہیں اور مستقل مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لئے ہمہ تن مصروف العمل ہیں، اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ کے درجات بلند تر فرمائے ان کا فیض ہم پر جاری و ساری فرمائے اور حضرت عسجد میاں کو ہر میدان میں کامیابی عطا فرمائے اور صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے، امین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم۔

◆◆◆

قارئین توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے

*متخصص فی الدراسات الاسلامیہ والعربیہ، دمشق الشام

(از: مولانا محمد فاروق احمد رضوی*

حضور تاج الشریعہ! حیات وخدمات

ازہریات

اس خاکدان گیتی پر انگنت لعل گوہر کا ظہور ہوا سب نے اپنی چمک سے اسے منور کیا اور اپنی بقا کے جانب راہ ہموار کرتے ہوئے اپنی منزل پر پہنچ گئے، کچھ لوگوں کو زمانے نے فراموش کر دیا تو بہتوں کو زندگی ان کے وصال کے بعد بھی لوگوں کے لئے مینارہ نور ثابت ہوئی، ان ناموں میں ایک نام مفتی اختر رضا خان قادری ازہری کا بھی ہے جنہیں لوگ عارف باللہ ولی کامل، مفتی اعظم اور تاج الشریعہ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۴ رذی القعدہ ۱۳۶۱ ہجری مطابق ۲۳ رنومبر ۱۹۴۳ بروز منگل خانوادۂ اعلیٰ حضرت سوداگران، بریلی شریف میں پیدا ہوئی، پیدائشی نام محمد رکھا گیا، محمد نام کی فضیلت کی وجہ سے بعدہ آپ کے والد محترم کا نام ابراہیم رضا ہے، اس مناسبت سے آپ کا نام اسماعیل رضا رکھا گیا، چنانچہ اس نسبت کا اثر یوں ہوا کہ آپ علمی عملی روحانی نسبی اعتبار سے پرتو اور جانشین ہوئے، عرفی نام اختر رضا اور تخلص اختر فرماتے تھے، اس لئے عوام آپ کے اصل نام سے واقف نہیں۔

آپ امام اعظم علیہ الرحمہ کے مقلد اور باعتبار شرف قادری ہیں، آپ کی نشو نما علمی اور دینداری ماحول میں ہوئی جو تصلب فی الدین اور عشق رسول ﷺ کے دیوانے تھے یہی وجہ کہ آپ وارث علوم اعلیحضرت اور جانشین مفتی اعظم ہند ہوئے، زمانے سابقہ میں جب بچہ چار سال چار ماہ اور چار دن کے ہوتے تو انہیں رسم بسم اللہ خوانی ادا کی جاتی تھی علمائے کرام کو بلا کر انہیں سے تسمیہ خوانی کرائی جاتی تھی چنانچہ جب آپ کی عمر شریف اس حد تک پہنچ گئی تو اعزہ واقربا اور شہر کے معززین کو مدعو کیا گیا اور دار العلوم منظر اسلام کے مدرسین وطلباء کی موجودگی میں حضور مفتی اعظم ہند نے تسمیہ خوانی کروائی اور والدہ محترمہ سے ناظرہ پڑھا اور ابتدائی کتابیں والد ماجد نے پڑھائی، بعدہ منظر اسلام میں داخلہ کرایا وہیں سے درس نظامی کی تکمیل کی آپ بہت ذہین وفطین اور مطالعہ کے شوقین تھے، امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ چرہ ضلع فیض آباد فرماتے ہیں حضرت ازہری میاں کو میں نے طالب علمی کے زمانہ میں دیکھا کہ مطالعہ کے بحد شوقین تھے حتیٰ کہ کبھی کبھار مسجد میں آتے تو دیکھتا کہ راستہ چلتے جہاں موقع ملا کتاب کھول کر پڑھنے لگتے۔

۱۹۶۳ عیسوی میں عالم اسلام کی عظیم وقدیم معروف اسلامی یونیورسٹی جامعۃ الازہر قاہرہ مصر تشریف لے گئے، کلیہ اصول الدین میں داخلہ لیا عربی ادب کو مضبوط کیا لیکن جو علمی افادہ انہیں حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوا، وہ انہیں مصر کے تین سالہ درس میں بھی نہیں ہوا۔ ایک بار انہوں نے خود فرمایا اس کے باوجود وہ اول نمبر سے پوزیشن حاصل کیا معلومات عامہ کا تقریری امتحان ہوا تھا علم کلام کے تعلق سے ممتحن کے ایک سوال کے جواب میں جملہ طلباء لاجواب ہو گئے سوئے ازہری میاں کے ممتحن نے خوش ہو کر سب سے زیادہ نمبر آپ کو دیا، اوّل پوزیشن حاصل کرنے کی وجہ سے مصر کے صدر کرنل جمال عبد الناصر نے بطور تمغہ ایوارڈ پیش کیا اور سند بھی عطاء کی۔

درس وتدریس

جب آپ جامعہ ازہر سے تشریف لائے تو منظر اسلام میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے اور تدریس کا کام باضابطہ آغاز فرمایا، محنت ولگن سے تدریسی کام کا فریضہ انجام دیتے رہے یہاں تک کہ آپ صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے اور دار الافتاء بھی آپ کے سپرد ہو گیا، تبلیغی دورے کے لئے آپ کو ملک اور بیرونی

* مضمون نگار ادارہ شرعیہ پنجاب کے صدر اور جامع مسجد غوثیہ لدھیانہ کے امام ہیں۔

ملک جانا ہوتا جس کی وجہ سے آپ درس و تدریس سے سبکدوش ہو گئے۔

ارادت وسلوک

بچپن میں ہی آپ کو حضور مفتی اعظم ہند نے مرید کر لیا، محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روح پرور تقریب میں اکابر علمائے کرام کی موجودگی میں اجازت وخلافت سے نوازا، ان کے علاوہ خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان ملت حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری، احسن العلماء، سید العلماء اور مفسر اعظم ہند، سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی۔

عقد نکاح

حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقد مسنون حضرت علامہ حسنین رضا کی دختر نیک اختر سے ہوا جو کہ صوم صلوٰۃ و حسن جمال طہارت تقویٰ مہمان نوازی اور سخاوت میں مشہور ہے، جن سے چھ اولاد ہوئی پانچ صاحبزادیاں اور ایک صاحب زادہ حضرت مفتی عسجد رضا خاں ہے جو کہ جانشین اور قاضی القضاۃ بھی ہیں۔

تنظیم اور تحریک سے وابستگی

کسی بھی کام کو منظم طریقے سے چلانے کیلئے تنظیم و تحریک کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے کئے تنظیموں کے سرپرست و قائم کردہ ہیں۔

تاج الشریعہ بحیثیت بانی

(۱) مرکزی دارالافتاء (۲) مرکزی دار القضاء (۳) شرعی کونسل آف انڈیا (۴) عربی یونیورسٹی بنام جامعۃ الرضا (۵) حامدی مسجد (۶) ازہری گیسٹ ہاؤس (۷) ازہری مہمان خانہ یہ تمام ادارے اپنے کام کو بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں اور خلق خدا مستفیض ہو رہے ہیں۔

وقت کی اہمیت

وقت کی قدر کو سمجھتے ہوئے آپ نے ٹائم ٹیبل تیار کیا، اس کی مطابق روزمرّہ کے کام کو انجام دیتے ہوئے سب سے پہلے صبح نماز فجر بعدہ تلاوت قرآن و وظائف اوارد، ناشتہ سے فارغت کے بعد کتابیں سنتے ہیں یا فتاویٰ لکھواتے یا تصدیق فرماتے، تخصص فی الفقہ کے طلبا کو گیارہ سے بارہ بجے تک درس پھر کھانا کھا کر قیلولہ کرتے بعد نماز ظہر کتابیں سنتے یا لکھواتے یا تصدق فرماتے بعد عصر دلائل الخیرات شریف پڑھتے نماز مغرب کے بعد کتابیں سننا بعد نماز عشاء کھانا تناول فرماتے پھر تھوڑی دیر ٹہلتے پھر کتابنیں لکھواتے یا سنتے بارہ بجے رات تک یہی سلسلہ چلتا، فجر سے پہلے بیدار ہوتے پھر نماز تہجد ادا فرماتے۔

زیارت حرمین طیبین

ہر مسلمان کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ زیارت حرمین طیبین کریں، اللہ پاک نے حضرت کی یہ آرزو بھی پوری کر دی اور آپ نے چھ مرتبہ حج ان گنت بار عمرے کئے۔

تصنیف وتالیف

فتاویٰ نویسی کے خدمات کو آپ ۱۹۶۷ء سے انجام دے رہے ہیں جو کہ عربی انگلش اردو زبان میں ہوئی تھی اس کے علاوہ مصنف مترجم، معرب، محشی کے بھی، ملک و بیرونی ملک میں آپ کے تبلیغی دورے ہوئے جن میں کتنوں لوگوں کو کلمہ کی توفیق گناہوں سے تائب اسلام پر عمل حضرت کے ذریعے سے ہوئی، بہت سی عربی وانگلش اور اردو کتابیں تصنیف کی جن میں سے چند یہ ہے، شرح حدیث نیت، ہجرت رسول، ٹائی کا مسئلہ، تصویروں کا حکم، ٹی وی اور ویڈیوں کا آپریشن، الحق المبین، شرح الاخلاص، العطایا الرضویہ بالفتاویٰ الازہریہ قابل ذکر ہے۔

◆◆◆

از: مولانا محمد حنیف قادری ضیائی *

جس کو دنیا نے کہا تاج شریعت واللہ

تاج شریعت بدر طریقت رہبر راہ شریعت پیر طریقت واقف رموز و اسرار معرفت عارف باللہ عطائے غوث و خواجہ رضا حامد و مصطفیٰ مخزن علم و حکمت جبل استقامت ماحیٔ کفر و بدعت پاسبان ناموس رسالت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری میاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ افق سنیت پر ایک نابغۂ روزگار شخصیت کے حامل تھے جو بیک وقت درجنوں علوم و فنون پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔

اور اپنی دینی و ملی خدمات کے لئے یکتائے زمانہ تھے، بر صغیر ہند و پاک ہی نہیں بلکہ عرب و عجم میں اپنے جد امجد اعلیحضرت کنز الکرامت سیدی مرشدی شاہ امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی اور مجدد مائۃِ حاضرہ حضور مفتیٔ اعظم ہند کی طرح عوام و خواص کی عقیدتوں کا مرکز تھے۔

آپ کی فقہی بصارت پر دنیا بھر کے علماء و مشائخ اور مفتیان کرام فخر کرتے تھے، عالم سنیت پر آپ کے فتوے کی ایسی مثال صرف آپ کے اجداد کرام میں ہی ملتی ہے جو سکہ رائج الوقت کی حیثیت سے ہر سنی عالم و مفتی اپنے دار الافتاء سے نافذ کرتا اور ذرہ برابر منہ شگافی اپنے لئے باعث ہلاکت مانتا، یہی وجہ ہے کہ قاضی القضاۃ فی الہند کی مسند پر آپ کی ذات بابرکت و عظمت علمائے اہل سنت کے لئے مسلم الثبوت کی حیثیت رکھتی تھی، یہ وہ مقام تھا جو صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی مصنف بہار شریعت رحمہ اللہ کے بعد سے خالی تھا۔ خدائے تعالیٰ نے آپ کو ذہانت و ذکاوت اور حلم و بردباری کا عظیم پیکر بنایا تھا۔ جس کی وجہ سے عالم سنیت میں مسائل جدیدہ پر اٹھنے والے فتنوں کو آپ نے اپنی علمی و فقہی بصارت سے ان کو حل کر کے مسلمانان اہلسنت کو صراط مستقیم کی طرف گامزن فرمایا۔

آپ کی ذات پیکر و رشد و ہدایت تھی، فقیر ضیائی نے مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ میں ہند و پاک کی طرح آپ کے گرد عاشقان اعلیحضرت کی بھیڑ دیکھی، رسالت مآب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی نیابت کا ایسا تاج عطا فرمایا تھا کہ مدینہ شریف میں بھی علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت آپ کے سلسلۂ کرم میں داخل ہوتی متعدد بار آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حج و عمرہ کئے، آپ جب کبھی عمرہ کے لئے دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے یہ فقیر ضیائی آپ کی خدمت کے لئے حاضر بارگاہ ہوتا وہ مناظر جو آپ کے ساتھ مقامات مقدسہ اور محافل ذکر کے وقت نصیب ہوئے وہ فراموش نہیں کئے جا سکتے۔

یہ نیر درخشاں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گا، یہ کبھی سوچا نہیں تھا مگر مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہم دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے آپ کی مرقد پر رحمت و انوار کی موسلہ دھار بارش فرمائے اور ہم سنیوں کے لئے آپ کا آستانہ سلامت رکھے، آمین بجاہ النبی الکریم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔

◆◆◆

ازہریات

* مضمون نگار مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔

از: مولانا مزمل حسین رضوی*

حضور تاج الشریعہ حق وصداقت کے علمبردار

ازہریات

روز اوّل سے حق و باطل کے درمیان بڑے بڑے معرکہ عالم وجود میں آئے کبھی اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں نمرود جیسے باطل پرست انسان نے حقانیت کو آواز کو مٹانے کی کوشش کی تو کبھی موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فرعون کی فرعونیت نے صدائے حق کے مقابلے آواز باطلانہ بلند کی تو کبھی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تو کبھی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تو کبھی سردار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ابوجہل وابولہب عتبہ وشیبہ اور امیہ بن خلف جیسے بے کردار بداعمال دشمنان رسول پیام خدا و مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پامال کرنے میں سرگرم رہے تو کبھی یار غار رسول تاجدار صداقت کے دور میں اسلام دشمن عناصر نے سر بلند کئے تو کبھی شہسوار عدالت کے دھر میں مخالفین رسول نے انگڑائی لی تو کبھی شہنشاہ سخاوت کے عصر میں نو پید فتنوں کو آواز سنائی دی تو کبھی علمبردار شجاعت باب العلم کے زمانے میں فکر اسلامی کو مسخ کرنے کے لئے شاتمان اسلام نے راہیں ہموار کیں سبط رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں عظمت اسلام کے خاتمے کے لئے یزیدیت نے جنم لیا تو کبھی امام الائمہ کاشف الغمہ کے دور پر بہار میں فتنۂ اسلامی کے مخالف جمعیت نے اسلامی بنیادوں کو ٹھیس پہچانا چاہی تو کبھی غوث اعظم کے زمانے میں روحانیت کو جگہ فسطائیت کی بنیادیں مستحکم کرنے کی سازشیں کیں تو کبھی خواجۂ خواگان فخر ہندوستان حضرت معین الدین کے زمانے میں راجاؤں مہاراجاؤں نے رب حقیقی کی عبادت کی جگہ خود ساختہ معبودان باطلان کی پرستش وعبادت کرانے کے لئے ابلیسی سحر وفریب استعمال کئے تو کبھی امام ربانی مجدد الف ثانی کے زمانے میں اکبر جیسے ملحد و بے دین متکبر ومغرور صفت دنیاوی بادشاہ نے دین الٰہی کے نام پر فرضی دین کو ناپاک کوشش کی تو کبھی محقق علی الاطلاق علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے زمانے میں شعائیت نے شیخین کریمین پر سب وستم تبرا وافترا کر کے فکر سنیت کو نیست و نابود کرنے کی پہل کی تو کبھی مجدد اعظم امام احمد رضا کے زمانے میں نجدیت دیوبندیت قادیانیت وہابیت فتنۂ وقوع کذب باری تعالیٰ فتنۂ معتزلہ روافض وغیرہ بے دین وملحدین ومرتدین گمراہ کن کثیر فتنوں کی تیز وتند ہوا چلی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں باطل کا قلع قمع کرنے کے لئے اپنے مقدس و پاک باز علمبرداران حق حضرات کو بھیجا اور ایوان حقانیت کی حفاظت وصیانت فرمائی، اعلیٰ حضرت مجدد اعظم فاضل بریلوی کے بعد سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا زمانہ بہت ہی پرفتن و پرآشوب زمانہ رہا جس کو شدھی تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے جو اسلام دشمن غیر مسلمین کی طرف سے مستقل ایک مذہب اسلام کے خلاف ایک طوفان تھا، اس کے علاوہ مسلمان کہلانے والے دیابنہ وہابیہ اور کچھ اپنوں کی طرف سے کافی اختلافات کی راہیں ہموار ہوئیں جن کا سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہر ایک فتنہ کا مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں بروقت جواب دیا زمانہ گزرتا رہا ایک دن ایسا آیا کہ حضرت مفتی اعظم ہند کا وصال ہو گیا پھر کیا تھا فتنوں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا، ہر عاشق اعلیٰ حضرت کی نگاہ بس اسی تلاش وجستجو میں تھی کہ کوئی قائد و رہنما اپنا نظر آئے جو اعلیٰ حضرت کے علوم کا سچا وارث ہونے کے ساتھ ساتھ محافظ سنیت مبلغ مسلک اعلیٰ حضرت ہو تو اللہ نے خانوادۂ رضویہ ہی سے سنیت کی حفاظت وصیانت کا علمبردار مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ناشر و ترجمان بنا کر مرشد گرامی وقار سیدی وسندی وماوی وملجائی افقہ

* مضمون نگار مدرسہ گلشن غریب نواز بریلی شریف کے صدر مدرس ہیں۔

الفقہاء قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ کو حضور مفسر اعظم ہند کے علمی وروحانی گھرانے میں پیدا کیا۔

علم وفضل

آپ اللہ کی عطا سے اعلیٰ حضرت کے علوم کے سچے وارث وامین ایسے بنے کہ علامۃ الزمان منبع العلم والعرفان مرجع الفضلا والمحققین رئیس المحدثین رازدار شریعت وطریقت شیخ المشائخ فخر ازہر مرشد برحق قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا کے نام سے مانے گئے آپ علم وفضل افتا و پرہیزگاری کے پیکر تھے، آپ تفقہ فی الدین اور محدثانہ تبحر میں اپنی مثال آپ تھے اپنے مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت دین کے ہر شعبہ میں کی تھی آپ نے کتب وتصنیف کے میدان میں کچھ اس طرح انجام دی کہ اعلیٰ حضرت کی اردو کتابوں کو عرب ممالک میں ارسال کرنے کے سبب عربی زبان میں کیا بعض جو عربی میں تھیں، اس کا بہت ہی ادبی کلاسک اسلوب میں سلیس ترجمہ کیا آپ کی فن ترجمہ نگاری کو دیکھ کر اعلیٰ کمانڈ دسترس کا اندازہ ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت کی کتب کے علاوہ آپ نے مستقل اپنی کتابیں بھی مندرجہ ذیل عناوین پر ترتیب دیں، دفاع کنز الایمان، شرح حدیث نیت، ہجرت رسول، جلوس محمدی کا ثبوت، حضرت ابراہیم کے والد کا نام، آثار قیامت، تین طلاقوں کا شرعی حکم، الفردہ، سفینۂ بخشش۔

آپ نے محقق شرعی نقطۂ نظر اور مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف واختلاف کرنے والے عہد نو کے جدید مسائل پر فاسد تحقیقات کا شرعی وفقہی اور اکابرین کی تحقیقات کی روشنی میں ایسا لاجواب علمی تعاقب کیا جو مستقل کتب ورسائل کی صورت اختیار کر گئیں اور ہندو پاک میں آپ کی تحقیقات جہاں شہرت وعزت کی نگاہ سے دیکھیں گئیں وہی لائق تقلید سمجھی گئیں، ان میں چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم رویت ہلال کی شرعی حیثیت، ٹائی کا مسئلہ وغیرہ شامل ہیں۔

فقہ وافتاء

آپ نے حضور مفتی اعظم ہند کی ظاہری حیات میں ہی اہم اور دقیق مسائل پر اپنے تحقیقی فتاویٰ نقل کئے، آپ کے وصال کے بعد مستقل طور پر مرکزی دار الافتاء کا عند الضرورت قیام کیا، اس میں مرکزی حیثیت کے ساتھ فتاوی نویسی کے لئے وقت کے جید علماء ومفتیان عظام کا تقرر کیا اور آپ نے بذات خود بہت سارے عالم اسلامی سے آنے والے اہم لاینحل مسائل پر فتاویٰ قلمبند کئے جو آج فتاویٰ تاج الشریعہ کی صورت اور ہندو پاک کے بہت سارے رسائل میں جابجاں بکھرے ہوئے ہیں آپ نے ملک و بیرون ملک ہونے والے بہت سارے فقہی وعلمی سیمینار کی صدارت سر پرستی کی کیونکہ آپ کی شخصیت فقہاء وعلماء میں مرجع کی حیثیت رکھتی تھی۔

حق گوئی وبے باکی

آپ نے حق بات کہنے سے کبھی پرہیز نہیں کیا کبھی کسی کا پاس ولحاظ نہیں رکھا چونکہ آپ نے فقط شریعت مطہرہ کا بہر موقع خیال کیا جیسا کہ آپ کے آباواجداد کا احکام شرعیہ کے نافذ کرتے وقت طرۂ امتیاز تھا کون نہیں جانتا کہ ۱۹۱۹ء/۱۹۲۰ء/۱۹۲۱ء میں پوری جمعیت علماء ہند حکومت برطانیہ کے ہاتھوں دنیاوی طمع ولالچ کی خاطر بک چکی تھی مگر اعلیٰ حضرت اور آپ کے اصحاب نے امت مسلمہ کی فلاح و بہبودگی کی خاطر حکومت برطانیہ کے تمام تر انعامات کو ٹھوکر ماردی کون نہیں جانتا کہ حضور مفتی اعظم ہند نے نسبندی کے خلاف اس وقت فتویٰ جاری کیا کہ جب ہندوستان کے دیگر مکاتب فکر دیوبندی وہابی وغیرہ نے حکومت وقت کے خوف کی بنیاد پر نسبندی کے جواز پر فتویٰ جاری کیا مگر اپنے نڈر ہوکر فقط رضائے خدا ومصطفیٰ کے لئے نسبندی کے خلاف ان الفاظ کے ساتھ فتویٰ جاری کیا کہ حکومت بدلتی ہے شریعت نہیں، ابھی حال ہی میں جب موجودہ گورنمنٹ نے ظالمانہ جابرانہ امیرانہ تیوروں کا استعمال کرتے ہوئے شریعت اسلامیہ کے تحفظ وبقا کی ضامن مدارس اسلامیہ پر راشٹرگان پڑھنے کا حکم دیا تو تاج الشریعہ اور جانشین تاج الشریعہ کے سوا کوئی دوسرا ایسا نہیں نظر آیا جو بے خوف وخطر حکومت وقت کے اس گمراہ کن جبری فرمان کے خلاف زبان کھولے۔

میرے تاج الشریعہ جانتے تھے موجودہ بقیہ ص ۳۲ / پر

از: مولانا محمد زاہد المرکزی*

حضور تاج الشریعہ علمائے عالم کی نظر میں

۲۰ رجولائی بوقت شام ساڑھے سات بجے جیسے ہی عالم اسلام کو یہ خبر پہنچی کے قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ، فضیلۃ الشیخ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی اس دار فانی سے کوچ فرما گئے، جسم منجمد ہو گیا، کچھ دیر تو حواس سلامت نہ رہے اور خبر پر یقین نہ ہوا، مگر جب ہر جگہ سے اس خبر کی تصدیق ہوتی چلی گئی تو تسلیم سے انکار کی گنجائش نہ رہی اور دل ڈوبتا چلا گیا کیونکہ ع

وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی

عالم اسلام میں کہرام مچ گیا کیا فون، انٹرنیٹ، الیکٹرانک میڈیا، سوشل میڈیا پرنٹ میڈیا پر کثرت پیغام کی باڑھ سی آ گئی، کیا عرب کیا عجم ہر طرف بس ایک ہی چرچا ایک ہی ذکر علما سے لے کر عوام تک اضطراب کی کیفیت جلد سے جلد بریلی پہنچنے کی للک اپنے دینی پیشوا کے آخری دیدار کے خواہشمند معتقدین کو موسلا دھار بارش بھی نہ روک سکی، خود بریلی شریف میں جہاں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا آخری دیدار کرایا جا رہا تھا، گھٹنوں تک پانی بھرا ہوا تھا اور راستے کے دونوں کناروں پر کھڑے ہو کر محبین درود وسلام کی ڈالیاں نچھاور کر رہے تھے، ہزاروں لاکھوں اپنے جذبات کو قابو میں کیے ہوئے تھے مگر ان کے دل رو رہے تھے اور ہزاروں دھاڑیں مار مار کر زار وقطار رو رہے تھے، ایسی دیوانگی، ایسا منظر ہماری نظروں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، مجمع کی جو تصاویر سوشل میڈیا پر آئیں تو کانگریس صدر راہل گاندھی بھی بول پڑے کہ "ایسی بھیڑ انھوں نے آج تک نہیں دیکھی" اتنا ازدحام ہونا ایسے ہی نہیں ہے بلکہ رب تعالی اپنے محبین کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے جیسا کہ قرآن مقدس میں ارشاد باری ہے:

''ان الذین امنو وعملو الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے اللہ ان کی محبت دلوں میں ڈال دے گا۔''

حضرت کی حیات مبارکہ میں بھی یہ بات اظہر من الشّمس تھی کہ جہاں کہیں بھی قدم رنجاں ہوئے مخلوق خدا کو سنبھالنا مشکل ہو گیا، آمدم بر سر مطلب حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی مقبولیت محض ہندو، سندھ ایشیائی مما لک تک ہی محدود نہ تھی بلکہ افریقی مما لک سمیت دنیا کے اکثر مما لک میں آپ کی علمی شان وشوکت کا سکہ چلتا تھا وصال کے محض ایک گھنٹہ بعد ہی ساری دنیا کے علما، عوام وخواص کے تعزیتی پیغامات سوشل میڈیا پر گشت کرنے لگے تھے ترکی، صومالیہ، سوڈان، مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، امریکہ، فلسطین، انگلینڈ، شمالی کوریا، پاکستان، بنگلہ دیش، دبئی، قطر، عمان وغیرہ مما لک سے بھی پیغام موصول ہوئے اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی، اس لیے ہم نے یہاں کچھ عرب اور غیر عرب علما کے پیغامات جمع کئے ہیں تا کہ انہیں پڑھ کر آپ کی علمی شوکت ولیاقت کا اندازہ لگایا جا سکے کیونکہ علما وہ بھی دیار غیر کے کسی غیر عرب عالم کی شان میں ایسے ہی رطب اللسان نہیں ہوتے اور کیوں نہ ہو کہ آپ سے سند حدیث وفقہ کے حصول کو اپنے لیے باعث خیر و برکت گردانتے تھے نیز طریقت میں بھی عرب دنیا میں آپ کے کئی خلفا پائے جاتے ہیں، مولانا انوار احمد بغدادی آپ کے خلفا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وله خلفاء فی الطریقة فی عدة دول عربیة و اجنبیة فضلاعن شبه القاره الهندیة ففی العرب مثلا الشیخ محمد عمر سلیم من العراق، والشیخ عبدالعزیز من دبی، والشیخ کمال یوسف الحوت من لبنان، والشیخ دائل الحنبلی

* مضمون نگار دار العلوم غوثیہ مجیدیہ کالپی شریف جالون کے مدرس ہیں۔

من دمشق، و الشیخ عارف جمیل من فلسطین وصدف لی ان التقیت باخر الذ کر فوجدته متاثرا جدا بالشخصیة الشیخ الازهری وحسن دیباجته وتحدث لی قائلا" اننی سعید جدا بان أعطانی الشیخ الازهری سند اجازة وخلافة ولا فرح عندی اکبر من ذلك۔ یعنی طریقت میں بھی آپ کے کئی خلفاءعرب وعجم میں پائے جاتے ہیں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا کے خلفاء کے علاوہ عرب میں جیسے شیخ محمد سلیم عراق، شیخ عبدالعزیز دبئی، شیخ کمال یوسف حوت لبنان، شیخ دائل الحنبلی دمشق، شیخ عارف جمیل فلسطین وغیرہ شامل ہیں، موخرالذکر سے میری ملاقات ہے میں نے انہیں شیخ ازہری کی شخصیت اوراخلاق سے بہت ہی زیادہ متاثر پایا، ایک مرتبہ وہ مجھ سے کہنے لگے کہ" یہ میری خوش بختی ہے کہ شیخ ازہری نے مجھے سنداجازت وخلافت سے نوازا، اس سے بڑھ کر میرے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں۔"

آئیے بغیر کسی تمہید وتبصرہ کے ہم ان عرب وغیر عرب علماء کے اقوال لفظ بلفظ نقل کرتے ہیں تا کہ قارئین کو آپ کی علمی حیثیت کا اندازہ ہوسکے اور وہ یہ جان لیں کہ علمائے عرب وعجم نے آپ کو کیسے کیسے القابات کے ساتھ فرمایا ہے ؎

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش پر ماتم اٹھے وہ طیّب وہ طاہر گیا

الحبیب علی الجعفري

انا للہ و انا الیہ راجعون، فقدت الامة علما من اعلام الهدی وهو مفتی الهند الاعظم الفقیه المحدث شیخنا تاج الشریعة محمد اختر رضا خان الحنفی القادری الازهری ولد رحمه الله یوم الاثنین السادس والعشرین من شهر محرم لعام 1362ه الموافق من شهر فبرایر لعام (1943ء) بمدینة بریلی فی شمال الهند وهو من بیت علم عریق فهو ابن الشیخ المفسر العظم فی الهند مولانا ابراهیم رضا (المکنی جیلانی میاں) ابن حجة الاسلام الشیخ محمد حامد رضا ابن الامام الکبیر احمد رضا الحنفی البریلوی. ومن جهة والدته فان جده من والدته هو المفتی الأعظم الشیخ محمد مصطفی رضا خان القادری الحنفی البرکاتی، ابن الشیخ احمد رضا خان الحنفی البریلوی. اخذ الشیخ حفظه الله الدروس الاولویة و العلوم الابتدائیة العقلیة و الدینیة عن العلماء الاکابر المعروفین فی وقته، وعن والده طالبه وجده وجده من والدته الشیخ محمد مصطفی رضا خان. وحصل علی شهادة خریج العلوم الدینیة من دار العلوم منظر الاسلام بمسقط راسه مدینة بریلی. ثم اکمل ادامه الله تعلیمه فی جامعة الازهر الشریف بالقاهره و تخرج من کلیة اصول الدین بارعا فی الاحادیث وعلومها ومتضلعا بها وقد استخلفه المفتی الاعظم بالهند الشیخ محمد مصطفی رضا خان قبل وفاته. فبرع الشیخ فی الافتاء وفی حل المسائل المعقدة المتعلقة بالفقه. وکان الشیخ یفتی ویعظ ویؤلف باللغات العربیة والاردویة والانجلیزیة.

للشیخ رحمه الله العدید من المؤلفات منها فتاواه المعروفة" بازهر الفتاوی" فی خمس مجلدات وفتاواه باللغة الانجلیزیه ایضا، وله حاشیة علی صحیح البخاری کما ان له شرحا علی بردة المدیح اسمه" الفردة فی شرح قصیدة البردة" وقد شرف الفقیر بزیارة کریمة من الشیخ فی المنزل عقد فیها مجلس عظیم فی روحانیته وحضوره، و تکرم علی الفقیر فیها باجازة مرویاته واسانیده عن اشیاخه و کذلك فی مصنفاته، کما عطر المجلس بانشاد عذبلقصیدة من نظمه، و حصل بین الارواح انسجام والفة و جمعیة قدسیة ذوقیة.

رحمه الله رحمه الابرار واسکنه الفردوس الاعلی من الجنة والحقه باسلافه الصالحین، واخلفه فی اولاده

وطلبته ومريديه وذويه وفينا في الامة بخلف صالح، ولا حرمنا اجره ولا فتننا بعده انه نعم المولى ونعم النصير۔

یعنی: اناللہ وانا الیہ راجعون یقیناً امت نے ہدایت کے مناروں میں سے ایک منارہ کھودیا اور وہ مفتی اعظم ہند، فقیہ، محدث ہمارے حضور تاج الشریعہ محمد اختر رضا خان ازہری حنفی قادری ہیں آپ کی ولادت باسعادت بروز اتوار 26 محرم مطابق دو فروری (1947ء) میں شہر بریلی میں ہوئی، آپ کا تعلق مشہور علمی گھرانے سے ہے آپ مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خان (جیلانی میاں) کے فرزند ارجمند ہیں، آپ کے جد امجد حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں ہیں جو سیدی امام کبیر مولانا احمد رضا خاں (رضی اللہ عنہ) کے بڑے صاحبزادے ہیں، آپ نے ابتدائی علوم دینیہ عقلیہ ونقلیہ اپنے زمانے کے معروف اکابرین سے حاصل کیے جن میں آپ کے والد، دادا اور نانا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ جیسے معروف اکابرین شامل ہیں، علوم دینیہ کی تکمیل دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے کی، بعدہ جامعہ ازہر شریف سے اصول فقہ اور اصول حدیث کی سند اعتزاز حاصل کی، مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے قبل وفات آپ کو خلافت واجازت سے نوازا، آپ مسند افتاء پر بیٹھے تو علم فقہ کے پیچیدہ مسائل کی گھتیاں سلجھائیں ساتھ ہی ساتھ وعظ وتبلیغ، تصنیف کا کام بھی جاری رہا، آپ کی چند مشہور تالیفات میں آپ کا مشہور فتاویٰ "ازہر الفتاوی" ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے آپ کے فتاوی اور تصانیف اردو عربی انگریزی تینوں زبانوں میں پائے جاتے ہیں، حاشیہ صحیح بخاری، قصیدہ بردہ کی شرح "الفردہ فی شرح قصیدۃ البردۃ" کے نام سے موسوم ہے۔

فقیر کو بھی زیارت کا شرف حاصل ہے ایک مجلس جس میں آپ کی شرکت دلوں کو سکون بخش رہی تھی اسی مجلس میں اپنی چند تصانیف اور سند حدیث سے نوازا جو انہیں اپنے شیوخ سے وراثتاً حاصل ہوئی تھیں، پیارے انداز میں نظم کا پڑھنا سامعین میں الفت، ذوق پیدا کررہا تھا اور ماحول کو پاکیزہ کررہا تھا۔

اللہ رب العزت ان پر رحمتوں کا نزول فرمائے اور فردوس اعلیٰ کو ان کا مسکن بنائے، سلف صالحین میں شامل فرمائے ان کی اولاد کو ان کا جانشین بنائے ان کے طلباء، مریدین، محبین، اقرباء کو خلف صالح عطا فرمائے، ہمیں ان کے فیض سے محروم نہ فرمائے اور نہ ہی فتنوں، آزمائشوں میں مبتلا فرمائے، بیشک وہی مددگار ہے اور بہترین مدد کرنے والا ہے۔

الدکتور حازم محفوظ

رحل عن عالمنا في مساء يوم الجمعه ٢٠/ من شهر يوليو ٢٠١٨م شيخنا الامام مولانا "محمد اختر رضا الهندي الازهري" اكبر شيوخ التصوف الإسلامي المستنير في الهند...شرفت باللقاء به لاول مرة في مدينه كراتشي(كراچي) الباكستانية اثناء انعقاد المؤتمر الدولي للاحتفال بعيد ميلاد النبي الاكرم في شهر يناير من عام 2001م.

قدمني له استاذي الشيخ المحدث" عبد الحكيم شرف القادري "وبعد ان تصافحنا قال لي "لقد سمعنا عنك في الهند وقرنا ما كتبت عن جدنا امام الصوفية في الهند مولانا احمد رضا خان. ثم دعا لي بالخير.... هذا وحرصت على اللقاء به عدة مرات في ايام المؤتمر الدولي... ثم تفضل بمنحي سند الاجازة العلمية العامة في العلوم الإسلامية. المؤرخ في المؤرخ 29 من شهر شوال من عام 1421ه الموافق 25 من شهر يناير من عام 2001م... وفي عام 2009 قدم شيخنا في القاهرة. اتصل بي بعض الاخوه الهنود ممن يتلقون العلم في جامعة الأزهر، وطلبوا مني الموافقة على اصدار الطبيعية الثانية من كتاب المتواضع "مولانا محمد احمد رضا البريلوي الهندي عند صفوة من مفكر العرب المعاصرين" (يقع 375 صحيفة) وذلك ترحيبا بمقدم شيخنا وعلى ان يوزع هدية مجانية في الاحتفالية الكبرى في مركز

الشیخ صالح کامل... فرحبت بهذه المبادرة... وتم بالفعل اصدار الطبيعية الثانية من الكتاب المذكور ...وفي الاحتفالية الكبرى، شرفت بلقاء شيخنا الامام و كان لقاء علم و خير... فرحمه الله شيخنا الامام محمد اختر رضا خان الأزهري وادخله فسيح جناته.امين.

یعنی:20 جولائی 2018ء جمعہ کی شام کو ہمارے امام شیخ حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری ہندی (علیہ الرحمہ) اس دار فانی سے کوچ کر گئے، وہ اسلامی تصوف کے بڑے شیخ تھے جن کے نور سے بلاد ہند روشن تھے۔ اولا ملاقات کا شرف 2001ء میں شہر کراچی پاکستان میں ہوا، جہاں ایک بین الاقوامی عید میلاد النبی السلام کانفرنس میں حضرت نے شرکت فرمائی تھی، میرے شیخ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے حضرت سے ملاقات کرائی، مصافحہ کے بعد میں نے عرض کیا کہ ہم نے آپ کے متعلق کافی سنا ہے اور بعض کتب جو آپ نے اپنے جد امجد امام اہل سنت علامہ احمد رضا خان قادری کی تحریر فرمائیں ہیں، ان کو پڑھا بھی ہے، تو انہوں نے ہمارے لئے دعائے خیر فرمائی، پھر چند ملاقاتیں اور ہوئیں اور میں قیام کے دوران ملاقات کا متمنی ہی رہا، پھر دوسری ملاقات کے 29 شوال 1421ھ مطابق 25 جنوری 2001ء کو جلسہ دستار بندی میں شرکت کے موقع پر ہوئی، بعدہ 2009ء میں ہمارے شیخ امام اختر رضا خان ہندی ازہری قاہرہ (مصر) تشریف لائے اور جامعہ ازہر میں شیخ صالح کامل کے مرکز پر ایک بڑے دینی جلسہ میں شرکت فرمائی، میں اور بعض ہندی احباب اس امر پر متفق ہوئے کہ "مولانا احمد رضا البریلوی عند صفوة من مفکر العرب المعاصرین" کی دوبارہ اشاعت کی جائے، ہم نے اس موقع کو غنیمت جانا کیونکہ یہ ایک بہترین ہدیہ تھا شیخ صالح کامل کے مرکز پر ہونے والے عظیم جلسے کے لیے، اس طرح کتاب مذکور کی اشاعت ثانیہ عمل میں آئی اور ہم نے اس عظیم جلسہ میں اپنے شیخ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور یہ ملاقات علم و خیر سے بھری ہوئی تھی۔

اللہ ہمارے شیخ اختر رضا خان ہندی ازہری پر رحمتوں کا نزول فرمائے اور اپنی کشادہ جنت میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

رامی العباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كل نفس ذائقه الموت ،ببالغ الحزن والاسى تلقينا خبر وفاة تاج الشريعه امام اهل السنة و الجماعة في بلاد الهند والسند والباكستان وسائر القارة الهندية. فضيلة العلامة الشيخ الولي اختر رضا خان القادري الحنفي الماتريدي الأزهري، شيخ الطريقة القادرية راجين من العلي القدير ان يتغمده برحمته الواسعة وان يسكنه فسيح جناته وان يلهم اهله وذويه ومحبيه جميل الصبر والسلوان. انا لله وانا اليه راجعون۔

یعنی اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، ہندوسندھ، پاکستان، بنگلہ دیش بلکہ براعظم ایشیا کے مشہور عالم دین، سلسلہ قادریہ کے مقبول ترین شیخ طریقت حضرت العلام فضیلۃ الشیخ ولی اختر رضا خان قادری حنفی ماتریدی ازہری (علیہ الرحمہ) وصال پر ملال کی خبر سن کر نہایت ہی رنج و غم ہوا، امید کرتے ہیں کہ رب قدیر انہیں اپنے سایہ رحمت میں ڈھانپے اور انکا مسکن کشادہ جنت کو بنائے، اہل وعیال، قرابتدار، محبین، مریدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

شیخ احمد محمود فارس اہل السنة والجماعة

انا فوجعنا بموت الشيخ العلامة،البحر الفهامة، تاج الشريعة والطريقة حفيد الشيخ مولانا احمد رضا خان المجدد القرن الرابع العشر احمد رضا القادري قدس الله روحه و سره. بموت مولانا الشيخ اختر رضا خان القادري الحنفي فرحمة الله تعالى رحمة واسعة، ونحن نعزى اهله وذريته واولاده الصالحين وجماعته الأكرمين وإخوانه المكرمين اعظم الله أجرهم ورفع قدرهم ورحم ميتهم ولكن جبر مصيبة

ازہریات

الشیخ اختر رضا خان بالنسب الی اللہ تعالی ممکن وھو علی کل شیء قدیر و لکن حضرة العالم العلامة احی السنة ومات البدعة فی ھذا الزمان الغریب الفاسد، بالنسب الینا ھذہ المصیبة لا تجبر، مصیبة موت العالم شیء عظیم لان اللہ تعالی قال فی کتابه "افلا یرون انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا(انبیاء 43)معنی نقص اطراف الأرض قال ابن عباس رضی اللہ عنھما" خراب الارض ونقصھا بموت علماءھا وفقھاءھا" ان موت العلماء والفقھاء مصیبة ونقص فی العالم جمیعیه وتمامه. وقال امام مجاھد" نقص الارض موت العلماء" لان موت العلماء یقبض العلم کما ورد فی الحدیث عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم "ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا" نعوذ باللہ تعالی من ادراك ھذا الزمان الآن علمائنا موجودون ولکن قلیلون وعلماء اھل السنة والجماعة اقل من قلیل واعز من الکبریت الاحمر فی ھذا الزمان غریب الفاسد، ولذا نحن حزنا کثیرا بموت الشیخ اختر رضا خان قادری قدس اللہ سرہ حزنا کثیرا. لان ورد فی الحدیث نقله الامام الغزالی فی منھاج العابدین" من لم یحزن بموت عالم فھو منافق" فانه لا مصیبة اعظم من موت العالم و ما من مؤمن یحزن بموت العالم الا کتب اللہ له ثواب الف عالم والف شھید.

العلماء کثیرون ولکن کیف نجد عالم مثل اختر رضا خان قادری. قال النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم لموت قبیلة ایسر من موت عالم، وعن ابن مسعود وحسن البصری رضی اللہ عنھما موتُ العالِم کموت العالَم، لان العالَم بدون العلماء کاللحم بدون الملح. وقال ابن عباس رضی اللہ عنه موت العالم ظلمة فی الاسلام لا یضیئھا بشیء ما اختلف اللیل و النھار. وعن عمر بن الخطاب لموت من الف عابد قائم باللیل وصائم بالنھار اھون من موت عالم واحد یعلم ما احل اللہ وما حرمه وان لم یزدد علی الفرائض،لان عبادة العابدین لانفسھم وعلم العلماء للامة جمیعھم. وازداد علی الفرائض مثل سیدنا الشیخ اختر رضا خان الا کان یزداد علی الفرائض بالسنن والنوافل و الدلائل الخیرات و القصیدة البردة وسائر مداح النبی صلی اللہ علیه وسلم او صلوات الشریفة کان یعمر جمیع اوقاته بالفکر والذکر والافتاء کان قاضی القضاة فی العالم افتی اکثر من خمسة آلاف فتاویٰ (5000) أصدر فتاوی بنفع العباد.

فرحمه اللہ تعالی رحمة واسعة وارفع درجاته و الحقه باشیاخه الصالحین فی الدرجات العلی یوم القیامه والحقه بجد مجدد القرن الرابع العشر احمد رضا خان القادری واحی اللہ ذریته الطیبة علی ملة الاسلامیة وطریق جدہ امین.

یعنی چودھویں صدی کے مجدد حضرت العلام امام احمد رضا (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پوتے شیخ عالم، علامہ، بحر ذخار، مفتی اعظم ہند تاج شریعت وطریقت مولانا اختر رضا خان ازہری کے وصال پر ملال سے ہم نہایت ہی رنجیدہ ہیں ان کی رحلت پر ہم اظہارِ تعزیت پیش کرتے ہیں ان کے اہل وعیال، اعزا، اقربا، برادران کو اللہ انہیں بہتر اجر عطا فرمائے ان کی عزت بڑھائے اور میت پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔

شیخ اختر رضا خان کی بھرپائی رب قدیر کی طرف سے نسبت کرتے ہوئے ممکن ہے کیونکہ وہ ہر ممکن شئے پر قادر ہے لیکن حضرت عالم، علامہ، محی سنت، ماحی بدعت کی رحلت کی مصیبت

ازھریات

ایسا عظیم خسارہ ہے جس کا بدل نظر نہیں آتا، عالم کی موت کی مصیبت بڑی چیز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرمایا: أفلا یرون انا ناتی الأرض ننقصها من اطرافها. تو کیا نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں (سورۂ انبیا آیت نمبر 43) زمین کے اطراف میں نقص کہ معنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یوں بیان فرماتے ہیں "خراب الارض ونقصها بموت علمائها وفقهائها" زمین کا خراب ہونا یا عیب دار ہونا یہ ہے کہ اس سے علماء فقہاء اٹھا لیے جائیں گے، قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علماء فقہاء کی موت تمام عالم کے لئے مصیبت اور باعث نقصان ہے امام مجاہد فرماتے ہیں زمین کا نقص علماء کی موت ہے کیونکہ علم ایسے ہی اٹھایا جائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ آقائے نعمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہ اٹھائے گا کہ ایک دم سے بندوں کے سینوں سے اسے کھینچ لے بلکہ اللہ تعالیٰ اہل علم کو وفات دے کر علم کو اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم دین باقی نہیں رہے گا تو عوام جاہلوں کو مقتدا بنا لیں گے ان سے مسائل پوچھیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اللہ کی پناہ! اب اس فاسد زمانے میں علما بہت کم ہیں اور اہل سنت میں بہت ہی کم کبریت احمر کی طرح نایاب ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمیں شیخ اختر رضا خان قادری کی موت سے سخت غمگین کر دیا ہے اور ہم اس لیے بھی رنجور ہیں کہ عالم کی موت پر غمزدہ ہونا علامت ایمان ہے، امام غزالی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''منہاج العابدین'' میں فرماتے ہیں کہ جو عالم کی موت پر رنجیدہ نہ ہو وہ منافق ہے، کیونکہ عالم کی وفات سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں اور ایک حدیث میں ہے جو مومن عالم کی موت پر غم کا اظہار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سو شہیدوں اور سو عالموں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

عالم تو بہت ہیں مگر دوسرا اختر رضا کہاں نصیب! اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ایک قبیلے کی موت ایک عالم کے مقابلے ہلکی ہے" حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے عالم کی موت ایک عالم کی موت ہے کیونکہ عالم بغیر علماء کے ایسا ہی ہے جیسے گوشت بغیر نمک کے اور حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے عالم کی موت ایسی تاریکی ہے جیسے شب و روز کا اختلاف روشن نہیں کر سکتا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں ایک ہزار ایسے عابدوں کی موت جو دن بھر روزہ رکھتے ہوں اور شب بھر نماز پڑھتے ہوں زیادہ بھاری ہے ایک ایسے عالم کی موت پر جو رب کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور حرام کئے ہوئے کو حرام جانتا ہو اگرچہ وہ فرائض پر زیادتی نہ کرتا ہو کیونکہ عابدوں کی عبادت اپنے نفس کے لیے ہے اور علماء کا علم جمیع مخلوق کے لیے ہے۔

اور اگر فرائض پر زیادتی کرتا ہو جیسے ہمارے شیخ محمد اختر رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کہ فرائض، سنن نوافل، دلائل الخیرات، قصیدہ بردہ، نعت و منقبت، اوراد و وظائف، ذکر و فکر، بحیثیت قاضی القضاۃ افتاء جیسے دینی امور پر ہی عمر گزارنے والا ہو بلکہ شب روز کے جمیع اوقات کا یہی معمول اور مشغلہ ہو تو اس کے درجات کا کیا کہنا، علاوہ ازیں تالیفات عربی، اردو، انگریزی تینوں زبانوں میں پائی جاتی ہیں اور آپ کا فتاویٰ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جو فتاویٰ ازہریہ" کے نام سے موسوم ہے آپ کی 150 سے زائد تصانیف دینی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اللہ رب العزت ان کو اپنے سایہ رحمت میں لے، ان کے درجات کو بلند فرمائے بروز محشر اپنے شیوخ کے ساتھ اعلیٰ علّیین میں ان کا مسکن بنائے اور مجدد امام احمد رضا کے ساتھ انہیں شامل فرمائے، ان کی اولاد کو دین اسلام پر ثبات عطا فرمائے اور اسلاف کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

احمد محمود شریف

وفاء بنزر يسير من حق الامام الجليل مفتي الهند الاعظم وامام اهل السنة والجماعة في القارة الهندية وما حولها, اختر رضا خان الحنفي القادري

الازهری البریلوی.

نجتمع غدا ان شاء الله فی صلاة المغرب بمسجد مولانا الامام الحسین رضی الله عنه ثم نختم القران له بعدما یفتح الله علینا به من ختمات ثم ندعو الله له فی بالمشهد الحسینی عند سید شباب اهل الجنة رضی الله عنه عسی الله أن یقبلنا جمیعا ویرحمنا وان یقبل دعائنا للإمام رحمه الله. والدعوة عامة للجمیع من اخواننا، طلاب العلم والسادة اهل الطریق وغیرهم من المحبین. رحم الله فقید الامة وادخله مدخل صدق مع النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین.

یعنی امام جلیل مفتی اعظم ہندو براعظم ایشیا، امام اہل سنت علامہ اختر رضا خان حنفی قادری بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، ان شاء اللہ ہم بعد نماز مغرب مسجد امام حسین رضی اللہ عنہ میں جمع ہو کر قرآن خوانی کا اہتمام کریں گے جتنا میسر آئے اور اللہ رب العزت سے دعا کریں گے جنتی نوجوانوں کے سردار حضرت امام حسین کی بارگاہ میں امید ہے کہ اللہ ہم سب کا نذرانہ تاج الشریعہ کے حق میں قبول فرمائے گا جملہ طلبہ، سادات، اہل طریقت، محبین کو عام دعوت ہے۔

اللہ تعالیٰ اس نابغہ روزگار پر رحم فرمائے اور انہیں صدیقین شہداء صالحین کے ساتھ شامل فرمائے آمین۔

محمد علی یمانی، مکہ معظمہ

نعزی انفسنا و المسلمین جمیعا بوفاة شیخنا بالإجازة امام اهل السنة والجماعة فی بلاد الهند و السند والباکستان وسائر القارة الهندیة فضیلة العلامة الشیخ الولی اختر رضا خان القادری الحنفی الماتریدی. نسال الله له المزید من النعیم و ان یجمعنا معه تحت ظل عرشه یوم لا ظل الا ظله مع العافیة فی الدنیا والآخرة. انا لله وانا الیه راجعون.

یعنی ہم اپنے شیخ اجازت فضیلۃ العلام امام اہل سنت و جماعت ہند، سندھ، پاکستان میں ودیگر ایشیائی ممالک کے افراد شیخ ولی اختر رضا خان قادری حنفی ماتریدی کے وصال پر ملال پر اظہار تعزیت پیش کرتے ہیں۔

رب کریم سے دعا گو ہیں کہ ان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے اور ہمیں ان کے ساتھ جمع فرمائے اپنے عرش کے سائے میں جس دن اس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، دنیا وآخرت میں عافیت فرمائے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نضال وابراہیم آلرشی دمشقي، ترکي

رحم الله الشیخ محمد اختر رضا خان کان جاء الی دمشق منذ ما یقارب عشر سنوات وکنت حینئذ فی الشام الحبیبة المبارکة فالتصل بی ودعانی فی جمع من مشایخ دمشق. وقال لی نقلت من کتابك رفع الغاشیة ثمانیة صفحات. اللهم اکرم الله نزله وارفعه فی علیین بفضلك وکرمك یارب العالمین

یعنی رب قدیر شیخ اختر رضا خان پر رحم فرمائے، تقریباً دس سال قبل میری ملاقات دمشق میں ہوئی تھی میں بھی شام میں مقیم تھا مشائخ دمشق کے جمگھٹے مجھے بلایا اور فرمایا "میں نے آپ کی کتاب رفع الغاشیہ کو اسی صفحات تک نقل کیا ہے، اللہ اپنے فضل وکرم سے شیخ کو اعلیٰ علّیین میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

شیخ احمد ضبع

ان نادرة الأزمان سیدنا محمد النبهان احباب الدکتور الشیخ محمد الحوت نعزی انفسنا المسلمین جمیعا واهل السنة والجماعة فی القارة الهندیة وسائر الامصار فی وفاة امام اهل السنة والجماعة بالهند، العلامة المفتی الاعظم الهند القاضی اختر رضا خان الحنفی الازهری البریلوی القادری رحمه الله رحمة واسعة والحقه بالصالحین ملتقی طلاب العلم(عقیدة) وملتقی طلاب العلم(فقه)

یعنی نادر زمن سیدنا محمد نبہان شیخ محمود حوت کے احباب اور جملہ مسلمانان اہل سنت و جماعت ہندو بلاد اسلامیہ امام اہل

سنت، مفتی اعظم ہند قاضی اختر رضا خان حنفی قادری بریلوی کے وصال پر ملال پر اظہار تعزیت پیش کرتے ہیں، اللہ رب العزت ان پر خوب خوب رحمتوں کی بارش فرمائے اور صالحین کے ساتھ شامل فرمائے۔

احباب الشیخ عبد العزیز الخطیب الحسنی

ننعی الی العالم الاسلامی شیخنا المجیز العلامة محمد اختر رضا خان الازہری البریلوی الملقب بتاج الشریعة المفتی بالبلاد الهندية وشيخ الطريقة القادرية عن عمر ناهز المئه عام مليئة بالفضل والخبر والعطاء والعلم والتعليم والثناء العاطر والتربية القويمة والذكر النقي و صيت الذائع في الفضيلة وحسن السمت.

ولد سنة 1362ھ و تخرج من جامعه الازهر سنة 1966ء يتحدث العربية بطلاقة وهو حنفي ما تريدى قادري يقوم بترجمة مؤلفات جده العلامة الشيخ احمد رضا خان الى العربية. له شعر و قصائد و كتب في نقد الوهابية وتبيان حقيقة البريلوية وله عده تأليف في العقيدة والفقه تغمده الله بواسع رحمته و عوضه رضوانه زقانه والجنة والحقه بخيار الصالحين من احبابه بعض وعوض المسلمين خيرا۔

یعنی ہم عالم اسلام کو اپنے شیخ مجیز حضرت علامہ اختر رضا خان قادری کے وصال پر ملال کی خبر دیتے ہیں جن کا لقب تاج الشریعہ ہے آپ ہندوستان کے مفتی اعظم اور سلسلہ قادریہ کے عظیم بزرگ تھے آپ کی عمر شریف سو سال سے کم ہوئی، ساری عمر علم فضل، تعلیم و تعلم، ذکر جمیل اور اچھی تربیت سے مملو نظر آتی ہے، آپ کی فضیلت و اخلاق سب پر عیاں، آپ کی ولادت باسعادت 1362ھ مطابق 1943ء میں ہوئی جامعہ ازہر سے فراغت 1966ء میں ہوئی، آپ عربی زبان بلا جھجھک بولتے تھے، مسلکاً حنفی ماتریدی مشرباً قادری تھے، آپ نے اپنے جد امجد حضرت علامہ احمد رضا خان قادری حنفی بریلوی کی چند کتب کو عربی جامہ پہنایا ہے، شعر و قصائد میں مکمل دیوان (دیوان اختر) ہے آپ نے رد وہابیت اور حقیقت بریلویت کو ظاہر و باہر فرمایا ہے، عقیدہ و فقہ میں بھی آپ کی تصانیف پائی جاتی ہیں۔

رب قدیر شیخ کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کو اپنی رضا اور جنت عطا فرمائے، سلف صالحین کے ساتھ شامل فرمائے۔

شیخ احمد حبال الرفاعي

انتقل اليوم الى رحمة الله تعالى شيخى تاج الشريعة والحقيفة فى الهند ومفتى الهند سابقا الوارث المحمدى الشيخ اختر الازهرى الذى كان من اصدقاء شيخنا احمد حبال الرفاعى، اللهم احدد عليهما رحماتك، و كان يزوره فى مجالس الصلاة النبى صلى الله عليه وسلم فى الشام كلما زار سوريا (شام) نسال الله ان يرحمه برحمته التي وسعت كل شيء ويجمعنا بها مع الحبيب المصطفى صلى الله عليه وسلم، الصلاة على سيد الشيخ اختر رضا خان اللهم جدد عليه رحماتك ستكون يوم الاحد القادم بعد صلاة الظهر فى مدينة بريلى الشريفة۔

یعنی میرے شیخ تاج الشریعہ اور سابق مفتی اعظم ہند، علوم شریعت محمدی کے وارث شیخ اختر رضا خان قادری ازہری جو ہمارے شیخ احمد حبال الرفاعی کے حلقہ احباب میں تھے، آج ان کا بریلی شریف میں انتقال ہو گیا ہے، اللہ ان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے، میں ملک شام میں ایک مجلس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی زیارت سے شرف یاب ہوا تھا، ہم رب کریم کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ ان پر رحمت کی بارش برسائے اور ہمیں ان دونوں حضرات کی معیت میں اپنے حبیب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھائے، ان کی نماز جنازہ بروز اتوار بریلی شریف میں بعد نماز ظہر ہوگی۔

محمد بادنجکی

اخوانی واحبتی الکریم یحزننی ان اخبرکم ان

فضیلۃ الشیخ العالم الکبیر القاضی مفتی الدیار الھندیۃ اختر رضا خان قد انتقل الی رحمۃ اللہ مساء یوم الجمعۃ حوالی الساعۃ السابعۃ والنصف مساء، نامل منکم الدعاء لہ بان یکون مع الانبیاء والصحابۃ والصدیقین والشھداء۔

یعنی میرے بھائیو معزز احباب! بڑے ہی رنج وملال کے ساتھ آپ کو خبر دیتا ہوں کہ فضیلۃ الشیخ، عالم کبیر، قاضی القضاۃ، مفتی دیار ہند حضرت علامہ اختر رضا خان آج جمعہ کی شام تقریباً ساڑھے سات بجے اس دار فانی سے کوچ کر گئے، آپ حضرات سے ان کے لیے دعا کی درخواست ہے، رب العالمین انھیں انبیاء، صحابہ، صدیقین، شہداء میں شامل فرمائے۔

محمد محمود ابو الحاجی

رحم اللہ مفتی الدیار الھندیۃ وامام اھل السنۃ والجماعۃ فی ھذا العصر الشیخ اختر رضا حفید الامام نادرۃ عصرہ احمد رضا خان بریلوی، و قد قلت بھذہ المناسبۃ الالیمۃ۔

یعنی نابغہ روزگار امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے امام اہلسنت والجماعت مفتی دیار ہند شیخ، اختر رضا خان پر اللہ رحم فرمائے اس المناک موقع کی مناسبت پر میں نے ایک نظم کہی ہے ملاحظہ فرمائیں:

(1) نبأ اقض مضاجعی وبرانی
وتضعضعت من ھولہ ارکانی

یعنی ان کی وفات کی خبر نے میرا چین وسکون چھین لیا ہے اور اس خبر کی ہولنا کی نے میرے جسم کو کمزور کر دیا ہے۔

(2) وانھد رکن الدین بعد ثباتہ
لما نعولی درۃ الازمان

یعنی دین کا ایک ستون ان کے ثبات کے بعد ڈھ گیا جب لوگوں نے اس در یتیم کی موت کی خبر دی۔

(3) اختر البحر الذی قذفت لنا
امواجہ باالدر و المرجان

یعنی ہم نے ایسا بحری اختر کھو دیا ہے جس کی موجوں نے موتی مرجان عطا کیے ہیں آپ شریعت، حقیقت اور ہدایت کے تاج تھے مخلوق کے قطب اور مصیبت زدوں کے غوث تھے۔

(4) تاج الشریعۃ والحقیقۃ والھدی
قطب الوری غوث الغریق العانی

یعنی آپ شریعت، حقیقت اور ہدایت کے تاج تھے، مخلوق کے قطب اور مصیبت زدوں کے غوث تھے۔

(5) احیالنا کتب الامام المرتضی
فھما لفلك الحق کالشمسان

یعنی انہوں نے ہمارے لیے امام مرتضی (امام احمد رضا) کی کتابوں کو جلا بخشی تو آپ دونوں آسمان حق کے دو روشن سورج ہیں۔

(6) اسفی علی تلك المحاسن من فتی
قد عاش بالایمان والاحسان

یعنی میں ایسی خوبیوں والے کی موت پر نجیدہ ہوں کہ جس نے اپنی زندگی حق وایمان کے ساتھ گزاری۔

(7) قد کان نورا یھتدی بضیائہ
و الیوم امسی ثاویا بجنان

یعنی آپ ایسے نور تھے کہ جیسے لوگ ہدایت پاتے تھے افسوس کہ آج آپ کا ٹھکانا جنت ہو گیا۔ (ہمیں چھوڑ کر)

(8) فاللہ یجزیہ خیر جزائہ
وینیلہ من الروح والریحان

یعنی تو اللہ انہیں بہتر بدلہ عطا فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے جنت عطا فرمائے۔

محترم قارئین کرام! آپ نے یہ تأثرات پڑھ کر بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات گرامی کا مقام ومرتبہ کیا ہے، کتنے علمانے آپ کو عوام اہل سنت، فقیہ عصر، مفتی اعظم ہند ہمسایہ مما لک، محدث کبیر، علامہ، صوفی، بحر ذخار، ولی، امام اجل، قطب، غوث جیسے بھاری بھر کم القابات سے یاد کیا ہے، کچھ اوباش قسم کے لوگ تعداد شرکائے جنازہ پر بحث کر رہے تھے کہ تعداد اتنی تھی، زیادہ کیوں بتائی جا رہی ہے؟

ازھریات

حالانکہ تعداد ایک دو لاکھ سے زیادہ نہ تھی، ایسے لوگوں سے میں صرف یہ کہنا چاہوں گا۔

آنکھیں اگر بند ہوں تو دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

اور بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

یہ بدبخت جو بھی ہیں یہ اپنی دلی خباثت خباثت نکالنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے، خانقاہ مارہرہ مطہرہ کے نائب سجادہ نشین حضور رفیق ملت سید نجیب حیدر میاں قادری برکاتی فرماتے ہیں:

"حاسدین کہہ رہے ہیں کہ شرکائے جنازہ کی تعداد محض دو تین لاکھ تھی، میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ اتنی تعداد میں تو صرف حاسدین نے شرکت کی ہے، عقیدت مندوں کی تعداد تو اللہ و رسول ہی بہتر جانتے ہیں"

حاسدین کیلئے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

حسد سے ان کے سینے پاک کر دے
کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث
غذائے دق یہی دل، استخواں، گوشت
یہ آتش دین کی آکل ہے یا غوث
عطائیں مقتدر غفار کی ہیں
عبث بندوں کے دل میں غل ہے یا غوث

ص ۶۶ رکا بقیہ...

بادۂ عشق نبی کا یہ لنڈھاتے ہیں سبو
اس لئے تو دہر میں چرچا ہے ان کا کو بہ کو
حجۃ الاسلام کی ہے شکل پائی ہو بہ ہو
زندہ باد اے سیدی اختر رضا خاں زندہ باد

فقہ وافتا، زہد و تقویٰ میں ترا اونچا مقام
محفلِ علم و ادب میں سب کے لب پہ تیرا نام
اتحادِ سنیت تیرا سبق ہے صبح و شام
زندہ باد اے سیدی اختر رضا خاں زندہ باد

شاعرِ شیریں نوا ہیں عالمِ ذیشان ہیں
اک فقیہِ بے بدل ہیں شارحِ قرآن ہیں
باقی رکھے حق تعالیٰ، سنیت کی جان ہیں
زندہ باد اے سیدی اختر رضا خاں زندہ باد

اہل سنت کے لئے نجم سحر ہے تیری ذات
جو ٹپکتی ہونٹ سے ہر بات ہے قند و نبات
تیری قندیلِ ہدایت سے منور شش جہات
زندہ باد اے سیدی اختر رضا خاں زندہ باد

شرحِ عشقِ مصطفیٰ تیری ہر اک تحریر ہے
تو قلم کی آبرو ہے فکر کی تنویر ہے
حد تو یہ ہے عالمِ اسلام کی تقدیر ہے
زندہ باد اے سیدی اختر رضا خاں زندہ باد

تو زمیں کی پستیوں میں علم و فن کا آسماں
بزمِ عالم میں ہے بکھری تیری ہر سو داستاں
روشنی ہی روشنی ہے کہکشاں در کہکشاں
زندہ باد اے سیدی اختر رضا خاں زندہ باد

عائشہؔ کو ہے بریلی سے محبت کا شرف
حضرتِ سبطینؔ سے حاصل ہے بیعت کا شرف
کیوں نہ پائے آپ سے حسنِ عقیدت کا شرف
زندہ باد اے سیدی اختر رضا خاں زندہ باد

◆◆◆

جماعت رضائے مصطفیٰ

یہ اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ ایک روشن تاریخ کی حامل جماعت ہے، جس کی نشاۃ ثانیہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں ہوئی۔
برادران اہل سنت اپنے اپنے علاقے میں اس کی شاخیں قائم کریں اور مرکز سے جڑ کر اپنے ملّی و مذہب خدمات انجام دیں۔

ازھریات

از: مفتی محمد راحت خان قادری*

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا مدفن

یہ تحریر ایک خاص تناظر میں لکھی گئی ہے ۳۰/اگست ۲۰۱۸ء کو ہندوستان کے ایک مشہور عالم کے صاحب زادے جن کی بذات خود سوشل میڈیا پر اہلِ علم کے مابین ایک الگ علمی شناخت قائم ہے انھوں نے فیس بوک وال پر ایک پوسٹ کو ”ماجرا تاج الشریعہ کے مدفن کا“ کے عنوان سے عام کیا جس میں کچھ باتیں ایسی تھیں جو مجھے حقیقت وواقعیت کے خلاف اور تکلیف دہ معلوم ہوئیں مثلاً:
(۱) حضور تاج الشریعہ کا مدفن ”ازہری گیسٹ ہاؤس“ نہیں بلکہ ”مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا“ ہونا چاہیے تھا۔ (۲) ”ازہری گیسٹ ہاؤس“ میں تدفین کے معاملہ کو غیر دانش مندانہ بتایا۔ (۳) تدفین کے معاملہ میں مشورہ دینے والوں پر یہ الزام عائد کیا کہ انھوں نے شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضور عسجد میاں دام ظلہ کو گمراہ کر کے اپنا اُلّو سیدھا کیا۔

اس لیے راقم نے جو بروقت اس کا سنجیدہ اور حقیقت پر مبنی جواب قلم بند کیا، نذر قارئین ہے، ملاحظہ فرمائیں، راحت غفرلہ

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کا وصال ۲۰/جولائی ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ بوقتِ اذانِ مغرب ہوا، چند ہی لمحات میں وصال کی خبر غم کی لہر بن کر پورے عالمِ اسلام میں پھیل گئی، دور دراز گاؤں میں اس دن لوگوں کو کھانا اچھا نہیں لگا، میری والدہ محترمہ میرے بھائیوں سے خبر سنتے ہی وصال کے بعد رات میں ہی کہنے لگیں کہ تم لوگ آج ہی بریلی شریف چلے جاؤ اور حضرت کا دیدار کرو جا کر کہیں ایسا نہ ہو کہ کل بھیڑ زیادہ ہو جائے اور تمہیں دیدار نہ ہو سکے، اَمّی جان نے بتایا کہ حضرت کے وصال کے دن بالکل بھی کھانا پینا اچھا نہیں لگا ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی بہت بڑی مصیبت آ گئی ہو، جی ہاں یہی ”موت العالِم موت العالَم“ کی عمدہ ومشاہداتی تشریح ہے کہ جن گاؤں کو حضرت کبھی تشریف بھی نہیں لے گئے وہاں بھی غم کا احساس اس طرح کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان کے بستی بستی، قریہ قریہ سے لوگ جنازہ میں شرکت کی پلاننگ کرنے لگے اور بریلی شریف فون کر کے بہت سے لوگ یہ سوال کرنے لگے:

(۱) نماز جنازہ کس وقت ہوگی؟

(۲) نماز جنازہ کہاں ہوگی؟

(۳) تدفین کہاں ہوگی؟

خانوادۂ رضویہ میں کبھی بھی جب اس طرح کے مواقع رونما ہوتے ہیں تو اس کا فیصلہ خاندان کے معزز افراد سے مشورہ وتبادلۂ خیال کے بعد ہی کوئی فیصلہ لیا جاتا ہے، ایسا میں نے نبیرۂ استاذ زمن حضور صدر العلما حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں قادری، برادرِ تاج الشریعہ حضرت مولانا ڈاکٹر قمر رضا خاں قادری، حبیب العلما حضرت مولانا حبیب رضا خاں قادری اور امین شریعت حضرت مفتی حکیم محمد سبطین رضا خاں قادری رحمہم اللہ کی تجہیز وتکفین کے معاملہ میں دیکھا ہے۔

نماز جنازہ کس وقت ہوگی؟

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ایک صاحبزادی حجازِ مقدس جدہ میں تھیں اس کے علاوہ ہزاروں مریدین یورپ، افریقہ، امریکہ اور متحدہ عرب امارات سے جنازہ میں شرکت ودیدار کے لیے کوشاں تھے اس متعلق نہایت ہی غور وفکر کے بعد اس کی رعایت کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ حضرت کی نماز جنازہ ۸/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۲/جولائی ۲۰۱۸ء بروز اتوار کو ادا کی جائے گی، ابتدا میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے مرکزی دفتر بریلی شریف سے ظہر کی نماز کے بعد جنازہ کے وقت کا اعلان کیا گیا تھا لیکن اس کے بعد وقت میں تبدیلی کر کے صبح ۱۰/بجے دن کا

* مضمون نگار دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی ہیں۔

اعلان کیا گیا۔

اس پر کچھ لوگ معترض ہوئے کہ بلاوجہ وقت میں تبدیلی کیوں کی گئی لیکن ان کو کیا معلوم کہ عزیز واقارب اور علما و مفتیان کرام نے بلاوجہ تو وقت میں ترمیم نہیں کی ہوگی بلکہ ضرور کوئی مناسب وجہ ہوگی اسی وجہ سے وقت میں تبدیلی کی گئی۔ وقت میں تبدیلی کسی بھی سبب سے کی گئی ہو لیکن اس تبدیلی کی کئی خوبیاں بعد میں سب پر واضح ہوگئیں کیوں کہ دس بجے جنازہ کے اعلان کے اعتبار سے حضرت کا جلوس جنازہ اس اعتبار سے گھر سے نکلا کہ نماز بالکل اپنے وقت پر ہوتی نماز جنازہ کے مقام پر جس گاڑی میں حضرت کی نعش مبارک تھی اس کا رخ سیدھا کرنے میں کثرت بھیڑ کے سبب تقریباً ۵۰ منٹ لگ گیے۔ نماز جنازہ سے فارغ ہوکر تقریباً تین بجے کے بعد تک تدفین کا سلسلہ جاری رہا۔ اگر نماز جنازہ کا وقت بعدِ ظہر ہوتا تو نماز عصر ادا کرنے میں بہت سے لوگوں کو مشقت ہوتی، قرب و جوار کے لوگ نماز جنازہ سے فارغ ہوکر اپنے گھروں پر وقت سے پہنچ گیے اگر نماز جنازہ بعد ظہر ادا کی جاتی تو قرب و جوار کے لوگ بھی وقت پر اپنے گھروں کو نہ پہنچ پاتے۔

نماز جنازہ کہاں ہوگی؟

نماز جنازہ کہاں ادا کی جائے گی اس متعلق عزیز واقارب نے مشورہ کرکے بریلی شریف کے مشہور مقام ''اسلامیہ انٹر کالج'' کا انتخاب کیا گیا، اسی میدان میں خانوادۂ رضویہ کے مختلف بزرگ شخصیتوں کا جنازہ ہوا، مثلاً تاج دارِ اہلِ سنت حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری، صدر العلما حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خاں قادری محدث بریلوی، قمر ملت حضرت علامہ ڈاکٹر محمد قمر رضا خاں قادری، امین شریعت حضرت علامہ حکیم سبطین رضا خاں بریلوی رحمہم اللہ۔

اسی اعتبار سے حضور کی نماز جنازہ کے لیے بھی اسلامیہ انٹر کالج کا ہی انتخاب کیا گیا اور یہی انتخاب بھی بہت خوب تھا بلکہ کچھ لوگوں کا مشورہ یہ تھا کہ نماز جنازہ ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' مرکز نگر متھرا پور ادا کی جائے اگر ان لوگوں کے اس مشورہ کو مان لیا گیا ہوتا تو بہت پریشانیاں ہوتیں خدا کا شکر ہے کہ علما و فضلا اور عزیز و اقارب نے بہت عمدہ فیصلہ کیا اور عوام اہلِ سنت بہت سی پریشانیوں سے محفوظ رہے۔

اگر نماز جنازہ اسلامیہ انٹر کالج میں نہ ہوکر ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا''، مرکز نگر متھرا پور ادا کی جاتی تو کیا پریشانیاں ہوتیں؟

اس کا جواب سمجھنے کے لیے اس دن کے حالات کا تفصیلی جائزہ لیجیے کہ جس دن حضرت کی نماز جنازہ ادا کی گئی اتوار کے دن دس بجے نماز جنازہ کے وقت کا اعلان تھا دیوانوں کی کثیر بھیڑ رات ہی میں ''اسلامیہ انٹر کالج'' کے میدان میں پہنچ چکی تھی یہاں تک کہ ہمارے محلہ کے کچھ نوجوان جورات میں ہی اسلامیہ گراؤنڈ پہنچے تھے انھوں نے صبح کو خبر دی کہ فجر سے قبل ہی اسلامیہ کا پورا میدان کھچا کھچ بھر چکا ہے۔

صبح کے وقت پولیس انتظامیہ بریلی کی جانب سے بہار، بنگال، کانپور، بنارس، الہ آباد، اعظم گڑھ، بلیا، مئو، سیتاپور، لکھیم پور، ہردوئی، شاہ جہاں پور اور لکھنؤ وغیرہ کی جانب سے آنے والی گاڑیوں کو نیے روڈویز بس اسٹینڈ سٹے لائٹ یا شاہ مت گنج روکا جارہا تھا، ہلدوانی، رچھا، کچھا، بہیڑی اور اتراکھنڈ کے دیگر اطراف کے علاوہ سہارن پور، نجیب آباد، میرٹھ، ہریانہ، پنجاب، رامپور، مرادآباد اور دہلی کی طرف سے آنے والی گاڑیوں کو منی بائی پاس سے لے کر سی بی گنج اور متھرا پور تک روکا جارہا تھا، بدایوں، ایٹہ، علی گڑھ، میرٹھ اور کاس گنج وغیرہ سے آنے والی گاڑیوں کو سبھاش نگر کی طرف ہی روکا جارہا تھا اسی اعتبار سے بھیڑ کو کنٹرول کرنے کیلئے پورے شہر کی مستعدی کے ساتھ نگرانی کی گئی تھی۔

''اسلامیہ انٹر کالج'' کا جائے وقوع وسطِ شہر میں ہے ہر چہار جانب سے اس کی طرف آنے والے وسیع راستے اور گلیاں بھی ہیں۔ نماز جنازہ کے وقت اسلامیہ میدان کے علاوہ جی آئی سی گراؤنڈ، ضلع اسپتال، کوتوالی، آریہ سماج یتیم خانہ گراؤنڈ، کہاڑا پیر مین روڈ سے ہوتے ہوئے اسلامیہ تک، ریلوے جنکشن، کچہری، ایوب خاں چوراہا، چوکی چوراہا، بٹلر پلازا، کالی باڑی سے

ازہریات

شہامت گنج تک ان کے آس پاس گلیاں وغیرہ اور آس پاس کی تمام جگہیں، ناولٹی، پرانا روڈ ویز بس اڈا، سبھاش نگر، چوپلا، پولیس لائن سٹی ریلوے اسٹیشن سے دولہا میاں کے مزار تک اور وہاں سے منی وائی پاس تک کون سی ایسی جگہ تھی جہاں لوگوں کا ازدہام نہیں تھا ان تمام جگہوں کے میدان، گلیاں اور روڈ لوگوں کی بھیڑ سے پٹے ہوئے تھے اسلامیہ انٹر کالج کے قریب کی چھتوں اور دیواروں پر بھی لوگوں کا ہجوم ہی ہجوم تھا۔

اب وہ کرم فرما غور وفکر کریں کہ اگر ان کی خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے نماز جنازہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا مرکز نگر متھرا پور میں ادا کی جاتی تو اس بھیڑ کا کیا بنتا؟ یہ متھرا پور کیسے پہنچتی وہاں تو پہنچنے کے لیے صرف ایک روڈ ہے دہلی سے لکھنؤ جو دہلی کی طرف سے آتے ان کو کہاں روکا جاتا؟ جو لکھنؤ کی طرف سے آتے ان کو کہاں روکا جاتا؟ آپ غور وفکر کریں دہلی کی طرف سے آنے والی تمام گاڑیوں کو شہر سے باہر ہی روکنا پڑتا وہاں سے لوگ پیدل کتنا لمبا سفر طے کر کے آتے جب گاڑیوں کی کثرت ہوتی تو روڈ کا کیا حال ہوتا؟ جو بدایوں اور علی گڑھ وغیرہ کی طرف سے آتے ان کو کہاں روکا جاتا شہر سے باہر یا شہر میں شہر سے باہر روکتے تو ان کو متھرا پور تک ۸ر یا ۱۰ر کلو میٹر سفر کرنا پڑتا وہ بھی پیدل، جو لکھنؤ کی طرف سے آتے اگر ان کو شہامت گنج روکا جاتا تو ان کو تو دس کلومیٹر سے زائد پیدل سفر کرنا پڑتا یہی صورت حال تھی ہر چہار جانب سے تو جس جگہ کا انتخاب اربابِ حل وعقد نے کیا بہت بہتر کیا ان کی دور اندیشی کو ڈھیروں سلام!

تدفین کہاں ہوگی؟

تدفین کے لیے مشورہ کے بعد عزیز واقارب اور علمائے کرام نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری کے مزار پُر انوار سے تقریباً متصل ہی ایک چھوٹی سی گلی کے فاصلہ کے ساتھ واقع ''ازہری گیسٹ ہاؤس'' کا انتخاب عمل میں آیا۔ بعض لوگوں نے مجھ سے فون پر کہا اور سوشل میڈیا پر مجھ سے سوال کیا کہ اگر حضرت کی تدفین ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' مرکز نگر متھرا پور میں ہو تو بہتر ہوگا طلبہ بھی فیض پاتے رہیں گے۔

''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' مرکز نگر متھرا پور میں تدفین کیوں نہیں ہوئی؟ اس کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ وہاں کی تمام جائداد موقوفہ ہے اور وقف میں تغیر وتبدل کی شرعاً اجازت نہیں تو حضرت کی تدفین میں غیر شرعی حرکت کا ارتکاب تو نہیں کیا جا سکتا تھا اگر کوئی کہے کہ دوسری زمین خرید لیتے تو آناً فاناً ایک دم زمین کا انتظام کرنا کوئی آسان کام نہیں اور اگر انتظام ہو بھی جاتا تو حضرت کی مندرجہ ذیل وصیت کی رو سے حضرت کو سوداگران سے دور دفن کرنا درست نہیں تھا وصیت درج ذیل ہے:

''میں سفر بہت کرتا رہتا ہوں تو میری وصیت یہ ہے کہ انتقال کہیں بھی ہو تو مجھے بریلی نہ بھیجا جائے بلکہ کسی بزرگ کے ولی اللہ کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ولی اور بزرگانِ دین کے پہلو میں جو ہے مجھ کو رکھا جائے اور میرے معاملات میں تجہیز وتکفین میں جو ہے اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ مردہ نہلانے والے کو، کفنانے والے کو، اپنے تجہیز و تکفین کرنے والوں کو واسطہ دیتا ہے اگر وہ اچھا ہے، اس کا خاتمہ بالخیر ہوا ہے کہ تو مجھ کو جلدی میرے مقر کو پہنچا تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو سب کو ایمان وسنت پر قائم رکھے۔'' (منقول از آڈیو کلپ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ)

وہ سنی بھائی جو سوشل میڈیا پر سخت زبانیں استعمال کر رہے ہیں اور بلاوجہ ان باتوں کی آڑ میں علمائے اہلِ سنت یا خانوادۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کے خلاف زبان درازی کر رہے ہیں وہ باز آجائیں اسی میں بھلائی ہے ورنہ کل بروز قیامت ایسی باتوں کا بھی حساب وکتاب دینا پڑے گا، اور دنیا میں بھی اس کے سبب انتشار واختلاف کے سوا آپ کی جھولی میں کچھ نہ آئے گا۔

◆◆◆

مفتیٔ اعظم کا ذرّہ کیا بنا اختر رضا
محفلِ انجم میں اخترؔ دوسرا ملتا نہیں

ازہریات

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی*

کعبۂ فکر ونظر کا ایک سہانا سفر

کعبہ قلب وجگر، مرکز عشق ومحبت بریلی شریف کے لئے ۴؍مئی ۲۰۱۸ء واپنے وطن مالوف مدینۃ العماء سبحان کٹوریہ عمرپور بانکا بہار سے روانہ ہوا، بارہ گھنٹہ تاخیر سے قلب ہندوستان دہلی اسٹیشن پر گاڑی پہنچی، دوران سفر کائنات تصورات کی بزم سجی رہی خیالات کے حسین ودلکش کہکشان کی رنگینیوں کا لطف اٹھاتا رہا باران کرم کی کرم فرمائیاں ہوتی رہیں، گلشن زیست میں محبتوں کا شگفتہ ؤ پاکیزہ اور پر بہار گل مسکراتا گیا اپنی نورانی نکہتوں سے مشام جاں کو معطر ومشکبار کرتا رہا سرور وکیف کا عالم قلبی وفکری حسن وجمال میں چار چاند لگاتا رہا؛ اس کی دلکشیوں، رعنائیوں اور فرحت بخش رنگینیوں سے اپنے روحانی وجود کو رنگین بنانے میں اتنا منہمک ومصروف رہا کہ تاخیر سے پہنچنے کا احساس تک نہ ہوسکا۔ یوم ولیل کا نصف حصہ دہلی میں ہی گزارا، لیکن ذہن وفکر، ہوش وخرد اور جان ودل اسی فردوس علم وفن؛ شعر وسخن اور رشک زمن کے نور بار گرد ونواح کا طواف کرتا رہا۔

نورانی حاضری

دہلی کی تقدس مآب زمین پر محقق علی الاطلاق اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی قدس سرہ کی آمد بہار کے خیال نے نہاں خانہ قلب وجگر میں انگڑائیاں لیں اس سنت کی پاکیزہ کی یاد تازہ کرنے اور وادئ عشق کی نیر باریوں سے آنکھیں نور بار بنانے نظام الحق والملۃ حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کے مزار پرانوار کی سمت چل پڑا، جب آٹو اس چمن زار محبت پر فروکش ہوا۔ تو اوّل نگاہ اس سلسلۂ چشت ہشت بہشت کے تجلیات ربانی سے معمور فردوس بداماں گنبد پر پڑی جس کے زیر سایہ دستہ بستہ کشکول فقیری لئے پانچ سو علوم وفنون کے ماہ تاباں اپنے زمانہ میں گداگری کرتے نظر آئے اور مدعائے قلبی سے سرفراز ہوئے جسے دنیاں مجدد اعظم، عاشق خیر الوریٰ، قطب الارشاد، معجزات من معجزۃ النبی آیات من آیۃ اللہ اور اعلیٰ حضرت کہتی ہے جب مزار مقدس پر پہنچا تو قدم لڑکھڑانے لگے وجود ہیبت جلالی سے لرزہ براندام ہو اٹھا اسی لرزیدہ لرزیدہ۔ ذرد یدہ ذرد یدہ خمیدہ سر ہو کر فاتحہ خوانی کی نمدیدہ نمدیدہ آنکھوں کے ساتھ دعا مانگا اور بھیگی پلکوں سے قدم بوسی کی الٹے قدم باہر آیا مضمحل طبیعت کو بے انتہا قرار آیا وہاں سے دو قدم پیچھے آئے اور عاشق صادق۔ مرید باوفا فنافی الشیخ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ والرضوان کے آستانہ پر حاضری دی فاتحہ ؤ دعا کے بعد ان کے وسیلے سے رب قدیر کی بارگاہ میں التجا کیا کہ مولیٰ تعالیٰ شیخ سے جو عشق ووارفتگی تونے حضور امیر خسرو علیہ الرحمہ کو عطا فرمایا اس کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرما دے اس دعا نے باب اجابت سے ٹکرا کر سند مقبولیت حاصل کر لی اور درتاج الشریعہ سے باران کرم نازل ہو گیا جس سے سیرابی کے بعد یہ شعر زبان قلب پر مچل اٹھا؟

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنے آستینوں میں
باغ ہستی میں نہیں ہے فیض کا تیرے جواب
اے امیر کارواں ہو بار ہا تم پر سلام

دہلی سے بریلی

محسنین کی ایک جماعت کے ساتھ رات کا پر تکلف کھانا تناول کیا اور تقریبا رات کے ساڑھے بارہ بجے کعبہ فکر ونظر بریلی شریف کیلئے نکل پڑا تصور میں اسی عظیم ہستی کا رخ پر نور رقص کناں تھا جنہیں عالمی سطح پر علم وفن کا ماہ تاباں، تحقیق وتنقید کے کہکشاں، فکری بالیدگی کا کوہ ہمالہ، نکتہ سنجی ونکتہ بینی کا غزالہ، قرطاس وقلم کا

*مضمون نگار فخر ازہر دار الافتاء، ہاسپیٹ بلاری کرناٹک کے مفتی ہیں۔

سرور، درس وتدریس کا اختر، فقہ وافتاء کا بحر قلزم، احقاق حق و ابطال کا رستم، تصنیف وتالیف کا بادصبا، دنیائے تحریرات کا بلند پرواز ہما، رشد وہدایت کا سراج، وعظ ونصیحت کا چراغ، بزم فقہ و تصوف کا درخشندہ شمع، قرآن واحادیث کی نکت کا کاشف الغمہ، شریعت وطریقت کا عملی ترجمان، ملک معرفت وحقیقت کا ایک جہاں دیدہ سلطان جن کی ذات ستودہ صفات ان جیسے کمالات ومحاسن سے متصف جانی جاتی ہے۔

دینیات میں جنہوں نے ۶۱ رعلوم وفنون سے مملوتصانیف کا ذخیرہ دیا، جامعۃ الرضا کی شکل میں ایک عظیم علمی یونیورسٹی عطا کی، صحافتی دنیاں کو طلعت بار کرنے سنی دنیا کے نام سے موسوم ایک قیمتی تحفہ سے سرفراز فرمایا، نو پید مسائل کو حل کرنے اور امت مسلمہ کو حرام کاری وحرام خوری سے محفوظ ومامون رکھنے ان کے مشکلات وترددات کو دور کر کے آسانیاں فراہم کرنے اور لاینحل الجھنوں کو سلجھانے کے لئے شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف جیسی جید مفتیان کرام ایک انجمن دی اور قوم وملت کے ہر طرح کی پریشانیوں کا جائزہ لے کر اس کی دفاع اور قومی تعمیری وترقی نیز ایمان وعقائد کو تحفظ بخشنے کے لئے یادگار رضا جماعت رضائے مصطفیٰ کو از سرے نو زندگی کی بہار عطا فرما کر ملت کے حوالے کیا، جنہوں نے عالم اسلام میں شریعت وطریقت دونوں کی خوب خوب نیر باریاں کیں کروڑوں لوگوں کو قادریت کا جام عرفان پلا کر غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مستانہ بنا دیا جن کی عالمی تبلیغ نے لاکھوں لاکھ گم گشتگان راہ کو منزل کا ادراک کرا دیا، مسلک حقہ مسلک اعلیٰ حضرت کا صحیح خدوخال اسلامی روشنی میں پیش فرماتے رہے، اس کی ایسی ترجمانی فرمائی کہ اپنے تو اپنے اغیار بھی مبہوت رہ گئے، آپ نے اپنی حق بیانی اور بے باکی کے ذریعہ عالم اسلام کے مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائی، آپ کے اسی کے بے مثال کردار وکریکٹر کو دیکھ کر ایک جہان کو کہنا پڑا۔ ؂

زہد وتقویٰ عشق کے عنوان ہیں اختر رضا
مسند عرفان کے سلطان ہیں اختر رضا

بریلی میں ورود

صبح صبح مرکز عشق ومحبت، کعبہ فکر ونظر، قبلۂ قلب وجگر بریلی شریف میں ورود ہوا، جب عشق ومحبت کی جنت میں قدم رکھا تو دل نے کہا ذرا سنبھل کر چلنا، یہ کوئے جان جاناں ہے، جہاں کی تھوڑی سی بے احتیاطی بھی زوال عشق کا سبب ہوتا ہے، تیرے لئے یہاں کا ہر ذرہ قابل احترام اور لائق تعظیم ہے، یہی تو تری فردوس بریں ہے، کیا رسول باوقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان یاد نہیں ہے کہ مختار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مقام میرا امتی کے درمیان ہے، وہی مقام شیخ کا اپنے مریدوں کے درمیان ہے۔ (فتاویٰ رضویہ بحوالہ کنز العمال)

کیا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے شیخ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ممبر کا بوسہ دیتے نہیں دیکھا؟ کیا ایک یہودی کو خاک پائے نبی اپنی آنکھوں میں لگاتے اور اسے نور بار بناتے نہیں پایا؟ کیا عشاقان زمن کو امام بخاری علیہ الرحمہ کی تربت قدس کی مٹی بطور تبرک لے جاتے اور اس کا احترام کرتے مشاہدہ نہیں کیا؟ دیوان گان عشق ومحبت کے طریقۂ رندانہ کا ایک طویل داستان صفحات تاریخ پر مرتسم ہے، حضرت امیر وخسرو علیہ الرحمہ کا قصہ عاشقانہ سماعت میں رس گھولنے لگا اور پورا واقعہ نگاہوں کے سامنے جلوہ نما ہو گیا کہ آپ نے ایک جنگ سے واپسی پر راستہ میں اپنے شیخ حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کے وجود با مسعود کی خوشبو پانے لگے، پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک شخص بارگاہ شیخ میں حاضری دے کر آیا ہے اور اس کے پاس کا نعلین پاک ہے جس کی بھینی بھینی خوشبو فضائے بسیط کو معطر کر رہی ہے، آپ اسے ہیرے جواہر کے عوض خرید لیتے ہیں، اس نعلین پاک کو زیب سر بنا کر پیادہ پا بارگاہ شیخ میں حاضری دیتے ہیں اور بارگاہ شیخ سے اپنے بااخلاص عاشقی کا انعام پاتے ہیں، حضور نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ اپنے شیخ کی بارگاہ کے کتوں کا بھی احترام کرتے ہیں، خود امام اہلسنت امام احمد رضا قدس سرہ دیار شیخ میں اپنے دونوں صاحبزاد کو شاہی کتوں کی شکل میں پیش فرماتے ہیں، انہیں بزرگوں کے نقوش قدم کو مشعل راہ بنا اور دیار شیخ کا وہی احترام

کرتب جا کر روحانیت کا بھیک پا سکتا ہے، یہ بریلی تیرے لئے جنت سے کیا کم ہے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ؎

اے بریلی میرا باب جنت ہے تو
یعنی جلوہ گہہ اعلیٰ حضرت ہے تو

خیالوں کا یہ بانکپن بھی جو عنفوان شباب پر گامزن ہو کر ادب واحترام کا جوت جگا رہا تھا، دراصل یہ ساری کرم فرمائیاں بھی مرشدی، آقائی، حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرفات باطنی کا اثر تھا جو باعتبار روحانی اس غریب پر ہو رہا تھا۔ ؎

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

معاونین کی نوازشات

حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین صاحب قادری کشمیری دام ظلہ النورانی سے فون پر گفتگو ہوئی، انہوں نے ارشاد فرمایا، آپ کا مسیج پڑھا، محترم الحاج اقبال شیخانی صاحب قادری کا بھی فون آیا تھا، چونکہ مجھے کشمیر کیلئے روانہ ہونا تھا، اس لئے خادم سے کہہ دیا گیا ہے، مغرب کے بعد شیخ المشارق والمغارب، امام العارفین والسالکین، سراج الحق والصادقین، تاج الاسلام والمسلمین، امتیاز الایمان والمومنین حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ سے یقیناً ملاقات ہوگی، آپ بالکل مطمئن رہیں، حضرت والا کی ذرہ نوازیوں کا احقر بے حد مشکور وممنون ہے۔

ان کے ماسوا مفتی راحت صاحب، مفتی نشتر صاحب فاروقی، الحاج اقبال صاحب شیخانی عالی جناب اور عالی جناب عبد الصبور صاحب نے بھی معاونت فرمائی، ان تمامی حضرات کا ممنون و مشکور ہوں کہ ان کے طفیل شرف لقا کا پیام مسرت ملا۔

ان محبان گرامی وقار کا باران کرم بشکل فیضان حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب خوب برس رہا تھا جب گھر سے نکلا تو ان کی نظر عنایت ہمارے ساتھ رہی، فون کے ذریعے ہماری مدد فرماتے رہے، ان کے تعاون نے کسی لمحہ ہمیں بے یار ومدد گار نہ ہونے دیا، کبھی میاں حضور کو فون ومسیج کے ذریعہ ہمارے متعلق آگاہی دیتے تو کبھی خادم کے گوش گزار فرماتے، کبھی مفتی محمد عاشق حسین دام ظلہ العالی سے سفارش کراتے تاکہ آیۃ من آیات اللہ، معجزۃ من معجزات الرسول، قطب الارشاد، تاج الاسلام، غوث زمانہ، دنیا و مافیہا سے بیگانہ، عارف باللہ حضور سیدی سندی سرکار تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چہرۂ پر انوار کی دیدار سے نگاہوں کو ضیا بار بنا سکوں، ان کی محنتیں رنگ لائیں اور دیدار پر انوار سے مشرف وممتاز ہونے شرف ملا، اللہ عزوجل بطفیل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاونت کا دارین میں اجر جزیل اور جزائے عظیم عطا فرمائے آمین۔

آرزوؤں کا مرکز

آرزوؤں کا کعبہ، تمناؤں کا قبلہ قریب تھا، حسرت دید بے چین وبے قرار کر رہی تھی، شوق لقا حد جنون کو پہنچا ہوا تھا، اسی بےخودی کے عالم میں منزل مقصود کی طرف چل پڑا، جب کاشانۂ رشک ارم کے عین دروازے پر پہنچا اور رخ سمت مشرق کیا تو وہاں دیوانوں کا ھجوم منڈلاتا پایا، پروانوں کا امنڈتا سیلاب دکھائی دیا، غلاموں کی کثرت ادھر ادھر کرتی نظر آئی، گداگروں کی قطاریں لگیں پایا، گرویدگی وفریفتگی کے اس دلنشیں، دلکش اور پرکشش منظر کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ وہ علم وفن، شعر وسخن، قرطاس وقلم، زہد وعبادت، رشد وہدایت، عشق وعرفان، زبان وبیان، فکر وادب، تہذیب وتمدن، عدل وانصاف، جود وکرم، اخلاص ووفا، فصاحت وبلاغت، جمیع محاسن وکمال کا آفتاب لاجواب اسی برج عظیم سے طلوع پذیر ہوتا ہے، احقر بھی آگے بڑھا اور سائلوں کی صفوں میں کشکول فقیری لئے جا کھڑا ہوا۔

امید کرم لئے دست بستہ آفتاب عالم تاب کے طلوع پذیر ہونے کا منتظر تھا کہ اچانک حجاب کی بدلیاں ہٹیں، فضا وماحول پر نورانیت کی برسات ہونے لگی، زلف جاناں کی نکہت باریوں نے مشام جاں کو معطر ومشکبار کر دیا، پھر کیا تھا ہر نگاہ زلیخا کی صورت بن کر اپنے یوسف زمن پر جا ٹکیں، عندلیبان چمن سراپا شوق بن کر محو دید ہو گئے، کسی کے لبوں پر درود وسلام کے نغمات تھے تو کوئی غم داستان سنانے میں مصروف تھا، کہیں رنج والم کی داستان کا بیان آنسوؤں کی زبان میں ہو رہی تھی، کوئی اس ملیح دل

آرا کے توسل سے بارگاہ مولیٰ میں لولگا کر دعاؤں میں مصروف نظر آئے، تھوڑی دیر تک گردو نواح پر یہی اثرات مرتب رہے۔

اچانک حجرے سے خادم کی آواز صد آفرین بلند ہوئی کہ جولوگ ارادت سے منسلک ہونا چاہتے ہیں وہ کپڑے کو تھام لیں، اس کے بعد توبہ، تجدید ایمان اور وعدو وعید کی چاندنی بکھرنے لگی، استغفر اللہ کی گونج نے سحر کن کیفیات سے دوچار کر دیا، کلمہ طیبہ کی دلنواز و ایمان افروز نغمات سے گلشن ایمان وایقان میں بہار نو کی آمد ہونے لگی، وحدانیت ورسالت پر استقامت کی دعوت و تبلیغ کا جام چھلکنے لگا، شریعت پر عمل درآمد ہونے کی نصیحتیں ملنے لگیں، آوامر پر زندگی کی ہر سانس قربان کردینے کا سبق پڑھایا جانے لگا، باطل سے دور ونفور، برائیوں سے کنارہ کشی کا عہد لیا جانے لگا، اہل ایمان کے ساتھ اخوت ومحبت کے معاملات کرنے کی شیرنی بٹنے لگی، قادریت کی غلامی کا پٹہ پہنایا جانے لگا، اس طرح جائے نور پر حاضر باش افراد و اشخاص نے بصد شوق بازار قادریت میں خود کو بیچ ڈالا اور تاجدار ولایت، پاسبان شریعت، امتیاز اہل سنت، شیخ قادریت، آبروئے برکاتیت، گل گلزار رضویت، حجۃ الاسلام کی شان، مفتی اعظم ہند کے قائم مقام، مفسر اعظم کی جان، مسلک حقہ مسلک اعلیٰ حضرت کی پہچان، قاضی القضاۃ فی الہند، پیر طریقت، تاج الشریعہ، جانشین مفتی اعظم اسلام، حضور علامہ، فہامہ مفتی الشاہ محمد اسماعیل رضا خان ملقب بہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری برکاتی رضوی نوری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کو اپنے لئے باعث رحمت و برکت، سبب نجات اور قابل فخر بنالیا، برہان العارفین، سراج السالکین، شمس الفقہاء، قمر الفضلاء، امام الزہد والتقویٰ، سید القوم والملۃ، معین الخواص والعوام، مرجع الاسلام والمسلمین، جامع العلوم والفنون، غوث زماں، معین بے کساں، مریدوں کے حاجت روا، ارادت مندوں کے مشکل کشا، شیخ لاثانی، عارف ربانی حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعائیں کیں۔

سب کے لبوں پر آمین کی ترنم ریزیاں رہیں، کتنا پر کیف، روح پرور، سحر انگیز، نورانیت بار، فیضان بخش، برکات فشاں، ایمان افروز، باطل سوز، راحت رساں اور عشق وعرفان سے لبریز، مقدر ساز لمحات تھے جس کا احاطہ کرنے سے زبان و بیان اور قلم قاصر ہے؟ ؎

علم وفن کے ماہ طلعت بار ہا تم پر سلام
تجھ سے ہے ضوبار حکمت بار ہا تم پر سلام

حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف وممتاز ہونے کے بعد فوراً محقق علی الاطلاق امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار پرانوار پر حاضری دی، فاتحہ خوانی کی، دعا وسلام کے بعد آستانۂ عالیہ پر سرہانے بیٹھ کر استغاثہ واستعانت کیا، تصورات کے جھروں سے ماضی کے پر بہار آنگن کا مشاہدہ کرنے لگا، جب اہل ہند کے قلب وجگر کو نور ایمان سے منور کرنے کی بات آتی ہے، تو افق ذہن پر اجمیر معلّٰی کا نقشہ ابھر آتا ہے، غریب نواز علیہ الرحمہ کے لگائے ہوئے، شجر عقائد کو جب حفاظت کرنے کی بات آتی ہے تو بریلی شریف کے اس مقدس آستانے کا تصور جاگ اٹھتا ہے، اس فردوس بریں میں آرام فرماذات وہی تو ہے، جس نے ملک العلماء جیسی شخصیت عطا کیا، جنہوں نے فقہ حنفی کے مطابق علامہ عبد الحق محدث دہلوی کے بعد احادیث کا ذخیرہ چھ جلدوں میں احادیث البہاری کے نام سے قوم کو دیا اور بے بیشتر تصنیفات کے ذریعہ علمی دنیاں کو بارونق بنایا صدر الشریعہ جیسا فقیہ دیا، جنہوں نے اسلامک انسائیکلو پیڈیا بہار شریعت کی شکل میں قوم کے حوالے کیا، کنز الایمان بھی آپ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے، محدث اعظم ہند جیسا عبقری محدث قوم کے حوالے کیا جن کی حدیث دانی سے ایک عالم فیضیاب ہوا، علامہ عظیم الدین عظیم آبادی جیسا مفکر منظر شہود پر لایا، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند جیسی شخصیتوں کو وجود بخشا جنہوں نے ایک عالم کو شریعت وطریقت کا جام پلا کر مجمع البحرین بنا دیا، سید احمد اشرف کچھوچھوی جیسا عارف باللہ قوم کے سپرد کیا جن کی نگاہ عارفان نے کتنے کی قسمت کا کایہ پلٹ کر رکھ دیا، اگر ناقص تھا تو اسے کامل بنا دیا، علامہ عبد العلیم میرٹھی جیسا مبلغ دیا، جنہوں ایک لاکھ غیر مسلم مفکرین کو مسلمان بنا

دیا شیر بیشہ اہل سنت جیسا مناظر دیا جنہوں نے وہابیت ونجدیت کی بنیاد ہلا کر رکھ دیا، اس کے علاوہ بے شمار تربیت یافتہ تلامذہ و خلفاء کا ایک مضبوط و مستحکم ٹیم دیا، صدرالافاضل، برہان ملت، رفاقت ملت بلکہ عرب وعجم میں کوئی ایسا خطہ نہیں جہاں آپ کے علوم وفنون کے فیضان کی برسات نہ ہوئی، اشرفیہ بھی اسی فیضان منظری کی ایک کڑی ہے، حضور مجاہد ملت، حافظ ملت و دیگر علماء ملت کے خدمات درحقیقت اسی بحر بیکراں کا فیضان ہے، مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم میرٹھی علیہ الرحمہ نے جو کچھ فرمایا وہ مبنی بر حقیقت ہے۔ ؎

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس کے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو دین حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

اس دربار عالیہ میں حاضری ہے جو ہر اعتبار سے فاضل تھا، ہر زاوئیے سے فاضل تھا، ہر جہت سے فاضل تھا، علم حدیث میں دیکھ لیجئے تو فاضل نظر آتا تھا، علم تفسیر میں فاضل تھا، علم فقہ میں فاضل تھا، علم کلام فاضل تھا، علم تکسیر میں فاضل تھا، علم جفر میں فاضل تھا، علم حساب میں فاضل تھا، علم جبنین میں فاضل تھا، علم معاشیات میں فاضل تھا علم حجر میں فاضل تھا، علم نباتات میں فاضل تھا، علم منطق میں فاضل تھا، علم طب میں فاضل تھا علم الاعداد میں فاضل تھا، علم الحیوانات میں فاضل تھا، علم بیان میں فاضل تھا، علم التواریخ میں فاضل تھا، علم لغت میں فاضل تھا، علم نحو میں فاضل تھا، علم صرف میں فاضل تھا، علم منطق میں فاضل تھا، علم حکمت میں فاضل تھا، علم الاخلاق فاضل تھا، علم سیر میں فاضل تھا، علم بدیع میں فاضل تھا، علم لسان میں فاضل تھا، علم صحافت میں فاضل تھا، علم اصول میں فاضل تھا، علم الطیر میں فاضل تھا، علم فلسفہ میں فاضل تھا، علم ردمیں فاضل تھا، علم حاشیہ نگاری میں فاضل تھا، علم الطبیعات میں فاضل تھا، علم فلکیات میں فاضل تھا، الہیات میں فاضل تھا علم العقائد میں فاضل تھا، علم الاحکام میں فاضل تھا، فن شاعری میں فاضل تھا، علم اسماء الرجال میں فاضل تھا، علم جرح و تعدیل میں فاضل تھا، علم درایت میں فاضل تھا، علم الروایات میں فاضل تھا، علم الماء میں فاضل تھا، علم الارض میں فاضل تھا، علم المعدنیات میں فاضل تھا، علم الاجناس میں فاضل تھا، علم رمل میں فاضل تھا، علم التجوید میں فاضل تھا، علم الرموز میں فاضل تھا، علم الشعر میں فاضل تھا، تقریباً پانچ سو علوم وفنون میں فاضل تھا۔

علامہ طارق انور زیدت معالیہ نے ابھی ایک کتاب لکھی ہے جو عرس صدسالہ کی مناسبت سے چھپ کر پیغام رضا بھدراوتی سے شائع ہوئی ہے، جس کو علامہ محمد لیاقت رضا صاحب نوری خلیفۂ مفتی اعظم نے چھپوائی ہے، اس میں پانچ سو علوم وفنون کی تحقیق کی گئی ہے، اپنے دور جو تمام کمالات ومحاسن میں فاضل تھا اسی دنیا محقق علی الاطلاق مجدد اعظم امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے، اس مقدس بارگاہ کی حاضری کے شرف نے قلبی سکون عطا کیا، انہیں کے علوم کے وارث کا کو دنیا تاج الشریعہ کہہ کر یاد کرتی تھی، کرتی ہے اور کرتی رہے گی امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں کسی نے کہا ہے اور خوب کہا ہے۔

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے
اگلوں نے بھی لکھا ہے بہت علم دین پر
کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے

مرکزی دفتر

امام اہل سنت کے مزار پر انوار پر حاضری کے بعد جماعت رضائے مصطفی کے مرکزی دفتر کی جانب چل پڑا، جو پہلے مہمان خانہ تھا، اب وہیں دفتر بھی ہے اور اس وقت حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پر انوار بھی ہے جب اس کے قریب پہنچا تو ایک فلک نما، دلکش، خوب صورت، جاذب نظر، بلند و بالا عالیشان عمارت پر نگاہیں جم گئیں، جس کی پیشانی پر جماعت رضائے مصطفیٰ مرقوم تھا، اس کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوا اٹھا، دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا وہ بھی بڑا حسین وجمیل نظر آیا، کاؤنٹر پر فروکش افراد سے سلام کے بعد دریافت کیا کہ حضرت علامہ سید عظیم الدین صاحب

اور برادرم عالی جناب عبداللہ صاحب رضوی سے کہاں ملاقات ہوگی، وہ اوپری منزل پر گیا اور وہاں سے آ کر کہا اوپر چلے جائیں شاید اجازت لینے گئے تھے اثبات میں جواب پا کر بالائی حصہ پہ جانے کی اجازت دی، اوپر پہنچا تو برادرم عبداللہ صاحب رضوی سے والہانہ ملاقات ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے حضرت علامہ سید عظیم الدین صاحب رضوی ازہری سے ملوایا، حضرت والا نے بھی اپنے چیمبر میں بیٹھایا، منفرد موضوعات پر تبادلۂ خیال کیا، اپنے اعلیٰ اور بلیغ معرکۃ الآرا رائے سے بھی نوازا انہوں بتایا کہ دھیرے دھیرے قدم ان نصب العین کی طرف بھی اٹھ رہے ہیں ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی بہار پر انوار پر حاسدین بھی رشک کرنے پر مجبور ہوں گے، انہوں ناشتہ کرایا چائے نوشی ہوئی اور حضور والا سے اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہوا۔

اذان مغرب

مغرب کی اذان سماعت سے ٹکرانے لگی کامیابی کی طرف آنے کی مؤذن نے امت مسلمہ کو دعوت دی، اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے خانۂ خدا کی جانب چل پڑا، بڑے اطمینان وسکون اور خشوع وخضوع کے ساتھ امام کی اقتداء میں نماز ادا کی، سنت ونفل کی ادائیگی سے فارغ ہوا، اس کے بعد محقق علی الاطلاق کی بارگاہ میں ایک مرتبہ پھر حاضری دی، کتاب ازلیہ وابدیہ کی چند آیتیں تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا، ایصال ثواب کے بعد دعاؤں میں مصروف ہوا، مجدد اعظم کے توسل کو پیش کرتے ہوئے بارگاہ مولیٰ میں مناجات کرنے لگا، جب ان امور سے فارغ ہوا تو امیر الاتقیا، رئیس الاصفیا، عماد المحققین، سراج السالکین، سید المفکر، سلطان المدبر، شمس الفقہاء، قمر الفضلاء، نجم العلم والأدب، زین الشعر والسخن، محی الملت والدین، معین المذہب والمسلک، بحر الزہد والتقویٰ، اہل الدرس والفتویٰ، عین العشق والعرفان، صاحب الحسن والجمال، نیر العلوم والفنون، فخر الخواص والعوام، رہبر شریعت، پیر طریقت، شیخ الکل حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاشانۂ جنت نشان کی جانب بصد شوق جبین روح کے بل چل پڑا۔۔

جب حجرۂ معلیٰ، فردوس عقیدت، رشک ارم، ہمدوش ثریا، عرش محبت، بوسہ گاہ قوس وقزح، قبلۂ کہکشاں، کعبہ سیارگاں، آرزوئے گنگ وجمن، شمع بزم انجمن، مرکز تجلیات ربانی، مخزن فیضان شاہ مکی ومدنی، معدن برکات غوثیت مآب، مصدر کرم غریب نواز، قاسم عطائے اولیائے کاملین، باب بارگاہ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حاضر خدمت ہوا تو نفس نفس لرزہ بر اندام تھا، بے خودی کی کیفیت طاری تھی، سارے وجود پر خوف وخشیت کا سایہ مسلط تھا، لبہائے قلب وجگر کی یہ صدا سماعت کے حوالے ہو رہی تھی۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

ابھی اسی کیفیات سے دو چار تھا کہ حجرۂ مبارکہ کا دروازہ کھلا، عشاقان باوفا کا قافلہ اندر داخل ہونے لگا، عندلیبان محبت کی قلبی چہچاہٹ کی نورانیت فضائے بسیط کو بقعہ نور بنانے لگی، رخ زیبا پر دیدار کی بشاشت کا سورج طلوع پذیر ہونے لگا، نہاں خانۂ دل میں مسرتوں کے نغمات پھوٹ پڑے آنکھوں میں شادمانیوں کی سرخیاں جھلملانے لگیں، جبین ناز پر پسینے کے قطرات کی قندیلیں روشن ہوگئیں، لبوں میں جنبش آ گئی، درود وسلام کی دھیمی دھیمی آواز سماعت میں فرحت باریاں کرنے لگیں، سب کے سب ادب کے سانچے میں اس قدر ڈھلے ہوئے تھے کہ پورے ماحول پر سناٹے کا عالم تھا، عشق کے متوالے، محبت کے شیدائی، شمع محبوبی کے پروانے، اپنے چاند کا چکور، اپنے گل پر نور کے عندلیب، اپنے مطلوب، محبوب اور مقصود کی جانب کشاں کشاں بڑھے چلے جا رہے تھے، عنقریب صحن نور میں قدم رکھا، جہاں ہر طرف نور ہی نور تھا، پورا ماحول معطر وعطر بیز تھا ایسا یقین ہو رہا تھا کہ ہشت بہشت کے بہاروں نے اپنے آغوش میں لے رکھا ہے، اسی اثنا میں ایک مدھ بھری۔ آشک رسیلی آواز سماعت میں رس گھولنے لگی کہ بیٹھ جاؤ۔ لوگ بیٹھ گئے۔ یہ غلام بے دام بھی انہیں صفوں میں بیٹھ گیا۔ پھر دوبارہ آواز ابھری کہ مفتی مقصود عالم صاحب کرنا

ٹک والے کون ہیں۔اس آواز کو سنتے ہی بندہ کھڑا ہوگیا اور عرض کیا اسی گنہگار کو مقصود کہا جاتا ہے۔خادم نے ارشاد فرمایا اوپر بیٹھ جائیے، الامر فوق الادب کے تحت مسند پر قعود کرلیا، بیعت وارادت کا سلسلہ شروع ہوا۔نگاہوں کے سامنے چونکی بچھی ہوئی تھی، اس پر ولایت کا تاجدار، قطبیت کا شہسوار، شریعت کا محافظ، طریقت غواص، عرفان کا شہاب ثاقب۔مقام مشاہدہ کا کواکب، سلطنت قرب کا حاکم۔بحر علم وادب کا قاسم۔رسول اعظم کا نائب وعاشق۔غوث اعظم کا عکس ومظہر۔حسن وجمال کا کہکشاں۔علوم و فنون کا کوہ گراں۔قادریت وبرکاتیت ورضویت کا امین۔جملہ اولیاء کاملین کا مہر مبین۔شیخ حقانی۔مخدوم عرفانی۔شہباز لامکانی۔محبوب یزدانی۔عالم ربانی عارف باللہ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرما تھے اور سارے عالم اسلام کو اپنی نورانیت سے مستفیض ومستنیر فرمارہے تھے۔ ع

کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

جمال بے مثال

موہنی صورت۔گلابی رنگت۔سرخ لبہائے مبارک۔طویل وبلند بینی اقدس۔خمار آلود بڑی بڑی ابھری چشمان پاک، چوڑی تھوڑا ابھری جبین ناز۔سفید وپرنور گھنے لمبے ریشہائے مقدس۔حسین وجمیل موئے مکرم۔بھرے بھرے رخسار منور۔بڑے بھاری بھرکم وزنی وثقیل سر معظم۔چھوٹے چھوٹے زلف معنبر۔عریض و بسیط صدر معلیٰ۔متوسط ومیانہ قد بمائل طوالت۔بنیان وازار میں ملبوس۔بالائے ازار چادر مطہر۔لمبے۔موٹے اور سڈول حلقوم وگردن۔مرمری باہیں۔کشادہ دست۔لمبے انگشتان پاک۔نرم ونازک کلائی۔سر سے پیر تک اور ناخن سے بال تک نورانیت وافرہ سے معمور۔نورانیت فشاں۔چاندنی بخش۔ملاحت سے پر۔نمکینیت سے عبارت سراپا کے دیدار پرانوار سے اپنی آنکھوں کے ذریعے اپنے پورے وجود کو نوبار بناتا رہا اور دل یہی کہتا رہا۔ ع

باغ رضواں میں نہیں ہے حسن کا تیرے جواب
اے شمیم باغ حکمت بارہا تم پر سلام

دست بوسی

کچھ لمحات کے بعد خادم نے سب کو جانے کا حکم دیا بندہ بھی باہر جانے کیلئے کھڑا ہوا مگر خادم کا اشارہ پاکر وہیں بیٹھ گیا جب لوگ باہر چلے گئے تو خادم نے حضرت کے گوش گزار فرمایا کہ ابا حضور مفتی محمد مقصود عالم کرنا ٹک والے شرف ملاقات کو حاضر آئے ہیں، اذن حاضری ملی قریب گیا دست مبارک کو ہاتھوں میں لیا، لبوں سے مس کیا، آنکھوں سے بوسہ دیا، سر پر رکھا اور سینے سے لگایا، عطا کردہ وکالت سے ہوئے مریدین کو حضرت کے سپرد کیا شیخنا المکرم نے قبول فرمایا، دعائیں دی ڈاکٹر آچکا تھا، اس لئے دست بوسی کرتے ہوئے اجازت لی اور باہر آگیا مگر وہ نور بار گلابی چہرہ آج تک نگاہوں میں محفوظ ہے جب باہر آیا تو میرے دونوں ہتھیلی خوشبو سے معطر تھے اور تقریباً دو گھنٹے تک معطر رہے اس کے توسط سے کیا عطا فرمایا وہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی بہتر جانیں۔لیکن وصال پر ملال پر اتنا ضرور کہہ سکتا ھوں کہ مخدوم گرامی وقار نے آخری ایام میں اپنے تصرفات باطنہ کے ذریعہ اس گنہگار وخطا کار مرید کو بلا کر اپنا دیدار بھی کرایا اور جو کچھ نوازنا تھا نواز بھی دیا، حیات ظاہری کا یہ آخری دیدار تھا، اگرچہ دوبارہ بھی بلایا انتظار دیدار بھی ھوا مگر شربت دیدار سے محروم رہا البتہ رخت سفر باندھتے وقت کاشانۂ جنت نشان کے مرکزی دار الافتاء میں بیٹھ کر دیدار پرانوار سے مشرف وممتاز ھونے کا انتظار کررہا تھا لیکن اجازت نہ ملی اور انتظار ہی کرتا رہ گیا اور قیامت ٹوٹ پڑی شاید جنازے میں شرکت کرنے کیلئے ہی بلایا تھا اور اس کی برکات وفیوضات سے بہرہ مند کرنا مقصود تھا بس اتنا ہی عرض کروں گا کہ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون تھے اور کیا تھے اس تعلق سے خود حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا تھا یقیناً وہ حرف آخر ہے۔ ے

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

جانشین تاج الشریعہ

حجرۂ باغ ارم سے نکل کر دوبارہ مرکزی دارالافتاء میں حاضر آیا مفتی نشتر صاحب فاروقی کی ہمراہی ہر لمحہ ساتھ رہی، اس وقت مرکزی دارالافتاء میں بھی دونوں ہی موجود تھے اسی اثنا میں موجودہ وقت کے قاضی القضاۃ فی الہند جانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ الحاج محمد عسجد رضا خان قادری مدظلہ الاقدس سجادہ نشین خانقاہ تاج الشریعہ بریلی شریف پورے جاہ وجلال کے ساتھ طلعت بار ہوئے، سلام ومصافحہ ہوا، خیریت دریافت کی اس کے بعد جلوس فرمایا، مفتی نشتر صاحب فاروقی نے ''ازہری تلوار'' کے حوالے سے تعارف کرایا اس درمیان ہی قائد ملت دام ظلہ النورانی نے مختلف فیہ مسائل پر کلام کا آغاز فرمایا اور بڑی شرح وبسط کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی چونکہ موضوع بحث خالص علمی وفنی اور بڑا ہی دقیق تھا، جب وہ اس کی باریکیوں پر بڑی سرعت وتیز رفتاری سے محو کلام تھے تو احقر حیرت واستعجاب کے عالم میں صرف ٹک ٹکی باندھے رخ زیبا کو دیکھ رہا اور اس کلام بلاغت کو سماعت کر رہا تھا جب گفتگو ختم ہوئی اور سند خلافت لانے اندر تشریف لے گئے تو اس بندۂ بے دام نے مفتی نشتر صاحب فاروقی کی جانت مستجب انداز میں دیکھا تو موصوف نے ارشاد فرمایا کہ کیا دیکھ رہے ہیں اور کیوں تعجب کر رہے ہیں، علوم وفنون کے جس بحر بیکراں سے کروڑوں لوگوں نے سیرابی حاصل کر کے اپنی اپنی تشنہ لبی دور کی ھے، اس نگاہ فیض سے شہزادہ نوازدیئے جائیں تو اس میں کونسی تعجب کی بات ھے، آپ کے علم میں ھونا چاہئے کہ حضور قائد ملت دامت برکاتہم القدسیہ دینی وعصری دونوں علوم سے بہرہ مند ہیں، فضیلت بعد مشق افتاء بھی کی ہے، اس تعلق سے حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری ایام بڑی خصوصیت کا حامل رہا ھے جنہوں نے ازسر نو فقہ وتصوف کا درس دیا ھے اور شریعت وطریقت کا جام پلایا ھے، اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ھے کہ کبھی الاشباہ والنظائر کا درس دے رہے ہیں تو کبھی رسم الافتاء والمفتی کی نکت وباریکی سے آشنا فرمارھے ہیں کبھی شرح عقود پڑھا رہے ہیں اور دیگر فقہی جزئیات وکلیات سے سیراب فرمارھے ہیں۔ دلائل الخیرات۔ حزب البحر۔ قصیدۂ بردہ شریف اور دیگر تصوف کی کتابوں کا درس دیتے ھوئے پایا ھے آنے والے وقتوں میں دنیا دیکھی تو عش عش کرا اٹھے گی ابھی ان باتوں پر کلام فرماہی رہے تھے کہ حضور قائد ملت دام ظلہ النورانی کی جلوہ باری ھوگئی، مفتی صاحب اسی جگہ خموش ھوگئے، حضرت والا نے سند خلافت عطا فرمایا حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیموگہ کرناٹک کی سرزمین پر سلطان الہند کانفرنس میں اسٹیج پر مجمع عام میں جہاں عوام وخواص کی کثرت تھی، تقریباً ۳۵؍ ہزار کا مجمع تھا، اسی مجمع عام میں اپنی خلافت واجازت سے نوازا تھا، اس کے بعد بریلی شریف انا بھی ھوا تو سند خلافت لینے کے مواقع میسر نہ آئے، حضور قائد ملت دام ظلہ النورانی نے اپنی تصدیقات کے ساتھ شجرہ شریف عطا فرمایا اس کے بعد انہوں نے پھر علمی گفتگو فرمانے لگے۔

حضور قائد ملت دامت برکاتہم القدسیہ کی گفتگو لہجہ بڑا سنجیدہ مطانت سے لبریز اور سائستہ تھا دقیق سے دقیق تر مفاہیم کو بڑے آسان پیرائے میں بیان کرنے کے ملکہ کی صلاحیت نقطۂ عروج پر پایا ابھی گفتگو ھو ہی رہی تھی کہ نگاہ گھڑی پر گئی دیکھا کہ میری گاڑی کا ٹائم ھوچکا تھا، بار بار گھڑی دیکھتا رہا لیکن کچھ عرض نہ کرسکا، تھوڑی دیر کے بعد حضور قائد ملت دام ظلہ العالی اپنے حجرہ میں چلے گئے، اس وقت گھڑی دیکھا تو خیال آیا کہ اب کیا کریں، گاڑی تو اسٹیشن جاتے جاتے چلی جائے گی اور فی الفور ریزرویشن ملنا بھی مشکل ھوگا پھر سوچا کہ خیر جو ھونا تھا وہ ھو چکا اب جو ھوگا دیکھا جائے گا اتنے میں مفتی راحت خان صاحب کا فون آیا کہ آپ کی گاڑی نو گھنٹہ تاخیر ھے۔

کرامت

یہ حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہی کہہ لیا جائے کہ غلام بے دام کو مشکلات سے بچالیا اس سہانے سفر میں بے شمار احباب سے ملاقات اور گفت وشنید رہی مثلاً مفتی ذوالفقار صاحب نعیمی ککرالوی، جناب قمر غنی صاحب عثمانی صدر تحریک فروغ اسلام، غلام مصطفیٰ صاحب مالیگاؤں وغیرہ وغیرہ بقیہ ص ۱۳؍ پر

حضور تاج الشریعہ اور ان کے امتیازات

از: مولانا رحمت اللہ صدیقی*

ازھریات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کا شمار عالم اسلام کی عبقری، ہمہ گیر اور جامع کمالات شخصیات میں ہوتا ہے، محققین کا ایک طبقہ اس بات کا معترف ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے بعد آپ سے زیادہ ذہین وفطین وسیع العلم اور وسیع النظر انسان اب تک پیدا نہ ہوسکا ہے، حضرت امام بخاری جس کتاب کا ایک بار مطالعہ کر لیتے وہ انہیں حفظ ہو جاتی، اعلیٰ حضرت جس کتاب کو ایک بار سن لیتے وہ انہیں حفظ ہو جاتی، حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے قرآن حکیم صرف... دن میں حفظ فرمایا، حضرت مجدد الف ثانی نے چھ مہینے میں حفظ فرمایا، حضرت اورنگ زیب نے چھ ماہ میں حفظ کیا اور اعلیٰ حضرت نے صرف سات گھنٹے میں قرآن حکیم حفظ فرمایا، ان کے ذہن کی رفتار بجلی کی رو سے بھی تیز تر تھی، انہوں نے تیرہ سال دس ماہ میں تمام مروّجہ علوم وفنون سے فراغت پائی، ان کے والد ماجد نے ان کے سر پہ فضیلت کی دستار رکھی، اعلیٰ حضرت جس دن سند فضیلت سے سرفراز ہوئے، اسی دن سند افتاء پر بیٹھائے گئے اور اسی دن اسلامی احکام آپ کی سمت رجوع ہوئے، انسانی تاریخ میں ایسی نظیر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے، قدیم تحقیق کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کو ۷۵ ر سے زائد علوم وفنون میں مہارت حاصل تھی، مگر جدید تحقیق کی روشنی میں ان کے علوم فنون کی تعداد ایک ہزار سے بھی زائد ہے، آپ کی ہر تصنیف میں علوم وفنون کی درجنوں کائنات پنہاں ہے۔

اعلیٰ حضرت اپنے عہد کے عظیم مدبر، مفکر، متبحر، نکتہ داں، نکتہ رس، نکتہ شناس، فلسفی سائنسداں اور قانون داں تھے، آپ نے اپنے دینی، ملی، علمی، سیاسی، اصلاحی، سائنسی اور معائنی افکار ونظریات سے پوری دنیا کو متاثر کیا، اہل حق کو باطل کے خلاف تنقیدی شعور عطا کیا اور امت مسلمہ میں عقیدے مسلک اور مشرب کی اہمیت کو اجاگر فرمایا آپ ہر اعتبار سے عہد آفریں عہد نواز اور عہد ساز شخصیت کے مالک تھے، اعلیٰ حضرت اسلامی تاریخ کے تسلسل کی ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتے پر آپ نے ماضی سے حال کے جدا ہونے نہیں دیا، آپ کی تحقیقات سے قصداً بے توجہی برتی گئی، آپ کی ذات، آپ کی شخصیت، آپ کی تحقیقات اور افکار ونظریات امت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے عظیم سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں آپ کو فرقہ بندی سے شدید نفرت تھی، آپ نے اسلامی اتحاد کے جو خطوط متعین کئے ہیں ان پہ عمل کر کے کائنات میں فیروزمندی کی تمام منزلیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

دنیا میں مروجہ علوم وفنون کی کوئی ایسی شاخ نہیں تھی جس پے آپ کی گہری نظر نہ ہو، آپ کی ذات میں جو کمالات امتیازات اور جاذبیت تھی اس کی نظیر سے صدیاں کھالی نظر آتی ہیں، آپ نے اسلامی مفادات کے خلاف ابھرنے والی ہر طاقت کا سر خمیدہ کیا ہے آپ کو ہیئتا ور سائنسی علوم میں بھی کمال کی مہارت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے دنیا کے بڑے بڑے ہیئت دانوں اور سائنس دانوں کو انہیں کی زبان میں چیلنج کیا ہے، مثلاً آئنٹرک ٹیوشن، البرٹ آئین اسٹائن اور البرٹ ایف ہورٹا وغیرہ وغیرہ مؤخر الذکر کے نظریات کو تو اس کے عہد ہی میں باطل ثابت کر کے آپ نے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا اور عالم اسلام کو مغرب کی بری تقلید سے بچایا، امت اسلامیہ پہ آپ کے جو احسانات ہیں ہم اپنا خون جگر دے کر ان کے احسانات کا حق ادا نہیں کر سکتے ان کی شخصیت کو سمجھنے کی اب تک مثبت انداز میں کوشش نہیں ہوئی ہے اور اب تو بعض اپنے بھی لوگ ان کی شخصیت ان کی تحقیقات اور ان کے ارشادات کو تنقید دائرے میں لانے کی سعی لا حاصل کر رہے ہیں، یہ اپنے قد کو بلند کرنے کی ناپاک جسارت

*مضمون نگار مجلہ پیغام رضا ممبئی کے چیف ایڈیٹر اور معروف اہل قلم ہیں۔

ہے، ایک عقل کے اندھے نے یہاں تک کہہ دیا کہ انہوں نے کوئی کتاب تو لکھی نہیں ہے وہ صرف فتویٰ دیتے تھے، نئی نسل کو ان سے برگشتہ کی منظم کوششیں ہو رہی ہیں، ان کی ذات سے ہماری جتنی دوری بڑھے گی تاریکیوں میں اضافہ ہوگا، ان سے عقیدت ومحبت رحمت الٰہی وکرم رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرب کی علامت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ اسلامی تاریخ کی ایک ایسی کڑی ہیں کہ اگر ان سے ہمارا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو ہمارا حال وہی ہوگا جو ایک کشتی کا بغیر پتوار کے ہوتا ہے، انہیں اسلاف سے جو امانتیں ملی تھیں اسے کل کا کل انہوں نے ہماری طرف منتقل کر دیا، بلکہ ان امانتوں میں بے شمار اضافے کئے، ان کے اضافات کی ایک طویل فہرست ہے، یہاں اجمالی تشریح وتوضیح کا موقع نہیں، ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم ان کی شخصیت کا مطالعہ نہیں کرتے، جو لوگ دیانت داری کے ان کی شخصیت کا مطالعہ کرتے ہیں وہ ان کے نام کی تسبیح لے کر بیٹھ جاتے ہیں، ان کے ہاں جو جنون عشق یا عشق کی بیتابی نظر آتی ہے، وہ بیتابی دور دور تک نظر نہیں آتی، انہیں قدرت کی جانب سے جو ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں، ان کی انجام دہی میں وہ لمحہ بھر کے لئے غفلت اور بے توجہی کے شکار نہیں ہوئے، وہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

خانوادۂ رضویہ کی انتہائی روشن اور تابناک تاریخ ہے، اس خانوادے کی دینی، ملی، علمی اور سیاسی خدمات کا دائرہ قریب قریب تین سوسالا پر محیط ہے، دینی، ملی، علمی اور سیاسی خدمات کا تسلسل کسی بھی زمانے میں شکستگی کا شکار نہیں ہوا بلکہ رفتار زمانہ کے ساتھ روز بروز جنوں خیزی میں اضافہ ہی ہوتا رہا، دو سو سال سے قبل کا زمانہ سیاسی خدمات سے عبارت ہے، اساطین خانوادہ رضویہ بڑے بڑے مناصب پر فائز رہے، اعلیٰ حضرت کے جد کریم حضرت شاہ رضا علی خاں علیہ الرحمہ دینی خدمات کا جذبۂ فراواں لے کر جلوہ افروز ہوئے، آپ نے دعوت وارشاد کی بزم آراستہ کی اور مسند افتاء کی بنیاد رکھی، آپ اہل علم بھی تھے اور اہل دل بھی تھے، علمائے زمانہ میں آپ ممتاز بھی تھے اور مشہور بھی تھے، آپ کی زبان میں کن کا اثر تھا آپ جسم وروح دونوں کے طبیب حاذق تھے، پورے برصغیر میں محراب ممبر پر آپ کے خطبات پڑھے جاتے ہیں، جو لوگ آپ سے نظریاتی اختلاف رکھتے ہیں وہ بھی آپ کے خطبات سے استفادہ کرتے ہیں۔

حضرت شاہ رضا علی خاں کی حیات فیضان غوثیت مآب سے مستفیض تھی، آپ کو رحمت الٰہی کا قرب حاصل تھا اور آپ کی کتاب حیات کا ہر ورق عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے روشن ومنور تھا، جب جذبے میں صداقت ہوتی ہے اور حرارت عشق سے دل آشناں ہوتا ہے تو رحمت باری سانسوں کو تحفظ فراہم کرتی ہے اور احساسات کی شفافیت کو کسی بھی حال میں گرد آلود ہونے نہیں دیتی اور اسلام کی ترویج تبلیغ اور تشہیر کے لئے جانشین بھی مہیا کرتی ہے۔

حضرت شاہ رضا علی خاں علیہ الرحمہ کے جذبۂ دروں کی ترویج کے لئے رب نے انھیں حضرت شاہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ جیسا جانشین عطا فرمایا تھا، آپ ہر جہت سے اپنے والد ماجد کا آئینہ تھے، علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ اساطین زمانہ استفادے کے لئے حاضر ہوتے، خود اعلیٰ حضرت نے ان کی علمی شوکتوں فقہی وجاہتوں اور روحانی عظمتوں کا خطبہ پڑھا ہے، آپ کی رفعت شان اور بلندی مکان کے اظہار کے لئے دفاتر درکار ہے، حضرت شاہ رضا علی خاں نے اپنے اسلاف واکابر سے جو امانتیں اور وراثتیں پائی تھیں وہ کل کا کل اپنے صاحبزادے اور جانشین حضرت شاہ نقی علی خاں کو سونپ دیں، آپ کو اپنے والد کا علم ازبر تھا، اس لئے آپ ان کی میراث کے حق دار تھے۔

بیٹے کو اپنے اپنے باپ کے افکار وخیالات اور علم ازبر ہونا چاہئے عصر حاضر میں اپنے آباواجداد کے تصرفات واحساسات سے انحراف کا رجحان تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، باپ دادا متصلّب سنی، فکر اعلیٰ حضرت کے داعی ومبلغ تھے مگر بیٹا پوتا غیروں سے رسم

ازھریات

وراہ استوار کررہا ہے اور شعوری وغیر شعوری طور پر صلح کلیت کو فروغ دینے میں مصروف ہے، حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں۔ ؎

صلح کلی نبی کا نہیں دوستوں
سنی مسلم ہے سچا نبی کے لئے

حضرت شاہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ اپنے والد ماجد شاہ رضا علی خاں کے وارث تھے، انہیں اپنے والد ماجد سے جو وراثتیں اور امانتیں ملی تھیں، اس میں انہوں نے خوب خوب اضافہ فرمایا، ان کا رشتہ حضرت غوثیت مآب سے بڑا مضبوط تھا، غوثیت مآب سے ان کے رشتے کی نوعیت کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ سے فرمایا تھا کہ گیارہ درجہ تک ہم نے تمہیں پہنچا دیا ہے، محققین فرماتے ہیں کہ گیارہ سے مراد بارگاہ غوثیت مآب ہے، حضرت شاہ نقی علی خاں کی شخصیت کوزے میں سمندر تھی، انہیں جو اپنے والد اور اساتذہ سے امانتیں اور وراثتیں ملی تھیں، وہ ساری امانتیں اور وراثتیں اپنے شہزادے اعلیٰ حضرت کے دامن حیات میں ڈال دی اعلیٰ حضرت نے یہ کہہ کر خود اس کی وضاحت کی ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے، اسی سرکار کی عطا ہے، اعلیٰ حضرت کے فرمان ذیشان کا یہ مفہوم ہے، اعلیٰ حضرت کو ان کے والد ماجد سے جو امانتیں اور وراثتیں ملیں اس کی انہوں نے قدر کی، حفاظت کی اور اس میں اضافات کئے ان کے اضافات سے پوری دنیا واقف ہے، اس کا اجمال بھی مجلدات میں پھیل جائے گا، ان کے دینی، ملی اور علمی کارناموں کا حال یہ کہ کان جدھر لگائیے، تیری ہی داستاں ہے، ان کے نغمات عشق کا حال یہ ہے کہ مشرق ومغرب شمال وجنوب ''مصطفیٰ جان رحمت'' کی پرکیف صداؤں سے گونج رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کو اپنے والد ماجد حضرت شاہ نقی علی خاں اور جد کریم حضرت شاہ رضا علی خاں سے جو امانتیں اور وراثتیں ملیں، انہوں نے اپنے شہزادگان حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خاں اور حضور مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ کے دامان حیات میں رکھ دیں، اعلیٰ حضرت کے یہ دونوں شہزادگان اپنے عہد میں اپنی نظیر آپ تھے، اعلیٰ حضرت نے علم وعمل اور عشق کا جو چراغ روشن کیا تھا، ان کے شہزادگان نے اس چراغ کی لو کو کبھی مدھم ہونے نہیں دیا، بلکہ اپنے خون جگر سے اس کی روشنی میں اضافہ فرمایا، اعلیٰ حضرت کے شہزادگان کی دینی، ملی اور مذہبی خدمات کو لفظوں کے حصار میں لانا ہم جیسے بے مایہ اور تہی دست کے لئے بہت مشکل ہے اور یہاں اس کا محل بھی نہیں ہے۔

حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند کو جو اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ سے جو امانتیں، وراثتیں اور فضیلتیں ملی تھیں وہ ساری امانتیں، وراثتیں اور فضیلتیں حضور تاج الشریعہ کو حاصل ہوئیں، حضور تاج الشریعہ کی شخصیت اپنے آباواجداد کی امانتوں، وراثتوں اور وجاہتوں کی جامع تھی، بیک وقت حضرت شاہ رضا علی خاں، حضرت شاہ نقی علی خاں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خاں اور حضور مفتی اعظم ہند حضرت شاہ مصطفیٰ رضا علیہم الرحمہ کے عکوس دیکھے جاسکتے ہیں، حضرت تاج الشریعہ وارث علوم رضا علی خاں بھی تھے، وارث علوم شاہ نقی علی خاں بھی تھے، وارث علوم اعلیٰ حضرت بھی تھے، وارث علوم حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں بھی اور وارث علوم حضور مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں بھی تھے، حضور تاج الشریعہ کے بے شمار امتیازات ہیں ان کے امتیازات کا اجمالی تذکرہ بھی دفتر چاہتا ہے، ان کی ذات علوم وفنون کا سمندر تھی، اس عہد نفاق میں ان کی ذات کو اذان بلالی سے تعبیر کی جاسکتی ہے، وہ حمایت حق، نیابت حق اور اشاعت حق میں اسلاف واکابر کی حسین وجمیل تصویر تھے، انہوں نے حق کے چہرے کو کبھی گرد آلود ہونے نہیں دیا اور باطل کو سرخ رو ہونے نہیں دیا، اسلاف واکابر کی طرح ان کے حاسدین کا بھی ایک بڑا حلقہ تھا، مگر ان کے حاسدین غوثیت مآب کی نظر عتاب کے شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکے، ان کے حاسدین کے گھروں سے ماتم کی صدائیں سنی جاسکتی ہیں، ان کی حیات میں جو زبانیں دراز تھیں وہ اپنے حلقوں میں سمٹ گئی ہیں بلکہ ان کی تعریف وتوصیف میں مصروف ہوگئی ہیں، ان

کے وصال پر سب سے پہلے تعزیتی خطوط حاسدین ہی کی طرف سے اصول ہوئے ،ان خطوط کو اٹھا کر دیکھئے ان میں ان کی عظمتوں کا کھل کر اظہار ہوا ہے،حیرت اس بات پہ ہوتی ہے کہ جو ذات اپنی حیات میں کچھ نہیں تھی وصال کے بعد علم و عرفان، کشف و کرامات اور زہد و تقویٰ کی جامع کیسے ہوگئی علمی دنیا اور اہل عقیدت کی دنیا حاسدین کی اس دورخی پہ حیرت کناں ہے۔

حضور تاج الشریعہ کی ذات خوشبو تھی ،علم کی خوشبو،عمل کی خوشبو اور عشق کی خوشبو وہ جس راہ سے گزرتے تھے رہ گزر مہکنے لگی تھی، وہ جس آبادی میں چلے جاتے تھے، وہ آبادی خوشبو میں نہانے لگتی تھی ، پروانے شمع پر ٹوٹتے ہیں ،اس منظر کو عام نگاہیں روز دیکھتی ہیں شمع کے گرد صبح کا منظر عجیب ہوتا ہے، ہزاروں پروانوں کی نعشیں شمع کے قدموں میں بے گور و کفن پڑی رہتی ہیں اور اپنی وفاداری و جاں نثاری کا دنیا کو پیغام دیتی ہیں، حضور تاج الشریعہ یہی حال تھا وہ جس بزم میں ہوتے، جس محفل میں ہوتے اور جہاں ہوتے پروانے اکٹھا ہو جاتے، جان تو نہیں دیتے چونکہ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی مگر وہ اپنی وفاداری اور خود رفتگی کا ہر زاویئے سے ثبوت فراہم کرتے، جنون عشق میں ان کی زبانوں سے یہ نعرے جاری ہوتے ،بستی بستی قریہ قریہ،تاج الشریعہ تاج الشریعہ،علم کا دریا علم کا دریا،تاج الشریعہ تاج الشریعہ۔

حضور تاج الشریعہ صداقت کی ایک معتبر آواز تھے،ان کی ذات حق کی علامت اور شناخت ان کے قلب کی طہارت و پاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں، ان کی صورت دیکھ کر ان کی بے غبار خدا پرستی کا یقین ہو جاتا تھا ،وہ جس راہ سے چلتے تھے ہوائیں رک جاتی تھیں ،فضائیں ٹھہر جاتی تھیں اور بڑھتے ہوئے قدم رک جاتے تھے، ایسا محسوس ہوتا کہ بڑھتے ہوئے قدموں میں زنجیریں ڈال دی گئی ہوں ، ہر چلتا ہوا مسافر ٹھہر جاتا تھا اور ان کے حسن میں کھو جاتا تھا، اس میں مذہب و مسلک کی کوئی قید نہیں ہوتی تھی ، بیمار محبت کا اتنی بڑی تعداد اور ایسی دیوانگی کے ساتھ جمع ہونا بہت کم دیکھا گیا ہے، تاریخ میں اس کی نظیر کم یاب ہیں، ان کے اہل عقیدت ، اہل محبت اور اہل ارادت شمار سے باہر ہیں، اگر ہم کوئی تعداد بتاتے ہیں تو حاسدین، مانعین اور مفسدین ہمارا مذاق اڑاتے ہیں ،ان کی بزم عمومی میں سروں کو شمار کرنا بہت مشکل ہوتا تھا۔

راقم نے ایک ہفتے میں ان کے حلقۂ ارادت میں قریب قریب بیس لاکھ افراد کو شامل ہوتے دیکھا ہے، وہ عشق جنون خیز کی ایک ایسی آواز تھے کہ جہاں بلند ہوتی تھی زمانہ وہیں ٹھہر جاتا تھا، دنیا ان کے قدم بقدم ہو جاتی تھی اور اہل عقیدت ان کے قدموں میں اپنا سر بچھا دیتے تھے، وہ اپنے عہد میں ، اپنے قرن میں اور اپنے زمانے میں اپنی نظیر خود تھے، وہ صورتا میں بھی بے نظیر تھے اور سیرتا بھی بے نظیر تھے اور علم و عرفان کے اعتبار سے بھی بے نظیر تھے ان کی عظمتوں ، رفعتوں اور وجاہتوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاعر نے یہ مصرعہ انہیں کے لئے کہا تھا کہ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے، راقم جو کہہ رہا ہے یہ عقیدت کہ بے سمت لہریں نہیں ہیں بلکہ بے غبار صداقت کا محتاط اظہار ہے، کسی عظیم شخصیت کی عظمتوں کے اعتراف و اظہار کے لئے خود کا دینی ، ملی اور علمی اعتبار سے باوزن ہونا ضروری ہے ، جس کا دامن حیات علم و عمل سے خالی ہو وہ لفظوں سے کھیل تو سکتا ہے شخصیت کی داخلی تہوں تک اس کی رسائی نہیں ہو سکتی ، حضور تاج الشریعہ کا اب تک جس انداز میں بھی تعارف ہوا ہے وہ سمندر میں اٹھتی ہوئی لہروں کو دیکھ کر ہوا ہے، سمندر کی لہروں میں اب تک اترنے کی کسی نے کوشش نہیں کی ہے، دلوں کی کائنات میں ان کی عقیدتوں کا طوفان تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے، دنیا ان کی بارگاہ میں اپنے اپنے طور پر خراج عقیدت پیش کر کے اپنا قد بلند کرنا چاہتی ہے۔

◆◆◆

کرم کی گھٹا عرس تاج الشریعہ

از: سید اولاد رسول قدسی مصباحی

رہِ اتقا عرسِ تاج الشریعہ
دلوں کی ضیا عرس تاج الشریعہ

فروزاں ہیں اخلاص والفت کی شمعیں
نظر کی جلا عرس تاج الشریعہ

یہاں رحمتوں کے گہر بٹ رہے ہیں
ہے بحرِ سخا عرس تاج الشریعہ

ہے روحانی جلوؤں کی ہر سمت برکھا
کرم کی گھٹا عرس تاج الشریعہ

مرادوں کی تکمیل کے واسطے ہے
منارِ عطا عرس تاج الشریعہ

رہو دور تم صلحِ کلی سے تازیست
ہے حق کی صدا عرسِ تاج الشریعہ

نہ گھبراؤ ماحول کی خستگی سے
ہے غم کی دوا عرسِ تاج الشریعہ

بچھا دو یہاں فرشِ قلب وجگر کو
ہے داتا بڑا عرسِ تاج الشریعہ

کڑی دھوپ میں اضطرابِ جہاں کی
سکوں کی روا عرسِ تاج الشریعہ

ہے باطل ہواؤں میں حقانیت کا
منور دیا عرسِ تاج الشریعہ

جو مسلک کی کرتے نہیں آب یاری
ہے ان سے خفا عرسِ تاج الشریعہ

رکھو اپنے دامن کو پھیلائے اس جا
ہے مہر وفا عرس تاج الشریعہ

نوازے گا کتنا تمہیں یہ نہ پوچھو
بنامِ رضا عرسِ تاج الشریعہ

رضا کی تجلی کے سائے میں قدسی
ہے فکر رسا عرس تاج الشریعہ

دھوم یہ عرسِ تاج الشریعہ کی ہے

از: فریدی صدیقی مصباحی مسقط عمان

یہ جھلک اخترِ برجِ تقویٰ کی ہے
دھوم یہ عرسِ تاج الشریعہ کی ہے
روشنی ان کی ذاتِ مجلّٰی کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

رحمتوں کے گُہر جگمگانے لگے
سنیت کے چمن مسکرانے لگے
کیا مہک اُس گُلِ قادریہ کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

گُنگناتے چلو ، نغمے گاتے چلو
اپنے مرشد کے در، مسکراتے چلو
یہ صدا ان کے ہر ایک شیدا کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

سب دِوانے چلیں، غم مٹانے چلیں
اُن کے در اپنی بگڑی بنانے چلیں
سب پہ چشمِ کرم اُس مسیحا کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

علم کے چاند تاروں کی بارات ہے
اور مبارک سلامت کی سوغات ہے
واہ کیا شان اس رضوی دولھا کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

موت سے پہلے ہی آپ نے کہہ دیا
اختر قادری خلد میں چل دیا
یہ زباں ایک جنت رسیدہ کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

بادشاہِ سخن ، تاج دارِ قلم
سب نے مانا اُنھیں، کیا عرب کیا عجم
ایسی رعنائی مہمانِ کعبہ کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

ازھریات

نائب نوری اور جانشین رضا
علم وحکمت میں ہیں وہ امین رضا
شان کیا اُس شہِ بزمِ افتا کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

شاہ عسجد کے انداز کو دیکھیے
آپ کے چہرۂ ناز کو دیکھیے
ہوبہوسب جھلک ان کے بابا کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

یاخدا یہ گھرانہ سلامت رہے
حق کا یہ آشیانہ سلامت رہے
اِس چمن میں مہک، باغ طیبہ کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

جوہیں بچھڑے ہوئے، اُن کوبھی ساتھ لیں
متحد ہوکے یوں، سارے سُنّی چلیں
خیر اِس بات میں دین ونیا کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

غوث وخواجہ رضا، حامد و مصطفٰے
اُن کے عاشق پہ ہے سب کا دستِ عطا
کیا پزیرائی اُس در کے منگتا کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

باغِ دل کھل اٹھا، شاخ پر پھل پڑے
آیا اُن کا بُلاوا تو ہم چل پڑے
فکر اب تو رکاوٹ نہ بادھا کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

ہر بلا، ہر مصیبت اتر جائے گی
زندگی ایک پل میں سنور جائے گی
بات بس فخر ازہر کی کِرپا کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

لے کے آیا فریدؔی جو نذرِ سخن
کیوں نہ جھومیں اسے سن کے اہل سنن
منقبت یہ رضا کے نبیرہ کی ہے
دھوم یہ عرس تاج الشریعہ کی ہے

عرس تاج الشریعہ منانے چلیں

از: عرفان رضا قادری، چھپرہ، بہار، انڈیا

تم چلو ہم چلیں سب دیوانے چلیں
عرسِ تاج الشریعہ منانے چلیں

اپنا سویا نصیبہ جگانے چلیں
دل کی مرجھائی کلیاں کھلانے چلیں

سنیو! فیض سرکار پانے چلیں
غمزدو آؤ! غم کو بھلانے چلیں

عشق و عرفان کی روشنی دیکھنے
ظلمتیں اپنے دل کی، مٹانے چلیں

روشنی، روشنی، چاندنی، چاندنی
آئینہ قلب کا، جگمگانے چلیں

کیوں سسکتے ہو تم، کیوں بلکتے ہو تم
آؤ! دربار میں مسکرانے چلیں

رحمتیں لوٹنے، برکتیں دیکھنے
آؤ! شہر بریلی، دِوانے! چلیں

آ گیا عرسِ اختر رضا آ گیا
عشق میں خوب دھومیں مچانے چلیں

ہے اسی ماہ میں عرسِ پاک حضور
دردِ دل مرشدی کو دکھانے چلیں

قافلے پھر بریلی کی جانب چلے
ہم بھی اب گیت الفت کے گانے چلیں

یادِ مرشد میں عرفانؔ شہر رضا
اشک آنکھوں سے اپنی بہانے چلیں

◆◆◆

نگاہ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اخترؔ ہزار آنکھوں میں

اہل ایماں کیوں نہ ہوں گے مدح خوان ازہری

از: مولانا سید خادم رسول عینی، بھدرک اڑیشہ

شرع کے گل مزین ہے جہان ازہری
کیوں نہ مہکے پھر جہاں میں گلستان ازہری
وہ فنافی الرب، فنافی المصطفےٰ ہیں بالیقیں
اسم غوث پاک ہے وردزبان ازہری
مرجع العلما بھی ہیں تاج شریعت بھی ہیں
وہ دیکھئے اہل نظر کیسی ہے شان ازہری
جوق در جوق آکے شامل ہورہے تھے مومنین
بڑھتا جاتا جس طرف تھا کاروان ازہری
مفتی اعظم کی تھے اختر نگاہ انتخاب
مفتی اعظم ہیں میر کاروان ازہری
شرع کا جو ہے مخالف جو ہے گستاخ نبی
اس پہ لگتا ہے ہدف جیسا نشان ازہری
حجۃ الاسلام کے عینؔی وہ ہیں عکس جمیل
اہل ایماں کیوں نہ ہونگے مدح خوان ازہری

یادگار اعلیٰ حضرت حضرت اختر رضا

از: مولانا محمد انور علی رضوی، منظر اسلام بریلی شریف

مقتدائے اہل سنت حضرت اختر رضا
رہنمائے دین وملت حضرت اختر رضا
مصدر لطف وعنایت حضرت اختر رضا
مایۂ گنج فقاہت حضرت اختر رضا
پرتو احمد رضا و حجۃ الاسلام تھے
خوبصورت خوب سیرت حضرت اختر رضا
خاندان اعلیٰ حضرت کے وہ تھے روشن چراغ
یادگار اعلیٰ حضرت حضرت اختر رضا
روئے انور دیکھ کر کتنے مسلماں ہوگئے
مظہر حق و صداقت حضرت اختر رضا
عاشق خیر الوریٰ اور نائب غوث الوریٰ
شمع بزم اہل سنت حضرت اختر رضا
ازہری فتووں کی ہر جانب جہاں میں دھوم ہے
رب نے بخشی وہ فقاہت حضرت اختر رضا
ماہر علم و ادب اور ناشر دین مبیں
رہبر راہ شریعت حضرت اختر رضا
مسلک احمد رضا کی ہر طرف دھومیں مچیں
تو نے کی وہ دیں کی خدمت حضرت اختر رضا
فخر ازہر، ضیف کعبہ، راحت اہل سنن
ماہر علم شریعت حضرت اختر رضا
مفتی اعظم کے پیارے میرے استاذ کریم
تھے ولیٔ باکرامت حضرت اختر رضا
محفلیں سونی ہوئیں چھائی اداسی ہر طرف
کیا عجب ہے تیری رحلت حضرت اختر رضا
مرکز حق اہل سنت کی دوبالا شان تھی
بالیقیں تیری بدولت حضرت اختر رضا
حق نما و حق بیاں انورؔ تھی ان کی ذات پاک
منبع رشد و ہدایت حضرت اختر رضا

زہد وتقویٰ میں اونچا مقام آپ کا

از: محمد حسان رضا حسانؔ، پٹنہ

تذکرہ چار سو صبح وشام آپ کا
نام بھی ہے فلک احتشام آپ کا
دل نہ کیوں ہو گرفتار دام آپ کا
شہد سے بھی ہے میٹھا کلام آپ کا
آپ علم وعمل میں ہیں کوہ گراں
زہد و تقویٰ میں اونچا مقام آپ کا
ساقیا! صرف ہم پر نہیں منحصر
یہ زمیں کیا، زمانہ غلام آپ کا

کیوں نہ پھیرے لگائیں بریلی کے ہم
ہے بھرا عشق نبوی سے جام آپ کا

ہند کی بات کیا ، ہو عرب یا عجم
دل سے کرتے ہیں سب احترام آپ کا

ردّ بد اعتقادی میں کیا پوچھنا
برق سے ہے قلم تیز گام آپ کا

کفر و بدعات بھی سر چھپانے لگے
جب بھی خامہ ہوا بے نیام آپ کا

اپنے حسانؔ پہ خاص رکھئے نظر
چار پشتوں سے ہے یہ غلام آپ کا

تضمین بر کلام تاج الشریعہ

از: مولانا محبوب گوہر اسلام پوری، مظفر پور

داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا

چاہتوں کا نذرانہ لے کے مستقِل جاتا
پیچھے پیچھے میں جاتا آگے آگے دِل جاتا
گلشنِ مسرت میں تازہ پھول کھِل جاتا
داغ فرقتِ طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبدِ خضریٰ دیکھنے کو مِل جاتا

ہوتی فضل کی بارش میرے آشیانے پر
ہر گھڑی نظر جاتی نور کے خزانے پر
یہ بھی سوچتا ہوں میں اُن کی یاد آنے پر
دم مرا نکل جاتا اُن کے آستانے پر
اُن کے آستانے کی خاک میں، میں مِل جاتا

ہر قدم پہ بکھری ہے روشنی مدینے میں
زندگی کی ملتی ہے ہر خوشی مدینے میں
اس لئے تو ہے عاشق ملتجی مدینے میں
موت لے کے آجاتی زندگی مدینے میں
موت سے گلے مل کر زندگی میں مِل جاتا

حسن گنبدِ خضریٰ مطمحِ نظر ہوتا
لذتِ زیارت سے آشنا جگر ہوتا
یادِ مصطفیٰ ہوتی، میں بہ چشمِ تر ہوتا
خلد زار طیبہ کا اس طرح سفر ہوتا
پیچھے پیچھے سر جاتا آگے آگے دِل جاتا

لگتا آ گیا ہوں میں خلد کی بہاروں میں
منہمک نظر رہتی حسن کے نظاروں میں
ہوتی میری بھی گنتی ان کے جاں نثاروں میں
دل مرا بچھا ہوتا ان کی رہ گزاروں میں
ان کے نقش پا سے یوں مِل کے مستقِل جاتا

دل کی آنکھ سے کرتا دید روئے پیغمبر
رقص زندگی کرتی میری روح کے اندر
کاش ایسا ہوجاتا اے خدائے بحر و بر
وہ خرام فرماتے میرے دیدہ و دل پر
دیدہ میں فدا کرتا صدقے میرا دِل جاتا

فیض یہ رضا کا ہے اور صدقۂ نوری
مِل گئی ہے گوہرؔ کو جو سفر کی منظوری
ختم ہوگئی ساری شہر پاک کی دوری
اُن کے در پہ اخترؔ کی حسرتیں ہوئیں پوری
سائل درِ اقدس کیسے منفعِل جاتا

◆◆◆

توزمیں کی پستیوں میں علم وفن کا آسماں

از: عائشہ نوری عائشہؔ، مظفر پور

مسلکِ احمد رضا کا ہاتھ میں تیرے علم
نجدیوں کے واسطے برق تپاں تیرا قلم
جادۂ منزل ہے بے شک نقش پائے محترم
زندہ باد اے سیدی اختر رضا خاں زندہ باد

بقیہ ص ۷۴؍ پر



Rs. 25/
صفر المظفر ۱۴۴۱ھ / اکتوبر ۲۰۱۹ء
مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان
ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف
OCTOMBER 2019
شہادت امام حسین اور اس کے تقاضے
اسلام میں پڑوسی کا مقام
درس ایثار دیتے اسلامی ماہ و سال
شجر کاری! ایک صدقۂ جاریہ
گلوبل وارمنگ اور نظریۂ شجر کاری
عرس تاج الشریعہ کو متأثر کرنے کی کوشش ناکام
انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
خطرات کے بادل
یادِ شہید کربلا
اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات پر
خصوصی ضمیمہ
آواز دے رہی ہے روح حسین تجھ کو
علم المساحت اور امام احمد رضا
امام احمد رضا کی شاعری میں میلاد مصطفٰے
عقیدۂ توحید اور امام احمد رضا
امام احمد رضا کی اردو اسلوب نگارش
مدیر
مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی
مدیر اعلیٰ
مولانا عسجد رضا خاں قادری



مرکز الدراسات الإسلامیة
جامعۃ الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
92/786
IMAM AHMAD RAZA TRUST
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی وسرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت، عکس حجۃ الاسلام، ثانی مفتی اعظم، نور دیدۂ مفسر اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ
حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی **محمد اختر رضا** خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہ

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر اعلیٰ
مولانا عسجد رضا خاں قادری

مدیر
مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی

صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۹ء

Issue 10 شمارہ نمبر ۱۰
Vol. 4 جلد نمبر ۴

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

فی شمارہ ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

ہدایت:
اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

قانونی انتباہ:
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.co.in
www.hazrat.org

رابطہ کا پتہ
ماھنامہ سنی دنیا
۸۲ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔
Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

شہادت امام حسین اور اس کے تقاضے

کلک محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اداریہ

محرم کا مہینہ آتے ہی دل مؤمن پرغموں کے بادل چھانے لگتے ہیں، میدان کربلا کا ایک ایک خونی منظر نگاہوں میں گھومنے لگتا ہے، حق کی سربلندی کے لئے نبی کریم ﷺ کا پیارا لاڈلا اپنا پورا کنبہ قربان کرتا ہوا نظر آنے لگتا ہے، ظلم وستم اور مصائب وآلام کی انتہا اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ جس حلقوم مبارک کو مصطفےٰ جان رحمت صل ﷺ نے بوسے دیئے ہوں اسے آپ ہی کا کلمہ پڑھنے والوں نے چھلنی چھلنی کر دیا، یہ ساری یادیں تازہ ہوجاتی ہیں اور ہم اپنے آپ کو اس طرح سے پیش کرتے ہیں کہ جیسے ہم سے بڑا امام حسین عالی مقام کا شیدائی وفدائی پیدا ہی نہیں ہوا۔

یہ سب کچھ ہوتا ہے اور امام حسین سے عقیدت ومحبت، وارفتگی ودیوانگی کے نام پر ہوتا ہے اور اس حقیقت کو یکسر فراموش کر دیا جاتا ہے کہ آخر سانحۂ کربلا پیش کیوں آیا تھا؟ کیوں امام حسین نے اپنی سکون بھری زندگی چھوڑ کر کربلا کا پرخطر سفر اختیار کیا تھا؟ اور کیوں باری باری اپنے جاں نثاروں کے ساتھ اپنا پورا کنبہ شریعت مصطفےٰ پر وار دیا تھا؟

جب یزید نے اسلام اور شریعت کی خوبصورت شبیہ کو اپنی بدعملی کے گردوغبار سے کریہہ المنظر بنانے کی کوشش کی تو امام حسین عالی مقام نے اس کی سخت مخالفت کی، یہاں تک کہ اپنی اور اپنے جاں نثاروں کی پیاری جانوں کا نذرانہ دے کر اسلام اور اس کی حسین تعلیمات کی چمک دمک کو ماند پڑنے سے بچالیا، آپ نے اپنے خون کی لالی کا غازہ مل کر اسلام کے حسن وجمال کو دوبالا کر دیا، آپ نے وادی نینوا میں صبر وشکر اور تسلیم ورضا کی وہ مثال قائم کی کہ رہتی دنیا تک اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

امام حسین عالی مقام نے تحفظ اسلام کے لئے اپنی گردن کٹا کر ہمیں یہ درس دیا کہ اگر کوئی ظالم اپنے ظلم وستم کے زور پر اسلامی حقانیت وصداقت کو گردآلود کرنا چاہے یا احکام شریعت کو مسخ کرنا چاہے تو اس کے ظلم وستم کے سامنے اپنے سر کو تو قربان کر دینا لیکن اسلام اور احکام شریعت کو کسی بھی حال میں مسخ نہ ہونے دینا، شریعت میں مداخلت خواہ وقت کا شہنشاہ بھی کرے تو اسے کسی بھی قیمت پر برداشت نہ کرنا، ایک ایک کرکے پورا کنبہ قربان ہوچکا ہے، رنج وغم سے نڈھال ہیں، بھوک اور پیاس کی شدت سے جاں بلب ہیں، ہر طرف سے یزیدیوں کے تیروں تلواروں کی یلغار ہے مگر نماز کا وقت آیا تو آپ مصلے پر کھڑے ہو گئے اور اپنے نانا جان کی امت کو اپنا آخری پیغام دے گئے کہ احکام شرع بالخصوص نماز کی پابندی ہر حال میں ضروری ہے خواہ وہ جنگ کے میدان اور تلواروں کے سائے میں ہی کیوں نہ ہو۔

یاد حسین کا اصل مقصد اپنے اندر شریعت مصطفےٰ پر اپنے جان ومال کو نثار کر دینے کا جذبہ پیدا کرنا ہے، جبکہ آج ہمارا حال یہ ہے کہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے اسلام اور شریعت کے احکام کو ہر وقت قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں، ہم حسین حسین کا نعرہ تو ضرور لگاتے ہیں لیکن ہماری زندگی تعلیم حسین سے یکسر خالی ہے، ہم نعرہ تو امام حسین کا لگاتے ہیں لیکن کام یزیدیوں کا کرتے ہیں، بعض لوگ یوم شہادت حسین کو کھیل کود اور تماشوں میں گزار دیتے ہیں اور اپنے اس غیر شرعی رسم ورواج کو ہی پیغام شہادتِ حسین سمجھتے ہیں، جبکہ آپ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ خود کو تمام برائیوں، غلط رسموں اور خلاف شرع امور سے دور ونفور رکھا جائے، مولائے کریم اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں جذبۂ حسینی سے سرشار فرمائے، آمین۔

◆◆◆

اسلام میں پڑوسی کا مقام

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

اسلام چوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے، لہٰذا اسے ہر اعتبار سے جامع اور تمام خوبیوں سے مزین ہونا ہی چاہیے اور ایسا کہ اس کی رواداری، کشادہ ظرفی، اولوالعزمی، دریا دلی اور دیگر اوصاف دیکھ کر غیروں کو اس کے محاسن کا معترف ہونا پڑے، اسی لیے اسلام حقوق کے معاملے میں نہایت حساس اور چاق و چوبند ہے، پڑوسی ہی کے حقوق کو لیجیے تو اسلام نے پڑوسی کے ساتھ جس حسن سلوک اور خیر خواہی کا نظریہ پیش کیا ہے اس کے خدائی دین اور واجب التسلیم مذہب ہونے کے لیے کافی ہے، پڑوسی کی تقسیم کر کے سب کے الگ الگ حقوق کا تعین یہ صرف اسلام کرتا ہے اور کوئی مذہب نہیں، بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”پڑوسی تین قسم کے ہیں ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں، بعض کے تین حق ہیں، بعض کے دو حق ہیں اور بعض کا ایک حق ہے، جو پڑوسی مسلم اور رشتہ دار ہو اس کے تین حق ہیں، حق ہمسائیگی، حق اسلامی اور حق رشتہ داری، مسلم پڑوسی کے دو حق ہیں حق پڑوس اور حق اسلام اور کافر پڑوسی کا ایک حق ہے، حق جوار۔“ (ابن ماجہ)

پڑوسی اگر مسلمان ہو تو اس کے تعلق سے حق کی وضاحت فرماتے ہوئے اسلام حق کا تعین یوں کرتا ہے۔ (۱) جس چیز کی انہیں ضرورت ہو اسے پورا کرو۔ (۲) اگر قرض چاہتے ہوں تو قرض دو۔ (۳) اگر انہیں خوشی حاصل ہو تو مبارک باد پیش کرو۔ (۴) اگر کوئی تکلیف لاحق ہو تو اظہارِ افسوس کرو۔ (۵) اگر بیمار ہوں تو مزاج پرسی کرو۔ (۶) اگر مر جائیں تو جنازہ بھی پڑھو اور دفنانے تک ساتھ رہو۔ (تفسیر روح البیان، ج۵ ص۵۳۰)

اگر پڑوسی بد مذہب ہو تو بھی اسلام اپنی شانِ کریمی سے ایسا نوازتا ہے کہ دل بینا ہو تو آدمی اسی کی زلف کا اسیر ہو کر رہ جائے، ایسا ہوا بھی ہے اور اب بھی ہو رہا ہے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا پڑوسی یہودی تھا، اس کے گھر کی دیوار شق ہو گئی جس کی وجہ سے کوڑا کرکٹ آپ کے گھر میں جمع ہو جاتا، یہودی کی عورت نے یہودی کو اس بات کی اطلاع دی، تو یہودی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں معافی مانگنے کے لیے حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا میرے نانا جان رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرو، پڑوسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دو، یہ کلمات سنتے ہی یہودی مسلمان ہو گیا۔ (حقوق العباد)

یہودی کو اسلام قبول کرنے کی دعوت نہیں دی گئی، یہ اسلام کے حق پڑوسی کی تعلیمات کی برکتیں تھیں جس نے تاثیر کا ایسا تیر چلایا کہ کفر، اسلام کے قدم پر جھک گیا، اسلام آج بھی اپنے حسن اخلاق اور محبتانہ برتاؤ سے اقالیم دل فتح کرتا چلا جا رہا ہے، یورپ و امریکہ کے وہ علاقے جہاں کھلم کھلا اسلام کی شبیہ بگاڑنے کی تحریک چل رہی ہے، مگر زمینی حقائق بول رہے ہیں کہ ایسی پر شور زمین سے بھی اسلام کا سنبل و ریحان اُگتا چلا جا رہا ہے، وادی غیر میں اسلام اپنی عظمت کا جھنڈا لہرا رہا ہے، آج عالمی برادری کو محبت کے بول اور پیار کی تھپکی کی ضرورت ہے اور یہ صرف اسلام ہے جو سب کی ضرورت بن کر منوں میں اُتر رہا ہے، دلوں کو بدل رہا ہے، بانی اسلام ﷺ نے بیگانہ پڑوسی کے ساتھ جس عمدہ برتاؤ کا حکم دیا ہے آج ہم لوگ رشتہ دار پڑوسی کے ساتھ بھی ویسا رویہ نہیں برت رہے ہیں، ہمارے اسلاف نے کافر پڑوسی کے ساتھ جو اعلیٰ سلوک کیا ہے آج ہم مومن پڑوسی کے ساتھ بھی ویسا سلوک نہیں کر پا رہے ہیں، اسلامی تعلیمات سے ہماری دوری نے ہماری شاخ اخلاق کو تو بانجھ کیا ہی ہے، خود اسلام کا صحیح چہرہ

*مضمون نگار جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور ایک معتبر اہل قلم ہیں۔

بھی اجاگر نہیں ہو پا رہا ہے، جو ہمارے کردار و عمل سے اجاگر ہونا چاہیے، اسی لیے آج اگر کوئی اسلامی خوبیوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتا ہے، تو اس کا تاثر یہی ہوتا ہے کہ اسلام یقیناً قابل قبول مذہب ہے مگر مسلمانوں کا عمل اسے دھندلا کر رہا ہے، بڑا خوش نصیب ہے وہ بندہ جس کے کردار سے اسلام کی صداقت ٹپکے اور بڑا بدنصیب ہے وہ بندہ جس کے کردار سے اسلام کا دامن غبار آلود ہو، حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کرے۔'' (ابن ماجہ)

اس حدیث میں پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کو اللہ اور آخرت پر ایمان کے ساتھ مشروط کیا جا رہا ہے، اس سے صاف عیاں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک نہیں کر رہا ہے وہ اللہ پر ایمان کے معاملے میں کمزور ہے، اور جب معاذ اللہ، اللہ پر ایمان ہی کمزور ہو جائے تو پھر شجر اعمال میں برگ و بار کہاں سے نمودار ہوگی۔ آخرت کے دن کی اس لیے یاد دلائی گئی کہ پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کی عمدہ جزا تم کو آخرت میں ملے گی، ورنہ بدسلوکی کی بھیانک سزا کے لیے تیار رہو۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

''مومن وہ نہیں جو اپنا پیٹ بھرے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔'' (مشکوۃ شریف)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''اے ابوذر! جب شوربا پکاؤ تو پانی زیادہ ڈالا کرو، اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔'' (مسلم، ج۲)

غیرتِ انسانی سے گری ہوئی بات ہے کہ خود نوع بہ نوع کی غذا کھا کر آدمی آرام کر رہا ہو اور بغل میں اس کا پڑوسی بھوک سے کراہ رہا ہو، اسی لیے صاف لفظوں میں ایسوں کے حق میں فیصلہ سنا دیا گیا کہ تم اپنے مومن ہونے کا لاکھ ڈھنڈورا پیٹو، پڑوسی کو بھوکا رکھ کر تم مومن ہو ہی نہیں سکتے، پڑوسی کی دلداری کے لیے ترکیب یہ بتائی کہ اپنے شوربے میں پانی زیادہ ملایا کرو، یہ زیادہ والا حصہ تمہارے پڑوسی کے کام آجائے گا، اس طرح تم پر کچھ بوجھ نہیں پڑے گا، تمہارا کچھ نقصان بھی نہیں ہوگا اور پڑوسی کا کام بھی چل جائے گا۔ تم قیامت کے دن حق جوار کی باز پرس سے بچ جاؤ گے، پڑوسی کے حق سے چشم پوشی یا غفلت اچھے اچھوں کے لیے قیامت کے دن مصیبت کھڑی کر دے گی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن کتنے ہی پڑوسی ہوں گے جنہوں نے اپنے اپنے پڑوسیوں کو پکڑ رکھا ہوگا اور بارگاہِ خداوندی میں شکایت کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ اے رب! اس نے مجھے چھوڑ کر اپنا دروازہ بند کر لیا تھا اور مجھے اپنے احسان و سلوک سے محروم رکھا تھا۔'' (درمنثور)

پڑوسی کے لیے دروازہ بند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کو نہ اس کی خوشی کا خیال تھا اور نہ ان کی مشکلات کی فکر تھی اور نہ ہی پڑوسی کا پرسانِ حال تھا، اسی لیے پڑوسی قیامت کے دن اپنے غافل پڑوسی کو پکڑے گا اور احکم الحاکمین کے دربار سے اپنا حق مانگے گا۔ حق کا معاملہ تو اتنا سنگین ہے کہ قیامت کے دن بزعم خود بڑے بڑے صاحب مال کنگال نظر آئیں گے اور مآل جہنم میں ٹھکانہ کیسے؟ سنیے نبی محترم ﷺ کی زبانِ فیض ترجمان سے:

''ایک دن صحابہ سے حضور نے دریافت فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و زر نہ ہو، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اس نے پڑوسی کو گالی دی ہو، اسے تہمت لگائی ہو، اس کا مال کھایا، خون گرایا اور مارا ہو، تو اس کی نیکیاں اسے دے دی گئیں، پھر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس کے اوپر ڈالے گئے، پھر جہنم میں پھینک دیا۔'' (ایضاً)

اسلامیات

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن سب سے پہلا جھگڑا پیش کرنے والے دو پڑوسی ہوں گے۔"

ذرا سوچئے پڑوسی کی حق تلفی سے پڑوسی کی کیسی دل آزاری ہوتی ہے کہ سارا معاملہ چھوڑ کر پہلے اسی معاملہ کو رب کے دربار میں اُٹھائے گا۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی ضروری ہے کہ وہ گناہ جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہیں، اس وقت تک خدائے غفار و قہار معاف نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ بندہ نہ معاف کر دے، ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے لیے معیار و میزان ہے یہ جیسا کہہ دے، پڑوسی کے حق میں جیسی گواہی دے دے وہی اس کی زندگی کا حقیقی آئینہ ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا، عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کیسے علم ہو کہ میں نے بھلائی کی ہے یا بُرائی کی ہے؟ تو آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب تم اپنے پڑوسی کو کہتے ہوئے سنو کہ تم نے بھلائی کی ہے، تو واقعی تم نے بھلائی کی ہے، اور جب تم اپنے پڑوسی کو کہتے سنو کہ تم نے بُرا سلوک کیا ہے تو واقعی تم نے بُرا سلوک کیا ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسی کی گواہی پر نیکی اور بدی کا دار و مدار ہے، یعنی اچھے اور بُرے کی سند تاجدارِ کونین کے فرمان کی روشنی میں ہمارے پڑوسی کے پاس ہے، جب پڑوسی سے ہمارا سلوک اچھا ہوگا تو نیکی کی سند ملے گی اور اگر بُرا ہوا تو بدی کی سند تیار ہے، پڑوسی کون ہے؟ پڑوس کا دائرہ حدود کیا ہے، کہاں تک حق جوار پہنچتا ہے، اس تعلق سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"چالیس گھر آگے، چالیس گھر پیچھے، چالیس دائیں، چالیس بائیں۔" (الادب المفرد)

اس سے واضح ہوا کہ کم از کم چاروں طرف چالیس، چالیس گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ضروری ہے، مگر ان میں بھی الگ الگ درجات ہیں اور بعض بعض سے زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وہ پڑوسی زیادہ حقدار ہے جو زیادہ قریب ہے۔" (بخاری)

بلاشبہ وہ مذہب اخوت و مساوات، بھائی چارگی و انسانی ہمدردی کا علمبردار ہے (اور عالمی مذہب کہلانے کا حقدار ہے) جو پڑوسی کے حقوق کا خیال رکھے۔

◆◆◆

ص ۹ / کا بقیہ

[۴] وہ مردِ جلیل جس کی شجاعت نے قیصر و کسریٰ کو سرنگوں کر دیا۔ جس کے عدل و انصاف نے دُنیا کو ستم کی آندھیوں سے بچایا اور ایوانِ کفر میں زلزلہ برپا کیا، حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، جن کی رہ گزر سے شیطان بھی دور بھاگتا ہے۔ جن کی شوکت کا رعب آج بھی اہلِ کلیسا پر طاری ہے۔ جن کی شہنشاہیت کا دبدبہ پوری یہودی و عیسائی سوسائٹی پر ہے۔ جن کے کارہائے نمایاں نے اسلام کے قصرِ رفیع کو استحکام بخشا؛ ان کی شہادت بھی ماہ ذی الحجہ میں ہوئی۔ ایسے مردِ جلیل کے لہو کی بہاروں سے اسلام کا گلشن مہک رہا ہے۔

ان تمام واقعات میں ایک ہی درس ہے: اسلام کے لیے ایثار کے دیپ جلائے جائیں، قربانیوں کی بزم آراستہ کی جائے، جان وار دی جائے لیکن اسلام کے خلاف کسی بھی طرح کا سمجھوتہ نہ کیا جائے۔ باطل سے خوف زدہ ہونا مومن کی شان نہیں اور جذباتی فیصلوں سے بھی گریز کیا جائے؛ بلکہ اپنا آئیڈیل اپنے اسلاف کو بنایا جائے جن کی قربانیوں نے چمن اسلام کو شاداب رکھا؛ جن کے طرزِ حکمرانی نے قیصر و کسریٰ کو گھٹنوں بٹھایا۔ اپنے اندر جو کمیاں ہیں وہ اسلاف کی مبارک زندگیوں سے درس لے کر دور کی جائیں اور ایثار کے جذبۂ صالح کو تازہ کر کے قوم کے مضمحل جسم میں ایمان کی حرارت و توانائی دوڑا دی جائی۔

اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

◆◆◆

درسِ ایثار دیتے اسلامی ماہ و سال

ہجری سال ۱۴۴۱ھ میں عزم و یقین کے چراغ روشن کریں

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

اسلامیات

اسلام عظیم دین ہے، فطرت کے عین مطابق ہے، آسمانی مذہب ہے، سب سے بہتر، پسندیدہ اور چُنا ہوا دین ہے، اسی کی تبلیغ انبیاے کرام علیہم السلام نے کی، رسولانِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے قوموں کو اسی کی طرف بلایا، اسی دین کی تکمیل خاتم الانبیاء ﷺ کی آمد آمد اور نزولِ قرآن سے ہوئی۔

تمام باطل قوتیں دینِ اسلام سے خوف زدہ ہیں، صلیبی جنگوں کی پشت پر بھی یہی پہلو نمایاں تھا کہ: اگر اسلام غالب آ گیا تو عیسائیت کا مستقبل کیا ہوگا؟ کیا دیگر مذاہب جو اپنی اصل شکل کھو چکے ہیں ان کا وجود باقی رہے گا؟ غلبۂ اسلام سے تمام باطل قوتوں یک جا ہو گئیں، سب متحد ہو گئے، اسلام کے خلاف صف آرا ہو گئے، سب نے صرف اسلام کے قصرِ رفیع کو ہدف بنایا، ہر طرح سے اسلام کے خلاف محاذ آرائی کی گئی، فکری اعتبار سے، تمدنی و تہذیبی لحاظ سے، معاشرتی و تعلیمی رُخ سے لیکن تمام کوششیں ان معنوں میں شکست سے دوچار ہوئیں کہ اسلام اپنی اصل شکل میں باقی رہا اور اس کا حق ہونا مثلِ آفتاب پورے عالم پر واضح ہے۔

دین کی سچائی سے تمام باطل قوتیں خوف زدہ رہیں اور ان کی سازشیں روز بروز بڑھتی رہیں۔ دین کی حفاظت کے لیے قربانیوں کی بزم آراستہ کی گئی، اس رُخ سے ہم دیکھتے ہیں تو ہمارے اسلامی سال کا آغاز بھی قربانیوں سے ہوتا ہے اور اختتام بھی قربانیوں پر۔ لیکن افسوس کہ ہم سے جذبۂ قربانی رُخصت ہو گیا، ہمیں دیگر اہم احکام یاد رہے؛ جذبۂ ایثار بھول گئے؛ ضروری چیزیں توجہ میں رہیں لیکن جدوجہد کا حکم و اَمر فراموش کر بیٹھے۔

[۱] ماہِ محرم الحرام پہلا اسلامی مہینہ ہے، نئے اسلامی سال ۱۴۴۱ھ کی آمد آمد ہے، جس کا آغاز ہی اسلامی شریعت کے تحفظ کے لیے میدانِ کربلا میں پروردۂ آغوشِ مصطفیٰ؛ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بے مثل قربانی سے ہوتا ہے۔ گویا یہ درسِ جمیل ہے کہ شریعت کا اصل چہرہ مسخ کرنے کی جہاں کوشش ہو وہاں ہر طرح کی قربانی دے کر شریعت کے تحفظ کو فائق رکھا جائے، یزیدیت نے شریعت پر کربلا میں حملہ کیا اور ہندوستان میں یہاں کی مشرک حکومت شریعت پر حملہ کر رہی ہے؛ ہمیں کسی ایسے قانون سے اتفاق نہیں جو قانونِ اسلامی سے متصادم ہو جو طبیعت کی اختراع ہو؛ ہم خدائی قوانین کے پابند ہیں؛ شریعت پر یقینِ کامل رکھتے ہیں ؎

عجمی خم ہے تو کیا مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا لَے تو حجازی ہے مری

[۲] اسلامی سال کا اختتام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے راہِ خدا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی سے ہوتا ہے؛ جس کی یاد ہر سال تازہ کی جاتی ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قربانی کی یادگار کو باقی رکھ کر ہمیں دین کے لیے قربانیوں کی فکر عطا کی؛ کہ جب بھی دین پر وقت آئے ایثار کی مثالیں پیش کر دی جائیں۔

[۳] اسی اختتامی ماہ ذی الحجہ میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔ شہید کرنے والے وہی لوگ تھے جو بظاہر کلمہ گو تھے؛ لیکن نظامِ اسلام سے منحرف تھے؛ وہ یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ تھے؛ جنھوں نے عظیم صحابی خلیفۂ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے اسلام مخالف قوتوں کو فائدہ پہنچایا، جب کہ ایثارِ عثمانی نے یہ واضح کر دیا کہ دین کے نظام میں کسی بھی سمجھوتہ کی گنجائش نہیں، دین کی بہاریں لہو خیزی سے قائم رہیں گی۔

بقیہ ص ۸ پر

*مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں کے رکن ہیں۔

ماحولیات

شجر کاری: ایک صدقۂ جاریہ

از: مولانا طفیل احمد مصباحی*

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

شجر کاری، ایک حکم شرعی، باعث اجر و ثواب، ملک و ماحول کے لیے ذریعۂ تزئین و آرائش اور اپنے تمام تر مادی و روحانی فوائد کے ساتھ" انسانیت کی ایک عظیم خدمت" بھی ہے، پیڑ پودے لگانا بلاشبہ ایک مبارک عمل ہے، جس میں فائدہ ہی فائدہ ہے اور کسی بھی جہت سے نقصان نہیں۔

لہٰذا ہم زیادہ سے زیادہ ہرے بھرے درخت اور پیڑ پودے لگا کر انسانیت کی عظیم خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ شجر کاری کے فوائد سے بھی واقف ہیں۔ آج پوری دنیا میں درختوں کے کم ہونے پر تشویش ظاہر کی جا رہی ہے اور کثیر تعداد میں درخت لگائے جانے کی بات کی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اشجار جہاں انسان و حیوان کی مختلف ضرورتوں میں کام آتے ہیں، وہیں انسانی زندگی پر یہ مثبت اثرات بھی ڈالتے ہیں اور ماحولیاتی آلودگیوں سے ملک اور معاشرے کو بچاتے ہیں۔ مذہبِ اسلام نے بہت پہلے انسانوں کو خبردار کر دیا تھا کہ سایہ دار اور پھل دار درختوں کو نہ کاٹا جائے۔ پیغمبر انسانیت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اس دنیا میں سراپا رحمت بن کر آئے تھے۔ آپ کے احکام و تعلیمات سراپا رحمت اور انسانیت کی فلاح و بہبود پر مشتمل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے" شجر کاری" کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اس میں بیشمار فوائد ہیں اور یہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہے۔

آج کے دور میں حفظانِ صحت اور ماحولیاتی آلودگی سے تحفظ کے لیے شجر کاری پہلے سے زیادہ اہم اور ضروری ہو گئی ہے، اگر ہم درخت لگائیں گے تو اس سے پوری انسانیت ہی نہیں بلکہ تمام ذی روح کو فائدہ پہنچے گا۔

درخت انسان کے قدیم دوست ہیں، یہ انسان کو سانس لینے کے لیے صاف و شفاف ہوائیں فراہم کرتے ہیں، زمینی اور فضائی آلودگیوں سے پراگندہ ہونے والی ہواؤں کے لیے فلٹر کا کام کرتے ہیں، یہ اشجار ہمیں سایہ فراہم کرتے ہیں، سینکڑوں اقسام کے پھل اور پھول دیتے ہیں، قدرتی آفات سے ہمیں بچانے کے لیے ڈھال کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ہمارے مکان اور آبادیوں کو طوفان اور آندھیوں کی زد سے روکتے ہیں اور عمارتوں کو منہدم ہونے سے بچاتے ہیں۔ یہ درخت گلوبل وارمنگ یعنی درجہ حرارت کی زیادتی (جو آپ پوری دنیا کے سروں پر عذاب بن کر مسلط ہے) سے ہمیں نجات دیتے ہیں، زمین کو کٹائی سے بچاتے ہوئے اس کی زرخیزی بحال رکھنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں انسان کے ہمہ جہت فوائد کے علاوہ یہ پرندوں (جو کیڑوں سے فصلوں کی حفاظت کرتے ہیں) کا مسکن بنتے ہیں اور بارشوں کے نزول کا سبب بنتے ہیں، جن سے زمین کو پانی حاصل ہوتا ہے۔ درختوں سے یہ سارے فوائد اس وقت حاصل ہوتے ہیں، جب یہ زندہ رہتے ہیں اور جب یہ اپنی عمر طبعی کے سبب یا قصداً جلا دینے یا کاٹ دیے جانے کے سبب مر جاتے ہیں یا مرجھا جاتے ہیں، تو ان کی لکڑیاں سالہا سال تک انسانوں کے کام آتی ہیں، بہت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایسے مہربان دوست اور قیمتی سرمایے کی جو قدر ہونی چاہیے، وہ آج ہم سے نہیں ہو پا رہی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم شجر کاری کا واسطہ دے کر یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ آج کم از کم ملک اور آبادی کا ہر فرد ایک درخت اور ایک پودا ضرور لگائے، اس وقت دنیا میں اربوں،

کھربوں کی آبادیاں ہیں، اگر ہر فرد بشر کی جانب سے ایک ایک پودے لگا دیئے جائیں تو پوری روئے زمین پر اربوں کھربوں کی تعداد میں پیڑ پودے وجود میں آجائیں گے اور اس کا فائدہ پوری انسانی برادری کو ملے گا اور یہ ملک و وطن اور انسانیت کی ایک بڑی خدمت کے ساتھ، بالخصوص مسلمانوں کے حق میں یہ عمل "صدقہ جاریہ" ہوگا "السعی منی و الاتمام من اللہ تعالیٰ"

شجرکاری: ایک صدقہ جاریہ

گزشتہ صفحات میں شجرکاری اور کاشت کاری کی فضیلت کے بارے میں مختلف کتب احادیث سے یہ حدیث (مامن مسلم یغرس غرسا او یزرع زرعا فیاکل منہ انسان او طیر او بھیمۃ الا کانت لہ صدقۃ) گزر چکی ہے، یہ متفق علیہ حدیث ہے۔ امام بخاری و امام مسلم کے علاوہ امام احمد بن حنبل، امام نووی، علامہ ہیثمی، صاحب مشکوۃ علامہ خطیب تبریزی، امام سیوطی اور دیگر محدثین نے اس حدیث کو اپنی سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اس حدیث مبارک میں "شجرکاری" کو "صدقہ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شارحین حدیث نے اس کی مختلف توضیحات و تشریحات پیش کی ہیں، جیسا کہ ماقبل میں بیان ہو چکی ہیں، جب حدیث پاک سے یہ معلوم ہو گیا کہ "شجرکاری" صدقہ کے برابر عمل ہے اور صدقہ کے مثل اس میں اجر و ثواب ہے، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کی فضیلت سے متعلق کچھ احادیث نذرِ قارئین کی جائیں، تاکہ اس عمل میں انہیں رغبت اور شوق پیدا ہو اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ وہ شجرکاری کے کاموں میں حصہ لیں یہاں راقم الحروف کا مقصد دلائل کی روشنی میں "شجرکاری" جیسے نیک عمل کو محض صدقہ ہی نہیں، بلکہ "صدقہ جاریہ" کی حیثیت سے پیش کرنا ہے کیوں کہ شجرکاری بیک وقت صدقہ بھی ہے اور صدقہ جاریہ بھی، اب یہاں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ صدقہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ اور حدیث پاک میں جو کہا گیا ہے کہ:

"کل معروف صدقۃ. ہر نیک کام اور ہر اچھی بات صدقہ ہے۔"

تو اس "معروف" سے کیا مراد ہے؟ سیّد السند حضرت علامہ میر محمد شریف جرجانی علیہ الرحمہ نے "معروف" کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے: المعروف ھو کل ما یحسن فی الشرع یعنی معروف ہر وہ چیز ہے جو شرعاً محمود و مستحسن (اچھا) ہو۔

(کتاب التعریفات، ص)

اور بعض علما نے شرع کے ساتھ عقل کی بھی قید لگائی ہے، یعنی جو شے عقلاً و شرعاً محمود ہو، وہ معروف ہے، جیسا کہ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"المعروف: اسم لکل فعل یعرف بالعقل او الشرع حسنہ. والمنکر: ما ینکر بھما. قال اللہ تبارك و تعالیٰ: یا مرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔ یعنی جس چیز کا حسن اور اچھائی عقل و شرع سے معلوم ہو، وہ "معروف" ہے اور عقلاً و شرعاً جو چیز معیوب اور ناپسندیدہ ہو، وہ "منکر" ہے۔" (مفردات القرآن للاصفہانی، ص۵۶۰)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر. یعنی وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔"

صدقہ سے متعلق بخاری شریف، کتاب الادب، حدیث: ۶۰۲۱، مطبوعہ: دار ابن کثیر، بیروت میں مذکور یہ حدیث (کل معروف صدقۃ) بڑی وسعت و جامعیت کی حامل ہے، جس کی روشنی میں پوری ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے کیوں کہ معروف (نیک اعمال و افعال) کے انواع و اقسام کثیر ہیں اور ہر ایک نوع میں تفصیلی کلام کی گنجائش موجود ہے۔

بہر کیف! تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے موضوع کی مناسبت سے ہم یہاں پہلے "فضائل صدقہ" پر مشتمل چند احادیث بیان کرتے ہیں، اس کے بعد اصل موضوع "شجرکاری" کی طرف بڑھتے ہیں۔

فضائل صدقات

(۱) عنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ، يَعْدِلُ بَيْنَ النَّاسِ صَدَقَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر روز جس میں سورج طلوع ہوتا ہے لوگوں کیلئے اپنے ہر جوڑ کا صدقہ دینا ضروری ہو جاتا ہے اور جو لوگوں کے درمیان عدل کرتا ہے تو اس کا یہ عمل بھی صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری ۲/ ۹٦٤؛ حدیث ۱۲۵٦۰)

یہ حدیث "کتاب الاربعین للنووی" اور "مشکوۃ المصابیح للتبریزی" میں بھی ہے۔

(۲) عنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ. قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: فَيَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ. قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْلَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ. قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَلْيَأْمُرْ بِالْخَيْرِ. أَوْ قَالَ: بِالْمَعْرُوفِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان کے لیے صدقہ ضروری ہے، لوگ عرض گزار ہوئے کہ اگر کوئی شخص اِس کی اِستطاعت نہ رکھے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے کام کرے، جس سے اپنی ذات کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ لوگوں نے عرض کیا: اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو یا ایسا نہ کر سکے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضرورت مند اور محتاج کی مدد کرے۔ لوگ عرض گزار ہوئے: اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چاہیے کہ خیر کا حکم کرے یا فرمایا کہ نیکی کا حکم دے۔ لوگوں نے پھر عرض کیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ برائی سے رکا رہے کیوں کہ یہی اس کے لیے صدقہ ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ (صحیح البخاری، حدیث ۲۲٤۱)

(۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رضی اللہ عنہما قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، تُوبُوا إِلَى اللّٰہِ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا، وَبَادِرُوا بِالأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ أَنْ تُشْغَلُوا، وَصِلُوا الَّذِي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهُ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، تُرْزَقُوا، وَتُنْصَرُوا، وَتُجْبَرُوا. ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرلو اور (موت کی سختی میں) مشغول کردیئے جانے سے پہلے اعمال صالحہ میں جلدی کرلو کثرتِ ذکر سے اپنے اور اپنے رب کے درمیان تعلق پیدا کرو، اسی طرح ظاہر و باہر اور پوشیدہ طور پر صدقہ کرو تو تمہیں رزق بھی دیا جائے گا اور تمہاری مدد بھی کی جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ ۱/ ۳٤۳، حدیث ۱۰۸۱)

(٤) عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْمُزَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ صَدَقَةَ الْمُسْلِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمُرِ، وَتَمْنَعُ مِيتَةَ السُّوءِ، وَيُذْهِبُ اللہ بِهَا الْكِبْرَ وَالْفَخْرَ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ. کثیر بن عبد اللہ المزنی اپنے والد گرامی کے واسطے سے اپنے جد امجد (حضرت عمرو بن عوف) سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے، بری موت کو روکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تکبر و فخر کو ختم کر دیتے ہیں۔ اِس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (المعجم الکبیر الطبرانی، ۱۷/ ۲۲؛ حدیث: ۳۱)

(٥) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَلصَّدَقَةُ تَسُدُّ سَبْعِينَ بَابًا مِنَ السُّوءِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ. حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ برائی اور بدبختی کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (المعجم الکبیر الطبرانی ٤/ ۲۷٤؛ حدیث ٤٤۰۲)

(٦) عَنْ عُقْبَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ عَنْ أَهْلِهَا حَرَّ

الْقُبُوْرِ، وَإِنَّمَا يَسْتَظِلُّ الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيْ. حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ اہلِ قبور سے گرمی کو ختم کرتا ہے اور مومن قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سائے تلے ہوگا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۷/۲۸۶، حدیث ۷۸۷)

اسی طرح مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں ہر تسبیح و تحمید اور تہلیل کو صدقہ بتایا گیا ہے، اسی طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے علاوہ اپنی اہلیہ سے ہمبستری کو بھی صدقہ کہا گیا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صدقہ کا باب بڑا متنوع اور وسیع ہے اور اس میں ہر کارِ خیر سما سکتا ہے، مشکوٰۃ شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ، وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ، وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ. فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ." (مشکوٰۃ المصابیح للتبریزی، حدیث ۱۸۹۸: ص ۵۹٤)

اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے لیے ہر نیک کام سرانجام دینا صدقہ ہے۔ لیکن آج کل للہ کی راہ میں مال خرچ کرنا صدقہ کے لیے زیادہ مشہور ہو گیا ہے۔

صدقہ کی تین معروف قسمیں ہیں:

فرض: صاحب نصاب پر زکوٰۃ اور زمین میں فصل کی پیداوار پر عشر فرض ہیں۔

واجب: نذر، صدقۂ فطر اور قربانی وغیرہ۔

نفل: عام خیرات و صدقات جو کوئی بھی مسلمان اللہ و رسول کی رضا کی خاطر مال خرچ کرے یا کوئی بھی نیک کام کرے، وہ سب نفل صدقات میں شامل ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو مال بھی خرچ کیا جائے یا جو نیک کام بھی اخلاص کے ساتھ کیا جائے، وہ صدقہ ہے، اصطلاحِ شرع میں صدقہ کی یہی تعریف ہے۔ مساجد اور دینی مدارس و مکاتب کی تعمیر میں دامے، درمے، قدمے، سخنے کسی بھی جہت سے حصہ لینا، ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنا، غرباء و مساکین کی مدد کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، لباس سے محروم افراد کو کپڑے پہنانا، یتیموں، بیواؤں اور معذوروں کا تعاون کرنا، لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دینا، بری باتوں سے روکنا، یہ سارے نیک اعمال صدقہ کے زمرے میں آتے ہیں۔

صدقۂ جاریہ کا مفہوم

صدقات کی ایک قسم "صدقۂ جاریہ" بھی ہے، ہر صدقہ، صدقۂ جاریہ نہیں ہوتا، لیکن ہر صدقۂ جاریہ، صدقہ ضرور ہوتا ہے، جو آدمی کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، مثلاً: کسی جگہ پانی کی قلت تھی، وہاں کنواں کھدوا دیا، مسافروں کے لیے مسافر خانہ بنوا دیا، کوئی مسجد بنوادی یا کچھ رقم مسجد کی تعمیر میں دے دیا، یا کوئی دینی مدرسہ بنا دیا یا کسی دینی مدرسہ میں پڑھنے والوں کی خوراک، پوشاک اور کتابوں کا انتظام کر دیا، یا کسی مدرسہ کے بچّوں کو قرآن مجید کے نسخے خرید کر دے دیا یا اہلِ علم کو ان کی ضروریات کی دینی کتابیں لے کر دے دیں وغیرہ وغیرہ۔ جب تک ان چیزوں کا فیض جاری رہے گا، اس شخص کو مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب ملتا رہے گا اور اس کا فائدہ پہنچتا رہے گا اور یہی "صدقۂ جاریہ" ہے۔

صدقۂ جاریہ کے بارے میں مندرجہ ذیل حدیث بہت مشہور ہے، جسے اکثر محدثین نے اپنی کتب میں نقل فرمائی ہے:

"عن أبي هريرة قال: قال النبي ﷺ إذا مات الانسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له. ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں، لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے (یعنی مرنے کے بعد مردے کو اس کا ثواب ملتا رہتا ہے) اوّل: صدقہ جاریہ، دوم: علم نافع سوم: اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہتی ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح للتبریزی، حدیث ۲۰۳: ص ۷۱)

ماحولیات

اس حدیث میں خصوصیت کے ساتھ تین اعمال صالحہ ایسے شمار کرائے گئے ہیں، جن کا اجر وثواب قیامت تک ان کے عامل کو ملتا رہے گا۔ الدنیا مزرعة الآخرة. دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ ہم یہاں عمل کی جیسی بیج بوئیں گے، آخرت میں فصل بھی ویسی ہی کاٹیں گے، دنیا کی کھیتی میں اعمالِ صالحہ و افعالِ حسنہ بونے کا ثمرہ اجر وثواب کی شکل میں ملے گا اور اعمالِ قبیحہ کا نتیجہ و خمیازہ آخرت میں عتاب و عذاب کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ الامان والحفیظ! اللہ تعالیٰ اپنے حبیب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں دنیا میں نیک اعمال کرنے اور برے افعال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

صدقۂ جاریہ کے حوالے سے مذکورہ حدیث کے علاوہ ایک اور حدیث میں سات چیزوں کا ذکر ہوا ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ بندہ اس دنیا سے چلا جاتا ہے اور قبر میں رہتا ہے، لیکن اس کو ان اعمال کا ثواب قیامت تک پہنچتا رہتا ہے۔ اس حدیث میں جن "اعمالِ سبعہ" کو صدقۂ جاریہ بتایا گیا ہے، ان میں سے ایک "شجر کاری" یعنی درخت اور پودے لگانا بھی ہے، جس سے یہ مسئلہ روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ "شجر کاری، محض صدقہ ہی نہیں بلکہ ایک صدقۂ جاریہ ہے"۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: سبع يجري للعبد أجرهن وهو في قبره بعد موته: من عَلّم علماً. أو كرى نهراً. أو حفر بئراً. أو غرس نخلاً. أو بنى مسجداً. أو ورّث مصحفاً. أو ترك ولداً يستغفر له بعد موته. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۱/۱۶۸)

صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، حدیث ۳۶۰۲/ المکتب الاسلامی، بیروت) میں بھی یہ حدیث موجود ہے، لیکن اس میں "او کری نهرا" کے بجائے "او اجرىٰ نهرا" کے الفاظ آئے ہیں۔

یعنی سات اعمال ایسے ہیں جن کا اجر وثواب بندے کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، حالاں کہ وہ قبر میں رہتا ہے۔ اول: جس نے علم سکھایا، دوم: یا نہریں کھدوائی، سوم: یا کنواں کھودوایا، چہارم: یا کوئی درخت لگایا، پنجم: یا کوئی مسجد تعمیر کی، ششم: یا قرآن شریف ترکے میں چھوڑا، ہفتم: یا ایسا فرزند چھوڑ کر دنیا سے گیا جو مرنے کے بعد اس کے لیے دعائے مغفرت کرے، اسی طرح شجر کاری سے متعلق ریاض الصالحین کی حدیث میں "کان له صدقة الی یوم القیامة" کے الفاظ آئے ہیں، جس سے مذکورہ حدیث کی تائید ہوتی ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ "شجر کاری ایک صدقۂ جاریہ ہے"۔

حضرت امام نووی علیہ الرحمہ ریاض الصالحین میں حدیث نقل فرماتے ہیں: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْساً إلاَّ كان مَا أُكِلَ مِنْهُ لهُ صَدَقَةٌ. وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَه صدقَةٌ. وَلاَ يرزؤه أَحَدٌ إلاَّ كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ. رواه مسلم. وفي رواية لَهُ: فَلا يغْرِسِ الْمُسْلِم غَرْساً. فَيَأْكُلَ مِنْهُ إنسانٌ وَلاَ دابةٌ وَلاَ طَيرٌ إلاَّ كانَ لَهُ صدقَةٌ إلَى يَوْمِ الْقِيَامة. ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کوئی پودا اُگاتا ہے تو اس درخت میں سے جو کچھ کھایا جائے وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے اور جو کچھ اس سے چوری ہو جائے، وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے، اور حضرت امام مسلم سے ایک روایت بھی ہے کہ اور جو کچھ اس سے درندے یا پرندے کھالیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے اور جو شخص اس سے کچھ کم کرے گا، وہ اس کے حق میں صدقہ ہے۔

(ریاض الصالحین حدیث ۱۳۷/ص ۱۰۲)

اس حدیث کے تحت حضرت ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ تحریر کرتے ہیں: (وفي رواية لمسلم عن جابر: وما سرق منه له صدقة) اى يحصل له مثل ثواب تصدق المسروق، والحاصل انه باى سبب يوكل مال المسلم. يحصل له الثواب وفيه تسلية له بالصبر على نقصان المال، فان اجره بغير حساب. یعنی لگائے گئے درخت اور پودے سے کچھ پھل، میوے یا کھیت سے تھوڑا بہت اناج چوری ہو جائے تو مالک کو مالِ مسروق کے صدقہ کے مثل ثواب ملے گا، حاصل کلام یہ کہ مسلم کا مال خواہ کسی بھی جہت سے کھا لیا جائے، اسے

بہر حال اس کا ثواب ضرور ملے گا اور اس حدیث میں مال کے ضائع ہونے پر ایک طرح سے صبر کی تعلیم اور تسلی دی گئی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،۴،/۳۴۸)

زراعت اور کاشت کاری کی فضیلت سے متعلق یہ حدیث (مامن مسلم یغرس غرسا او یزرع زرعا) مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے، حضرت علامہ طیبی علیہ الرحمہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں :بای سبب یو کل مال الرجل یحصل له الثواب.اقول:نکر مسلما واوقعه فی سیاق النفی و زادمن "الاستغراقیه" وخص الغرس والزرع وعم الحیوان.لیدل علی الکنایة الایمائیة علی ان ای مسلم کان سواء حرا او عبدا .مطیعا او عاصیا .یعمل ای عمل من المباح .ینتفع بما عمله ای حیوان کان .یرجع نفعه الیه ویثاب علیه . روی ان رجلا مر بابی الدرداء وهو یغرس جوزة. فقال :اتغرس هذه وانت شیخ کبیر . تموت غدا او بعد غدا وهذه لا تطعم الا فی کذا و کذا عاما . فقال :و ما علی ان یکون لی اجرها ویاکل منها غیری . ترجمہ: مسلم کا مال چاہے جس جہت سے کھایا جائے، اسے اس کا ثواب ملے گا۔ میں کہتا ہوں: اس حدیث (مامن مسلم یغرس غرسا او یزرع زرعا) میں لفظ مسلم تحت نفی واقع ہے اور حرف "من" استغراقی ہے۔ غرس اور زرع کو خاص اور حیوان کو عام کیا گیا، تاکہ کنایۂ ایمائی پر دلالت کرے، یعنی مسلم چاہے آزاد ہو یا غلام، فرماں بردار ہو یا گنہگار اگر وہ کسی بھی نوعیت کا نیک عمل کرے اور اس سے کوئی بھی جاندار (انسان، جانور، پرندے) فائدہ اٹھائے تو اس کا ثواب اسے ضرور ملے گا اور اجر کا مستحق ٹھہرے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص صحابی رسول حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے، دیکھا کہ وہ پودے لگا رہے تھے، اس شخص نے کہا: آپ کافی ضعیف ہو چکے ہیں اور پودا لگا رہے ہیں! حالاں کہ آپ عنقریب دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور اس درخت سے کوئی اور پھل کھائے گا، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں پودے اس لیے لگا رہا ہوں، تا کہ دوسرے افراد اس سے فائدہ اٹھائیں اور مجھے اس کا اجر وثواب ملے۔ (شرح الطیبی لمشکوٰۃ المصابیح،ص۱۰۴۶:۔۱۰۴۷)

◆◆◆

ص ۱۸ / کا بقیہ.......................................

اسلام کی پاکیزہ تعلیم انسانوں کو دین ودنیا کا سکون دیتی ہے اور دین ودنیا کی کامیابی کی بھی ضامن ہے اسلام صفائی و ستھرائی کا حکم دیتا ہے تا کہ ماحول آلودہ نہ ہو اور آب و (پانی) ہوا خراب نہ ہو تا کہ انسان صحت مند وتندرست رہے، تندرست مومن اللہ کو پسند ہے۔ (حدیث)

گلوبل وارمنگ کی وجہ سے جو زمینی گرمی بڑھ رہی ہے اس سے بہت سے پریشان کن مسائل پیدا ہو رہے ہیں ہم سب کو چاہیے اس پر غور کریں ہر انسان کم از کم پانچ درخت لگائے، ہر انسان اپنے حصے کا کام کرے دوسرے پر انحصار نہ کرے، اپنے لیے اور اپنے آنے والے نونہالوں (نسلوں) کے لیے کچھ تو کریں پرانے پیڑ کی کٹائی سے حتی الامکان پرہیز کریں، دنیا میں کئی ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے دنیا قائم ہے، ان میں سے شجر کاری بھی ہے، شجر کاری ہر دور کے انسان کے لیے اہم رہی ہے اور موجودہ دور میں تو اس کی اہمیت ہزاروں گنا بڑھ گئی ہے، ضروری اس بات کی داعی ہے کہ زیادہ سے زیادہ درخت لگائے جائیں، ان کی دیکھ بھال کی جائے اور آنے والی نسلوں کو بھی شجر کاری کے فوائد اور اہمیت سے واقف کرایا جائے، اللہ رب العزت ہم سب کو شجر کاری کی اہمیت وافادیت اور اسلامی تعلیمات کی سمجھ عنایت فرمائے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

◆◆◆

ص ۵۰ / کا بقیہ.......................................

ثابت ہو اور وہ اس میں مشتہر ہو اعلانیہ وہ کرتا ہو تو نماز کا اس کے پیچھے وہی حکم ہے جو کسی فسق وفجور میں اعلانیہ ملوث ہو، اس کو امام بنانا جائز نہیں۔

.... جاری ■◄

ماحولیات

ماحولیات

گلوبل وارمنگ اور اسلامی نظریۂ شجر کاری

از: حافظ ہاشم قادری*

خالق کائنات نے اپنی مخلوق کے لیے ہر ضرورت کی چیز پیدا فرمائی، سب کی ضروریات الگ الگ ہیں کچھ ضروریات تو تمام مخلوق کی ایک ہی طرح کی ہیں جیسے ہوا، پانی اور آکسیجن OXYGEN (ہوا اور پانی کا وہ جز جس پر روشنی اور زندگی موقوف ہے) انسان ہو یا جانور ہر جاندار کو اس کی ضرورت ہے، یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بلا آکسیجن کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا، اس کے بغیر موت واقع ہو جاتی ہے اور یہ انمول شے (نایاب چیز) اللہ رب العزت نے درختوں، پودوں میں رکھی ہے یاد رہے آکسیجن درختوں اور پودوں کے سوا اور کہیں سے نہیں ملتی ہے۔ اتنے ترقی یافتہ دور میں بھی انسان کتنا نادان اور ظالم ہے جو چیز اسے درختوں اور پودوں کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتی اسی کو ختم کرتے جا رہا ہے (اسی کو کہتے ہیں آ بیل مجھے مار، نہیں بلکہ دوڑ کے مار) پیڑ، پودے انسان کی اہم ضروریات میں شامل رہے ہیں اور رہیں گے جب سے دنیا میں انسان نے آنکھ کھولی ہے، درخت اس کی بنیادی ضرویات میں شامل رہے ہیں۔

انسان کی یہ بڑی بھول ہے کہ ہم ہر چیز کے مالک ہیں، یہ صفت صرف خالق کائنات کی ہے: اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ۔ ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے۔ (القرآن، سورہ ۳۹، آیت ۶۲)

تمام جاندار اور بے جان چیزوں کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے آسمانوں زمین کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں جو اس کی ملکیت کا انکار کرتا ہے اور اپنا قبضہ جما کر کسی چیز کو بے دریغ استعمال کرتا ہے وہی نقصان اور گھاٹا اٹھاتا ہے، درختوں کو پیدا فرمانے کی بہت سی ضرورت وحکمت قرآن مجید میں مطالعہ فرمائیں:

ارشاد خداوندی ہے: وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تمہارے لیے آسمانی فضا سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس پانی سے تازہ اور خوشنما باغات اگائے؟ تمہارے لیے ممکن نہ تھا کہ تم ان باغات کے درخت اگا سکتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور بھی) معبود ہے؟ بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو (راہ حق سے) پرے ہٹ رہے ہیں۔ (القرآن، سورہ نمل ۲۷، آیت ۶۰)

کل کائنات کو پیدا کرنے والا سب کو روزی دینے والا تمام جہان کی تدبیر کرنے والا، صرف اللہ تعالیٰ ہے، کھیتیاں، باغات، پھل، پھول، دریا، سمندر، حیوانات، خشکی، تری کے تمام جاندار اللہ نے پیدا کئے۔ آسمانوں سے پانی برسا کر اپنی مخلوق کو روزی دینے کا ذریعہ کھیتیاں، باغات سب وہی اگاتا ہے جو خوبصورت منظر ہونے کے علاوہ بہت کار آمد اور مفید ہوتے ہیں خوش ذائقہ ہونے کے ساتھ زندگی کو قائم رکھنے والے ہیں۔ انسانوں اور دوسری مخلوق کی روزی اور زندگی کی دوسری ضروریات کے لیے خالق کائنات نے کھیتاں باغات پیدا فرمائے۔ لیکن انسان ایسا جاہل اور ظالم ہے کہ اپنی بربادی کا سامان خود کر رہا ہے۔ قرآن کریم نے انسان کی اس فطرت کا ذکر کیا ہے۔

سورۂ احزاب آیت ۷۲/ بیشک انسان اپنی جان پر بڑی زیادتی کرنے والا ہے، بے تحاشہ جنگلوں کی کٹائی نہ صرف انسانوں کے لیے بلکہ اللہ کی دوسری مخلوق کے لیے پریشانی بڑھا رہی ہے۔

شجر کاری کے فوائد

قرآن کریم نے شجر کاری کے ساتھ معیشت اور خوش حالی کے گہرے تعلق کا ذکر بڑے خوبصورت لفظوں میں کیا ہے، حسن فطرت کی رعنائیاں، دلکش مناظر جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل و دماغ کو قوت ملتی ہے، باغات کا ذکر فرما کر قرآن نے

*مضمون نگار مسجد باجرہ رضویہ جمشید پور کے خطیب و امام ہیں۔

پیڑ پودوں کی اہمیت بتائی، روئے زمین پر جا بجا پھیلے پیڑ پودے بنی نوع انسان کے لیے قدرت کا انمول تحفہ ہیں، درخت نہ صرف سایہ دیتے ہیں بلکہ ماحولیاتی آلودگی کو کم کرتے ہیں، سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچاتے ہیں، زمین کے کٹاؤ کو روکتے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کسی بھی ملک کی آبادی اور رقبے کے لحاظ سے کم از کم ۲۵% فیصد جنگلات کا ہونا بہت ضروری ہے ورنہ ماحول کی آلودگی انسانوں کے لیے بہت سے مسائل پیدا کرتی ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے ملک ہندوستان میں جنگلوں کی کٹائی بہت ہو رہی ہے، اور جنگل مافیا ویرپن سے لیکر آج تک سینکڑوں ویرپن جنگلوں کو ویران بنا رہے ہیں اور اس بہتی گنگا میں نیچے سے لیکر اوپر تک سب رین کوٹ پہن کر نہا رہے ہیں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ انسان اپنے تعیش (عیش وعشرت) کے لیے قدرتی نظام کو برباد کر رہا ہے یہ بہت بڑی بھول ہے، نظام الٰہی نے خود انسانوں کو آرام پہنچانے کا بندوبست کر دیا ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں، درخت جس رفتار سے کاٹے جا رہے ہیں، اس کے نتائج میں آج فضا میں آکسیجن کم اور کاربن ڈائی آکسائیڈ (CARBON DIOXIDE) زیادہ ہو رہی ہے، قدرت کا اعلیٰ نظام دیکھئے درخت کاربن ڈائی آکسائیڈ بطور خوراک استعمال کرتے ہیں اگر درخت کاٹ دیئے جائیں تو ظاہر ہے کہ فضا میں اس کی مقدار زیادہ ہو جائے گی اور گلوبل وارمنگ یعنی زمینی تپش میں اضافہ ہو جائے گا اور اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ آکسیجن پیدا کرنے کے لیے قابل ذکر کوئی ٹکنالوجی موجود نہیں ہے اور جو قدرتی آکسیجن موجود ہے جس کی ضرورت سب کو ہے، اسی کو بچانے کے لیے قابل قدر کوئی کام نہیں ہے بہت لمحہ فکر یہ ہے عوام حکومت پر نظریں لگائے ہوئے ہیں حکومتوں کا حال سب کو معلوم ہے بھینس کے آگے بین بجائے، بھینس کھڑی پگورائے والی مثال ہے۔

درختوں سے انسانوں کو بے شمار فوائد ہیں زندگی سے لیکر معاشی فوائد بھی ہیں، معاشی فوائد میں درختوں سے حاصل ہونے والی لکڑی انسانوں کو قدم قدم پر کام آتی ہے، فرنیچر بنانے سے لیکر، جلانے کے کام آتی ہے، یہاں تک کہ بعد مرنے کے قبر کے استعمال میں بھی لکڑی کام آتی ہے۔ درختوں کی شاخیں پتے جانوروں کی خوراک کے کام آتے ہیں، سوکھے پتوں سے کھاد بنتی ہے، پھلوں سے لیکر پھولوں، بچوں کے کھیلنے کے لیے سایہ دار جگہ کی ضرورت کے لیے درختوں کی ضرورت پڑتی ہے، درختوں سے طرح طرح کی لکڑیاں ملتی ہیں جو مختلف کاموں میں کام آتی ہیں درختوں سے ہمیں شہد، پھل، روغنیات اور دواؤں کے لیے جڑی بوٹیاں اور مختلف قسم کے ریشے، لاکھ، گوند، گندہ بروزہ، ابریشم، کاغذ بنانا کرنسی نوٹ (روپیے) بھی انھیں درختوں کی دین ہیں، شدید دھوپ میں انسانوں، جانوروں کو سایہ انھیں درختوں سے نصیب ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ، ہر معاشرے میں درختوں کی بہت قدر وقیمت اور ضرورت ہوتی ہے۔

احادیث طیبہ میں بھی پیڑ پودوں کی اہمیت کو بتایا گیا ہے، آقا ﷺ نے شجر کاری کو صدقہ جاریہ قرار دیا ہے اور دوران جنگ میں بھی پھل دار اور سایہ دار درختوں کو کاٹنے سے سخت منع فرمایا ہے۔ ہم اور آپ زرا (تھوڑا) غور کریں کہ ہم کس درجہ میں ہیں، شجر کاری کرنے والوں سے اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: کہ مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی لگائے اور اس میں سے انسان، درندہ، پرندہ یا چوپایا کھائے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔ (مسلم، حدیث ۲۸۱۵)

اس حدیث پاک سے شجر کاری کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شجر کاری میں بہت خیر ہے، ایک اور حدیث پاک میں اس طرح سے ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جس کے پاس زمین ہو اسے اس زمین میں کاشتکاری کرنی چاہیے، اگر وہ خود کاشت نہ کر سکتا ہو تو اپنے کسی مسلمان بھائی کو دے دے، تا کہ وہ کاشت کاری کرے۔ (مسلم، حدیث ۱۵۳۶)

آج کل سخت دھوپ میں شہروں میں کیا دیہاتوں میں بھی دور دور تک سایہ نظر نہیں آتا، اللہ رب العزت نے اپنی اس نعمت (سایہ) کا ذکر خاص کر فرمایا اور بطور احسان فرما رہا ہے: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمۡ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡجِبَالِ اَكۡنَانًا

ماحولیات

ئاوَّجَعَلَ لَكُمۡ سَرَابِيلَ.... اَلَخ ۔ (القرآن، سورہ ۱۶، آیت ۸۱) ترجمہ: اور اللہ نے تمھیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں۔ (کنزالایمان)

اللہ نے اپنے بندوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازہ ہے، اعلان الٰہی ہے۔ (القرآن، سورہ ۱۴، آیت ۳۴) ترجمہ: اور اللہ نے تمھیں ہر وہ چیز عطا فرمادی جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو (تو) پورا شمار نہ کرسکو گے، بیشک انسان بڑا ہی ظالم بڑا ہی ناشکر گزار ہے، راحت و آرام والی نعمتوں کا اظہار بطور خاص فرما رہا ہے اور یاد دلا رہا ہے۔ کبھی جانتے ہیں درختوں سے ہی سایہ نصیب ہوتا ہے اور فرحت بخش ہوا نصیب ہوتی ہے، ایک مقام پر زیتون کے درخت کے فوائد کا ذکر قرآن کریم اس طرح فرما رہا ہے: وَشَجَرَةً تَخۡرُجُ مِن طُورِ سَيۡنَآءَ تَنۢبُتُ بِٱلدُّهۡنِ وَصِبۡغٖ لِّلۡأٓكِلِينَ۔ (القرآن، سورہ مومنون ۲۳، آیت ۲۰) ترجمہ: اور (پیدا کیا) وہ درخت جو طور سینا پہاڑ پر نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن ہے۔ سورۂ نور آیت ۳۵ رمیں زیتون کے درخت کو مبارک درخت قرار دیا گیا۔

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات میں شجرکاری کے بہت فوائد و اہمیت بتائی گئی ہے، گلوبل وارمنگ کے نقصانات، موجودہ حالات میں ماحولیات کی آلودگی سے سینکڑوں پریشانیاں لاحق ہیں خطرناک بیماریاں جنم لے رہی ہیں کینسر، ہیپاٹائٹس، ٹی بی، کھانسی اور سانس کی بہت سی موذی بیماریاں پھیل رہی ہیں آلودگی کی وجوہات میں سے انڈسٹریوں سے زہریلا دھواں اور پانی کا نکلنا، بے تحاشا جنگلات کی کٹائی سے جنگلات کی کمی اور پلاسٹک بیگیز کا استعمال وغیرہ وغیرہ، گلوبل وارمنگ یعنی عالمی درجۂ حرارت میں اضافہ موجودہ دور کا سب سے بڑا چیلنج ہے اس کے بہت سے نقصانات ہیں، زمینی حرارت (گرمی) زیادہ ہونے کے باعث برفانی تودے اور گلیشیرز بھی تیزی سے پگھل رہے ہیں اور سب سے بڑا خطرہ اوزون لیئر (O Zone Layer) کو خطرہ بڑھتے جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے فضا میں ایک گیس پیدا کیا ہے، جو زمین سے دس کیلومیٹر کی اونچائی سے شروع ہو کر پچاس کیلومیٹر تک جو حصہ ہے، اس میں پھیلی ہوئی ہے، یہ ایک باریک سبز رنگ کی گیس ہے جسے اوزون تہہ یا لیئر کہتے ہیں یہی تہہ ہے، جو زمین کو سورج کی خطرناک زہریلی شعاعوں سے محفوظ رکھتی ہے، ماحولیاتی آلودگی میں بڑھتے ہوئے اضافے سے اوزون پرت کو بہت نقصان پہنچا ہے، اس سے بھی بہت بیماریاں بڑھ رہی ہیں خاص کر جلدی بیماریاں، اسی وجہ کر سخت گرمی بڑھ رہی ہے جس سے ان گنت مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

اللہ رب العزت نے اس کرہ ارض میں کوئی ایسی چیز نہیں پیدا فرمائی جو انسانوں و تمام مخلوق کے فائدے و فلاح کے لیے نہ ہو، لیکن اس کے باوجود انسان رب کے بنائے ہوئے قوانین اور طریقوں میں تبدیلی کا مرتکب ہو رہا ہے جس کے چلتے موسم میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور انسانوں کو طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، گزشتہ چند برسوں میں سیلابوں کی وجہ کر دنیا کا برا حال رہا ہے ہندوستان، نیپال، بنگلہ دیش، پاکستان، جاپان، امریکہ، ابھی حال ہی میں امریکہ میں شدید طوفان و بارش سے سیلاب نے زبردست تباہی مچائی تھی اور جاپان میں بھی، خود کردہ را علاجے نیست یعنی خود کے کئے کا کوئی علاج نہیں۔

رب کائنات نے اس عظیم کائنات میں ہر چیز کو ایک خاص نظام و ترتیب کے تحت بنایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے (القرآن، سورۂ انبیاء ۲۱، آیت ۱۶) ترجمہ: اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل تماشے کے طور پر (بے کار) نہیں بنایا۔ اگر نظام الٰہی میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تو اس سے خود ہمیں اور ہمارے ماحول کو نقصان ہوگا اور ہم دیکھ رہے ہیں بلکہ بھوگ بھی رہے ہیں۔

ارشاد الٰہی ہے: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد مت پھیلاؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اصلاح کرتے ہیں اور جو لوگ فساد پھیلانے والے ہیں ایسے لوگوں پر خدا کی لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (القرآن)

بقیہ ص ۱۵ ر پر

عرس تاج الشریعہ کو متاثر کرنے کی کوشش ناکام

قومی منافرت کو ہوا دینے والی ملک دشمن طاقتوں کو دینی مراکز پر مسلمانوں کا اژدھام کھٹک رہا ہے

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

احوال وطن

ایک صدی قبل مشرکوں نے انگریزی قبضے کا فائدہ اُٹھایا، آزادی کی زمام اپنے ہاتھ لی، سیاست کی، مسلمانوں کے مقتدا بن بیٹھے، آریہ سماج، ہندو مہاسبھا اور اس کی ذیلی تنظیموں، سنگٹھنوں نے پورے ملک میں شرکیہ مفاد اور اسلام دشمنی میں سرگرمی دکھائی، مقصد ''سوراج کا قیام'' تھا، مسلمانوں کو پسپا رکھنا تھا، پس ماندہ بنانا تھا، اسی سازش کا نتیجہ تھا کہ 1919ء کے زمانے میں مشرکین نے مسلمانوں کی نکیل تھام لی، لیڈران نے گاندھی کو مقتدا بنا لیا، خود مقتدی بن گئے، یہ اُس زوال کا اشاریہ تھا جس کے نتائج ہم آج دیکھ رہے ہیں۔

تاریخی حقیقت

مشرکین کی نظریں بڑی گہری ہیں، وہ مکر و فریب سے کام لیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی نظریں ان تاریخی قرائین پر لگی ہوئی ہیں؛ جہاں سے ان پر ضرب کاری لگی تھی، جہاں ان کی سازشوں کی بخیہ اُدھیڑی گئی تھی۔

[۱] جس عہد میں انگریز کا تسلط تھا۔ مسلمانوں سے چھینی ہوئی سلطنت کو انگریزی استبداد سے آزاد کرانے کے جتن کیے جا رہے تھے؛ ہندو قائدین کی نظریں اقتدار پر تھیں، اسے انگریز کا خطرہ نہیں تھا کہ انگریز کے دشمن اور مشرکین کے دشمن مشترک تھے، یعنی مسلمان تھے، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جن کی شناخت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جن کی خانقاہ سے لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان ہر عہد میں وابستہ رہے ہیں، انھوں نے مسلمانوں کو ہندوؤں کی سازشوں سے باخبر کیا تھا کہ نہ انگریز تمہارے دوست ہیں نہ مشرک، بلکہ مشرکین بھی کبھی تم سے بھلائی نہیں کر سکتے۔

اس ضمن میں اعلیٰ حضرت کے درجنوں فتاویٰ سو سال سے مطبوع ہیں، المحجة المؤتمنة، دوام العیش جیسی کتابیں لکھ کر آپ نے مشرکین کی نقاب کشائی کی تھی۔ بلکہ عملاً شرکیہ قوتوں کے خلاف ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کا کردار ملکی تاریخ کا حصہ ہے، جس نے ان کے شدھی کرن کو بھسم کر کے رکھ دیا تھا۔

[۲] ایمرجنسی کا زمانہ بھی کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ لیڈر قائدین تو فوراً بک جاتے ہیں لیکن بریلی کا دارالافتاء یا خانقاہ خریدے نہ جا سکے، اس عہد میں جانشین اعلیٰ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نس بندی کے خلاف فتویٰ دیا کہ از روئے شرع نس بندی حرام ہے اس لیے مسلمان کوئی ایسا فیصلہ قبول نہیں کرے گا جو شریعت اسلامی سے متصادم ہو اور خلافِ شرع فیصلے کو جبراً بھی قوت سے تھوپا نہیں جا سکتا۔

[۳] ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت ہوئی، اس کے بعد کے زمانے میں جب وزیر اعظم نرسمہا راؤ بریلی گئے تو حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان قائم مقام مفتی اعظم نے عقیدت مندوں کے ذریعے درگاہ اعلیٰ حضرت حاضری سے روک دیا، ملاقات گوارا نہ کی کہ وہ بابری مسجد کا قاتل ہے۔

[۴] جب بھی شریعت پر ضرب لگانے کی کوشش کی گئی بریلی کے دارالافتاء نے دین کے مزاج کے مطابق فتویٰ دیا، اقتدار، اکثریت کی پروا نہ کی، بلکہ اس ضمن میں دارالافتاء بریلی کا دو سو سالہ ریکارڈ موجود ہے، جن میں اکثر اہم فتاویٰ مطبوع ہیں۔

یہی وہ تاریخی حقائق ہیں جن کی بنیاد پر حکومت کی نظریں بریلی پر لگی رہتی ہیں کہ کہیں ان کی طرف سے کوئی ایسا قدم نہ اُٹھ جائے جس سے حکومت کی چولیں ہل جائیں۔

مسلمانوں کی بڑی طاقت ''بریلی''

سالِ گزشتہ عالم اسلام کے عہدِ رواں کے سب سے بڑے

مسلم قائد و روحانی پیشوا حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا، آناً فاناً لاکھوں بلکہ بعض میڈیا ذرائع کے مطابق ایک ڈیڑھ کروڑ کا مجمع بریلی میں جمع ہو گیا، فرقہ پرست حکومت کے کان کھڑے ہو گئے، یوگی حکومت ہِل گئی، آر ایس ایس گھبرا گئی کہ مسلمانوں کے ایک عظیم عالم سے عقیدتوں کا یہ عالم ہے، اگر یہ اژدھام متوجہ ہو گیا تو آر ایس ایس کے ایجنڈے تباہ ہو جائیں گے، ان کی لابی بے بس ہو جائے گی، پھر ماضی کا ریکارڈ بھی بریلی کا ایسا رہا ہے کہ جہاں سے مشرکین کے لیے کوئی وفا کی بو نہیں آئی بلکہ ایک صدی قبل بھی بریلی مشرکین کے مقابل تھا، نس بندی کے عہد میں بھی مقابل اور آر ایس ایس کے نزدیک اس وقت ان کے مخالفین کا سب سے زیادہ افرادی قوت رکھنے والا روحانی حلقہ وابستگانِ بریلی کا ہے، یہی سبب ہے کہ تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے عرس پر رخنہ اندازی کی کوشش کی گئی، مرکزی و ریاستی عملہ دن رات ایک کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود حضور تاج الشریعہ کا یہ پہلا عرس ہوا، لاکھوں مسلمان جمع ہوئے، جنھیں دین کی باتیں بتائی گئیں، اس موقع پر ہندوستان کے قاضی جانشین تاج الشریعہ حضرت مفتی عسجد رضا خان قادری نے دو ٹوک لفظوں میں قومی منافرت کو ہوا دینے والے غنڈوں کے خلاف بیان جاری کیا، دینی معاملات میں ان کی مداخلت پر سخت تنقید کی اور ان کے اسلام مخالف اقدامات کی سخت مذمت کی۔

بہر کیف! فرقہ پرستوں کی نظریں ملک میں مسلمانوں کی بڑی تقاریب پر لگی ہوئی ہیں۔ اجمیر شریف کے عرس پر بھی ان کی غلیظ نگاہیں ہیں۔ یوں ہی مسلمانوں کے علمی، روحانی مراکز بھی ان کے نشانے پر ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے تشخص کے لیے اور اپنے اسلامی وقار کی بحالی کے لیے دین کے احکام پر عمل کریں اور مشرکین سے ہمیشہ باخبر رہیں۔ ان کی مشرکانہ تہذیب سے مسلم بستیوں کو بچائیں اور اسلامی تمدن پر نازاں رہیں۔ ملک میں رواداری کے نام پر کسی بھی ایسے کام سے بچیں جن سے مشرکین کو تقویت ملے۔

◆◆◆

ص ۲۶ / کا بقیہ.........................

والے صاحب فقہ وفتاویٰ ہیں جماعت میں ان کے فتوے قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، تقریباً تمام مفتیان کرام نے اس اعلان کو غیر شرعی فرمایا، علمائے متقدمین وفقہ حنفی کی تصریحات سے اس اعلان کی تائید و توثیق نہیں ہوتی یہ بھی وضاحت فرمائی۔

راقم الحروف مفتیان کرام وفقہائے عظام کی بارگاہ میں عرض گزار ہے کہ اگر شرعی قوانین کی حفاظت وصیانت ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اسلاف کرام بالخصوص اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا، سرکار مفتی اعظم ہند، حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی تصریحات وفتاوے کی روشنی میں رویت ہلال کا پیچیدہ ترین مسئلہ ان کے ناخن تدبیر سے حل ہو جاتا ہے تو علمائے کرام وائمۂ عظام کیلئے ہر سال کی دردسری سے نجات دلادے گا اور امت مسلمہ باہمی تفریق وانتشار کی راہ پر جانے سے محفوظ ہو جائے گی، وقت کا یہ ایسا جبری مسئلہ ہے کہ اس کا حل نکالنا بے حد اہم وضروری ہے۔

جو قوم تین سو ساٹھ دن علمائے کرام کی دست بوسی کرتے نہیں تھکتی، ان کا خطبہ پڑھنا اپنا وظیفۂ حیات گردانتی ہے، ان کی جوتیاں سیدھی کرنا باعث فخر ونجات سمجھتی ہے، ان کے چشم ابرو کے اشاروں کی منتظر رہتی ہے، لب ہلے نہیں کہ عقیدت مند ونیاز مند تکمیل کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے مضطرب و بے چین نظر آتے ہیں۔ لیکن ۲۹ / رمضان کی تاریخ ایسی ہوتی ہے کہ قوم اس موڑ پہ آ کے دیدہ بدل دیتی ہے، عقیدت مندی ونیاز مندی کی تمام زنجیریں توڑ کر آزادی حاصل کرنا چاہتی ہے، غلامی کا طوق گردن سے نکال پھینکتی ہے اور عملاً باغیانہ ذہن وفکر کا مظاہرہ ہونے لگتا ہے، لہٰذا اس نازک وحساس ترین مسئلے پہ مفتیان کرام سر جوڑ کر بیٹھیں اور کوئی حل تجویز فرمائیں تاکہ جماعت میں پھیلے ہوئے انتشار واختلاف کی آگ سرد ہو سکے، مجھے یاد آتا ہے کہ کسی نجی مجلس میں جماعت کے ایک صاحب نظر مفتی نے فرمایا تھا کہ سیدی اعلیٰ حضرت کی تصریحات کی روشنی میں مسئلۂ رویت ہلال کا حل ان کی نظر میں ہے ان سے بھی گزارش ہے کہ وہ اپنی تحقیق انیق سے یہ پیچیدہ گتھی سلجھا دیں۔ ◆◆◆

مسئلۂ رویت ہلال: پس منظر وپیش منظر

از: مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی*

نقد ونظر

ہم جس دور میں اپنی زندگی کی سانس لے رہے ہیں اگر اسے مادی ترقیات کا نقطۂ عروج کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو، آپ سوچیں اور الٰہ دین کے چراغ والے جن کی طرح آپ کی ضروریات کی تکمیل ہو جاتی ہے، نت نئی ایجادات نے سہولتوں کی نہ جانے کتنی شاہ راہیں کھول دی ہیں، آسانیوں کے ساتھ نت نئی مشکلات کے بھی بہت سے ابواب کھل چکے ہیں اور کھل رہے ہیں۔ سماجی زندگی میں قدم قدم پر ہمیں نئے نئے مسائل درپیش ہیں۔ سوشل میڈیا جو ایک آفت بن کر نئی نسلوں کی اخلاقی باختگی کا سامان فراہم کر رہا ہے۔ آج یہ آفت خود ایجاد پسند طبیعتوں کے لیے دردِ سر بنی ہوئی ہے، درپیش مسائل سے نجات حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کے نسخے آزمائے جا رہے ہیں اور یہی کہنا پڑ رہا ہے کہ ؎

وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پہ تھے
روشنی لائی ہے منزل سے بہت دور ہمیں

نت نئی ایجادات کی زد میں عید کا چاند بھی آ کر گہن آلود ہو رہا ہے، اب ۲۹ تاریخ کو مسلمان آسمان پر چاند تلاش کرنے کی کوشش میں کم مصروف رہتے ہیں سوشل میڈیا پر زیادہ مصروف نظر آتے ہیں۔ ابھی مغرب کی نماز مکمل بھی نہیں ہوئی کہ سیل فون پر دستک شروع ہو جاتی ہے، علمائے کرام، ائمۂ عظام اور مفتیان ذوالاحترام کے لیے بالخصوص ۲۹ رمضان المبارک کی شب سخت امتحان و آزمائش کی ہوتی ہے۔ مشکلات اور بھی بڑھ جاتی ہیں جب کہیں سے رویت ہلال کے حوالے سے کوئی اعلان منظر نامے پر نمایاں ہوتا ہے۔

اس طرف تقریباً دس پندرہ سالوں سے ایک غلط ذہن کی پرورش ہو رہی ہے کہ سعودی عرب میں جس دن رمضان شریف کا آغاز ہو یا جس دن عید منائی جائے۔ ہندوستان میں اس کے ایک دن بعد رمضان المبارک کا آغاز یا عید کی نماز ادا کی جائے گی۔ فکر کے اس دائرے میں رہ کر رویت ہلال کے سلسلے میں کوشش وکاوش کا چراغ جلایا جاتا ہے، چنانچہ اس سال ۲۹ر شعبان کو چاند دیکھنے والوں نے دیکھا بھی تو بے دلی کے ساتھ الا ماشاء اللہ کہ آج تو سعودی عرب میں رمضان شریف کا آغاز ہی نہیں ہوا تو ہمارے یہاں چاند کیوں کر نظر آئے گا۔ گویا چاند کا وجودی وعدمی خاکہ اولاً ذہن ودماغ میں ہوتا ہے پھر اس کے بعد آسمان پر اسی خاکے کے تحت چاند تلاش کیا جاتا ہے۔ آپ غور فرما سکتے ہیں کہ نتائج کس قدر مثبت ہوں گے۔

پہلی بات تو یہ کہ ایسا کوئی شرعی اصول اور مذہبی ضابطہ نہیں۔ بلکہ شریعت کی روشنی میں تو اختلاف مطالع کا اعتبار ہی نہیں کیا گیا ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی معروف کتاب درمختار میں ہے: اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذهب وعلیه الفتویٰ فیلزم اهل المشرق برویة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رویة اولئك بطریق موجب۔

خرابی کی دوسری بڑی وجہ جو مجھے سمجھ میں آئی وہ یہ ہے کہ ہم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو تہوار کی شکل دے دی ہے، جب کہ اسلامی تعلیمات سے معمولی واقفیت رکھنے والے شخص پر یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس میں تہوار کے لیے کہیں کوئی گنجائش نہیں۔ رمضان المبارک سے عید الفطر تک، عید الاضحیٰ سے لے کر محرم تک، عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر شب برأت تک تمام اہم یادگاری دنوں کا جائزہ لے لیجیے آپ پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اس سلسلے میں جو اسلامی تصور دیا ہے وہ عبادت اور فقط عبادت کا ہے۔ عید الفطر،

عیدالاضحیٰ کوئی تہوار نہیں بلکہ عبادت اور خالص عبادت ہیں لہٰذا ان کی تعمیل وتکمیل اور ادائیگی کے لیے ہمیں خالص اسلامی تصور و خیال کا قدم بقدم لحاظ و پاس رکھنا ضروری ہے، عبادات کے لیے قیود و شرائط بھی محض اسی تعمیل احکام ہی کے پیش نظر ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات و ارشادات کی تعمیل کا نام ہے عبادت، یہاں انسانی رائے کا کوئی عمل دخل نہیں، اللہ ورسول نے اس سلسلے میں جو خطوط قائم فرمائے ہیں انہیں اپنے لیے مشعل راہ مقرر کر کے منزل کی جانب قدم بڑھانے کا نام عبادت ہے ورنہ نماز مقررہ اوقات، رکعتوں کی تعداد و ترکیب ہر چیز کے تعلق سے انسانی ذہن وفکر میں سوال پیدا ہو سکتے ہیں، ظہر کے وقت دو رکعات اور فجر کے وقت بیس رکعات ادا کر لی جائیں تو کیا مضائقہ ہے۔ اسی طرح روزہ بھی ہے۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کی قید کیوں، ۲۹۔ ۳۰ر دنوں کی پابندی کس لیے، ۳۱ر دنوں تک رکھ لیے جائیں تو کیا حرج ہے، ماہ رمضان کی قید کیوں؟ ان تمام سوالات کے جوابات میں صرف اور صرف ایک ہی جواب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے ایسا ہی کیا اور یہی حکم صادر فرمایا، ہم عبادت کی ادائیگی میں کسی اور کے نہیں نقش قدم رسول ہاشمی علیہ التحیۃ والثناء کے پابند ہیں، آپ کی اتباع و پیروی کا نام ہی عبادت ہے، انسانی رائے کے عمل دخل کے بعد عبادت عبادت نہیں رہ جاتی۔

۲۹ر تاریخ کو چاند ہونے یا نہ ہونے کا قضیہ سامنے آئے اور آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ بھی محض بشری رائے سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا طریقہ کار بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات وتصریحات کی روشنی میں ڈھونڈنا ہوگا، چاند اور سورج اور ان کا طلوع وغروب ہماری عبادتوں کے محور نہیں بلکہ عبادت کا تمام تر دارومدار اللہ و رسول کے فرمودات پر ہے، ورنہ اگر محض عقلی طور پر دیکھا جائے تو صبح صادق کے ایک منٹ بعد سحری یا غروب آفتاب سے چند سکنڈ قبل افطار کر لینا دین بھر کی محنت پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالتا، لیکن چوں کہ یہ اللہ ورسول کے احکام کی صریح خلاف ورزی ہے اور ان کے احکام کی خلاف ورزی ارتکاب جرم ہے۔ لہٰذا اس جرم کی پاداش میں اس طرح کے تمام روزے کالعدم قرار پائیں گے بلکہ بعض صورتوں میں تو مرتکب پر بطور جرمانہ کفارہ لازم ہو جائے گا۔

جب یہ امر واضح ہو گیا کہ ۲۹ر تاریخ کو چاند ہونے یا نہ ہونے اور اسے تسلیم کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ کسی تہوار یا قومی تقریب کی تعیین کے لیے نہیں بلکہ ایک عبادت کے مکمل اور دوسری کے شروع ہونے کا ہے تو اس خالص مسئلۂ عبادت کو اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات کی روشنی میں دیکھا جانا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں کیا خطوط متعین فرمائے ہیں اور آپ کی احادیث طیبہ کی روشنی میں فقہائے کرام نے کیا احکام بیان فرمائے ہیں، چنانچہ بخاری شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تصوموا حتیٰ ترو الهلال ولا تفطروا حتیٰ تروه فان غم عليكم فاقدروا له۔ یعنی روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور افطار یعنی تکمیل روزہ اس وقت تک نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اگر اندابر آلود ہو جائے تو حساب لگا لو (یعنی ۳۰ دن مکمل کر لو) (بخاری، جلد ا ر ص ۲۵۶)

ایک دوسری روایت میں اس تعلق سے آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: الشهر تسع وعشرون ليلة فلا تصوموا حتیٰ تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلثين۔ یعنی مہینہ ۲۹ر راتوں کا ہے لہٰذا روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو تو اگر چاند پوشیدہ ہو جائے تو مہینے کی گنتی تیس دنوں سے مکمل کر لو۔ (بخاری، جلد ا ر ص ۵۶)

فاكملوا العدة ثلثين کے تحت حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: فلا تصوموا حتیٰ تروا الهلال ای حتیٰ يثبت عندكم روية هلال رمضان بشهادة عدلين او اكثر ويثبت بعدل واحد عند ابی حنيفة اذا كان فی السماء غيم ولا تفطروا حتیٰ تروه ای هلال شوال قال ابن مالك حتیٰ تثبت روية بشهادة

عدلين لا باقل بالاتفاق لان الاصل بقاء الشهور فلا ينتقل الا بدليل۔ یعنی روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو یعنی رویت ہلال کی شہادت دو یا اس سے زائد عادل مردوں سے ثابت ہو جائے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ایک عادل مرد کی گواہی سے بھی چاند کا ثبوت ہو جائے گا جب کہ آسمان ابر آلود ہو اور افطار نہ کرو (روزہ مکمل) یہاں تک کہ شوال کا چاند نہ دیکھ لو۔ حضرت ابن مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں تک کہ ہلال عید کی شہادت کم از کم دو عادل مردوں سے ثابت ہو اس سے کم کی گواہی بالاتفاق غیر معتبر ہے، اصل بات مہینوں کا باقی رہنا ہے تو کسی دلیل شرعی کے بغیر مہینہ نہ بدلے گا۔ (مرقات، ج ۴، ص ۲۴۱)

ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کی راہنمائی کا فریضہ انجام دینے والوں کا نظریاتی اور فکری اعتبار سے دو طبقہ ہے، ایک طبقہ تو وہ ہے جس کے نزدیک شہادت کے باب میں بے پناہ وسعت و پھیلاؤ ہے، یہاں تک کہ شہادت و خبر کے درمیان شرعی اصطلاح کی روشنی میں جو فرق ہے اسے بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے، چنانچہ موبائیل، ٹیلیفون، واٹس ایپ و دیگر ذرائع ابلاغ سے آنے والی خبروں کو بھی اپنے مفروضہ پیمانے کے مطابق درجہ شہادت دینے میں دریغ نہیں کرتا۔ جب کہ صداقت یہ ہے کہ شہادت اور خبر کے درمیان جو تکنیکی شرعی فرق ہے، اس پر نظر کی جائے تو ان خبروں کو شہادت کا درجہ دینے کا کائی منطقی جواز نہیں بنتا، دنیاوی معاملات میں بھی جہاں تک خبروں کا تعلق ہے تو یقیناً اس میں بے پناہ پھیلاؤ اور بہت وسعت ہے۔ لیکن جب معاملہ شہادت اور گواہی کا آتا ہے تو یہاں بھی دائرہ تنگ نظر آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ شریعت کے احکام میں قدم قدم پر بے پناہ احتیاط کا تقاضا ہے۔ جب دنیاوی معاملات میں وسعت اور پھیلاؤ کی گنجائش اس ترقی یافتہ دور میں نہیں نکالی جا سکی اور شہادت و خبر کے درمیان جو فرق ہے اسے صرف نظر نہیں کیا جا سکا تو پھر دینی و مذہبی معاملات میں شہادت و خبر کے درمیان پائے جانے والے فرق کو مٹانے کے لیے ہم پہ کیوں جبر و دباؤ ڈالا جاتا ہے؟

دوسرا طبقہ وہ ہے جسے شدت پسند سے تعبیر کرتے ہیں جو شرعی مسائل میں حالات کے سامنے سپر انداز ہونا نہیں جانتا جسے اہل سنت و جماعت عرف عام میں بریلوی کہتے ہیں، مسلکی اعتبار سے جس کی اکثریت حنفی ہے، اس طبقے کے نزدیک ثبوت رویت ہلال کے باب میں سات طریقوں کی صراحت ملتی ہے جو احادیث طیبہ، فقہا و محدثین کی تصریحات سے مستفاد ہے، رویت، شہادت، شہادۃ علی الشہادۃ، کتاب القاضی الی القاضی، استفاضہ اس طرف کچھ دنوں سے یہ شدت پسند طبقہ بھی دو خانوں میں تقسیم ہو چکا ہے، ایک طبقہ تو شدت کے ساتھ اسلاف کرام کے قائم کردہ خطوط پر عمل پیرا ہو کر شرعی احکام بیان کر رہا ہے اور دوسرا گروہ عوامی دباؤ، سیاسی بہاؤ اور نمائشی ہاؤ بھاؤ کے پیش نظر رویت ہلال کے باب میں کچھ لچک پیدا کر بننے کے نظریے پر رائے عامہ ہموار کر رہا ہے اس میں جو لبرل اور نرم رویہ اختیار کرنے والا طبقہ ہے وہ حالات کی سنگینی محسوس کرتے ہوئے کچھ فیصلے ایسے صادر کر رہا ہے جو اس شدت پسند طبقے کے خیالات و نظریات سے قطعی میل نہیں کھاتے اور اصول و نظریات سے اس کی تائید و حمایت نہیں ہو سکتی، چنانچہ سال رواں عید کے موقع پر ۲۹ر رمضان المبارک کو ایک ایسا ہی اعلان اسی شدت پسند طبقے کی شاندار قیادت کرنے والے ایک ادارے کی جانب سے سوشل میڈیا پر وائرل ہوا، ادارۂ شرعیہ بہار کے لیٹر پیڈ اور اس کے ذمہ دار مفتی کے قلم اور دستخط و مہر کے ساتھ مزین ہو کر وائرل ہونے والے اس اعلان کا متن یہ ہے:

"مفتی حسن رضا مطلع کرتے ہیں کہ پٹنہ اور اس کے مضافات میں چاند نظر نہیں آیا مگر ادارۂ شرعیہ پورنیہ کمشنری کے قاضی شریعت مفتی زبیر صاحب نے علماء اور اپنے طلبہ کے ساتھ۔ چاند دیکھا اور کٹیہار میں بھی عام طریقے سے چاند نظر آیا اس لیے ۲۹ر کی رویت کا اعتبار کرتے ہوئے ۵ر جون ۲۰۱۹ء بروز بدھ عید الفطر کی نماز ادا کی جائے گی۔"

اس اعلان کے بعد مذہبی حلقوں اور مسلم آبادیوں میں رنگ تبدیل ہو گیا۔ ملک کے مختلف حصوں میں علماء اور ائمہ حضرات کی نقل و حرکت میں اضافہ ہو گیا۔ بھاگ دوڑ کا ایک ماحول بن

گیا، متصلّب طبقے نے وائرل ہونے والے اس اعلان کو قابل توجہ نہیں سمجھا اور ۵/جون کو نماز عید الفطر کی ادائیگی کے فیصلے کے لیے جواز کی راہ نہ پائی اور جن لوگوں نے ۵/جون کو عید الفطر کا اعلان بھی کیا تو عام رویت کی بنیاد پر یا شہادت شرعیہ، شہادۃ علی الشہادۃ کی بنا پر جب کہ لبرل اور آزاد پسند طبع نے وائرل ہونے والے اس بیان کو ہی نماز عید الفطر کی ادائیگی کے لیے کافی ووافی مان کر اعلان کے جواز کی راہ تلاش کر لی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ادارۂ شرعیہ سے ہونے والے اس اعلان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اسے کسی ذمہ دار ادارے کے حساس اور بیدار مغز مفتی کے قلم سے صادر ہونے والا فیصلہ قرار دیا جائے یا کوئی اخباری بیان؟ کیا علمائے اہل سنت وجماعت (بریلوی) کے نزدیک اس طرح کے اعلان کا کوئی شرعی جواز بنتا ہے؟

میری یہ حیثیت تو نہیں کہ میں ایک مذہبی ادارے کے مفتی کے قلم سے صادر ہونے والی تحریر کے خلاف کوئی بیان دے کر اپنی عاقبت خراب کروں یا پھر ان کی اس تحریر کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر اپنی جانب سے کوئی فیصلہ صادر کرنے کی حماقت کروں، اس لیے میں نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی کم مائگی کا اظہار یہ پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ حقیقت پسند قارئین اور صاحب نظر حضرات ادارۂ شرعیہ کے حالیہ اعلان بسلسلۂ رویت ہلال کا جائزہ جو مفتیان کرام نے پیش فرمایا ہے اس کے تمام پہلو پر غور وفکر فرمائیں اور اس اعلان کی قرار واقعی حیثیت متعین فرمانے میں فقہائے کرام نے جو شرعی دلائل پیش کیے ہیں ان کا ایک ناقدانہ جائزہ لیں۔

چنانچہ اس سلسلے میں ۲۱/شوال المکرم مطابق ۲۵/جون کو ایک استفتاء راقم الحروف نے اہل سنت وجماعت کے مرکز بریلی شریف کے مختلف دار الافتاء میں حضرت مولانا صوفی عبد الصمد کی معرفت پیش کیا، جس کا متن درج ذیل ہے:

"۹۲/۸۶ء

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام وفقہائے ذوی الاحترام مسئلہ ذیل میں کہ زید سنی حنفی عالم ومفتی ہے۔ اس نے اپنے اور اپنے ادارے کے نام سے ایک اعلان بایں الفاظ واٹس ایپ کے ذریعے عام کیا کہ "ہمارے شہر اور اس کے مضافات میں چاند کہیں نظر نہیں آیا، ہمارے ادارہ سے متعلق پورنیہ کمشنری کے فلاں عالم اور ان کے مدرسہ کے طلبہ نے چاند دیکھا لہٰذا ۲۹/رمضان ۱۴۴۰ھ کی رویت ہلال کا اعتبار کرتے ہوئے ۵/جون ۲۰۱۹ء کو عید ہوگی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ اعلان پٹنہ کے ایک عالم صاحب نے کیا، ان کا یہ اعلان تقریباً ۸/بجے شب کو عام ہوا، پٹنہ اور پورنیہ کی مسافت اتنی ہے کہ پورنیہ سے پٹنہ شہادت کے ارسال وترسیل میں کم وبیش ۷-۸ گھنٹے درکار ہیں، ایسی صورت میں مغرب کے چند منٹوں کے بعد پٹنہ کے عالم صاحب کا اعلان شرعاً معتبر ہے؟ ان کے اعلان پر عید کرنا جائز ہے؟ جن لوگوں نے نماز عید ادا کر لی ان کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ ایسا اعلان کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ اگر پٹنہ، دلی، لکھنؤ سے کوئی عالم اعلان کرتا ہے تو اس کا اعلان کہاں تک قابل عمل ہے؟ کیا کسی صوبے کی راجدھانی سے ہونے والا اعلان پورے صوبے کے مسلمانوں کے لیے کافی ہے؟ اگر شرعاً ایسا ہے تو پھر بریلی شریف، اجمیر شریف وغیرہ کے اعلان پر پورے ملک کے مسلمانوں کے روزے رکھنے یا عید کرنے میں کیا کوئی شرعی حرج ہے؟

امید ہے کہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کے ذمہ دار فقہاء، علماء جن کی گردنوں پر شریعت کا بار ہے اور جن کے دست کرم میں امت کے ایمان وعمل کی اصلاح وترغیب کی ڈور ہے وہ ضرور ضرور اپنی ذمہ داری اور ملی اتحاد کا پاس ولحاظ فرماتے ہوئے قرآن وسنت اور فتاویٰ اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم ہند وعلمائے حق کی روشنی سے ہم کوتاہ نظروں کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیں گے، اطمینان وتصدیق کے لیے پٹنہ والے اعلان کی فوٹو کاپی ساتھ میں منسلک ہے۔

المستفتی: محمد ملک الظفر سہسرامی
مہتمم دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار"

اس سوال کے جواب میں مرکزی دارالافتاء بریلی شریف کے مفتی محمد افضال رضوی کے قلم سے جو شرعی فتویٰ صادر ہوا ہے، جس کی تائید و تصدیق جانشین تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان قادری بریلوی نے فرمائی ہے، اس فتوے میں اولاً حضرت مفتی صاحب نے رویت ہلال کے تعلق سے حکم شرع شریف بیان فرمایا، اس کے بعد آلات جدیدہ کی شرعی حیثیت واضح فرمائی اور آخر میں پٹنہ سے ہونے والے حالیہ اعلان رویت ہلال عید الفطر کی قرار واقعی حیثیت واضح فرما کر اس غیر شرعی اعلان پر عمل کرنے والوں اور اعلان کرنے والوں پر شریعت کا حکم بیان فرمایا، آپ بھی جواب کا متن ملاحظہ فرمائیں:

''الجواب: روزہ رکھنے اور عید کرنے کی بابت شریعت کا بنیادی حکم یہ ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی عید کرو اور ۲۹ر کو چاند نہ دکھے تو حساب پورا کرو، بخاری شریف میں ہے: لا تصوموا حتیٰ تروا الھلال ولا تفطروا حتیٰ تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ،

لہٰذا روزہ رکھنے یا عید کرنے کا دارومدار رویت ہلال پر یا شہادت شرعیہ پر ہے فی زمانہ آلات جدیدہ مثلاً موبائل ٹیلی فون فیکس وغیرہ کے ذریعہ چاند کی خبر غیر معتبر ہے، سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: تار محض بے اعتباری یوں ہی ٹیلی فون اگر خبر دہندہ پیش نظر نہ ہو، دوسری جگہ رقم طراز ہیں: ٹیلی فون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے اگر وہ کوئی شہادت دے تو معتبر نہ ہوگی اگر وہ کسی بات کا اقرار کرے تو سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں۔ ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے دوبدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو اور ٹیلی فون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دور سے آواز پہنچنا دشوار تھا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴ر ص ۵۲۸-۲۹)

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اخبار یا ٹیلی فون یا ریڈیو وغیرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔

(فتاویٰ امجدیہ، ج ۱ر ص ۳۹۳)

حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: تار خط، ٹیلی فون وغیرہ کی خبر سے چاند ثابت نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ بحر العلوم، ص ۲۵۶)

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف میں بھی یہی فیصلہ ہوا کہ رویت ہلال کے وہ اعلان جو ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون کے ذریعہ ہوا گرچہ ایک شہر کے لیے ہو وہ نامعتبر ہے، لہٰذا جب پٹنہ میں چاند ۲۹ر کو نظر نہیں آیا تو عالم صاحب کا اعلان شرعاً غیر معتبر و خلاف شرع ہے ایسے اعلان پر عید کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اعلان کرنے والے اور اس کے اعلان پر عید کرنے والوں پر علانیہ توبہ کرنا ضروری ہے اگر کوئی عالم پٹنہ، دہلی، یا لکھنؤ سے چاند کا اعلان مطابق شرع کرے گا تو اس کا دائرہ وہی شہر اور حوالی شہر ہوگا جس شہر سے اعلان ہوگا دوسرے شہر کے لیے غیر معتبر ہوگا، لہٰذا راجدھانی سے کیا گیا اعلان راجدھانی شہر اور اس کے مضافات کے لیے ہی معتبر ہوگا دوسرے شہر کے لیے نہیں۔

کتبہ محمد افضال رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

۲۳ر شوال المکرم ۱۴۴۰ھ ۲۷ جون ۲۰۱۹ء

جامعۃ الرضا کے شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی اپنے محتاط قلم سے مذکورہ فتوے پر تائیدی و تصدیقی کلمات تحریر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین. سائل کی بیان کردہ صورت حال مظہر ہے کہ عالم پٹنہ کا اعلان مذکور ثبوتِ ہلال کے طرق شرعیہ (مذکورۃ فی الرضویہ وغیرھا من المعتمدات) کے برخلاف ہوا کیوں کہ ان کے حضور کوئی شہادت شرعیہ بر

نقد و نظر

رویت بلال نہیں آئی نہ شہادت پر شہادت شرعیہ پہنچی۔ لگتا ہے وہ اس نظریے کے پیرو ہیں کہ یہ جدید ذرائع ابلاغ کی خبر شرعاً معتبر ہے اسی لیے انہوں نے اپنے فیصلہ کی بنیاد عالم پورنیہ کی طرف سے آئے ہوئے فون کی خبر پر رکھی اور اسی کو کافی وافی مان لیا جس کا انہیں کوئی حق واختیار نہیں تھا۔ بالجملہ ان سے اس (فیصلہ لینے اور اعلان کرنے) میں کھلی ہوئی خطا ہوئی ہے بے شک ان کا یہ اعلان غلط تھا شریعت کی موافقت میں ہر گز نہیں ہوا اس قسم کی روش ونظر کو کتابوں کی روشنی میں ضرور یہی کہنا ماننا پڑے گا کہ وہ اتباع شرع ہر گز نہیں بلکہ اتباع ہویٰ ہے، والجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد صالح قادری غفرلہ

۲۴ رشوال ۱۴۴۰ھ

۲۸/۰۶/۲۰۱۹

اس فتوے پر مزید تائیدی وتصدیقی دستخط فرمانے والے چند مفتیان کرام وعلمائے دین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

بریلی شریف کے ایک ذمہ دار ادارہ مدرسہ منظر اسلام کے دارالافتاء کا قلمدان روشن کرنے والے علامہ مفتی سید کفیل ہاشمی صاحب، دارالعلوم مینائیہ، گونڈہ کے دارالافتاء کا قلمدان سنبھالنے والے مفتی حضرت مفتی امان الرب صدیقی صاحب، جامعہ مظہر اسلام اور رضوی دارالافتاء کے مفتی حضرت مفتی عبیدالرحمن صاحب، حضرت علامہ مفتی وصی احمد وسیم صدیقی سابق وائس پرنسپل جامعہ اسلامیہ، روناہی، حضرت علامہ مفتی محمد حامد القادری، مدرسہ سرکار نمازی مظفر پور، حضرت علامہ ڈاکٹر سید اقبال حسنی ناظم اعلیٰ جامعہ برکات منصور، گیا، حضرت علامہ مفتی انیس عالم سیوانی، سکریٹری امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ۔

مذکورہ استفتاء کی روشنی میں تقریباً یہی سوال الجامعۃ الرضویہ پٹنہ سٹی کے ناظم اعلیٰ الحاج سید ولی الدین رضوی نے مختلف دارالافتاء کو روانہ فرمائے ان میں سے کچھ کے جوابات آئے کچھ کا انتظار ہے۔ آنے والے فتاوے میں اہم فتویٰ حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن رضوی مظفر پوری رضوی دارالافتاء جامعۃ الخضراء مرون مظفر پور کا ہے، آپ نے سوال کے تمام پہلوؤں کا بہت دقت نظری کے ساتھ جائزہ لے کر اپنے محتاط قلم سے اپنے فتوے میں ایک مقام پر رقم طراز ہیں:

”رہا دائرۂ اثر تو گزر چکا کہ اعلیٰ حضرت کا قلمی پرچہ پیلی بھیت کے لیے حجت نہیں تو ماوشما کا واٹس ایپی اعلان پورے ملک کے لیے کیا بلکہ دیگر بلاد وامصار کے لیے بھی بلکہ خود اس عالم کے شہر کے لیے بھی لائق التفات نہیں کہ شرعی اعلان بھی اسی کے شہر کے لیے لائق عمل ہے اور دوسرے کے لیے وہی شرعی طریقہ ہے جو صدر جواب میں گزرا۔ یہ اگر کافی ہوتا تو دارالقضا کی شاخیں کیوں جب ایک شہر کا قاضی اعلان کرے اور پورے ملک میں اس پر عمل ہو تو شاخوں کی ضرورت ہی کیا رہی؟ یہی حکم بریلی شریف اور دوسرے شہروں کے لیے بھی ہے۔“

مطلع ابرآلود ہونے کی صورت میں تو کمال عدت یعنی تیس ۳۰ر کی گنتی پوری کرنے کا حکم ہے: فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین۔ مگر پورنیہ کٹیہار، دلی، کلکتہ، بنگلور، پھلواری، پٹنہ خواہ کہیں سے چاند تلاش کرنے کا حکم اور ایک ہی دن پوری دنیا یا پورے ملک وصوبہ یا کم از کم صوبے کے اکثر اضلاع میں عید منانے کا جزیہ کہاں ہے؟ موبائیل، واٹس ایپ، فیس بک، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے گھر گھر چاند پہنچانے کا وجوب یا کم از کم استحباب ہی کہاں؟ یہ محض العوام کالانعام اور ارباب اقتدار کی نظر میں اپنی یا ادارے کی حیثیت عرفی منوانے کا غیر شرعی ذریعہ اور اپنی شہرت ومقبولیت، باثری ومرجعیت میں سبقت حاصل کرنے کا سیاسی حربہ ہے، قال علیہ السلام: اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔ مولیٰ تعالیٰ قبول حق کی توفیق رفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

۲۹ر رمضان المبارک کو رویت بلال کے تعلق سے ہونے والے اعلان پر جن مفتیان کرام کے شرعی فیصلے نقل کیے گئے وہ تمام حضرات ذمہ دار دارالافتاء کا قلمدان سنبھالنے بقیہ ص ۲۰ ر پر

تصدیق ونظر

انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

دلائل و براہین کی روشنی میں

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*

حضور سرور کائنات ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومنے سے متعلق دلائل و براہین پیش کرنے اور معترضین کے اقوال فاسدہ و کاسدہ کے رد بلیغ سے پہلے حدیث کی نسبت سے چند اہم اصطلاحی باتیں پیش کی جارہی ہیں تاکہ عوام الناس کو لفظ حدیث سے کوئی فریب نہ دے سکے۔

پہلے آپ یہ سمجھیں کہ حدیث کسے کہتے ہیں۔ حدیث کہتے ہیں حضور ﷺ کے اقوال، افعال، احوال اور تقریرات کو، بعض محدثین کی اس ضمن میں تعمیم کی بنیاد پر صحابہ اور تابعین کے اقوال، افعال، احوال و تقریرات بھی حدیث کے زمرے میں شامل ہیں، واضح رہے کہ تقریر سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کسی صحابی نے کچھ کیا یا کہا اور سرکار نے اس قول یا فعل کی نفی کی اور نہ اثبات فرمایا بلکہ سکوت اختیار فرمایا اسے تقریر کہتے ہیں۔

حدیث کی مذکورہ تعریف کی روشنی میں حدیث کی تین بنیادی قسمیں ہوتی ہیں (۱) حدیث مرفوع (۲) حدیث موقوف (۳) حدیث مقطوع۔ حضور ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث مرفوع، صحابہ کے قول و فعل کو حدیث موقوف اور تابعین کے قول و فعل کو حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ یہ ہوئیں حدیث کی بنیادی قسمیں، لیکن راویوں کی کثرت و قلت کے اعتبار سے حدیث کے چار اقسام بتائے جاتے ہیں (۱) متواتر (۲) مشہور (۳) عزیز (۴) واحد۔

حدیث متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کے راوی ہر دور میں اتنے زیادہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا محال عادی ہو، حدیث مشہور وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر قرن میں دو سے زائد ہوں، حدیث عزیز کا اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس کے راوی ہر طبقے میں دو ہوں۔ جس کے راوی کسی دور میں یا ہر دور میں صرف ایک ہوں تو ایسی حدیث کو عزیز غریب اور خبر واحد کہتے ہیں۔

اس طرح راویوں کے احوال کے پیش نظر عام طور پر حدیث کے چار اقسام کیے جاتے ہیں (۱) صحیح لذاتہ و لغیرہ (۲) حسن لذاتہ و لغیرہ (۳) حدیث ضعیف (۴) حدیث موضوع۔

جس کے تمام راوی عادل تام الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو اور شذوذ و نکارت و جملہ عیوب سے خالی ہو اس حدیث کو صحیح لذاتہ کہتے ہیں مگر جس کے اندر صحت کے شرائط میں کچھ کمی ہو اور کثرت طرق سے اس کی تلافی ہوگئی ہو اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں، اسی طرح جس کے ضبط میں کچھ کمی ہو بقیہ صحت کے تمام شرائط پائے جاتے ہوں اور اس کی تلافی نہ ہوئی ہو اس حدیث کو حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ اس حدیث ضعیف کو کہتے ہیں جس کی کثرت طرق سے تلافی ہوگئی ہو، حدیث ضعیف وہ حدیث ہے جس میں صحت کے تمام شرائط یا بعض نہ پائے جاتے ہوں اور اس کی تلافی بھی نہ ہوئی ہو۔

یاد رہے کہ حدیث موضوع درحقیقت یہ حدیث ہی نہیں ہے، کیوں کہ اس میں اپنی گڑھی ہوئی باتوں کو سرکار کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے، اسے مجازاً حدیث کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا حدیث کی تمام قسمیں حدیث کہلاتی ہیں۔ البتہ سب کے مراتب جداگانہ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار گویا حدیث کا انکار ہوگا۔

سرورِ کائنات ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانے کے جواز سے متعلق وافر مقدار میں دلائل موجود ہیں، البتہ اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ میرا دعویٰ ہے کہ تا قیامت کوئی شخص اس امر حسن

جائز ہونے پر کسی معتبر ومستند کتاب سے دلیل پیش کر ہی ہیں سکتا۔

علمائے محدثین نے اس امر حسن پہ خلیفۂ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرات ریحانِ جنت سیدنا امام حسنین کریمین، حضرت خضر وغیرہم جیسی معتبر شخصیتوں سے حدیثیں روایت فرمائی ہیں جو مقاصد حسنہ، جامع الرموز، فتاویٰ صدیقیہ، کنز العباد، رد المحتار وغیرہ مستند کتابوں میں آج بھی درخشاں وتابندہ ہیں، مثلاً علامہ امام شمس الدین سخاوی دیلمی کے حوالے سے المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الدائرۃ علی السنۃ میں نقل فرماتے ہیں:

"لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله قال هذا و قبل باطن الانملتين السبابتين و مسح على عينيه فقال صلى الله تعالیٰ عليه و سلم من فعل مثل ما فعل خليلي فقد حلت له شفاعتي۔ یعنی جب حضرت صدیق اکبر نے مؤذن کو اشهد ان محمد رسول الله کہتے سنا تو یہی کہا اور اپنی شہادت کی انگلیوں کو آنکھوں سے لگایا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میرے اس پیارے دوست کی طرح کرے میری شفاعت اس کے لئے حلال ہوگئی۔"

یہی امام سخاوی حضرت ابو العباس احمد ابن ابی بکر کی کتاب موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ سے نقل فرماتے ہیں: من قال حين يسمع المؤذن يقول اشهد ان محمدا رسول الله مرحبا بحبيبي و قرة عيني محمد بن عبد الله ثم قبل ابهاميه و يجعلها على عينيه لم يرمد ابدا۔ یعنی حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن سے اشهد ان محمدا رسول الله سن کر کہے: مرحبا بحبيبي و قرة عيني محمد بن عبد الله صلى الله تعالیٰ عليه و سلم پھر دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

پھر آپ فقیہ محمد بن سعید خولانی سے روایت کرتے ہیں: من قال حين يسمع المؤذن يقول اشهد ان محمدا رسول الله مرحبا بحبيبي و قرة عيني محمد بن عبد الله صلى الله تعالیٰ عليه و سلم و يقبل ابهاميه و يجعلهما على عينيه لم يعم ولم يرمد۔ حضرت امام حسن نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن سے اشهد ان محمدا رسول الله سن کر کہے: مرحبا بحبيبي و قرة عيني محمد بن عبد الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم پھر دونوں انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگائے تو نہ وہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اسے کبھی آشوب چشم کی بیماری ہوگی۔

شرح نقایہ میں ہے: واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله و عند الثانية منها قرة عيني بك يا رسول الله ثم يقال اللهم متعني بالسمع و البصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين فانه صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يكون قائدا الى الجنة۔ یعنی جان لو! بے شک اذان کی پہلی شہادت سننے پر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری شہادت سننے پر قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔ پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے متعني بالسمع و البصر تو حضور ﷺ ایسا کرنے والے کو اپنی قیادت میں جنت میں لے جائیں گے۔

علامہ شامی رد المحتار شرح در مختار میں یہی عبارت لکھ کر فرماتے ہیں: كذا في كنز العباد قهستاني و نحوه في الفتاوى صوفيه في كتاب الفردوس من قبل ظفري ابهاميه عند سماع اشهد ان محمدا رسول الله في الاذان انی قائده و مدخله في صفوف الجنة۔

اسی طرح تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۶۴۸: میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے محرم کی دسویں تاریخ کو مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے، حضرت ابو بکر نے اذان کے دوران حضور ﷺ کا نام پاک سن کر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر پھیرا تو آپ نے فرمایا: اے ابو بکر! جو شخص تمہاری طرح میرے نام کو سن کر انگوٹھے آنکھوں پر پھیرے اور جو تم نے کہا وہ کہے خدا

تعالیٰ اس کے تمام نئے پرانے اور ظاہر و باطن گناہوں کو در گزر فرمائے گا۔

نہ صرف یہ کہ علمائے احناف کی کتابوں میں انگوٹھا چومنے کے عمل کو جائز و مستحسن کہا گیا ہے، بلکہ مذہب شافعیہ کی مشہور کتاب "اعانۃ الطالبین" ص۲۴۷/ اور مذہب مالکیہ کی معروف کتاب کفایۃ الطالب الربانی ص۱۶۹/ میں ہے کہ جب اذان میں کوئی حضور ﷺ کا نام اقدس سنے تو درود شریف پڑھے:

ثم یقبل ابھامین و یجعلھا علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدا۔ یعنی پھر انگوٹھے چومے اور ان کو آنکھوں پر رکھے تو نہ وہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ کبھی اس کی آنکھیں دکھیں گی۔

علاوہ ازیں تفسیر روح البیان جلد ۴/ص ۹۴۶/ میں ہے:

ان آدم علیہ السلام اشتاق الی لقاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین کان فی الجنۃ فاوحی اللہ تعالیٰ علیہ ھو من صلبک و یظھر فی آخر الزمان فسئل لقاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین کان فی الجنۃ فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ فجعل اللہ النور المحمدی فی اصبعہ المسبحۃ من یدہ الیمنی فسبح ذلک النور فلذلک سمیت تلک الاصبع مسبحۃ کما فی الروض الفائق او اظھر اللہ تعالیٰ فقبل آدم ظفری ابھامیہ و مسح علی عینیہ فصار اصلا لذریتہ فلما اخبر جبریل النبی بھذہ القصۃ قال علیہ السلام من سمع فی الاذان فقبل ظفری ابھامیہ و مسح علی عینیہ لم یعم ابدا۔ یعنی جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں حضور ﷺ کی زیارت کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمہارے صلب سے اخیر زمانے میں ظہور فرمائیں گے، تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کے دیدار کا سوال کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں ہاتھ کے کلمہ کی انگلی میں نور محمد ﷺ چمکایا تو اس نور نے خداوند قدوس کی تسبیح پڑھی، اسی واسطے اس انگلی کا نام کلمہ کی انگلی ہوا، جیسا کہ روض الفائق میں ہے اور اللہ عزوجل نے اپنے حبیب کے جمال کو حضرت آدم کے انگوٹھوں میں ظاہر فرمایا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا۔ پس یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگائے وہ کبھی اندھا نہیں ہوگا۔

اب مذکورہ دلائل سننے کے بعد بھی معترض یہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی نے بھی اپنی مایۂ ناز تصنیف فتاویٰ رضویہ میں حضرت صدیق اکبر والی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ یہ قول محض اعلیٰ حضرت ہی کا نہیں ہے، بلکہ بہت سارے محدثین و فقہا نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ معترض نے اعلیٰ حضرت کے فقط قول ضعیف کو دیکھ لیا مگر ان کی دوسری عبارتیں جو تقریباً پچاس صفحوں سے زائد حصوں پر پھیلی ہوئی ہیں چٹ ہضم کر گیا، یہ تو گستاخ رسول کا پرانا طریقہ ہے، کانا ایک ہی طرف دیکھتا ہے، بھلا دوسری طرف دیکھے بھی تو کیسے، کیوں کہ دوسری آنکھ کا بلب جو فیوز ہے، اللہ سمجھ عطا فرمائے۔

اعلیٰ حضرت ضعیف لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ کے ساتھ خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ محدثین نے اس حدیث کو ضعیف مرفوع ہونے کے اعتبار سے کہا ہے نہ کہ موقوف کے اعتبار سے، یعنی یہ حدیث مرفوع کے اعتبار سے تو ضعیف ہو سکتی ہے لیکن موقوف ہونے کے اعتبار سے صحیح ہے، یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ملا علی قاری کی عبارت نقل فرمائی ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

"قلت و اذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیکفی للعمل بہ بقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین۔ یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت عمل کے لئے کافی ہے، کیوں کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں تم پر اپنی اور خلفائے راشدین کی سنتوں کو لازم کرتا ہوں۔"

نقد و نظر

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شئے کا ثبوت بعینہٖ حضور ﷺ سے ثبوت ہے، اگر چہ بالخصوص حدیث مرفوع درجۂ صحت تک مرفوع نہ ہو، اس سے پہلے میں نے حدیث کی بنیادی قسمیں مع تعریف اس لئے لکھ دی تھیں کہ آپ کو سمجھنے میں آسانی ہو اور معترضین کے مکر و فریب سے آپ محفوظ و مامون رہیں، کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حضرت ملا علی قاری جیسے محدث تو اس حدیث کو عمل کے لئے کافی کہیں مگر ملاجی اس سے پہلوتہی کریں۔ سرکار ابد قرار ﷺ نے فرمایا کہ تم پر لازم ہے میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت، مگر یہ سنت کے جھوٹے دعویدار سرکار کے فرمان اور آپ کے یارِ غار خلیفۂ اوّل کی سنت سے گریز کر رہے ہیں، یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ ان گستاخوں کی زبان تو سنت سنت کا رٹ لگا رہی ہے مگر ان کے دل میں سنت کی عظمتوں کی ذرہ برابر بھی وقعت نہیں۔

معترض کا یہ قول کہ حضرت صدیق اکبر والی حدیث کمزور ہے یہ کہنا صحیح نہیں، کیوں کہ یہاں ضعیف کا لغوی معنی مراد نہیں ہے، بلکہ اصطلاحی معنی مقصود ہے، دراصل ایک لفظ کے دو معنی ہوتے ہیں، ایک لغوی اور دوسرا اصطلاحی، جیسے انگریزی میں کہتے ہیں:

"One word may have two meanings, one of them is iexical and other is technical."

لفظ ضعیف جب حدیث کے لئے مستعمل ہو تو وہاں ایک خاص معنی ہی مراد ہوگا، حدیث ضعیف اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کا کوئی راوی اعلیٰ درجہ کا متقی یا قول الحافظ نہ ہو، یعنی بلفظ دیگر حدیث صحیح میں جو شرائط معتبر تھیں ان میں سے تمام یا بعض نہ پائی جائیں، یاد رہے کہ حدیث صحیح اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کی اسناد متصل ہو، بیچ میں کوئی راوی چھوٹا نہ ہو اور اس کے سارے راوی متقی، پرہیزگار اور قوی الحافظ ہوں، گویا صحیح اعلیٰ درجہ کی حدیث اور حدیثِ حسن اور حدیث ضعیف وسطیٰ درجہ کی، اگر کسی کو ہم کہیں کہ مولانا رحمت اللہ صدیقی بادشاہ نہیں ہیں، تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ بھکاری ہیں، اگر کسی کو کہیں کہ یہ تہجد گزار نہیں ہے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ فاسق ہے، تو پھر صحیح کے انکار سے حدیث کا ناقابل عمل ہونا کہاں سے لازم آیا۔

اب آئیے لگے ہاتھ حدیث ضعیف سے متعلق فقہا و محدثین کے اقوال بھی سنتے چلئے، اس بات پر اجماع ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے، جیسا کہ امام ابن حجر مکی، ملا علی قاری، امام محقق دوانی وغیرہم جیسے بہت سارے جلیل القدر محدثین و فقہا نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے، جیسا کہ امام شیخ الاسلام ابوزکریا ''کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار'' میں فرماتے ہیں: قال العلماء من المحدثین و الفقهاء وغیرهم یجوز و یستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعا۔ یعنی محدثین و فقہا وغیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری باتوں سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے، جب کہ موضوع نہ ہو۔

اسی طرح علامہ شامی رد المحتار جلد اوّل باب الاذان میں فرماتے ہیں: علی انه فی فضائل الاعمال یجوز العمل بالحدیث الضعیف۔ یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔

ان سارے دلائل سے معلوم ہوا کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے، اس کا انکار جہالت و حماقت اور ضلالت و گمراہی ہے، کوئی پاگل ہوگا جو اس قسم کی لایعنی بات کرے گا، محدثین تو حدیث ضعیف کو معتبر مانیں مگر کٹھ ملا غیر معتبر، العیاذ باللہ، ایک قول کے مطابق تو احکام میں بھی حدیث ضعیف معتبر ہے۔

علاوہ ازیں مرقاۃ، موضوعات کبیر، مقدمہ مشکوٰۃ، رسالۂ اصل الحدیث، ترمذی شریف وغیرہ میں ہے کہ اگر ایک حدیث چند ضعیف راویوں سے مروی ہو تو اب وہ ضعیف نہ رہ کر حسن بن جائے گی، اسی طرح علمائے کاملین کے عمل سے بھی ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی فرماتے ہیں: هٰذا الحدیث غریب و ضعیف العمل علیه عند اهل العلم۔ امام ترمذی کے اس قول کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ

نقد و نظر

حدیث ہے تو ضعیف ناقابل عمل، مگر علمائے امت نے اس پر بے وقوفی سے عمل کر لیا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ حدیث روایت کے لحاظ سے ضعیف تھی، مگر علمائے امت کے عمل سے اس میں قوت آگئی، تبھی تو ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۱۰۲ ر میں فرماتے ہیں: قال النووی و اسنادہ ضعیف نقلہ میرک فکان الترمذی یرید تقویۃ الحدیث لعمل اھل العلم۔ یعنی علامہ نووی نے فرمایا کہ اس کی سند ضعیف ہے، اس کو میرک نے نقل کیا، اس قول سے امام ترمذی کی مراد یہ ہے کہ اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مجتہد کے استدلال سے بھی حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: ان المجتھد اذا استدل بحدیث کان صحیحا لہ کما فی التحریر وغیرہ۔ یعنی کسی حدیث سے کسی مجتہد کا استدلال اس کی صحت کی دلیل ہے، جیسا کہ تحریر وغیرہ میں ہے۔

یوں ہی صالحین کے عمل سے بھی حدیث ضعیف کو قوت مل جاتی ہے، جیسے صلوٰۃ التسبیح جس روایت سے ثابت ہے وہ ضعیف ہے، ایسے ہی وضو کے اعضا کے دھلنے کی مختلف دعائیں بھی احادیث ضعیف سے ثابت ہیں، مگر یہ سب کی سب معتبر ہیں اور ان پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔

الآثار المرفوعۃ ص ۳۴۳ ر میں ہے: قال البیہقی کان عبد اللہ بن مبارک یصلیھا وتناولھا الصالحون بعضھم عن بعض وفی ذلک تقویۃ للحدیث المرفوع۔ امام بیہقی نے فرمایا کہ عبد اللہ بن مبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھا کرتے تھے اور بعد کے صلحا اس کو ایک دوسرے سے اخذ کر کے پڑھتے تھے، اسی وجہ سے اس حدیث مرفوع کو قوت مل گئی۔

اسی طرح تجربہ اور کشف سے بھی حدیث ضعیف کو قوت مل جاتی ہے، جیسا کہ صاحب مرقاۃ اور صاحب شفا نے اپنی تصنیفات میں فرمایا ہے، مذکورہ بالا شواہد سے یہ بات واضح تر ہو گئی کہ ضعیف حدیث جھوٹی، غلط یا گڑھی ہوئی نہیں ہوتی، بلکہ محدثین نے محض احتیاط کی بنیاد پر اس حدیث کا درجہ پہلی دو یعنی صحیح اور حسن سے کچھ کم رکھا ہے، لیکن فضائل اعمال میں یہ علی الاتفاق اجماعاً معتبر ہے۔ ثانیاً یہ کہ تقبیل الابہامین والی حدیث کو اگر مرفوع کے اعتبار سے ضعیف مان لیا جائے تو بھی یہ معتبر ہے، کیوں کہ اس کا تعلق فضائل اعمال سے ہے، ثالثاً یہ کہ اس حدیث کے موقوف صحیح ہونے پر کسی کو کلام نہیں۔

حدیث ضعیف کو ضعیف سمجھ کر عمل نہ کرنے کے سلسلے میں ایک عبرت ناک واقعہ نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے، علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں اور علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں رقم طراز ہیں کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن ترشوانے سے برص کی بیماری ہوتی ہے، علامہ ابن الحاج نے اس خیال سے کہ یہ حدیث صحیح نہیں، بدھ کے دن ناخن ترشوا لیا، نتیجے کے طور پر انہیں برص کی بیماری لاحق ہو گئی، عالم رؤیا میں سرورِ کائنات ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابن الحاج سے فرمایا کہ تم نے نہیں سنا تھا کہ میں نے بدھ کے دن ناخن ترشوانے سے منع کیا ہے، عرض کیا یا رسول اللہ! وہ حدیث میرے نزدیک ضعیف ہے، سرکار نے عالم جلال میں ارشاد فرمایا کیا اتنا کافی نہیں کہ وہ حدیث میرے نام سے تمہارے کانوں تک پہنچی تھی، پھر آپ نے اپنا دست رحمت ان کے بدن پر پھیرا تو فوراً حضرت ابن الحاج کا برص جاتا رہا، اسی وقت آپ نے توبہ کی اور اس بات کا عہد و پیمان کیا کہ اب کبھی حدیث ضعیف سن کر انگوٹھا چومنے کو غلط نہ کہوں گا، اس سے اس حدیث کو ضعیف بمعنی ناقابلِ عمل سمجھنے والوں کو عبرت پکڑنا چاہیے۔

ان تمام باتوں سے روزِ روشن کی طرح حقیقت عیاں ہو گئی کہ سرکار ابد قرار ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنا جائز، مستحب، سنت حضرت آدم و صدیق اکبر ہے، نیز اسلاف کرام کا طریقہ ہے، اس سے منحرف ہونا جہالت، حماقت اور گمراہی کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ لہٰذا تمام بھولے بھالے مسلمانوں سے گزارش ہے کہ اس قسم کے ناپاک لٹریچر اور پوسٹر سے خود کو دور و نفور رکھیں اور ایمان کے لٹیروں سے ہوشیار رہیں، کیوں کہ شیطان کو وسوسہ ڈالنے میں دیر نہیں لگتی۔

◆◆◆

خطرات کے بادل

از: مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی*

احوالِ وطن

کہا جاتا ہے کہ ہجوم کا کوئی قائد نہیں ہوتا ہے اس کی کوئی شکل وصورت نہیں ہوتی، اس کا کوئی مذہب نہیں ہوتا لیکن حالیہ چند سالوں میں آپ ہجومی تشدد کے نام پر ہونے والی واردات کا تجزیہ کریں گے تو یہ امر روشن ہو جائے گا کہ ان تمام واردات میں نقشہ اس کہاوت کے برخلاف وبرعکس ہے۔ یہاں قائد بھی ہے، شکل وصورت بھی ہے اور مذہبی رنگ بھی، اگر ایسا نہیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھیڑ اکٹھا کرتا کون ہے؟ اسے جذباتی رنگ دیتا کون ہے؟ بھڑکاتا کون ہے؟ ان تمام سوالات کے جواب ہمیں معلوم ہیں لیکن سب کی زبان پر تالے لگے ہوئے ہیں سب خاموش ہیں۔ خوف اس بات کا ہے کہ اگر قانون عوام کے ہاتھوں کا کھلونا بن جائے تو پھر پولس، کورٹ اور انصاف کھوکھلے الفاظ بن کر رہ جائیں گے، رفتہ رفتہ قانون کی بالادستی ختم ہوتی جائے گی، دلوں میں ڈر خوف باقی نہیں رہ جائیگا اور پھر ملک میں انارکی شروع ہو جائے گی جو مستقبل میں وطن کی سالمیت کے لئے ایک بڑا خطرہ ہوگا۔

چار سال کی مدت میں ہجومی تشدد کی واردات حکومت کے اعداد وشمار کے مطابق 134 ہیں، محمد اخلاق سے لے کر اکبر خان تک گزشتہ چار سالوں میں ہجومی تشدد کے 134 معاملے سامنے آئے اور ایک ویب سائٹ کی اعداد شماری کے مطابق 2015 سے لے کر جولائی 2018 تک 68 انسانی زندگیاں موت کے گھاٹ اتاری جا چکی ہیں ان میں دلتوں کے ساتھ جو واردات انجام دی گئیں وہ بھی ہیں۔

تحفظ گاؤ کے نام نہاد نعرے پر ہونے والی غنڈہ گردی کی اگر بات کی جائے تو سرکاری اعداد وشمار کے مطابق 2014 میں ایسے تین معاملے سامنے آئے، ان میں 11 لوگ زخمی ہوئے لیکن دوسرے سال 2015 میں غنڈہ گردی کی یہ واردات اچانک بڑھ کر بارہ ہو جاتی ہیں، ان میں 10 افراد کی قیمتی زندگی قربان ہو گئی جب کہ 48 افراد زخمی ہوئے۔ حکومت کی جانب سے ان غنڈوں کے خلاف جب نکیل نہیں کسی گئی تو 2016 میں اس کے جو نتائج سامنے آئے وہ چونکا دینے والے ہیں، دہشت گردی کی یہ واردات چھلانگ لگا کر دوگنی ہو جاتی ہیں اور 24 واردات میں 8 افراد کو اپنی قیمتی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا جب کہ 58 لوگ زخمی ہوئے۔ 2017 میں یہ دہشت گرد مزید بے لگام ہو جاتے ہیں اور 37 واردات انجام دے دیتے ہیں جن میں 11 قیمتی انسانی زندگی ضائع ہو جاتی ہے جب کہ 52 افراد مجروح ہوتے ہیں۔ 2018 میں اب تک اس قسم کے 9 معاملے سامنے آئے ہیں جن میں 5 لوگ مارے گئے جب کہ 16 اشخاص زخمی ہوئے۔ 2014 سے لے کر جولائی 2018 تک تحفظ گاؤ کے نام پر کل 85 واردات انجام دی گئیں جن میں 34 لوگ مارے گئے اور 289 افراد کو مار کر نیم مردہ کر دیا گیا۔ ان واردات میں 50 فیصد مسلمانوں کو ہدف بنایا گیا جب کہ 20 فیصد معاملے میں مذہبی اور ذاتی شناخت نہیں ہو سکی، 11 فیصد معاملوں میں دلتوں کو شکار بنایا گیا، 9 فیصد معاملے ایسے سامنے آئے جن میں ہندوؤں کی جانب سے ہندوؤں کو ٹارگٹ کیا گیا۔

ہجومی تشدد کے نام پر ہونے والی واردات کی تفصیل دیکھنے کے بعد بھی کیا ایسے لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، جنہیں ہندوستان کے قانونی نظام اور عدلیہ پر اعتماد وبھروسہ نہیں اور جو خود کو عدالت اور قانون کا ٹھیکیدار سمجھ کر سر راہ لوگوں کی زندگی وموت کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے جہاں بلا تفریق مذہب

* مضمون نگار دار العلوم خیریہ نظامیہ، سہسرام، بہار کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

وملت تمام باشندوں کو جمہوری نظام کے ایک دھاگے میں پرو کر زندگی گزارنے کا درس دیا جاتا ہے، ملک کے جمہوری نظام نے ہر ایک شخص کو آزادانہ زندگی گزارنے کا حق دیا ہے۔

بلا تفریق مذہب وملت ہر ہندوستانی اپنے اپنے رسوم و رواج کے مطابق زندگی گزانے کا حق رکھتا ہے ملک کے آئین وقانون ہر باشندے کی جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرتا ہے لیکن حالیہ دنوں میں ہونے والی واردات نے فکرو نظر کا زاویہ تبدیل کر دیا، سوچنے سمجھنے کا انداز بدل گیا۔ کیا ان واردات نے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور نہیں کیا کہ ملک انارکی کی راہ پر جا رہا ہے، قانون، عدلیہ آئین، دستور سب لفظوں کے ڈھانچے ہیں معنویت کھو چکے ہیں۔ پوری دنیا میں ہمارے جمہوری نظام کا مذاق اڑایا جا رہا ہے جگ ہنسائی ہو رہی ہے۔

ہمیں ملک کے وزیر اعظم جناب نریندر مودی سے امید ہے کہ وہ ملک کی اس بگڑتی ہوئی صورت حال کا سنجیدگی سے جائزہ لیں گے اور قانون شکنوں کو قانون کے شکنجے میں کس کر ملک کی سالمیت اور اس کی اکھنڈتا کے خلاف سازش رچنے والوں کو دندان شکن جواب دیں گے، ماضی میں جو زخم ہمیں لگ چکا ہے اس کی ٹیس سے ابھی ہمیں نجات نہیں ملی ہے، ہم اس حوالے سے اب کوئی دوسرا درد و کرب برداشت نہیں کریں گے، بی جے پی اور این، ڈی، اے پارٹی کا رہنما منتخب ہونے کے بعد اپنے ممبران سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم ہند نے یہ تاریخی جملے ادا کئے ”ہمیں سب کا ساتھ اور سب کا وکاس کرنے کے ساتھ سب کا وشواس بھی حاصل کرنا ہے۔“ انہوں نے خطاب کے دوران یہ بھی کہا کہ ”جن لوگوں نے ہمیں ووٹ دیا ہے وہ بھی ہمارے ہیں اور جنہوں نے ہمیں ووٹ نہیں دیا وہ بھی ہمارے ہیں۔“ ایک جمہوری ملک کے ذمہ دار وزیر اعظم ہونے کے ناطے ان کے اس بیان میں ملک کے تمام جمہور کے حقوق کی بحالی کے نقوش بہت صاف طریقے سے دیکھے جاسکتے ہیں، کاش! وزیر اعظم ہند کا یہ بیان زمینی حقیقت اختیار کر لے اور ملک کے تمام باشندوں کو ان کے آئینی و دستوری حق دے دیئے جائیں تو پھر ملک کا نقشہ تبدیل ہو جائے گا، گنگا جمنی تہذیب کی مثال بن جائیگا ہمارا وطن۔

انہوں نے اپنے خطاب میں سابق حکمراں جماعت پر سخت لیکن حقیقت پسند تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ”کئی دہائیوں تک اقلیتی فرقے کے دل میں بی جے پی کے تعلق سے خوف کا ماحول پیدا کر کے مخالف سیاسی جماعتوں نے ان کا استعمال ووٹ بینک کے طور پر کیا اب پانچ برسوں میں ہمارا ہدف کام کی بنیاد پر رابطوں کی بنیاد پر ہر ایک کا دل جیت کر اعتماد حاصل کرنا ہے۔“

وزیر اعظم کے اس بیان میں کس قدر صداقت کے عناصر شامل ہیں یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ لیکن دنیا کے نقشے پر ہندوستان کا جو نقش وعکس ہے وہ دھندلا نہ جائے اس لئے بے لگاموں کو لگام دی جائے قانون کی بالادستی قائم رکھ کر انصاف کا پرچم بلند کیا جائے، خوف وہراس کے سائے میں زندگی گزارتے ہوئے اقلیتوں کو آئینی وقانونی حفاظت کی ضمانت دی جائے، انہیں اپنے اعتماد میں لیا جائے اور سیکولرزم کا نام نہاد نعرہ لگانے والوں کو ان کی اوقات بتائی جائے۔

کارگل جنگ میں ملک کی حفاظت کے لئے اپنی بیش بہا زندگی کی قربانی پیش کر کے کارگل کی برفیلی چوٹی پر وطن کا پرچم لہرانے والے بہادروں کو خراج پیش کرنے کے لئے 26 رجولائی 2019 کو دہلی کے اندرا گاندھی انڈور اسٹیڈیم میں کارگل یوم فتح کی بیسویں سال گرہ کے موقع پر منعقد ایک پروگرام میں وزیر اعظم ہند جناب نریندر مودی نے بہت جذباتی انداز میں خطاب کرتے ہوئے کہا ”بھارت کی تاریخ گواہ ہے کہ بھارت کبھی جنگ جو نہیں رہا، انسانیت کے حق میں امن وسکون“ کا قیام ہماری روایات کا حصہ رہا ہے۔ بھارت میں ہمارے نوجوان فوجیوں کی پہچان و شناخت ملک کے محافظ کی ہے تو ساری دنیا میں ہماری پہچان انسانیت اور امن وسکون کے پہریدار کی بھی ہے۔“

وزیر اعظم ہند کے یہ جملے بلا شبہ ایک جمہوری ملک جہاں مختلف رنگ ونسل اور مذہب وملت کے لوگ آباد ہوں کی مضبوط اساس وبنیاد ہے جن پر ملک کی سالمیت وبقا کا دارومدار ہے۔

اپنے خطاب میں مزید وضاحتوں کے ساتھ انہوں نے کہا:

احوال وطن

"قومی تعمیر و تشکیل کی شاہراہ پر چلتے ہوئے ہمیں کچھ باتوں کا بطور خاص خیال رکھنا ہوگا۔" قومی تعمیر و تشکیل کے لئے جن امور کے لحاظ و پاس رکھنے کی اپیل وہ مبہم انداز میں پیش کرتے ہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے بہت صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے فرقہ پرست اور ملک دشمن عناصر کا محاسبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"1947 میں کیا صرف ایک خاص زبان بولنے والوں کے لئے ملک آزاد ہوا تھا؟ کیا صرف ایک قوم کے لوگ آزاد ہوئے تھے؟ کیا صرف ایک ذات کے لوگ آزاد ہوئے تھے؟ جی نہیں! پورا بھارت آزاد ہوا تھا۔ جب ہم نے ملک کا دستور و آئین تیار کیا تھا تو کیا صرف ایک زبان، ایک قوم اور ایک ذات کے لئے تیار کیا تھا؟ جی نہیں! پورے بھارت کے لئے اور بھارت کے تمام باشندوں کے لئے دستور و آئین مرتب ہوا تھا اور جب بیس سال قبل ہمارے پانچ سو بہادر فوجیوں نے کارگل کی برفیلی پہاڑیوں میں قربانیاں دی تھیں تو کس کے لئے دی تھیں؟ ویر چکر پانے والے تمل ناڈو کے باشندے بہار ریجمنٹ کے میجر سرونند نے کس کے لئے ویر گتی دی تھی۔ ویر چکر پانے والے دلی کے رہنے والے راجپوتانہ رائفلز کے کیپٹن حنیف الدین نے کس کے لئے قربانی دی تھی؟ اور پرم ویر چکر پانے والے ہماچل پردیش کے سپوت جموں اینڈ کشمیر رائفلز کے کیپٹن وکرم بترا نے جب کہا تھا کہ "یہ دل مانگے مور" تو ان کا دل کس کے لئے مانگ رہا تھا؟ اپنے لئے نہیں۔ کسی خاص زبان بولنے والے کسی خاص مذہب کے ماننے والے یا کسی خاص قوم کے لئے نہیں پورے بھارت کے لئے۔ آیئے ہم سب مل کر تہیہ کرلیں کہ یہ ایثار اور یہ قربانیاں ہم ضائع نہ ہونے دیں گے۔ ہم ان کی قربانی سے سبق حاصل کریں گے ان کے خوابوں کا بھارت سجانے، سنوارنے کے لئے ہم بھی اپنی زندگی قربان کردیں گے۔

وزیر اعظم نے اپنے پر جوش خطاب میں یہ بھی کہا کہ "آج وقت کا جبری تقاضا ہے کہ انسانیت پر یقین رکھنے والی تمام طاقتیں اور ساری قوتیں مسلح افواج کے ساتھ ایک دوسرے کی حمایت میں کھڑی ہوں تب ہی دہشت گردی کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔"

وزیر اعظم کے خطاب کے اس حصے میں ایک ایک جملہ ملک کی سالمیت اور اکھنڈتا بحال رکھنے کی قسمیں کھا رہا ہے اور اس کی جانب نگاہ غلط انداز ڈالنے والوں کا سختی کے ساتھ محاسبہ کرتے ہوئے ان کے وطن دشمن عزائم کو کچل دینے کا حوصلہ ظاہر کررہا ہے اگر اسے زمینی حقیقت دے دی جائے اور عملی جامہ پہنا دیا جائے تو وطن کے سر پر منڈلانے والے خطرات کے بادل ٹل جائیں گے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے تمام اختیارات کا بھرپور استعمال کر کے ان تمام وطن دشمن طاقتوں کے حوصلے کچل دیئے جائیں جو ملک کی سالمیت کے خلاف شیطانی کھیل کھیل رہے ہیں۔

ملک کی سلامتی بحال رکھنے کے لئے تمام وطن دوست ہندوستانیوں کو باہمی اعتماد و اعتبار کے سائے میں زندگی گزارنی ہوگی، قومی یکجہتی اور گنگا جمنی تہذیب جو ہمارے وطن کا ہمیشہ نشان امتیاز رہا ہے اسے فروغ دینے کیلئے ماحول سازی کرنا حکومت اور یہاں کے عام باشندوں کا اخلاقی و انسانی فریضہ ہے۔

قومی منافرت اور مذہبی تعصب پھیلانے والوں کے خلاف قانونی اقدام کرنا ہوگا اور دہشت گردی کے نام پر اٹھنے والی ہر تحریک کے خلاف تمام انصاف پسند، وطن دوست اور سیکولر ذہنیت کے حامل افراد کو قدم سے قدم ملا کر صف آراء ہونا ہوگا۔ حکومت کی اخلاقی اور منصبی ذمہ داری ہے کہ قومی منافرت کے نام پر چلنے والی وطن دشمن تحریک ہجومی تشدد کے خلاف سخت ایکشن لے اور اسے بھی دہشت گردی کی فہرست میں شامل کر کے فرقہ پرست عناصر کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملادے، ان واردات کی انجام دہی میں جن لوگوں کی شراکت ہے بلا تفریق مذہب وملت انہیں قانون کے شکنجے میں کس کر عبرتناک سزا دی جائے، اس طوفان کے خلاف حکومت سے لے کر تمام ہندوستانیوں کو سخت ترین بند باندھنا ہوگا ورنہ ہمارے وطن کی برسوں قدیم پاکیزہ روایات کی چادر میلی ہوجائے گی اور فرقہ پرست، ملک دشمن عناصر کے حوصلے دھیرے دھیرے بڑھتے چلے جائیں گے۔

ان انسانیت سوز واردات میں جو لوگ بقیہ ص ۴۲/ پر

اسلاف واخلاف

یادِ شہیدِ کربلا

از: ڈاکٹر اقبال اختر القادری *

ہر سال جب ماہ محرم الحرام آتا ہے تو شہیدِ کربلا کا دن منایا جاتا ہے، ضرور منایا جانا چاہیے، جس نے حق کی خاطر جان عزیز قربان کی ہو، اس کی یاد کیوں نہ منائی جائے، وہ سر گروہِ احرار تھا، اس کے دم سے ایمان کی رونق ہے، وہ شہید ہے، وہ جوانانِ جنت کا سردار ہے، وہ دوشِ محمد ﷺ کا سوار ہے، وہ زندہ جاوید ہے، وہ جنت کی بے کراں نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے، اس کے لطف وسرور کا کون اندازہ کرسکتا ہے، قیامت کے دن اُن کا رب اُن کو اتنا دے گا کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

(مگر) ذرا سوچو تو سہی کہ ایسے شہیدِ ناز کی یاد کس طرح منائی جاتی ہے، کیا جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کے شایانِ شان ہے! عقل سلیم جواب دے؟

جو اُس نے کیا' ہم وہ نہیں کرتے اور جو اُس نے نہ کیا وہ ہم کرتے ہیں، یہ کیسی محبت ہے، یہ کیسا عشق ہے، یہ کیسی وارفتگی ہے، یہ کیسی شیفتگی ہے، یہ کیسی جاں نثاری ہے، یہ کیسی فدا کاری ہے، یہ کیسی اطاعت شعاری ہے، یہ کیسی وفاداری ہے؟ خدارا کچھ تو بتاؤ!

دل میں ایک بات رہ رہ کر آتی ہے، آپ کو بھی بتاؤں، انسان ابتلا سے گزر کر معراجِ کمال پر پہنچتا ہے لیکن معراجِ کمال پر پہنچنے کے بعد کوئی شخص اس کے دورِ ابتلا کی یاد نہیں مناتا بلکہ اس کو جو نعمت ملی ہے اس پر خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے، سرکار دو عالم ﷺ کا یوم معراج منایا جاتا ہے، یوم ولادت منایا جاتا ہے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے لیکن' طائف کے بازاروں میں اس جان حزیں پر جو کچھ گزری تھی اور جن کے متعلق اس نے فرمایا تھا کہ زندگی کی سب سے کٹھن گھڑی گزری تھی، ہاں اس کی یاد منا کر کوئی سینہ کوبی نہیں کرتا، وہ ایک آزمائش تھی، آنی ووقتی، اب عیش جاودانی ہے اس پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور آپ کے محامد ومحاسن بیان کرتے ہیں، یہی شہیدِ کربلا کی یاد میں کیا جانا چاہیے، ہاں اس پر ضرور ماتم کیا جانا چاہیے کہ جو متاعِ گراں مایہ خدا نے ہم کو دی تھی اس کو خود ہم نے اپنے ہاتھوں کربلا میں لٹا دیا، لیکن یہ کام وہ کرے جو حسینی لشکر میں نہ تھا، ہاں اس کو پچھتانا چاہیے اور وہ سب کچھ کرنا چاہیے جو ایک پرلے درجے کا گناہ گار وسیہ کار احساسِ ندامت کے بعد کیا کرتا ہے، لیکن جو حسینی لشکر کے ساتھ تھے ان کو (حضرت امام) حسین رضی اللہ عنہ کی بے پناہ استقامت واستقلال پر فخر ہے، دشمنوں نے شہید وپامال کیا لیکن شہیدِ عشق کو کوئی پامال نہیں کرسکتا اور نہ وہ شکست کھا سکتا ہے، فتح ونصرت اس کے قدم چومتی ہے اور تاجِ کامرانی اس کے فرقِ اقدس پر رکھا جاتا ہے ؎

آناں کہ غم تو برگزید ہمہ
در کوئے شہادت آرمیدند ہمہ

درمعرکہ دو کون فتح از عشق است
با آں کہ سپاہِ او شہیدند ہمہ

ذرا غور کرو! میدانِ کربلا میں اس شہیدِ وفا کی شہادت کے بعد جو کچھ ہوا، وہ' وہ نہ تھا جو پیش کیا جاتا ہے اور نہ وہ' وہ ہوسکتا ہے، ذاکرین اور مرثیہ نگاروں نے جس بے صبری کو اہل بیت سے منسوب کیا ہے وہ ادا شناسانِ خاندانِ نبوت کے لیے سخت حیران کن ہے، وہ ہرگز اُن کی شایانِ شان نہیں، یہ تہمتِ بے تابی ہے، اس میں شک نہیں کہ جو کچھ ہوا وہ نہایت المناک وغمناک تھا اور اس المنا کی پر دل خون کے آنسو روتا ہے، لیکن اس جاں کاہ حادثہ کا جو ردِ عمل بتایا جاتا ہے اس نے اہلِ بیت کی سیرتوں کو بے نور بنا دیا ہے، عظمت اُن کی مظلومیت دکھانے میں نہیں بلکہ یہ

دکھانے میں ہے کہ جس گھرانے کو اپنوں نے لوٹا اور پامال کیا اس نے کس صبر و استقلال اور ہمت و حوصلے کا مظاہرہ فرمایا۔

مرثیہ نگاروں نے مرثیے لکھے اور خوب نام پایا' لیکن انہوں نے انحطاط و غلامی کے جس دور میں آنکھیں کھولیں اور اپنی عورتوں اور مردوں میں بے صبری کے جو جو مظاہرے دیکھے وہ سب ایک ایک کر کے اہل بیت کی پاک سیرتوں پر چسپاں کر دیے اور یہ نہ سوچا کہ وہ یہ کیا ظلم کر رہے ہیں، مرثیوں میں جس تہذیب کی تصویر کھینچی گئی ہے وہ ہر گز حجازی نہیں' خالص ہندی ہے اور وہ بھی اس علاقے سے متعلق ہے جہاں کے مَردوں میں مردانہ پن سے زیادہ زنانہ پن ہے اور عورتوں کا تو کہنا ہی کیا!

اللہ اللہ! جو عزم و ہمت، صبر و استقلال کے روشن مینار تھے ان کی روشنی کو یوں پامال کیا گیا اور غمزدوں اور مصیبت کے ماروں کو اس طرح بے آسرا کر دیا گیا کہ وہ اس منارۂ نور سے روشنی حاصل کرنا چاہیں تو مایوس ہو کے ایک ایک کا منہ تکیں اور بزبان حال کہیں، ہائے کیا کروں، کہاں جاؤں۔

اے ذاکرو! اے مرثیہ نگارو! یہ ظلم تو نہ کرو اور ہاں اے ناموسِ اہل بیت کے محافظو! یہ غضب تو نہ کرو' ہوش کی خبر لو، تم محبت میں متاعِ محبت برباد کیے دے رہے ہو، محبت یہ نہیں کہ اہل بیت کو دیارِ ہند کی عام عورتوں کی سطح پر لا کھڑا کر دو، نہیں' ہر گز نہیں، وہ بلند تھے، بہت بلند، اُن کی بلندیوں کو قائم رکھو!

بین و ماتم سے اُن کو کیا سروکار! چودہ سو برس گزر جانے پر بھی ان کے غلاموں کی یہ ادائیں نہیں، کم از کم غلاموں کو دیکھ دیکھ کر آقا اور آقا زادوں کو پہچان لو!

وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی آنکھ کے تارے تھے، اُن کے سامنے حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ تھا، اُن کے سامنے آپ کا پیکر استقامت تھا' ہاں اُس گھر کا بچہ بچہ کوہِ استقامت تھا، اُن پر بے تابی کی تہمت نہ لگاؤ، ان کو بے صبرا نہ کہو، وہ جانِ صبر ہیں، وہ روحِ عزیمت ہیں، بے شک ؎

سر داد نہ داد دست، در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لاالٰہ است حسین

ص ۴۸ر کا بقیہ............

کہ زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے۔ آپ کی خدمات کا احاطہ کرنا ایک نہایت ہی مشکل امر ہے، آپ طالبان علوم نبویہ کی تشنگیٔ علم بجھانے کے واسطے "جامعۃ الرضا" جیسے عظیم الشان وعدیم المثال ادارے کو وجود بخشا اور عوام الناس کے لئے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھانے کے لئے آپ نے "شرعی کاؤنسل آف انڈیا" کا قیام فرمایا اور مسلمانوں کے ذریعہ ملی مسائل سلجھانے کے لئے جماعت رضائے مصطفیٰ کی نشاۃ ثانیہ فرمائی۔

وصال مبارک: یوں تو کئی مرتبہ آپ نے اپنے سفر آخرت کے متعلق لوگوں کو آگاہ فرمایا تھا، ایک مرتبہ ۱۲ر ربیع النور ۱۴۳۲ھ کو آپ نے اپنے گھر کی محفل میں ایک شعر کہا ؎

کشتی میری حیات کی اب تو کنارہ آ لگی
کہتی ہے مجھ سے زندگی اب تو مئے دوام دو

اور حضور امین شریعت کے رحلت کے غم میں لکھے اشعار کے مقطع میں فرمایا ؎

دیکھنے والوں جی بھر کے دیکھو ہمیں
پھر نہ کہنا کہ اختر میاں چل دیئے

۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء مطابق ۷ر ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ بوقت مغرب آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور ہم سب کو روتا بلگتا چھوڑ کر چلے گئے (انا للہ انا الیہ راجعون) ۲۲ر جولائی کو اسلامیہ گراؤنڈ میں تاریخ رقم کرنے والا آپ کا جنازہ پوری دینا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، جنازہ آپ کے صاحبزادے علامہ عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی نے پڑھایا اور سودگران میں اپنے گیسٹ ہاؤس میں مدفون ہوئے۔

عرش پہ دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب و طاہر گیا

◆◆◆

اسلاف و اخلاف

آواز دے رہی ہے روحِ حسین تجھ کو

از: دختر مفتی عبد المالک مصباحی*

اسلاف و اخلاف

آج میں ملت کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے مخاطب ہوں کہ ہم اور آپ جس مذہب کی پیروکار ہیں، یہ وہ مذہب ہے جس کے عطا کردہ حقوق کو دیکھ کر غیر بھی عش عش کرتے ہیں، لیکن افسوس کہ ہم اپنی حیثیت کو بھلائے بیٹھی ہیں، اسلام نے ہم خواتین کو بڑی اہمیت دی حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے ہمیں معاشرے کے وجود کا ایک اہم ستون قرار دیتے ہوئے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے :یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ.

یعنی یہ دنیا جوہری بھری ہے، جس طرف نگاہ اٹھتی ہے وجود انسانیت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا ہے، یہ محض حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ انسانیت کے اس وجود میں حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بڑی اہمیت ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ انسانیت کا وجود بغیر خواتین کے ممکن ہی نہیں ہے، ع

وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں

اسی طرح انسانیت کی فلاح و نجات بھی بغیر خواتین کے آسان نہیں، ایک بچہ اسی وقت بآسانی نیکی کی طرف مائل ہوگا، گناہوں سے نفرت کرے گا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح والدین و رب رحمٰن کا فرماں بردار بنے گا جب اس کے سامنے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی نیک سیرت ماں کا اسوہ ہو، اسی طرح ایک مرد اپنے نیک مشن کو اسی وقت بآسانی پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے جب کہ اس کے ساتھ دکھ درد میں تسلی دینے والی اور حوصلہ افزائی کر کے ہمت بڑھانے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی بیوی ہو، ایک بھائی اسی وقت محفوظ و بے خوف رہے گا جب اس کے ساتھ چلنے والی بہن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہر جیسی ہو نیز ایک والدین اسی وقت اپنے منصوبوں اور فیصلوں میں کامیاب ہو سکتے ہیں جب ان کی بیٹی حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی ہو الغرض یہ بات بھی مسلم و ثابت ہے کہ عموماً ایک کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔

اے خواتین اسلام! آپ اپنی اہمیت کو سمجھیں آپ کے ان نازک کندھوں پر انسانیت کے فلاح و بہبود کا بار گراں بیڑا رکھا گیا ہے جسے سنبھال کر پورے معاشرے کو اور خود کو فلاح و نجات سے ہمکنار کرنا اور اسے کبھی نہ بھولیں کہ خواتین پر یہ وہ اہم فریضہ اور ذمہ داری ہے جس کی طرف ہمارے اسلاف کی خواتین نے خوب توجہ دی اور امت مسلمہ کو ہر نو پید فتنے سے محفوظ و مامون رہنے کے لیے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا جذبہ دیا، جس کے نتیجے میں ہمارا مسلم معاشرہ روز بروز ترقی و برتری، فتح و نصرت، فلاح و بہبود کی راہیں طے کرتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچا، لیکن جب سے خواتین نے اپنی اس عظیم ذمہ داری سے بے اعتنائی برتنا شروع کیا اور بچوں کی اسلامی تعمیر و تشکیل، مردوں کی دینی ذہن سازی کرنا چھوڑ دیا تب سے امت مسلمہ ہر دن، ہر پل، ہر آن پستی و تنزلی کے عمیق سے عمیق تر گڑھے میں دھنستی چلی جا رہی ہے اور ہر دن ایک سے ایک نئے فتنے کا سامنا کر رہی ہے۔

ایسے مشکل حالات میں جب کہ ہر طرف سے امت مسلمہ کی ذلت و رسوائی کی خبریں آ رہی ہیں، مسلمانوں کو ہر دن ظالموں کے ظلم سے دو چار ہونا پڑ رہا ہے، دورِ یزید کی جھلکیاں نظر آ رہی ہیں، اسی اثنا میں جب ماہ محرم الحرام کی آمد کا شور ہوتا ہے اور ہر طرف سے اسمِ حسین کی صدا بلند ہوتی ہے تو ایک حساس جگر انسان اسم حسین کی صدا کے ساتھ ساتھ مقصد حسین کی دبی ہوئی آواز کو بھی سنتا ہے لیکن جب اپنے معاشرے پر نظر پڑتی ہے تو کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو روح حسین کی صدا پر لبیک کہے، اِلا ماشاء اللہ!

*مضمون نگار مفتی عبد المالک مصباحی کی شہزادی اور ایک متحرک عالمہ ہیں۔

اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ جس پر معاشرے کی بنیاد ہے وہی اپنی ذمہ داریاں بھولی بیٹھی ہیں، جن کی گود سے قوموں کی تقدیریں بدلتی ہیں آج وہی محض ظاہر پرستی و نام نہاد ترقی کے پیچھے بھاگی چلی جا رہی ہیں، جن کے حوصلوں نے لوگوں کو خاک گیتی سے اٹھا کر عوج ثریا پر بٹھا دیا آج وہ انٹرنیٹ پر بیٹھ کر پیرس و لندن کے مناظر دیکھ رہی ہیں، جن کی الفت اسلام نے اپنی اولاد کے خونوں سے اسلام کو سینچا آج وہی حب اسلام سے محروم ہیں۔

ہمیں شہادت حسین یاد ہے، نبی کے گھرانوں کی قربانیوں کو ہم نے فراموش نہیں کیا تبھی تو ہم اپنے بچوں سے امام حسین کے نام پر کھچڑے کے دیگ چڑھواتے ہیں ہم ان کے نام پر نذر نیاز کرتے ہیں، ہاں اگر ہم بھولے ہیں تو سید الشہدا کی قربانی کے مقصد کو بھول گئے، امام حسین کے مشن کو فراموش کر دیئے، زینب کبریٰ کے ایثار پر پردہ ڈال دیے، سکینہ کے صبر کو بھلا دیئے، شہر بانو کی محبت اسلام یاد نہیں ہے، لوائے حق کو بلند کرنے کے لیے خواتین اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے اہم کردار، ان کے بلند حوصلوں، ان کے پختہ جذبات کے داستان ہمیں معلوم نہیں جس کی وجہ سے آج ہمارے اوپر چہار جانب سے حملے ہو رہے ہیں، ایک طرف یزیدی یلغار ہے تو دوسری طرف فرعونیوں کی للکار، ایک طرف نمرودی قوت ہے تو دوسری طرف فلسطینی سازش لیکن، ایک ہماری اولادوں، ہمارے شوہروں، ہمارے بھائیوں الغرض پورے مسلم معاشرے میں ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہے، سب ہاتھ پر ہاتھ دھرے حالات کو ملاحظہ کر رہے ہیں، سب اپنے اپنے ذرائع ابلاغ سے مسلمانوں کے مرنے، کٹنے، لٹنے، زخمی ہونے کی خبریں سن رہے ہیں لیکن کسی کے اندر یہ ہمت نہیں کہ ایک طرف یزیدیوں کے سامنے کردارِ حسین کی ترویج کریں تو دوسری طرف فرعونیوں کے مقابلے میں موسیٰ کی جرأت کا اظہار کریں، ایک طرف نمرودیوں کی قوت کا سامنا ابراہیمی ایمان کی مضبوطی سے کریں تو دوسری طرف فلسطینیوں کی ہر سازش کی تردید کے لیے کربلا کے مجاہدوں کی طرح ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

آخر ایسا کیوں؟ ہماری قوم اتنی بزدل کیسے ہوگئی؟ ہماری جرأت و شجاعت کہاں کھوگئی؟ ہم یزیدوں کے مقابلے کے لیے کیوں تیار نہیں ہیں؟ ہم فرعونیوں کی قوت سے کیوں لرزاں ہیں؟

▯ ان تمام سوالات کے پیچھے جہاں اور بھی بہت سی وجوہات اور دیگر کئی جوابات ہیں وہیں ایک بڑی وجہ اور صحیح جواب یہ ہے کہ ہم خواتین کے دلوں سے اسلام کی عظمت نکل گئی، اسلام کیلئے قربانی دینے کا جذبہ فوت ہو گیا، اسلامی غیرت وحمیت پر جدیدیت کا قبضہ ہو گیا، غیروں کی نقالی اور اسلامی تعلیمات سے دوری کا یہ سب نتیجہ ہے اور یہ سب ہو بھی کیوں نہیں کہ ہم نے اپنا رشتہ اپنی ان جاں نثار خواتین سے توڑ لیا جنھوں نے اسلام کو محافظ اور قوم کو مجاہد و نگہبان عطا کیا تھا۔

چنانچہ انہیں حالات کو ملاحظہ کرتے ہوئے اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے دلوں میں اسلام کی محبت، مذہب کی عظمت اور ملی غیرت وحمیت پیدا کرنے کے لیے ان جاں باز خواتین کی سیرت کو آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں جنھوں نے کبھی بیٹے کی قربانی سے اسلام کو تازگی دی، تو کبھی بھائی کے جان پر رضائے الٰہی کو مقدم رکھا تو کبھی شوہر کے خون سے اسلام کی آب پاشی کی۔

▯ اسلام کی مجاہدہ مائیں

ایک فرد بلکہ پوری نئی نسل اور پورے معاشرے کی فلاح ونجات، تعمیر و تشکیل میں پہلا رول ماں کا ہوتا ہے، روشن مستقبل کا دارومدار انھیں پر رکھ دیا گیا ہے اسی لیے ان سادہ لوح بچوں پر ماں جو رنگ چڑھانا چاہے چڑھا سکتی ہے اگر ماں ان کو بچپن ہی سے اسلامی رنگ میں رنگ دے تو دنیا کا کوئی طوفان اسے اسلام سے دور نہیں کر سکتا یوں ہی اگر ماں اپنے لعلوں کے دل میں اسلام کی حقیقی عظمت بسا دے تو بچے کبھی اسلام کی عظمت پر ذرہ برابر بھی آنچ نہ آنے دیں گے، اگر ماں بچوں کے دلوں کو حب اللہ و حب رسول سے سرشار کر دے تو بچے اس قدر متصلب فی الدین ہو جائیں گے کہ اپنی جان کو راہ خدا میں قربان کر دینا آسان سمجھیں گے لیکن احکام الٰہی و ناموس رسالت کی ناقدری کو گوارا نہیں کر سکیں گے لیکن ایسے مجاہد بچوں کے لیے ماؤں کو بھی مجاہدہ بننا پڑتا ہے اور عظیم قربانیاں دینی پڑتی ہے، جس کی

یکڑوں مثال ہماری تاریخ میں موجود ہے۔

وسالہ ضعیفہ کی راہ خدا میں جوان بیٹے کی قربانی

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آغوش ے تربیت یافتہ بیٹی حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نہا کی لاتعداد قربانیوں کو تاریخ نے آب زر سے تحریر کیا ہے ر صفحات قرطاس پر محفوظ ہو بھی کیوں نہ کہ یہی تو خالق حقیقی کی ضا ومنشا ہے:

”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً- وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. یعنی جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی دیں گے اور ہم ضرور انہیں ان کے بہترین کاموں کے بدلے میں ان کا اجر دیں گے۔“ (سورۃ النحل، ۹۷)

ایسی زندگی جو کہ تا قیام قیامت لوگوں کے دلوں میں عزت کے ساتھ زندہ رہے، انھیں پاکیزہ زندگی والی نیک خواتین میں ے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں کہ جنھوں نے اپنی ری زندگی نیک اعمال اور راہ خدا میں مشکلات برداشت کر گزار ی اور آخر زمانہ میں آپ کے بیٹے عبد اللہ بن زبیر کی حکومت تھی و یمن حجاز عراق اور خراسان تک پھیلی ہوئی تھی مگر مشکل میں رہی، جاج بن یوسف کی فوجوں نے مکہ مکرمہ کا گھیراؤ کر لیا اور منجنیق ے پتھراؤ کیا، امان طلب کرنے یا راہ فرار اختیار کرنے کے وا کوئی چارہ نہ تھا لیکن حضرت عبد اللہ نے اپنی والدہ سے مشورہ کیا، آپ کی عمر اس وقت تقریباً سو سال تھی لیکن آپ اس عمر میں ھی بڑی عقل اور حکمت والی خاتون تھیں۔

اس عظیم ماں نے جواب دیا، بیٹا عزت سے جیو اور عزت ے مرو، تیری قوم تجھے قید نہ کر سکے گی، بالآخر حضرت عبد اللہ شہید وئے تو حجاج حضرت اسما رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہنے لگا:

”ان ابنك الحد فی هذا البيت. و ان الله اذاقه من عذاب اليم. کہ تیرے بیٹے نے بیت اللہ میں الحاد بپا کیا تھا، اللہ نے اسے دردناک عذاب چکھا دیا۔“

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رعب کے ساتھ دشمن کو شرمندہ کرتے ہوئے جواب دیا:

”کذبت كان برا بوالدته، صوما، قواما و لكن قد أخبرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ تو جھوٹ بولتا ہے وہ تو اپنی والدہ کا فرماں بردار، روزے رکھنے والا، نمازیں پڑھنے والا تھا یہ جو کچھ ہوا یہ تو (ناموس اسلام کی حفاظت اور) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی تصدیق کے لیے ہوا۔“ (الفوائد الذھبیہ، ص ۵۳)

ایسی ہوتی ہیں حقیقت میں اسلام سے محبت کرنے والی عورتیں کہ جو بڑھاپے کی ضعف کی پروانہیں کرتی، جو اپنے سہارا کے لٹ جانے کی فکر نہیں کرتی بلکہ جب جب اسلام کے حفاظت کی بات آتی ہے، اپنے دفاع کا مسئلہ پیش آتا، قوم کو اغیار سے بچانے کی باری آتی ہے تو اپنے بچوں کے سروں پر اپنے ہی ہاتھوں سے شہادت کا سہرا باندھتی ہیں اور انہیں قربان ہونے کے لیے بخوشی میدان جنگ میں بھیج دیتی ہیں۔

دو ننھے جاں باز نے ابوجہل کو قتل کیا

آج قوم مسلم کی تنزلی کی ایک اہم اور بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اس دور میں مائیں اپنے بچوں کو بزدلی کا درس دیتی ہیں، ظالموں سے ڈراتی ہیں، اسلام اور مسلمانوں کو کمزور بتا کر انہیں سہماتی ہیں، دشمنانِ اسلام کی طاقت وقوت کے گن گاتیں ہیں اور اپنی قوم کو نست و نابود کرنے کے لیے یوں ہی چھوڑنے کو تیار کرتی ہیں، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ مائیں اس دور میں اپنے بچوں کو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے تعداد میں کمی ہونے کے باوجود ان کے فتح ونصرت کی کہانیاں سنائیں، اسلام اور مسلمانوں کی طاقت وقوت کے ترانے گنگنائیں، ظالموں کی طاقت وقوت، آلات و اوزار ہونے کے باوجود ان کی تنزلی و شکست خوری کے واقعات پڑھائیں، مسلمانوں کا اقوام عالم پر فتح ونصرت پانے والے کارنامے سنائیں اور ان کے دل ودماغ میں اسلام کی حقانیت اور اسلام سے سچی محبت کا ایسا ڈیرا بسا دیں کہ وہ خود بخود اس بات پر آمادہ ہو جائیں کہ ہم رہیں نا رہیں ہمارا اسلام آباد

اسلاف و اخلاف

رہے، ہم اسلام کی حقانیت کو برقرار رکھنے کے سر کٹانے سے بھی خوف نا کھائیں گے، ایسی تاثیر ہونی چاہیے ہماری تربیت میں اگر ہم شروع سے تربیت اولاد پر مکمل توجہ دیں گے تو ضرور ہماری اولاد اسلام کی حفاظت کے لیے ہمہ وقت کمر بستہ رہے گی اور اپنے مذہب حقہ کے لیے جان دینے سے بھی نہیں چکے گی، جس طرح صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے اپنی تربیت سے اولاد کو اسلام پر واراں ہونے کا جذبہ دیا تھا۔

صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ان ننھے دو لعلوں معاذ و معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عظیم کارنامے کو کون بھول سکتا ہے جنہوں نے اسلام کی حفاظت کی خاطر اس امت کے فرعون یعنی ابو جہل جیسے شقی، بدبخت، لعین و مردود، دشمن اسلام کا قتل کرنے کے لیے میدان جنگ میں گئے اور اس گستاخ کو بڑی مشکل سے ڈھونڈ کر ہمیشہ ہمیش کے لیے اس دشمن سے اسلام کو محفوظ کر دیا۔

مردود مسیلمہ کذاب کو قتل والے مجاہد ماں بیٹے

تاریخ نگار لکھتے ہیں کہ یوم احد، جنگ میں نسیبہ، ان کے شوہر اور ان کے دو بیٹوں نے جہاد میں شرکت کی، ابتدا میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پانی کا مشکیزہ لے کر زخمیوں کو پانی پلاتی رہیں، لیکن جب حالات دگرگوں ہو گئے تو انھوں نے مشک رکھ دی اور تلوار پکڑی اور کفار سے جنگ میں مصروف ہو گئیں، اس جنگ میں آپ کو تلواروں اور تیروں کے بارہ زخم آئے، مسیلمہ کذاب کے فتنہ کو دور کرنے کے لیے خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر نے جو لشکر بھیجا تھا اس میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شریک ہوئیں، یہ مسیلمہ کو قتل کرنے کا عزم کر رہی تھی کہ انھوں نے اس کی لاش کو خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا، آپ فرماتی ہیں اچانک میرا بیٹا عبداللہ بن زید مجھے نظر آیا وہ اپنے خون آلود تلوار کو اپنے کپڑے سے پونچھ رہا تھا، میں نے پوچھا بیٹا! کیا تم نے اس کو قتل کیا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، اماں جان! **فَسَجَدتُ لِلّٰہِ شُکراً**۔ میں یہ سن کر فوراً سجدہ میں گر گئی تا کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کر سکوں۔ (انساب الاشراف، ج۱، ص۳۲۵)

یہاں تک جو کچھ بیان ہوا یہ جاں باز و مجاہدات ماؤں کی محض ایک جھلک تھی ورنہ تو اسلام کی نشر و اشاعت اور قوم مسلم کی فتح و نصرت نیز امت محمدیہ کی بقا اور ہر قسم کے نو پید طوفان سے مقابلہ کرنے کے لیے ایسی ہی لاتعداد مائیں ہوئیں جن کے لعلوں کی بے مثال قربانیوں نے آج ہم تک وہی دور نبوی والے عقائد و اعمال پہنائے ورنہ تو یہ عقائد و اعمال نیز دین اسلام قرونِ اولیٰ تک ہی محدود رہ جاتا المختصر ان تمام تفصیلات کو واضح کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ پھر قوم مسلم کو مجاہدہ ماؤں کی تلاش ہے جن کے ایثار و قربانی کے صدقے اسلام کی وہی حقیقی شان و شوکت، عظمت و ہیبت لوٹ آئے لہٰذا ہم خواتین کو چاہیے کہ اپنی حیثیت و ذمہ داری کو سمجھیں اور قوم کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں ہو جائیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ قوم مسلم کی فلاح و نجات، فتح و نصرت، تحفظ و بقا کے لیے طبقۂ خواتین سے محض ماں ہی کی قربانی کافی نہیں ہے بلکہ کبھی بہن کو بھی بھائی کے دم قدم رہ کر اس کو قوم کا محافظ بنانا ہوتا ہے، کبھی بیوی کو بھی اپنے سہاگ کو لٹا کر دین اسلام کو بچانا ہوگا تب جا کر کہیں ہماری قوم کو اپنی کھوئی ہوئی حیثیت مل سکتی ہے۔

عورتیں انداز میں اپنے مردوں کو قوم کا مجاہد و محافظ بنائے

یہ بھی خیال رہے کہ قوم مسلم کی فلاح و نجات، فتح و نصرت، تحفظ و بقا کے لیے طبقۂ نسواں سے محض ماں ہی کی قربانی کافی نہیں ہے بلکہ کبھی بہن کو بھی بھائی کے دم قدم رہ کر اس کو قوم کا محافظ بنانا ہوگا تو بسا اوقات بیوی کو اپنے سہاگ کو لٹا کر دین اسلام کو بچانا پڑے گا تب جا کر کہیں ہماری قوم کو اپنا کھویا ہوا مقام مل سکتا ہے، جب تک اسلام کی بی بیاں اپنے اندر ایثار و قربانی کا جذبہ نہیں پیدا کریں گی تب تک قوم کے مرد حضرات کا میدان کارساز میں اترنا آسان نہ ہوگا کیوں کہ کسی قوم و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے سب سے خواتین کو مجسمۂ ایثار و قربانی بننا پڑتا ہے اپنے سرتاج کے ماتھے پر سہرائے شہادت سجانا پڑتا ہے تب جا کر چند افراد میں محدود ایک چھوٹی سی قوم پورے عالم پر چھا جاتی ہے، اسلام جو کہ محض چند سالوں میں ایک دو انسان سے ایک دو لاکھ کی جماعت بن گئی اس کے پیچھے جہاں مردوں کی بے مثال

قربانیاں ہیں وہی عورتوں کا ناقابل فراموش ایثار ہے، کیا صحابیۂ رسول حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جذبۂ ایثار کو تاریخ بھلا سکتی ہے؟

شب عروسی میں شوہر کو میدان جنگ بھیجنے والی مجاہدہ خاتون

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں نثار صحابیہ حضرت جمیلہ بنت ابی بن سلول رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی شادی صحابی رسول حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تھی، جو آپ کی سہاگ رات تھی وہی جنگ احد کے لیے روانہ ہونے والی رات تھی، جب منادی نے اعلان کیا کہ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جاں نثارانِ اسلام اپنی جانوں کو راہ خدا میں قربان کرنے کے لیے احد کی طرف روانہ ہو جائیں تو یہ صدا حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا کے سرتاج حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں سے بھی ٹکرائی، آپ رضی اللہ عنہ فوراً غزوۂ احد میں جانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت میں شامل ہو کر آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ میدان جہاد کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں۔

جب جنگ شروع ہوتی ہے تو آپ بڑے ہی ذوق وشوق سے مذہب اسلام پر مانند پروانہ قربان ہونے کے لیے کفار سے مقابلہ کرتے ہیں ابھی حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سفیان کا مقابلہ ہوتا ہی رہا تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شداد بن اوس نے شہید کر ڈالا، جب جنگ اختتام پذیر ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے جسد پاک کو تلاش کرنے لگے تو عالم غیب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ نے ان کی بیوی حضرت جمیلہ بنت ابی بن سلول جو رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول کی ہمشیرہ تھیں، سے ان کی کیفیت دریافت کی تو حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: حنظلہ ایسے حال میں نکلے تھے کہ وہ جنبی تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی لیے حنظلہ کو ملائکہ نے غسل دیا۔ (سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ، ج۱،ص ۲۷۶)

غور کریں! اگر حضرت جمیلہ کا جذبۂ قربانی ساتھ نہ دیتا تو کیا حضرت حنظلہ کو میدان کارساز میں جانا اتنا آسان ہوتا ہے؟ اگر حضرت جمیلہ آج کی بیوی کی طرح ہوتیں تو کیا حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کے لقب سے ملقب ہو پاتے؟ نہیں، آج تو یہ حال ہے کہ اگر بتوفیق اللہ کسی مرد کے دل میں جذبۂ قربانی پیدا ہو بھی جائے تو اس کی بیوی اسے میدان کارساز میں قطعی جانے دینے کو تیار نہ ہوگی (اِلا ماشاء اللہ) لہٰذا عصر حاضر کی ہم خواتین کو ان جاں باز مجاہدات کے طرز عمل سے نصیحت حاصل کرنے کی سخت ضرورت ہے اور اپنے شوہروں کو حفاظت قوم وملت کے لیے آمادہ کرنے کی اشد حاجت ہے نیز اس کے ساتھ ساتھ ہمارے وہ مرد حضرات جو پہلے ہی سے مجاہدانہ مزاج رکھتے ہیں، دنیا پر دین کو ترجیح دیتے ہیں ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور ہر خوش حالی و بدحالی میں ان کے ساتھ رضائے الٰہی کے لیے ثابت قدم رہنا بھی ایک نیک وصالحہ، مجاہدہ خاتون کا شیوہ ہونا چاہیے خلیفۂ ثالث رضی اللہ عنہ کی زوجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ثابت قدمی کو ملاحظہ کریں۔

حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مجاہدانہ شان

خلافت عثمانی سن ۳۵ھ ذی الحجہ کے مہینے میں جبکہ اکثر صحابۂ کرام حج کے لیے گئے ہوئے تھے، مردود بلوائیوں نے حضرت عثمان پر قاتلانہ حملہ کیا یہ جمعہ کا دن اور چاشت کا وقت تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، اس کرب ناک حالت میں آپ کی زوجۂ مکرمہ حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے دم قدم تھیں، آپ فوراً کھڑی ہو کر چلائیں اور اپنے آپ کو حضرت عثمان غنی کے اوپر گرا دیا (تا کہ ان کا بچاؤ ہو سکے) اور کہنے لگیں: اے بنت شیبہ! کیا امیر المومنین کو قتل کیا جائے گا؟ اور آپ نے تلوار پکڑ لی، ظالموں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ کاٹ دیا، اسی وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جام شہادت نوش فرما کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

(البدایہ والنہایہ اردو مترجم، جلد نہم، ص ۲٤٥)

یقیناً! ایک مخلصہ، صالحہ اور مجاہدہ بیوی بننے کے حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت ہمارے لیے مشعل راہ ہے، یوں

ہی مشہور و معروف سیرت اہل بیت بالخصوص شرکائے کربلا کے مردوزن کی قربانیوں سے کون واقف نہیں؟ جہاں حضرت امام عالی مقام امام حسین وشہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظیم قربانی بقائے اسلام کا روشن باب ہے وہیں اس مشن ومقصد کو عام کرنے اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں زنانِ اہل بیت اور شہزادِ امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی بڑا کردار ہے، انھیں خواتین اہل بیت میں سے ازواجِ امام عالی مقام کا بھی بڑا عظیم کرداد ہے۔

حضرت شہربانو اور حضرت رباب کی عظیم قربانی

واقعہ کربلا کے تاریخ نگار علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساتھ اہل بیت کی خواتین بھی مدینہ سے کربلا تک کی راہ میں آنے والی تمام بلا میں شریک غم رہیں، ان خواتین میں آپ رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی ودلجوئی کرنے والی آپ کی زوجہ محترمہ حضرت زین العابدین کی والدہ شہربانو اور دوسری زوجہ حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت رباب ہیں جنھوں نے اپنی اولاد اور سب سے بڑھ کر اتنی عزت ومحبت کرنے والے شوہر کو بقائے اسلام و رضائے رحمٰن کی خاطر راہ خدا میں قربان ہونے سے قطعی نہیں روکا بلکہ بخوشی راہ خدا میں قربان کردیں۔ (کتب تاریخ عامہ)

یہاں تک جو کچھ بیان ہوا محض چند مجاہدات کی سیرت تھی جنھوں نے بقائے دین واحیائے اسلام کی خاطر اپنے شوہروں کو مجاہدت وشہادت کے درجے پر فائز کیا، اسی طرح کچھ ایسی مجاہدات بھی ہیں جنھوں نے اپنے بھائیوں کو محافظ ومجاہد اسلام بنایا، جس طرح ایک ماں کی عمدہ تعمیر وتشکیل بچے کو دین متین کا محافظ بنادیتی ہے، ایک بیوی کی ذہن سازی شوہر کے اندر باطلوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت ڈال دیتی ہے، اسی طرح ایک بہن کی محبتیں، دعائیں اور اس کا ساتھ بھائی کے نیک ارادوں اور جذبۂ تحفظ قوم وملت کو استحکام واستقلال عطا کرتی ہے جس کی روشن و تابندہ مثال سانحۂ کربلا میں امام عالی مقام کی چہیتی بہن حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کا کردار، غزوہ احد میں خواہر حضرت حمزہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کرادار، اسی طرح صحابی رسول کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کردار، یوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام میں آپ کی مجاہدہ بہن فاطمہ بنت خطاب کا کردار، دور فاروقی میں حضرت ضرار بن ازور کی بہادر بہن حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کا مجاہدانہ کردار ہے۔

یہ وہ بہنیں ہیں جن میں کسی نے اپنے بھائی کے اندر جذبۂ ایثار وقربانی کا شعلہ بھڑکایا تو کسی نے اپنے محب برادر کے سر پر شہادت کا سہرا سجا کر اعلائے کلمۃ الحق کے لیے میدان کارزار کی طرف روانہ کیا، تو کچھ بہنیں ایسی ہیں جنھوں نے باطلوں کی سرکوبی کے لیے میدان جہاد کے اندر بھی بھائی کا ساتھ دیا تو کچھ بہنیں ایسی بھی ہیں جنھوں نے بھائی کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اپنے نونہال لعلوں کو اپنے نظروں تلے شہادت کا جام پلا دیا نیز کچھ محبات اسلام ایسی بھی ہیں جنھوں نے اپنے محب بھائی کی شہادت پر بجائے گریہ وزاری، نوحہ وجزع وفزع کرنے کے صبر وتحمل کی مجسمہ بنی رہیں، ان بہنوں میں سے بڑی صابرہ شاکرہ بہن حضرت صفیہ بنت عبد المطلب ہیں۔

حضرت صفیہ خواہر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہا صبر وایثار کی اعلیٰ مثال

حضرت صفیہ سید الشہدا کی سگی بہن تھیں جب انھیں آپ کی شہادت کی خبر ملی تو کفن لے کر بھائی کی نعش دیکھنے میدان جنگ میں پہنچیں، حضور علیہ التحیۃ والتسلیم نے انھیں دور سے آتے دیکھا تو پہچان لیا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اٹھو اور اپنی ماں کو آگے آنے سے منع کردو، ایسا نہ ہو کہ اپنے بھائی کی پھٹی کٹی نعش دیکھ کر وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھیں، حضرت زبیر اس ارشاد کے تعمیل کے لیے دوڑتے ہوئے گئے، وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اپنی والدہ کو جالیا اور عرض کیا امی جان! حضور نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ واپس چلی جائیں وہ بولیں مجھے علم ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ (آنکھ، کان دیگر اعضا کاٹ دیا گیا) کیا گیا ہے لیکن یہ سب کچھ راہ خدا میں ہوا ہے، لَآصبِرَنَّ وَاحتَسِبَنَّ ان شاء اللہ۔ میں اس مصیبت

پر صبر کروں گی اور اس کے ثواب کی امید رکھوں گی، ان شاء اللہ۔

زبیر نے حضور کی خدمت میں پیش ہو کر ان کا جواب پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انھیں کچھ نہ کہو انہیں جانے دو، صبر و استقامت کی پیکر یہ خاتون آئیں اور بھائی کی پارہ شدہ نعش کو دیکھا، انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ان کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگیں۔

حضرت صفیہ کفن کے لیے دو چادریں لے آئی تھیں، ایک میں آپ کو کفن دیا گیا اور دوسری میں ایک انصاری شہد کو کفنایا گیا جن کی لاش مبارک کے ساتھ کفار نے اسی بے دردی کا برتاؤ کیا تھا جیسے حضرت حمزہ کے ساتھ اور ان کی نعش آپ کے قریب پڑی تھی، حضور کو یہ گوارا نہ ہوا کہ حضرت حمزہ کو دو چادروں میں کفن دیا جائے اور ایک دوسرا شہید راہ حق بے گور و کفن رہے، جس چادر میں آپ کو کفن دیا گیا وہ چھوٹی تھی سر پر ڈال دی جاتی تو پاؤں ننگے ہو جاتے، اگر پاؤں پر ڈالی جاتی تو سر ننگا ہو جاتا، چنانچہ سر ڈھانپ دیا گیا اور مبارک قدموں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔

(مسند احمد، ج ۱، الحدیث ٤٣٤)

میری بہنیں! قربان جائیں، حضرت صفیہ کے صبر و ایثار پر کہ جن کے بھائی کو راہ خدا میں صرف شہید ہی نہیں کیا گیا بلکہ شہادت کے بعد اعضائے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیا گیا لیکن اس کے باوجود انھوں نے بارگاہ الٰہی میں قطعی کوئی شکوہ و شکایت نہیں کیا بلکہ بھائی کی شہادت پر شکر الٰہی بجالائیں۔

اب ہم غور کریں! کیا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی قربانی ہمارے جذبۂ خفتہ کو بیدار نہیں کرتی؟ کیا ہماری مردہ ضمیر کو نہیں جھنجھوڑتی؟ کیا حضرت صفیہ نے اپنے بھائی کو راہ حق میں اسی لیے شہادت کا جام بخوشی نوش کرنے دیا تھا کہ ہمارے بعد آنے والی بہنیں اپنے قوم پر ہونے والے ظلم و جبر کا معائنہ تو کرے لیکن اپنے بھائیوں کو اس کے خلاف صدائے حق بلند کرنے سے اس لیے روکے کہ میرے بھائی کی جان پیاری ہے؟ ایک جسم کے مانند جس قوم کو بتایا گیا ہے کیا اسی قوم کی بہنیں دوسرے کے بھائیوں کا خون رائیگاں بہتے ہوتے دیکھ کر اپنے بھائی کو چین و سکون سے رہنے دے سکتی ہے؟ میری بہنیں! غور کریں ضرور غور کریں۔

خواہر امام عالی مقام سیدتنا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کردار

یوں ہی آج اپنے آپ کو محبات اہل بیت، کنیزان فاطمہ و زینب کہلانے والی بہنیں غور کریں! کتب تاریخ و سیرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطالعہ کریں کہ انھوں نے اپنے بھائی کے دینی مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کیسی کیسی قربانیاں دی ہیں، کبھی اپنے ننھے ننھے عون و محمد کو میدان جنگ میں بھیجا تو کبھی ان کی شہادت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کیا تو کسی وقت اپنے لخت جگر کے شہید کردہ نعش کو سینے سے لگایا لیکن بھائی کے حوصلے میں ذرا بھی تذبذب نہ آنے دیا، بھائی کا ساتھ دم آخر تک نبھاتی رہیں یہاں تک کہ جب نوبت آئی شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تو اس وقت اپنے بھائی کے سامنے اس لیے گریہ وزاری نہیں کیں کہ یہاں ظالموں کے بیچ ہمیں چھوڑ کر آپ شہید نہیں ہو سکتے بلکہ اپنے دلارے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی راہ خدا میں شہید ہونے کے لیے میدان جنگ میں بھیج دیں، صرف اس لیے کہ احکام شرع کی پامالی نہ ہو، مذہب اسلام کی زبوں حالی نہ ہو۔

لہٰذا ہم خواتین کو اپنی ذمہ داری سمجھنا چاہیے، ہم جس صورت میں بھی ہیں بہت اہم ہیں نسل نو کی باگ ڈور ہمارے ہی ہاتھ میں ہے، بس ہمیں اپنے اندر سے حب جاہ و مال نکالنے اور حب اسلام و عظمت دین کو بٹھانے کی ضرورت ہے پھر ہمارے لیے سب آسان ہو جائے گا، ان شاء اللہ سبحانہ۔

کاش! ہم خواتین اسلام کو اسلاف کی صالحات و مجاہدات کی سیرت کا مطالعہ کرنے اور اپنی زندگی کو بدلنے کی نیک توفیق مل جائے، اللہ رب العزت ہمیں بھی ان جاں باز محبات اسلام کی سیرت کے آئینے میں زندگی گزارنے اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے غیر اسلامی طرز حیات کو بدلنے کا جذبۂ صادق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

بیرون ممالک میں علامہ ارشد القادری کی دینی خدمات

از: مولانا محمد ابوہریرہ رضوی*

سیاح یوروپ وایشیا، داعی اسلام، صاحب تصانیف کثیرہ حضرت علامہ ارشد القادری رضوی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی عالم اسلام میں محتاج تعارف نہیں، آپ نے جہاں معمولات اہل سنت کی صداقت وحقانیت آفتاب نیم روز کی طرح دنیا کے سامنے پیش کیا وہیں عالمی پیمانے پر ایک نئے انداز میں اسلام کو متعارف کرایا، آپ کی خدمات جلیلہ کا دائرہ صرف ہندوستان ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ بیرون ہند کے اکثر ممالک آپ کے دینی فیوض وبرکات سے مالا مال ہوئے، ذیل میں ہم آپ کی انھیں خدمات جلیلہ کا ایک جائزہ پیش کر رہے ہیں:

نام ونسب: غلام رشید بن عبد اللطیف، آپ کا اصل نام "غلام رشید" ہے مگر اپنے قلمی نام "ارشد القادری" سے دنیا میں مشہور ہوئے۔

ولادت: آپ کی پیدائش 15 مارچ 1925ء کو سید پور ضلع بلیا (یوپی) میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم گھر پر ہی اپنے والد محترم سے حاصل کی، اس کے بعد مولانا عظیم اللہ صاحب کے پاس کلکتہ میں آمد نامہ، فارسی کی پہلی، گلستاں اور بوستاں پڑھیں، پھر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں چار ماہ تک تعلیم حاصل کی، کچھ دنوں تک منظر اسلام بریلی شریف میں بھی زیر تعلیم رہے، مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ کے برادر اکبر حضرت علامہ غلام آسی پیا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مبارک پور کی شہرہ آفاق درسگاہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں پہنچا دیا، آپ یہاں آٹھ سال تک بڑی محنت ولگن کے ساتھ اپنی علمی تشنگی بجھاتے رہے اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مخصوص شاگردوں میں اپنا ایک امتیازی مقام بنا لیا، 1360ھ/1944ء میں دار العلوم اشرفیہ کے سالانہ اجلاس میں آپ سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد سے تادم حیات قوم وملت کی خدمت میں لگے رہے، اہل سنت کی بقا اور قوم کی زبوں حالی کو بحال کرنے کی کوشش کرتے رہے، ہندوستان میں آپ نے مساجد و مدارس اور تنظیم وتحریک کی بنا ڈالی، جن کی ایک طویل فہرست ہے، اس اختصاص کی وجہ سے آپ کو بانی مساجد ومدارس کثیرہ بھی کہا جاتا ہے، کسی مدرسہ یا تحریک وتنظیم کو چلانا کتنا کٹھن کام ہے یہ باشعور طبقہ بخوبی جانتا ہے، لیکن قربان جائیے علامہ کی ذات پر جنھوں نے نہ صرف یہ کام ہندوستان میں کیا بلکہ کئی سمندر پار دیگر ملکوں میں بھی آپ نے مساجد ومدارس اور تنظیم کی بنیاد رکھی اور اسے سینچا سنوارا بھی، صرف یہ نہیں کہ بنیاد رکھ کر چلے آئے اور بانی بن بیٹھے، بلکہ اس کے لیے بڑی جد وجہد بھی کی ہے، انھیں نہایت صبر آزماں مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔

حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ہر فرد بشر کو اپنی زندگی میں اوج ثریا تک پہنچانے کے متمنی تھے، اس کے لیے آپ نے ملک وبیرون ملک کا دورہ کر کے ہر فرد کو ایک پلیٹ فارم میں جمع ہونے کی دعوت دی اور اعلیٰ پیمانے پر تحریک وتنظیم کی بنا رکھی، ملک وبیرون ممالک میں قائم کردہ مساجد ومدارس اور تنظیم ان کی زندگی کے عظیم کارنامے ہیں جسے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جا سکتا، بالخصوص برطانیہ میں "ورلڈ اسلامک مشن" ہالینڈ میں "جامعہ مدینۃ الاسلام" بریڈ فورڈ میں "اسلام کالج" جنوبی امریکہ میں "انصاری دار الیتیمی" اور "انصاری اسکول" سورینام (امریکہ) میں "دار العلوم علیمیہ" اور کراچی میں "دعوت اسلامی" کی داغ بیل ڈالی، قائد اہل سنت کے یہ ایسے عظیم کارنامے ہیں جنھیں دیکھ کر اپنے تو اپنے بیگانے بھی حیران وششدر رہ گئے، اب ذیل میں مذکورہ تحریکوں کا ایک مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:

اسلاف واخلاف

(1) **ورلڈ اسلامک مشن لندن:** 1972ء میں جب علامہ اپنے دوسرے سفرِ حج پر تھے تو انھوں نے مکہ معظمہ میں مختلف ملکوں سے آئے علمائے اہل سنت اور ممتاز مذہبی پیشواؤں کے ساتھ مل کر ایک میٹنگ رکھی اور باہمی مشورے سے عالمی سطح پر دعوت وتبلیغ کا کام کرنے کے لیے ایک تنظیم "ورلڈ اسلامک مشن" کی بنیاد رکھی اور 1973ء میں برطانیہ کے شہر بریڈ فورڈ میں اس کا دفتر قائم ہوا، (آج یہ ادارہ انگلینڈ میں حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی کی صدارت میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ چل رہا ہے)

(2) **اسلامک مشنری کالج کا قیام:** ورلڈ اسلامک مشن کو سطح زمین پر اتارنے کے لیے زمین کی تلاش شروع ہوئی اتفاق سے ایک چرچ جو بک رہا تھا لیکن قیمتی ہونے کی وجہ سے شرکا حضرات خریدنے کے سلسلے میں شش وپنج میں تھے، آپ کو پتہ لگا تو خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے چرچ کو خریدنے کے لیے تیار ہوگئے۔ رقم کی فراہمی کا معاملہ آسان نہ تھا، ایک تو وہ اپنے وطن (ہندوستان) سے دور تھے اس لیے آپ نے وہاں کے علما کو تیار کیا اور انگلینڈ کے شہروں کا دورہ کیا، جس میں عوام کو اسلام کے استحکام اور دینی ادارے کے قیام کے لیے ابھارا اور انھیں یہ احساس دلایا کہ یہ کتنا اہم کام ہے، اگرچہ علامہ کو اس کے لیے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، مگر بالآخر آپ کے ہمت وارادے کی جیت ہوئی اور اس چرچ کو خرید کر "اسلامک مشنری کالج" کے نام سے ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی اور اس سے متصل ایک مسجد کا بھی سنگ بنیاد رکھا۔

حضرت مولانا فروغ القادری جو ورلڈ اسلامک مشن کے اہم رکن میں سے ہیں اور فی الوقت انگلینڈ ہی میں مقیم ہیں؛ آپ فرماتے ہیں: آج برطانیہ کے سینے پر سنیوں کی تقریباً آٹھ سو مسجدیں کھڑی ہیں، آپ شاید یقین نہ کریں ان کی بقا میں موصوف (علامہ ارشد القادری) کا خون جگر شامل ہے۔

(3) **جامعہ مدینۃ الاسلام:** قائد اہل سنت نے جب ہالینڈ کا دورہ کیا تو انھوں نے اپنی عادت کے مطابق وہاں کے حالات اور مسلمانوں کی خبر لی چناں چہ انھیں یہ سن کر بڑا افسوس ہوا کہ سوری نام (امریکہ) سے منتقل ہونے والے مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور دینی معمولات میں بڑی تیزی سے تبدیلی ہوتی جارہی ہے، یہ سننے کے بعد علاقے کے ذی اثر لوگوں کو جمع کیا اور جامعہ مدینۃ الاسلام کی بنا رکھی، ابتداً یہ ادارہ کرائے کے ایک مکان پر چلتا رہا جس میں حفظ وقرأت کی تعلیم ہوتی رہی، جب کچھ بچوں نے حفظ قرآن مکمل کرلیا تو دستار حفظ کے لیے پروگرام رکھا گیا، چوں کہ آپ (علامہ ارشد القادری) اس ادارے کے بانی اور چیئر مین بھی تھے، اس لیے آپ کو خصوصی طور پر (ہالینڈ) مدعو کیا گیا، پروگرام اتنا کامیاب رہا کہ ہالینڈ میں اس کا چرچا زوروں پر تھا، کئی ہفتے تک تو میڈیا والوں نے اس کی تشہیر کی۔

اس کامیابی کے بعد جامعہ کے اراکان اتنے خوش ہوئے کہ انھوں نے حفظ وقرأت کے ساتھ عالم وفاضل کی پڑھائی کے انتظام وانصرام میں لگ گئے، اس میں ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جن لوگوں کی مادری زبان ڈچ، انگلش، جرمن اور فرنچ ہے، انھیں کی مادری زبان میں اسلام کا پیغام پہنچا سکے، جامعہ مدینۃ الاسلام کی بنیاد کے لیے جب زمین کی خریداری کے لیے نکلے تو فضل مولی سے ایک تین منزلہ عیسائی کالج کی شاندار عمارت مل گئی جو تعلیمی منصوبے پر پورے طور سے اتر رہی تھی، فضل خداوندی دیکھئے کہ اتنی کم قیمت میں وہ شاندار عمارت مل رہی تھی جتنے میں صرف اس کی زمین خریدی جاسکتی تھی، لوگ اس پر حیران تھے، مگر پھر بھی یہ رقم اکٹھا کرنے کے لیے دو مہینے کی مہلت لینی پڑی جب وقت مقررہ پر رقم اکٹھا ہونے کی صورت نظر نہ آئی تو علامہ شاہ احمد نورانی علامہ ارشد القادری سے کہنے لگے:

"احباب جامعہ کے حوالے سے بہت فکر مند ہیں کہ آپ واپس ہندوستان تشریف لے جائیں گے اور بقایا رقم کی فراہمی ان کے سر پڑ جائے، یہ صورت حال ان کی استطاعت سے باہر ہو جائے گی، اس لیے جامعہ کی عمارت خریدنے سے پہلے ایک بار غور کرلیں، یہ سن کر علامہ صاحب نے جواب دیا کہ میں انھیں چھوڑ کر کہاں جارہا ہوں کہ بقایا رقم کی فراہمی ان کے سر پڑے گی، جب تک جامعہ کی بقایا رقم کی ادائیگی نہیں ہو

جاتی میں یہیں رہوں گا۔"

چند دنوں کے بعد ایک مجلس منعقد کر کے چندے کی اپیل ہوئی، پروگرام کے اختتام پر علامہ کی ایسی رقت انگیز دعا ہوئی جس میں وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے، اسی محفل میں ایک امریکن نوجوان اپنے دوست کے ساتھ موجود تھا، اس پر علامہ صاحب کی دعا کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے مطلوبہ رقم اپنے والد سے دلوا کر علامہ کی بے چینی دور کر دی۔

(4) سرینام پولیٹکل کونسل (سورینام): ہالینڈ جانے سے قبل علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ سورینام پہنچے اور قیام کے دوران یہاں کے مسلمانوں کی سیاسی حصے داری کے متعلق معلومات حاصل کی جب انھیں پتہ چلا کہ یہاں کے مسلمان مختلف پارٹیوں میں بٹے ہوئے ہیں، تو آپ نے ریڈیو کے ذریعے اپنی آواز مسلمانوں تک پہنچائی، اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ دوسرے ہی دن سارے سیاسی اور مذہبی مسلم عمائدین کی ایک اہم میٹنگ آپ کے قیام گاہ میں ہوئی اور آپ نے "سرینام پولیٹکل کونسل" کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کی بنیاد ڈال دی۔

(5) دار العلوم علیمیہ (سورینام) اسی سفر میں آپ نے اپنی عادت کے مطابق اعلیٰ تعلیم کیلئے" دار العلوم علیمیہ "سورینام کی بھی بنا رکھی۔

(6) دعوت اسلامی: علامہ ارشد القادری کے ذہن میں ایک ایسی تحریک بھی تھی جو جماعت اسلامی کا دعوت و تبلیغ کے ذریعے جواب دے سکے اور دعوت و تبلیغ کے لیے خاص طور پر ایسے افراد ہوں جو اس کام کے لیے پورے طور پر وقف ہوں، چناں چہ اس تحریک کے لیے آپ نے موزوں جگہ پاکستان کو پایا، 1982ء میں پاکستان پہنچے اور وہاں کے ممتاز و معروف علما کے ساتھ مل کر اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا خاکہ پیش کیا، علمائے پاکستان نے اس تحریک کی حمایت کی اور اس طرح دعوت اسلامی کی بنا ہوئی، فیضان سنت کا ایک خاکہ بھی علامہ ہی نے تیار کیا تھا۔

(7) بیرون ممالک کانفرنسوں میں بحیثیت مندوب شرکت: آپ اپنے ملک کے ساتھ ساتھ بیرون ممالک میں بھی اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے، ذیل میں ان بین الاقوامی کانفرنسوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیں جن میں آپ نے شرکت کی ہے:

(1) کلچرل کانفرنس، ایران (2) اسلامی عالمی کانفرنس، لیبیا (3) حجاز کانفرنس، انگلینڈ (4) امام احمد رضا کانفرنس، پاکستان (5) مولانا عبد العلیم کانفرنس، ہالینڈ (6) عالمی اسلامی کانفرنس، عراق (7) عالمی میلاد کانفرنس، پاکستان۔

وصال پر ملال: ۲۰/اپریل ۲۰۰۲ء کو (AIMS) دہلی میں اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی، اس طرح اہل سنت کا عظیم محسن ہمیشہ کے لیے ہم سے رخصت ہو گیا اور آج تک یہ خلا پر نہیں ہو سکا، آج جب بھی قوم کسی پریشانی میں ہوتی ہے تو لوگوں کو ان کی یاد بہت ستاتی ہے، بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے، کاش آج حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ہوتے، انھوں نے ہر مشکل وقت میں قوم کی رہنمائی کی ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ص ۴۳/کا بقیہ........

ملوث پائے جائیں ان کے خلاف سخت قانونی کارروائی کر کے انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے، اس طرح ملک میں امن و سکون، بھائی چارگی، قومی یک جہتی کی خوشگوار فضا قائم ہو سکے گی اور ملک ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوگا۔

ملک کی ترقی و خوشحالی کیلئے ضروری ہے کہ موجودہ حالات کے تحت یہاں کے باشندوں میں خوف و ہراس کا جو ماحول پیدا ہو گیا ہے یا پیدا کر دیا گیا ہے اس سے تمام ہندوستانیوں کو نکالنا حکومت کی ذمہ داری ہے، آئین و دستور کے تحت یہاں کے ہر باشندے کو جو مذہبی آزادی دی گئی ہے اس میں اسے آزادی کے ساتھ سانس لینے کا موقع دیا جائے۔

وزیر اعظم ہند کی اعلیٰ سوجھ بوجھ سے "ہمیں امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہ اس سمت میں مؤثر قدم اٹھا کر ملک کی اقلیت کو اعتماد و اعتبار میں لینے کی سنجیدہ پہل کریں گے اور ملک دشمن عناصر کے تمام غلط منصوبوں پر پانی پھیر دیں گے۔ ◆◆◆

زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے

از: محمد وقار خان قادری بھدوہوی*

نوخیز قلم

اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے: فاتبعونی یحببکم اللہ۔ پس تم میری اطاعت کرو، اللہ تمہیں محبوب رکھے گا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا احب اللہ العبد نادیٰ جبریل ان اللہ یحب فلانا فاحببہ فیحبہ جبریل فینادی جبریل فی اھل السماء ان الہ یحب فلانا فاحبوہ میحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض۔ یعنی جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے، میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو تو حضرت جبریل اس سے محبت کرتے ہیں، پھر حضرت جبریل آسمان میں ندا کرتے ہیں بیشک اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو، تو آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین میں وہ مقبول ہوجاتا ہے۔ (بخاری شریف)

نمونۂ سلف، حجت خلف جامع معقول ومنقول، حاوی اصول وفروع وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد اختر رضا خان قادری نوری ازہری علیہ الرحمہ اپنی پوری زندگی ''فاتبعونی'' پر عمل پیرا رہے اور ''یحببکم اللہ'' اور مذکورہ بالا حدیث نبوی کے کامل مصداق بنے۔

ولادت باسعادت: آپ علیہ الرحمہ کی ولادت حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کے چھ مہینے کے بعد ۲۴ ر ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ ر نومبر ۱۹۴۳ء کو محلہ سوداگران میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: جب آپ کی عمر ۴ ر سال، ۴ ر ماہ، ۴ ر دن کی ہوئی تو خاندانی رسم ورواج کے مطابق والد ماجد حضور مفسر اعظم ہند نے رسم بسم اللہ خوانی کی محفل کا انعقاد کیا اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے رسم بسم اللہ خوانی ادا کرائی، پھر آپ نے گھر پر ہی والد ماجد سے ناظرہ قرآن مکمل کیا اور اردو کی کچھ کتابیں بھی پڑھیں پھر منظر اسلام کے ایک استاد سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اس کے بعد عصری تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے اسلامیہ انٹر کالج کا رخ کیا، پھر عصری تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ کے والد ماجد نے منظر اسلام میں آپ کا داخلہ کرادیا اور مروجہ درس نظامی کی تکمیل کی۔

بعدہ آپ کے والد ماجد نے اعلیٰ تعلیم کی غرض سے ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر مصر بھیج دیا، آپ نے وہاں کلیہ اصول الدین میں داخلہ لے کر مسلسل تین سال پڑھائی کی، ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں آپ نے اول نمبر سے فراغت حاصل کی اور دوران تعلیم ہی آپ کے والد ماجد ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲ ر جون ۱۹۶۵ء میں داغ فراق دے گئے۔

درس وتدریس: جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد آپ نے ۱۹۶۷ء میں منظر اسلام میں باضابطہ درس وتدریس کا آغاز فرمایا پھر ایک سال بعد منصب صدارت کے عہدے جلیلہ پر فائز ہوئے اور تقریباً تین سال تک فرائض درس وتدریس انجام دیتے رہے، لیکن جب حضور مفتی اعظم ہند کا وصال ہوا، تب آپ نے کثرت دورۂ تبلیغ اور کثرت اسفار کے سبب سلسلۂ تدریس منقطع کردیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد اپنے دولت کدہ پر ہی تشنگان علوم وفنون کی تشنگی بجھانے لگے۔

علوم وفنون: وہ علوم ج پر آپ کو عبور تامہ حاصل تھا وہ یہ ہیں: علم تفسیر، علوم قرآن، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، علم فرائض، نحو، صرف، بلاغت، معانی، بیان، بدیع، لغت، ادب، عروض، قوافی، منطق، فلسفہ، ریاضی، قرآت، تجوید، تکسیر، نجوم، جیسے

* مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف جماعت خامسہ کے متعلم ہیں۔

تقریباً ۳۶ ر علوم وفنون پر ملکہ حاصل تھا، اس میں کچھ تو وہ ہیں جو آج کے کم علمی کے دور میں کم یاب ہیں، الحمد للہ آپ کو ایسے کئی علوم پر مہارت حاصل تھی، جیسے کہ علم تکسیر، نجوم وغیرہ۔

فتویٰ نویسی: فتویٰ نویسی حضور تاج الشریعہ کے خانوادے کے لیے وصف لاینفک کی منزل میں رہا ہے، لہٰذا آپ نے بھی اپنے آباء واجداد کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے اس ذمہ داری کو بھی بخوبی انجام دیا، شروع میں دار الافتاء کے بڑے مفتیان کرام خصوصاً حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے استفادہ فرمایا، پھر بعد میں آپ کو اس فن میں اس قدر ملکہ حاصل ہو گیا کہ آپ اپنے آخری ایام میں مرجع فتاویٰ ہو گئے اور آپ کا قول سند کی حیثیت رکھنے لگا۔

تصانیف: حضور تاج الشریعہ نے فتووں کے علاوہ اور بھی بہت ساری بیش بہا کتابیں تصنیف فرمائیں اور اعلیٰ حضرت کی کچھ عربی کتابوں کو اردو اور کچھ اردو کتابوں کا عربی میں ترجمہ کر دیا، آپ کے قلم فیض سے جاری ہونے والی کتابوں کی تعداد تقریباً ۶۶ ر ہے اس میں کچھ مطبوع اور کچھ غیر مطبوع اور کچھ تو وہ ہیں جو کہ بیرون ملک سے شائع ہیں اور بیرون ملک سے مطبوع کتابوں کی تعداد ۱۹ ر ہیں جو کہ مصر، شام، دمشق، پاکستان، وغیرہ ممالک سے چھپتی ہیں۔

تصلب فی الدین واستقامت علی الحق: تصلب فی الدین و استقامت علی الحق ان اوصاف حمیدہ میں سے ہیں جو ایک مرد مومن کو بہت سے درجات ومناصب جلیلہ سے معراج کمال اور اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت تک پہنچا دیتے ہیں، اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ ترجمہ: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہاں اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر قائم رہے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ خوف کھائیں اور نہ غم کریں اور خوش ہوں اس جنت پر جس کا تم سے وعدہ لیا گیا ہے۔

تصلب فی الدین کا مطلب ہے سختی سے مضبوطی کے ساتھ تا عمر دین پر قائم رہنا، اپنی راہ سے نہ بھٹکنا اپنے دین کے علاوہ تمام ادیان کو باطل اور خلاف حق جاننا اور اپنے قول وفعل سے یہی ظاہر کران اور ہر وہ نظریہ وعقیدہ جو دین وسنیت کے خلاف ہو اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا، دین اسلام کے احکام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا اور یہی مطلب استقامت علی الحق کا بھی ہے، اسی لئے مشائخ عظام فرماتے ہیں: الاستقامۃ خیر من الکرامۃ۔ یعنی استقامت کرامت سے بہتر ہے کیونکہ تخلیق انسانی کی غرض یہ ہے کہ انسان ابتدائے حال سے لے کر تا دم آخر استقامت کا دامن تھامے رہے اور راہ مستقیم پر گامزن رہے اور دین مستقیم پر استقامت مومن کا ایک بیش بہا سرمایہ ہے۔

آج کے اس پرفتن دور میں جب ہم تصلب فی الدین اور استقامت علی الحق کا آئینہ لے کر نکلتے ہیں تو اگر کوئی ذات اس میں صاف وشفاف نظر آتی ہے تو وہ آپ حضور تاج الشریعہ ہی کی ذات والا ہے، بلکہ یہ کہنا بھی بجا ہے کہ اگر بوقت تذکرۂ تصلب فی الدین اور استقامت علی الحق ذہن کہیں منتقل ہوتا ہے تو وہ ذات آپ علیہ الرحمہ ہی کی ہے، آپ کی عظیم المرتبت شخصیت دنیائے اسلام میں محتاج تعارف نہیں، آپ علوم اعلیٰ حضرت کے سچے امین ووارث اور مفتی اعظم ہند کے سچے جانشین تھے، ایمان وعرفان، زہد وورع کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے، بچپن سے وصال تک پاکیزگی وطہارت اور پابندئ شریعت کے مکمل پاسدار اور تقویٰ طہارت، زہد وپارسائی، میں بہترین مشعل راہ رہے، رشد وہدایت، پند ونصیحت، حق گوئی وبے باکی جن کا طرۂ امتیاز رہا وہ ذات والا آپ کی تھی، والتقویٰ علی ثلثۃ اقسام: احدھا تقویٰ العوام وھی اتقاء الکفر بالایمان وثانیھا تقوی الخواض وھی امتثال الا وامر واجتناب النوھی وثالثھا تقوی اخص الخواص وھی اتقاء مایشغل عن اللہ۔ (حاشیہ جلالین) یہ تقویٰ کی تمام ترقسمیں آپ کی ذات والا میں بدرجۂ اتم نظر آتی ہیں۔

خدمات جلیلہ: آپ نے اپنی پوری زندگی دین متین کی خدمت میں گزار دی اور ''زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے'' اپنے اس مصرع کا پورا حق ادا کر دیا اور اپنے فعل سے بھی یہ بتا دیا بقیہ ص ۳۶ ر پر

از: حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز

آٹھویں قسط

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زریں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ ؍ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اسے کتابی شکل میں شائع کرنے سے آٹھویں قسط وار قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

عرض... ۲: باجماعت نماز پڑھنا فرض ہے یا واجب؟ اور واجب کو ترک کرنا حرام ہے یا گناہ؟

ارشاد...: نماز باجماعت میں ایک قول سنت مؤکدہ کا ہے اور مختار یہ ہے کہ نماز باجماعت جب کہ امام جامع شرائط امامت ہو واجب ہے اور مسجد کی حاضری بھی واجب ہے اور واجب کا ترک حرام وگناہ ہے۔

عرض... ۳: ایک مقرر صاحب نے کہا کہ اہلبیت اطہار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' کہنا اہل سنت کے کثیر علما کا طریقہ رہا ہے اور چودہ سو سالوں سے یہی طریقہ چلا آرہا تھا مگر اب خارجیت کا ذہن رکھنے والے لوگوں نے یہ مسئلہ نکال لیا کہ علیہ السلام نہ کہنا چاہئے رہنمائی فرمادیں۔

ارشاد...: میری سمجھ میں نہیں آتا اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ کوئی ذمہ دار، مستند عالم اہل سنت ایسی بات کہے گا اور چودہ سو سال سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے یہ دعویٰ بھی محل نظر ہے ہاں بعض علما کے کلام میں علی علیہ السلام یا حسن علیہ السلام اس قسم کے جملے ملتے ہیں لیکن جب علما نے یہ دیکھا کہ روافض جو ائمہ اطہار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو معصوم مانتے ہیں اور بمنزلۂ انبیا علیہم السلام کے ان کو مانتے ہیں تو انہوں نے یہ حکم دیا کہ علیہ السلام فی نفسہ جائز ہے لیکن چونکہ اب شعار روافض کا ہو گیا ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہئے،

ملفوظات تاج الشریعہ

شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی تصریح کی اور امام عزالدین ابن عبدالسلام نے یہ تحقیق کی اور ان کی وہ تحقیق دُرِّ مختار کے حاشیہ ردالمحتار میں جلد خامس میں موجود ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ غائب کے صیغے سے سلام مثل صلاۃ انبیا علیہم السلام اور فرشتوں کے ساتھ خاص ہے جس طور سے صلی اللہ علیہ وسلم انبیا کو سرور انبیا کو اور فرشتوں کو کہا جاتا ہے اور استقلالاً اور غیر نبی کو صلی اللہ علیہ وسلم کہنا جائز نہیں ہے ہاں نبی کے طفیل اور نبی کا تابع بنا کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ صلی اللہ علیٰ محمد و آلہٖ و صحبہٖ و سلم محمد پر اللہ درود بھیجے ان کی آل پر ان کے اصحاب پر اور سلام بھیجے اور استقلالاً غیر نبی پر درود بھیجنا ناجائز ہے عرف میں اس صیغے کو نبی کے ساتھ خاص کر دیا اور اتباع عرف واجب ہے البتہ نبی کا تابع بنا کر، نبی کا ذکر کرنے کے بعد پھر درود بھیج سکتے ہیں یہی مسئلہ سلام کا بھی ہے حضرت امام عزالدین ابن عبدالسلام نے اس کی تصریح فرمائی کہ ''علیہ السلام'' کہنا غیر نبی کو جائز نہیں ہے نبی کا ذکر کرنے کے بعد نبی کی تبعیت میں یہ کہہ سکتے ہیں جیسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر ہو تو ہم یوں کہیں علیٰ جدہ وعلیہ السلام ان کے نانا سرکار علیہ السلام پر اور ان پر سلام ہو یوں جائز ہے اس میں یہ مسئلہ اتنی سخت نوعیت کا نہیں تھا اور اس پر خارجیت کا الزام لگانا یہ بے بنیاد ہے۔

عرض...۴: مئی کے سیشن میں حضرت نے فرمایا کہ دوسرے سلام کے وقت یا پہلے سلام کے وقت ریح خارج ہوگئی تو فرض ادا ہو گیا اور نماز ہوگئی اس سے مراد کیا ہے؟ اب اسے دہرانے کی ضرورت نہیں یا پہلے سلام پر ریح خارج ہونے سے نماز واجب الاعادہ رہے گی؟ کیوں کہ اس نے لفظ سلام ابھی ایک بار کہا ہے بہار شریعت میں لفظ السلام دو بار لکھا ہے رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد...: ترک واجب سے نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے فرض ادا ہو گیا کہ اس نے سلام کہہ دیا لہٰذا فرض ادا ہو گیا اب لفظ سلام نماز میں دو مرتبہ واجب ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اگر ریح خارج ہو گئی ہے اور ابھی اس نے دوسرا سلام نہیں پڑھا ایک ہی سلام پر اکتفا کیا تو نماز کا اعادہ کر لے اور اگر دونوں سلام پڑھ لئے تو اب اعادہ نہ ہونا چاہئے کہ واجب ادا ہو گیا اور اس واجب کی ادائگی کے لئے طہارت شرط نہیں ہے۔

عرض...۵: کیا ہر شیعہ کافر ہے؟ اور کیا حکم ہے جب کہ ہم نے اس سے کلمہ کفر نا سنا ہو؟ اور اگر وہ اپنے مذہب میں متشدد نہیں تو کیا حکم ہے؟

ارشاد...: چونکہ آجکل کے سب ہی شیعہ غلط عقائد کے حامل ہیں جن سے وہ اسلام کے اصولی عقائد کا رد کرتے ہیں۔ مثلاً، اسلام کا سب سے پہلا ماخذ قرآن، وہ اسے نامکمل مانتے ہیں اور یہی نہیں وہ تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی رد کرتے ہیں کہ نبوت تو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تھی مگر سیدنا جبریل علیہ السلام سے غلطی ہوئی اور وہ سیدنا علی کے بجائے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کی وحی دیتے رہے، معاذ اللہ! تو جس کسی کو آپ جانتے ہیں کہ وہ شیعہ ہے تو وہ بلاشبہ کافر ہے، ہاں، وہ شخص جسے ان عقائد کا بالکل علم نا ہو اور نا ہی وہ شیعوں کی انہیں مسلمان جان کر تعظیم کرتا ہو، اس پر یہ حکم نہیں۔

عرض...۶: اگر کوئی عالم یا مفتی کسی آل رسول سید کی عزت نہ کرتا ہو کہ وہ داڑھی منڈواتا ہے یا اسلامی لباس نہیں پہنتا وغیرہ وغیرہ تو اس مفتی یا عالم پر کیا حکم ہے؟ کیا ایسے عالم کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟

ارشاد...: نماز ہو جائے گی اور سید کی عزت اس کے نسب کی وجہ سے جو سنی صحیح العقیدہ سید ہے ثابت النسب اس کی عزت اس کے نسب کے اعتبار سے کی جائے گی اور معمولی طور پر اس کو عزت دی جائے گی جس طرح سے علما دین اور متقی و پرہیزگار انسانوں کی عزت و تکریم کی جاتی ہے اس طور پر اس کی عزت نہیں کی جائے گی۔

عرض...۷: اگر کوئی عامل جو کہ عالم بھی ہے وہ علاج کی غرض سے نامحرم کی ٹانگیں اور کہنیاں وغیرہ دیکھ سکتا ہے؟ اور اگر دیکھے تو کیا اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

ارشاد...: اللہ تبارک وتعالیٰ اتباع شرع کی توفیق عطا فرمائے، حکم واضح ہو گیا اور خلاف شرع کوئی کام جس پر بقیہ ص ۱۵ ر پر

نواسہ داماد حضور مفتی اعظم ہند کا وصال

از: محمد معظم رضا قادری نوری*

یاد رفتگاں

۲۲ رشوال ۱۴۴۰ھ/۲۵رجون ۲۰۱۹ء بروز منگل بحیثیت ایک فرزند کے یہ دن اور یہ تاریخ میرے لیے نہایت غم واندوہ کا سامان لے کر آئی تھی۔ مصروفیات زندگی اور معمولات زندگی کا ہم سب ایک حصہ تھے۔ فضا میں گرمی کی شدت کے اثرات واضح تھے۔ دن کا سورج اپنی تمام تر تمازتوں کے ساتھ افق عالم کا پورا چکر لگا کر آہستہ آہستہ اپنے مستقر کی طرف رواں دواں تھا۔ دن بھر کی سخت گرمی سورج کے غروب ہونے کے ساتھ نرمی میں تبدیل ہو رہی تھی۔ دن کا اجالا رات کی تاریکی کا لباس پہننے کی تیاری کر رہا تھا۔ خانۂ خدا کے مؤذن حضرات دنیا والوں کو ایک معبود حقیقی کے سامنے سر جھکانے کے لیے مسجد آنے کی دعوت اپنی دلکش آواز میں دے چکے تھے۔ ائمہ مساجد نماز مغرب کی شکل میں معبود برحق کے سامنے سربسجود ہو کر اپنی عبدیت کا ثبوت فراہم کر چکے تھے۔ ہمارے محلہ اور ہمارے شہر میں معمولات زندگی کا شور اور اس کی ہلچل ہر طرف دکھائی دے رہی تھی۔ ایسے میں ایک شور ہمارے گھر میں بھی اُٹھا۔ ایک ولولہ ہمارے اہل خانہ میں بھی نمودار ہوا۔ دنیا والوں کی آوازوں کے ساتھ ہمارے گھر میں بھی آوازیں بلند ہوئیں۔ مگر کتنا فرق تھا دنیا والوں کی آوازوں اور ہماری آوازوں میں۔ کتنا اختلاف تھا ہمارے نالوں اور دنیا والوں کے شور شرابوں میں۔ ہمارے نالوں اور ہمارے ولولوں میں ایک عزیز اور ایک شفیق کے جانے کا درد تھا اور دنیا والوں کے نالوں و ولولوں میں زندگی کی خوش رنگی تھی۔

ہمارے اہل خانہ اور پورے گھر کو حسرت و یاس، غم واندوہ اور صدمہ و تکلیف کی دبیز چادر نے اپنی آغوش میں لے رکھا تھا۔ راقم بھی اسی غم واندوہ کا ایک حصہ تھا، اپنا غم کس سے کہے؟ یہاں تو ہر ایک غمزدہ ہے، اپنی تکلیف کا اظہار کس کے سامنے کرے یہاں تو سبھی غم والم کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ بھائی ہیں وہ بھی غمزدہ، ہمشیرہ ہیں وہ بھی حسرت و یاس میں مبتلا۔ ہر ایک دوسرے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ زبان حال سے ہمارے گھر کا ہر فرد یہ کہتا ہوا نظر آ رہا ہے کہ آہ! اب ہمارے سروں پر دست شفقت کون رکھے گا؟ زمانے کے غم والم کی شکایت اب ہم کس سے کریں گے؟ شفقت بھری سرپرستی اب ہماری کون کرے گا؟ یہ ہمارے والد محترم ہی تو تھے کہ جن کا گھنیرا سایہ ہم سب اہل خانہ کے سروں پر قائم تھا۔ اس گھنے سائے میں آ کر ہم تحفظ کا احساس کرتے تھے۔ یہی وہ آرام دہ سایہ تھا کہ جس کے نیچے ہم زمانہ کے سرد و گرم سے محفوظ رہتے تھے۔ آہ! اب ہمارا وہ گھنا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا۔ اب ہم ہمیشہ کے لیے پدرانہ دست شفقت سے محروم ہو گئے۔ اب ہم اپنی ضرورتوں کی تکمیل کس ذات کے پاس جا کر کریں گے؟ اب ہمیں عیدی کون دے گا؟ ہماری ضرورتوں کا اب کون خیال رکھے گا؟ زمانہ کے سرد و گرم سے اب ہمیں کون پناہ دے گا۔ یہ ہمارے والد محترم ہی تو تھے جن کا حسی وجود ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت تھا وہ ہم میں تھے تو ہم خانگی اور عائلی ذمہ داریوں سے بے پرواہ تھے، اب ان کے جانے کے بعد ان ذمہ داریوں کا بوجھ ہم کیسے اٹھائیں گے؟

انہیں تمام تصورات و تخیلات کی دنیا میں ہم چپکے چپکے شریعت کے دائرے میں رہ کر آہ و فغاں کر رہے تھے۔ اپنے اتنے بڑے غم کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہے تھے، کلمۂ ترجیع "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھ کر اپنے غم واندوہ پر قرآنی نسخۂ کیمیا اثر کا مرہم رکھ کر ضبط کی کوششیں کر رہے تھے۔ دل و دماغ تو قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور کلمۂ طیبہ کی اثر انگیزی کی

وجہ سے قابو میں آ گیا مگر یہ آنکھیں ہیں جو اپنا جوار بھاٹا آنسوؤں کی شکل میں باہر نکالنے کو بے قرار ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں جاری ہے۔ آہستہ آہستہ خاندان اعلیٰ حضرت کے شہزادگان، عزیز واقارب، اہل عقیدت اور ارباب ارادت کے آنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہر ایک کی زبان پر اور سوشل میڈیا کے ہر گروپ پر یہی چرچا ہے کہ آج مؤرخہ ۲۲ رشوال المکرم ۱۴۴۰ھ/ ۲۵ رجون ۲۰۱۹ء بروز منگل بعد نماز مغرب تقریباً ۸:۱۵ ربجے تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نواسی کے شوہر یعنی نواسی داماد حضور مفتی اعظم ہند عالی جناب محترم الحاج فاروق رضا خاں صاحب کا وصال پرملال ان کے گھر ہی پر ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس خبر کا نشر ہونا تھا کہ ہر طرف سے ہمارے پاس فون اور تعزیتی میسیج آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہر ایک اپنے اپنے انداز میں ہم سب اہل خانہ کو دلاسے دے کر صبر کی تلقین کر رہا تھا کچھ کی آوازیں ہماری سماعت سے ٹکرا رہی تھیں اور کچھ کی آوازیں مدھم مدھم انداز میں پردہ سماعت سے مبہم انداز میں ٹکرا کر ہوا میں تحلیل ہو رہی تھیں۔ کیونکہ ہم اپنے حسی وجود کے ساتھ اگرچہ ان تعزیت کرنے والے حضرات کے درمیان تھے مگر ہماری نگاہیں اپنے محترم شفیق والد گرامی کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ کتنا سکون تھا اس وقت اس چہرے پر۔ کتنی پاکیزگی تھی آج اس بشرے پر۔ لب ایسے کہ لگ رہا تھا کہ ابھی تبسم ریز جنبش کرنے لگیں گے۔ آنکھیں اس طرح بند کہ لگتا تھا جیسے بس ابھی کھول دیں گے۔ اپنے والد مکرم کا چہرہ پوری زندگی دیکھتے رہے لیکن آج جیسا اتنا بارونق چہرہ تو کبھی بھی نہ دیکھا۔

نگاہیں اپنے والد محترم کے چہرۂ مبارکہ کا طواف کر کے اس مقدس چہرے کے پیچھے چھپی ماضی کی تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنے لگتی ہیں، والد محترم کی زندگی کا ہر باب ہماری نگاہوں میں کھلی کتاب کی طرح سما جاتا ہے، پردۂ ذہن پر والد مکرم کی زندگی کے نقوش ہویدہ ہو جاتے ہیں، یہ دیکھیں مؤرخہ ۱۵ رجون ۱۹۴۵ء کی گھڑی ہے، امام عشق ومحبت سے نسبت رکھنے والی پریم نگری بریلی شریف کی بابرکت سرزمین ہے، اسی تاریخ اور اسی سرزمین پر ہمارے والد معظم نے دنیا میں آنکھیں کھولیں، حضور مفتی اعظم ہند نے آپ کا نام کارفیق الحسن خاں تجویز فرمایا اور آپ کی چچی شہزادی مفتی اعظم نے آپ کا نام "محمد فاروق میاں" رکھا، ۴ رسال ۴ رمہینے لاڈ و پیار کے ساتھ عمدہ پرورش کی صورت میں مکمل ہوئے، بزرگوں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اہل خانہ نے رسم تسمیہ خوانی ادا کرائی قاعدہ بغدادی، یسرنا القرآن، پارہ اور پھر قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی، ابتدائی اردو پڑھی، واجبی دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم کے مراحل انہماک کے ساتھ طے کیے، گریجویشن مکمل کیا، پڑھنے میں بااستعداد تھے، امتیازی وانفرادی حیثیت حاصل تھی، اس طرح طلب علم کا مرحلہ بحسن وخوبی مکمل کیا۔

پردۂ ذہن پر والد محترم کے زمانۂ تعلیم کے یہ روشن نقوش اپنی تمام تر درخشندگی کے ساتھ ابھر رہے تھے کہ اچانک ان نقوش میں تبدیلی ہوتی ہے۔ والد محترم کی عملی زندگی کا باب کھلتا ہے۔ تکمیل تعلیم کے بعد اہل خانہ کے مشورے سے برسر روزگار ہونے کی کوشش شروع ہو جاتی ہے۔ تعلیمی استعداد اور تعلیمی ریکارڈ اچھا ہونے کی وجہ سے بہت جلد گورنمنٹی نوکری مل جاتی ہے۔ گورنمنٹی نوکری میں کبھی بھی آپ نے رشوت قبول نہ کی۔ حلال معاش کے ساتھ دینی فرائض وواجبات اور دیگر اعمال شرعیہ کی ادائیگی بھی اپنے اپنے وقت پر حتی المقدور انجام دیتے رہے، زندگی کی گاڑی اسی طرح آگے بڑھتی رہی کہ اسی درمیان تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہزادی محترمہ عالیہ "سارہ بیگم" علیہا الرحمہ کی شہزادی اور میری والدۂ مکرم عالیہ محترمہ "ماہ پارہ" صاحبہ سے والد محترم کا عقد حضور مفتی اعظم ہند کی موجودگی میں حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز نے پڑھایا۔

سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات سے منسوب اس عظیم نسبت نے والد محترم کی زندگی میں مزید چار چاند لگا دیئے، آپ زمانہ میں "نواسی داماد سرکار مفتی اعظم ہند" کے عظیم تمغے سے سرفراز ہو کر مشہور ہوئے، آپ سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

زندگی کے شب وروز یونہی گزرتے رہے اس درمیان اللہ رب العزت کی بارگاہ سے آپ کو تین بیٹوں اور ایک بیٹی کی صورت میں عظیم نعمت سے نوازا گیا۔ آپ کے تینوں شہزادگان کے اسماء یوں ہیں:

(۱) مولانا محمد معظم رضا خان نوری (۲) مکرم رضا خان نوری (۳) بارق رضا خان تحسینی

الحمد للہ! آپ کے تمام شہزادے مذہب اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی کے ساتھ قائم ہیں۔ والد مکرم اور والدۂ محترمہ نے ہم سب کی مثالی تربیت کی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم سے بھی آراستہ کیا۔ مذہب ومسلک کے معمولات و عقائد تو خانگی ماحول ہی سے ہمارے ذہن وفکر میں رچ بس گئے تھے۔ ہم سب کی شب وروز یہی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے بزرگوں اور اپنے والدین کی تعلیم وتلقین کی روشنی میں ہم سب مسلک اعلیٰ حضرت کی زیادہ سے زیادہ ترویج واشاعت کرسکیں۔

پردۂ ذہن پر والد محترم کے ابواب زندگی یکے بعد دیگرے سامنے آرہے ہیں۔ کس کس کا ذکر کروں اور کس کس بات کو نظر انداز کروں، اللہ تعالیٰ نے ہمارے والد محترم کو زندگی کی ۴۷ر بہاریں عطا فرمائیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس ۴۷ر سالہ زندگی میں بہت سی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ ان ساری نعمتوں میں ہمارے لیے سب سے قابل افتخار نعمت یہی ہے کہ ہمیں سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے مجدد اسلام سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عظیم نسبت عطا فرمادی۔

۲۰۰۳ء میں ہمارے والد محترم نے ہماری والدۂ محترمہ اور پھوپھی صاحبہ کے ساتھ زیارت حرمین طیبین فرمائی، حج بیت اللہ کی سعادت کے ساتھ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر ۲۰۱۲ء میں ہماری والدۂ مکرمہ، پھوپھی صاحبہ اور ہماری ہمشیرہ کے ساتھ عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

مؤرخہ ۲۲ر شوال المکرم ۱۴۴۰ھ/ ۲۵ر جون ۲۰۱۹ء بروز منگل آپ نے یہ پورا دن سکون کے ساتھ گزارا۔ وقت پر نمازیں اور دیگر معمولات ادا فرمائے۔ اذان مغرب کے بعد مغرب کی نماز ادا کی۔ نماز مغرب سے فارغ ہوکر "بیر روحاء" کا مقدس پانی نوش فرمایا اس کے ساتھ ہی زمزم شریف بھی نوش جان فرمایا۔ پھر خمیرہ اور دودھ پیکر اپنے بستر پر لیٹ گئے۔ ہم سب یہی سمجھ رہے تھے کہ آپ آرام فرما ہیں مگر یہ کیا؟ آپ کی روح تو قفس عنصری کو خیر آباد کہہ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملی ہے۔

۸:۱۵ر بجے کا یہ وقت ہے۔ مؤرخہ ۲۶ر جون بروز بدھ بعد نماز ظہر رضا چوک سیلانی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں عوام وخواص نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔

شہزادۂ حضور امین شریعت، نبیرۂ استاذ زمن حضرت علامہ مفتی سلمان رضا خان صاحب مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی، خانوادۂ رضویہ کے شہزادگان بھی نماز جنازہ میں شریک تھے، بعد نماز آپ کا جنازہ مرکز اہل سنت درگاہ اعلیٰ حضرت پر لایا گیا، درگاہ شریف کے اندر جو تبرکات رکھے ہوئے ہیں ان میں آقا کریم ﷺ کا نقش قدم پاک بھی ہے، صاحب سجادہ آستانۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ سبحان رضا خاں صاحب سبحانی میاں مدظلہ نے کرم فرماتے ہوئے یہی نقش قدم مبارک ہمارے والد محترم کی پیشانی اور سینہ پر رکھا، ہماری عقیدت یہ کہہ رہی ہے کہ حضرت صاحب سجادہ نے جب یہ نقش قدم پاک والد محترم کی پیشانی اور سینہ پر رکھا تو ہمارے والد محترم ضرور اعلیٰ حضرت کی زبان میں یہ کہتے ہوں گے ؂

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے قدم پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

درگاہ اعلیٰحضرت میں تبرکات رکھنے کے بعد شہزادۂ تاج الشریعہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خاں مدظلہ العالی نے دعا فرمائی، پھر درگاہ اعلیٰ حضرت سے والد معظم کا جنازہ سٹی قبرستان لایا گیا جہاں سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کے دادا حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں اور والد مکرم حضرت علامہ نقی علی خاں علیہما الرحمہ کے قدموں میں تدفین کی گئی۔ قبر پر اذان پڑھی گئی۔ دعا ہوئی اور پھر تمام عزیز واقارب اور اہل عقیدت سوگوار اور نم آنکھوں سے واپس ہوگئے، اللہ رب العزت ہمارے والد مکرم کی مغفرت

یادِ رفتگاں

فرمائے، آپ کی قبر پر انوار ورحمت کی بارشیں نازل فرمائے، قبر سے لے کر حشر تک کی تمام منزلیں ان کے لیے آسان فرمائے، غوث پاک کے جھنڈے تلے ان کا حشر فرمائے، ہم پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ص ۵۶ ر کا بقیہ

جمنی تہذیب سے محبت رکھنے والے اشخاص قومی منافرت کے شیطانی کھیل کے خلاف مضبوط بند باندھنے کے لیے آگے آئیں، یہ باتیں راجدھانی پٹنہ کی معروف مذہبی درسگاہ الجامعۃ الرضویہ میں منعقد ایک نشست میں حضرت مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے کہیں، انہوں نے فرمایا کہ قومی منافرت کا یہ شیطانی کھیل ملک کی سالمیت کے لئے ایک بڑا خطرہ ہے حکومت اس طرح کے شرپسند عناصر کے خلاف سخت کارروائی کرے۔

الحاج سید ولی الدین رضوی نے کہا کہ وسیم رضوی کا یہ گستاخانہ بیان کوئی نیا نہیں، قومی منافرت کے خاکے میں رنگ بھرنے کے لیے وہ اس طرح کا شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں، صحابۂ کرام ودیگر امہات المومنین کے خلاف وہ گستاخانہ دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں، ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ ودیگر امہات المومنین تمام مومنین عالم کی قابل احترام ماں ہیں جن کی تعظیم وتکریم ہمارے ایمان کا حصہ ہے، اگر کوئی ان کی اہانت کرتا ہے تو مسلمانوں کے لیے یہ امر ناقابل برداشت ہوگا۔

حضرت مولانا ملک الظفر سہسرامی نے کہا کہ ہم حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ قومی منافرت کا شیطانی کھیل بند کرنے کیلئے کوئی ٹھوس اور موثر قدم اُٹھائے، ہندوستان میں بلا تفریق مذہب وملت، رنگ ونسل اور ذات برادری، ہر طبقہ آباد ہے اور ہر طبقے کو یہاں کے آئین نے مکمل مذہبی آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق دیا ہے، لہٰذا کوئی بھی شخص کسی بھی مذہب اور مذہبی شخصیت کے حوالے سے اہانت آمیز کلمات کے استعمال سے مکمل پرہیز رکھے، حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا کوئی قانون بنائے جس سے کسی کو کسی کے مذہبی جذبات سے کھیلنے کا موقع نہ ملے اور قومی منافرت کے اس شیطانی خاکے میں رنگ بھرنے کی جو سازش ہو رہی ہے اس کا مکروہ سلسلہ جلد از جلد بند ہو جائے۔

ص ۵۷ ر کا بقیہ

راحتیں قربان ان کی ذات پر
مصطفےٰ کے دل کی راحت ہیں حسین
پھر یزیدی آزمانے آ گئے
دور حاضر کی ضرورت ہیں حسین
وہ شہید اعظم اسلام ہیں
جان جانان شہادت ہیں حسین
ان پہ نازاں دہر کے سارے سخی
ناز بردار سخاوت ہیں حسین
ساتھ شبر کا دیا ہر حال میں
یوں اخوت کی علامت ہیں حسین
بچ گیا اسلام ان کے صبر سے
باعث صد ہائے نعمت ہیں حسین
نام سے ان کے ہے ہر تحریک حق
امت آقا کی ہمت ہیں حسین
یعنی ان کا ذکر ہے قرآن میں
اہل بیت اہل طہارت ہیں حسین

ص ۵۸ ر کا بقیہ

تمہیں زعم ہے کہ زبردست ہو تم
حکومت کی طاقت میں بدمست ہو تم
مراتب ہیں اونچے مگر پست ہو تم
بڑی مختصر ہے تمہاری کہانی
کہ ملت کے غدار ہیں قادیانی
سنا کر مدینہ کی پرنور باتیں
دکھاتے ہو ربوہ کی بدکار راتیں
لگانے نہ دیں گے عقیدوں پہ گھاتیں
نکالیں گے افضال ہم بدگمانی
یہ اعلان ایمان کی ترجمانی
کہ ملت کے غدار ہیں قادیانی

الجامعۃ الرضویہ میں علمائے بہار کی ایک اہم میٹنگ

اعلیٰ حضرت کے جشن ولادت اور حضور تاج الشریعہ کے عرس کی تقریب سے علامہ مفتی شمشاد احمد برکاتی کا خطاب

بہار کی راجدھانی پٹنہ میں اہل سنت کا نقیب اور مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان الجامعۃ الرضویہ مغلپورہ پٹنہ سٹی کی دعوت پر مورخہ ۷؍جولائی ۲۰۱۹ء کو آزاد میرج ہال نواب بہادر روڈ پٹنہ میں بہار کے حساس اور بیدار مغز علما کی ایک اہم میٹنگ علامہ ملک الظفر سہسرامی مہتمم دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام کی صدارت اور فخر صحافت علامہ رحمت اللہ صدیقی مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی کی نظامت میں ہوئی۔

جس میں جامع معقول ومنقول علامہ وصی احمد وسیم صدیقی گوپال گنجوی، ماہر فقہ وافتا علامہ مفتی مطیع الرحمن رضوی مظفر پوری، فضیلۃ الاستاذ علامہ سید اقبال حسنی گیاوی، سلسلۂ تیغیہ کے معروف ومشہور شیخ طریقت ومربی علامہ مفتی حامد القادری پھوکلی شریف مظفر پور، مشہور خطیب رضویت علامہ اظہر القادری سیتا مڑھی، ماہر رضویات علامہ ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری، مصنف آئینۂ صلح کلیت، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ مفتی انیس عالم سیوانی، فاضل ذیشان مفتی شمیم احمد مصباحی مظفر پور، قادر الکلام شاعر مولانا محبوب گوہر اسلام پوری، مولانا ثناء اللہ رضوی وغیرہ نے شرکت کی۔

حالات حاضرہ کے تناظر میں علما نے کہا کہ آج ضرورت ہے کہ ہم بہار کی سرزمین پر مسلک اعلیٰ حضرت کے تحفظ کے لیے قدم بڑھائیں، باتفاق رائے یہ طے پایا کہ ۲؍ماہ کے اندر پٹنہ میں ایک آل بہار میٹنگ منعقد کی جائے جس میں ہر ضلع سے کم از کم ایک عالم کی شرکت کو یقینی بنایا جائے تاکہ کما حقہ ہم پورے بہار میں مسلک اعلیٰ حضرت کے تحفظ کے لیے لائحۂ عمل تیار کر سکیں، علما نے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا کہ موجودہ حالات میں جدید فارغین مدارس کے اندر آزاد خیالی اور بدمذہبوں سے نرم روی کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے جو حساس ذہن اور مذہب و مسلک سے وابستہ حضرات کے لیے پریشان کن ہے، صلح کلیت کی وبا کی روک تھام اور اسلاف کے معمولات کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ فکر رضا کو عام کیا جائے، دوریوں کو کم کر کے آپسی اتحاد کی راہ اختیار کی جائے، اس زمانے میں مذہب و مسلک کا تحفظ تعلیمات رضا سے ہے، جو لوگ بھی مسلک کے خلاف قدم اٹھا رہے ہیں ہمیں ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے، بلا خوف لومۃ لائم ہمیں احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ ادا کرنا چاہئے، کوئی بھی ادارہ، مدرسہ، تحریک یا فرد ہمارے لیے اسی وقت قابل احترام ہے جبکہ وہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات پر گامزن ہو، علامہ مفتی مطیع الرحمن صاحب رضوی نے اپنا ایک مفصل فتویٰ رویت ہلال کے تعلق سے پڑھ کر سنایا آپ نے کہا کہ رویت ہلال سے متعلق اعلیٰ حضرت اور فقہائے احناف کی تصریحات کے خلاف واٹس ایپ یا فون کی خبروں کی بنیاد پر چاند کا اعلان قطعاً جائز نہیں، اعلان کرنے والا خود گنہگار اور جو لوگ اس کے اعلان پر روزہ رکھیں یا توڑیں سب کے سب گنہگار اور سب کا گناہ اعلان کرنے والے کے سر ہے۔

مفتی حامد القادری صاحب نے فرمایا کہ ہمیں ایسے علما سے احتراز کرنا چاہئے جو نمازوں کے پابند نہیں، جلسوں میں چند گھنٹوں کے لیے لمبا لمبا نذرانہ طے کر کے جاتے ہیں اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے چلے جاتے ہیں، علامہ وصی احمد وسیم صدیقی نے فرمایا کہ ہم سب میں اتحاد اسی وقت ممکن ہے جبکہ ہم ایک دوسرے کی قدر کریں، اپنی باتوں کو دلائل اور اخلاقیات کے دائرے میں پیش کریں، علامہ سید اقبال حسنی نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت نے ہمیں محبت کی راہوں سے آشنا فرمایا، ہمیں جان ایمان صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی غلامی کا سبق پڑھایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہر چیز کے احترام کا ڈھنگ سکھایا، مولانا انیس عالم سیوانی نے کہا کہ ہم اس سرزمین پر مسلک اعلیٰ حضرت کی بات کر رہے ہیں، جہاں پر سب سے پہلے اعلیٰ حضرت کا علم بلند ہوا، اسی پٹنہ میں اعلیٰ حضرت کو مجدد کا خطاب دیا گیا، اسی سرزمین سے عمدۃ المتکلمین علامہ سید سلیمان اشرف بہاری، ملک العلما، علامہ ظفر الدین بہاری، قاضی عبد الوحید فردوسی، شیخ المشائخ حضرت

تیغ علی شاہ علیہم الرحمہ جیسی شخصیات نے مسلک اعلیٰ حضرت کی آواز بلند کی، آج افسوس ہے کہ اسی بہار کی سرزمین پر صلح کلیت سر ابھار رہی ہے اور اعلیٰ حضرت کے نام لیوا خود اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کے خلاف عمل کر رہے ہیں، آپ نے کہا کہ ہمارا اتحاد اسی سے ہوسکتا ہے جو اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم اور حضور تاج الشریعہ کے فیصلوں اور فتووں سے متفق ہو، اس لیے کہ آج کے دور میں مسلک اعلیٰ حضرت، بریلی اور حضور تاج الشریعہ نقطۂ اتحاد ہیں، ان کی مخالفت کرنے والا ہمارا نہیں ہوسکتا۔

علامہ ملک الظفر سہسرامی کی تحریک پر رویت ہلال کے تعلق سے مفتی افضال بریلوی صاحب مرکزی دار الافتاء بریلی شریف کا فتویٰ مصدقہ قاضی القضاۃ علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری، علامہ مفتی ابو صالح صاحب بریلوی، علامہ مفتی کفیل احمد ہاشمی مفتی دار العلوم منظر اسلام کی تمام علماء نے تصدیق کی، عصر تا عشاء دو نشستوں میں ہونے والی میٹنگ کے انتظام واہتمام کی ذمہ داری محترم سید ولی الدین رضوی نے نبھائی، بعد نماز عشاء الجامعۃ الرضویہ سے متصل مسجد میں یوم رضا وعرس تاج الشریعہ کی نظامت نقیب اہل سنت مولانا محبوب گوہر نے فرمائی اس موقع پر مناظر اہل سنت، معتمد حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی شمشاد احمد برکاتی مصباحی استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی نے زبردست خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اعلیٰ حضرت کو اگر امام اعظم ابو حنیفہ پاتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں اور اعلیٰ حضرت کو اپنے شاگردوں میں شامل فرما لیتے، آپ نے فرمایا کہ امام احمد رضا کے جیسا عالم، محقق، مصنف، شاعر اور عاشق رسول کہیں صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضور تاج الشریعہ نے پوری دنیا میں اعلیٰ حضرت کا پیغام عام کیا، تصلب اور استقامت ہی آپ کا طرۂ امتیاز تھا، علامہ اظہر القادری، علامہ انیس عالم سیوانی وغیرہ نے بھی خطاب کیا، علمائے کرام کے ہاتھوں سے ''معارف تاج الشریعہ''، ''نجد سے سہارنپور تک''، ''بس یہی ہے راہ جنت''، ''قدسی فن اور شخصیت'' کا اجرا عمل میں آیا، بالترتیب مذکورہ کتابوں کے مرتبین علامہ غلام مصطفی نجم القادری و علامہ رحمت اللہ صدیقی، علامہ محمد میاں کامل سہسرامی، علامہ سید اولاد رسول قدسی امریکہ، علامہ رحمت اللہ صدیقی ہیں، ادیب شہیر علامہ رحمت اللہ صدیقی کی رضویاتی اور قدسیاتی خدمات کے اعتراف میں رضا اسلامک سنٹر، خضریٰ مسجد، نیویارک امریکہ کی جانب سے ''تاج الشریعہ ایوارڈ'' مع اکیاون ہزار روپئے شال اور توصیف نامہ پیش کیا گیا۔

سید ولی الدین رضوی سکریٹری الجامعۃ الرضویہ نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہم اپنے مرشد ومربی حضور تاج الشریعہ کے مشن اور فکر کو آگے بڑھانے کے لیے ہمہ دم حاضر ہیں، الجامعۃ الرضویہ کے اساتذہ، قاری قیصر رضا، قاری ابو بکر، مولانا سرفراز عالم مرکزی، قاری معراج وغیرہ نے پروگرام کو کامیاب بنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، درود وسلام اور علامہ وصی احمد وسیم صدیقی صاحب کی دعاء پر پروگرام رات کے تقریباً ڈھائی بجے ختم ہوا۔

رپورٹ: سید ولی الدین رضوی
سکریٹری الجامعۃ الرضویہ، مغلپورہ، پٹنہ سٹی

قومی منافرت کے خلاف حکومت ایکشن لے: مولانا ملک الظفر

پٹنہ سیٹی (پریس ریلیز) ۲۰ر جولائی ۲۰۱۹ء بروز سنیچر ہمارا ملک ہندوستان جنت نشان اس وقت قومی منافرت کو ہوا دینے والوں کی نظر بد کا شکار ہے۔ کبھی گئو رکچھا کے نام پر نفرت کی چنگاری بھڑکائی جاتی ہے تو کبھی موب لنچنگ کے نام پر نفرت کا زہر گھول کر قومی آہنگی کا ماحول بگاڑنے کی سازش رچی جاتی ہے۔ اس میں ملک دشمن عناصر کی ایک معمولی تعداد ہے جن کی نظروں میں یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کانٹے کی طرح چبھ رہی ہے۔ جو اپنی فرقہ وارانہ ذہنیت کی آگ سرد کرنے کے لیے طرح طرح کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں، شیعہ وقف بورڈ کے چیرمین وسیم رضوی کا حالیہ گستاخانہ بیان بھی قومی منافرت کو ہوا دینے والی سازش کا مکروہ حصہ ہے۔ اس گستاخانہ بیان پر عام مسلمانوں میں غم وغصے کی لہر اور شدید ناراضگی پائی جاتی ہے۔ سیکولر ذہنیت کے حامل افراد اور ملک کی سالمیت اور یہاں کی گنگا

بقیہ ص ۵۴ ر پر

خبر و خبر

جمالِ روئے نبی کو حسین کہتے ہیں

از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

جمالِ روئے نبی کو حسین کہتے ہیں
ضیائے عزمِ علی کو حسین کہتے ہیں

وہ باغ جس کا ہر اک رنگ، قوتِ اسلام
اسی چمن کی کلی کو حسین کہتے ہیں

ادا ادا سے نمایاں صداقت صدیق
عمر کے کوہِ خودی کو حسین کہتے ہیں

سخاوت ایسی کہ گھر بار راہِ حق میں نثار
سراپا جودِ غنی کو حسین کہتے ہیں

حسن کی حکمت و تدبیر کا مکمل عکس
بڑے حلیم و ذکی کو حسین کہتے ہیں

وہ جان دے کے بچالائے کشتی اسلام
شبیہِ نوحِ نجی کو حسین کہتے ہیں

بلند جس سے ہوا ہے مقام اسماعیل
اسی وفا کی کڑی کو حسین کہتے ہیں

خدا کی خاص عطا بن کے اتری ہے وہ ذات
نبی کے فیضِ جلی کو حسین کہتے ہیں

ہیں نجمِ آیتِ تطہیر، چرخِ ہستی میں
فضیلتوں کے دھنی کو حسین کہتے ہیں

وہ جس سے راضی تو آقا بھی اُس سے ہیں راضی
شہِ عرب کی خوشی کو حسین کہتے ہیں

جہان کفر سے لڑتا ہے اب بھی جس کا جلال
اسی عظیم جری کو حسین کہتے ہیں

نصابِ غلبۂ ملت ہے ان کا ہر کردار
وقارِ دینِ نبی کو حسین کہتے ہیں

غمِ حیات کا مرہم ہے اُن کا اسم شریف
دُکھوں کی چارہ گری کو حسین کہتے ہیں

ہے گرم جس سے مسلمان کی رگوں کا لہو
فریدی! زندہ دلی کو حسین کہتے ہیں

سرکار دو جہاں کے ہیں لختِ جگر حسین

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

مولائے کائنات کے نور نظر حسین
امت کے حال زار سے ہیں باخبر حسین

اس وصف پر نثار ہے اوصاف کا فلک
سرکار دو جہاں کے ہیں لخت جگر حسین

شاداب ان کے نام سے ہے امن کا چمن
شام دل حزیں کی ہیں نوری سحر حسین

وہ جاں ہیں رب کے قول مع الصابرین کی
تسلیم اور رضا کے ہیں پر نور در حسین

پھیلی ہے ہر سو ان کی عزیمت کی چاندنی
ہیں ایسے چرخ مدح و ثنا کے قمر حسین

ہاتھ ان کا چاہ کر بھی یزیدی نہ لے سکے
تا حشر دشمنوں پہ رہیں گے زبر حسین

باطل سر اپنا نوچتے رہ جائے گا سدا
قائم یوں حق کا کر گئے گہرا اثر حسین

ناکامیاں نہ ہوں گی کبھی ہم پہ حملہ ور
ہم کو بتا گئے ہیں رموزِ ظفر حسین

قدسی ہیں سربلند رہیں گے وہ سربلند
میدان کربلا میں کٹا کے بھی سر حسین

دور حاضر کی ضرورت ہیں حسین

از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

صاحب حسن بصیرت ہیں حسین
رازدار علم و حکمت ہیں حسین

واسطے مومن کے نصرت ہیں حسین
اور یزیدیت پہ آفت ہیں حسین

مسلموں کی قومی طاقت ہیں حسین
ان کی عظمت کی ضمانت ہیں حسین

بقیہ ص ۵۴ پر

منظومات

منظومات

ہیں بے شک دور حاضر کے غزالی مفتی اعظم

(از: مولانا محبوب رضا گوہر اسلام پوری

ترے در کا بنا ہے جو سوالی مفتی اعظم
کبھی لوٹا نہیں وہ ہاتھ خالی مفتی اعظم

فقیہان زمن فقہ و تدبر دیکھ کے بولے
ہیں بے شک دور کے غزالی مفتی اعظم

نظر کو نور، عقل وہوش کو پرواز دیتا ہے
ترا گنبد ترے روضے کی جالی مفتی اعظم

تری سیرت مزین ہے شہ بطحا کی سیرت سے
اسی سے ہے تری ہستی نرالی مفتی اعظم

حیات جاوداں میں اس کی تازہ انقلاب آیا
نظر اک بار تم نے جس پہ ڈالی مفتی اعظم

رسول مجتبیٰ کے عشق نے اعزاز یوں بخشا
بنے ہیں شہر علم وفن کے والی مفتی اعظم

خزاں کی نذر ہو سکتا نہیں ہے ایک پتہ بھی
کہ باغ سنیت کے تم ہو مالی مفتی اعظم

تجھے رب نے بنایا ہے اویسی فکر کا مالک
لب ولہجے میں ہے رنگ بلالی مفتی اعظم

مورخ عہد نو کا پیش کرتا ہے مثالوں میں
ترا کردار ہے ایسا مثالی مفتی اعظم

طلب ہو ایک کی تو دس ملا کرتا ہے طالب کو
کشادہ ہے ترا دربار عالی مفتی اعظم

تری محفل میں کوئی تلخ گو انسان جب آیا
اسے حاصل ہوئی شیریں مقالی مفتی اعظم

ہماری کشت ویراں پر ہو یوں فیضان کی بارش
نہ آئے پھر کبھی بھی خشک سالی مفتی اعظم

نہ جانے کیوں حصار رنج میں محصور ہے گوہر
مٹا دیں آپ اس کی خستہ حالی مفتی اعظم

◆◆◆

کہ ملّت کے غدّار ہیں قادیانی

(از: افضال صدیقی

یہ اعلان اِیمان کی ترجمانی
کہ مِلّت کے غدّار ہیں قادیانی

جَنم دے کے گوروں نے کی آبیاری
وُجود ان کا ذہنوں کی تخریب کاری
یہ مُرمت کے ڈاکو سبھی اِشتہاری
یہ فِتنوں کے خُوگر شرارت کے بانی
کہ مِلّت کے غدّار ہیں قادیانی

یہ مُرتَد ختمِ نبوّت کے دُشمن
ریاست میں امن و اخوت کے دشمن
محبّت کے قاتل مروّت کے دشمن
نہیں ان کے دِیدوں میں غیرت کا پانی
کہ ملت کے غدار ہیں قادیانی

حبیبِ خدا کی مخالف زبانیں
یہ ممکن نہیں مُحترم ان کو جانیں
جو کافر ہے مومن کبھی ہم نہ مانیں
عداوت ہے ان مُنکروں سے پرانی
کہ ملت کے غدار ہیں قادیانی

سنو ہم ہیں ختمُ الرُّسُل کے فدائی
لبوں پہ ہے صل علٰے کی دہائی
عقیدہ پہ گر ضرب تم نے لگائی
مٹا دیں گے ظلمات کی راجدھانی
کہ ملت کے غدار ہیں قادیانی

لعینوں کو مسند پہ آنے نہ دیں گے
اُمورِ حکومت چلانے نہ دیں گے
وطن کا تعارُف مٹانے نہ دیں گے
کریں گے ہم اسلام کی پاسبانی
کہ ملت کے غدار ہیں قادیانی

بقیہ ص ۵۴ پر

رضویات

۱۰۱ ؍ویں عرس رضوی کے موقع پر ادارہ سنی دنیا کی خصوصی پیش کش

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کی حیات و خدمات پر

خصوصی ضمیمہ

علم المساحت اور امام احمد رضا

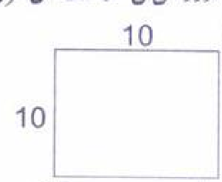
از: مولانا غلام مصطفیٰ نوری*

رضویات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ دنیائے اسلام کے اس بطل جلیل کا نام ہے جنہوں نے علم و فن کی سنگلاخ وادیوں کو اپنی جدت طبع، جولانیت فکر اور قوت پرواز سے مسخر کر لیا، علم وفن کی وہ کون سی انجمن ہے جہاں ان کی فکر ونظر کا چراغ نہیں جل رہا ہے۔

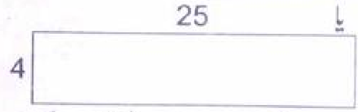
نحو، صرف، لغت، بلاغت، عروض، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تصوف، کلام، تفسیر وتاویل، ہیئت، ہندسہ، توقیت، مساحت، جبر ومقابلہ، سرایا ومناظر، ابعاد واجرام ارثماطیقی، زیجات، جفر وتکسیر، مثلث کروی، مثلث مسطح، منطق، فلسفہ، طب، جبر ثقیل، سائنس، جغرافیہ، قافیہ، کیمیا، ریمیا، سمیہ، لیمیہ وغیرہ تحقیق جدید کے مطابق ایک سو پانچ علوم وفنون کے نہ صرف یہ کہ آپ ماہر تھے بلکہ مجتہدانہ مقام رکھتے تھے، قوت اجتہاد سے کتنے علوم و فنون کو امام احمد رضا نے جلا بخشی۔

آئیے ان علوم وفنون میں سے علم المساحت پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی نقد ونظر ملاحظہ فرمائیے، علم فقہ کا مشہور مسئلہ ہے کہ کنواں یا حوض یا تالاب وغیرہ اگر مربع (square) ہو خواہ طول وعرض دس دس ہاتھ خواہ طول پچیس اور عرض چار ہاتھ خواہ کچھ اور تو اس کی مساحت اس طرح بآسانی معلوم ہو سکتی ہے مثلاً:



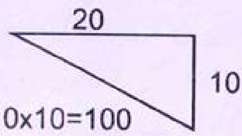
10x10=100

یا



25x4=100

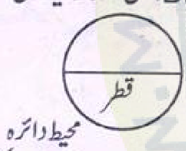
یا اگر مثلث ہو تو احد الضلعین اگر (20) ہاتھ اور دوسرا (10) ہاتھ ہو تو اس کا مربع (square100) اس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔



20÷2=10x10=100

اسی کو عند الفقہاء دہ دردہ کہتے ہیں، اس کے طرح تالاب وغیرہ کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر ایک طرف نجاست گر جائے تو دوسری طرف سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے بشرطیکہ محل طہارت کی طرف نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو۔

لیکن حوض وتالاب مدور (GLOBULAR) ہو تو اس کی مساحت یعنی مربع (100) کے لیے محیط دائرہ (CIRCLE) وقطر (DIAMETER) کی مقدار کیا ہوگی مثلاً:



اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی قوت فکر اور شان اجتہاد ملاحظہ فرمائیے، فرماتے ہیں: اس میں چار قول ہیں اور ہر ایک بجائے خود وجہ رکھتا ہے اور تحقیق جدا ہے۔

قول اول اڑتالیس ہاتھ

خلاصہ وعالمگیری میں اسی پر جزم فرمایا، محیط امام سرخسی و فتاویٰ کبریٰ میں اسی کو احوط بتایا، سیدی امام طحاوی نے اسی کا اتباع کیا، ہندیہ میں ہے: ان كان الحوض مدورا يعتبر ثمانية واربعون ذرعا كذا فی الخلاصة وھو الاحوط كذا فی محيط السرخسی، طحاوی میں ہے: الا حوط اعتبار ثمانية واربعين۔

قول دوم چھیالیس ہاتھ

* مضمون نگار دار العلوم حامدیہ اشرفیہ بھوئی روڈ، سنبھل کے استاذ ہیں۔

بعض کتب میں اسی کو مختار و مفتی بہ بتایا، بحر الرائق میں نقل فرمایا: المختار المفتی بہ ستة واربعون۔

قول سوم چوالیس ہاتھ

جامع الرموز میں تحریر ہے: اما فی المدور فیشرط ان یکون دورہ ثمانیا واربعین ذراعا وقیل اربعا واربعین فالاول احوط کما فی الکبریٰ۔

قول چہارم چھتیس ہاتھ

ملتقط میں اس کی تصحیح کی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا یہی صحیح اور فن حساب میں مبرہن ہے، جامع الرموز میں ہے: وقیل ستة وثلاثین وھو الصحیح المبرھن عند الحساب کما فی الظھیریة، رد المحتار میں ہے: قولہ وفی المدور بستة وثلاثین ای بان یکون دورہ ستة وثلاثین ذراعا وقطرہ احد عشر ذراعا وخمس ذراع۔

اب ہم چاروں اقوال پر امام احمد رضا کی نقد ونظر اور آپ کی تحقیق کا خلاصہ بقواعد علم المساحت پیش کریں۔

قاعدۂ اولیٰ: محیط دائرہ ÷ $3\frac{1}{7}$ = قطر یا محیط دائرہ کو (3.1416) پر تقسیم کیجئے تو قطر حاصل ہوگا۔

قاعدۂ ثانیہ: محیط دائرہ × قطر ÷ 4 = مساحت۔

مذکورہ بالا قواعد کی روشنی میں قول اول (محیط 48 ہاتھ) پر بقاعدہ اولیٰ قطر معلوم کیا۔ (1527=3.1416÷48) یہ قدر قطر ہوئی، پھر بقاعدۂ ثانیہ مساحت معلوم کی تو یہ ہوئی:

محیط قطر مساحت

(183.24=4÷15.27x48)

اس قول پر (83) مربع گز سے بھی زائد آیا جو مقدار مطلوب (مربع 100 گز) سے بہت بعید ہے۔

قول دوم (46 ہاتھ) پر بقاعدۂ اولیٰ محیط دائرہ کا قطر معلوم کیا (14.64=3.1416÷46) یہ قدر قطر ہوئی، پھر بقاعدۂ ثانیہ مساحت معلوم کی تو یہ ہوئی:

محیط قطر مساحت

(168.36=4÷14.64x46)

اس قول پر بھی مقدار مطلوب (مربع 100 گز) پر (68) مربع گز سے بھی زائد آیا جو مطلوب سے بہت بعید ہے۔

قول سوم (44 ہاتھ) بقاعدہ اولیٰ محیط دائرہ کا قطر یوں معلوم کیا:

(14.00=3.1416÷44) یہ قدر قطر ہوئی، پھر بقاعدۂ ثانیہ مقدار مساحت یوں معلوم کی:

محیط قطر مساحت

(154.00=4÷14.00x44)

یہ مقدار مساحت ہوئی۔

اس قول پر بھی مربع (100 ہاتھ) سے (54) مربع گز زائد آیا جو مقدار مطلوب سے زائد ہے۔

قول چہارم (36 ہاتھ) کا قطر بقاعدہ اولیٰ یہ ہوا:

(11.45=3.1416÷36) یہ قدر قطر ہوئی، پھر محیط و قطر کی مساحت بقاعدہ ثانیہ یہ ہوئی:

محیط قطر مساحت

(103.05=4÷11.45x36)

اس قول پر اگرچہ قول اول، دوم اور سوم کی طرح علی التوالی (54.68.83) کا تفاوت نہیں، تاہم (3) مربع گز سے زائد کا تفاوت ضرور ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: تحقیق یہ ہے کہ اس کا دور تقریباً ساڑھے پینتیس (35.$\frac{1}{2}$) ہاتھ چاہئے، یعنی (35.449) تو قطر تقریباً (5) گز ساڑھے دس گرہ ایک انگل ہوگا، یعنی (11.284)

محیط دائرہ (35.$\frac{1}{2}$) ہاتھ کا قطر بقاعدہ اولیٰ (11.284) یہ ہوا۔ مساحت بقاعدۂ ثانیہ:

محیط قطر مساحت

(100.0016=4÷400.006516=11.284X35.449)

یہ سو ہاتھ سے صرف $\frac{16}{625}$ یعنی $\frac{1}{100}$ زائد ہے کہ ایک انگل عرض کا $\frac{24}{625}$ یعنی انگل کے $\frac{1}{25}$ حصے سے بھی کم ہے، اس لئے امام احمد رضا قدس سرہ کی تحقیق مقصود سے قریب تر ہے۔

◆◆◆

امام احمد رضا کی شاعری میں میلاد مصطفیٰ

از: حافظ ہاشم قادری صدیقی*

سرکار دو جہاں ﷺ کا میلاد کلام الٰہی قرآن مجید میں جا بجا موجود ہے، اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے محاسن و کمالات و خلق عظیم کا تذکرہ فرمایا ہے، اسی سنت الٰہیہ کو صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین وغیرہ نے آج تک بلکہ آنے والی صبح قیامت تک عاشقان مصطفیٰ اس مبارک سلسلے کو جاری و ساری رکھیں گے، میلاد مصطفیٰ اور نعت مصطفیٰ لازم و ملزوم ہے، سرکار دو جہاں ﷺ کا حسین و جمیل سراپا ان کی حق گوئی، ان کے اخلاق کریمانہ، ان کی سادگی، سخاوت، داد و دہش، دشمنوں پر رحم و کرم، دستگیری، ان کے روضے کے دیدار کی تمنا، روز حشر شفاعت کی آرزو، طلب و استعانت، معجزات، تصرفات، معمولات شب و روز اور ان جیسے بہت سے مضامین سے اردو کی "نعت" مالا مال ہے۔

بہت سے شعرا نے نعت پر توجہ دی اگرچہ انہوں نے اسی طرح کے موضوعات کا سہارا لیا مگر بات کہنے کے ڈھنگ نے مضمون کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور قاری کو یا سننے والے کو ایسا لگا جیسے وہ پڑھ رہا ہے یا سن رہا ہے وہ نیا مضمون ہے، شاعری کے اسی فن میں مضمون آفرینی کا راز پنہاں ہے، لذت بیان، نادرہ کاری، جدت آداب اور لطافت معنیٰ بھی اسی کی مختلف شکلیں ہیں یا تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ بدلے ہوئے نام ہیں۔

چودہویں صدی ہجری میں برصغیر کے چند نامور نعت گو شعرا اتر پردیس میں ہی ہوئے، امام احمد رضا بریلوی، استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی، مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خان قادری نوری، مولانا محسن کاکوروی، مولانا ضیاء القادری بدایونی، حافظ پیلی بھیتی کے نام خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں، ان نعت گو شعرا میں مولانا احمد رضا بریلوی کا مقام سب پر فائق ہے۔

تفقہ فی الدین جیسی دولت اور حبیب کبریا ﷺ کی محبت امام احمد رضا بریلوی کی رگ رگ میں بسی ہوئی تھی، یہ دونوں دولت ہر دل کی تجوری میں نہیں ڈالی جاتی اور نہ ہی یہ دولت کسب وحصول سے حاصل کی جا سکتی ہے، قرآن کریم کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ "تفقہ فی الدین" مشیت ایزدی اور ارادۂ الٰہی سے وابستہ ہے، سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"مَن يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيراً يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ۔ اللہ اپنے جس بندے پر احسان اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے تفقہہ فی الدین کے گوہر سے مالا مال کر دیتا ہے۔"

معلوم ہوا جو قدسی صفات اس اعلیٰ مرتبہ پر فائز کئے جاتے ہیں ان پر انعامات الٰہی اور توجہات خصوصی کی موسلا دھار بارش ہوتی رہتی ہے، اگرچہ وہ معصوم نہیں ہوتے مگر بہت دور دور تک فکری لغزشوں سے من جانب اللہ محفوظ رکھے جاتے ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کے اسی انعام یافتہ بندوں کے طبقے سے ہے، ان کی سیرت اور ان کے علمی شہ پاروں کے مطالعہ سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ وہ علم وفن بھی جانتے تھے اور اس کی باریکیوں پر بھی گہری نظر تھی، ان کا قلم اس قدر محتاط تھا. گویا ہر قدم پھونک کے رکھا گیا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا خان بریلوی اپنے وقت کے مجدد تھے، ابو الحسن علی ندوی، مؤلف "نزہت الخواطر" میں باوجود اختلاف مسلک کے، اعتراف کرتے ہیں کہ جزئیات فقہ پر جو عبور ان کو حاصل تھا ان کی نظیر ان کے زمانے میں نہیں ملتی، آقائے کائنات ﷺ سے ان کی والہانہ محبت ضرب المثل بن چکی ہے، خود ان کے مخالف معاصر مثلاً اشرف علی تھانوی نے

اعتراف کیا ہے کہ وہ جذبۂ عشق رسول اللہ ﷺ سے سرشار ہوکر ان کی عبارت کی گرفت کرتے ہیں۔

عظمت مصطفیٰ ﷺ ایمانی عقیدہ ہے

عظمت مصطفیٰ کو تسلیم کئے بغیر کوئی مومن نہیں ہوسکتا چاہے وہ دن رات سجدے کرتا رہے یہ عقیدہ عاشقان نبی ﷺ کے لئے جان ایمان ہے، اس عقیدے کی تبلیغ امام احمد رضا خان بریلوی کے لئے مشن کا درجہ رکھتی تھی، وہ آئین شریعت کے پاسدار تھے، ان کی نظم ونثر میں ہر جگہ اس عقیدے کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے، نعت پاک کے درج ذیل اشعار میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کے اظہار کے لئے جس طرح مضمون آفرینی کی گئی ہے وہ دیکھتے ہی بنتی ہے۔ ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

عصائے کلیم، اژدہائے غضب تھا
گروں کا سہارا عطائے محمد ﷺ

قرآن مجید میں رؤف ورحیم باری تعالیٰ جل سبحانہ کے لئے آیا ہے اور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے لئے بھی لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّن..... الخ۔ بے شک تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔''

(القرآن، سورۂ توبہ، آیت نمبر ۱۲۷ ر کنز الایمان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور کا میلاد شریف ارشاد فرمایا: ان کی تشریف آوری اور ان کے فضائل بیان فرمائے، حضور کا میلاد پڑھنا سنت الٰہیہ ہے گزشتہ نبیوں نے بھی آپ کا میلاد پڑھا، میلاد سنت انبیا بھی ہے، رؤف مبالغہ کا صیغہ ہے، رؤف کا معنیٰ ہے بے حد مہربانی اور شفقت فرمانے والا، حسین بن فضل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں کو محمد ﷺ کے سوا کسی نبی میں جمع نہیں فرمایا۔ (تفسیر نور العرفان ص۔ ۳۲۹)

اسی مبارک روش پر عمل کرتے ہوئے امام احمد رضا خان بریلوی نے نعت مصطفیٰ کے ذریعہ کیسے میلاد مصطفیٰ پڑھا، کیا مضمون پیدا کیا اور کتنے پیارے انداز میں! داد دیتے ہی بنتی ہے۔ ؎

وہ نامی کے نام خدا نام تیرا رؤف ورحیم وعلیم وعلی ہے
نبی سرور ہر رسول وولی ہے نبی رازدار مع اللہ لی ہے

حدیث قدسی کے مضمون ''لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ'' کی ترجمانی بڑے پیارے انداز میں نعت پاک سے میلاد مصطفیٰ پڑھا ہے۔ ؎

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

قرآن عظیم میں ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے نبی تیری بارگاہ میں حاضر ہوکر معافی چاہیں اور آپ ان کی شفاعت چاہیں تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

(القرآن، سورۃ النساء، آیت ۶۴)

قرآن عظیم خود گنہ گاروں کو حبیب پاک ﷺ کے دربار میں بلا رہا ہے اور کریموں کی شان یہ نہیں کہ اپنے دربار میں بلا کر خالی واپس کریں۔ ؎

رومی غلام دن، حبشی باندیاں شبیں
گنتی کنیز زادوں میں شام وسحر کی ہے

ایسے بندھے نصیب کھلے مشکلیں کھلیں
دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے

وہ خلد جس میں اترے گی ابرار کی برات
ادنیٰ نچھاور اس مرے دولہا کے سر کی ہے

ابرار کا مرتبہ مقربین سے بہت کم ہے یہاں تک کی حسنات الابرار سیئات المقربین پھر مقربین میں بھی درجات بے شمار ہیں اور انھیں بھی اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ جو درجے ملیں گے وہ بھی سب حضور کا تصدق ہے اسی لئے اسے ادنیٰ نچھاور کہا ورنہ جنت میں کچھ ادنیٰ نہیں۔

عبد المصطفیٰ بنام مشہور اعلیٰ حضرت بریلوی کے نزدیک

رضویات

میلاد مصطفیٰ ﷺ ایسا پیارا موضوع ہے کہ جس میں کیف سامانیاں اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہیں، بلبلیں مست نغمہ سرا ہونے لگتی ہیں، عشق وسرمستی کی آبشاریں رحمت ایزدی کے نغمے گانے لگتی ہیں ''الصلاۃ والسلام علیك یارسول اللہ'' کی خوشبو لٹانے لگتی ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شاعری حصول سعادت دارین کا ذریعہ ہے اس لئے کہ آپ ذکر میلاد مصطفیٰ میں بے خود وسرشار رہتے ہیں آپ نے اپنی شاعری میں بار بار میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کیا ہے اس وابستگی رسول ﷺ کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی خود کہتے ہیں۔ ؎

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

حضور نبی کریم ﷺ کی توصیف وثنا کو وظیفہ حیات بنانے والے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جب ولادت مصطفیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو اس دن کی عظمت، ہیبت اور جلالت آپ کے دل پر منقش ہو جاتی ہے اور بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا
تیرے صدقے میں نجی اللہ کا بجرا تر گیا

بڑھ چلی تیری ضیا اندھیر عالم سے گھٹا
کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا

اعلیٰ حضرت بریلوی نے شریعت کے تقاضوں کی پاسداری کرتے ہوئے جب نعت کہی تو اسے قبولیت اور شہرت دوام کا وہ مرتبہ ملا جو آج تک نعتیہ شاعری کے حوالے سے کسی کا مقدر نہ بن سکا، مشہور نقاد نیاز فتح پوری کے لفظوں میں:

''شعر وادب میرا خاص موضوع ہے میں نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کا کلام بالاستیعاب پڑھا ہے ان کے کلام کا پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا احمد رضا خان کی بے پناہ وابستگی رسول عربی ہے ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔''

میلاد مصطفیٰ عقیدت کے آئینے میں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے میلاد مصطفیٰ ﷺ کو عشق و محبت کے آئینے میں سو سو طرح سے جلوہ گر دیکھا ہے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے نعت گوئی کو نئے نئے اسلوب عطا کئے اور شاعری کو غزل کی دنیا سے نکال کر نعت کے گلستان میں سدا بہار کی زینت بنا دیا۔ بلا شبہ نبی کریم ﷺ کی بعثت ایسے غیر معمولی واقعہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ جس کی مثال گزشتہ صدیوں میں ملنا ناممکن ہے ہر نبی اور پیغمبر اپنے اپنے دور نبوت میں حضرت محمد ﷺ کیلئے سراپا انتظار رہے اور پھر جوں جوں آپ کے ظہور کی صدیاں قریب آتی گئیں تو آپ کے وجود اقدس کے بارے میں بشارت کا سلسلہ دراز ہونے لگا۔

زیادہ تر متعصب یہودی نصرانی علما نے ظہور محمدی ﷺ کے سلسلہ میں بشارت کو چھپانے کی ناکام کوشش کی تھی (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا) مگر سچائی سر چڑھ کر بولتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بعض حق گو یہودی اور نصرانی علما نے تعصبات کی گرد کا پردہ چاک کر کے اس بات کا اعلان ضروری سمجھا کہ مکے میں خاتم النبین کے ظہور کی ساعتیں قریب آرہی ہیں اور آپ ہی وہ نبی ہوں گے جن کا ذکر آسمانی کتابوں میں ہے۔ اس سلسلہ میں ایک یہودی عالم کی حق گوئی کا انداز دیکھئے، ابو نعیم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

''میں سات برس کا تھا ایک دن پچھلی رات کو وہ سخت آواز آئی کہ ایسی جلد پہنچتی آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی، کیا دیکھتا ہوں کہ مدینے کے ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لئے چیخ مار رہا ہے، لوگ اس کی آواز پر جمع ہو گئے وہ بولا، ھٰذا کوکب احمد قد طلع ھٰذا کوکب لا یطلع الا بالنبوۃ ولم یبق من الانبیاء الا احمد. یہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا، یہ ستارا کسی نبی کی پیدائش پر طلوع ہوتا ہے اور اب انبیا میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں۔ (ﷺ)'' (ختم النبوۃ، امام احمد رضا، ص ۲۰)

ان مبارک ساعتوں کے حوالے سے اعلیٰ حضرت یوں نعت مصطفیٰ میں مدحت سرا ہیں۔ ؎

بزم آخر کا شمع فروزاں ہو
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

زمانہ جس بشارت قدسیہ کے ظہور کا منتظر تھا وہ وجود محمدی ﷺ کی جانب اشارہ کر رہی تھیں، امام احمد رضا کی کتاب ''ختم النبوۃ'' میں بشارت کا تذکرہ اہل ایمان کے لئے روحانی غذا کا باعث بنے گا، ابونعیم بطریق شہر بن کوشب اور ابن عسا کر بطریق مسیب بن رازع وغیرہ حضرت کعب احبار سے راوی ہیں انہوں نے فرمایا:

''میرے باپ اعلم علمائے تورات تھے۔ اللہ عزوجل نے جو کچھ موسیٰ علیہ السلام پر اتارا اس کا علم ان کے برابر کسی کو نہ تھا، وہ اپنے علم سے کوئی شئے مجھ سے نہ چھپاتے جب مرنے لگے مجھے بلا کر کہا اے میرے بیٹے تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے علم سے کوئی شئے تجھ سے نہ چھپائی مگر ہاں دو ورق روک رکھے ہیں، ان میں ایک نبی کا بیان ہے جس کی بعثت کا زمانہ قریب آپہنچا ہے میں نے اس اندیشے سے تجھے ان دو ورقوں کی خبر نہ دی کہ شاید کوئی جھوٹا مدعی نکل کھڑا ہو اور تو اس کی پیروی کرے، یہ طاق تیرے سامنے ہے میں نے اس میں دو ورق رکھ چھوڑے ہیں اوپر سے مٹی لگا دی ہے ابھی ان سے تعرض نہ کرنا نہ انھیں دیکھنا۔ جب وہ نبی جلوہ فرما ہو اگر اللہ تیرا بھلا چاہے گا تو تو آپ ہی اس کا پیرو ہو جائے گا، یہ کہہ کر وہ مر گئے، ہم ان کے دفن سے فارغ ہوئے مجھے ان دو ورقوں کے دیکھنے کا شوق ہر چیز سے زیادہ تھا، میں نے طاق کھولا ورق نکالے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں لکھا ہے: محمد رسول اللہ خاتم النبیین لا نبی بعدہٗ مولدہٗ بمکۃ و مہاجرۃ بطیبۃ۔'' (ختم النبوۃ، ص ۱۶)

اور پھر وہ مبارک ساعت آ پہنچی جو دعاؤں کی قبولیت اور تمناؤں کے باریاب ہونے کی ساعت تھی جب رحمت خداوندی پوری شدت کے ساتھ برسنے کو تھی وہ کیسا منظر تھا کیسا سماں تھا، کیا سہانی صبح تھی، کیا کیف آور منظر جس کو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی خداداد فنی مہارت سے قلم بند کرتے ہیں اس کی جھلک ملاحظہ ہو۔ ؎

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا
ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

اس طویل نعت مصطفیٰ میں جسے ''قصیدۂ نور'' بھی کہا جاتا ہے، امام احمد رضا خان قادری نے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے میلاد شریف کا جشن مناتے ہوئے آپ کے حسن و خوبصورتی کا بھی دل کھول کر تذکرہ کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نور علی نور ہیں اور اس نعتیہ قصیدہ کی ردیف ہی اس مظہر خداوندی کے انوار ظاہر کر رہی ہے جس کی پذیرائی کی خاطر یہ بزم دو عالم تخلیق ہوئی، یہ نعت

مصطفیٰ یعنی قصیدہ نور ایک لحاظ سے قد جآء کم من اللہ نور و کتاب مبین (القرآن، سورہ، المائدہ، آیت ۱۵) کی نورانی تفسیر ہے سراپائے مصطفوی کے حوالے سے چند اشعار پڑھیں اور اندازہ کریں کہ جس ہستی والا صفات کے میلاد کا جشن منایا جارہا ہے وہ کس قدر حسین، اجمل، اکمل اور پاکیزہ ہے۔ ؎

پشت پر ڈھلکا سرا نور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا
لوسیہ کا رو مبارک ہو قبالہ نور کا

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

وضع واضع میں تری صورت ہے معنیٰ نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

کٓ گیسو ھٰ دہن یٰ ابرو آنکھیں عٓ صٓ
کھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرا نور کا

اے رضاؔ یہ احمد نوریؔ کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

مولائے رحیم نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دست قدرت سے وہ حسن عطا فرمایا کہ دونوں جہان کی عظمتیں آپ پر تصدق کی جائیں تو بھی کم ہے، رب العزت نے آپ کو بے مثل اور بے عیب بنایا، ہر قسم کے نقائص وعیوب سے مبرا حسن وکمال کا نمونہ بنایا، آپ کو صورت وسیرت ایسی عطا فرمائی کہ جو بھی آپ کے دامان رحمت سے وابستہ ہو گیا پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ ہی کا ہو کر رہ گیا، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر حسین وجمیل اور اس قدر جامع الخصائل تھے کہ جس نے آپ کی ایک جھلک دیکھ لی، اس نے دنیا بھر سے منھ پھیر کر آپ کے حلقہ تربیت میں جگہ پانے کو ہی سب سے بڑی سعادت خیال کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک اس قدر حسین وجمیل تھا کہ آپ کے بدترین دشمن بھی جب آپ سے ملتے تو بے اختیار پکار اٹھتے کہ اس قدر حسین وجمیل چہرے کا مالک جھوٹ نہیں بول سکتا، لہٰذا آپ کو اہل مکہ (ظاہری اعلان نبوت) سے پہلے ہی الصادق، الامین کے لقب سے پکارتے تھے۔ آپ کا چہرہ، انوار الٰہی کا مظہر اور نور صداقت سے عبارت تھا، آپ کے جمال جہاں آرا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کہتے ہیں۔ ؎

خامہ قدرت کا حسن دست کاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گردسواری واہ واہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حضوریٔ مدینہ طیبہ

ہر سچے نعت گو بلکہ ہر عاشق رسول کے نزدیک شہر رسول ﷺ کی الفت اور چاہت جز و ایمان اور باعث راحت جان ہے، امام احمد رضا بریلوی بھی کوئے حبیب کی الفت میں شرابور ہیں، ان کے منظوم جذبات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، صرف وہی اشعار درج کئے جارہے ہیں جن میں شہر رسول سے الفت ہے۔

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی ایسی ہوا بتائی کیوں

حور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

چمن طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغ سدرہ
برسوں چہکے ہے جہاں بلبل شیدا ہو کر

ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو

جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

کاش آویزۂ قندیل مدینہ ہو وہ دل
جس کے سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو

خوف ہے سمع خراشیٔ سگ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ افغاں ہم کو

خار صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشت دل نہ پھرا بے سروساماں ہم کو

اے خاک طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آکہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے حورو
طیبہ سے خلد میں آنے والے

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا
ان سگان کوسے اتنی جان پیاری واہ واہ

میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر چھڑے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے رسول کریم ﷺ کے اوصاف حسنہ کا ذکر نہ چھڑے حضور نبی کریم ﷺ سارے جہاں کے لئے رحمت ونعمت کی حیثیت رکھتے ہیں ارشاد باری ہے: واما بنعمة ربك فحدث۔ اپنے رب کی نعمتوں کا دل کھول کر چرچا کرنا رب العزت کے انعامات کا اعلان کرنا ہے چرچا چھپ کر نہیں ہوتا اعلانیہ ہوتا ہے اکیلے اکیلے نہیں ہوتا بلکہ مجلس میں ہوتا ہے چونکہ حضور ﷺ کی ذات والا صفات تمام انعامات الٰہی میں سر فہرست ہے جو رب نے اپنے بندوں پر فرمائی، اس لئے میلاد مصطفیٰ ولادت مصطفیٰ ﷺ کا ذکر محافل میں، مجالس میں، منبر ومحراب، ہر جگہ کرنا حقیقت میں حکم الٰہی کی تعمیل ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنی عقیدت کا اظہار کسی مصلحت کوشی کے بغیر کسی باطل سے دبنے کے بجائے اس قدر دھوم مچاتے ہیں کہ فرش سے لیکر عرش تک غلغلے بلند ہو جائیں۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر انکا سناتے جائینگے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

حضور نبی کریم ﷺ کی توصیف ونعت صحابہ کرام جی بھر کر کرتے ہیں نعت گوئی کے سالار، سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ نعتیہ اشعار ہیں جوانہوں نے حضور ﷺ کی موجودگی میں پڑھے اور داد پانے کے علاوہ چادر مصطفیٰ سے بھی نوازے گئے آپ نے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں یوں نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

واحسن منک لم تر قط عینی
واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرا عن کل عیب
کانک قدخلقت کما تشاء

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کاروان نعت کے معزز رکن ہیں آپ یوں مدح سرائی فرماتے ہیں۔ ؎

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

رضویات

لک بدر فی الوجہ الاجمل، خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پروکنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

لہٰذا ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کے مصداق حضور ﷺ کی ذات گرامی خدا کے بعد کائنات بھر میں سب سے افضل واعلیٰ ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی یوں فرماتے ہیں۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کا ذکر ہو اور سلام ”مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام“ کا ذکر نہ ہو ممکن ہی نہیں، یہ سلام بعثت نبی کریم ﷺ آپ کے محاسن وخصائص کے پس منظر میں نہایت ہی ایمان افروز ہے، مقبولیت کے لحاظ سے اس سلام کا کوئی جواب نہیں پاک، ہندو بنگلہ دیس بلکہ جہاں جہاں عاشقان مصطفیٰ ﷺ رہتے ہیں یہاں تک کہ حرم نبوی اور منیٰ میں بھی میلاد کی محفلوں میں عاشقان مصطفیٰ خوب خوب پڑھتے جھومتے ہیں ناچیز حج کی سعادت سے سرفراز ہو چکا ہے، وہاں بھی جابجا حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام شوق پیش کرتے ہیں۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

شہر یار ارم تاجدار حرم
نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کہ قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمش الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود
دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف ورحیم
بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی نعتوں میں قرآن اور احادیث مبارکہ کو بطور خاص ملحوظ نظر رکھا آپ کی شاعری قرآن و احادیث کے حوالے سے عظمت وشان مصطفیٰ کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایک لاکھ ۲۴ ہزار کم وبیش انبیاء کرام مختلف انسانی طبقات کی رہنمائی کیلئے آئے ان میں آقائے دوعالم ﷺ پر جتنی شرح وبسط کے ساتھ لکھا گیا، اتنا کسی اور کیلئے نہیں لکھا گیا سیرت النبی میں ہمیں اتنی تفصیل ملتی ہے کہ پیدائش سے لے کر وصال تک آپ کی حیات طیبہ کا کوئی ایسا پہلو نہیں، جو عالم انسانیت کے لئے موجود نہ ہو قرآن کریم کلام الٰہی خود نعت مصطفیٰ ہے، اس کی مقدس سورتیں اور مبارک آیتیں حضور ﷺ کے کمالات وفضائل کا منہ بولتا ثبوت ہیں انسانوں سے آپ کی کیا مدحت سرائی ہوگی ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ اللہ ہم سب کو میلاد مصطفیٰ ﷺ منانے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

◆◆◆

قارئین کرام اس شمارے سے متعلق اپنے قیمتی تأثرات ہمیں ضرور ارسال فرمائیں، رسالے کے لئے اپنے مفید مشورے بھی عنایت فرمائیں

رضویات

عقیدۂ توحید اور امام احمد رضا

از: مولانا محمد خبیر عالم نوری ٭

آپ عالم اسلام کی ہمہ گیر و ہمہ جہت شخصیت دنیائے سنیت جسے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام والقابات سے جانتی اور یاد کرتی ہے، آپ دنیائے اسلام کے عظیم محدث ومفکر، محقق ومدبر، دین مصطفوی کے بے باک نقیب وترجمان، سنت وشریعت کے محافظ وپاسبان اور فرزندانِ توحید ورسالت کے حقیقی ہمدرد ونگہبان تھے۔

آپ کی زندگی کے ہر ہر لمحات دینی، تبلیغی وعلمی خدمات وکارناموں سے معطر ولبریز ہیں، آپ نے اپنی پوری زندگی اسلام وسنیت کی تحفظ وبقاء، ترویج اشاعت، احیائے دین وسنت اور اصلاحِ امت میں گزاری ہے، آپ نہایت ہی موقع شناس مدبر ومفکر، شارح، مترجم ومصنف، صحابۂ کرام، سلف وصالحین کے عقائد ونظریات اور اکابرین اہلسنت کے علمی، روحانی کارناموں کے امین وپاسبان اور امت مسلمہ کے مخلص وبے لوث رہبر ورہنما تھے، آپ کی ذات وشخصیت میدانِ تحقیق وتدقیق، علم وعرفان کے بحرِ بے کنار، یکتائے زمانہ، روحانیت وعرفانیت، تصوّف وطریقت، حقیقت ومعرفت، بصیرت وبصارت، حلم وبردباری، راست گوئی وحق شعاری، صبر وتحمل اور تصلب واستقامت فی الدین کے کوہِ گراں تھی۔

فضل وکمال، زہد وتقوی، عبادت وریاضیت، حسن اخلاق وکردار، تواضع انکساری کے اعتبار سے اپنے آپ میں آپ بے نظیر اور بے مثل وبے مثال متقی وپرہیزگار تھے، خشیت الٰہی ومحبت رسول آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ کی علمی جلالت وفقہی بصارت وبصیرت کا شہرہ عرب وعجم میں یکساں تھا، علوم عقلیہ ونقلیہ، ظاہر وباطن میں آپ کو حد درجہ کمال وعبور حاصل تھا، آپ کی علمی جلالت وفقہی بصارت اور اعلیٰ فکر وذہانت کو تسلیم کرتے ہوئے، عرب وعجم کے علما وفضلا نے اپنا امام وپیشوا تسلیم کیا ہے۔

آپ گزشتہ مجددین حضرات کی طرح چودھویں صدی میں کشتیٔ ملت اسلامیہ کے ناخدا، عقیدہ توحید ورسالت کے محافظ، مرکز دائرہ تحقیق، مرجع علمائے عرب وعجم اور شمع رسالت کے پروانے ثابت ہوئے، برٹش گورمنٹ کی پُراسرار فتنہ انگیزی، اسلام دشمنی اور رنگ برنگے گستاخانِ شان رسالت کے زمانے میں آپ کا وجود مسعود وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی کہ اس عدیم النظیر علمیت کو دنیائے اسلام کی مایہ ناز علمی ہستیوں نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ کے منصب امامت کا بڑے فخر کے ساتھ اظہار فرمایا ہے، آپ کے علمی تبحر وذکاوت ذہنی کا اعتراف نہ صرف اپنوں کو بلکہ غیروں کو بھی ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں اب تک ہم سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں ان کی بعض تصانیف اور فتاوے کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔" (ابوالعلی مودودی)

"وہ حضرات آپ کے وفور علم، فقہی متون ومسائل خلافیہ پر دقت نظر وسعت معلومات سرعت تحریر اور ذکاوت طبع دیکھ کر حیران رہ گئے۔" (ابوالحسن علی ندوی)

آپ کی دینی، تبلیغی وتحقیقی خدمات سے گم گشتہ راہوں کو راہ راست وہدایت، گمراہوں کو دین حق کی حقانیت ومعرفت حاصل ہوئی ہے، بے شمار بندگان خدا کو آپ کے میکدہ عشق نبوی سے

٭ مضمون نگار دارالعلوم ضیائے مصطفیٰ فہیم آباد کالونی کانپور کے استاذ ہیں۔

معرفت الٰہی کی منزلیں حاصل ہوئیں ہیں، آپ کی تالیفات و تصنیفات، فتاوے وتحریرات، اِرشادات و ہدایات میں نسلِ انسان کیلئے دارین کی کامیابی وکامرانی کی ضمانت ہے۔

آپ کا عزم ومشن

ایمان واسلام کا تحفظ، ناموس رسالت کی حفاظت، فرزندانِ توحید ورسالت کے دلوں میں حب خدا ومحبت رسول کا جذبہ، سنت وشریعت مصطفوی کی بجا آوری، صوم وصلوٰۃ کی پابندی، صحابہ و اسلاف کے تابندہ نقوش کی پیروی، بدعات وخرافات، معاصیات ومنہیات شرعیہ سے نفرت و بیزاری اور اجتناب ودوری کا ذوق پیدا کرنا، امت مسلمہ کے سینے سے شمع عشق مصطفوی کو بجھنے سے بچانا، صحابہ، اہل بیت ومحبوبین بارگاہ الٰہی کی عظمت ومحبت مسلمانوں کے دلوں سے مٹنے نہ دینا، جہالت وگمراہیت، بدعات ومنکرات اور بدعقیدگی وتوہم پرستی سے سماج ومعاشرہ اور نسل انساں کو پاک وباز رکھنا، مساجد ومدارس اور خانقاہوں کا تحفظ واستحکام، مقامات مقدسہ ومزاراتِ اولیاء کا تقدس، ان کی عظمت وحرمت کی بقاء، تصوّف وطریقت، سنیت ومعرفت کے نام پر خرافات وبدعات کو انجام دینے والوں کو دعوت فکر واصلاح، مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بازیابی اور انکی فلاح وبہبودی آپ کا عزم ومشن تھا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے بلاخوف وخطر اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر دین وسنیت اور ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر اشداء علی الکفار کی تفسیر بن کر وقت کی باطل طاقتوں اور کفر وارتداد کی تیز آندھیوں کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے اپنے نوک قلم سے باطل کی ناپاک وناکام سازشوں کا پردہ چاک کر کے دین اسلام کے خوبصورت چہرے کو مسخ وگرد آلود ہونے وامت مسلمہ کو کفر وارتداد کے دلدل سے بچایا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے قرآن وحدیث، صحابہ وتابعین کرام کے عقائد ونظریات، ائمہ واولیاء عظام کے اقوال وافعال کی صحیح تشریح وترجمانی کر کے ملت اسلامیہ کو اسلام کا حقیقی تصور ونظریہ عطا فرمایا ہے، آپ کے بے لوث دینی، تبلیغی، تجدیدی وتحقیقی، تدقیقی وتحریری خدمات وکارناموں کو احاطۂ تحریر میں لانا ایک مشکل امر ہے، مختصر یہ کہ آپ کی تعلیمات وفرمودات اور ارشادات وتحقیقات میں امت مسلمہ کے ہر پیچیدہ ومشکل مسائل کا حل موجود ہے۔

دینیات ہوں یا معاملات، معاشرات ہوں یا پھر معاشیات آپ نے بروقت اپنے منصب اعلیٰ وجلیلہ کے فرائض ولوازمات کو بخوبی انجام دیتے ہوئے خداد صلاحیتوں کے ذریعے ہر موڑ پر قوم وملت کی رہبری ورہنمائی کی ہے، مگر افسوس کہ مخالفین و محاسدین نے اپنی کمی کو چھپانے اور اپنی سیاہ پیشانی پر لگے کفر وارتداد کے بدنما داغ کو مٹانے کیلئے اسلام کے اس عظیم الشان مفکر ومحقق، محافظ عقیدہ توحید ورسالت، مجسمۂ عشق ومحبت رسول فاضل بریلوی کی تعلیمات کو دنیا کے سامنے غلط طریقے سے پیش کیا ہے اور شرک وبدعات کا موجد ومورد الزام ٹھہرایا ہے۔

لیکن ارباب علم ودانش، فکر ونظر اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے شریعت اسلامیہ سے ہٹ کر کچھ نہیں کہا ہے آپ کی تحریرات وتحقیقات میں وہی سب موجود ہیں جو قرآن وحدیث کا موقف ومنشا اور صحابہ واسلاف وصالحین کے عقائد ونظریات ہیں اور نہ ہی آپ کا مسلک کوئی نیا مسلک ہے، بلکہ جمیع صحابہ وتابعین کرام، ائمۂ اربعہ وتمام اغواث واوتاد، اولیاء وصالحین، سواد اعظم واہل سنت وجماعت کے جملہ افکار وتشریحات اور عقائد ونظریات کے مجموعہ کا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

آئیے اس مختصر مضمون میں اسلام کا اساسی وبنیادی عقیدہ "عقیدہ توحید" کے متعلق امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا عقیدہ ونظریہ کیا ہے اسے انہی کی زبانی معلوم کرتے ہیں، ویسے تو آپ کی ذات وزندگی کا ہر گوشہ ہیرے کی مثل ہے کہ جدھر سے پلٹ کر دیکھیں ایک الگ الگ رنگ ونقشہ نظر آئے گا۔

مگر یہاں صرف عقیدہ توحید کے تعلق سے آپ کا عقیدہ ونظریہ اور اس پر آپ کے خدمات وکارنامے اِجمالاً بطور نمونہ پیش خدمت ہیں، مذہب اسلام کے اس اساسی وبنیادی عقیدے پر ممدوح فاضل بریلوی نے ایک جامع رسالہ تحریر فرمایا ہے جو

الاعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والال والاصحاب" کے
م سے مشہور و معروف ہے۔

مجدد ماۃ ماضیہ، مؤید ملت طاہرہ کا مجددانہ، منصفانہ عقیدہ
حید کو بغیر کچھ تشریح و توضیح کے پڑھتے چلیں اور اپنے ایمان و
قیدے کو جلا بخشیں" آپ کا عقیدہ توحید" آپ تحریر فرماتے
ں کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ واحد ہے نہ عدد سے، خالق
ہے نہ علت سے، فعال ہے نہ جوارح سے، قریب نہ مسافت
ے، ملک ہے مگر بے وزیر، والی ہے بے مشیر، حیات و کلام و
مع و بصر و ارادہ و قدرت و علم وغیرہا تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً
وصوف ہے، شیون و شین عیب سے اولاً و اخراً بری، ذات پاک
ں کی ند و ضد، شبیہ و مثل، کیف و کم، شکل و جسم و جہت و مکان
مد و زمان سے منزہ، نہ والد ہے مولد، نہ کوئی شے اس کے جوڑ
کی اور جس طرح ذات کریم اس کی مناسب ذوات سے مبرّا اسی
طرح صفات کمالیہ اس کی مشابہت صفات سے معرا مسلمان پر
الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو واحد، صمد لاشریک لہ جاننا
رض اوّل و مدار ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک
نہیں نہ ذات میں کہ لا الہ الا اللہ، نہ صفات میں کہ لیس
کمثلہ شیء، نہ اسماء میں کہ کل اسم لہ سمیا، نہ احکام میں کہ ولا
شریك فی حکمہ احد، نہ افعال میں کہ هل من خالق غیر
اللہ، نہ سلطنت میں کہ ولم یکن لہ شریك فی الملك،
وروں کے علم و قدرت کو اس کے علم و قدرت سے فقط ع ل م ق
رت میں مشابہت ہے، اس سے آگے اس کی تعالیٰ و تکبر کا سرا
پردہ کسی کو بار نہیں دیتا۔

تمام عزتیں اسی کے حضور پست اور سب ہستیاں اسی کے
آگے نیست، کل شیء هالك الا وجهه، وجود واحد موجود واحد
باقی سب اعتبارات، ذرات اکوان کو اس کی ذات سے ایک
نسبت مجہولۃ الکیف ہے جس کے لحاظ سے من و تو کو موجود و کائن
کہا جاتا ہے اور اس کے آفتاب کا وجود پرتو ہے کہ کائنات کا
ذرہ نگاہ ظاہر میں جلوہ آرائیاں کر رہا ہے اگر اس نسبت و پرتو سے
قطع نظر کی جائے تو عالم ایک خواب پریشان کا نام رہ جائے، ھو
کا میدان بجہت کی طرح سنسان، موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو
چند سے مل کر مرکب ہوا، نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے،
نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیت اوج وحدت سے حضیض اثنینیت
میں اترے، وھو لاموجود الا ھو، آیۃ کریمہ سبحانہ وتعالیٰ عما
یشرکون جس طرح شرکت فی الالوہیت کو رد کرتی ہے یونہی
اشتراک فی الوجود کی نفی کرتی ہے۔

(الاعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب)

عقیدہ توحید کا تحفظ اور فلاسفہ کا رد

اللہ تعالیٰ کی خالقیت و فاعلیت کے بارے فلاسفہ کا یہ
عقیدہ و نظریہ کہ" اللہ تعالیٰ فاعل کی نسبت سب چیزوں کی طرف
برابر ہے، لہٰذا دو برابر چیزوں میں سے کسی ایک کو اپنی طرف
سے ترجیح نہیں دے سکتا ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو محال
ہے" نیز فلاسفہ کا یہ بھی ماننا ہے کہ" اللہ تعالیٰ نے صرف عقل اوّل
کو پیدا کیا باقی تمام جہان عقول کا پیدا کردہ ہے" تو فاضل بریلوی
علیہ الرحمہ نے عقیدۂ توحید کے سلسلے میں فلاسفہ کے باطل عقائد و
نظریات کے رد میں" الکلمۃ الملہمۃ" نامی ایک رسالہ تحریر فرما
کر عقیدۂ توحید کے سلسلے میں ان کے باطل نظریے کا جواب انہی
کے" مسلمہ دلائل" سے اسلامی عقیدہ و نظریہ پیش کیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ: اللہ عزوجل فاعل مختار ہے اس کا
فعل نہ کسی مرجح کا دست نگر نہ کسی استعداد کا پابند، یہ مقدمہ نظر
ایمانی میں تو آپ ہی ضروری بدیہی یَفعل اللّٰہُ مایَشاء.....
فعّال لِمایرید.....لہ الخیرۃ..... یونہی عقل انسانی میں بھی
اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ دو متساویوں میں بے کسی مرجح
کے آپ ہی تخصیص کر لیتا ہے، دو جام یکساں ایک صورت، ایک
نظافت کے، دونوں میں ایک سا پانی بھرا ہو اس سے ایک قرب
پر رکھے ہوں یہ پینا چاہے، ان میں سے جسے چاہے اٹھا لے گا،
پھر اس فعّال لمایرید کا کیا کہنا؟

نیز امام اہل سنت نے مظہر بوحنیفہ بن کران کے باطل
نظریے کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ عالم
میں نہ کوئی فاعل موجب نہ فاعل مختار........ فاعل مطلق و فاعل

رضویات

رضویات

مختار ایک اللہ واحد قہار ہے، یہ مسئلہ بھی نگاہ ایمانی میں بدیہیات سے ہے اور عقل سلیم خود حاکم کہ ممکن، آپ اپنے وجود میں محتاج ہے دوسرے پر کیا افاضۂ وجود کرے دو حرف اس پر بھی لکھ دیں کہ راہ ایمانی سے یہ کانٹا بھی باذنہٖ عزوجل صاف ہو جائے۔
(الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ لوھاء فلسفۃ المشئمۃ)

سجدۂ تعظیمی کی حرمت

اس تعلق سے بھی الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ نامی ایک مکمل رسالہ ہے، جس آپ فرماتے ہیں کہ: سجدہ حضرت عزت جلالہ کے سوا کسی کیلئے نہیں، اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدۂ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین ایک فقہاء سے تکفیر منقول اور عند التحقیق وہ کفر صوری پر محمول...... ہاں مثل صنم وصلیب وشمس وقمر کیلئے سجدے پر مطلقاً اکفار...... ان کے سوا مثل پیر ومرشد کیلئے ہرگز ہرگز نہ جائز نہ مباح، نیز آپ پر یہ بھی جھوٹا و بے بنیاد الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ نے "قبر پرستی" جیسے غیر اسلامی رسم وتصور کو رواج دیا ہے جبکہ حقیقت وسچائی یہ ہے قبیح فعل کے عدم جواز پر بھی ایک مستقل رسالہ "مفاد الحبر فی الصلوۃ بمقبرۃ او جنب قبر" لکھا ہے۔

اس غیر شرعی امر کے رد میں آپ فرماتے ہیں کہ: مزارات کو سجدہ تو درکنار، کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو سجدہ جائز نہیں، اگرچہ قبلہ کی طرف ہو۔ (امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر)

جملہ متذکرہ بالا سطور کے علاوہ آپ کی تصنیفات وتحریرات، ملفوظات وتحقیقات کو پڑھنے سے یہ بات اچھی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہر ایک بات میں توحید وتقدیس الٰہی کو ملحوظ رکھا ہے، اس کے باوجود بھی کوئی اگر آپ پر شرک و بدعت کا گھٹیا، گھناؤنہ، بے بنیاد اور جھوٹا الزام عائد کرے تو یہ عدل وانصاف، حق وصداقت کا دن دہاڑے خون کرنے کا مترادف ہے اور ہوگا، حق تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے حق سمجھنے اور حق قبول کرنے کی توفیق رفیق عطا کرے، آمین۔

◆◆◆

ص ۴۷ رکا بقیہ ......

اس زبان کو فروغ ہوتا گیا اور عہد بہ عہد نئے اضافے ہوئے اور اصلاحیں ہوتی گئیں اور ان کی مثال نے دوسروں کی ہمت بڑھائی، جس سے اس کے ادب میں نئی شان پیدا ہوگئی۔" ۵

جس عہد میں سرسیّد احمد خان اپنے رفقا کے ساتھ اردو کو جدید رنگ وآہنگ کے ساتھ نکھارنے میں لگے تھے، اسی عہد میں جماعتِ صوفیا سے ایک عبقری شخصیت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تھی، جنہوں نے مختلف علوم وفنون میں ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل تصنیف کیے۔ ۶

جو علمی، تحقیقی اور اعلیٰ ادبی معیار کے عظیم شاہ کار ہیں، آپ کی بیش تر تصانیف اردو زبان میں ہیں جو علمی، ادبی محاسن کے اعتبار سے اردو کے عناصر خمسہ سے کسی قدر کم نہیں، مگر تاریخ اردو کے اکثر وبیش تر مؤرخین نے اس عظیم نابغۂ روزگار ہستی کو یکسر فراموش کر دیا، چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی رقم طراز ہیں:

"امام احمد رضا عبقری شخصیت کے مالک...... اُن کی گونا گوں خوبیوں اور متنوع کارناموں کا احاطہ آسان نہیں، جہاں تک اردو ادب سے ان کے تعلق کا سوال ہے، تو ظاہر ہے کہ اُن کے رشحاتِ قلم کا بیش تر سرمایہ اردو ہی میں ہے، بحیثیت شاعر اور نثر نگار جنہوں نے اردو کو جو بخشا ہے اس سے کسی ناواقف ہی کو انکار ہو سکتا ہے۔" ۷

بہر کیف اس دور کے علمی، ادبی، تحقیقی اور تنقیدی ماحول میں امام احمد رضا خان قدس سرہٗ العزیز مختلف رنگ وآہنگ لیے نظر آتے ہیں، اُن کی تحریر میں متانت کے ساتھ ظرافت کی چاشنی بھی ہے، سنجیدگی کے ساتھ شگفتگی اور انضباط کے ساتھ انبساط بھی ہے، ہر موضوع کے مضمرات واشارات کی تشریح ایک ترتیب کے ساتھ منظم طور پر منطقی انداز سے پائی جاتی ہے کہ پڑھنے والا پڑھتے جاتا ہے اور معانی ومفاہیم کی گرہیں کھلتی جاتی ہیں پھر زورِ بیان ایسا کہ قاری کا ذہن اس زور پر بہتا چلا جاتا ہے جو آپ کی تحریر میں بجلی کی طرح دوڑ رہی ہے، آپ کی تحریر میں غایت درجہ موثر اسلوبِ نگارش موجود ہے۔ ......جاری

امام احمد رضا کی اردو اسلوب نگارش

پہلی قسط

از: ڈاکٹر غلام غوث قادری٭

انگریزی کا محاورہ ہے کہ آدمی اپنے انداز سے پہچانا جاتا ہے، یہ انداز آدمی کی پوری شخصیت کا ہوتا ہے، جس میں گفتار، اس کے کردار سے ہم آہنگ ہوتی ہے، ایک شخص کا بولا ہوا ہر لفظ اس کی مخصوص شخصیت کا اشاریہ ہوتا ہے۔ اس طرح اسلوبِ بیان کو اظہارِ شخصیت کی علامت سمجھا جاتا ہے، مثل ہے کہ "کوزے سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے" ایک فرد کا ذہن و مزاج اس کی ہر حرکت خاص کر اس کی بولی سے آشکار ہو جاتا ہے۔

ذہنی رجحان اور طبعی میلان سے منسلک ایک فرد کے کچھ مقاصد ہوتے ہیں اور ممکن ہے اس کی زندگی کا کوئی نصب العین ہو، یعنی ایک انسان کی زندگی کا کوئی پیغام ہوسکتا ہے۔ زمانے اور معاشرے کے تعلق سے اس کا کچھ نقطۂ نظر ہوسکتا ہے۔ جس کے اظہار و ابلاغ کے لیے یقینا ایک وسیلے کی ضرورت ہوگی۔ انسان اپنے مافی الضمیر اور اپنے نقطۂ نظر کے اظہار و ابلاغ کے لیے جس وسیلے کا سہارا لیتا ہے، وہ وسیلہ بلاشبہ زبان ہے۔ زبان بولی یا بولیوں کی اس بالیدہ و تراشیدہ صورت کا نام ہے جس کی معنوی ترتیب و تنظیم اور تہذیبی عمل سے ادب ظہور پذیر ہوتا ہے۔ زبان اور ادب کے درمیان ایک اٹوٹ رشتہ اور ناگزیر ربط ہے۔

کسی مقصد اور پیغام کے اظہار و ابلاغ کے لیے وہ تمام وسائل استعمال کیے جاتے ہیں، جو فصاحت کے ساتھ ساتھ بلاغت کے محاسن پر مشتمل ہوں، مگر یہ ضرور ہے کہ اس بلاغت اظہار میں مقصدِ تحریر کی زیادہ سے زیادہ وضاحت مقصود ہوتی ہے۔ جبکہ وسیلۂ اظہار کی تزئین محض وسیلہ ہے نہ کہ مقصد، گویا ہیئت پر مواد مقدم ہے اور یہ فطری صورت حال ہے، جبکہ بے مقصد اور جمال پرست فن کار بالعموم صرف معمہ باز یا رنگ باز ثابت ہوئے ہیں اور بلاغت تو دور کی بات فصاحت سے بھی محروم رہے ہیں۔ صحیح معنیٰ میں صاحبِ طرز ادیب طرز پرست نہیں ہوتا اور اس کا سارا زورِ بیان ایک اعلیٰ مقصد کے تابع ہوتا ہے، کیونکہ اس کے مقصد کا اظہار و ابلاغ عمدہ اسلوبِ نگارش کے ذریعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ انگریزی کے صاحبِ طرز ادیب جارج برنارڈ شا کا کہنا ہے:

"ایک سچا اور اصلی اسلوب کبھی اسلوب کے لیے حاصل نہیں ہوتا، تاثیرِ بیان اسلوب کا اوّل و آخر ہے، جس کے پاس کچھ کہنے کے لیے نہیں ہے، اس کا کوئی اسلوب نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔ جس کے پاس کچھ کہنے کے لیے ہے وہ اسلوب کی طاقت کو وہاں تک پہنچائے گا جہاں تک بات کی اہمیت اور اس کا اعتقاد اسے لے جائے گا۔" ۱

بہر حال اسلوب کا مطلب طرزِ بیان ہے اور جو باتیں طرزِ بیان سے متعلق ہوں اسلوبیات کہلاتی ہیں، عام تاثر یہ ملتا ہے کہ اسلوبیاتی تنقید صرف ہیئتِ ادب سے بحث کرتی ہے اور مواد کو نظر انداز کرتی ہے، مگر اسلوبیاتی تنقید درجۂ کمال پر اس وقت پہنچ سکتی ہے جب وہ ادب کے پوست کے ساتھ ساتھ اس کے مقصد کو بھی سامنے رکھے، چنانچہ رینی ویلک اور آسٹن وارن (Rene Wellek and Austin Warren) کی لکھی کتاب میں درج ہے:

"(۱) براہ راست علمی اور سماجی اثرات سے ادب کی علاحدگی ممکن نہیں۔ (۲) بلاشبہ کسی زبان کی صوتیاتی سطح کو ادبی معاملات میں اس کے معانی سے الگ نہیں کیا جاسکتا ہے۔" ۲

گویا معنیٰ و بیان ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ ہیں، لہٰذا ادب میں کمالِ فن کی تفتیش اسی نہج پر ہونی چاہیے، اردو زبان کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصّہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے، یہ

٭ مضمون نگار دار العلوم ضیائے مصطفیٰ نعیم آباد کالونی کانپور کے استاذ ہیں۔

سب صوفیائے کرام، علمائے دین اور مبلغین تھے جن کے ملفوظات کا مقصد لوگوں کی اصلاح و ہدایت تھی، لیکن اصلاح و ہدایت کا یہ کام لسانی تشکیل کے اُس دور میں ہوا جب ملک کے مختلف علاقوں میں فارسی و عربی اور مقامی پراکرتوں کی آمیزش سے اردو زبان کا خمیر اُٹھ رہا تھا، اس کے بعد ادبی دور کا آغاز ہوا جس میں صوفیائے کرام، علمائے عظام کا بھرپور تعاون رہا اور ہے، چنانچہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی رقم طراز ہیں:

"اردو نثر و نظم کی نشو و نما اور فروغ و ارتقا صوفیا و علما ہی کی رہین منّت ہے۔ آج بھی حلقۂ مذہب اور اولیا و صوفیا کے ماننے والے صاحبانِ علم و قلم اردو کی بقا و تحفظ کے ساتھ اسے فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔"

نیز راقم طراز ہیں:

"نثر اردو نے اپنی ابتدا (حضرت شاہ اشرف سمنانی قدس سرہ العزیز کو پہلا نثر نگار کہا گیا ہے) سے لے کر بیسویں صدی کی تیسری دہائی تک مذہبی و تقدیسی ادب کے توسط سے ہی گراں قدری اور وقار جمال حاصل کیا ہے۔" ۳

ان کے اس خیال کی تائید ڈاکٹر شہناز انجم کی درج ذیل تحریر سے بھی ہوتی ہے:

"ان صوفیا کے پیغام کے ذریعہ اردو زبان تیزی سے ملک کے مختلف علاقوں میں پھیلی۔ ان بزرگوں کے مختلف سلسلے تھے جو ملک کے مختلف علاقوں میں تبلیغ دین اور اشاعتِ زبان کے کام میں مصروف تھے۔ ان کے اردو الفاظ، جملوں اور فقروں کی لڑیوں میں پروئے گئے اور اس طرح الفاظ کے بکھرے موتی صوفیا، علما اور بزرگانِ دین کے ان ملفوظات و اقوال کی شکل میں تبدیل ہو گئے جو اردو نثر کے ارتقا میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔" ۴

زبان کے پختہ و شستہ ہونے اور اظہار و ابلاغ کی اہلیت پیدا کرنے میں وقت لگا، اگرچہ اٹھارہویں صدی سے قبل بھی حسبِ ضرورت تصنیف و تالیف کا کام ہوتا رہا مگر اس کے بعد ہی زبان میں ادبی اور فنی حسن پیدا ہو سکا۔ اس کی ایک کڑی فورٹ ولیم کالج، دلّی کالج کی ورنا کیولر ٹرانس لیشن سوسائٹی اور لکھنؤ میں سائنس کی بعض کتابوں کے تراجم ہیں، جو بہت عام نہ ہونے کی وجہ سے ادیبوں اور عام قارئین پر اثر انداز تو نہیں ہو سکے مگر ہیئت، ترتیب اور ترکیب میں جدید تصویریت کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔

اسالیب ادب کا ارتقا اگرچہ ادیب کی شخصیت کا مظہر ہوتا ہے لیکن ارتقائے زبان کی ایک منزل ہوتی ہے۔ اس منزل کے بغیر اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور یہ منزل انیسویں صدی میں اس وقت آئی جب وہ سارے تعلیمی، سماجی، تہذیبی اور ذہنی اسباب یکجا ہو گئے جن کی وجہ سے زندگی کے نئے تقاضے وجود میں آتے گئے اور لوگ اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے میں سرگرداں ہوئے۔

انیسویں صدی کے بدلتے ہوئے شعور نے ذہنی کش مکش کی وہ صورت پیدا کر دی تھی جہاں مختلف نقطہ ہائے خیال رکھنے والے اپنے افکار و نظریات کی تبلیغ ضروری سمجھنے لگے تھے اور اپنے نقطۂ نظر کی برتری ثابت کر کے دوسروں کو اس سے متاثر کرنا چاہا۔ ایسی صورت میں انھیں اظہار و ابلاغ کے لیے ایک ایسے اسلوب کا سہارا لینا پڑا جو مدلل، جان دار، رواں، عام فہم اور اثر انگیز ہو، یہی چیز جدید نثر کے ارتقا کا سنگِ بنیاد بن گئی اور ایسے حالات میں زبان و ادب کو پھولنے پھلنے کا موقع مل گیا۔ ہر وہ شخص جو اپنے افکار و نظریات کو دوسروں تک پہنچانا چاہتا، اپنی انفرادیت کے ساتھ مدلّل صاف، شستہ، رواں دواں اور عام فہم اندازِ تحریر اختیار کرتا۔ ایسی صورت میں زبان کا ارتقا بدیہی تھا۔ کسی فردِ واحد یا کسی خاص جماعت کے ذریعے زبان و ادب کا ارتقا ثابت کرنا درست نہیں۔ اسی ارتقائی زمانے میں سرسیّد احمد خاں اور ان کے رفقا نظر آتے ہیں۔ جہاں انھوں نے اردو زبان میں جدید رنگ و آہنگ کے ساتھ صاف، سلیس، غیر مقفّٰی اسلوب پیش کیا، وہیں اولیائے کرام، علمائے عظام نے بھی ان سے بڑھ کر اردو کو سنوارا، چنانچہ اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالحق رقم طراز ہیں:

"یہ بزرگ اس زبان کے ادیب و شاعر نہ تھے یا کم از کم اُن کا مقصد اس زبان کی ترقی نہ تھی، نہ اس کا انھیں کچھ خیال تھا، اُن کی غایت ہدایت تھی لیکن ضمن میں خود بخود بقیہ ص ۷۲ پر

माहनामा सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1. तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2. वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3. पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19

OCTOMBER - 2019
PAGES 76 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan





Rs. 25/-
ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ/دسمبر ۲۰۱۹ء
مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان
ماہنامہ
سنی دنیا
بریلی شریف
DECEMBER 2019
غوث اعظم کا علمی مقام و مرتبہ
مرجع عالم! غوث اعظم
غوث اعظم کی عظمت و محبوبیت
تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو
عقیدہ اور عقیدت! چند غور طلب پہلو
عقیدۂ ختم نبوت تصانیف رضا کی روشنی میں
امام احمد رضا کی فارسی شاعری میں صوفیانہ اثرات
حضور تاج الشریعہ بحیثیت استاذ کامل
داڑھی مردوں کی زینت ہے
مدیر اعلیٰ
مولانا عسجد رضا خاں قادری
مدیر
مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی



مرکز الدراسات الإسلامیة
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت، عکسِ حجۃ الاسلام، ثانی مفتی اعظم، نوردیدۂ مفسر اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ

حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی **محمد اختر رضا** خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہٗ

مرکز سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیرِ اعلیٰ
مولانا عسجد رضا خاں قادری

مدیر
مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی

ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۹ء

فی شمارہ ۲۵ روپے	تزئین کار عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا	Issue 12 شمارہ نمبر ۱۲
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے		Vol. 4 جلد نمبر ۴
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے	دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

قانونی انتباہ:
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابلِ سماعت ہوگی۔ اہلِ قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لیے اپنا زرِ سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لیے صبح ۹ بجے سے دو پہر ایک بجے تک نیچے دیے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت:
اہلِ قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لیے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in
www.hazrat.org

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں



غوث اعظم کی کا علمی مقام و مرتبہ

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اہل بغداد شیخ صدقہ بغدادی کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جو دنیا و مافیا سے بے خبر ”ایسا کوئی نہیں جو مجھ جیسا ہو“ کی رٹ لگائے جا رہے تھے، جذب کی حالت ان پر طاری تھی اور وہ بار بار یہی کلمات دہرائے جا رہے تھے، بالآخر ان الفاظ کی بازگشت خلیفہ وقت تک پہنچ گئی اور شرعی حد کے طور پر آپ کو موت کی سزا سنائی گئی، پھر اہل بغداد نے جو منظر دیکھا اس نے انھیں تصویر حیرت بنا دیا، جیسے ہی جلاد نے شیخ صدقہ کا سر قلم کرنے کے لیے ہاتھ اٹھایا، کسی بے جان پتھر کی طرح ساکت و جامد ہو کر رہ گیا۔

اب اہل بغداد پر شیخ صدقہ کی روحانی جلالت کا رعب بیٹھ چکا تھا، حکومتی اہل کاروں نے خلیفہ کر جا کر سارا ماجرا سنایا، خلیفہ وقت خود چل کر شیخ صدقہ کے پاس آیا اور جھک کر معافی کا خواست گار ہوا، پھر فوری طور پر عزت و احترام سے آپ کی رہائی کا حکم دیا، شیخ صدقہ عالم جذب میں دنیا و مافیا سے بے خبر تھے، وہ قید خانے سے نکل کر بغداد کی گلی کوچوں میں آ گئے، جہاں پر ایک حیران کن منظر ان کا منتظر تھا، انھوں نے دیکھا کہ ہزاروں لوگ عقیدت و احترام کے ساتھ ایک مدرسے کی جانب رواں دواں ہیں، شیخ صدقہ بھی اِس قافلے میں شامل ہو کر مدرسے کی طرف چلنے لگے، ان کی زبان پر اب بھی وہی کلمات جاری تھے، اِسی حالتِ جذب میں وہ قافلے کے ہمراہ مدرسے میں داخل ہو گئے، جیسے ہی وہ مدرسے میں داخل ہوئے، دفعۃً انہیں ایسا لگا جیسے اُن کے اندر سے کوئی چیز نکل گئی ہو، جس سے وہ عالم ہوش میں آ گئے۔

مدرسے میں درود و سلام تسبیح و تہلیل کی آوازیں گونج رہی تھیں، شاید مدرسے کے در و دیوار بھی اس وجد آفریں آواز سے ہم آواز تھے اور پھر اچانک حاضرین پر ایک عقیدت بھرا سکوت طاری ہو گیا، سبھی کی نظریں ایک سمت اٹھی ہوئی تھیں، شیخ صدقہ نے بھی اُدھر دیکھا، دیکھتے ہیں کہ مدرسے کے حجرے سے دبلے پتلے نورانی شکل و صورت والے ایک بزرگ برآمد ہوئے، درمیانہ قد، گندمی رنگ اور چہرے پر ملکوتی نور پھیلا ہوا ہے، اُن کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی ہزاروں عقیدت مندوں نے اپنے دامن چاک کر ڈالے، آنے والے بزرگ جدھر سے گزرتے، رنگ و نور کی برسات برسات ہونے لگتی، لوگ دیوانہ وار آپ پر نثار ہو رہے تھے۔

یہ منظر شیخ صدقہ کے لیے نہایت ہی حیران کن تھا، شیخ صدقہ حیرت کے سمندر میں غرق یہ سوچے جا رہے تھے کہ آنے والے بزرگ نے ابھی نہ کوئی کلام کیا اور نہ ہی تلاوت قرآن ہوئی پھر لوگوں میں اس قدر جوش و جذبہ کیوں؟ شیخ صدقہ انہی خیالوں میں گم تھے کہ آنے والے بزرگ نے ایک نظر ان پر ڈالی اور پرُ جلال آواز میں ارشاد فرمایا: میرا ایک مرید صرف ایک قدم میں بیت المقدس سے یہاں آ گیا ہے، اُس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے، گریباں چاکی، دراصل اُسی کی ضیافت ہے، آنے والے بزرگ کی پُر جلال آواز سے شیخ صدقہ حواس باختہ تھے، انہوں نے دل میں سوچا جو شخص ایک ہی قدم میں بیت المقدس سے بغداد پہنچ جائے، وہ اس بات سے توبہ کرتا ہے، روحانیت کے اِس مقام پر فائز بندے کو بھلا پیر کی کیا حاجت؟

اِسی دوران ایک بار پھر اس بزرگ کی پاٹ دار آواز شیخ صدقہ سمیت حاضرین کی سماعتوں سے ٹکرائی:

”جو شخص وقت کی لگام کھینچنے پر قادر ہونے کے باوجود مجھ سے رجوع نہ کرے تو وہ اِس امر کا محتاج ہوتا ہے کہ میں اُسے راہ حق دکھاؤں۔“

پھر آنے والے بزرگ منبر پر جلوہ گر ہوئے اور بارعب آواز فرمایا:

"میری تلوار مشہور ہے، میری کمان چلّے پر اور میرا تیر کمان پر چڑھا ہوا ہے، میرا تیر صائب اور میرا نیزہ بے خطا ہے، میرا گھوڑا زین کسا ہوا ہے اور میں رب ذوالجلال کی روشن آگ ہوں، وہ سمندر ہوں جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے، میں صبر میں رہ کر بھی کلام کرنے والا ہوں، میں محفوظ ہوں اور ملحوظ ہوں، اے پہاڑوں میں رہنے والے لوگو! تمہارے پہاڑ ٹوٹ گئے، گرجا والو! تمہارے گرجا گھر گئے تم خدا کی طرف آؤ، میں خدا کے احکامات میں سے ایک ہوں اور سنو میں وہ ہوں جس سے ایک دن اور ایک رات میں ستر دفعہ کہا جاتا ہے کہ ہم نے تجھے اپنے لیے پسند کیا تا کہ تُو ہماری آنکھوں کے سامنے پرورش پائے۔"

منبر پر کھڑے بزرگ کی پرجلال آواز گونج رہی تھی، اُن کی ہیبت اور جلال کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں لوگوں کی موجودگی کے باوجود کسی کے سانس لینے کی آواز تک نہیں آرہی تھی، لوگ حیرت وسکوت میں مورت بنے ہوئے بیٹھے تھے، جیسے اُن کے جسموں سے روحیں پرواز کر گئی ہوں، فضا بھی دم بخود، بے حس وحرکت ہو چکی تھی کہ کہیں بے ادبی نہ ہو جائے اور پھر اہل بغداد نے ایک اور منظر دیکھا شیخ صدقہ جو بار بار اپنی بڑائی کا دعویٰ کر رہے تھے، ایک دم حرکت میں آئے اور دیوانوں کی طرح ہجوم کو چیرتے ہوئے منبر کی طرف دوڑے اور بزرگ کے قدموں پر سر رکھ کر بے ہوش ہو گئے۔

وعظ فرمانے والے بزرگ محبوب سبحانی، قطب لاثانی، شیخ عبدالقادر جیلانی تھے جن کے حسن وجمال، زہد وتقویٰ اور علم وفضل کے سامنے کوئی دوسرا ولی نہ کل ٹھہر سکا، نہ آج ٹھہر سکا اور کل نہ ٹھہر سکتا ہے، مالکِ ارض وسما نے جو عروج ارتقا اور شہرت مقبولیت حضور غوث اعظم کو عطا فرمائی وہ کسی اور ولی کے حصے میں نہ آئی، ایسی لازوال شہرت جسے قیامت تک اندیشہ زوال نہیں، آپ کا وجود اسلام کے لیے نئی زندگی کے مترادف تھا، جس نے اجڑے دلوں کے بستیوں میں نئی جان ڈال دی، آسمان تصوف پر باقی اولیا ستاروں کی مانند ہیں تو آپ چاند ہیں، روحانیت کو اگر ایک چراغ سے تشبیہ دی جائے تو اس، چراغ کی لو آپ ہیں، آپ کو قدرت نے حلقۂ صوفیا میں سب سے بلند مقام پر فائز کیا، آپ کے سحرِ خطابت کی ایک دنیا اسیر تھی، آپ جیسے ہی مسند تلقین پر جلوہ افروز ہوتے لاکھوں کے مجمع پر یکسر سکوت طاری ہو جاتا، کسی کو سرگوشی اور کھانسنے تک کا ہوش نہ رہتا۔

آپ کے جملے تیر بن کر دلوں میں پیوست ہو جاتے تھے، آپ کے وعظ کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ کئی لوگ شدت جذبات سے اپنے گریبان چاک کر لیتے اور کئی جذبات کی شدت سے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دیتے، ہوائیں، فضائیں، آسمان وزمین ہر کوئی آپ کا دیوانہ ہے، آپ کبھی کسی حاکم سے ملنے نہیں گئے، البتہ خلفا اور وزرا آپ کے در دولت پر ضرور حاضر ہوتے، آپ کے ہاتھ چومتے مگر آپ انہیں جھٹک دیتے، آپ کے دسترخوان پر فقیروں اور غریبوں کا ہجوم ہوتا، حق تعالیٰ نے آپ کو دین میں نئی جان ڈالنے اور روحانیت کو اعلیٰ معیار تک پہنچانے کے لیے پیدا کیا تھا، اسی لیے آپ کو تمام تر خوبیاں دے کر بھیجا، تدریس اور خطابت میں آج تک کوئی آپ کا ثانی نہیں، بادشاہان وقت بھی آپ کی طرح شہرت ومقبولیت کی حسرت کرتے تھے، آپ نے دلوں کی سلطنت پر حکومت کی، یہی وجہ ہے کہ اہل دنیا آج بھی آپ کو شہنشاہِ بغداد، محبوب سبحانی، قطب لاثانی اور غوثِ اعظم کہتی ہے، جس طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "امام الانبیا" ہیں اسی طرح آپ "امام الاولیا" ہیں، اس سے آپ کی شان وعظمت کی برتری وبلندی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

والد گرامی جب آپ کو رسم بسم اللہ خوانی کے لئے استاد کے پاس لے گئے، آپ استاد کے سامنے دوزانوں بیٹھ گئے، استاد نے کہا! پڑھو بیٹے بسم اللہ الرحمن الرحیم، آپ نے بسم اللہ شریف پڑھنے کے ساتھ ہی الم سے مکمل ۱۸/ پارے زبانی پڑھ ڈالے، استاد نے حیرت کے ساتھ دریافت کیا: بیٹے یہ تم نے کب پڑھا؟ اور کیسے پڑھا؟ آپ نے فرمایا کہ والدہ ماجدہ ۱۸/ پاروں کی حافظہ ہیں، جن کی تلاوت وہ باقاعدہ کیا کرتی ہیں، جب میں شکم مادر میں تھا تو یہ ۱۸/ پارے سنتے سنتے مجھے بھی یاد ہو گئے۔

واضح ہو کہ دورانِ حمل ماں کے حرکات وسکنات یعنی ماں جو کچھ بھی اچھا برا کرتی ہے، بولتی ہے، پڑھتی یا سوچتی ہے، اس کا اثر اس کے شکم میں پل رہے بچے پر ضرور پڑتا ہے، چاند پر چہل قدمی کا دعویٰ کرنے والی ۲۱ رویں صدی کی جدید سائنسی دنیا آج اہل جہاں کو یہ بتا رہی ہے کہ دورانِ حمل ماں جو کچھ بھی منفی یا مثبت عمل کرتی ہے یا سوچتی ہے، اس کا اثر آئندہ آنے والے بچے کی زندگی پر پڑتا ہے، جبکہ حضور غوث اعظم نے صدیوں قبل اِس کا عملی ثبوت دنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا، یہ امر یقیناً ہمارے لئے باعث صد افتخار ہے کہ دنیا کی کوئی بھی ترقی قرآن وحدیث سے باہر نہیں۔

اس طرح آپ نے اپنے وطن جیلان ہی میں باضابطہ طور پر قرآن کریم اور چند دوسری کتابیں پڑھیں، آپ نے حضرت شیخ حماد بن مسلم ہی سے قرآن مجید حفظ کیا اور برسوں خدمت حمادیہ میں رہ کر آپ سے فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے، ۱۸ رسال کی عمر میں آپ مزید تحصیل علم کے لئے بغداد تشریف لے گئے، جہاں آپ کو علم فقہ میں شیخ ابو سعید علی مخرمی، علم حدیث میں شیخ ابوبکر بن مظفر اور علم تفسیر میں شیخ ابو محمد جعفر جیسے اجلہ اساتذۂ کرام میسر آئے، تحصیل علم کے بعد آپ نے شہر بغداد کو چھوڑ کر ۲۵ رسالوں تک عراق کے صحراؤں اور جنگلوں میں سخت عبادت وریاضت کی، پھر دوبارہ شہر بغداد میں سکونت اختیار کی اور درس وتدریس کا سلسلہ آغاز فرمایا، جلد ہی آپ کی شہرت اور نیک نامی بغداد اور اطراف وجوانب میں دور دور تک پھیل گئی، مختلف بلاد وامصار کے لوگ آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے آنے لگے اور علوم دینیہ سے مالا مال ہوئے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ حافظ ابو العباس احمد بن احمد بغدادی اور علامہ حافظ عبد الرحمن بن الجوزی جو اپنے وقت میں علم وفن کے سمندر شمار کئے جاتے تھے، آپ کی مجلس وعظ میں بغرض امتحان حاضر ہوئے اور دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے، جب حضور غوث اعظم نے وعظ شروع فرمایا تو ایک آیت کی تفسیر مختلف طریقوں سے بیان فرمائی، پہلی تفسیر بیان فرمائی تو اِن دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے تصدیق کے انداز میں اپنی اپنی گردنیں ہلائیں، اِسی طرح گیارہ تفسیروں تک تو دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر اپنی گردنیں ہلاتے اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے رہے مگر جب آپ نے بارہویں تفسیر بیان فرمائی تو دونوں آنکھیں پھاڑے آپ کو تکتے رہ گئے، کیوں کہ دونوں اِس تفسیر سے ہی لاعلم تھے، اِسی طرح آپ نے اس آیت کریمہ کی چالیس تفسیریں بیان فرمائیں اور یہ دونوں حیرت واستعجاب کی تصویر بنے سنتے اور سر دھنتے رہے، بالآخر میں آپ نے فرمایا کہ اب ہم قال سے حال کی طرف پلٹتے ہیں پھر جب آپ نے بآواز بلند کلمہ طیبہ کا نعرہ بلند فرمایا تو پوری مجلس پر ایک جذب کی کیفیت طاری ہوگئی اور علامہ ابن الجوزی نے جذب وکیف کی حالت میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

حضور غوث اعظم نے طالبان حق کے لئے گرانقدر کتابیں تحریر فرمائیں، جن میں سے چند کے اسما درج ذیل ہیں:

(۱) غنیۃ الطالبین (۲) الفتح الربانی والفیض الرحمانی (۳) ملفوظات (۴) فتوح الغیب (۵) جلاء الخاطر (۶) ورد الشیخ عبد القادر الجیلانی (۷) بہجۃ الاسرار (۸) الحدیقۃ المصطفویہ (۹) الرسالۃ الغوثیہ (۱۰) آداب سلوک والتوصل الی منازل سلوک (۱۱) جغرافیۃ الباز الاشہب۔

• ۴۰ رسال تک آپ اسلام کی تبلیغ اشاعت کا فریضہ انجام دیتے رہے نتیجتاً لاکھوں افراد مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ نے اسلام کی رگوں میں روحانیت اور مسلمانوں کے اندر کردار وعمل کی ایسی لہر دوڑا دی کہ دین ایک نئے جوش وجذبے کے ساتھ شاہراہ ترقی پر گامزن ہوگیا، متلاشیان حق دن دونی، رات چوگنی دامن اسلام میں پناہ گزیں ہونے لگے، اسی لئے اللہ رب العزت نے آپ کو ''محی الدین'' کے لقب سے ملقب فرمایا، آپ نے تبلیغی سلسلے کو مزید وسیع کرنے کے لئے دور دراز کے علاقوں میں وفود کو بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا، خود آپ نے بھی تبلیغ اسلام کے لئے دور دراز کے سفر کئے۔

◆◆◆

اسلامیات



مرجع عالم! غوث اعظم

از: ڈاکٹر اقبال اختر القادری*

اسلامیات

صدیوں پرانی بات ہے کہ بغداد میں دو نوجوان آپس میں بات کرتے کرتے بحث کرنے اور پھر لڑنے جھگڑنے لگے' جن میں ایک عیسائی تھا اور دوسرا مسلمان... عیسائی کا کہنا تھا کہ ہمارے نبی عیسیٰ علیہ السلام اللہ کو سب سے زیادہ عزیز تھے اسی لیے باری تعالیٰ نے انہیں بچاتے ہوئے نہ صرف آسمانوں پر اٹھالیا بلکہ وہ ایک بار پھر زمین پر اُتارے جائیں گے اور ہمارے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی یہ شان ہے کہ وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت بھی رکھتے تھے اور اُن کا ذکر تم مسلمانوں کے قرآن میں بھی سب سے زیادہ آیا ہے... یہ ساری باتیں سننے کے بعد مسلمان نوجوان نے کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے مگر ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نہ صرف محبوب ہیں بلکہ خالق کائنات نے یہ ساری دنیا اپنے حبیب ﷺ کی وجہ سے ہی تخلیق کی اور انہیں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی ﷺ اللہ کو سب سے زیادہ عزیز و محبوب ہیں۔

ابھی یہ دونوں بحث و مباحثے میں مصروف ہی تھے کہ ایک بزرگ کا وہاں سے گزر ہوا' دونوں نوجوانوں کو اس طرح بحث کرتا دیکھ کر فرمایا کہ کیا بات ہے' مجھے بھی بتاؤ، شاید میں تم لوگوں کا مسئلہ حل کردوں! جب ان نوجوانوں نے ساری بات ان بزرگ کو بتائی تو ان بزرگ نے فرمایا کہ اچھا ذرا میرے ساتھ چلو' اور پھر وہ بزرگ ان دونوں کو وہاں سے ایک انجان قبرستان میں لے گئے اور عیسائی نوجوان سے فرمایا کہ تم بتاؤ اس قبرستان میں موجود کس قبر کے مردے کو دوبارہ اُٹھا کر تمہارے سامنے کھڑا کردوں! بزرگ کی یہ بات سن کر عیسائی نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا' ارے جناب! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ان بزرگ نے فرمایا' ہاں ہاں مجھے معلوم ہے، تم بتاؤ تو سہی کس قبر کے مردے کو دوبارہ اُٹھا کر تمہارے سامنے کھڑا کردوں!... اس نوجوان نے ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اچھا اس قبر میں موجود مردے کو اُٹھا کر دکھائیں، ان بزرگ نے اس قبر کی طرف بغور دیکھتے ہوئے فرمایا: ٹھیک ہے میں تجھے یہ بھی بتاتا ہوں کہ یہ دنیا میں گلوکاری کرتا تھا، اب اگر تو کہے تو اسے گاتے ہوئے اُٹھا دوں! نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا' چلیں ایسا کردیں... نوجوان کے کہنے کی دیر تھی کہ ان بزرگ نے جیسے ہی اس قبر کی طرف اشارہ کیا' زمین پھٹتی چلی گئی اور اس قبر سے مردہ کچھ گاتے ہوئے اُٹھ کر باہر آ گیا۔

جب یہ غیر متوقع منظر ان نوجوانوں نے دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے... پھر جب ہوش آیا تو وہ بزرگ وہاں سے جا چکے تھے، دونوں نے عہد کیا کہ ان بزرگ کو ڈھونڈیں گے ضرور، چنانچہ ان کی تلاش میں نکل پڑے، ان کی طلب صادق تھی، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ دن بعد انہیں وہ بزرگ ایک جگہ نظر آ گئے تو عیسائی نوجوان نے لپک کر پکڑ لیا اور عرض کیا' آخر آپ کون ہیں اور یہ سب کچھ کیا تھا جو آپ نے کیا؟ بزرگ نے فرمایا کہ تم سے دوسرے مسلمان نوجوان نے اپنے جس رحمۃ للعالمین نبی ﷺ کا ذکر کیا تھا میں ان کا ایک ادنیٰ سا غلام اُمتی ہوں، جب اس نبی ﷺ کا میں ایک معمولی غلام ہو کر مردے کو زندہ کرسکتا ہوں تو تم خود غور کرو کہ میرے آقا کی کیا شان ہوگی اور اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا کیا معجزات سے نوازا نہ ہوگا!... وہ عیسائی نوجوان بزرگ کی باتیں سن کر اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت ان کے ہاتھ پر توبہ کر کے مسلمان ہوگیا... جب بزرگ جانے لگے تو ان نوجوانوں نے ان کا ہاتھ تھام کر عرض کیا کہ جناب! آپ کا اسم گرامی کیا ہے؟ بزرگ نے فرمایا: میرا نام

* مضمون نگار انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن، کراچی کے پرنسپل ہیں۔

عبدالقادر ہے، یہ سن کر نوجوان پکار اُٹھے بے شک آپ محی الدین اور غوث اعظم ہیں۔۔۔اللہ اکبر ؎

جو تو چاہے کرے، قدرت ہے تیری
تجھے حق سے یہ حق حاصل ہے یا غوث [خوشتر]

مَرجع عالم، غوث اعظم، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ تعالیٰ مرقدہ یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ/۱۰۷۵ء بروز جمعۃ المبارک علاقہ طبرستان کے قصبہ ''گیل'' کے محلہ نیف میں پیدا ہوئے ''گیلی'' وہ قصبہ ہے جسے بعد میں ''گیلان'' کہا جانے لگا، اہل عرب اپنے حروف تہجی کے اعتبار سے اسے ''جیلان'' کہا کرتے ہیں، کیونکہ یہ جگہ عجمی علاقے میں واقع ہے۔۔۔اسی علاقہ کی نسبت سے آپ کے نام کے ساتھ عجمی ''گیلانی'' اور اہل عرب ''جیلانی'' لکھا کرتے ہیں۔۔۔آپ نے ۱۱ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو بغداد شریف، عراق میں وصال فرمایا، جہاں آج بھی آپ کی ذات اقدس اور آپ کا مزار پُرانوار مُرجَع و مَرجَع عالم ہے۔

آپ نجیب الطرفین ہیں، یعنی والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی اور والد ماجد کی جانب سے حسنی۔۔۔والد ماجد کا اسم گرامی سید ابو صالح اور والدہ کا اسم گرامی اُم الخیر فاطمہ بنت ابو عبداللہ صومعی الحسینی تھا۔۔۔یہ بات نہایت مشہور و معروف تھی کہ آپ ایام رضاعت میں ماہِ رمضان کے احترام میں دن کے وقت اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیا کرتے تھے جو کہ آپ کے مادر زاد ولی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ایام شباب میں ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں؟ فرمایا، میں دس برس کا تھا کہ گھر سے مدرسے جاتے وقت دیکھتا کہ فرشتے میرے ساتھ چل رہے ہیں، پھر مدرسہ میں پہنچنے کے بعد وہ فرشتے دوسرے بچوں سے کہتے کہ اللہ کے ولی کے لیے جگہ دو۔۔۔اور فرمایا: ایک دن مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، اس نے ایک فرشتہ سے پوچھا کہ یہ کون لڑکا ہے جس کی اتنی عزت کرتے ہو؟ اس فرشتہ نے جواب دیا کہ ''یہ اللہ کا ولی ہے جو بڑے مرتبے کا مالک ہوگا، راہِ طریقت میں یہ وہ شخصیت ہے جسے بغیر روک ٹوک کے نعمتیں دی جارہی ہیں اور بغیر کسی حجاب کے تمکین و قرار عنایت ہو رہا ہے اور بغیر کسی حجت کے تقرب الٰہی مل رہا ہے''۔۔۔جب میں چالیس سال کی عمر میں پہنچا تو میں نے پہچان لیا کہ وہ پوچھنے والا شخص اپنے وقت کے ایک ابدال تھے۔

آپ علوم ظاہری و باطنی کے ایک متبحر عالم فاضل تھے۔۔۔ ایک دن آپ کی مجلس میں ایک قاری نے قرآن کریم سے ایک آیت تلاوت کی تو آپ نے اس کی تفسیر بیان کرنا شروع کر دی، پہلے ایک تفسیر، پھر دوسری اور پھر تیسری یہاں تک کہ حاضرین کے علم کے مطابق اس ایک آیت کی گیارہ تفاسیر بیان فرمادیں پھر اس کی چالیس وجوہ بیان کیں اور ہر معنی اور تفسیر کی علیحدہ علیحدہ تفصیل سے سند اور دلیل اس طرح بیان کی کہ حاضرین دم بخود رہ گئے۔۔۔آپ علمائے بغداد ہی نہیں دنیا کے تمام طلب گارانِ حال و قال کے مرجع تھے، دنیا بھر سے آپ کے پاس استفتاء آیا کرتے جن پر فوراً بغیر مطالعہ کتب اور غور و فکر کیے جواب لکھتے اور روانہ فرمادیتے۔ فقہ میں مہارت و کمال کا یہ عالم تھا کہ کسی بڑے سے بڑے حاذق فاضل عالم کو آپ کے جواب سے اختلاف کی طاقت نہ تھی۔

آپ کا طریقہ سلوک بے انتہا مشکل اور بے نظیر تھا، آپ کے کسی ہمعصر میں اتنی مجال نہ تھی کہ آپ جیسی ریاضت و مجاہدہ میں آپ کی ہمسری کر سکے۔۔۔آپ کا قاعدہ تھا کہ اپنے ہر عضو کو اس کی طاقت کے موافق عبادت میں سپرد کر دیا کرتے۔۔۔غائب و حاضر دونوں حالتوں میں نفس کی صفات کو علیحدہ کر کے نفع و نقصان اور دور و نزدیک کا فرق مٹا دیا کرتے۔۔۔کتاب و سنت کی پیروی میں مطابقت ایسی تھی کہ آپ ہر حالت میں ہر وقت اتباع سنت اور حضور قلب کے ساتھ توحید الٰہی میں مشغول رہتے۔

آپ نہایت پاکیزہ اور خوش اخلاق تھے، اپنی ظاہری شان و شوکت اور وسیع علم و فضل کے باوجود کمزوروں اور ضعیفوں میں بیٹھتے، فقیروں سے عاجزی کے ساتھ پیش آتے، بڑوں کی عزت کرتے اور چھوٹوں پر شفقت و مہربانی فرماتے، سلام کرنے میں پہل کرتے، مہمانوں اور طالب علموں کی مجالس میں نشست و

اسلامیات

برخاست کرتے اور ان کی لغزشوں سے درگزر فرماتے، جو کوئی آپ کے سامنے کتنی ہی جھوٹی قسم کیوں نہ کھاتا، آپ جاننے کے باوجود اس کا یقین کر لیتے اور اپنے علم و کشف کو اس پر ظاہر نہ فرماتے، حتیٰ کہ وہ خود شرمندہ ہو کر تائب ہو جاتا، مہمانوں اور ہم نشینوں کے ساتھ دوسروں کی بہ نسبت بہت خوش خلقی اور کشادہ روئی سے پیش آتے، ہاں! سرکشوں، ظالموں، مالداروں، فاسقوں اور اللہ کے نافرمانوں کی تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے، کسی امیر و وزیر کے گھر جانا پسند نہ فرماتے، کسی ہم عصر کو آپ جیسا حسن خلق اور کرم نفس نہ ملا۔

تاریخ و تصوف کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت تک میں اپنے تمام مریدوں کا ضامن ہوں کہ ان کی موت توبہ پر واقع ہوگی یعنی میرا کوئی مرید بغیر توبہ نہ مرے گا، ایک مرتبہ بعض مشائخ نے آپ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے اور نہ ہی اس نے آپ کے ہاتھ سے خرقہ پہنا ہو، بلکہ صرف آپ کا ارادتمند ہو اور آپ کی محبت میں خود کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہو تو کیا ایسے شخص کو بھی آپ کے اصحاب میں شمار کیا جائے گا اور کیا ایسا شخص بھی ان فضیلتوں میں شریک ہوگا جو آپ کے مریدوں کو حاصل ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں جس شخص نے اپنے آپ کو میری طرف منسوب کیا اور مجھ سے ارادت و عقیدت رکھی تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا، اس پر اپنی رحمتیں نازل کرے گا اور اس کو توبہ کی توفیق دے گا اگرچہ اس کے طریق مکروہ ہوں اور ایسے شخص کا شمار میرے مریدوں اور اصحاب میں ہی ہے، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے وعدہ کیا ہے کہ میرے دوستوں، میرے اہل مذہب، میری راہ پر چلنے والے، میرے مریدوں اور مجھ سے محبت کرنے والوں کو جنت عطا فرمائے گا۔

مریدی لا تخف کہہ کر تسلی دی غلاموں کو
قیامت تک رہے بے خوف بندہ غوث اعظم کا
فرشتو! روکتے کیوں ہو مجھے جنت میں جانے سے
لو دیکھو ہاتھ میں دامن ہے کس کا، غوث اعظم کا

آپ فرماتے ہیں کہ جو کسی تکلیف میں مجھ سے امداد چاہے یا مجھے آواز دے اور پکارے، اس کی تکلیف دور کی جائے گی، جو کوئی میرے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے مانگے اس کی ضرورت پوری کی جائے گی اور جو کوئی دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، دونوں رکعتیں ختم کر کے سلام پھیرنے کے بعد حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے اور بغداد کی جانب گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے کر اپنی مراد اللہ تعالیٰ سے مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد اپنے فضل و کرم سے ضرور پوری فرما دے گا۔

تو جسے چاہے دے جس قدر چاہے دے
تیری بخشش نرالی عطا بے نظیر

آپ فرماتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں عجمی ہونے کے سبب اہل عرب کے سامنے زبان کھولنے سے کتراتا تھا تو حضور اکرم ﷺ اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو خواب میں دیکھا، انہوں نے مجھے وعظ کرنے کا حکم دیا، جب میں نے یہ عذر پیش کیا تو انہوں نے میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ٹپکا دیا، بس پھر کیا تھا مجھ پر ابواب سخن کھلتے چلے گئے... جب آپ وعظ کے لیے منبر پر بیٹھتے تو پہلے الحمد للہ کہتے تا کہ اللہ کا ہر ولی جو غائب ہو یا حاضر، خاموش ہو جائے اور پھر دوسری مرتبہ الحمد للہ کہتے اور دونوں کے درمیان تھوڑی دیر سکوت فرماتے، اس عرصہ میں فرشتے اور تمام اولیاء اللہ آپ کی مجلس میں حاضر ہو جایا کرتے... آپ کی مجلس وعظ کا یہ عالم ہوتا کہ جتنے لوگ دکھائی دیتے ان سے زیادہ نظر نہ آنے والی مخلوق ہوا کرتی تھی... چنانچہ آپ کے ہم عصر ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنی عادت کے موافق جنات کی حاضری کے لیے عزیمت پڑھی لیکن کوئی جن حاضر نہ ہوا، میں بہت دیر تک عزیمت پڑھتا رہا، حیران ہوا کہ جنات کی حاضری کیوں نہیں ہو رہی ہے، پھر تھوڑی دیر بعد کچھ جن حاضر ہوئے، میں نے ان سے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی وعظ فرما رہے تھے اور ہم سب وہاں حاضر تھے، آپ آئندہ ہم کو اس وقت طلب کیا

کریں جب کہ شیخ عبدالقادر جیلانی وعظ نہ فرمارہے ہوں ورنہ ہماری حاضری میں تاخیر ہوگی، ان بزرگ نے پوچھا کیا تم لوگ حضرت غوث اعظم کے وعظ میں حاضر ہوتے ہو؟ اس پر جنات نے جواب دیا کہ ہاں' حضرت غوث اعظم کی مجلس میں انسانوں کی نسبت ہماری تعداد زیادہ ہوتی ہے کیونکہ ہم جنات میں سے اکثر قبائل حضرت غوث اعظم کے ہاتھ پر اسلام لائے ہیں، آپ کی مجلس وعظ میں اولیائے عظام اور انبیائے کرام بھی شریک ہوتے ہیں اور خود محبوب رب العالمین ﷺ بھی تربیت وتائید کے لیے تشریف لایا کرتے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام بھی شریک ہوتے ہیں۔

نبی اس میں ہیں خود سرکار بھی ہیں
تری محفل تو وہ محفل ہے یا غوث [خوشتر]

آپ کے بیان وکلام میں ایک پُر اثر برقی تیزی تھی جو سامعین کے قلوب میں خوف کے ساتھ ساتھ لذت بھی پیدا کردیتی تھی... جب آپ خطاب فرماتے تو دوران وعظ پورا مجمع ہمہ تن گوش ہوکر سنتا... آپ کی آوازِ حق، اللہ اکبر! دوروزدیک سب سامعین کو آپ کی آواز برابر پہنچتی تھی، لاکھوں کے مجمع میں ہر شخص آپ کی آواز کو ایسے سنتا کہ گویا آپ اسی سے مخاطب ہیں... دورانِ وعظ، احادیث مبارکہ کے عجب عجب معانی ومطالب بیان کرتے اور ایسے ایسے اسرار ومعارف حاضرین کے سامنے واکرتے کہ سننے والے مرحبا مرحبا کہتے ششدر رہ جاتے... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ آپ کے کلام اور اس کی اثر آفرینی کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"آپ کے کلام معجز بیان میں اس قدر تاثیر تھی کہ جب آیاتِ وعید کے معانی ومطالب کو بیان فرماتے تو سامعین پر لرزہ طاری ہوجاتا، ان کے چہروں کی رنگت فق ہوجاتی، پروردگار عالم کے خوف سے رونے والوں کی یہ حالت ہوجاتی کہ ان پر بے ہوشی طاری ہوجاتی، اور جب اللہ کی رحمت اور فضل وکرم کا ذکر فرماتے تو لوگوں کے دل باغ باغ ہوجاتے، اکثر سامعین آپ کے کلام کے حسنِ بیان سے مست ہوجاتے اور بعض تو واصلِ حق ہوجاتے تھے۔"

آپ کی مجلس وعظ میں علم وحکمت کے بے شمار دریا رواں رہتے جنہیں محفوظ کرنے کے لیے چار چار سو علما واولیا قلم دوات لیے آپ کے قدموں میں بیٹھتے، جو کچھ سنتے، لکھ لیتے اور بعد میں اس کی نقول تیار کرکے دوسروں کو پہنچائی جاتیں... آپ کے وعظ وکلام کا عالم، اللہ اکبر! جو غیر مسلم بھی سن لیتا، اُسے اسلام قبول کیے بنا چارہ نہ ہوتا... آپ کے دست حق پرست پر ہزاروں یہود ونصاریٰ نے اسلام قبول کیا اور بے شمار فاسق وفاجر لوگ آپ کے ہاتھ پر توبہ کرکے راہِ راست پر آگئے۔

◆◆◆

ص ۱۴ ر کا بقیہ

ص ۱۴ ر کا بقیہ

ارشاد فرمایا: تیرا اپنی نیکیوں پر اترانا، ان نیکیوں کو اپنے نفس سے منسوب کرنا اور خلق میں اپنی راست بازی پر فخر کرتے پھرنا صریحاً شرک اور گمراہی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صراط مستقیم پر گامزن ہونے اور نیکیوں کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی تائید وتوفیق اور فضل وکرم سے ہے اس کے برعکس اگر کوئی شخص شرک وکفر اور طرح طرح کے گناہوں سے بچتا ہے تو پھر وہ بھی سراسر اللہ کی امداد واعانت اور تائید ونصرت سے ہے۔

پس تو اللہ تعالیٰ کی تائید وتوفیق اور نصرت واعانت کا اعتراف کرنے میں بخل وتامل سے کیوں کام لیتا ہے اور نیکی اور بدی سے بچنے کو محض اپنے نفس کی طرف کیوں منسوب کرتا ہے حالانکہ بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء اور اولیاء اللہ بھی ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے محفوظ رہنے کی توفیق صرف اللہ کی تائید ونصرت سے ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیک عمل کرو اور نیک عملوں کی توفیق اللہ تعالیٰ سے چاہو، گناہوں سے بچنے کے لیے نفس عمارہ کو مغلوب کرو، اپنے پروردگار کی قربت چاہو اور اللہ کے بن جاؤ۔ [فتوح الغیب ص ۱۷۹]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غوث اعظم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

اسلامیات

غوث اعظم کی عظمت و محبوبیت

از: حافظ ہاشم قادری صدیقی*

اللہ رب العزت قرآن کریم میں اپنے محبوب بندوں سے محبت بھرے انداز میں ارشاد فرما رہا ہے: میری یاد کرو، میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

[سورۂ بقرہ ۲، آیت ۱۵۱]

اس آیت میں پیار بھرے انداز میں سکھایا جا رہا ہے کہ مجھے یاد کرو اور حقیقتاً یہ بندے کا حق ہے کہ وہ اپنے رب کی یاد میں ہمہ دم مصروف رہے اور بندے کا یاد کرنا ہی اصل زندگی ہے اس لئے جہاں تک تعلق ہے خدا کی یاد اور اس کے ذکر کا تو کائنات کی ہر مخلوق اپنے اپنے طور پر ذکر و تسبیح میں مشغول ہے، ارشاد باری ہے: اللہ کی تسبیح بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔ [سورۂ صف ۶۱/ آیت ۱ تا ۳]

اور بندے کو بھی اس کی یاد کرتے رہنے کا حکم ہے۔ قرآن مقدس میں اللہ نے اپنے بندوں کو اپنے ذکر کی طرف متوجہ کیا۔ اپنے رب کو یاد کرو اپنے رب کی یاد سے غفلت نہ برتیں۔ جب ہی تو یادِ الٰہی میں زندگی گزارنے والے خدا کے مقبول بندے ہو گئے۔ اللہ کی یاد میں ہر وقت مصروف رہنے کی وجہ کر اللہ رب العزت نے ان کے لئے دار الجزا کے دروازے کھول دیئے اور اللہ نے اپنے ان محبوب بندوں کے ذکر کو بلند کر دیا اور تا قیامت ان کا چرچا ہر انسان کی زبان پر رہے گا۔

محبوب سبحانی کی افضلیت

اللہ رب العزت قرآن کریم میں اپنے محبوب بندوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: تم فرما دو کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے، اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

[سورۂ آل عمران ۳، آیت نمبر ۷۳-۷۴]

اس آیت کریمہ سے مسلمانوں کو دو ہدایتیں ہوئیں۔ ایک یہ کہ مقبولانِ بارگاہِ خدا میں اپنے سے ایک کو افضل دوسرے کو مفضول نہ بنایئے کہ فضل تو اللہ رب العزت کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے، دوسرے یہ کہ جب دلیل سے کسی کی افضلیت ثابت ہو تو اس میں اپنے نفس کی خواہش اپنے ذاتی علاقہ، نسب یا نسبت کو افضل نہ بتائے کہ فضل وعظمت ہمارے ہاتھ نہیں کہ اپنے آباد اساتذہ و پیر کو اوروں سے افضل کر ہی لیں، جسے خدا نے افضل کیا وہی افضل ہے اگرچہ ہمارا ذاتی علاقہ اس سے کچھ نہ ہو۔ یہ اسلامی شان ہے، مسلمانوں کو اسی پر عمل کرنا چاہئے، اکابر خود رضائے الٰہی میں فنا تھے اللہ رب العزت کی عطا پر خوش تھے۔

اللہ کے مقبول بندے اولیا کہلاتے ہیں، ان مقبولوں میں تو بعض تقویٰ، عبادت کر کے ولی بنتے ہیں بعض پیدائشی ولی ہوتے ہیں، یہ ولایت عطائی ہے، دیکھو بی بی مریم و عیسیٰ علیہ السلام کے حبیب نجار اور موسیٰ علیہ السلام کے جادوگر آناً فاناً ایمان لائے اور ولی بن گئے، ولی دو طرح کے ہوتے ہیں، ولی تشریعی، ولی تکوینی۔ ولی تشریعی ہر چالیس مسلمانوں میں ایک ہوتا ہے، ولی تکوینی خاص جماعت ہے جیسے حضور غوث الاعظم، قطب، ابدال، خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ! یہ تمام اولیائے کرام ہر طرح کے خوف و ڈر سے بے خوف ہیں۔

ارشاد باری ہے: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم ہے اور وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انھیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتی، یہی بڑی کامیابی ہے۔

[سورۂ یونس ۱۰/ آیت ۶۱ تا ۶۴]

تمام اولیائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ غوث الاعظم

*مضمون نگار مسجد باجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

مرتبہ ولایت میں سب کے سردار ہیں اور رتبہ محبوبیت پر فائز ہیں، آپ نے پوری زندگی خدا کی یاد میں گزار دی اور خدا کے ذکر کو اتنا بلند کیا اور رسول ﷺ کی سنتوں کو اتنا بلند کیا کہ خدا نے آپ کو بھی بلندی عطا کردی اور اپنا محبوب قرار دیا، جب خدا کے محبوب ہو گئے تو فرماتے ہیں کہ خدا مجھے کھلائے گا تو کھاؤں گا، خدا مجھے پلائے گا تو پیوں گا۔ جب یہ مقام حاصل ہو گیا تو پھر "غوث الاعظم" ان بندوں میں شامل ہو گئے کہ کسی کام کا ارادہ کیا تو وہ بھی خدا نے پورا کر دیا۔

سرکار غوث اعظم کی تعلیمات

اتباع قرآن وسنت رسول اللہ ﷺ: حضرت قطب ربانی نے ارشاد فرمایا: اس میں شک نہیں کہ تیرا نفس اللہ کی مخلوق اور ملک ہے، لیکن دنیا کی شہوانیات ولذات اور اسباب نمرود وتکبر اسے راہ راست سے برگشتہ کئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں انسان کے مزاج سے مناسبت رکھتی ہیں، پس اگر تو اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کے لئے نفس کی مخالفت اختیار کرے گا تو میری جانب یہ جہاد ہوگا اور فلاح وبہبود کا ذریعہ جہاد نفس کے بعد اللہ سے تیری دوستی اور عبودیت پایۂ ثبوت کو پہنچے گی اور تجھے پاک وصاف اور خوش گوار نعمتیں عطا کی جائیں گی، تمام اشیائے کائنات تیری تابع ہوں گی اور تیری خدمت وتعظیم کریں گی، یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص خدا کا مطیع ہو جاتا ہے، دنیا اس کی مطیع ہو جاتی ہے۔ [فتوح الغیب، ص ۳۵]

اہل اللہ کا اجر: آپ نے مزید ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے دین برحق کی خدمت اور تبلیغ واشاعت صدق وخلوص کے ساتھ کی اللہ خود اس کا اجر وثواب بن جاتا ہے اور دنیا وعقبیٰ میں اسے عزت وآبرو عطا فرماتا ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے: تم اللہ کی مدد کرو (یعنی اس کے دین کی نشر واشاعت کرو) وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمھیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے گا۔ پس میں تمھیں تاکید کرتا ہوں کہ اللہ کے کلام کی تبلیغ واشاعت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تسلیم ورضا کو اپنا شعار بناؤ، جو مسلمان اللہ کے کلام اور اس کے نبی کی سنت کی تبلیغ واشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے اس کا اجر وثواب فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت واعانت ہمیشہ اس کے شامل حال رہتی ہے۔

نفس امارہ کی مخالفت توحید کی تکمیل ہے: قطب الاقطاب نے ارشاد فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کے احکام اور افعال کا احترام کرتے ہوئے اپنی خواہشات ولذات کو فنا کر دے، کیونکہ اس عمل سے تیرے دل میں علم الٰہی کا ظرف ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ تعلق باللہ کو مضبوط بنانے کے لئے فاسق وغافل مخلوق سے قطع تعلق کرنا نہایت ضروری ہے اور اپنی خواہشات سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ نفع ونقصان، دفع ضرر وشر، اسباب دنیاوی اور جدوجہد کے تمام معاملات میں اپنی ذات پر بھروسہ کرنے کے بجائے ان امور کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور قاضی الحاجات سمجھا جائے، خدا کو مختار کل نہ سمجھ کر اپنے نفس پر اعتماد کر لینا ہی شرک ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ماضی میں اپنے ہر بندہ کے امور ومعاملات کا کفیل وذمہ دار رہا ہے۔ زمانہ حال میں بھی وہی وکیل وذمہ دار ہے اور مستقبل میں بھی وہی رہے گا اور اس کی یہ نگرانی وذمہ داری اس وقت بھی تھی جب تو بطن مادر میں تھا اور پھر ماں کی آغوش میں ایک شیر خوار بچہ تھا اور خدا کے ارادے کی خاطر اپنے ارادے سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ تو کسی خواہش ومراد کا تصور نہ کرے۔ اس لئے کہ ارادہ خداوندی سراسر خیر وبہتری ہے اور اس میں تیرا قصد کرنا بھی شرک ہو جائے گا۔ خواہشات نفسانی کی نفی سے اللہ کا فضل تجھ پر جاری رہے گا۔ سینہ فراخ وکشادہ ہوگا، چہرہ روشن وپرنور ہوگا اور تعلق باللہ کی روحانی توانائی پا کر تو کائنات کی تمام چیزوں سے بے نیاز ہو جائے گا۔ [فتوح الغیب، ص ۲۱ تا ۲۲]

التزام دعا کی تاکید

حضرت قطب ربانی نے ارشاد فرمایا: یہ کبھی نہ کہنا کہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کروں گا۔ کیونکہ سوال اگر معیوب وممنوع ہے تو مخلوقات کے سامنے ممنوع ہے نہ کہ خالق وپروردگار کے سامنے، اللہ تعالیٰ سے اپنی تمام حاجات وضروریات کے لئے سوال

اسلامیات

کرنا اور پے در پے سوال کرنا بندہ کے لئے موجب سعادت ونیک بختی ہے اور توحید و ایمان کا واضح ثبوت ہے، لہٰذا میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ اپنی ہر ضرورت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سوال کر کہ اسی میں دنیا و عقبیٰ کی سعادت ہے، اگر تیری طلب کی گئی چیز علم الٰہی میں تیرے لئے مفید ہوگی اور باعث راحت وترقی ہوگی تو وہ تجھے نہیں ملے گی، بہرکیف تجھے دعا کی قبولیت یا فعل الٰہی کے خلاف کوئی حرفِ شکوہ وشکایت ہرگز زبان پر نہیں لانا ہوگا۔ پس اپنی ہر حاجت وضرورت کے لئے اللہ کے حضور سوال اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے کا حکم دیا اور بندہ کو پے در پے دعا کی تاکید فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: میرے حضور دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو، اس کے علاوہ فرمایا: میں اپنے بندوں سے بہت قریب ہوں۔ جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے دعا مانگا کرو اور یہ کبھی نہ کہہ میں تو اس سے سوال کرتا ہوں لیکن وہ میری دعا قبول نہیں کرتا، لہٰذا میں آئندہ اس سے دعا نہیں کروں گا۔ کیونکہ ایسا کہنا کفر ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن بندہ اپنے نامہ اعمال میں کچھ ایسی نیکیاں دیکھے گا جو اس نے دنیا میں نہ کی ہوں گی اور نہ وہ انھیں جانتا ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو یہ نیکیاں پہچانتا ہے؟ مومن کہے گا میں نہیں جانتا یہ نیکیاں میرے لئے کہاں سے آئی ہیں۔ پھر اسے بتایا جائے گا کہ یہ نیکیاں تیرے ان سوالوں اور دعاؤں کی جزا ہیں جنھیں دنیا میں تو نے مانگا تھا اور کسی مصلحت کی بنا پر قبول نہیں کیا گیا تھا اور ایسی جزائے عظیم اس وجہ سے ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے اور ذکر و عبادت میں حاصل یقین و ایمان اور موحّد ہے نیز وہ اپنے فطری اور طبعی جذبۂ عدل کی بنا پر ہر چیز کو اس کے موقع ومحل پر رکھنے والا ہے اور حقدار کو اس کا قدرتی اور حقیقی حق دیانت داری کے ساتھ پہنچانے اور ادا کرنے والا ہے۔ پس یاد رہے کہ بارگاہِ الٰہی سے بندہ کے دعا وسوال کا اجر وفائدہ ضرور عطا فرمایا جاتا ہے، اس لئے کہ رحیم وکریم اور غنی ومغنی اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے در کے سائل کو مایوس وناامید نہیں کرتا۔ [فتوح الغیب، ص ۱۷۰]

سیدنا غوث اعظم کی نصیحت

پیرانِ پیر، امام الاولیاء، قطب الاقطاب، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر پھر غیر کو نصیحت کر، جب تک تجھے خود اصلاح کی حاجت ہو تو غیر کی طرف متوجہ نہ ہو، تجھ پر افسوس کہ جو خود نابینا ہے دوسرے کو کیا راہ دکھائے گا۔ ڈوبتے ہوؤں کو دریا سے وہی بچا سکتا ہے جو خود اچھا تیرنے والا ہو، رب تعالیٰ کی طرف بندوں کی رہنمائی وہی کر سکتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہو۔ [تصوف وطریقت جلد اول، ص ۹]

آپ نے فرمایا: اگر بنیاد مضبوط نہ ہو تو اوپر کی عمارت مضبوط ہونے کا فائدہ نہیں۔ اگر بنیاد مضبوط ہو اور اوپر کی تعمیر میں نقص آجائے تو اس نقص کی تلافی ہو سکتی ہے۔ اعمال کی بنیاد توحید و اخلاص ہے جس کی یہ بنیاد کمزور ہو اس کے پاس کچھ نہیں۔ آپ مزید ارشاد فرماتے ہیں: تمام حرام کاموں سے بچے۔ اپنے پیر ومرشد سے مجاہدہ اور ذکر (عبادت) کے لئے رہنمائی لے پھر روز اپنا محاسبہ بھی کرے اور کوشش کرے کہ لہو ولعب اور شیطانی تفریحات سے دور رہے۔ یہ چیزیں غفلت کا باعث بنتی ہیں۔ جو گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور حرام سے بچے اور حلال رزق کھائے اس کی فکر میں پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بات فراموش نہ کرے کہ دین کے راستے میں مشکلات اور آزمائش آیا کرتی ہیں۔ جتنی آزمائش زیادہ ہوگی اس میں صبر کا اجر بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ بس مومن کو چاہئے کہ اعتراف شکست نہ کرے اور رحمت الٰہی سے ہرگز مایوس نہ ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ حسنہ بھی ہمارے لئے روشن مثال ہے۔ ؎

واہ کیا مرتبہ ہے اے غوث بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے ہے قدم اعلیٰ تیرا

اپنی نیکیوں پر مغرور نہ ہونے کی تلقین

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقیہ ص ۱۱ پر

تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو

قرآنی بشارت کے استحقاق کے لئے ایمان پختہ کریں، مایوس وادیوں سے نکل کر امید و یقیں کی شاہراہ پر گامزن

(از: غلام مصطفیٰ رضوی*)

اسلام نے مسلمانوں کو شریعت کی راہ چلنے کی تلقین کی، بلاشبہ کامیابی، سربلندی، فتح، بھلائی، شوکت، نجات، دُنیا کی فتوحات، آخرت کی کامرانیاں شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدمی میں مستور ہیں، یقین کامل اور ایمانِ راسخ ضروری ہے تا کہ انعاماتِ خسروانہ کا حصول ہو سکے۔

ایسے ہمہ جہت دین کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی روش نے ہمارے اسلاف کو کامیابی کی عظیم منزل پر فائز رکھا۔ ان کی تگ ودو سے مشرقین ومغربین میں اسلامی شوکت کے علم لہراتے تھے۔ ہماری فتوحات کے جھنڈے کئی براعظموں کی بلند چوٹیوں پر نصب تھے؛ لیکن جب سے ہم نے فرسودہ تہذیبوں، باطل مذہبوں، مغربی تمدنوں کی اسیری اختیار کی تباہی و بربادی کے دہانے پر جا پہنچے، ہم نے قرآن مقدس جیسی عظیم کتاب کی ہدایات پر عمل نہیں کیا۔ قرآن پاک کو دستور العمل بنا لیتے تو آج کا عہد غلامی دیکھنے کو نہیں ملتا۔ آج ہم قتل کیے جا رہے ہیں۔ تباہ کیے جا رہے ہیں، جیلوں میں ٹھوسے جا رہے ہیں، برباد کیے جا رہے ہیں، نسل کشی کے شکار بنائے جا رہے ہیں، مقدمات میں پھنسائے جا رہے ہیں، ہماری شریعت پر عمل سے ہمیں ہی روکا جا رہا ہے، خدائی قانون کے مقابل فرسودہ قانون بنائے جا رہے ہیں۔ جن کی جبینیں پتھروں کے آگے جھکی ہوئی ہیں وہ ہمیں معبودِ حقیقی کے قوانین سے دور کرنا چاہتے ہیں، جنھیں شعورِ توحید نہیں وہ ہمیں قانونِ خام کا درس دے رہے ہیں، قوانین الٰہی کی بالادستی ہے؛ جس پر عمل سے ہمیں ہی روکنے کی سازشیں تیار کر لی گئی ہیں، ان حالات میں ہمیں چاہیے کہ مایوسی سے قوم کو باہر نکالیں، عزم و یقیں کے چراغ فصیل ایمان پر روشن کریں۔

مژدۂ جاں فزا سنایا جا رہا ہے، ایمان کے دل سے سنیں قرآن نے کیسی بشارت سُنائی۔ کیسی عظیم قوت وشوکت دے دی لیکن اس کے ساتھ ہی شرط رکھ دی کہ ایمان پر استقامت اختیار کی جائے، بندۂ مومن بنا جائے:

"وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ تمھیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔" (آل عمران، ۹، ۱۳۹ رکنز الایمان)

درسِ عمل

[۱] اپنے ایمان کو پختہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر ایسا یقین حاصل ہو جائے کہ کفر کی تمام تر سازشیں ہم پر خوف وہراس طاری نہ کر سکیں۔

[۲] مایوسی کو ہرگز جگہ نہ دیں اور فرامین الٰہی وارشاداتِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین کامل پیدا کریں۔

[۳] ہر صورت میں شریعت کے فیصلوں کو حرفِ آخر سمجھیں، ایسی سوچ پیدا ہو گئی تو لادینی کورٹوں کے جنجال سے بھی ہم نجات پا لیں گے۔ پھر کوئی بھی خلافِ شریعت قانون لایعنی اور فضول ہو کر رہ جائے گا، ہزار قوانین بنا کریں ہم قرآنی قوانین کی اتباع کریں گے تو کسی بھی قانون کے بننے سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

[۴] اپنے شرعی معاملات میں دین کے فیصلوں کو تسلیم کریں۔

[۵] علمائے کرام کی اطاعت و پیروی کریں۔

[۶] قرآنی احکام کے مطابق معاملات کا تصفیہ کروائیں۔

[۷] ہر فیلڈ میں دین کے حکم کو مانیں، تسلیم کریں۔

بیدار ہوں

ہمیں چاہیے کہ بیدار ہو جائیں، سازشوں سے باخبر ہو کر آنکھیں کھولیں، اپنے دین کی طرف رجوع کریں، تمام مردہ تمدن ومغربی تہذیب سے منھ موڑیں تا کہ دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اسلامیات

*مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں کے رکن ہیں۔

ملے، غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے والے باطل ہاتھ کم زور ہو جائیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی حکم کی روشنی میں جو دُعا فرمائی اسے پڑھیں اور دل و دماغ میں بسالیں:

''اِنَّ اللہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ بے شک اللہ کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں۔'' [القرآن الکریم: الرعد ۱۱]

اللہ اکرم الاکرمین اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل سے ہماری اور ہمارے اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھولے، اصلاح قلوب و احوال فرمائے خطاؤں سے درگزر کرے، غیب سے اپنی مدد اُتارے، اسلام و مسلمین کو غلبۂ قاہرہ دے۔'' [تدبیر فلاح و نجات و اصلاح، ص ۹]

◆◆◆

ص ۱۸ کا بقیہ.........

کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ کہیں اس پیسے سے مدرسہ کی عمارت کے بجائے صدر ادارہ اپنے لئے عالیشان عمارت تو نہیں بنوا رہا ہے؟ کہیں مدرسہ کے خورد و نوش کو بہتر بنانے کے بجائے اپنے گھر کے دسترخوان کو تو نہیں سجا رہا ہے؟ کہیں طلبہ و مدرسین کی ضرورتوں کے بجائے اپنی ضرورتوں کو تو نہیں پوری کر رہا ہے؟

ہم زحمت کیوں کریں! آپ تو یہی سوچتے ہیں کہ ہم نے اپنی رقم دے دی، اپنا تو کام ہو گیا۔ اب اس رقم کا استعمال غلط ہو رہا ہے یا صحیح۔ لینے والا جانے! یہ سوچ غلط ہے۔ اگر اس رقم سے کچھ بھی غلط ہو رہا ہے تو گناہ میں آپ بھی برابر کے شریک ہیں، کیا رب تعالیٰ کا فرمان آپ نے نہیں سنا:

''تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ نیکی اور پرہیزگاری پہ ایک دوسرے کی مدد کرو اور برائی و سرکشی پہ ایک دوسرے کی مدد مت کرو۔''

مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی تو گوش گزار ہوا ہی ہوگا:

''من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ تم میں سے کوئی شخص کسی کو کوئی برا کام کرتے ہوئے دیکھے تو اس کو اپنی طاقت سے روکے، اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنی زبان سے منع کرے، اگر یہ نہ ہو سکے تو اسے دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین پہلو ہے۔''

یاد رکھیں! جس دن ہم نے محاسبہ کرنا شروع کر دیا۔ دو قدم آگے بڑھ کر جائزہ لینا شروع کر دیا، آپ کی یہ چھوٹی کوشش مدارس اسلامیہ کے لئے زوال سے عروج کی جانب میل کا پتھر ثابت ہوگی اور تعلیمی بیداری کے لئے آب حیات کا کام کرے گی۔ جس دن ہم مدارس کی تعلیمی ترقی کے لئے بیدار ہو گئے پھر یہی مدارس ماضی کے سنہرے دور میں غوطہ زن ہو کر حال کے حالات کو بدل ڈالیں گے اور روشن مستقبل کی ضمانت بن کر آنے والی نسلوں کو راہ دکھلانے کا کام کریں گے۔

کہتے ہیں نہ کیچڑ میں کمل کھلتا ہے اور کانٹوں کے بیچ گلاب دعوت نظارہ دیتا ہے، اسی طرح آج بھی جبکہ مدارس کی حالت اس قدر خستہ ہے جس کا مختصر جائزہ آپ نے لیا، ایسے پر آشوب ماحول میں بھی کچھ مدارس کسی مرد آہن کی طرح چٹان بنے مصروف عمل ہیں۔ جس میں شاہین صفت اساتذہ کی مقدس جماعت مذہبی خدمات میں مشغول ہے۔ انھیں مدارس کی بدولت قوم مسلم کا رشتہ اپنے مذہب سے جڑا ہوا ہے۔ انھیں خدا ترس علمائے کرام کی جد و جہد سے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہاریں نظر آ رہی ہیں۔

میں سلام کرتا ہوں ان باوقار اساتذہ اور علما نواز عوام الناس کو جن کی جانفشانیوں سے مدارس کا وقار کچھ حد تک بحال ہے ورنہ اکثریت تو انھیں کی ہے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ یہ میرا ذاتی نظریہ ہے، ممکن ہے آپ اتفاق کریں یا نہ کریں، اگر نہیں تو تنقید برائے تعمیر کے دائرہ میں رہ کر اپنے تجربے سے زمینی سطح پر اصلاحی کام کرنے کی کوشش کریں۔ مجھے بھی اپنے ساتھ پائیں گے اور اگر تنقید برائے تخریب آپ کا شیوہ ہے تو خاموشی آپ کے لئے بہتر ہے۔ ؎

جن کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک
ان کی تدریس سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں

اسلامیات

مدارس اسلامیہ تعلیمی بدحالی کے شکار! ذمہ دار کون؟

از: مفتی محمد شمشیر رضا مصباحی*

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ انسانی زندگی تعلیم کے بغیر اسی طرح ہے جس طرح کھانا بغیر نمک کے، نحویوں کا یہ مقولہ نظر نواز تو ہوا ہی ہوگا ''النحو فی الکلام کالملح فی الطعام''، تعلیم کے بنا صالح سماج کی تعمیر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ہر دور میں، ہر قوم میں تعلیم کی بادشاہت برقرار رہی۔ قبل اسلام بھی تعلیم یافتہ قوموں کے علمی کارنامے اس کی اہمیت وافادیت کے غماز ہیں اور بعد اسلام علمی کارناموں کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

کوئی بھی مذہب اپنے پیروکاروں کو جہالت کا لباس زیب تن کرنے کا حکم نہیں دیتا اور نہ ہی شبستان زندگی کی بہاروں کو جہالت کی مسموم ہواؤں سے خزاں رسیدہ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ پھر اسلام تو خالق کائنات کا پسندیدہ دین ہے۔ جس کے پیغمبر عالم ماکان وما یکون اور معلم کائنات ہیں، جس کی مذہبی کتاب کے نزول کا آغاز ہی ''اقراء باسم ربك'' سے ہوتا ہے، بھلا ایسے پیغمبر کی امت جہالت کی وادیوں میں کیونکر گم ہو سکتی ہے۔ عہد نبوی سے ہی مسلمانوں کی سماجی زندگی، معاشرتی ترقی اور نئی نئی ایجادات اسی نور علم مصطفیٰ ﷺ کی مرہون منت ہے جو انھیں ورثہ میں اپنے پیغمبر سے ملا تھا، گزرتے وقت کے ساتھ تعلیم کو ''مذہبی'' اور ''عصری'' دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

عصری تعلیم کے حصول کے مختلف ذرائع موجود ہیں، اس تعلیم سے وابستہ ہر شخص چاہے وہ تعلیم دینے والا ہو یا تعلیم لینے والا نئے جوش ولگن سے اپنے اس کام میں مصروف ہے جس کا نتیجہ ان کے اعتبار سے بہتر ہے۔ مذہبی تعلیم کے لئے مختلف مدارس اسلامیہ وجود میں آئے جہاں مذہبی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کی آمیزش اس کی اہمیت کو دوبالا کرتی ہے۔ بے شمار عظیم شخصیتیں جنھوں نے اپنے علمی کارناموں سے دنیا کو انگشت بدنداں کر دیا، وہ انھیں مدارس اسلامیہ کی پیداوار ہیں۔

مدارس اسلامیہ کے ان سنہرے ماضی سے نکل کر حال کی خادارروادی کا جائزہ لینے کے لئے میں نے آپ کو زحمت مطالعہ دیا ہے۔ مدارس اسلامیہ آج جن تعلیمی بدحالی کے دور سے گزر رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ بدحالی کسی ایک کی محنت کا ثمرہ نہیں بلکہ مشترکہ طور پر شب وروز جدوجہد کرنے کے بعد تعلیمی بدحالی کا یہ سورج ناکامی کے افق پر طلوع ہوا ہے۔ اب آئیے سرسری طور پر ان وجوہات پہ نظر ڈالتے ہیں۔ یہ میرا ذاتی نظریہ ہے، ممکن ہے آپ اس سے اتفاق نہ کریں۔

(1) اساتذۂ مدارس

(2) انتظامیہ کمیٹی

(3) ہم اور آپ

اساتذۂ مدارس

کسی بھی تعلیمی ادارہ کی تعلیمی ترقی کا انحصار اساتذہ پر ہوتا ہے۔ تجربہ کار، محنتی، دیندار اور ذمہ دار معلم تنہا ادارہ کو بام عروج تک پہنچا سکتا ہے اور دو چند جمع ہو گئے تو ادارہ کی دہلیز پہ کامیابی کی کنیز ہمہ وقت سر جھکائے کھڑی رہتی ہے۔ جہاں ایسے قابل اساتذہ کی جماعت ہے، وہاں اس تعلیمی قحط سالی میں بھی ہریالی نظر آ رہی ہے، مگر آج ایسے اساتذہ مانو عنقا ہوتے جا رہے ہیں۔

آج دینی تعلیم کی بے قدری کا عالم یہ ہے کہ ایک باصلاحیت، باعمل، ذمہ دار اور غیرت مند معلم کسی گیند کی مانند کبھی ادھر کبھی ادھر مارا مارا پھر رہا ہے اور یہ بے غیرت قوم سر بازاران کا تماشہ دیکھ کر من ہی من پھولے نہیں سما رہی ہے، آج مدارس اسلامیہ کے تعلیمی کارواں کو آگے بڑھانے کے لئے جن مدرسین کے انتخاب کو فوقیت دی جاتی ہے ان میں مندرجہ ذیل باتوں کا ہونا

* مضمون نگار دارالعلوم عزیزیہ رضویہ سرھوارہ چھپرہ بہار کے مدرس ہیں۔

ضروری ہے:

’’عالم نما جاہل ہو۔ عالم بے عمل ہو۔ چرب زبان ہو۔ چندہ کرنے میں ماہر ہو۔ پڑھنے پڑھانے سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ بے غیرت اور چاپلوس ہو۔ غیبت، عیب جوئی اور بد گمانی کے ہتھیار سے لیس ہو۔ اپنی تقریر سے سونامی طوفان کا احساس کرادیتا ہو۔ اسی طرح کی مزید دوسری خوبیاں بھی ہوں تو سونے پہ سہاگہ! تاکہ منتظمین اس کی ان ہمہ جہت خوبیوں کے سحر میں گرفتار ہوئے بغیر نہ رہ جائیں۔‘‘

جن مدارس اسلامیہ کو رسول اللہ کا گھر کہا جاتا ہو۔ جن میں پڑھنے والے طلبہ کو ’’مہمان رسول‘‘ کا رتبہ ملا ہو اور جن میں پڑھانے والے اساتذہ کو ’’نائب رسول‘‘ کا منصب عطا ہو، وہاں اگر مذکورہ خوبیوں کے حامل لوگوں کی بالادستی ہو تو وہاں سے علم کی روشنی کے بجائے جہالت کی تاریکی ہی پھیلے گی، ان کے ذریعہ جو پیغام نشر ہوگا، سماج میں ویسا ہی بدلاؤ دیکھنے کو ملے گا۔ جب خود رہنما ایسے ہوں گے تو جن کو یہ راہ دکھلائیں گے، ان میں اچھائیاں کہاں سے آئیں گی؟

مدارس اسلامیہ میں تعلیمی خدمات انجام دینے کے لئے ایک ماہر تعلیم، پابند شریعت، حسن اخلاق سے مزین، محنتی اور ذمہ دار مدرس کی ضرورت ہے۔ یہ فکر ماضی کے سنہرے دور کا حصہ بن گئی۔ موجودہ دور میں اگر آپ ایسی سوچ رکھتے ہیں تو دنیا کی نگاہوں میں آپ احمقوں کے شہر میں بھٹک رہے ہیں۔

انتظامیہ کمیٹی

کسی بھی ادارہ کی ہمہ جہت ترقی کے لئے انتظامیہ کمیٹی کا انتخاب ہوتا ہے جو خلوص وایثار کے ساتھ اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے ادارہ کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیتے ہیں، اس یقین کے ساتھ کہ اس کا اجر ہمیں اللہ ﷻ ضرور عطا کرے گا۔ جب تک ایسے مخلص لوگوں کا انتخاب ہوتا رہا مدارس مرکز علم وفن بنے رہے، سماج میں آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔ مگر دور حاضر میں انتظامیہ کمیٹی کے افراد کے انتخاب کے لئے جو معیار متعین ہے شاید وہ کچھ اس طرح ہے:

’’دنیادار ہو۔ بد اخلاقی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو، فاسق معلن ہو۔ مدرسہ کو اپنی جاگیر سمجھتا ہو۔ ضرورت پڑنے پر طلبہ ومدرسین کو شریعت کی بات بھی بتاتا ہو۔ مدرسہ کے معلمین وطلبہ سے ذاتی کام کرانے کا ہنر ہو۔ سماج میں دبنگ شخصیت کا مالک ہو۔ مدرسہ کی رقم بے خوف ہو کر کھاتا ہو۔‘‘

مندرجہ بالا ’’صفات عالی‘‘ کا حامل شخص اگر مدارس اسلامیہ کی انتظامیہ کمیٹی میں منتخب ہوتا ہے (بیشتر مدارس کی یہی حالت ہے) تو اس مدرسے کا تعلیمی وقار کیسے بحال ہوگا اور دینی تعلیم کی خوشبو مشام جاں کو کیسے مشکبار کرے گی۔ ان مدرسوں میں پڑھنے والے طلبہ کا مستقبل کیسا ہوگا پھر کل یہی طلبہ سماج کا حصہ بنیں گے تو وہ سماج مذہبی اعتبار سے کیسا ہوگا؟ سوچئے۔ سوچئے۔۔ سوچئے۔۔۔ شاید کچھ ہوجائے۔

ہم اور آپ

کوئی بھی ادارہ کسی کے باپ کی پراپرٹی نہیں ہوتا بلکہ وہ قوم کی تمناؤں کا مرکز ہوتا ہے۔ مذہبی ضرورتوں کی تکمیل کرنے کا محور ہوتا ہے اور سماج میں پھیلی برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کرنے والا آلہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قوم کے بیشتر افراد اپنی محنت کی کمائی کا کچھ حصہ ان دینی اداروں میں خرچ کرکے سکون محسوس کرتے ہیں۔ آخرت کی پونجی میں اضافہ کی خاطر خوش دلی کے ساتھ اپنی رقم دے کر مذہبی بیداری کا کام کرتے ہیں اور اس یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں کہ آج ہم جو ان اداروں کو دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا بہتر بدلہ ہمیں کل قیامت میں عطا کرے گا اور یقیناً کرے گا۔

لیکن کبھی آپ نے یہ زحمت کی کہ جس کام کے لئے ہم اپنی محنت کی کمائی مدرسوں میں دے رہے ہیں، وہ کام ہو رہا ہے یا نہیں؟ دینی تعلیم سے سماج کو روشن کرنے والے اساتذہ کی ضرورتیں ہو رہی ہیں یا نہیں؟ طلبائے مدارس کے لئے بہتر انتظام ہے یا نہیں؟ انھیں اچھا کھانا مل رہا ہے یا نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے خلوص سے دیئے ہوئے پیسوں بقیہ ص ۱۶ ر پر

اسلامیات

عقیدہ اور عقیدت! چند غور طلب پہلو

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی ٭

عقیدہ اور عقیدت دو ایسے لفظ ہیں جن کی درست معلومات اور صحیح تعین بے حد ضروری ہے۔ ذرا سی بے توجہی سے معاملہ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے اس لئے مکمل معلومات اور درست مقامات کی تعین از حد ضروری ہے، ہم اسی موضوع پر چند اہم نکات پیش کریں گے۔

عقیدہ: عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم ہے جس کا مادہ عقد ہے، جیسا کہ لغت میں ہے:

”العقیدۃ لغۃ أصل اشتقاق کلمۃ العقیدۃ من عقد۔ یعنی لغوی اعتبار سے عقیدہ عقد سے مشتق ہے۔“

لغوی اعتبار سے عقیدہ تین معانی پر مشتمل ہے: 1—لزوم (لازم ہونا، واجب ہونا) 2—تاکید (تقاضا، زور دینے کا عمل) 3—استیثاق (مضبوط، پکا، مستحکم، مستقل) اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

”لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ أَیْمَانِکُمْ وَلٰکِن یُؤَاخِذُکُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَیْمَانَ۔ یعنی اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمیوں کی قسموں پر! ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا۔“ (سورۂ مائدہ، آیت ۸۹)

اس آیت کریمہ میں لفظ عقد [عقدتم الایمان] مضبوطی اور لازم کرنے کے معانی میں استعمال ہوا ہے، یعنی وہ قسمیں جنہیں تم نے اپنے لئے لازم کیا اور اسے مضبوط بنایا، اسی طرح لفظ عقد واثق کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ رب کا فرمان ہے:

”یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو۔“ (سورۂ مائدہ، آیت ۱)

اس آیت کریمہ میں عقود سے وہ ”پکے معاہدہ“ مراد ہیں جو مخاطبین سے کئے گئے ہیں، یہاں لفظ عقد ”واثق“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

عقیدہ کے متعلق چند اہل لغت ایک معنی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ عقیدہ عقد سے بنا ہے اور عقد کے ایک معنی گرہ [گانٹھ] کے بھی آتے ہیں۔ چونکہ ہر انسان اپنے فکر و خیال کا دھاگہ رکھتا ہے جب اسے کسی بات سے مضبوط تعلق ہو جاتا ہے تو وہ اسی بات پر گرہ لگا لیتا ہے، گانٹھ باندھ لیتا ہے جس کو ہم عقیدہ بنا لینا کہتے ہیں، اصطلاح میں عقیدہ اس دلی بھروسے کا نام ہے جو کسی امر یا شخص کو درست یا حق سمجھنے سے پیدا ہوا ہو، اور یہ بھروسہ اس درجہ مضبوط ہو کہ کسی بھی قسم کے شک و شبہ سے متزلزل نہ ہو، جیسا کہ کہا گیا ہے:

”العقیدۃ فی الاصطلاح ھی اعتقادٌ جازمٌ مُطابقٌ للواقع لا یقبل الشك أو الظن۔ اگر انسان کو کوئی علم درجہ یقین تک نہ پہنچا سکے تو اس علم کو ہرگز عقیدہ نہیں کہا جا سکتا کہ عقیدہ اسی علم و بھروسہ کا نام ہے جس میں کسی قسم کا شک و گمان نہ ہو۔“

اسی طرح اگر کوئی اعتقاد حق اور واقع کے مطابق نہ ہو؛ نہ اس اعتقاد پر کوئی دلیل ہو تو وہ عقیدہ صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ وہ عقیدہ فاسدہ ہے جیسے نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور تثلیث کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ ایسا اعتقاد ہے جو واقع کے خلاف اور دلیل سے خالی ہے۔ اس لئے ایسے اعتقاد کو درجہ قبولیت حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

”فالعلم الذی لم یَصل بالشيء إلی درجة الیقین الجازم لا یُسمّی عقیدۃ. وإذا کان الاعتقاد غیر مُطابق للواقع والحق الثابت ولا یقوم علی دلیل فهو لیس عقیدةً صحیحة سلیمة. وإنّما هو عقیدة فاسدة کاعتقاد النصاری بألوهیّة عیسی و

بالتثلیث۔" [مدخل لدراسۃ العقیدۃ الاسلامیہ، ص۱۲۲]

اصطلاح شرع میں عقیدہ اس اعتقاد (قلبی یقین) کا نام ہے جو اللہ کی الوہیت، وجود ملائکہ، کتب الٰہیہ، انبیا و رسل، روز قیامت، تقدیر خیر و شر اور بعث بعد الموت پر مشتمل ہے۔ انہیں ارکان ایمان بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن عظیم میں مختلف مقامات پر ان ارکان ایمان کا بیان کیا گیا ہے:

"لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ۔ کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔ ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔" (البقرۃ177/کنزالایمان)

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا۔ اے ایمان والو ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتار دی اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو، تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔" (النسا136/کنزالایمان)

"اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّ ذٰلِكَ فِیْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ۔ کیا تو نے نہ جانا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بے شک یہ سب ایک کتاب میں ہے۔ بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔" (الحج70/کنزالایمان)

درج بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان ارکان کا بیان کیا ہے جنہیں اسلام میں عقیدہ کا درجہ حاصل ہے، جیسے ایمان باللہ، ایمان بالرسل، ایمان بالکتب وغیرہ۔

یہ بات بھی خوب ذہن نشین رہے کہ عقیدے میں کسی طرح کا کوئی شک نہ ہو ورنہ ایسا عقیدہ، عقیدہ فاسد کہلاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ عقیدہ اس قلبی کیفیت کا نام ہے جو کسی طرح کے شک و گمان کو قبول نہ کرے اگر کوئی شخص اپنے ذہن میں ایسا عقیدہ رکھے جس پر اسے یقین کامل نہ ہو، شکوک و شبہات ہوں تو ایسا اعتقاد فاسد کہلاتا ہے۔ صحیح عقیدہ وہ ہے جو سالمۃ من الشك (شک سے پاک) ہو۔

اسلام میں عقیدہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، یوں تو اسلام عقیدہ و عمل سے عبارت ہے لیکن چونکہ عمل بغیر درست عقیدہ کے قابل قبول نہیں اس لئے عقیدہ کی حیثیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ عقیدہ مثل بیج کے ہے اور عمل مانند پھل۔ جب تک بیج نہ ہو پھل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اسی لئے عبادت اور اعمال صالحہ سے پہلے عقیدہ صحیحہ کی معرفت لازم ہے، بغیر درستی عقیدہ عمل کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اسی لئے جب کوئی انسان داخل اسلام ہوتا ہے تو عبادات سے قبل اسے توحید و رسالت اور عقائد کی معرفت لازم ہے اسی لئے آقائے کریم ﷺ نے اہل مکہ کو سب سے پہلے توحید و رسالت جیسے عقائد کی دعوت دی، عبادت و معاملات کی نہیں، کیوں کہ جب ایک بار بندے کا عقیدہ اسلام کے تابع ہو جاتا ہے تو عبادات و معاملات میں بھی اسلام کی پیروی آسان ہو جاتی ہے۔

عقیدت: لغوی اعتبار سے عقیدت کے معنی ہیں؛ گرویدگی، (فرہنگ عامرہ، ص۴۲۶) کسی بات کو ٹھیک اور درست جان کر اس پر دل جمانا، کسی بات کی دل میں گرہ باندھنا۔ (فرہنگ آصفیہ، ج ۳، ص ۲۷۸)

جبکہ اصطلاحاً عقیدت اس دلی کیفیت کا نام ہے جو کسی شخصیت، چیز، علاقہ سے گرویدگی کی حد تک وابستہ ہو۔ شخصیت کی محبت و ارادت دل میں راسخ ہو اور اس سے دل کی ڈور مضبوطی سے بندھی ہو۔

جس طرح عقیدہ کا تعلق دل سے جڑا ہوتا ہے ویسے ہی عقیدت کا محور و مرکز بھی دل ہی ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ جس طرح انسان کسی چیز پر عقیدہ جماتا ہے اسی

سے جونسبت بنتی ہے اسے عقیدت کہتے ہیں۔ہاں اتنا فرق ہے کہ لفظ''عقیدہ'' بہت خاص اور اہم مقامات پر استعمال کیا جاتا ہے اور''عقیدت'' کا اطلاق کسی بھی شخصیت یا علاقے سے وابستگی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

عقیدت مندی اور شخصیت پرستی

عقیدت مندی اور شخصیت پرستی قلبی محبت اور دلی وابستگی کی بنیاد پر ایک جیسی ہی ہیں،یعنی دونوں ہی صورتوں میں انسان اپنے ممدوح سے اعلیٰ درجے کی ارادت ومحبت رکھتا ہے،ہاں! دونوں میں تعلق کی نوعیت اور قلبی جذبات کے اظہار واعتراف میں خاصا فرق آجاتا ہے اور یہیں سے دونوں کی سمت جدا ہوجاتی ہے۔عقیدت مندی میں اتباع علی وجہ البصیرت ہوتی ہے،جبکہ شخصیت پرستی میں کورانہ تقلید کا جذبہ موجود ہوتا ہے،آسان لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ عقیدت مندی میں محبت درجہ اعتدال میں ہوتی ہے جبکہ شخصیت پرستی میں غلو کی آمیزش ہوتی ہے۔

عقیدت مندی اور شخصیت پرستی کو اس پیرایہ میں سمجھنے کی کوشش کریں کہ عقیدت میں انسان اپنے ممدوح سے محبت رکھتے ہوئے بھی اختلاف رائے کرسکتا ہے۔اختلاف رائے سے نہ تو اس کی عقیدت مجروح ہوتی ہے نہ اس کی محبت! کیوں کہ کسی بھی معاملے میں صحت رائے کے لئے اختلاف رائے ضروری ہے،اختلاف رائے سے ہی صحت رائے پائی جائے گی بصورت دیگر انسان ایک مخصوص حصار میں قید ہوکر رہ جائے گا۔اختلاف رائے کو برداشت کرنا کشادہ قلبی اور وسعت نظری کی دلیل ہے اور یہ مقام انہیں کو ملتا ہے جو علم وعمل اور تزکیۂ نفس کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں،ہمارے ظرف کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہم اپنی رائے سے اختلاف کرنے والے کو کتنا برداشت کرپاتے ہیں،یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اختلاف رائے کے لئے بھی حدود وقیود اور آداب ہیں،اگر ان کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے اختلاف رائے ہے تو محمود ورنہ مذموم ہے۔

اختلاف کے اصول وآداب

1— اختلاف رائے قرآن وسنت کی بنیاد پر خلوص وللّٰہیت کے ساتھ ہو اور اختلاف کرنے والوں میں وہ اہلیت بھی موجود ہو جو اس کے لئے ضروری ہے،تو ایسا اختلاف ممنوع نہیں،بلکہ امت کے لئے رحمت ہے،اسی کے بارے میں فرمان رسالت ہے:اختلاف امتی رحمة۔

2— اختلاف ایسے مسائل میں ہو جن میں قرآن وسنت نے کوئی واضح فیصلہ نہ کیا ہو،ایسے مسائل جن میں اجتہاد کی گنجائش ہوتی ہے،یعنی ایک سے زیادہ آراء کا احتمال ہوتا ہے،ایسے مسائل میں جو فریق بھی کوئی رائے دلائل کی بنیاد پر قائم کرلے وہ ناجائز اور ناپسندیدہ نہیں ہوتی۔

3— دلائل کی روشنی میں اپنی جو بات بھی راجح معلوم ہو اسے صواب،محتمل خطا اور فریق مخالف کی رائے کو خطا،محتمل صواب سمجھا جائے،اس سے اختلاف اپنے دائرے میں رہے گا اور عناد وشقاق کی نوبت نہیں آئے گی ورنہ اپنی رائے پر اصرار تفرقہ اور انتشار کا سبب ہوسکتا ہے۔

آج کل کچھ لوگ اختلاف برائے اختلاف کرتے ہیں،ان کا طرزِ عمل یہ ہے کہ ایک بات اپنے ذہن وخیال میں صحیح سمجھ لی،بھلے ہی کتنی معمولی بات کیوں نہ ہو،پھر کسی کا کوئی مضمون یا تقریر اس کے موافق دیکھ سن لی تو اب اس کی تعریفوں کے پُل باندھنا شروع۔زبان جب کھلے گی اس کی مدح سرائی میں ہی کھلے گی۔ہر مقام پر اس کی جا بیجا حمایت کی جائے گی،بھلے ہی اس بات میں کتنی ہی سطحیت ہو،اس کے ممدوح میں کتنی ہی خلاف شرع باتیں ہوں،لیکن چونکہ وہ بات ہمیں اچھی لگی ہے اور فلاں شخصیت نے اس کی تائید کی ہے،اس لیے ساری باتوں کو بہت معمولی سمجھا جاتا ہے اور اسی کا نام''روشن خیال تحقیق''اور''غیر جانب دارانہ تجزیہ''رکھ کر اپنے بے لگام نفس کی تسکین کا سامان فراہم کیا جاتا ہے اور جن اکابر کے ارشادات اپنی''فکر عالی''سے متصادم معلوم ہوتے ہیں انھیں ان کے قرار واقعی مقام سے نیچے لانے کی شعوری ولاشعوری کوشش ہوتی ہے،معرفت اہل زمانہ کے نام پر ان کی فہم وفراست کو ایک طرح سے چیلنج کیا جاتا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اسلامیات

''انزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔ لوگوں کو ان کے مرتبے میں رکھا کرو۔'' (مسلم، ابوداؤد)

''اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ۔ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

(کتاب التاریخ، امام بخاری)

لیکن لوگوں کا عجیب حال ہے، ہر طرف افراط و تفریط ہے، اعتدال کہیں نظر نہیں آتا ہے، عصر حاضر میں اختلاف رائے رکھنے والے مختلف قسم کے افراد ہیں۔

بعض کم فہم، احساس کمتری کے شکار، دین بیزار، ان پڑھ اور میڈیائی پروپیگنڈے کے شکار افراد؛ جو انتہائی ڈھٹائی، بے ادبی کے ساتھ کسی بھی رائے کا اظہار واشتہار کرتے پھرتے ہیں، حالانکہ نہ تو ان کے پاس اپنی رائے سے متعلق معقول دلائل ہوتے ہیں، نہ انہیں نتائج کا ادراک ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کسی کی بات کو سمجھنے اور ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں، کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ چند ٹوٹے پھوٹے دلائل تو رکھتے ہیں لیکن انہیں صرف جان چھڑانے کے لئے استعمال میں لایا جاتا ہے، حقیقتاً وہ دلائل انتہائی لچر اور کمزور ہوتے ہیں جس سے ان کا اپنا ضمیر بھی مکمل طور پر مطمئن نہیں ہوتا۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی ناقص معلومات، مفروضوں، پروپیگنڈوں اور افواہوں کے زیر اثر عجیب وغریب رائے کا اظہار کرکے اپنی عقلمندی کا پردہ چاک کرتے ہیں؛ لیکن جب انہیں اصل حقائق کا علم ہوتا ہے تو خاکساری اور حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی سابقہ رائے سے دستبردار ہوجاتے ہیں۔

فی زمانہ بہت سارے کم فہم اور بے ادب افراد اپنے آپ کو اختلاف کا اہل سمجھتے ہیں، ہر معاملے میں اپنی مستقل رائے رکھنے کو بڑائی تصور کرتے ہیں، بالخصوص سوشل میڈیا کی اس برق رفتاری میں معمولی سے معمولی مسئلہ پر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کی بنیاد رکھنا، لایعنی بحث ومباحثہ، لفظی تکرار وجنگ، سب وشتم کرنا کچھ لوگوں کا محبوب مشغلہ ہے۔ واٹس ایپ اور فیس بک کے بے شمار مفتی و محقق وہ ہیں جو نہ مسئلہ سے متعلق احکام کا علم رکھتے ہیں، نہ کسی شخصیت کے مقام و مرتبے سے واقف ہیں، محض سنی سنائی باتوں پر اکابرین کے علم وفضل پر نقد بیجا اور توہین وتضحیک کرتے ہیں اور اسی کو قرین انصاف وتحقیق سمجھتے ہیں، دو چار اخبار پڑھ لیے یا دس پانچ مضمون اخبار ورسائل میں لکھ دیئے اور بس چل دیئے ان لوگوں پر تنقید کرنے جنہوں نے برسہا برس محنت کرکے علوم کے جام پیے ہیں۔ جن کی درس گاہوں سے کتنے ہی لعل و گہر پیدا ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی پر تنقید کرنے، اس کی بات رَد کرنے سے پہلے اس کی بات کی حقیقت، دلائل کی قوت معلوم ہونا ضروری ہے۔ یہ انتہائی نادانی کی بات ہے کہ بغیر بات کو سمجھے ہی اناپ شناپ ہانکنا شروع کردے، یہ تو ایسی بات ہوئی کہ ایک بندر کو کہیں سے ادرک کا ٹکڑا ملے اور وہ خود کو پنساری سمجھنے لگے۔

آقا علیہ السلام نے علاماتِ قیامت میں اس نشانی کا بھی بیان کیا ہے:

''اعجابُ كُلِّ ذِي رَأيٍ بِرَأيِهٖ۔ ہر انسان کا اپنی رائے کو سب سے بہتر سمجھنا۔'' (شعب الایمان، ۶/ ۸۳)

سوئے اتفاق! کہ یہ بیماری آج کل بڑی تیزی سے پیر پسار رہی ہی اور ہر شخص یہی گمان کرتا ہے؛ ہیچو من دیگرے نیست، یعنی جو میری سمجھ میں آ گیا وہی حق ہے، چاہے وقت کا بڑا عالم کچھ کہے یا اکابر علما کی رائے اس سے مختلف ہو، یہ چیز بڑی خطرناک ہے اور اس کی فوری روک تھام بڑی ضروری ہے۔

عقیدت مندی و شخصیت پرستی اور راہ اعتدال

عقیدت مندی اور شخصیت پرستی کے مابین فرق نہ کرنے کی وجہ سے بہت سارے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں، جن کو وقت رہتے حل نہ کیا جائے تو آگے چل کر یہی مسائل عقیدت کی چادر اوڑھ کر عقیدہ بن جایا کرتے ہیں، اس لئے کسی بھی معظم دینی شخصیت سے عقیدت مندی رکھنا قابل تحسین عمل ہے لیکن اس کی شخصیت میں ڈوب کر حق ناحق کو فراموش کرنا سنگین غلطی ہے۔ اس نکتے کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ ہر تعریف کرنے والا،

گلی کوچوں میں نعرے لگانے والا اور بظاہر عزت دینے والا فرد ہرگز ضروری نہیں کہ واقعتاً عقیدت مند بھی ہو، کیونکہ عقیدت نگاہوں میں نہ آنے والا ایک قلبی جذبہ ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ بظاہر خوب تعریف کرنے والا دراصل خوشامدی اور انتہائی عزت دینے والا درحقیقت کسی لالچ و مفاد یا رعب ودبدبے کا شکار ہو، اور اس تعریف وعزت کی آڑ میں اپنے مفاد ومقاصد کی تکمیل چاہتا ہو۔

عقیدت مندی میں عقیدت کی محور ذات سے تمام تر محبت و احترام کے باوجود اختلاف رائے کا اظہار بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ ہر عہد میں اکابرین ملت نے جائز حدود اور ادب کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی ممدوح شخصیات سے اختلاف کیا ہے مگر جو لوگ شخصیت پرستی کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے نزدیک ان کی محبوب شخصیت کے احوال وافعال پر نقد کرنے اور اختلاف رائے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ ان کے یہاں اپنی پسندیدہ شخصیت کے ہر جائز وناجائز قول وفعل کے دفاع میں سچے جھوٹے دلائل تراشے جاتے ہیں۔ ممدوح گرامی کی سال گرہ پر رقص وسرور کی محفلیں سجائی جاتی ہیں، اگر کوئی ان کے متعلق حکم شرع بیان کردے یا علمی پیرایہ میں کتنا ہی معقول نقد کیوں نہ کرے تو ایسی تنقید کو بغاوت کے مترادف سمجھا جاتا ہے، شخصیت پرستی میں اس شخص کے ناقدین سے دل میں بغض، حسد اور کینہ رکھا جاتا ہے جبکہ زبان سے ان افراد کی بھرپور مخالفت اور شدید مذمت کی جاتی ہے، ان پر فتوے باز، شدت پسند جیسے جملے کسے جاتے ہیں، حالانکہ عقیدت مندی میں ناقدین کو بھی عزت واحترام دیا جاتا ہے، کیوں کہ ناقد دراصل شخصیت پرستی کے شکار لوگوں کی درست رہنمائی کرنے والا ہوتا ہے۔

عقیدت مندی دراصل حسن پسندی ہے کہ جہاں اچھائی نظر آئے وہاں دل وجان سے پیروی کی جائے اور جہاں خلاف شرع امور نظر آئیں وہاں احترام وعقیدت کے باوجود اختلاف رائے کا اظہار کیا جائے، حجر اسود کو بوسہ دینا عقیدت ہے اور حجر اسود کی عبادت کرنا شخصیت پرستی ہے، سوئے اتفاق! کہ ہمارے یہاں عقیدت مندی وشخصیت پرستی کو لے کر افراط وتفریط کا ماحول ہے بعض وہ لوگ جو عقیدت مندی کی بات کرتے ہیں وہ عقیدت مندی میں اس حد کو پار کر جاتے ہیں جہاں سے شخصیت پرستی شروع ہوتی ہے، جہاں کوئی سوال کرنا بھی بے ادبی وگستاخی سمجھا جاتا ہے۔ وہیں کچھ لوگ وہ ہیں جو بظاہر شخصیت پرستی سے بچنے کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ خود اعلیٰ درجے کے شخصیت پرست ہوتے ہیں، فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ انہیں اپنی پسندیدہ شخصیت کے مقبول عام نہ ہونے کا افسوس اور اپنی ناپسندیدہ شخصیت کی غیر معمولی شہرت سے حسد وجلن ہوتی ہے، اس لئے وہ شخصیت پرستی کی قباحتیں تو بیان کرتے ہیں لیکن خود ہی کسی کی شخصیت پرستی میں سرتاپا غرق ہوتے ہیں۔

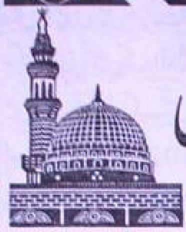
اس لئے انسان کو چاہیے کہ وہ قابل احترام شخصیات سے عقیدت رکھیں، ضرور رکھیں کہ اسلام میں نیکوکاروں کی عقیدت بھی نجات کا ذریعہ ہے لیکن کسی بھی شخصیت کے بارے میں غلو نہ کریں اور ان شخصیات کے متعلق ایسی بات نہ کہیں جو خلاف شرع ہو، جو لوگ دنیوی غرض یا اپنے مادی مفاد کے تئیں شخصیت پرستی کو بڑھاوا دیتے ہیں، وہ لوگ بھی خود احتسابی کریں تاکہ خود بھی اس سراب سے باہر آئیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کے گناہ سے محفوظ رہیں۔

◆◆◆

ص ۵۸ رکا بقیہ

چاہیں جسے ولی کریں، چاہیں جسے غنی کریں
چاہیں جسے نواز دیں غوث الوریٰ کی بات ہے
رہزن کو راہبر کریں، منگتا کو تاجور کریں
نظر کرم جو ڈال دیں غوث الوریٰ کی بات ہے
جنت انھیں کے گھر کی ہے، بخشش انھیں کے گھر کی ہے
وہ بے حساب عطا کریں، غوث الوریٰ کی بات ہے
چوکھٹ پہ ان کی صبح وشام، خلقت کا ہے اک ازدحام
واں بٹ رہی ہیں خلعتیں، غوث الوریٰ کی بات ہے
تو غم نہ کر شکیل آثر، ان کو تری ہے سب خبر
ہوں گی بڑی نوازشیں، غوث الوریٰ کی بات ہے

عقیدۂ ختم نبوت تصانیف رضا کی روشنی میں



از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*

آقائے دوعالم حضور سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیا ہونا اب قطعی ہے کہ نہ صرف یہ کہ اس پر نص قرآنی دال ہے بلکہ صحاح کی بکثرت احادیث جو حدتواتر تک پہنچی ہیں باضابطہ وضاحت وصراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں، میں سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''مسلمان پر جس طرح لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ کو احد اور صمد لاشریک جاننا فرض اول ومناء ایمان ہے یونہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال وباطل جاننا فرض اجل وجزء ایمان ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نص قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعف احتمال خفیف سے توہم خلاف سکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہوکر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر جو اس کا کافر ہونے میں شک وتردد کو راہ دے وہ بھی کافر ہے۔'' (خاتم النبیین ص ۶)

قرآن مقدس کے بائیسویں پارہ کے سورۂ احزاب کی چالیسویں آیت ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت یوں بیان کرتی ہے:

''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ- وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا- یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔''

مذکورہ آیت صراحتاً یہ بتاتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں آپ پر نبوت ختم ہوگئی اور آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ اس آیت کے تناظر میں یہ نہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو قیامت سے پہلے آسمان سے روئے زمین پر نزول فرمائیں گے وہ بھی تو نبی ہیں پھر رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیا ہونا کیوں کر ثابت ہوگا۔ اس ضمن میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں مگر نزول کے بعد وہ اپنی شریعت سابقہ پر نہیں بلکہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے، اسی شریعت مطاہرہ کی روشنی میں احکام نافذ کریں گے اور تبلیغی امور انجام دیں گے، اس پر مستزاد یہ کہ آقائے کریم رسول دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قبلہ کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا فرمائیں گے۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اس قدر مسلم ہے کہ رب کائنات نے لوح محفوظ پر جہاں مخلوقات کی تقدیر لکھی وہیں یہ بھی تحریر فرمائی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین یعنی سب نبیوں میں آخر ہیں۔ جیسا کہ صحیحین شریفین میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان اللہ عزوجل کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل أن یخلق السماوات والارض بخمسین آلفا سنة و کان عرشه علی الماء ومن جملة ما کتب فی الذکر و هو ام الکتاب ان محمدا خاتم النبیین۔ یعنی اللہ عزوجل نے زمین وآسمان کی آفرینش سے پچاس ہزار برس پہلے خلق کی تقدیر لکھی اور اس کا عرش پانی پر تھا من جملہ ان

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

تحریرات کے لوح محفوظ میں لکھا بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔"

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہاں تک روایت ہے کہ پہلے انسان اور اللہ کے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان قلم قدرت سے لکھا ہوا تھا "محمد رسول اللہ خاتم النبیین" یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

بیہقی شریف کے اندر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ ایسی حدیث جلوہ ریز ہے کہ جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ کے وقت رب کائنات نے جہاں اپنے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے یہ فرمایا:

"ولا محمد ماخلقتك۔ یعنی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اے آدم میں تیری بھی تخلیق نہیں کرتا۔"

وہیں یہ بھی فرمایا:

"وهو آخر الانبياء من ذريتك۔ یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری اولاد میں سب سے پچھلے نبی ہیں۔"

آئیے ذیل میں حدیث وتفسیر کی روشنی میں پورا واقعہ اختصار کے ساتھ ملاحظہ کریں اور اپنے ایمان کو جلا بخشیں۔

حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں رہائش کے زمانے میں شجر ممنوعہ کا پھل تناول فرمایا تو رب کے حکم سے آپ زمین پر تشریف لے آئے، یہاں آنے کے بعد اپنی لغزش پر متواتر تین سو سال تک اشک بار رہے اور رب قدیر کی بارگاہ میں توبہ کرتا رہے مگر ان کی توبہ شرف قبولیت سے ہمکنار نہ ہوئی۔ تین سو سال کے بعد آپ کو اللہ کے حبیب مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آیا اور ان کے وسیلۂ جلیلہ سے بارگاہ خداوندی میں یوں عرض گزار ہوئے:

"یارب اسالك بحق محمد ان غفرت لي۔ یعنی اے میرے رب تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتے کر عرض کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما دے۔"

ایسے موقع پر خداوند قدوس نے فرمایا اے آدم! تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کیسے حاصل ہوئی جب کہ وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا بارالہ! میں تو انہیں جانتا نہیں تھا لیکن جب تو نے میرے جسم میں روح پھونک کر تخلیق مکمل فرمائی تو میں نے عرش کی جانب سر اٹھا کر دیکھا تو اس کے پایوں پر لکھا ہوا تھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو پھر مجھے یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ جس ذات بابرکات کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا یقیناً وہ تیرا سب سے زیادہ محبوب ہے۔ رب قدیر نے فرمایا:

"صدقت یاآدم انه راحب الخلق الی واذسالتنی بحقه فقد غفرت لك ولا لا محمد ماخلقتك وهو اخر الانبيا من ذريتك۔ یعنی اے آدم! تو نے سچ کہا بلاشبہ وہ میرے لئے احب الخلق یعنی تمام جہان سے زیادہ محبوب ہے اب چونکہ تو نے میرے محبوب کا واسطہ دیا ہے تو میں نے تیری توبہ قبول کی اور تجھے مغفرت کا پروانہ عطا کیا، اگر محمد ﷺ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا اور یہ محمد تیری اولاد میں سب سے پچھلے نبی ہیں۔"

رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیا ہونا اس قدر واضح ومشہور ہے کہ صرف یہ کہ قرآن مقدس، لوح محفوظ اور حضرت آدم علیہ السلام کے شانوں کے درمیان مکتوب مرقوم ہے بلکہ دیگر آسمانی کتب وصحائف کے اندر بھی جلی حروف کے ساتھ یہ مندرج ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ پہ نبوت کا تمام و اختتام ہو چکا۔ میرے اس دعوے کی پشت پناہ سیدی اعلیٰ حضرت کی نقل کردہ ابن عساکر کی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مروی حدیث ہے:

"قال النبی صلی الله علیه وسلم كان يسمىٰ فی الكتب القديمة احمد ومحمد والماحی والمقفی و نبی الملاحم وحمطايا وفارقليطا وماذماذ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی کتابوں میں میرے یہ نام مکتوب تھے احمد، محمد، الماحی، المقفی، نبی الملاحم، حمطایا، فارقلیطا، ماذ ماذ۔"

اب آپ ان ناموں کے ترجمے ملاحظہ فرمائیں:

احمد: بہت تعریف کرنے والا۔

محمد: جن کی خوب خوب تعریف کی جائے۔

الماحی: کفر وشرک کو مٹانے والا۔

المقفی: پیغمبروں میں پیچھے تشریف لانے والے۔

نبی الملاحم: جہادوں کے پیغمبر۔

حمطایا: حرم الٰہی کے حمایتی۔

فارقلیطا: حق کو باطل سے جدا کرنے والا۔

ماذ ماذ: ستھرا، پاکیزہ۔

کتب سماویہ کے اندر رسول وقار صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب اسم گرامی ''مقفی'' اس بات کی روشن دلیل ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کوئی نوزائیدہ مسئلہ نہیں بلکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جسے کتب سماویہ نے بھی اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے۔

یہ تو کتب سماویہ کی بات تھی اب آیئے صحائف کے بھی زریں اوراق پر نظر ڈالیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب عامر شعبی سے روایت فرماتے ہیں کہ ابو الانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقدس صحیفے میں رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیا ہونا درج تھا، جیسا کہ صحیفہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام میں یوں مرقوم تھا کہ رب کائنات نے اپنے خلیل علیہ السلام سے فرمایا:

''انہ کان من ولدك شعوب حتیٰ یاتی النبی الامی خاتم الانبیا۔ یعنی بے شک تیری اولاد میں قبائل در قبائل ہوں گے یہاں تک کہ نبی امی خاتم الانبیا (صلی اللہ علیہ وسلم) جلوہ فرما ہوں گے۔''

علاوہ ازیں محمد بن کعب قرظی روایت فرماتے ہیں:

''اوحی اللہ تعالیٰ الی یعقوب انی ابعث من ذریتك ملوکا وانبیاء حتیٰ ابعث النبی الحرمی الذی تبنی امتہ ھیکل بیت المقدس وھو خاتم الانبیاء و اسمہ احمد۔ یعنی نبیرۂ ابو الانبیا حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے یعقوب! میں تیری اولاد میں سلاطین وانبیا بھیجتا رہوں گا یہاں تک مبعوث فرماؤں اس حرم محترم والے نبی کو جس امت بیت المقدس کی بلند تعمیر بنائے گی وہ سب پیغمبروں کا خاتم ہے اور اس کا نام احمد ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)''

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مایۂ ناز صحابی ہیں، وہ پہلے جہاں نہ صرف یہ کہ یہودی تھے بلکہ خود یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے وہیں ان کے والد اپنے زمانے میں اعلم علماء توراۃ یعنی توریت کے جاننے والوں میں سب سے بڑے جاننے والے گردانے جاتے تھے۔ حضرت کعب احبار حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد جو بیان فرمایا وہ روح پرور اور ایمان افروز ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات پر غماز ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی علماء تورات وانجیل وزبور بھی جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خاکدان گیتی میں آخری نبی بن کر جلوہ افروز ہوں گے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد علمائے توراۃ میں سب سے بڑے عالم تھے۔ ان کا سینہ علم ومعرفت کا گنجینہ تھا، وہ مجھ سے بے پناہ محبت وشفقت فرماتے تھے اور اپنے علم سے کوئی شے مجھ سے کبھی چھپایا نہیں کرتے تھے وہ چاہتے تھے کہ میں بھی علم وفضل میں یکتائے روزگار بنوں، میری حیرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب ان کا آخری وقت آپہنچا۔ ہوا یوں کہ موت سے پہلے انہوں نے مجھے بڑے پیار سے قریب بلایا اور فرمانے لگے کہ اے میرے پیارے بیٹے! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے اپنی معلومات میں سے کوئی شئے ذرہ برابر بھی تجھ سے مخفی نہیں رکھی، بفضلہ تعالیٰ اب تیرا سینہ علوم ومعارف کا ایک بہتا دریا بن چکا ہے۔ میں نے تازندگی اشاعت علم میں کسی قسم کی بخالت سے کام نہیں لیا۔ اس کی واحد اور بڑی اہم وجہ یہ رہی کہ میں چاہتا تھا کہ میرا بیٹا بھی اپنے وقت کا ایک جید اور لائق وفائق ماہر علوم وفنون ہو۔ لیکن دو ورق تجھ سے روک رکھا۔ اس کے بارے میں اس سے قبل میں

رضویات

نے کبھی تجھے کچھ نہ بتایا۔ نہ بتانے کی وجہ بخل یا اخفا نہیں بلکہ قبل ازوقت اور اندیشہ وخدشہ مانع رہے۔ اب چونکہ میں بستر مرگ پر ہوں۔ جانے کب آجائے پیک اجل کس کو ہے خبر، اگر میں نے موت سے پہلے تجھے یہ بات نہ بتائی تو پھر میں خود کو بھی معاف نہیں کر پاؤں گا، مزید برآں تو ایک ایسی عظیم نعمت سے محروم ہوجائے گا جس کے دامن میں اخروی فلاح اور بہار جنت مضمر ہے۔

لہٰذا اب میرے بیٹے میری بات غور سے سن اور میری موت کے بعد میرے کہا پر عمل کرنے میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کرنا، در اصل بات یہ ہے کہ میرے پاس دو بڑے ہی اہم ورق ہیں جن میں ایک نبی سے متعلق بہت ہی کارآمد اور نفع بخش ایسی باتیں مندرج ہیں جو تیری دنیا وآخرت کی بہبودی کی ضامن ہیں، سچ تو یہ ہے کہ میں نے کئی بار چاہا میرا ضمیر مجھے پیہم اصرار کرتا رہا، میری خواہش مجھے بار بار برانگیختہ کرتی رہی کہ میں اس راز کی اہمیت وافادیت سے متعلق تمہیں باور کرادوں اور فوراً اس کی اہمیت تم پر منکشف کردوں لیکن جب جب میں نے انکشاف کی ہمت کی میرے سامنے یہ اندیشہ مانع رہا کہ مبادا کوئی کذاب مدعی نکل کھڑا ہو اور تو اس متنبی کو سچا جان کر اس کی پیروی کرلے۔ اسے نبی آخر الزماں مان کر اپنے ایمان عقیدے کا سودا کرلے، اپنے دین ودنیا کو تو ہلاکت کے دہانے تک پہنچادے۔ اپنے ہاتھ کی کلہاڑی تو اپنے پاؤں پر مارلے لہٰذا اب چونکہ دنیا کو دائمی خیر باد کہنے کا میرا وقت آپہنچا ہے میری زندگی کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہونے والا ہے میری روح قفص عنصری سے پرواز کرنے کے لئے اپنے پر تول رہی ہے اس لئے میں تجھے بتارہا ہوں کہ دیکھ تیرے سامنے جو طاق ہے اس میں وہ اوراق رکھ کر میں نے ان کے اوپر مٹی لگادی ہے۔ ابھی اسے چھیڑنا نہیں جب نبی آخر الزماں اس زمین پر جلوہ افروز ہوجائیں تو ان اوراق کو پڑھ کر خاتم الانبیا کی بارگاہ میں پہنچ کر ان پر ایمان لے آنا اور تاحیات چاہے حالات کتنے ہی کشیدہ ہوں ان کا بہر صورت پیرو کار بن کر رہنا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کے انتقال کے بعد جب میں نے طاق سے وہ اوراق نکالے تو میں نے دیکھا کہ ان میں بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ لکھا ہوا تھا:

”محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین لانبی بعدہ مولدہ بمکۃ ومہاجرہ بطیبۃ۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں ان کی جائے پیدائش مکہ ہے اور ہجرت گاہ مدینہ۔“

رسول گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیا ہیں، آپ پر نبوت تمام ہوچکی اور آپ کے بعد قیامت تک کسی دوسرے نبی (خواہ مستقل ہو یا ظلی بروز ماتحتی) کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث جو ابو داؤد اور ترمذی کے اندر موجود ہے اس میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ صرف خود کو خاتم النبیین بلکہ علی وجہ بصیرت مزید صراحتاً لائے نفی جنس کے ساتھ لانبی بعدی بھی فرمایا، حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لانبی بعدی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نبیوں میں خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“

اس طرح مسلم شریف میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ختم بی الرسل۔ یعنی مجھ پر رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔“

اس سے پہلے راقم الحروف نے وہ حدیث بھی پیش کی جس میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان مکتوب تھا محمد رسول اللہ خاتم النبیین، لگے ہاتھ مشکوۃ شریف میں مندرج حضرت

عرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

"انہ قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین و ان اٰدم لمنجدل فی طین۔ یعنی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں عند اللہ اس وقت خاتم النبیین لکھا گیا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی گندھی ہوئی مٹی میں تھے۔ بلفظ دیگر ان کی تخلیق مکمل بھی نہیں ہوئی تھی۔"

مذکورہ بالا دلائل وشواہد کے باوجود ختمی مرتبت سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ختم نبوت کا وہی انکار کرے گا جو قرآن وحدیث سے نابلد ہو یا پھر ہٹ دھرمی کا شکار ہو، اس سے پہلے سید اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کا قول پیش کیا جاچکا ہے کہ مسئلۂ ختم نبوت اس قدر اہم ہے کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً محال وباطل جاننا ایک مسلمان کے لئے ایسے ہی فرض ہے جیسے لا الہ الا اللہ پر ایمان رکھنا۔

اس سلسلے میں آیئے خطیب بغدادی کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ مندرجہ ذیل حدیث بطور اختصار ملاحظہ کریں جس کا تعلق واقعۂ معراج سے ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واقعۂ معراج کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

"لما اسری بی قربنی ربی حتیٰ کان بینی وبینہ کقاب قوسین او ادنیٰ وقال لی یا محمد ھل غمك ان یعنك اٰخر النبیین قلت لا قال فھل غم امتك ان جعلتھم آخر الامم قلنا لا۔ یعنی رب کائنات نے شب معراج مجھے اتنا قریب کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمان بلکہ اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا تو ایسے روح پرور موقع پر میرے رب نے مجھ سے فرمایا کیا تمہیں اس بات کا غم ہے کہ میں نے تمہیں آخر النبیین یعنی سارے نبیوں میں آخری نبی بنایا؟ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رب قدیر کی بارگاہ میں عرض کی الٰہ العالمین! نہیں مجھے اس بات کا کوئی غم نہیں ہے، پھر رب کائنات نے آپ سے فرمایا کیا تمہاری امت کو اس بات کا رنج وملال ہے کہ میں نے اسے ساری سابق امتوں کے بعد آخری امت بنایا، آپ نے عرض کی بار الٰہ! نہیں میری امت کو بھی اس بات کا کوئی رنج وملال نہیں۔"

اتنا بیان کرنے کے بعد رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو باتیں ارشاد فرمائیں وہ انتہائی کیف آگیں ہیں اور پہلو بہ پہلو بے حد ایمان افروز بھی ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے خداوند قدوس کے سوال پر نفی میں جواب دیا کہ نہ مجھے اس بات کا غم ہے کہ تو نے مجھے آخر الانبیا بنا کر خاکدان گیتی میں مبعوث فرمایا اور نہ میری امت کو اس بات پر کسی قسم کا رنج وقلق ہے کہ اسے تو نے آخری امت بنایا تو رب قدیر نے اس کی وجہ خود یوں بیان فرمائی:

"انی جعلتھم اٰخر الامم لافضح الامم عندہ ولا افضحھم عند الامم۔ یعنی میرے حبیب! میں نے تمہاری امت کو اس لئے آخری امت بنایا کہ سابق امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں اور اسے اوروں کے سامنے رسوائی سے محفوظ رکھو۔"

مذکورہ بالا حدیث پاک سے جہاں یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی اور آپ کی امت آخری امت ہے وہیں یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ رب کائنات کو اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت سے کس قدر محبت ہے، رب کائنات نے یہ نہ چاہا کہ میرے حبیب کی امت کسی کے سامنے رسوا ہو اور اس کے عیب سے کوئی اور واقف ہو، خدائے لم یزل وبے نیاز کے اس کرم کو دیکھتے ہوئے امید واثق رکھی جاسکتی ہے کہ جب رب قدیر کو یہ نہ گوارا ہوا کہ اس کے حبیب کی امت کے عیوب کو کوئی جانے اور اسے دنیا میں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے تو پھر قیامت کے دن بھی ارحم الرحمین جو ستار العیوب اور غفار الذنوب ہے ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اہل محشر کی سامنے ہمیں ندامت سے محفوظ رکھے گا،

رضویات

اس امید واثق کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے رحیم وکریم خدا اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات پر سر بہ خم رہیں اور ہم خود کو عملی میدان کا شہسوار بنائیں۔

ختم نبوت سے متعلق ایک بین دلیل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث سے ملتی ہے جس میں رسول الملائکہ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام کا وہ بیان مذکور ہے جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق رب قدیر کے ارشادات موجود ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سب سے پہلے خلاق کائنات کا یہ ارشاد پیش کیا یارسول اللہ:

”ان ربك يقول قد ختمت بك الانبياء۔ یعنی آپ کا رب فرماتا ہے کہ میں نے تم پر انبیاء کو ختم کیا یعنی آپ خاتم الانبیا ہیں۔“

اس ارشاد گرامی کے بعد آپ نے خداوند قدوس کے جو دیگر ارشادات پیش کئے، ان کے حرف حرف سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال عظمت شان ظاہر ہوتی ہے، رب کریم نے مزید فرمایا:

”ما خلقت خلقاً کرم علی منك، و قرنت اسمك مع اسمی فلا أذكر فی موضع حتی تذكر معی، ولقد خلقت الدنیا وأهلها لأعرفهم كرامتك علی و منزلتك عندی ولولاك ما خلقت السمٰوٰت و الارض۔ یعنی میں نے کوئی ایسی مخلوق نہیں بنائی جو میرے حبیب سے زیادہ مری بارگاہ میں صاحب عزت ہو، میں نے اپنے حبیب کا نام اپنے نام سے ملایا تا کہ جہاں میرا ذکر ہو وہیں ان کا بھی ذکر ہو، میں نے دنیا اور اہل دنیا سب کچھ اس لئے بنایا کہ میرے حبیب کا مرتبہ ان سب پر ظاہر کروں۔ اگر میرے حبیب نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان کو بھی پیدا نہ کرتا۔“

علاوہ ازیں حدیث شفاعت جو بہت ہی طویل ہے اس کے اندر بھی روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول مرقوم ہے کہ کل بروز قیامت جب اہل محشر قیامت کی ہول ناکی سے مضطرب و بے قرار ہوں گے اور پچاس ہزار سالوں کے برابر طویل ترین دین سے ہراساں ہوں گے۔ سوا نیزے سر کے اوپر سورج کی پر حدت ناقابل برداشت تمازت کی تاب نہ لاکر اہل محشر نہ صرف یہ کہ پسینے سے شرابور ہوں گے بلکہ پسینوں کی ندی میں نہار ہے ہوں گے تو ایسے جانگاہ اور جان گسل موقع پر اہل محشر میں وہ سب بھی شامل ہوں گے جو دنیا میں شفاعت اور وسیلے کے منکر رہے ہوں گے یکجا ہو کر ہر نبی کی بارگاہِ فیض میں شفاعت کی درخواست پیش کریں گے اور یہ کہتے ہوئے گڑگڑائیں گے کہ خدارا ہماری شفاعت فرما کر ان کٹھنائیوں سے ہمیں راحت دلا دیں تو ہر نبی ”اذهبوا الی غیری۔ یعنی میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ“ کہہ کر دوسرے نبی کے پاس بھیج دیں گے، بالآخر مایوس ہو کر جب اہل محشر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کے خواستگار ہوں گے تو آپ برملا فرمائیں گے میں اس منصب کا نہیں ”الی اتخذت الهامن دون الله وانه لایهمنی الیوم الانفسی۔ یعنی مجھے لوگوں نے اللہ کے سوا خدا بنایا تھا مجھے آج اپنی ہی فکر ہے۔ لہٰذا محشر والو! اگر شفاعت چاہتے ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ جو خاتم النبیین ہیں یہ سنتے ہی محشر والوں کی خوشیوں کا ٹھکانہ رہے گا، مسرت و شادمانی سے دلوں کی باچھیں کھل اٹھیں گی۔

سارے کے سارے شاداں و فرحاں دوڑے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ جب خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے: انا لها۔ یعنی میں تمہاری شفاعت کے لئے ہوں۔ آج میری شفاعت سے تمہیں محشر کی جانکاہی سے نجات کا پروانہ ملے گا۔

فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی بروز قیامت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتم النبیین نہیں فرمائیں گے بلکہ اس حدیث شفاعت میں بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ مندرج ہے:

”فیاتون محمداً فیقولون یا محمد انت رسول الله و خاتم النبیین۔ یعنی سارے اولین و آخرین سرور دو عالم

رضویات

صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ پر بہار میں آکر یوں عرض کریں گے کہ حضور! آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیا کے خاتم ہیں ہماری شفاعت فرمائیے۔"

ان احادیث سے یہ بات مترشح ہی نہیں بلکہ متحقق ہو جاتی ہے کہ اولین وآخرین سب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہتے اور مانتے رہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا اس قدر مسلم ہے کہ دراز گوش نے بھی برملا اظہار کیا کہ انبیا میں آپ کے سوا کوئی اور نبی باقی نہیں، اس سلسلے میں سید اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے طویل حدیث فتاوی رضویہ میں پیش فرمایا ہے، اختصار کے ساتھ اس حدیث تمتہ ملاحظہ کریں۔

جنگ خیبر کی عظیم الشان فتح وکامرانی کے بعد حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس ہو رہے تھے، اثنائے راہ یک بیک ایک سیاہ رنگ کے دراز گوش کو آپ نے دیکھ کر اس کا نام پوچھا تو اس نے جواباً عرض کیا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے اور خلاق کائنات نے میرے دادا کی نسل میں اس قدر برکتیں فرمائیں کہ اس میں ساٹھ دراز گوش پیدا کئے اور ہر ایک کو یہ شرف اعزاز بخشا کہ وہ کسی نہ کسی نبی کی سواری کے کام آیا، پھر وہ کہنے لگا:

"وقل کنت اتوقعك ان تركبني لم يبق من نسل جدي غيري ولا من الانبياء غيرك۔ یعنی مجھے یقینی توقع تھی کہ حضور مجھے اپنی سواری سے مشرف فرمائیں گے کہ اب اس نسل میں سوا میرے اور ابنیا میں سوائے حضور کے کوئی باقی نہیں۔"

مزید برآں یہ بھی کہنے لگا کہ میں پہلے ایک یہودی کے پاس تھا جو بڑا ہی ظالم وسفاک انسان تھا، وہ مجھے بھوکا رکھنے کے ساتھ ساتھ مجھ کو زدوکوب بھی کرتا تھا۔

سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دراز گوش کا نام یعفور رکھا تھا، یہاں تک روایتیں ملتی ہیں کہ جب آپ کسی کو بلانا چاہتے تو یعفور کو بطور قاصد بھیج دیتے اور وہ اس شخص کے مکان کی چوکھٹ پر سر مارتا، جب صاحب خانہ باہر آتا تو اسے اشارے سے بتاتا کہ تجھے اللہ کے رسول نے یاد فرمایا ہے، یعفور کے عشق رسول پر قربان جائیے! جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ نے اس دنیائے فانی کو خیرباد کہا تو یعفور آپ کی رحلت کو برداشت نہ کرسکا، یہاں تک کہ آپ کی جدائی کے صدمے سے نڈھال ہو کر حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنوئیں میں گر کر موت کی آغوش میں چلا گیا۔

صرف یعفور دراز گوش کی تخصیص کیا بلکہ سیدی اعلیٰ حضرت نے طبرانی معجم اوسط، معجم صغیر، دلائل النبوۃ تاریخ ابن عساکر وغیرہ کی مستند کتابوں کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ ایک سوسمار نے مجمع عام میں فصیح عربی زبان میں واضح انداز میں کہا کہ یارسول اللہ آپ خاتم النبیین ہیں، واضح رہے کہ یہ حدیث مولائے کائنات ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات میں جلوہ ریز ہے جیسا کہ خصائص کبریٰ اور جامع کبیر میں مندرج ہے۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ قبیلۂ بنی سلیم کا ایک بادیہ نشیں ایک سوسمار کا شکار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اور آپ کے سامنے سوسمار کو ڈال کر کہنے لگا کہ لات عزی کی قسم میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہ لاؤں گا جب تک کہ یہ سوسمار آپ پر ایمان نہ لے آئے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوسمار کو جوں ہی آواز دی اس نے فوراً جواباً عرض کیا:

"لبیك وسعدیك یا زین من اوفی یوم القیامة۔ یعنی اے تمام حاضرین مجمع محشر کی زینت میں آپ کی خدمت وبندگی میں حاضر ہوں۔"

سوسمار کے جواب کو اس وقت وہاں سارے موجودین نے سنا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من تعبد؟ یعنی تو کسی کی عبادت کرتا ہے؟ اس نے عرض کی:

"الذی فی السماء عرشه وفی الارض سلطانه وفی

رضویات

البحر سبیله وفى الجنة رحمته وفى النار عذابه۔ یعنی میں اس ذات کی عبادت کرتا ہوں جس کا عرش آسمان میں، سلطنت زمین میں، راستہ سمندر میں، رحمت جنت میں اور عذاب جہنم میں ہے۔"

پھر آپ نے پوچھا: من انا۔ بھلا میں کون ہوں؟ اس نے عرض کی:

"انت رسول الله وخاتم النبيين قد افلح من صدقك وقد خاب من كذبك۔ یعنی آپ پروردگار عالم کے رسول اور رسولوں کے خاتم ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی وہ مراد کو پہنچا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ نامراد ہوا۔"

رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوسمار کو اس طرح کلام کرتا ہوا بادیہ نشین نے دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا وہ برملا کہنے لگا کہ خدا کی قسم جس وقت میں آپ کے پاس حاضر ہوا تھا، اس وقت میری نظر میں آپ سے زیادہ کوئی شخص دشمن نہیں تھا اور اب آپ مجھے میرے والدین ہی نہی بلکہ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو، اتنا کہہ کر وہ فوراً کفر کی زنجیر توڑ کر کلمۂ طیبہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

مذکورہ بالا روایتوں سے یہ بات مہر نیم روز کی طرح روشن ہو جاتی کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" نہ صرف انسانوں نے تسلیم کیا بلکہ جانوروں نے بھی زبان حال سے بلکہ زبان قال سے بھی بباگ دہل اعلان کیا کہ بلاشبہ آپ پر نبوت تمام ہوئی، اب قیامت تک آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا، جو سرکار ابد قرار، محسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" نہیں مانے وہ جانوروں سے بھی گیا گزرا ہے بلکہ بلفظ دیگر یوں کہوں کہ منکرین ختم نبوت سے جانور بھی صدہا بہتر ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے ان تمام اشخاص سے ہمیں محفوظ و مامون رکھے جو ایمان پر قدغن لگانے میں ذرہ برابر بھی عار محسوس نہیں کرتے۔

◆◆◆

ص ۵۸ / کا بقیہ..

سُرمۂ اہلِ نظر ہے مٹی اُن کے پاؤں کی
جاں فزا، ہر ایک نقشِ پا ہمارے غوث کا

ہر قدم پر ہے کمالوں کی نئی اک کہکشاں
مخزنِ انوار ہے رستہ ہمارے غوث کا

ان کی ہستی وقت کے آفاق پر مثلِ ہلال
ہے اجالا ہر گھڑی تازہ ہمارے غوث کا

دیکھتے ہیں چشمِ حیرت سے اُسے شمس و قمر
اِس قدر پُرنور ہے روضہ ہمارے غوث کا

ہر نشانِ زندگی ہے لازوال و بے مثال
آج بھی کردار ہے زندہ ہمارے غوث کا

فکر و فن، علم و ہنر میں بحر ناپیدا کنار
ہے نصابِ ارتقا، اسوہ ہمارے غوث کا

زندگی کا لمحہ لمحہ، مثلِ گل ہے عطر بیز
گلشنِ جاں خوشنما سارا ہمارے غوث کا

روحِ ملت کو عطا فرمائی ہے تازہ حیات
کارنامہ ہے بہت اعلیٰ ہمارے غوث کا

ہیں صحابی، تابعی کے بعد وہ سب سے عظیم
کون ہے امت میں ہم پایہ ہمارے غوث کا

گوش بر آواز ہو جاتی تھی ساری کائنات
ہوتا تھا ایسا حسیں خطبہ ہمارے غوث کا

ان کی مدحت، دو جہاں میں سربلندی کا سبب
کیسا رفعت ساز ہے نغمہ ہمارے غوث کا

آ کے شامل ہوتے ہیں افلاک سے حور و ملک
جب زمیں پر ہوتا ہے جلسہ ہمارے غوث کا

کون سمجھے، کون جانے اے فریدیؔ ان کا اوج
جب فلک ہے اولیں زینہ ہمارے غوث کا

◆◆◆

رضویات

امام احمد رضا کی فارسی شاعری میں صوفیانہ اثرات

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

گزشتہ سے پیوستہ

سرزمین ہند میں اور بھی صاحب علم وفن، اربابِ فکر ودانش پیدا ہوئے ایک سے بڑھ کر ایک دانشور نمود پزیر ہوا امام احمد رضا سے پہلے بھی اور بعد میں بھی، مگر امام احمد رضا جیسا کوئی نہ ہوا، یہ انفرادیت، یہ امتیاز اور شانِ زیبائی یقینی طور پر کرشمہ قدرت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انوکھا معجزہ ہے امام احمد رضا کی اس قبولیتِ عامہ اور دوامی شہرت کو عقل و خرد کی کسوٹی پر کسا نہیں جاسکتا ہے جن افراد نے اسے کسوٹی پر کسنے کی کوشش کی وہ بلاوجہ بغض وعناد کے اندھیروں میں جا گرے اور کدورتوں کو اپنے سینوں میں پناہ دیدی کہ ع

عجب بندوں کے دل میں غل ہے یا غوث

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جسے وہ بڑھاتا ہے، اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں گھٹا سکتی ہے اور جسے وہ ترقی کی راہ دکھاتا ہے اسے کوئی بھی زوال پذیر نہیں کرسکتا ہے کہ یہ قدرت کا انوکھا فیصلہ ہے کاش اگر اس طرح کا فیصلہ بندوں کے ہاتھ میں ہوتا تو کسی کو بھی عزت کے ساتھ وہ جینے نہیں دیتا جس طرح یہاں کے نوابوں اور راجاؤں نے اپنے علاقوں کو تعلیم وتربیت سے نا آشنا رکھا ہے یہی کچھ حال یہاں بھی ہوتا۔ امام احمد رضا نہ صرف عالم دین اور مفکر ملت تھے بلکہ ان کا دل صاف شفاف آئینہ تھا اور اپنے مبارک سینہ میں معرفت ربانی اور نور یزدانی بھی رکھتے تھے اور عشق وولا اور محبت رسول میں ہمہ وقت محو رہا کرتے تھے استغراق وانہماک کا یہ عالم تھا کہ جب آنکھیں بند کرتے تو عالم بالا کی سیر کرتے اور اسرار ورموز کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہوتے اور جب آنکھیں وا ہوتیں تو ان میں شگفتہ تفکرات کی لکیریں ابھری ہوتیں اور جبین ناز سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہوئی محسوس ہوتیں۔ یہ تمام خوبیاں آپ کی ذات میں اس لئے پائی جاتی تھیں کہ آپ صحیح معنی میں غوثِ پاک کے سچے غلام تھے۔ امام احمد رضا نے خود اسے بیان فرمایا آپ تحریر کرتے ہیں:

”ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ والد ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اور اونچی سواری ہے،،، حضرت والد ماجد نے کمر پکڑ کر مجھے سوار کیا اور فرمایا گیارہ درجہ تک تو ہم نے پہونچادیا آگے،،، اللہ مالک ہے میرے خیال میں اس سے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی مراد ہے۔“

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے اس خواب کا بیان ”الملفوظ حصہ سوم“ میں کیا ہے اسے خواب تصور کرکے نظر انداز نہ کیا جائے کہ یہ خواب کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کا نہیں ہے یہ امام احمد رضا کا خواب ہے ایک عالم دین اور فقیہ اعظم کا خواب ہے ایک مومن اور صاحبِ دل کا خواب ہے ایسوں کا خواب حقیقت پر مبنی ہوتا ہے اور اس سے صداقت کا اظہار ہوتا ہے، اسی لئے میں اس خواب کو حقیقت پر مبنی تصور کرتا ہوں خود امام احمد رضا نے اس خواب کی حقیقت کا اعتراف کیا اور فرمایا: میرے خیال میں اس سے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی مراد ہے، اس خواب کو بیان کرتے ہوئے اس کے تناظر میں مولانا بدرالدین درج ذیل تبصرہ کرتے ہیں کہ:

”اللہ جل مجدہ نے اپنے برگزیدہ بندہ احمد رضا کو مقدس دین اسلام کی خدمات جلیلہ کے صلہ میں ولایت کاملہ کا منصب عظیم عطا فرمایا تھا اور سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی نے اعلیٰ حضرت کو قطبیت کا تاج کرامت بخشا تھا، چنانچہ اگر ایک طرف آپ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے نائب ہیں تو دوسری طرف سیدنا غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی

رضویات

*مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مظہر بھی ہیں، آپ نے جس شان سے احیائے دین وتجدید ملت کے فرائض منصبی کو انجام دیا وہ شاہد عدل ہے کہ آپ کی ذات گرامی حضور غوث اعظم شہنشاہ بغداد کی تجلی گاہ تھی۔ (حیات اعلیٰ حضرت)

میں اپنے قارئین سے گزارش کروں گا ''الملفوظ،، کی اس عبارت اور مولانا بدرالدین صاحب علیہ الرحمہ کے اس تبصرہ کو اپنے پیش نظر رکھیں اور پھر غور کریں، میرا اذعان بول رہا ہے کہ آپ بھی یہی محسوس کریں گے کہ:

''گیارہویں درجہ تک رسائی سے مراد صرف اور صرف،، سرکار غوثیت کی غلامی،، ہی ہوسکتی ہے اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ الملفوظ کی اس عبارت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس غلامی کے حصول میں آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد نقی علی علیہ الرحمۃ کی کوشش زیادہ تھی نیز اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ خود آپ کے والد گرامی بھی اسی منزل پر فائز تھے کسی اور کو اس منزل پر فائز کرنے کی صلاحیت بھی آپ کی شخصیت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ذرا خود بھی اس بات پر سوچنے کہ جو اس منزل پر خود فائز نہ ہو وہ کسی دوسرے کو اس پر کیسے فائز کرسکتا ہے؟ یہی وہ منزل ہے جس پر فائز ہونے سے سرکار غوثیت کے انوار و تجلیات کی بارش ہونے لگتی ہے اور شخصیتیں نکھرنے لگتی ہیں، اعلیٰ حضرت کے اس منزل پر فائز ہونے کے بعد آپ تجلی گاہ سرکار غوثیت بن گئے اور شب و روز آپ کی شخصیت نکھرنے اور نتھرنے لگی سرکار غوث نے اپنے اس غلام کو کیا دیا؟ اور کتنا دیا؟

یہ کون بتا سکتا ہے؟ لفظوں میں اس قدر طاقت وتوانائی کہاں؟ جو اس کا احاطہ کر سکے حالانکہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ الفاظ اور جملے ہی معانی وخیالات اور جذبات کے حامل ہوتے ہیں مگر غلام اور مولیٰ کے مابین جو فرط شوق اور ازدیاد اشتیاق ہوتا ہے لفظوں کے پیکر میں اتنی توانائی کہاں؟ جو اسے کشید کر سکے اور خود میں اسے جذب کر سکے، ہاں صرف اس قدر بتایا جاسکتا ہے کہ سرکار غوث نے اپنے اس غلام کو جو دینا چاہا وہ دیا اور جو دینا چاہے گا وہ دے گا اس سے زیادہ کچھ اور کہنا بہت زیادہ مشکل ہے ارباب شوق اس بات سے غافل نہیں کہ اس خواب نے یہ ثابت کردیا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مبارک قلب مثل آئینہ صاف شفاف ہوگیا، امام احمد رضا فاضل بریلوی کو اس گیارہویں درجہ تک رسائی کے بعد والد گرامی حضرت مولانا نقی علی علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا ''آگے اللہ مالک ہے'' بہت ہی زیادہ معنی خیز اور لائق مطالعہ ہے کہ اس سے بہت سے اسرار و رموز منکشف ہوتے نظر آرہے ہیں۔

میں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بیان کردہ خواب اور اس میں جو اسرار و رموز پائے جاتے تھے بیان کردیا ہے اس کو نظر میں رکھتے ہوئے اپنے دل سے فیصلہ کریں کہ فن تصوف کی روسے آپ کی شخصیت میں نکھار کس انداز کا پایا جاتا ہے...

اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا جب وصال ہوا تو حضور اشرفی میں علیہ الرحمہ نے عالم بیداری میں دیکھا کہ فرشتے ان کے جنازے کو اپنے کاندھوں پر لئے ہوئے ہیں...ایک شامی بزرگ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ کی نورانی مجلس میں کسی کے آنے کا انتظار ہو رہا ہے اس شامی بزرگ نے پوچھا سرکار کس ذات گرامی کا انتظار ہے؟ ارشاد ہوا! احمد رضا ہندی کا! اس کے علاوہ آپ کی شخصیت سے بہت سی کرامتوں کا ظہور بھی ہوا...یہ تمام شواہد اس بات کو ثابت کرتے ہیں امام احمد رضا نہ صرف علوم شریعت ہی کے عالم ومحقق تھے بلکہ علوم باطن میں بھی اپنی مثال آپ تھے، نہ صرف آپ علم باطن کے تعلق سے اصول ونظریات ہی رکھتے تھے بلکہ عملی طور پر مقامات سلوک کی سیر میں بھی رہا کرتے تھے...سیر کی کیا کیفیت ہوا کرتی ہے اس بارے میں کسی کو کیا معلوم؟ اس کا علم تو خود سرکار اعلیٰ حضرت کو تھا یا پھر انہیں تھا جو امام احمد رضا فاضل بریلوی کو منازل کی سیر کرایا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت کی شاعری

حضرت سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جہاں اپنے

رضویات

دل کے جذبات اور قلبی واردات کے اظہار کے لئے اردو شاعری کا انتخاب فرمایا، وہیں آپ نے فارسی زبان میں بھی شاعری کی ہے گو کہ کلام فارسی بہت کم ہے باوجود اس کے جس قدر ہے بہت خوب ہے۔۔۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنی صفائے باطن اور تزکیہ نفس نیز والد مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں بارگاہ غوثیت میں اذن باریابی حاصل کرلی تھی۔۔۔یہ سیر ''سیر قلبی'' تھی یا یہ کہا جائے کہ یہ سیر ''سیر روحی'' تھی اسی لئے عالم خواب میں یہ منازل طے ہوئے اور سرکار غوث کے انتظام وانصرام کے تحت آپ نے اپنے پیر مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور لوگ اس بارگاہ میں صاف دل لے کر نہیں آیا کرتے تھے اس لئے ان سے ریاضت کرائی جاتی تھی اور سرکار اعلیٰ حضرت جس وقت پہنچے تو آپ کا دل نہایت ہی صاف شفاف تھا اور مثل آئینہ چمکتا تھا، اسی لئے مرشد گرامی نے آپ سے ریاضت نہ کرائی۔۔۔بلکہ انہیں تو صرف نسبت کی ضرورت تھی اور بیعت وخلافت حاصل ہو جانے کے بعد یہ نسبت حاصل ہوگئی۔۔سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے پیر ومرشد کے بارے میں جو فرمایا میں اسے پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں، یہ منظوم خراج عقیدت بڑی طویل ہے جس کا عنوان درج کیا جا رہا ہے:

''ترنم عندلیب قلم بر شاخسار مدح اکرم حضور پیر مرشد برحق علیہ رضوان الحق'' ترجمہ: حضور پیر و مرشد برحق کی مدح و توصیف کی بہت سی ڈالیوں پر عندلیب قلم کی نغمہ سرائی۔''

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول

وہ دل کس قدر اچھا ہے جسے آل رسول کی محبت نصیب ہو جائے، وہ کس قدر خوش نصیب ہے جو آل رسول پر فدا ہو جائے۔

گناہِ بندہ بخش اے خدائے آل رسول
بر برائے آل رسول از برائے آل رسول

اے آل رسول کے خدا اس بندہ کا گناہ بخش دے
آل رسول کے واسطے اور آل رسول کے واسطے

ہزار درج سعادت برآرد از صدفے
بہائے ہر گوہر بے بہائے آل رسول

سعادت کے بہت سی موتیاں سیپ سے نکالتا ہے
آل رسول کے ہر موتی کی قیمت بیش قیمت ہے

سیہ سپید نہ شد گر رشید مصرش داد
سیہ سپید کہ سازد عطائے آل رسول

کوئی سیاہ دل شفاف نہ ہوگا اگرچہ کوئی رشید مصر اس کی رہنمائی کرے، ہاں! آل رسول کی عطا اس سیاہ دل کو شفاف کر دیتی ہے

اذا رُؤا ذکراللہ معائنہ بینی
من وخدائے من آنست ادائے آل رسول

تمہیں خدا یاد آجائے گا جب تم دیکھو گے
مجھے اور میرے آقا کو۔ کہ آل رسول کی ادا ہی ایسی ہے

خبر دہد تگ لا اِلٰہ الا اللہ
فنائے آل رسول بقائے آل رسول

لا الٰہ الا اللّٰہ کی ضرب اس بات کی خبر دیتی ہے
آل رسول کا فنا ہونا ہی آل رسول کی بقا ہے

ہزار مہر پرد در ہوائے اوچو ہبا
بروزنے کہ درخشد ضیائے آل رسول

ہزاروں سورج اڑتے ہیں ان کی فضا میں جس طرح ذرات
اس روشن دان میں جس میں آل رسول کی ضیا چمکتی ہے

نصیب پست نشیناں بلندیست ایں جا
تواضع است مرتقائے آل رسول

اس آستانہ پر گردن جھکائے بیٹھنے والوں کے لئے بلندی ہے
کہ عجز وانکساری ہی آل رسول بلندی ہے

برآ بہ چرخ بریں وببیں آستانۂ او
گراں بہ خاک وبیا برسمائے آل رسول

چرخ بریں سے باہر آ اور ان کے آستانے کو دیکھ
زمین پر بیش قیمت اور آ، آل رسول کے آسماں کی طرف

قبائے شہ بگلیم سیاہ خود نخرد
سیہ گلیم نہ باشد گدائے آل رسول

بادشاہی قبا گلیم سیاہ کے عوض وہ خود نہیں خریدتا
اور جو آل رسول کا گدا ہے وہ سیاہ گلیم والا نہیں ہوسکتا

یہ کل دس اشعار ہیں اور ہر شعر کے نیچے اس کا اردو ترجمہ لکھ دیا گیا ہے...اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان دسوں اشعار میں کہاں کہاں صوفیانہ اثرات پائے جاتے ہیں، ویسے تو میرا ہر ایک قاری مجھ سے زیادہ جانتا ہے کہ اس فارسی کلام میں صوفیانہ اثرات میں سے کیا کیا اثر پایا جاتا ہے؟اس بارے میں کچھ باتیں بیان کی جارہی ہیں...اگر کوئی تحریر پسند آجائے تو دعا دیجئے اور اگر کھٹک جائے تو دعا فرمائیں کہ وحدہ لاشریک میری اصلاح فرما دے،بس یہی آپ سے دعا ہے اور میرے دل کی آواز بھی ہے۔

پہلی بات...یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے ''قلم ناز'' کو بطور استعارہ ''عندلیب'' فرمایا اور ''سرکار آل رسول'' کی مدح سرائی مختلف شاخوں میں پھیلی ہوئی ہے ورانہیں شاخوں پر بیٹھ کر ''عندلیب قلم'' نغمہ وترنم میں منہمک ہے...شاعری کی دنیا میں بلبل کو عشق ومحبت...پیار وخلوص...کرب واضطراب اور بے لوث جذبوں کی علامت تصور کی جاتی ہے...اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے پیر ومرشد کی تعریف وتوصیف اور مدح سرائی کو ایک پھل دار درخت کے روپ میں دیکھا ہے...یہ بھی ایک استعارہ ہے جو اسلوب بیان کو جمالیاتی بنارہا ہے اور شگفتہ بیانی کو حسیں اور خوبصورت بنارہا ہے...ایسی صورت میں ترنم ریزی کیا لطف ومزہ دے رہی ہے جو سننے سے نہیں بلکہ چکھنے سے تعلق رکھتی ہے...بلبل کا اس قدر قریب ہونا اور خود مدح سرائی کی شاخوں پر براجمان ہونا انتہائی درجہ کی قربت کو ثابت کررہا ہے...انتہائی قربت ''جمع'' کی علامت ہے اور قریب ہونا ''تفرقہ'' کی نشانی ہے...ارباب فکر سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ''جمع وتفرقہ'' تصوف کی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح ہے...اور اسی کو صوفیانہ اثر کہا جاتا ہے...یہ کمال تو صرف ''عنوان مدح سرائی'' میں پایا جاتا ہے۔

دوسری بات...یہ ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قریب ہوئے مگر کس کے قریب ہوئے،اس کے قریب ہوئے جو پیر بھی ہے اور مرشد برحق بھی اور وہ حق کی رضا بھی ہے...ایسی شان رکھنے والی ذات گرامی سے مخاطب ہونا اور اس کے مقام قرب میں جگہ پالینا بھی یوں ہی حاصل نہیں ہوتا...بلکہ اس کا محرک اگر کچھ ہے تو سرکار اعلیٰ حضرت کی صفائے قلب ہے اور تزکیۂ نفس ہے...جو خالص صوفیانہ اثر ہے اس سے یہ بات منکشف ہوجاتی ہے کہ آپ اپنے دور میں صوفیانہ تجربات اور مشاہدات سے لبریز رہا کرتے تھے...لہٰذا ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے کلام فارسی میں صوفیانہ اثرات پائے جاتے ہیں اور بہت گہرے اثرات پائے جاتے ہیں اور لوگ تو ہلکے پھلکے اثرات کے سبب ہی صوفی کہلائے جاتے ہیں اور یہاں گہرے اثرات کے باوجود اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے آپ کو صوفی کہتے ہیں اور نہ ہی ان کے چاہنے والوں نے انہیں ''صوفی'' کے نام ولقب سے موسوم کیا ہے...آخر ایسا کیوں کیا گیا؟اس کے پیچھے بھی بہت سارے راز چھپے ہوئے ہیں...اس تعلق سے ہمارے قارئین خود ہی فکر کریں...گہرائی تک پہونچیں اور پھر فیصلہ کریں...بات خود ہی سمجھ میں آجائے گی۔

تیسری بات...حضور آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح و وصف نگاری کے لئے جو عنوان منتخب کیا گیا اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مندرجہ بالا اشعار میں جو عمومی فضا تیار ہوتی ہے،اس میں قلبی کیفیات اور دل کی واردات پائی جاتی ہیں اور اس کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاعر ان کے قدموں میں نثار ہوتا چلا جارہا ہے اور اپنی شان طمطراق کو پیچھے چھوڑتا جارہا ہے...انہیں تو بس ایک محبوب کی لازوال شخصیت ہی درکار ہے اور یہ شخصیت انہیں مل گئی ہے...گزشتہ صدیوں میں پیر کی تلاش کے لئے نہ جانے کیا کیا کرنا پڑتا تھا...ایک جگہ کھڑے ہوکر انتظار کرنا...مہینوں کی صحبت میں رہنا اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑتا تھا...تاریخ کے اوراق میں ایسے بہت سے واقعات پائے جاتے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب کسی کے دل میں پیر ومرشد کی تلاش کرنے کا جذبہ ابھرتا تھا تو وہ اپنے سارے اثاثہ کو بیچ کر خدا کی راہ میں نکل

رضویات

جایا کرتے تھے خود سرکار خواجہ غریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باغ کو بیچ کر سفر پر روانہ ہو گئے تھے اور پھر ہر جگہ سے گھومتے ہوئے خواجہ عثمان ہارونی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے یہ سب کیا ہے؟ کہیں یہ سفر جسمانی طور پر پایا جاتا ہے اور کہیں روحانی طور پر... کہیں ذہنی سفر اختیار کیا گیا اور کہیں قلبی سفر سے کام لیا گیا اور امام احمد رضا فاضل بریلوی نے قلبی سفر سے کام لیا کہ آپ کا قلم عندلیب عشق و محبت بن کر اپنے پیر کی صحبت میں رہا اور ہر طرح کے حرص و آز سے بے نیاز ہو کر اپنے پیر و مرشد کی نغمہ سرائی میں مشغول ہے کیا یہ صوفیانہ اثر نہیں ہے؟ ہاں ہاں صوفیانہ اثر ہے جو سرکار اعلیٰ حضرت کے کلام فارسی میں پایا جاتا ہے۔

چوتھی بات... یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں: وہ دل بھی کیا دل ہے جس میں آل رسول کی محبت پائی جاتی ہے اور وہ سر بھی کیا مبارک سر ہے جو ان کے قدموں پر نثار ہے... ان مذکورہ بالا کلمات سے جو جذبے ابھر کر سامنے آتے ہیں یہ بڑے ہی حسین اور خوبصورت جذبے ہیں جو کسی انسان کو ملا کرتے ہیں ہر ایک انسان میں یہ جذبے کہاں پائے جاتے ہیں اور میں تو یہاں تک کہا کرتا ہوں یہ جذبے اسی دل میں ابھر کر سامنے آتے ہیں جو صوفیائے کرام کا دل ہوا کرتا ہے... ارباب ہوش و خرد کیا جانیں؟ کہ جذبے کیا ہوتے ہیں؟ اور جذبہ لطیف سے سرشار دل کی کیا حیثیت ہوا کرتی ہے؟ انہیں تو بس وہی بات پسند آتی ہے جو ان کی سمجھ میں آتی ہے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر انسان کو ہر بات پسند آجائے ہر جگہ عقل کام میں نہیں آتی ہے بلکہ کچھ مقامات ایسے بھی ہوا کرتے ہیں جہاں ہوش و خرد کو چھوڑنا پڑتا ہے جیسا کہ اقبال نے کہا ہے۔ ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے ان اشعار میں جو باتیں کہی ہیں وہ خالص عشق و محبت کے جذبات ہیں بس ان کے انہیں جذبات نے ان کے کلام فارسی کو خالص صوفیانہ شاعری بنادیا ہے اور اس میں سوز و گداز کی ہلکی ہلکی آنچ پیدا کر دی ہے ...جو صوفی ازم نظریات کے حامل انسانوں کو "قرب یار" کی لذتوں سے آشنا کرتی رہتی ہے... سلامت رہیں ایسے لوگ جن کے سہارے زندگی کے ویران صحراؤں میں حیات نو کی چہل پہل برقرار رہتی ہے اگر یہ نہ ہوتے تو پھر کیا ہوتا؟ اور یہ جہاں والے کہاں رہتے؟... اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ زمیں کے اوپر رہیں یا پھر زمین کے نیچے... بہرحال وہ ہمارے درمیاں رہتے ہیں اور ان کا یہ رہنا بھی کام کرتا ہے، اگر یہ کام کسی کو نظر نہ آئے تو اس میں ہم جیسے آنکھ والوں کا کیا قصور ہے؟ بلکہ یہ قصور ان کا ہے جو آنکھ رکھتے ہوئے بھی بے آنکھ دکھائی دیتا ہے۔

پانچویں بات... یہ بات حقیقت ہے کہ تواضع اور عجز و انکساری صوفیوں کے یہاں پسندیدہ مضامین ہیں... اسی لئے صوفیائے کرام اپنی تعلیمات میں تواضع اختیار کرنے کی نصیحت کیا کرتے ہیں... اسی تواضع کو اپنانے کے لئے نفس اور اس کی خواہشات کو ترک کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے... امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی ایک اچھوتے انداز میں تواضع، فروتنی اور عجز وانکساری کا ذکر کیا ہے... جیسا کہ آپ کے کلام سے نمایاں ہوتا ہے کہ میرے پیر و مرشد کے دربار عالی میں تواضع اختیار کرنے والوں کے لئے بلندی ہی بلندی ہے اور جو عجز و انکساری سے کام لیتا ہے میرے پیر و مرشد اسی کو آگے بڑھاتے ہیں اور اسی کو ترقی دیا کرتے ہیں... تواضع اور عجز و انکساری جیسی باتیں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فارسی شاعری صوفیانہ اثرات سے لبریز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو جو بلندی عطا ہوئی ہے اس کے پیچھے ان کا تواضع ہی تو ہے کہ ان کی شخصیت نکھر کر ایسی ہوئی کہ ان کی جیسی شخصیت نہ ان کے دور میں پائی جاتی تھی اور نہ ہی ان کے بعد ایسی کوئی شخصیت پائی جاتی ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے یہ بھی فرمایا: میرے پیر و مرشد کا آستانہ زمین پر گراں قیمت رکھتا ہے تو پھر ان کے آسماں اور بلندی کا کیا عالم ہوگا... کوئی مصری طبیب حاذق کسی

سیاہ کو سفید نہیں کر سکتا ہاں سیدی آل رسول وہ طبیب حاذق ہے جو سیاہ دل کو بھی صاف وشفاف دل والا کر دیتا ہے جو انہیں چاہتا ہے کبھی وہ سیاہ پوش گلیم والا نہیں ہوسکتا ہے۔۔۔ یہ وہ مضامین ہیں جن کے بارے میں کہا جاسکتا ہے یہ معاملہ کسی عقل کا نہیں ۔۔۔ بلکہ دل کا معاملہ ہے اور جہاں دل کا معاملہ سامنے آجاتا ہے وہیں سے صوفیانہ اثرات کی شروعات ہوا کرتی ہے۔۔۔لہٰذا اس بات میں کسی شک وتردد کی گنجائش نہیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے ہوش وخرد اور فلسفہ ومنطق کو پورے طور پر اپنے دل کے دائرہ میں لاتے ہوئے اس سے وہی کام لیا جو آپ کا دل کہا کرتا تھا۔۔۔اسی کا دوسرا نام "صوفیانہ اثرات" ہے چاہے وہ اعلیٰ حضرت کی اردو شاعری ہو چاہے وہ فارسی شاعری ہو ہر جگہ دل کا ہی معاملہ ہے اس لئے ان کی فارسی شاعری میں صوفیانہ اثرات پائے جاتے ہیں اور اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ یہ اثرات سطحی اور سرسری طور پر نہیں پائے جاتے ہیں بلکہ ان میں گہرائی ہے اور زبردست گہرائی ہے۔

تصوف کی دنیا میں فنا کا تصور عام طور پر پایا جاتا ہے اور فنا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی بڑی شخصیت کی ضیا پاشیوں میں اپنے آپ کو گم کر دینا ہے۔۔۔ارباب طریقت کبھی اپنے آپ کو شیخ کی محبت میں فنا کر دیا کرتے ہیں اور کبھی غوث پاک کی محبت میں، کوئی اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے اور پھر اس منزل سے ابھرنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیا پاشیوں میں فنا ہونے کی منزل آتی ہے اور جو اس منزل میں کامیاب ہوجاتا ہے وہ فنا فی اللہ کی جانب روانہ ہوجاتا ہے۔۔۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی اس منزل سے استفادہ کیا ہے۔۔۔جہاں تک اردو شاعری میں اس کیفیت کے پائے جانے بات ہے تو اعلیٰ پیمانہ پر پائی جاتی ہے اور جب فارسی شاعری کی بات آتی ہے تو اس میں یہ کیفیت بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔۔۔میں نے اعلیٰ حضرت کی فارسی شاعری میں سے جن دس اشعار کا انتخاب کیا ہے وہ ابتدائی اشعار ہیں جن میں صوفیانہ اثرات کی کمی نہیں ہے، اسی سلسلہ کو دراز کرتے ہوئے کچھ اور اشعار پیش کرنا چاہتے ہیں۔

دوائے تلخ مخور شہد نوش ومژدہ نیوش
بیا مریض بدار الشفائے آل رسول

کڑوی دوا نہ پی، شہد پی اور خوش خبری سن
اے مریضو! آل رسول کے "دارالشفاء" میں آ

رسول داں شوی از نام او نمی بینی
دوحرف معرفہ در ابتدائے آل رسول

ان کے نام ہی سے رسول داں ہوجائے گا کیا تو نہیں دیکھتا؟
کہ ان کے نام کے دو حرف ہی رسول کی معرفت کرا دیتے ہیں

بخدمتش نخرد باج وتاج رنگ وفرنگ
سپید بخت سیاہ سرائے آل رسول

ان کی خدمت گار کو نہ ٹیکس چاہیے نہ تاج اور نہ ہی فرنگی رنگ، آل رسول کی حویلی میں آنے سے سیاہ نصیب والا بھی سپید ہوجاتا ہے

اگر شب است وخطر سخت ورہ نمی دانی
ببند چشم وبیا بر قفائے آل رسول

اگر اندھیری رات ہے سخت خطرے اور راستہ نہیں جانتے ہو
تو آنکھیں بند کرو اور آل رسول کے پیچھے چل دے

اس میکدہ میں ہرگز نہ جا جہاں سیاہ کار لوگ رہا کرتے ہیں
آل رسول کی اس خانقاہ میں آ جہاں نور ہی نور رہوا کرتا ہے

مرو بمجلس فسق وفجور شیاداں
بیا بانجمن اتقائے آل رسول

فسق وفجور کی مجلس میں نہ جا جہاں مکر وفریب والے رہا کرتے ہیں
آنا ہی ہے تو آل رسول کی انجمن اتقاء میں آ

مرو بدامگہ ایں دروغ بافاں ہیچ
بیا بجلوہ گہِ دل کشائے آل رسول

جھوٹ گڑھنے والے کی بزم میں ہرگز نہ جا
بلکہ آل رسول کی دلکش جلوہ گاہ میں آ

ازاں بانجمن پاک سبز پوشاں رفت
کہ سبز بود دراں بزم جائے آل رسول

اسی انجمن سے بہت سے سبز پوش گزر چکے ہیں
کہ اسی بزم میں آل رسول کی مسند سبز ہوا کرتی ہے

رضویات

پہلی قسط

شکست شیشہ ہجر و پری بشیشہ ہنوز
زدل نمی رود جلوہ ہائے آل رسول

ہجر وفراق سے شیشہ دل ٹوٹ گیا اور پری اب تک شیشہ میں ہے، کیونکہ دل سے آل رسول کا جلوہ جاتا ہی نہیں ہے

صبا سلام اسیران بستہ بال رساں
بطائران ہوا وفضائے آل رسول

اے صبا! شکستہ بال و پر اسیروں کا سلام پہنچادے آل رسول کی فضا اور ہوا میں اڑنے والے پرندوں تک

مذکور بالا تمام شعروں میں کس بزرگ کا ذکر ہے؟ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے اور یہ ذکر بھی کسی ایک جہت سے نہیں بلکہ مختلف جہتوں سے کیا گیا ہے... اگر صرف ایک ہی جہت سے ذکر کیا جاتا تو اس بات کا شبہ ہوسکتا تھا کہ ہوسکتا ہے یہ ذکر غیر شعوری طور پر آگیا ہو... مختلف جہتوں سے ذکر کئے جانے کے سبب یہ شبہ بھی جاتا رہا اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت آل رسول کا ذکر کسی غیر شعوری عمل کا نہیں بلکہ شعوری عمل کا نتیجہ ہے جس میں فطری جذبات اور قلبی وارادات کی دنیا آباد ہے اور یہ ذکر بھی کوئی خشک ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں لطف بھی پایا جاتا ہے اور لذت شادکامی بھی... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کہیں اور کسی مقام پر اپنا کوئی ذکر نہیں کیا ہے... اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ عملی طور پر ''تصور شیخ اور فنافی الشیخ'' کی منزل پر فائز تھے اور آپ نے اپنی فارسی شاعری میں وہی کیا جو اس منزل کا تقاضا تھا اور اس کے آداب تھے... اس سے بڑھ کر اور صوفیانہ اثرات کیا ہوسکتے ہیں... میں نے تصوف کی بہت سی کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس میں ارباب تصوف کا ذکر بڑے مزے مزے سے کیا جاتا ہے... بدایوں کی تاریخ میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا حضرت خواجہ عزیز کوتوال سے ملنے کے لئے تشریف لائے اور جب ملاقات ہوئی تو حضرت خواجہ عزیز کوتول نے بزرگوں اور ان کے واقعات وحالات کا ذکر کیا... اسی طرح ''اخبار الاخیار'' اور ''تذکرۃ الاولیا'' میں کیا ہے بزرگوں کے حالات ان کے واقعات اور ان کی نصیحتیں پائی جاتی ہیں... ان کتابوں میں تصوف اور سلوک کے منازل کا کہیں ذکر نہیں ملتا ہے اور پھر بھی ان کتابوں کو تصوف کی کتابوں میں شامل کیا جاتا ہے... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے فارسی کلام میں بھی اپنے پیر ومرشد کا ذکر کیا ہے اور اسی ذکر سے ان کی فارسی شاعری میں صوفیانہ اثرات کے پائے جانے کا ثبوت ملتا ہے... اہل علم اس بات سے واقف ہیں کہ جب کسی فن کا تعارف کیا جاتا ہے تو اس فن کا پس منظر... موضوع اور اس کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی التزام رہتا ہے کہ اس فن کے ماہرین کا بھی تذکرہ کیا جائے... ماہرین کا ذکر کئے بغیر صحیح معنی میں فن کا تعارف نہیں ہو پاتا... پیران عظام اور مشائخ کرام ہی فن تصوف کے ماہرین ہوا کرتے ہیں... اس لئے ان کا تذکرہ فن تصوف کا تذکرہ ہوا کرتا ہے۔

حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ کا دربار وہ عالی دربار ہے کہ جس کی نسبت اس دربار سے ہوجاتی ہے وہ بہت ہی بڑا بن جاتا ہے اور اس کی شخصیت کا تذکرہ ستاروں کی انجمن میں ہونے لگتا ہے خواہ وہ کیسا بھی ہو اور اس کی حیثیت کچھ بھی ہو لیکن اس دربار میں آنے کے بعد وہ عالی وقار اور عظیم شان وشوکت والا بن جاتا ہے اور وہ ایسا چمکتا ہے کہ اس کی چمک کے سامنے ماہ وخورشید کی چمک بھی ماند پڑ جاتی ہے اسی دربار عالی وقار کی نسبت پر سرکار اعلیٰ حضرت نے بھی فخر وناز کا اظہار کیا ہے۔

........جاری

ص ۵۸/ کا بقیہ........

ہر آن لب پہ ذکرِ خدا ذکرِ مصطفیٰ
جلوت ہے جیسی ویسی ہی خلوت ہے غوث کی

عزت سے دیکھتی ہے اسے ساری کائنات
موجود جس کے دل میں محبت ہے غوث کی

باطل پسند فرقے گئے نار کی طرف
جنت میں جانے والی جماعت ہے غوث کی

گوہر اسی لئے انہیں کہتے ہیں دستگیر
مشکل میں دستگیری کی عادت ہے غوث کی

اعلیٰ حضرت اور محدث سورتی کے گہرے روابط

از: مولانا محمد ابو ہریرہ رضوی*

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی اور حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہما الرحمہ ماضی قریب کے اجلہ علما میں سے ہیں، یہ بتانے کی ضرورت نہیں. کہ ان دونوں بزرگوں کے باہمی روابط اور پر اخلاص تعلقات کی داستان رفاقت تقریباً نصف صدی کو محیط ہے، دونوں حضرات ایک دوسرے کا بے حد احترام کیا کرتے تھے، محدث سورتی اگرچہ عمر میں اعلیٰ حضرت سے بڑے تھے مگر پھر بھی آپ اعلیٰ حضرت کو ہر معاملے میں فوقیت دیتے تھے اور ان کے علم وفضل کے ہر مقام پر معترف رہے۔

اب اس عنوان کے تحت اعلیٰ حضرت سے ان کے گہرے روابط کے چند شواہد ملاحظ فرمائیں:

محدث سورتی کا یہ اعلیٰ حضرت سے محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ اپنے "مدرستہ الحدیث" کا سنگ بنیاد آپ کے ہاتھوں سے رکھوایا "تحریک مخالفت ندوہ" میں اعلیٰ حضرت کے دست وبازو بنے رہے اور اس سلسلے میں آپ کے مشورہ کو ہر مشورے پر مقدم رکھتے، غائبانہ میں جب کبھی اعلیٰ حضرت کا نام آجاتا تو فرط محبت سے گردن خم کر لیتے، تدریسی محفلوں میں آپ بار بار اعلیٰ حضرت کا تذکرہ فرماتے، اسی طرح ایک دن آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ذکر میں رطب اللسان تھے کہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ جو ان دنوں ایک طالب علم کی حیثیت سے درس گاہ میں موجود تھے، عرض گزار ہوئے، حضور گستاخی معاف! مجھے ایک بات اب تک سمجھ میں نہ آسکی، میں نے سنا تا کہ جو جس کا کھاتا ہے اسی کا گاتا ہے آپ کے تعلق سے مجھے علم تھا کی آپ کو شرف بیعت حضرت فضل الرحمن گنج مرادآبادی سے حاصل ہے لیکن کبھی ان کا تذکرہ میرے ان کانوں نے نہ سنا البتہ امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت کا خطبہ آپ خوب والہانہ انداز میں پڑھتے ہیں۔"

شاگرد کے اس سوال پر محدث سورتی علیہ الرحمہ نے جو جواب دیا اسے عشق کی آنکھوں سے پڑھیے! فرماتے ہیں:

" جب میں نے پیر ومرشد سے بیعت کی تھی تو بایں معنیٰ مسلمان تھا کہ میرا سارا خاندان مسلمان خاندان سمجھا جاتا تھا، مگر جب اعلیٰ حضرت سے ملنے لگا تو ایمان کی حلاوت مل گئی اب ایمان وہی نہیں بلکہ بعونہ تعالیٰ حقیقی ہے جس نے حقیقی ایمان بخشا اس کی یاد سے اپنے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں" حضرت محدث اعظم ہند پھر عرض گزار ہوئے" حضور! علم حدیث میں کیا وہ آپ کے برابر ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں، پھر فرمایا: شہزادے صاحب! آپ کچھ سمجھے کہ ہرگز نہیں کا کیا مطلب ہے؟ سنیے: اعلیٰ حضرت امیر المومنین فی الحدیث ہیں میں سالہا سال اس فن میں تلمذ کروں تو بھی ان کا پاسنگ نہیں ٹھروں گا۔ (1)

محدث سورتی کو اعلیٰ حضرت سے کس حد تک لگاؤ تھا اس واقعہ سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، ملک العلما علامظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

"حضور اعلیٰ حضرت پیلی بھیت میں مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے یہاں تشریف لے گئے دوران قیام ایک روز کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی اور بوجہ نقاہت پالکی میں تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا من جملہ اور متوسلین ومعتقدین کے خود محدث سورتی صاحب ممدوح پاپیادہ پالکی کے پیچھے پیچھے ہو لیے چوں کہ کہاروں کی رفتار تیز تھی، آپ نے سعی فرمائی یہاں تک کہ دوڑنا شروع کر دیا اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ نعلین شریفین در بغلیں کرلیں شارع عام پر عام بلکہ تمام حضرات حیرت واستعجاب سے پالکی اور مولانا ممدوح کو دیکھ رہے تھے یکایک کہاروں نے کاندھا بدلنے کے لیے پالکی روکی چوں کہ حضرت محدث سورتی

رضویات

صاحب تیز روی سے ہمراہ تھے، لہٰذا رو میں پالکی کی کھڑکی کا سامنا ہو گیا، جس وقت اعلیٰ حضرت کی نظر حضرت محدث سورتی پر پڑی کہ وہ برہنہ پا پالکی کے ہمراہ ہیں۔ کہاروں کو حکم دیا پالکی یہیں رکھ دو اور فرمایا: مولانا یہ کیا غضب کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضور تشریف رکھیں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، محدث صاحب نے فرمایا: آپ بہت کمزور اور ابھی مکان دور ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا تو آپ یہیں سے واپس تشریف لے جائیے تب پالکی میں بیٹھوں گا ورنہ میں بھی پیدل چلوں گا بالآخر محدث صاحب کو واپس لوٹنا پڑا تب پالکی آگے بڑھی، چوں کہ حضرت محدث سورتی بھی وہاں مدعو تھے اعلیٰ حضرت کے پہنچ جانے کے بعد ان رئیس صاحب نے دوبارہ پالکی حضرت محدث صاحب کے لیے بھیجی۔(2)

ایک مرتبہ چند مسائل کی تحقیق کے لیے حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ پیلی بھیت سے بریلی تشریف لے گئے، اتفاق سے جب آپ آستانۂ رضویہ پر پہنچے تو اس وقت رات کے دو بج رہے تھے اعلیٰ حضرت اس وقت تحریری کام میں مشغول تھے۔ حضرت محدث سورتی نہایت ادب کے ساتھ اعلیٰ حضرت سے ملے، عام طور پر اس وقت کھانا موجود ہونے کا بہت کم ہی تصور کیا جا سکتا ہے، لیکن اس آستانے کا حال ہی کچھ اور ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خادم سے فرمایا کہ گھر پر خبر کر دو کہ پیلی بھیت سے محدث صاحب تشریف لائے ہیں، تین آدمیوں کا کھانا بھیج دیں جب کھانا پیش کیا گیا تو اعلیٰ حضرت بھی مہمان کے ساتھ دسترخوان پر رونق افروز ہو گئے، کھانے میں نیبو اور پیاز بھی کچھ زیادہ مقدار میں دسترخوان پر موجود تھی، محدث سورتی نے مسکرا کر فرمایا کہ

اس وقت سیخ کے کباب ہوتے اور زیادہ لطف دیتے (محدث سورتی کباب بہت شوق سے کھاتے تھے) مہمان کی اس خواہش کو سنتے ہی اعلیٰ حضرت گھر میں تشریف لے گئے اور چند منٹ کے بعد جب باہر آئے تو ہاتھ میں ایک چٹنی کی پلیٹ تھی جس میں 16 کباب سیخ کے موجود تھے۔ قاری احمد صاحب رقم طراز ہیں کہ کبابوں سے گرم گرم بھاپ نکل رہا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی تیار کیے گئے ہیں، جملہ مہمان، اعلیٰ حضرت کی اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔(3)

محدث سورتی جب التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی تحریر فرما رہے تھے تو ایک دن مسودہ آپ کی چوکی سے گم ہو گیا، آپ نے بہت تلاش کیا مگر نہ ملا، اعلیٰ حضرت سے اس کی گم شدگی کے بارے میں فرمایا گیا، چناں چہ آپ نے جواب دیا، ضائع نہیں ہوا بلکہ احتیاط سے رکھا ہوا ہے نیز آپ نے محدث سورتی سے فرمایا کہ آپ کی مسجد میں جنوں کی ایک جماعت رہتی ہے ان میں ایک صاحب علوم اسلامیہ سے واقف ہیں اور آپ کے درس حدیث میں بھی شامل رہتے ہیں وہ دیکھنے کے لیے لے گئے تھے مگر واپس رکھنا بھول گئے، آپ مسجد میں تلاش کیجیے، جب اس کی تلاشی ہوئی تو وہ مسودہ ایک اونچے طاق پر حفاظت سے رکھا ہوا ملا۔(4)

یہاں ٹھہر کر اعلیٰ حضرت کا ایک مکتوب جو انہوں نے محدث سورتی کے نام لکھا ملاحظہ کر لیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ: مولانا الاسد الاسد الاشد الانسد الامجد الاوحد

مولانا محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ فتویٰ لاہور سے آیا جسے دیکھ کر میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا اور دیر تک انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا رہا، جواب لکھنا فرض تھا مگر ابھی لاہور نہ بھیجا بلکہ اس کی دو نقلیں روانہ خدمت کرتا ہوں اوّل تا آخر حرف بہ حرف ملاحظہ فرمائیں، اگر رائے سامی میں صحیح ہو اپنی تصدیق مع مہر نیز دستخط مولوی عبد الاحد صاحب اگر تشریف رکھتے ہوں، دونوں نسخوں پر فوراً بیرنگ ارسال فرمائیں کہ پھر میں اسے مولوی نعیم الدین صاحب (صدر الافاضل) کے پاس بھیجوں اور ان کی بھی تصدیق کے بعد لاہور روانہ کروں، اگر رائے والا میں تصدیق فرمانا مناسب نہ ہو تو معاً فوراً دونوں نسخے بیرنگ واپس فرما دیں پھر مراد آباد بھیجنا بھی ضروری نہ ہوگا، و

السلام دیر نہ فرمائیں والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ۔

28/ جمادی الاولی 1330ھ یوم الجمعۃ المبارک (5)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس مکتوب سے چند باتیں نمایاں ہوکر سامنے آتی ہیں، ایک تو یہ کہ اعلیٰ حضرت ماہر عقلیہ اور نقلیہ ہونے کے باوجود فتویٰ نویسی میں حد درجہ احتیاط فرماتے تھے اور کسی مختلف فیہ مسئلہ میں اپنے معاصر علمائے کرام کی تصدیق لے کر ہی استفتا ارسال فرماتے تھے، دوسری بات یہ کہ اپنے ہم عصر علمائے کرام سے آپ کے اچھے روابط تھے بالخصوص حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ سے آپ کو بے پناہ عقیدت ومحبت تھی۔

جب محدث سورتی کا وصال ہوا تو اعلیٰ حضرت نے اس آیت قرآنی سے مادہ تاریخ وفات نکالا ''يطاف عليهم بآنية من فضة واكواب'' خدا کی شان دیکھیے کہ محدث سورتی کے وصال کے 6 سال بعد جب اعلیٰ حضرت کا انتقال ہوا تو آیت مذکورہ میں صرف واؤ کے اضافے سے اعلیٰ حضرت کا سن وفات 1340ھ نکل آیا۔

اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ یوں رقم طراز ہیں: فقیر قادری جب استاذی محدث سورتی کے وصال شریف کے بعد بنظر تعزیت پیلی بھیت حاضر ہوا اس کے بعد اعلیٰ حضرت بریلی شریف کی قدم بوسی کے لیے حاضری دی، ایک دن حضور نے اثنائے تذکرہ فرمایا: کہ میں نے حضرت محدث صاحب کی تاریخ وفات آیت کریمہ سے پائی جس سے ان کا مرتبہ بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ آیت کریمہ حضور نے تلاوت فرمائی "يطاف عليهم بآنية من فضة واكواب" اسی وقت میں نے آیت کریمہ کے اعداد جوڑے تو 1334ھ نکلے، لیکن میرے دل میں ایک کھٹک تھی جس کو کہنے کی ہمت نہ ہوئی، لیکن اعلیٰ حضرت نے اس پر مطلع ہوکر فرمایا: کیا کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

اتنا اشارہ پاکر میں نے عرض کیا آیت کریمہ "ويطاف" ہے اس پر تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ پوری آیت اس بندۂ خدا کی تاریخ ہوگئی جس کا انتقال چھ سال بعد میں ہوگا، اس وقت میرا ذہن حضور کی طرف نہ گیا لیکن جب حضور کا انتقال 1340ھ میں ہوا تو معاً خیال آیا کہ اعلیٰ حضرت نے اس دن کو اپنی ہی طرف اشارہ فرمایا تھا مگر میں سمجھ نہ سکا۔ (6)

محدث سورتی کی اعلیٰ حضرت سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ روح نکلنے سے چند منٹ پہلے حضرت محدث سورتی کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے" اسباب باندھو، پالکی منگاؤ اور مجھ کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں لے چلو، جلدی کرو، ایسا نہ ہو کہ گاڑی چھوٹ جائے۔ (7)

دونوں خانوادوں کے درمیان اتنے گہرے روابط تھے کہ محدث سورتی کی نماز جنازہ میں جہاں خلق خدا کا ہجوم تھا وہیں اعلیٰ حضرت کے دونوں صاحبزادے حجۃ الاسلام حضور حامد رضا خان اور مفتی اعظم علیہما الرحمہ تشریف لے گئے تھے اور حضرت حجۃ الاسلام نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حوالہ جات

(1) جام نور کا محدث اعظم نمبر: اپریل 2011ء ص 59
(2) حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص 295
(3) حیات اعلیٰ حضرت جلد سوم ص 295
(4) حیات اعلیٰ حضرت، جلد سوم، ص 250
(5) کلیات مکاتیب رضا، جلد دوم، ص 132
(6) حیات اعلیٰ حضرت جلد سوم ص 283
(7) تذکرہ محدث سورتی، ص 178

ص ۵۶ کا بقیہ ....

اور ان کے تصرفات ہم ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ بیرون ہند اور ساری دنیا میں ہم سب سنّی دیکھتے ہیں اور انہیں کی برکات کا صدقہ ہم سب سنّیوں کو ملتا ہے۔

.... جاری

پھیلائے ہوئے دل کے داماں، بغداد چلو، بغداد چلو
سرکار کے جلووں سے روشن، حضرت کا جمال انور ہے
وہ پھول ہیں باغ زہرا کے، سیرت میں کمال حیدر ہے
ملتا ہے وہاں قرب یزداں، بغداد چلو، بغداد چلو

رضویات

حضورِ تاج الشریعہ بحیثیت استاذِ کامل

از: مفتی محمد انور علی رضوی *

رضویات

استاذ العلماء، قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور مفتی اعظم ہند نادرِ روزگار عبقری شخصیتوں میں سے ایک ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیاں اور محاسن وکمالات سے نوازا، اعلیٰ حسب ونسب، خاندانی رعب و دبدبہ، دین حق پر استقامت، فیوض وبرکات وکرامات، پاکیزہ سیرت واخلاق، درس وتدریس، بحث وتحقیق کی اعلیٰ بصیرت لاجواب علمی استحضار وخداداد فنی صلاحیت، فصاحت بیان وبلاغت لسان پر زبردست قدرت، فقہ وافتاء میں بے مثال مہارت وحذاقت جیسی اوصاف حمیدہ سے آراستہ فرمایا حضور تاج الشریعہ کے فیض وبخشش، فضل وکمال اور حسن وجمال کا ایک عالم معترف ہے، آپ کے رخ انور کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے دنیا بے چین وبیقرار رہتی تھی جس بستی سے گذر جاتے انسانوں کا ہجوم سیلاب کی طرح امنڈ پڑتا اور لوگ یہ نعرہ لگانے لگتے بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ علم کا دریا بخشش کا ذریعہ تاج الشریعہ، جس جلسہ وکانفرنس میں آپ تشریف لے جاتے حاضرین عام وخاص کی توجہ کا مرکز بن جاتے۔

ولادت باسعادت

عدیم المثال، مجمع الکمالات اور جامع الصفات شخصیت کا نام نامی اسم گرامی ہے محمد اسماعیل عرف اختر رضا خان، تاج الشریعہ، جانشین حضور مفتی اعظم ہند اور علامہ ازہری میاں کے لقب سے معروف ومشہور ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۴؍ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ/۲۵؍فروری ۱۹۴۲ محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی، حضور تاج الشریعہ مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں کے صاحبزادے اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں کے پوتے اور سرکار اعلیٰ خضرت امام احمد رضا خاں کے پرپوتے ہیں اور حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں کے نواسے ہیں، یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور تاج الشریعہ کے کمالات علمیہ، اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ کے اپنے تو اپنے بیگانے بھی قائل ومعترف ہیں۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے درس وتدریس کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا تھا کہ جامعہ میں درس حدیث دیتے تھے اور اپنے دولت خانے پر بھی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوہر لٹاتے تے اچھے اچھے عالم، فاضل، مفتی حضرات درس حدیث میں شریک ہوتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ حضور تاج الشریعہ ایسے مشفق ومخلص ومہربان استاد تھے کہ دور ودراز سے آئے ہوئے تشنگان علوم نبویہ کو اپنے فیضان علمی روحانی حقانی سے سیراب کرتے تھے آپ کا افہام وتفہیم اتنا عمدہ اور لاجواب تھا کہ طلبا کو اچھی طرح تشفی ہوجاتی تھی، حضور تاج الشریعہ ایسے نوادرات، علمی نکات، فقہی معلومات کو بیان فرماتے تھے کہ سوننے والے باغ باغ ہوجاتے۔

درس وتدریس

مرکز اہل سنت یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں جب آپ صدر المدرسین کے عہدے پر فائز تھے راقم الحروف نے بھی آپ کی بارگاہ عالی جاہ میں زانوئے ادب تہ کیا ہے یعنی پورے تین سال تک آپ سے درس حاصل کیا اور علمی پیاس بجھائی اور آپ ہی کے دور صدارت (۱۹۷۸ء) میں جامعہ رضویہ منظر اسلام سے راقم الحروف کو دستار فضیلت و سند فراغت حاصل ہوئی، بلا مبالغہ آپ کے پڑھانے اور سمجھانے کا انداز ہی نرالا تھا کہ جب مسند تدریس پر بیٹھ کر حدیث

* مضمون نگار جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے استاذ ہیں۔

شریف کا درس دیتے تو امام بخاری کی یاد تازہ ہو جاتی، معقولات کے اسباق پڑھاتے تو امام رازی کی یاد آنے لگتی اور عربی ادب کی کتابیں پڑھاتے تو معلوم ہوتا کہ عربی ادب کا کوئی ماہر فن اور فنی ادیب ہے اور جب دار الافتاء میں رونق افروز ہو کر مسائل شرعیہ کی تحقیق فرماتے تو حضرت امام اعظم کا عکس جمیل نظر آتا اور جب فقہ حنفی پر محققانہ کلام فرماتی، تو آپ کی تحریرات میں فقہاء کرام کی نورانیت نظر آتی۔ اکثر و بیشتر بارگاہ رسالت مآب کے گستاخوں کا رد بلیغ فرماتے تو امام احمد رضا اور حضور مفتی اعظم ہند کی جانشینی کا حق ادا فرماتے۔

شعر و شاعری

استاذ الاساتذہ مخدوم گرامی استاذی حضور تاج الشریعہ علما، فضلا، فقہا، ادبا، نقبا میں مقبول و محبوب اہل اسلام اور مداح خیر الانام تھے۔ شعر و سخن کا شوق آپ کو زمانۂ طالب علمی سے ہی تھا آستانۂ رضویہ پر منعقد ہونے والے مشاعرے میں بھرپور حصہ لیتے اور اعلیٰ کامیابی حاصل ہوتی۔ آپ کو شعر و شاعری خاندانی وراثت میں ملی تھی۔ آپ کا کلام بلاغت نظام حاصل مشاعرہ ہوتا تھا آپ کی شاعری میں رنگ تغزل نمایاں طور پر پایا جاتا تھا۔

حضور مفتی اعظم ہند کے معتمد

مرشد برحق تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند کے آپ چہیتے تھے، آپ کی بات کو حضور مفتی اعظم ہند مانتے اور پسند فرماتے تھے، سرکار مفتی اعظم ہند نے تاج الشریعہ کو اپنا ایسا معتمد علیہ بنایا تھا کہ حضور مفتی اعظم ہند نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ ان کا قول میرا قول ہے، ان کی تحریر میری تحریر ہے۔

قادر الکلامی

ایک بار کا واقعہ ہے کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ و الرضوان کے دولت خانے پر محفل میلاد منعقد تھی اس میں مولانا عبد الحمید رضوی افریقی حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کی لکھی ہوئی مشہور نعت پاک ؎

تو شمع رسالت ہے عالم تیرا پروانہ
تو ماہ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ

پڑھ رہے تھے، جب یہ مقطع پڑھا۔

آباد اسے فرما ویراں ہے دل نوریؔ
جلوئے تیرے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

تو مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ بحمدہ تعالیٰ فقیر کا دل تو روشن ہے، اب اس کو یوں پڑھو ؎

آباد اسے فرما ویراں ہے دل نجدی
جلوے تیرے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

اس وقت جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ محفل میں رونق افروز تھے، آپ فوراً حضور مفتی اعظم ہند کے سامنے عرض کیا: حضور مقطع کو اس طرح پڑھ لیا جائے ؎

سرکار کے جلووں سے روشن ہے دل نوریؔ
تا حشر رہے روشن نوری کا یہ کاشانہ

حضور مفتی اعظم ہند نے یہ مقطع بہت پسند فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔ (روایت کردہ قاری امانت رسول صاحب پیلی بھیت)

منظر اسلام سے محبت

حضور تاج الشریعہ کے دار العلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام میں مسند تدریس کو سنبھالتے ہی تعلیم و تعلم کا ماحول خوشگوار ہو گیا تھا، اسی نتیجہ میں آپ کو آپ کے برادر اکبر قائد اہل سنت مفکر اسلام حضور ریحان ملت علیہ الرحمہ صدر المدرسین کے عہدے پر مقرر کر دیا۔ آپ نے عرصۂ دراز تک اس اہم عہدے پر فائز رہ کر اکناف عالم سے آنے والے طلبہ کی ایک لمبی کھیپ تیاری کر دی اس طویل فہرست میں میرا بھی نام شامل ہے۔ میں نے حضرت کو گھر سے لے کر درس گاہ تک خوب دیکھا ہے، سفر و حضر میں بھی دیکھا، ہر جگہ علمی مشغلہ، تعلیم و تعلم سے وابستہ، تصنیف و تالیف سے شغف، فتویٰ نویسی میں انہماک اور رشد و ہدایت میں مشغول پایا، بسا اوقات وقت ملاقات ایام درس کا مجھ سے تذکرہ بھی کرتے تھے، اس پر مجھے تعجب و حیرت بھی ہوتی تھی کہ کب کی بات ہے اور حضرت کو آج بھی یاد ہے۔ اللہ اللہ کیسے وہ شفیق استاذ تھے۔

حضرت تاج الشریعہ نے مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کے لئے بھی چند جامع اشعار پر انوار ارشاد فرمائے ہیں جن میں

رضویات

سے راقم الحروف کو بروقت ایک شعر یاد ہے ؎

منظر دین حق یادگار رضا
مرکز اہل سنت پہ لاکھوں سلام

اہل حق سے محبت اہل باطل سے نفرت

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ایسے پیکر رشد و ہدایت اور مقبول عوام وخواص تھے کہ آپ کے دست حق پرست پر سینکڑوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور آپ ہی سے مرید ہو کر سلسلۂ قادریہ رضویہ میں داخل ہو گئے۔ حضور تاج الشریعہ سے سینکڑوں علما، فضلا ومفتیان کرام نے خلافت واجازت حاصل کی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ راقم الحروف کو بھی خلافت واجازت حاصل ہے۔

حضور تاج الشریعہ سے بہت سی کرامتیں بھی صادر ہوئیں۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ میں تصلب فی الدین غالب تھا اہل حق سے محبت کرنا اور اہل باطل سے نفرت کرنا آپ کا شیوہ تھا۔

آپ مقبول الدعاء تھے

حضور تاج الشریعہ کی دعاؤں میں بڑی تاثیر تھی راقم الحروف محمد انور علی کو دوران درس انوار فرماتے تھے تو میں کہتا تھا حضور میں انور ہوں تو تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے اللہ تعالیٰ تم کو انوار کر دے، جب راقم الحروف (میں انور علی) فارغ التحصیل ہوا تو کاٹھ گودام ضلع نینی تال سے پڑھانے کی ایک جگہ آئی، تاج الشریعہ سے میں عرض کیا حضور خطۂ پہاڑ سے ایک جگہ پڑھانے کی ایسی آئی ہے کہ وہاں کوئی ٹکتا نہیں ہے حضرت تاج الشریعہ نے فرمایا کہ تم وہاں ضرور جاؤ، جنگل میں منگل مناؤ، اللہ تعالیٰ تم کو وہاں ٹکا دے اور بیش از بیش دین کی خدمت لے، لہٰذا راقم الحروف (انور علی) کاٹھ گودام چلا گیا اور وہاں جامعہ رضویہ القرآن میں صدر المدرسین نیز جامع مسجد کاٹھ گودام میں خطیب وامام کی حیثیت سے تین سال رہا، بحمدہ تعالیٰ دین پاک کی خوب خدمت انجام دی، مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کی، احقاق حق اور ابطال باطل کیا مولیٰ تعالیٰ اس خدمت دین متین کو قبول فرمائے آمین بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ راقم الحروف کو وہاں یعنی اطراف جبال میں ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج تک مسجد ومدرسہ کے لوگ برابر یاد کرتے اور بلاتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کے چند اہم خصوصیات

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو علم فقہ پر عبور حاصل تھا متأخرین علمائے اہل سنت میں اکابر علمائے حق میں شمار کئے جاتے تھے اور اپنے معاصرین علماء میں بڑی قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے وہ اہل علم اور ارباب فکر ودانش کے نزدیک ایک رفیع المرتبت مفتی ومحدث، محقق ومصنف کی شہرۂ آفاق حیثیت سے معروف ہیں۔

یہ بات صداقت پر مبنی ہے کہ حضور تاج الشریعہ بیک وقت محدث بھی تھے اور عظیم محقق ومرشد برحق بھی اور ایک انتہائی بیدار مغز قادر الکلام حاضر جواب مناظر بھی، صاحب فکر وفہم مصنف بھی وہ علم وفن کے متبحر عالم دین تھے اور بہترین نعت گو شاعر اہل سنت بھی تھے بلا شک وشبہ یہ تمام خوبیاں دکسی ایک ذات میں بیک وقت جمع ہونا محض کسبی نہیں بلکہ خاص فضل الٰہی، وعنایات خداوندی کی روشن دلیل ہیں ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

الغرض حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ انتہائی مشفق ومہربان استاذ کامل تھے مولیٰ تعالیٰ ان کا کوئی نعم البدل عطا فرمائے آمین حضور تاج الشریعہ کی پیاری پیاری باتیں بھی بہت ہیں اور ان کی یادیں بھی بہت ہیں ہر ذرہ ان کو یاد کرتا ہے، راقم الحروف بھی ان کو بہت یاد کرتا ہے، مولیٰ تعالیٰ ان کے مزار پر انوار پر صبح و شام رحمت ونور کی بارش فرمائے، آمین ؎

ارباب چمن ان کو بہت یاد کریں گے
ہر شاخ پہ وہ اپنا نشاں چھوڑ گئے ہیں

حضرت خضر بھی ان کے سامع رہے
ایسی جان خطابت ہیں غوث الوریٰ
قدسی سرکار آسی کا ہے قول حق
جامع ہر فضیلت ہیں غوث الوریٰ

فضائل اہل بیت

ملنے کو نہیں، نایاب ہیں ہم

از: مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی*

فضائل اہل بیت

ولی کامل کا جنازہ حاضر ہے، نماز میں شرکت کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے کے لیے عقیدت مندوں، نیاز مندوں کا قافلہ ملک کے کونے کونے سے جوق در جوق اتر رہا ہے۔ اترنے والے قافلے میں بڑے بڑے صاحبانِ فضل و کمال ہیں تو اربابِ جود و نوال بھی، مشائخ طریقت ہیں تو رہبران شریعت بھی، صاحبان جبہ و دستار ہیں تو ارباب کلاہِ افتخار بھی، عظیم درس گاہوں کی زیب و زینت اور باصلاحیت ذی وقار اساتذۂ کرام ہیں تو علم و فکر کا فیضان عام کرنے والے دانش وران عظام بھی۔

تمام حاضرین نماز جنازہ کی ادائگی کے لیے کاندھے سے کاندھا ملا کر صف بستہ ہو چکے ہیں۔ سب گوش بر آواز ہیں کہ اچانک بذریعہ مائک ایک آواز حاضرین کے پردۂ سماعت سے ٹکراتی ہے۔ یہ اعلان ولی جنازہ کی طرف سے ہوتا ہے کہ:

”مفتی اعظم اڑیسہ جہاں کہیں بھی ہوں وہ مصلیٰ امامت پر تشریف لائیں کہ ولی کامل کی نماز جنازہ کی امامت کا حق آپ کو ادا کرنا ہے۔“

اعلان سن کر آپ اپنی روایتی سادگی لیکن مکمل عالمانہ وقار کے ساتھ دھیرے دھیرے کنارے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ سوگوار حالت میں آنکھوں میں آنسوؤں کا نہ تھمنے والا ایک طوفان ہے۔ غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ آپ کی حالتِ غیر دیکھ کر دوسرے عقیدت مندوں کی آنکھیں بھی ڈبڈبا گئیں، آپ زیر لب کچھ کہتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ جن لوگوں نے توجہ دی تو انہوں نے سنا وہ کہہ رہے تھے:

”مجھ سے بڑے بڑے علما جلوہ افروز ہیں، ان میں سے کسی کا انتخاب کر لیا جاتا۔ میں تو حضرت کا ادنیٰ کفش بردار ہوں۔ میرے لیے یہی بہت ہے کہ حضرت کے جنازے میں شرکت ہو رہی ہے، آج نہ جانے کیسے کیسے پاپیوں کو بخشش و مغفرت کا پروانہ ملے گا۔“

یہ جنازہ تھا امام التارکین، سید السالکین، رئیس اعظم اڑیسہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی حبیب الرحمٰن المعروف بہ مجاہد ملت قدس سرہٗ کا اور نماز جنازہ کی امامت کے لیے جس شخصیت کا انتخاب عمل میں آیا وہ سرکار کے دل عزیز، محبوب شاگرد، مرید اور خلیفہ حضرت مولانا مفتی سید محمد عبد القدوس قدس سرہٗ العزیز کا۔

آپ کے تعلق سے حضور مجاہد ملت کی زبان اقدس سے صادر ہونے والے کلمات کی حقیقت، معنویت اور گہرائی و گیرائی کا اس وقت عوام و خواص سبھوں کو مشاہدہ ہو گیا، آپ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

”بھدرک کے افراد مولوی عبد القدوس کو کیا سمجھیں، ہاں! علمی حلقہ ان کی عظمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ ان کی سادگی سے کوئی دھوکہ نہ کھائے، وہ علم و عمل کے سنگم ہیں۔“

آپ کی زبان فیض ترجمان سے ادا ہونے والے اعزاز و تکریم کے یہ چند جملے عوام الناس کو سمجھ میں آئے ہوں کہ نہ آئے ہوں اپنی نماز جنازہ کے مصلیٰ امامت پر اپنے روحانی تصرف سے فائز فرما کر اپنے ان فرمودات کی عملاً توضیح و تشریح فرما دی۔

مولانا سید عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق حسینی سادات سے ہے ولادت صوبہ اڑیسہ کے معروف شہر بھدرک کے مرزا پور میں ۱۹۱۵ء کی کسی تاریخ میں علم و فضل کے بہارستان میں ہوئی، آپ کے مورث اعلیٰ سید السادات حضرت دیوان شاہ دریا آبادی قدس سرہٗ صاحب کرامات، فیض رساں اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے، آج بھی ان کے روحانی فیوض و برکات کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ عام و تام ہے۔

*مضمون نگار دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام کے سربراہ اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت تو گھر کے علمی و دینی ماحول میں ہوئی، والد محترم کی نظرِ شفقت ومحبت آپ کی تربیت وتہذیب میں قدم بقدم راہبر ورہنما بنی رہی، لیکن ابھی شعور کی آنکھیں پورے طور پہ کھلی بھی نہ تھیں، تربیت وتہذیب کا پاکیزہ سلسلہ ابھی اپنی انتہا کو پہنچا بھی نہ تھا کہ عمر کی بارہویں دہلیز پہ قدم رکھتے ہی سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ لیکن ہاتھ تھامنے والے نے ہاتھ تھاما، لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کو سہارا دینے والے نے سہارا دیا۔ چنانچہ آپ کے عم محترم حضرت مولانا سید مسعود علی رحمۃ اللہ علیہ نے والد گرامی کی وفات کے بعد تعلیم وتربیت کی جملہ ذمہ داریاں نبھائیں اور خوب نبھائیں لیکن چند سال اس بادِ بہاری سے فیضیاب ہونے کا ہی موقع ملا کہ اس سائبانِ شفقت ومحبت سے بھی محروم کردیئے گئے اور زندگی کی راہوں میں خود کو یتیم و یسیر محسوس کرنے لگے۔ لیکن قدرت نے فیصلہ تو کچھ اور ہی تحریر فرما رکھا تھا۔ آپ کی ذہنی، فکری اور روحانی تربیت کے لیے ایک ایسے آبشارِ علم وحکمت کا انتخاب عمل میں آچکا تھا جو قطرے کو دریا اور دریا کو سمندر بنا دینے کے فن سے بخوبی آگاہ تھا۔ جس کے خوانِ علم وحکمت سے خوشہ چینی کرنے والے ذرے آفتاب وماہتاب بن گئے۔ جو نہ صرف ظاہری علوم میں دسترس رکھتا تھا بلکہ باطنی علوم کے بحر کی شناوری کی فنی نزاکتوں سے بخوبی واقف وآگاہ تھا جو صرف پڑھا کر علم وفکر سے آراستہ کرنا نہیں جانتا تھا بلکہ نگاہوں کا فیضان تقسیم کرکے علوم وافکار کا دریا انڈیل دینا بھی جانتا تھا۔ حسنِ اتفاق کہ مدرسہ نعیمیہ، بھدرک میں علم کے اس متلاشی کی ملاقات علم کے اسی دریائے ناپیدا کنار سے ہو جاتی ہے، نگاہوں سے نگاہیں ملتی ہیں کہ استاذی وشاگردی کا رشتہ استوار ہونے لگتا ہے، اسے بھی ایک حسن اتفاق کہا جائے کہ سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے آباء واجداد کو آپ کے آباء واجداد سے تلمذ وشاگردی کا شرف حاصل تھا۔ چنانچہ اس روحانی نسبت وتعلق کا اثر ظاہر ہوا کہ آپ مجاہد ملت سے قریب سے قریب تر ہوتے چلے گئے اور آپ کو باقاعدہ اپنی شاگردی میں قبول فرمالیا۔ کم وبیش پندرہ سال آپ کو اپنی سرپرستی میں رکھ کر اپنے علم وحکمت کے پنگھٹ پہ سیراب فرماتے رہے۔ مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی ذات وشخصیت سے جن حضرات کو علم وآگہی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی ذات وہ ذات تھی جو لمحوں میں بے وقعت کو باوقعت، ذرے کو کہکشاں، خذف کو صدف بنانے کے وہبی ہنر سے واقف تھی، ایک جملے سے دل کی دنیا کا قبلہ تبدیل فرما دیتے تھے۔ خود راقم الحروف کو ایک موقع پہ اس کا ذاتی مشاہدہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی باکمال شخصیت کی تربیت ونگرانی میں پروان چڑھنے والے اس نونہال کی تربیت فرما کر کس قدر نکھار دیا ہوگا۔ اہل نظر بخوبی محسوس فرما سکتے ہیں۔

مجاہد ملت قدس سرہ کی صحبت بابرکات سے وابستہ ہو جانے کے بعد تعلق خاطر کا ایک نیا رنگ وآہنگ پیدا ہو گیا، وہ جہاں گئے سائے کی طرح ان سے لپٹے رہے۔ چنانچہ درگاہ معلیٰ اجمیر شریف کی معروف درس گاہ مدرسہ معینیہ، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، وہ سائبانِ رحمت جہاں جہاں اپنے فیوض وبرکات کی خیرات لٹاتے جاتا رہا، آپ بھی اس سے سائے کی طرح لپٹے رہے، سرکار کا دامن جو تھاما تو پھر تا حیات نہیں چھوڑا حضرت مجاہد ملت کی بھی نوازش واکرام کا ساون بھادوان پہ جھوم جھوم کر برسا، درسیات کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے استاذ ذی وقار کے حکم ومشورے پہ اس وقت کی معروف معیاری درس گاہ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کی مسند تدریس کی زیب بخشی قبول فرمائی۔ کچھ دنوں جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں آپ نے درس وتدریس کی بزم سجائی۔ درس وتدریس تو آپ کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا تھا۔ درس گاہ کے اوقات کے علاوہ تہجد کے وقت جب بیدار ہوتے تو اس وقت کچھ خاص طلبہ کو مخصوص کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔ تدریس میں آپ کا انداز علمائے خیرآباد کا پایا جاتا تھا۔ جس سے طلبہ کو مسائل کی تفہیم میں بہت سہولت ہو جاتی تھی۔ زیر تدریس جملہ کتابوں کا مطالعہ فرمانا آپ کے معمولات کا حصہ تھا۔ بغیر مطالعہ درس دینے سے اجتناب وپرہیز فرماتے تھے۔ سبق کی تفہیم کے لیے وہ سہل اور آسان راہ اختیار فرماتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اسباق کے مفہوم ومعانی کم سمجھ طلبہ کے دل ودماغ میں

بھی اتر جاتے تھے، بے مقصد گفتگو کر کے سبق کو غیر ضروری طول دینے سے آپ پرہیز کرتے۔ آپ کے علمی فیضان کی بارش میں سیراب ہونے والے آپ کے صاحبزادۂ ذی وقار مولانا سید اولاد رسول قدسی آپ کے درس و تدریس کی خصوصیات پہ روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''سراجی'' کے اسباق کے دوران جب تخارج کی فصل اختتام کو پہنچی تو آپ نے فرمایا قدسی! کل تمہیں باب الرد پڑھنا ہے، باب الرد میں چار قاعدے بیان کئے گئے ہیں۔ اکثر طلبہ اس باب کو بڑا دقیق سمجھتے ہیں اور اس کے قواعد کو دلجمعی اور حضور ذہنی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسئلہ رد کا آجاتا ہے تو پھر وہ ذہنی کوفت کے شکار ہو جاتے ہیں۔ سراجی میں باب الرد کے ضمن میں جو عبارتیں آئی ہیں گو بظاہر ان میں اغلاق ہے مگر توجہ دینے سے بات واضح ہو جاتی ہے۔ تم گھبرانا نہیں میں تمہیں اس قدر آسان پیرائے میں سمجھا دوں گا کہ پھر تم کبھی تاحیات مسئلہ ردیہ میں ذہنی خلجان محسوس نہیں کروگے۔ واقعتاً آپ نے اس قدر مؤثر انداز میں مجھے باب الرد کے قاعدے سمجھائے کہ آج تک وہ ساری باتیں ذہن و دماغ میں ثبت ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دراصل باب الرد میں دو اہم جملے بار بار آتے ہیں ایک ہے من یرد علیہ اور دوسرا من لا یرد علیہ۔ یاد رہے کہ من یرد علیہ انہیں کہتے ہیں کہ جن کی طرف بچے ہوئے سہام ان کے حقوق کے اعتبار سے لوٹا دیئے جاتے ہیں اور وہ ذوی الفروض ہیں، یہاں ایک اہم بات ذہن میں ہمیشہ رکھنا ہے کہ زوجین اگرچہ ذوی الفروض میں سے ہیں مگر یہ من لا یرد علیہ کے زمرے میں آتے ہیں یعنی بچا ہوا حصہ ان میں سے کسی کی طرف لوٹایا نہیں جائے گا۔''

درس گاہ سے آپ کے حد درجہ انہماک و توجہ پہ تبصرہ کرتے ہوئے صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی نے آپ کو ''کثیر الدروس'' کا لقب عطا فرما کر آپ کی جلالت علمی کی شان بیان فرمائی، درس گاہ کی فنی نزاکتوں سے آپ بخوبی واقف تھے طلبہ کو اپنی تعلیم و تربیت کے سائبان میں پروان چڑھا کر کندن بنا دیتے تھے، اس وقت تک سبق آگے نہ بڑھاتے جب تک طلبہ کا قافلہ زیر درس سبق کے تعلق سے اپنے اطمینان خاطر کا اظہار نہ کر دیتا۔ چنانچہ اپنی جماعت کے ذہین و طباع، فہم و فراست کے تاجور، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خصوصیات کے حوالے سے ''خطبات نظامی'' میں ایک جملہ تحریر فرمایا ہے۔ کہنے کو تو وہ ایک مختصر جملہ ہے لیکن حضرت مولانا عبدالقدوس علیہ الرحمہ کے درس و تدریس کے بے پناہ محاسن و کمال کا عکس و آئینہ محسوس ہوتا ہے:

''مدرسہ سبحانیہ، الہ آباد میں پڑھنے کے زمانے میں پڑھانے سے بھی میرا تعلق رہا، فن نحو سے مجھے زیادہ تعلق تھا، میرے استاذ مولانا سید عبدالقدوس صاحب نے مجھے ڈھائی برس میں کافیہ پڑھائی، چنانچہ جس سال مجھے شرح جامی پڑھنا تھی اس سال میں نے ۱۳ر طلبہ کی جماعت کو شرح جامی پڑھائی۔''

درس و تدریس کی یہی وہ خوبی تھی کہ شاگرد کو دوران درس ہی علم و فکر کے آبشار سے کچھ اس انداز سے فیضیاب کر دیا کہ نہ وہ صرف اسباق کی تفہیم پہ قادر ہو گیا بلکہ طلبہ کو درس دینے کی صلاحیتوں کا بھی مالک ہو گیا۔ درس گاہ سے وابستہ حضرات پہ یقیناً یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ علم نحو میں کافیہ و شرح جامی کی درس و تدریس کچھ بہت سہل نہیں اپنے فن میں یہ کتابیں معرکۃ الآراء ہیں، بحثوں کا کچھ مقام تو ایسا ہے کہ اگر استاذ ماہرانہ قدرت نہ رکھتا ہو تو بات طلبہ کے سر سے گزر جائے گی یا گزر جاتی ہے لیکن ان کے ہاتھ کچھ نہیں لگتا اور بحث چیستاں بن کے رہ جاتی ہے۔ لیکن ایک ماہر اور تجربہ کار استاذ کی مہارت و ممارست کا نظارہ ایسے ہی مقامات پہ دیکھنے کو ملتا ہے جب وہ اپنی فنی چابک دستی سے تفہیم کا ایسا سہل اور آسان راستہ اختیار کرتا ہے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر بحث بھی پانی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کم فہم طلبہ بھی اخذ و استفادے کی راہ پر چلتے ہوئے خالی ہاتھ نظر نہیں آتے یہ ایک ماہر، تجربہ کار، ذی استعداد استاذ کا فنی کمال اور اس کی خوبی ہوتی ہے، آپ نے اپنے استاذ محترم سرکار مجاہد ملت کی درس گاہ سے خوشہ چینی کرتے ہوئے

فضائل اہل بیت

ان سے ان کا یہ فن بدرجۂ کمال حاصل فرمایا تھا۔ چنانچہ اسی کا ثمرہ تھا کہ علامہ نظامی جس سال شرح جامی کا درس لے رہے تھے انہی ایام میں طلبہ کی ایک جماعت کو اس کا درس بھی دے رہے تھے، آپ کی تدریسی خوبیوں اور اعلیٰ علمی لیاقتوں کے سبب آپ کو وہ ''امام النحو'' سے یاد فرماتے۔

دارالافتاء سے آپ کا تعلق ولگاؤ محض رسمی نہیں تھا بلکہ اس میں بہت گہرائی وگیرائی تھی۔ مدرسہ سبحانیہ میں قیام کے دوران دیگر علمی مشغولیات کے علاوہ فتویٰ نویسی بھی آپ کے معمولات کا حصہ تھا۔ علم الفرائض سے متعلق جب کوئی سوال آتا تو وہ آپ کے سپرد کر دیا جاتا، اس فن سے آپ کو بدرجۂ غایت دلچسپی تھی، پڑھنے کے زمانے میں ایک مرتبہ سرکا مجاہد ملت علیہ الرحمہ چند دنوں کے لیے باہر تشریف لے گئے، اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ''سراجی'' کی شرح ''شریفیہ'' مکمل پڑھ لی۔ مجاہد ملت کی واپسی کے بعد ارباب درس نے شکایت پیش کی۔ حضرت نے خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے آپ سے دریافت کیا کہ ''یہ سچ ہے'' آپ نے باادب انداز میں عرض کیا حضور! معاملہ یہ تھا کہ ''شریفیہ'' دستیاب ہوگئی تھی، آپ کی عدم موجودگی میں علمی مشاغل کم تھے، موقع غنیمت جانا اور پوری کتاب کا غائرانہ مطالعہ کر لیا اور سراجی کے بہت سارے وقت طلب مسائل حل کر لئے۔ یہ سن کر سرکار دل ہی دل میں خوش ہوئے۔ لیکن اس کا اظہار نہ ہونے دیا بلکہ یہ فرمان جاری کیا ''کل سراجی کا امتحان تحریری ہوگا تمام طلبہ اس کی تیاری کریں۔'' امتحان کا نام سن کر سب کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں لیکن مولانا عبدالقدوس علیہ الرحمہ کا چہرہ کھل اٹھا، وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم نے بے وجہ شکایت کر کے اپنے لیے مصیبت کھڑی کر لی۔ اب کیا ہوگا؟ ہماری تو کوئی خاص تیاری نہیں ہے، ساری رات طلبہ امتحان کی تیاری میں مصروف رہے لیکن آپ نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ صبح تمام اصحاب درس کے ساتھ آپ امتحان گاہ میں حاضر ہوگئے، سب کے ہاتھوں میں سوالات کا پرچہ تھا، رد کا دوسرا قاعدہ جو ذرا مشکل تصور کیا جاتا ہے، اسی قاعدے کے تحت حضرت نے ایک سوال مرتب فرمایا تھا اور کتاب کے علاوہ دوسری مثال دی تھی۔ طلبہ نے جوابات کی کاپی جمع کر دی۔ حضرت نے سب کی کاپیاں ملاحظہ فرمائیں لیکن مفتی سید عبدالقدوس علیہ الرحمہ کے سوا تمام ہم درس نے درست جواب نہیں دیئے تھے۔ حضرت نے آپ کو صدفی صد نمبر عنایت فرما کر دریافت فرمایا کہ تم نے یہ سوال کس طرح حل کیا؟ آپ نے عرض کیا۔ حضور! یہ تحریری امتحان تھا (اب تقریری امتحان کی کیا ضرورت) حضرت نے فرمایا۔ ارے بولو تو سہی۔ آپ نے مکمل شرح وبسط کے ساتھ پورا قاعدہ بیان فرما دیا، آپ کا جواب سن کر سر پہ دست شفقت پھیرا اور بطور انعام دو آنے عنایت فرمائے۔

اس واقعے کا تعلق بھی دور طالب علمی سے ہے، ایک مرتبہ حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پور قدس سرہٗ نے علم فرائض سے متعلق ایک طویل استفتا سرکار مجاہد ملت کی خدمت میں الہ آباد روانہ فرمایا جو مناسخے کا مسئلہ تھا اور بارہ بطون پہ مشتمل تھا۔ علم فرائض سے جن حضرات کو لگاؤ و تعلق ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مناسخہ جب زیادہ بطون پہ مشتمل ہو تو کس قدر دماغ سوزی کراتا ہے چنانچہ سرکار مجاہد ملت نے یہ استفتا بھی یہ کہتے ہوئے آپ کے سپرد فرمایا کہ اس کا جواب جلد مطلوب ہے۔ آپ نے چند منٹوں کی عرق ریزی کے بعد جواب تحریر فرما کر پیش خدمت کر دیا حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا، دعائیہ کلمات سے نوازا اور الجواب صحیح لکھ کر حضور حافظ ملت کے پاس ارسال کر دیا۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے جواب ملاحظہ فرمایا اور فتوے کے اخیر میں آپ کا نام دیکھا تو بے حد مسرور ہوئے اور آپ کے نام تہنیت نامہ بھی تحریر فرما کر روانہ کیا۔

سرکار مجاہد ملت نے اپنے اس تلمیذ جلیل کی تعلیم وتربیت کا اس قدر شاندار اہتمام فرمایا تھا کہ بعد میں وہ آپ کے معتمد خاص بن گئے یہی وجہ تھی کہ آپ کے قلم سے تحریر کئے ہوئے فتاوے اہل علم کے نزدیک قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ پڑھنے کے زمانے میں جس طالب علم سے استاذ فتویٰ تحریر کرائے اور اس کے فتوے پہ اپنے اعتماد واعتبار کا شیش

محل تعمیر کرے، اس کے علمی وفکری مقام ومراتب کو ہر کس و ناکس کیا سمجھ پائے۔

سرکار مجاہد ملت کے فرمان کے مطابق الہ آباد واطراف میں اس فن میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ دارالافتاء کا قلمدان سنبھالنے سے پہلے آپ نے فتویٰ نویسی کی تمام باریکیوں کو دقت نظری سے سمجھ لیا تھا۔ اس کے تمام نشیب وفراز سے آپ کو بخوبی واقفیت وآگاہی تھی۔ آپ ایک کہنہ مشق اور نکتہ شناس مفتی تھے، ہر سوال کا جواب بہت تحقیق وتدقیق سے قلم بند فرماتے۔

ہماری سہل پسند طبیعت نے علم وفکر کے سوتوں سے فیضیاب ہونے کی تحقیقی روش چھوڑ کر آسان راہ اختیار کر لی ہے۔ فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت، انوار شریعت ودیگر مفتیان کرام کے مجموعۂ فتاویٰ نے فتویٰ نویسی کو سہل الحصول بنا دیا ہے، اب عالمگیری، بحر الرائق، کنز الدقائق اور درمختار وغیرہ دیگر امہات کتب فقہ دیکھ کر فتویٰ نویسی کا نہ تو مزاج ہے اور نہ ہی خودساختہ مفتیوں کے اندر اس کی اہلیت جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ؎

ہر بو الہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

اہل نظر کی عزت وآبرو علم کے بازار میں جس طرح نیلام ہو رہی ہے، وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں، اب خود کو مفتی لکھنے لکھوانے کی ایک ہوڑ سی لگی ہوئی ہے جسے دیکھئے مفتی کا لاحقہ نام کے ساتھ آویزاں کئے گھوم رہا ہے۔ اردو میں دستیاب مجموعۂ فتاویٰ نے فتویٰ نویسی کی راہ ان کے لیے بہت آسان کر دی ہے۔ انہیں دیکھ کر فتویٰ نقل کرنا بہت مشکل نہیں لیکن اہل علم بخوبی آگاہ ہیں کہ اس طرح کے خودساختہ اور نیم حکیم مفتیان کرام کے سامنے جب "علم المیراث" کا کوئی مسئلہ آجائے مناسخے کا کوئی مسئلہ حل طلب ہو تو ان کے دارالافتا کے قلم دان کی ساری حقیقت روشن ہو کر سامنے آجائے گی۔ مفتی عبدالقدوس صاحب کو اس فن میں لاریب یدطولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ مدرسہ سبحانیہ میں قیام کے دوران جب بھی کوئی استفتا "علم المیراث" سے متعلق ہوتا تو اسے آپ کے حوالے کیا جاتا۔

درس وتدریس کے علاوہ دین کی تبلیغ واشاعت، عامۃ الناس کی رشد وہدایت آپ کی دینی، ملی ومذہبی خدمات کے اہم وجلی عناوین ہیں۔ اس باب میں بھی آپ کا انداز حکیمانہ وناصحانہ اور مدبرانہ تھا، رشد وہدایت میں حسن اخلاق کے ساتھ ایک بہترین ناصح کا کردار ادا فرماتے ہوئے آپ نے گم گشتگان راہ کو چراغ ہدایت کی روشنی میں منزل بکنار کیا۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی ذات اقدس سے آپ کو والہانہ لگاؤ وتعلق تھا۔ آپ کی دینی، ملی اور سیاسی خدمات کو بنظر استحسان دیکھتے۔ وہ خود بھی مسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک نقیب وترجمان تھے، حق وصداقت کا نشان مسلک اعلیٰ حضرت کو سمجھتے تھے، اس سے سرمو انحراف گوارہ نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ جب اعلیٰ حضرت سے اس قدر ان کا تعلق خاطر تھا تو ان کے خانوادے کے صاحبان جاہ وحشم کو بھی عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھتے اور اپنی پلکیں ان کے لیے راہ میں بچھائے رہتے۔

ان کے خلاف یا ان کی بے ادبی کا تصور وخیال بھی وہ گناہ سمجھتے تھے۔ سرکار مجاہد ملت قدس سرہٗ کی وساطت سے سیدی اعلیٰ حضرت کا خانوادہ آپ کا پیر خانہ بن گیا تھا اور پیر خانے کا ادب و احترام ارباب شعور اور صاحبان دل خوب خوب جانتے ہیں۔ پیر خانے اور پیر ومرشد سے منسوب افراد واشیاء کی تعظیم وتوقیر کا کیا مزاج ہمارے اسلاف نے پال رکھا تھا تاریخ پہ نظر رکھنے والے حضرات بخوبی آگاہ ہیں۔ سرکار مجاہد ملت کو اپنے پیر ومرشد سے کیا والہانہ لگاؤ وتعلق تھا اس واقعے سے بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ راوی آپ کے تلمیذ رشید، مرید وخلیفہ شمس العلماء حضرت مفتی محمد نظام الدین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہ بیان فرماتے ہیں کہ سہسرام کے راستے سے میں جب بھی حضرت کے ساتھ ٹرین سے گزرا تو سہسرام پہنچنے سے قبل آپ برتھ چھوڑ کر با ادب کھڑے ہو جاتے اور جب تک سہسرام کی حدیں پار نہ ہو جاتیں، اسی انداز میں مودب کھڑے رہتے۔ راقم الحروف نے جب یہ سنا تو خیال ہوا کہ بزرگوں کی ادب شناسی میں تو حضرت کا جواب نہ تھا۔ اور چونکہ سہسرام علما، صوفیا وصلحا کا مخزن ومولد رہا

ہے اس لیے تعظیم وتوقیر کا یہ والہانہ انداز نظر آتا ہے لیکن ''مرد جوزا'' کے مطالعے کے دوران اس راز سے پردہ اٹھا کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں آپ کو شرف بیعت رئیس الاولیا حضرت علامہ شاہ عبدالکافی قدس سرہٗ العزیز سے سہسرام میں حاصل ہوا تھا، اس لیے سہسرام کے حوالے سے آپ کے دل میں عزت وتوقیر کا یہ جذبہ موجزن تھا چوں کہ سہسرام میں انہیں پیر ملا تو یہ سرزمین ان کی نیازمندیوں کی بوسہ گاہ بن گئی۔

چنانچہ آپ نے اپنے وصال سے قبل تحریری وصیت نامے میں حق وصداقت کے اقرار واعتراف کے اس بیان پر دستخط و مہر لگادی:

''میں اپنے تمام متعلقین، مریدین، اولاد ذکور واناث کو بالعموم اور ولدی العزیز مولانا آل رسول کو بالخصوص وصیت کرتا ہوں کہ عقائد حقہ مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی کے ساتھ قائم رہیں۔

وصیت نامے کی یہ تحریر بہت واضح اور غیر مبہم ہے۔''

عقائد حقہ کی تعبیر وتشریح اگر کی جائے تو اس کے لئے اس وقت مسلک اعلیٰ حضرت ہی درست اور حقیقت پسند نعرہ ہوگا، آج صلح کلیت نے جب عقائد ونظریات پہ بہت ہی شاطرانہ انداز میں شب خون مارنے کا سلسلہ شروع کیا ہے ایسے میں اس طوفان بدتمیزی کے خلاف مضبوط بند باندھنے کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت کے نعرۂ حق وصداقت کی ترویج وقت کا داعیہ اور حالات کی پکار ہے۔ مفتی عبدالقدوس علیہ الرحمہ بہت دور اندیش تھے اور انہوں نے جماعت میں چھپے ہوئے بھیڑیوں سے جماعتی تشخص کی حفاظت کے لیے اس نعرے کو حق وصداقت کی علامت وپہچان قرار دیتے ہوئے اپنے مریدوں معتقدوں اور اہل خاندان کو اسی پہ مضبوطی کے ساتھ کاربند رہنے کی تعلیم وتلقین فرمائی۔

مسلک اعلیٰ حضرت کو دیابنہ کی جانب سے دئیے ہوئے ایک پُر فریب نعرے سے تعبیر کرنے کی روش عام کرنے کی سازش رچی جارہی ہے، اس میں ہماری جماعت کے روشن خیال ووسیع النظر، لبرل اور کچھ کج فکری کے شکار دل ودماغ قائدانہ رول ادا کررہے ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا اور جدید مسلک نہیں بلکہ تعلق باللہ وبالرسول کا وہی قدیم اور روایتی مسلک ہے جو اصحاب سے چل کر تابعین تک اور پھر تابعین سے تبع تابعین تک، تبع تابعین سے ائمہ مجتہدین تک جملہ اغواث، اقطاب، ابدال سے سلسلہ درسلسلہ ہوتا ہوا ہندوستان آیا۔ جس کی قیادت کبھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تو کبھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے، کبھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس مسلک کی تعبیر وتشریح میں منصب امامت پہ فائز ہوئے تو کبھی علامہ فضل حق خیرآبادی نے اس کی زمام سنبھالی تیرہویں صدی میں جب عقائد باطلہ اور نظریات فاسدہ نے حنفیت کے چولے میں سادہ لوح عوام کے ذہن وفکر پہ شب خون مارنے کا م شروع کیا، چودہ سو سال سے چلے آرہے متوارث عقائد ونظریات کے خلاف خودساختہ افکار و تصورات کا تاج محل تعمیر کر کے سادہ لوح عوام کو دام فریب میں لینے کی کوشش عام ہوئی تو بریلی کے اس مرد آہن نے ان کے من گھڑت عقائد ونظریات کے خلاف محاذ قائم فرمادیا۔ آپ نے جن افکار وخیالات کی تبلیغ واشاعت فرمائی وہ قطعی خودساختہ اور من گھڑت نہ تھے۔

آپ نے انہی متوارث عقائد ونظریات کی ترویج واشاعت میں اپنی عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ صرف فرمادیا جو سیدی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ ان کی قدیم الخیالی اور حنفیت پہ پختہ فکری کی گواہی غیر سنی مفکرین سے لے کر غیر مسلم ادیبوں نے بھی پیش کی ہے مشہور غیر مقلد عالم احسان الٰہی ظہیر کا یہ اعتراف ''یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔'' (البریلویہ، ص ۷)

ایک دوسرے مورخ کی رائے میں ''انہوں نے (فاضل بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طرز کی حمایت کی'' (موج کوثر) مشہور محقق اور ادیب مالک رام کے خیال میں ''جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ بریلی مولانا احمد رضا خاں مرحوم کا وطن ہے وہ بڑے سخت گیر قسم کے قدیم الخیال عالم تھے'' جماعت اسلامی کے آرگن ماہنامہ ''الحسنات'' نے اس سلسلے میں یہ تبصرہ کیا'' یہ خیال درست نہیں ہے کہ احمد رضا خاں نے دین اسلام

میں ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی ہے، البتہ یہ درست ہے کہ علما کی اس جماعت کو عرف عام میں احمد رضا خاں بریلوی سے عقیدت کی بنا پر بریلوی کہا جاتا ہے اور دوسرے احناف سے بعض مسائل میں اختلاف کی بنا پر الگ تشخص قائم ہو گیا"

(ماہنامہ الحسنات رام پور کا شخصیات نمبر، ص ۵۴ رص ۵۵)

غیر سنی علما و مورخین سے لے کر غیر مسلم محققین تک نے مسلک اعلیٰ حضرت اور بریلوی کے انتخاب کو اسلاف کرام کے علمی و فکری ورثے سے بغاوت قرار نہ دے کر قدیم الخیالی پہ مہر لگا دی ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت انہی چودہ سو سال قدیم متوارث عقائد و نظریات کی نئی تعبیر و تشریح ہے اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔

مفتی سید عبدالقدوس اسی قدیم مسلک سے وابستہ ایک فرد فرید تھے، وہ تا حیات مسلک اعلیٰ حضرت کو حق و صداقت کا نشان اور سرکار مصطفیٰ ﷺ کی محبت والفت کی علامت و پہچان مانتے رہے۔ اسی حق وحقانیت کے مسلک پہ تا حیات چلتے رہے اور لوگوں کو اسی پہ چلنے کی تبلیغ و تلقین فرماتے رہے۔

حضرت مولانا سید عبدالقدوس علیہ الرحمہ مسلک اعلیٰ حضرت کی تعبیر و تشریح میں رقم طراز ہیں:

"مسلک اعلیٰ حضرت کی اساس حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اصل ایمان، روح ایمان ہے، بے حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلام وایمان کا تصور، تصور محض ہے، جس کا حقیقت ایمان سے کوئی علاقہ نہیں۔ حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بنیادی تقاضا یہی ہے کہ رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ادنیٰ نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت اور ان کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والوں سے قلبی نفرت کی جائے اور اس میں اپنے پرائے کا امتیاز نہ برتا جائے۔ اگر کسی کا دل اس بنیادی تقاضے سے خالی ہو تو اس کو اپنے ایمان کی خیر منانا چاہیے۔ دل سے حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رخصت ہے تو اس کا ایمان بھی رخصت، اعلیٰ حضرت کا مسلک ان کے اس شعر سے ظاہر ہے ؎

انہیں مانا، انہیں جانا، نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا"

مسلکی، مشربی معاملے میں وہ حد درجہ سخت مزاج تھے، اس میں وہ کسی طرح کی لچک برداشت کرنے کے قطعاً قائل نہ تھے، وہ خود بھی مسلک اعلیٰ حضرت پہ سختی سے گامزن تھے اور اپنے مریدوں معتقدوں، نیازمندوں، متعلقین و افراد خانہ کو اسی مسلکی وابستگی کی تعلیم و تلقین فرماتے، چنانچہ اس حوالے سے سجادگی کا معیار و میزان مقرر کرتے ہوئے وصیت نامے میں فرماتے ہیں:

"سجادہ نشین سنی صحیح العقیدہ، بریلوی اور مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان ہو۔"

درج بالا جملے پہ غور فرمائیں سجادگی کے لیے شرط اول سنی بیان فرمائی اس پہ اطمینان نہ ہوا تو دوسری قید لگائی "صحیح العقیدہ" خیال آیا کہ ہر شخص اپنے عقائد و نظریات کو ہی عقائد صحیحہ تسلیم کرتا ہے۔ لہٰذا ایک تیسری قید بھی تحریر فرمائی کہ بریلوی ہو لیکن اس پہ دل نے بے اطمینانی کا اظہار کیا تو پھر "مسلک اعلیٰ حضرت" کی آخری شرط بیان کر دی جس میں شک و ریب کا کوئی عمل دخل نظر نہیں آتا۔ ان تین قیدوں کے بیان سے آپ کے تصلب فی الدین کا مزاج بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

زبوں حالی کے تاریک اور ظلمت بدوش دور سے گزرتے ہوئے جب ہماری سماجی زندگی کے ہر گوشے پہ زوال آیا ہے تو وہیں ہماری اشرافیہ قدریں بھی ہمارے قدموں سے پامال ہو رہی ہیں، دین اسلام کی پاکیزہ روایات کا تقدس مجروح ہو رہا ہے، خانقاہی نظام میں حد درجہ فساد و بگاڑ پیدا ہو چکا ہے، جن خانقاہوں سے کل اعلائے کلمۃ الحق کی صدائیں بلند ہوتی تھیں، ذکر حقی، ذکر جلی کا دور چلتا تھا، رشد و ہدایت کے فرمان جاری ہوتے تھے، بے عمل زندگی گزارنے والوں کا عملی محاسبہ ہوتا تھا، طریقت کی شراب کاسۂ طلب میں انڈیلی جاتی تھی، جادۂ شریعت پہ گامزن ہونے کا سبق پڑھایا جاتا تھا۔ حیف صد حیف! آج خانقاہی روایات کا یہ پاکیزہ اور صاف ستھرا ذوق رخصت ہو گیا اور خانقاہیں اقبال کی زبان میں مرثیہ خوانی کر رہی ہیں" خانقاہوں میں مجاور رہ

ملفوظات

گئے یا گورکن'' اب تو خانقاہی نسبت پہ فخر نہیں بلکہ شرم و عار کا احساس ہوتا ہے، لیکن اس تاریک اور ظلمت بدوش ماحول میں بھی کچھ خانقاہیں ضرور ایسی بچی ہوئی ہیں جہاں اہل اللہ نے شریعت و طریقت کے درمیان جو چولی دامن کا رشتہ ہے اسے بصد احترام محفوظ رکھا ہے۔ واقعتاً یہ اہل اللہ نہ ہوتے تو قیامت آجائے۔ یہی تو دنیا کا تعویذ ہیں، انہی کے صدقے باران رحمت کی برکھا برسات برستی ہے، انہی کے طفیل اللہ تعالیٰ لوگوں کو رزق دیتا ہے، حدیث شریف کے الفاظ میں و بھم یمطرون و بھم یرزقون۔

حضرت مولانا عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ اسلاف کرام کی روشن نشانی تھے، فضیلتیں ان کے ارد گرد چکر لگاتی تھیں، ان کے سائے میں صبا چلتی تھی ؎

جن کے سائے میں صبا چلتی تھی
پھر نہ وہ لوگ پلٹ کر آئے

سرکار مجاہد ملت کے فیض یافتہ تھے، انہوں نے آپ سے نہ صرف علم شریعت و طریقت کا سبق پڑھا تھا بلکہ نگاہوں سے پیا بھی تھا اور پھر حالات زمانہ کی کوئی ترشی ان خدا رسیدہ حضرات کی نگاہوں سے ٹپکنے والی شراب کا نشہ اتار نہیں سکی، وہ طریقت کی شراب طہور کی مستی میں رہتے تھے، لیکن ان کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ نہ تھی، وہ نشے میں ضرور تھے لیکن بہکے ہوئے نہ تھے وہ حق و صداقت کے پیغام بر تھے، ان کے فرمان میں شریعت کی پاکیزگی کی جھلک تھی تو طریقت کا خموش درس بھی، آپ کے مزاج میں اسلاف کبار کے تصلب فی الدین کا عکس و نقش بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے، چنانچہ وصیت نامے میں سجادہ نشینی اور تولیت کے لیے میزان و معیار کا تعین و تقرر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''سجادہ نشین سنی صحیح العقیدہ، بریلوی اور مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان ہو، عالم دین پابند شرع اور متقی و پرہیزگار ہو، مدبر، مفکر، متحمل، خوش اخلاق اور دین کے معاملے میں مخلص ہو۔''

درج بالا وصیت نامے کا ایک ایک لفظ بغور پڑھیے تو آپ کو ان میں جہانِ معنیٰ پوشیدہ نظر آئے گا۔ مذہبی، مسلکی اور مشربی مزاج کی پختہ خیالی پہ ایک ایک سطر قسم کھا رہی ہے۔ خانقاہوں سے وابستہ کچھ ارباب طریقت وہ ہیں جن کے اعمال و کردار سے شریعت کی قبا تار تار ہو رہی ہے، طریقت کی چادر میلی ہو رہی ہے اور سنت نبوی علیہ التحیۃ والثناء کے نقوش مٹ رہے ہیں۔ عملی بے راہ روی، بدکرداری، بدخلقی، غیر حکیمانہ روش عام ہوتی جا رہی ہے۔ آپ نے اپنے متوسلین بالخصوص وابستگانِ خانقاہ کو شریعت و طریقت کی اسی پاکیزہ زنجیر میں قید فرما دیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ یقیناً اپنے دور میں اسلاف کرام کی ایک قابل صد افتخار نشانی تھے۔ ان کے نقوش قدم آج بھی اخلاف کے لیے نشان منزل ہیں۔ ہمیں زندگی کی راہ میں ان سے نور کشید کر کے تیرہ و تار ماحول میں اجالا پیدا کرنا چاہیے۔ ع

ملنے کو نہیں نایاب ہیں ہم

فرض کی ادائیگی کے لئے فرض ہے۔

عرض...۳: صف مقدم کا افضل ہونا غیر جنازہ میں ہے اور جنازے میں آخری صف افضل ہے اس کی حکمت بیان فرمادیں؟

ارشاد...: غالباً اس کی حکمت یہ ہے کہ نمازِ جنازہ من کل الوجوہ وہ نماز نہیں ہے اور حقیقتاً یہ میت کے لئے دُعائے استغفار ہے اور اس میں گویا میت کے لئے دُعا کرنے والا مقام شفاعت میں کھڑا ہے اور اللہ عزوجل سے دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ عزوجل اس کی مغفرت فرمادے تو وہ مقام تواضع کے مناسب ہے کہ آدمی اس میں اپنے آپ کو مقدم نہ کرے اور تواضعاً عاجزی اور انکساری کے طور پر آخری صف میں رہے بخلاف نماز کے کہ اس میں حکم شرع سے اور احادیث سے یہی ثابت ہے کہ صف اول بہتر ہے اور اس کی تاکید آئی۔

عرض...۴: زید کے پاس ساڑھے سترہ تولہ سونا ہے وہ ہر سال صرف دس تولہ سونا کی زکاۃ نکالا کرتا تھا پوچھنے سے بتایا کہ شریعت نے ساڑھے سات تولہ کی تو اجازت دی ہے اسی لئے شریعت کی اجازت جو ہے اس کو منہا کرکے نکالتا ہوں۔ لیکن اب اس کو معلوم ہو گیا کہ ساڑھے سترہ تولہ کی ہی زکاۃ نکالنی چاہئے۔ اب زید پر کیا حکم ہے؟ پچھلی زکاۃ جو نہیں دی اس کے لئے کیا کرنا ہوگا؟

ارشاد...: پچھلی زکاۃ جو نہیں دی ہے وہ اس کے ذمہ واجب الادا ہے جلد اس کو ادا کرے۔

عرض...۵: زید کا ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہیں اس کا مال کیسے تقسیم ہوگا؟ یعنی بیٹے کو کتنا حصہ اور بیٹیوں کو کتنا آنا چاہئے؟

ارشاد... : لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ قرآن میں فرمایا اور یہ ذوی الفروض میں سے ہے تو ایک بیٹا دو بیٹیوں کے قائم مقام ہے اور چار بیٹیاں وہ ہیں تو چار اور دو چھ اگر کوئی اور وارث نہیں ہے اور مانع ارث کوئی چیز نہیں ہے تو بعد تقدیم ما تقدم میت کے مال میں سے سب سے پہلے جس چیز کو کرنے کا حکم ہے وہ یہ کہ اس کی تجہیز اور تکفین اس کے مال سے کرے اور اگر اس پر دین ہے تو دین ادا کرے اور اگر اس نے کوئی وصیت کی ہے غیر وارث کے لئے وصیت صحیحہ شرعیہ کی ہے تو اس وصیت کو ادا کرے اس کے بعد جو کچھ بچے گا وہ چھ (۶) سہام پر تقسیم ہوگا دو بیٹے کو اور ایک ایک سہام چار سہام وہ بیٹیوں کو ملیں گے۔

عرض...۶: ایک صاحب جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے قائل نہیں، امام غزالی علیہ الرحمۃ کی توہین کرتے ہیں امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کو بُرا کہتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اہل بیت کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا سلوک کیا ہے۔ ایسے شخص کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: برتقدیر صدق سوال جو علمائے کرام کی توہین محض بلا وجہ شرعی کرتا ہے اس پر بجنت حکم ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل سنت وجماعت کے تمام مذاہب حنفی شافعی وغیرہ مذاہب کے مقلدین کے مسلم الثبوت امام ہیں اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا بھی پایہ بہت بلند ہے اور ان حضرات سے نہ صرف یہ کہ ہم کو شریعت کے فروعی مسائل معلوم ہوئے بلکہ عقائد اہل سنت وجماعت میں بھی یہ اہل سنت وجماعت کے امام ہیں اور مقتدا کا درجہ رکھتے ہیں ان کی توہین بہت سخت ہے اور امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ پر یہ الزام کہ انہوں نے اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ سوتیلا سا سلوک کیا ہے یہ کس بنیاد پر ہے اگر یہ اس بنیاد پر ہے کہ امام بخاری رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی فضیلت پر سرکار علیہ السلام سے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اور خود بہت سے اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے احادیث روایت کیں تو ان کا یہ الزام بے بنیاد اور صریح جھوٹ اور افترا ہے اور ان کے اوپر توبہ لازم ہے توبہ صحیحہ شرعیہ کریں اور ائمہ دین سے عناد اور بغض سے باز آئیں۔ من ابغض عالما بغیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر۔ جو کسی عالم سے بغیر سبب ظاہر کے بغض رکھے اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔

(خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الفاظ الکفر، الفصل الثانی، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، ۴/ ۳۸۸)

اور اپنے عقائد اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق اور قرآن وسنت کے مطابق کریں۔

عرض...۷: کیا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ محفل سماع میں شرکت فرماتے تھے؟ اگر ہاں تو کیسی محفل سماع؟

ارشاد...: حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے بارے میں تو اس وقت میرے پیش نظر کچھ نہیں ہے البتہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے مسائل سماع میں اور احکام شریعت میں سلسلۂ چشتیہ کے مقتدا و پیشوا اور سردار حضرت محبوب الٰہی حضرت نظام الدین رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ کا قول فوائد الفواد سے ہی نقل کیا ہے کہ سماع کے حلال ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں اس میں انہوں نے یہ فرمایا کہ پہلی شرط یہ کہ جو کچھ وہ گاتے ہیں یا پڑھتے ہیں خوش الحانی سے وہ فحش، مسخروی، بے حیائی اور ہنسی مذاق کی بات نہ ہو اور دوسری شرط یہ کہ پڑھنے والا خوبصورت امرد، بے ریش بچہ نہ ہو اور عورت نہ ہو اور تیسری چیز یہ ہے کہ سننے والے سب کے سب اہل اللہ ہوں اور وہ ذکر سننے کی نیت سے وہاں پر بیٹھیں اور چوتھی چیز یہ بتائی کہ:

"مزامیر درمیان نہ باشد مزامیر حرام است"

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے کسی رسالے میں یہ لکھا ہے کہ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ ان کے کچھ مریدوں نے مزامیر کے ساتھ قوالی سنی تو فرمایا کہ:

"خوب نہ کردہ اند۔ انہوں نے اچھا نہیں کیا۔"

اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا غالباً حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ہی لکھتے ہیں اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے ملفوظ میں ان کے حوالے سے یا کسی اور بزرگ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ بعد وصال حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے مزار پر جب قوالی کی محفل رچائی گئی آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کسی اہل اللہ نے سُنا فرمایا کہ:

"ایں بد بختانِ وقت مارا پریشان کردہ اند۔ زمانے کے بدبختوں نے، ان لوگوں نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔"

اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اپنا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ محبوب الٰہی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی یہ کرامت دیکھی کہ ان کے مزار کے احاطے کے باہر وہ بہت بڑا رقبہ ہے وہاں پر تاریخی جگہ ہے۔ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا مزار جس گوشے میں ہے اس کے بعد صحن ہے اور دوسرے مزارات وغیرہ ہیں تو قوالی ہو رہی تھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے یہ دیکھا کہ باہر قوالی ہو رہی ہے اور زیادہ فاصلہ نہیں ہے لیکن مزار پر آواز نہیں آرہی پھر گئے یہ چیک کرنے کے لئے کہ میرے کانوں کو کچھ دھوکہ ہو رہا ہو ایسا تو نہیں ہے کہ باہر قوالی بند ہو گئی باہر گئے تو باہر قوالی کی ویسی ہی آواز اور اندر آئے تو آواز نہیں آرہی اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے حضرت فخر الدین زرادی علیہ الرحمۃ جو حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے خلفا میں سے ہیں ان کے رسالہ کشف القناع من اصول السماع کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ:

"اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبریٔ عن هذا التهمة۔ یہ جو چشتیہ سلسلے میں سمجھا جاتا ہے کہ چشتی سلسلے میں قوالی مزامیر کے ساتھ جائز ہے انہوں نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ کا سماع اس تہمت سے بری ہے۔"

عرض...۸: کیا حضرت نے خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کوئی منقبت تحریر فرمائی ہے؟

ارشاد...: دُعا کریں، بہت دنوں سے اب کچھ شعر گوئی کا سلسلہ منقطع ہے کچھ ہو جائے تو میں عرض کر دوں اور حضرت خواجہ غریب رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی شان میں، میں کچھ کہوں اور اس بارگاہ میں قبول ہو جائے یہ میرے لئے ذریعۂ نجات ہے اور یوں بھی اولیا کی نیازمندی خصوصاً حضور غوث اعظم رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ اور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا نام لینا ہم نیازمندوں کے لئے بہت کافی ہے اور ہم سے کوئی منقبت ہو یا نہ ہو ہم ان اولیائے کرام کے نیازمند ہیں بقیہ ص ۱۴۱ پر

داڑھی! مَردوں کی زینت ہے

اسلامی معاشرے میں ہزاروں مسلمان ایسے ہیں جن کو داڑھی کی اہمیت وافادیت معلوم نہیں ہے، ان کے ذہنوں میں یہی بات بسی ہوئی ہے کہ کوئی داڑھی رکھے یا نہ رکھے کچھ فرق نہیں پڑتا حالانکہ ان حضرات کے دلوں میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی کا جذبہ موجود ہوتا ہے لیکن صرف ناواقفی کی وجہ سے اس مؤکد ترین سنت سے محروم رہ جاتے ہیں، لہٰذا اس سنت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت وافادیت ظاہر کرنے کے لیے کچھ باتیں بیان کی جارہی ہیں، خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

مرد کے لیے داڑھی اللہ تعالیٰ کا ایک مخصوص عطیہ ہے جو مرد کو اس کی زینت کے لیے عطا ہوئی ہے، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے یوں اللہ کی یوں تسبیح وتہلیل کرتے ہیں: پاک ہے وہ ذات جس نے بنی آدم کے مردوں کو داڑھی سے زینت عطا فرمائی۔“ [احیاء العلوم، لمعۃ الضحی]

لیکن شیطان ابلیس کو کب گوارا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ انعام واکرام اولاد آدم کے پاس رہے، چنانچہ اس نے مقابلے میں قسم کھا کر کہا تھا: اے اللہ! میں آدم کی اولاد کو حکم کروں گا: فلیغیرن خلق اللہ۔ کہ وہ تیری پیدا کی ہوئی نعمت کو بدل ڈالیں۔

اللہ رب العزت کی عطا فرمودہ نعمتوں میں سے ایک نعمت داڑھی بھی ہے۔ [کتب تفاسیر]

اور شیطان کے داڑھی منڈانے والے اس قبیح حکم کی تعمیل سب سے پہلے قوم لوط نے کی جس پر پتھر برسائے گئے۔ [درمنثور]

مولائے کریم ہم سب کو شیطان کے مکروفریب سے بچائے، اپنے اور حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی میں شب وروز گزارنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔

[سوشل میڈیا سے ماخوذ]

مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا کی تعلیمات

موجودہ دور میں قوم مسلم کو دینی علوم کے ساتھ عصری تعلیم سے آراستہ ہونا بھی از حد ضروری ہے، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی اور مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنے اپنے عہد وعصر میں دینی ودنیوی علوم کی قدر واہمیت کو اجاگر کیا ہے، مجددین کی اس فکر کو بروئے کار لاتے ہوئے آج قوم مسلم ہر میدان میں پیش قدمی کرسکتی ہے۔

ساتھ ہی مسلم بھائی چارگی اور سخاوت وصلہ رحمی اور غربا پروری کو بھی خصوصی طور پر عام سے عام تر کیا جائے تاکہ مسلم معاشرے سے غریبی اور فقیری کا خاتمہ ممکن ہوسکے۔ ہمارے اسلاف وصوفیا بالخصوص دونوں مجددوں نے صلہ رحمی ومسلم بھائی چارگی کا خاص طور سے خیال فرما کر سرکار دوعالم ﷺ کی اس سنت پر بھی سختی کے ساتھ عمل کر کے دکھایا ہے اور قیمتی سے قیمتی اشیاء غربا وفقرا میں تقسیم کر کے سرکار علیہ السلام کی سنتوں کو زندہ فرمایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا قادری کی تعلیمات پر عمل کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، کسی بھی قوم وملت کے عروج وارتقا کے لئے ”تعلیم“ ہی وہ پہلا ”زینہ“ ہے جسے طے کر کے وہ ترقی کے اعلیٰ مدارج حاصل کرسکتی ہے۔

اس قسم کے خیالات کا اظہار گزشتہ رات "سنی صابری مسجد باسنی" میں "عرس مجددین" کے اندر مفتی اعظم باسنی حضرت مولانا مفتی ولی محمد صاحب قبلہ رضوی، سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی اور نازش زبان وقلم حضرت مولانا مفتی عبد المالک مصباحی صاحب چیف ایڈیٹر دوماہی رضائے مدینہ، جمشید پور، جھارکھنڈ اور حضرت مولانا غلام مصطفی قادری صاحب باسنی نے فرمایا۔

الحمد للہ "سنی صابری مسجد باسنی" میں مسلسل چھ سالوں سے یہ پروگرام منعقد ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد میں عوام اہل سنت شرکت کرتے ہیں اور دونوں اماموں کی بارگاہ میں خراج عقیدہ پیش کیا جاتا ہے۔

[سنی صابری تنظیم، سنی صابری مسجد باسنی ناگور شریف]

خیر وخبر

منظومات

باغ ملت کی نکہت ہیں غوث الوریٰ

(از: سید خادم رسول عینیؔ، بھدرک، اڑیسہ

رب اکبر کی رحمت ہیں غوث الوریٰ
باغ ملت کی نکہت ہیں غوث الوریٰ

جان دین و شریعت ہیں غوث الوریٰ
آشنائے حقیقت ہیں غوث الوریٰ

ان کی اقلیم میں ہیں سبھی اولیاء
تاجدار ولایت ہیں غوث الوریٰ

حکم سے ان کے مردے بھی زندہ ہوئے
جان کشف و کرامت ہیں غوث الوریٰ

والد پاک کے خواب سے ہے عیاں
مصطفیٰ کی بشارت ہیں غوث الوریٰ

ان کے اقوال اس بات کے ہیں گواہ
بحر پند و نصیحت ہیں غوث الوریٰ

اصفیا ہیں گدا ان کے دربار کے
صوفیوں کی ضرورت ہیں غوث الوریٰ

ہیں وہ پیران پیر اور ہیں دستگیر
عینیؔ رب کی عنایت ہیں غوث الوریٰ

مظہر نورِ نبی، جلوہ ہمارے غوث کا

(از: مولانا محمد سلمان رضا فریدی، مسقط، عمان

چل رہا ہے آج بھی سکّہ ہمارے غوث کا
رتبہ ہے اونچوں سے بھی اونچا ہمارے غوث کا

اُنکی سیرت میں ہے شانِ مصطفائی کی جھلک
مظہر نورِ نبی ، جلوہ ہمارے غوث کا

با کرامت سَر سے لیکر پاؤں تک سارا وجود
جامۂ اوصاف ہے یکتا ہمارے غوث کا

اُن کے سَر ہے، عالم عرفاں کی سرداری کا تاج
چومتے ہیں اولیاء، تلوا ہمارے غوث کا

بقیہ ص ۳۱ ؍ پر

غوث الوریٰ کی بات ہے

(از: شکیل آثرؔ نورانی، بریلی شریف

سجتی رہیں گی محفلیں، غوث الوریٰ کی بات ہے
بڑھتی رہیں گی رونقیں، غوث الوریٰ کی بات ہے

کب اذن حاضری کریں، غوث الوریٰ کی بات ہے
کب دوریاں سمیٹ دیں، غوث الوریٰ کی بات ہے

نانا ہیں ان کے مصطفےٰ، بابا ہیں، ان کے مرتضیٰ
کیوں نہ بڑی ہوں نسبتیں، غوث الوریٰ کی بات ہے

زہرہ کے ہیں لخت جگر، حسنین کے نور نظر
ان کی بڑی ہیں عظمتیں، غوث الوریٰ کی بات ہے

ہیں تاجدار اولیا، ہیں شہریار اصفیا
ان کی ہیں سب ولایتیں، غوث الوریٰ کی بات ہے

اغواث کائنات پر، اقطاب شش جہات پر
بخشی گئیں فضیلتیں، غوث الوریٰ کی بات ہے

جان ولایت آپ ہیں، شرط ولایت آپ ہیں
اللہ رے یہ رفعتیں، غوث الوریٰ کی بات ہے

قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ جو کہہ دیا
ولیوں کی خم ہیں گردنیں، غوث الوریٰ کی بات ہے

بقیہ ص ۲۳ ؍ پر

سرمایۂ نجات عقیدت ہے غوث کی

(از: مولانا محبوب گوہرؔ اسلام پوری، مظفر پور

سرمایۂ نجات عقیدت ہے غوث کی
بنیادِ سیئات عداوت ہے غوث کی

ہوگے نہ کامیاب کبھی جھوٹ بول کر
بچپن کے دور سے یہ نصیحت ہے غوث کی

حُبّ علی کے ساتھ ہو حب معاویہ
تب کہنا میرے ساتھ حمایت ہے غوث کی

ننہال بھی وہیں پہ ہے ددھیال بھی وہیں
دونوں طرف سے آقا سے نسبت ہے غوث کی

بقیہ ص ۳۸ ؍ پر

माहनामा सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1. तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2. वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इशाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3. पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19
DECEMBER - 2019
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan